

مِیْکَارِ الْقُرْآنِ (تَجْمِیْن)

تالیف

حضرت مولانا محمد نازک گیلانی مدظلہ العالی

ابن

شیخ اشرف اویسی حضرت مولانا حافظ محمد شمس الدین گیلانی
رحمۃ اللہ علیہ رحمۃً واسعۃً شیخ الحدیث بکامیہ اشرفیہ لاہور

جلد ہفتم ۳۳ ۳۴ ۳۵ ۳۶ ۳۷

پہلی مرتبہ شریعت کے مطابق حضرت مولانا محمد نازک گیلانی مدظلہ العالی نے تصنیف فرمائی

شائع کردہ

مکتبۃ المِیْکَارِ

دارالعلوم الحسینیہ شہدادپور

سندھ، پاکستان

پہلی مرتبہ شریعت کے مطابق مولانا محمد نازک گیلانی مدظلہ العالی نے تصنیف فرمائی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ فَإِذَا قَرَأَهُ فَأَتَّبِعْ قُرْآنَهُ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ

الحمد لله والحمد لله...
خزینہ اسرار و لطائف کثافت مشکلات قرآنیہ ووصاف مخدرات فرقانیہ
مستفی بہ

مَعَارِفُ الْقُرْآنِ

تالیف: حضرت مولانا محمد مالک کاندھلوی رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْهِ
ابن

شیخ التفسیر و الحدیث حضرت مولانا الحافظ محمد ادریش صاحب کاندھلوی
رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْهِ رَحْمَةً وَاسِعَةً شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور

جلد ہفتم مشتمل تفسیر پارہ (۲۳) (۲۴) (۲۵) (۲۶) (۲۷)

بہ ترجمہ حقیقت نگاہ معارف پناہ عارف باللہ حضرت شاہ عبد القادر بن شاہ ولی اللہ دہلوی قدس اللہ سرار ہما

شائع کردہ

مکتبہ المعارف

دارالعلوم الحسینیہ شہدادپور
سندھ، پاکستان

پیش لفظ

اس صدی کا مجید ناز شیخ احمد شریف تفسیر حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کا ندھلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ

کی تمام زندگی ہی علم اور دین کی خدمت میں گزری علوم اسلامیہ میں شغف و انہماک، درس و تدریس اور تصنیف و تالیف ہمیشہ سرمایہ حیات رہا۔ دنیائے سلام اُن کی علمی عظمت و منقبت سے پوری طرح واقف ہے، جس زمانے میں اپنی مشہور و معروف کتاب التعلیق الصبیح شرح مشکوٰۃ المصابیح طبع کرانے کے لیے دمشق تشریف لے گئے۔ اور وہاں ایک سال قیام فرمایا تو شام و عراق اور مصر کے اکابر علماء نے اپنی بے پناہ عقیدت کا اظہار کیا۔ اپنی تحریرات میں خصوصیت کے ساتھ اعتراف کیا کہ آپ عرب و عجم ایک مایہ ناز محدث و مفسر ہیں، تفسیر حدیث اور علم کلام میں آپ کی گرانقدر تصانیف اس بات کا ثبوت ہیں کہ ہر فن میں آپ کا مقام بہت بلند تھا، لیکن اپنے شیخ و مربی حضرت حکیم الامتہ مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی طرح تفسیر قرآن کریم اور علوم کتاب اللہ کی شرح و تحقیق کا رنگ سب پر غالب تھا، اسی جذبے اور شوق میں تفسیر معارف القرآن شروع فرمائی جو اپنے موضوع پر ایک بے مثال تفسیر ہے اور تمام متقدمین کے علوم و معارف قرآن کا ایک جامع خزانہ ہے، دوران تالیف ہی سلسلہ طباعت شروع فرمادیا، اخیر حیات میں ضعف و نقاہت کی کوئی حد نہیں رہی تھی حتیٰ کہ اٹھنے بیٹھنے کی بھی طاقت نہ تھی، لیکن اس ضعف کے باوجود تفسیر کا سلسلہ تالیف برابر جاری رہا، دن رات یہی فکر تھا کہ کسی طرح تفسیر مکمل کر لوں، وفات سے کچھ عرصہ قبل جب ایک مرتبہ ناچیز رمضان المبارک میں عمر کے لیے جا رہا تھا تو مکتوب گرامی میں والہانہ انداز میں تکمیل تفسیر کے لیے دعا کا ذکر فرماتے ہوئے یہ الفاظ تحریر تھے

”میرا دل از حد پریشان ہے، سوائے تفسیر کے کسی چیز میں دل نہیں لگتا

اس لیے سب سے فارغ اور بکیو ہونا چاہتا ہوں اور چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ

تفسیر اور شرح بخاری کو جلد مکمل فرمادے اور ان کی طباعت کا غیب سے نظام فرمادے

لیکن ان للہ ما اخذ ولہ ما اعطی وحصل عندہ باجل مسمی

اللہ کو یونہی منظور تھا کہ پانچویں جلد کی طباعت کے بعد حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس دار فانی سے رحلت فرما گئے فَاِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

اس عظیم سایہ عاطفت کے اٹھ جانے سے جس نے نہ صرف ہم کو بلکہ کل علماء اور طلباء ہی کو یتیم بنا دیا۔ قلب و دماغ مجروح تھا اور اس گرانقدر علمی خزانہ کے دفن ہو جانے کے غم کے ساتھ تفسیر معارف القرآن کی تکمیل کا غم اور فکر بھی قلب پر پہاڑ بنا ہوا تھا، میں اپنی بے سرو سامانی کے باعث یہ تصور نہیں کر سکتا تھا کہ یہ عظیم سلسلہ آئندہ جاری رکھا جائے گا۔ لیکن حق تعالیٰ کا فضل و انعام ہے کہ اس کی توفیق و تائید سے جلد ششم سے نہم تک چار جلد طبع کر کے حضرات اہل علم کی خدمت میں پیش کیں۔

عجیب شان خداوندی ہے کہ مسودہ تفسیر سورہ صافات کی آخری آیت سُبْحٰنَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا یَصِفُوْنَ وَسَلَامٌ عَلٰی الْمُرْسَلِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ پر پہنچ کر ختم ہو گیا اور اس آیت کی تفسیر کے بعد حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ دار فانی سے رحلت فرما گئے۔ گویا رحمت خداوندی نے اہل جنت کا وَ اٰخِرُ دَعْوَاهُمْ اَبِی الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ والا تشبہ عطا فرما دیا۔

حدیث میں انہی کلمات تسبیح و تحمید پر ہر مجلس کے اختتام کی ہدایت فرمائی گئی ہے۔ خدا کی شان ان کے ساری مجلس زندگی ہی ان کلمات کی تشریح و تفسیر پر ختم ہوئی۔ طبرانی نے زید بن ارقمؓ سے ایک روایت تخریج کی ہے۔ اس میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس شخص نے ہر نماز کے بعد یہ کلمات کہہ لیے یعنی سُبْحٰنَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّةِ الخ تو اس نے بڑے بڑے بیادوں سے ناپ کر اجر و ثواب کے عظیم ذخیرے جمع کر لیے۔ تو حق تعالیٰ جل شانہ نے حضرت والد صاحب کی تمام علمی خدمات کے بعد حیات مبارکہ کا اختتام انہی کلمات پر مقدر فرمایا وَاٰلَکَ فَضْلُ اللّٰہِ یَوْمَئِذٍ یَّشَارُ

یہ ناچیز گنہگار علم و عمل سے تہی دامن اس عظیم المرتبہ تفسیر کی تکمیل کا یقیناً اہل توفیق تھا اور اس کے تصور کی جرات بھی نہ کر سکتا تھا۔ لیکن اپنے بزرگ محترم شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی (رحمۃ اللہ علیہ) کے حکم فرمانے پر سورہ صافات سے معارف القرآن کے نکلنے کا ارادہ کر لیا۔ حضرت شیخ الحدیث کے قلم مبارک سے بسم اللہ لکھوا کہ مسودہ کی ترتیب شروع کر دی۔

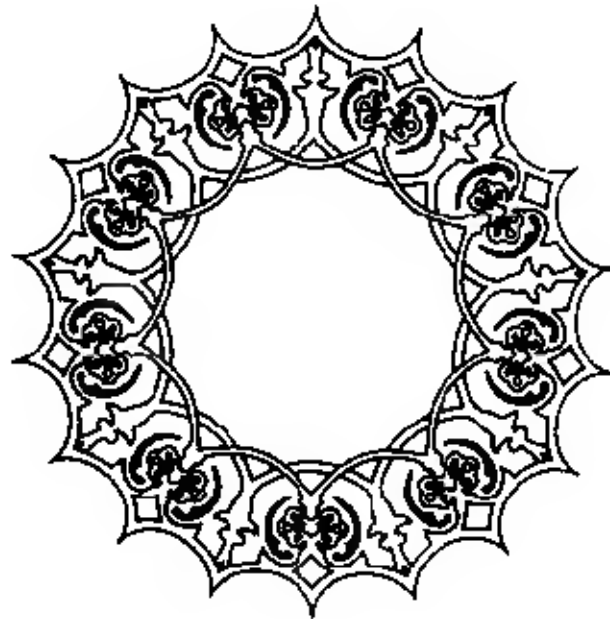
”ریشم میں ٹاٹ کا پیوند“ ایک مثال ہے گرمیں سمجھتا ہوں کہ میرا ناقص پیوند اس سے بھی کم درجہ رکھتا ہے، بہر کیف جو بھی کچھ ہو سکا بتوفیق خداوندی جہد المقلد و موعدا کے طور پر انتہائی ندامت کے یہ جلد حضرات اہل علم کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔ میں اپنے عجز و قصور کا معترف ہوں۔ اور بلا کسی جھجک اپنے اکابر اور احباب سے درخواست کرتا ہوں کہ ناچیز کے اس حقیر تفسیر میں جو خامی اور غلطی محسوس فرمائیں۔ اس سے ناچیز کو مطلع فرمائیں۔ بڑا ہی احسان ہوگا۔ اور حق تعالیٰ اجر عظیم عطا فرمائے گا۔ اپنے تمام بزرگوں اور احباب کی خدمت میں عاجزانہ درخواست ہے کہ دعا فرمادیں۔ اللہ تعالیٰ

رب العزت اپنی توفیق و تائید سے تحکمہ معارف القرآن کی تکمیل و اشاعت آسان فرماوے ۔
آمین یا رب العالمین

صلی اللہ تعالیٰ علی صفوة البریة سیدنا و مولانا محمد و آلہ و
اصحابہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین

بندہ محمد مالک کاندھلوی (رحمۃ اللہ علیہ)

(سابق) شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور



مولانا محمد مالک کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

احوال و آثار

شیخ الحدیث مولانا محمد مالک کاندھلوی، حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند ارجمند اور ان کے جانشین تھے۔ کاندھلہ کے جس علمی خاندان سے آپ کا تعلق ہے وہ محتاج تعارف نہیں، آپ کا سلسلہ نسب والد کی طرف سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے اور والدہ کی جانب سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔

ولادت و تعلیم

آپ صوبہ یو۔ پی (انڈیا) کے قصبہ کاندھلہ ضلع مظفرنگر میں ۱۹۲۵ء میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم کا آغاز حفظ قرآن کریم سے ہوا، دس برس کی عمر میں آپ نے قرآن کریم حفظ کر لیا پھر اعلیٰ تعلیم کے لیے مدرسہ مظاہر العلوم بہار پور میں داخلہ لیا۔

والد ماجد مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ ان دنوں دارالعلوم دیوبند میں شیخ التفسیر کے عہدہ جلیلہ پر فائز تھے، آپ بھی اعلیٰ تعلیم کے لیے مادر علمی دارالعلوم دیوبند آ گئے، اور وہاں شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی، شیخ الحدیث مولانا اعجاز علی، علامہ محمد ابراہیم بلیاوی، مفتی اعظم پاکستان مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی اور والد ماجد حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا۔

تحریک آزادی ہند کے دوران علامہ شبیر احمد عثمانی نے مسلم لیگ سے وابستگی اختیار کر لی جبکہ حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی، کانگریس کے حامی تھے۔ علامہ عثمانی نے اس خدشہ کو محسوس کرتے ہوئے کیر سیاسی اختلاف کسی ذاتی مخالفت میں تبدیل نہ ہو جائے، دارالعلوم دیوبند کو خیر باد کہا اور جامعہ اسلامیہ ڈابھیل (سورت) سے وابستگی اختیار کر لی، مولانا محمد مالک کاندھلوی اس وقت دورہ حدیث کے آخری مرحلہ میں تھے آپ بھی مولینا کے ساتھ ڈابھیل آگئے اور جامعہ اسلامیہ میں آپ نے دورہ حدیث سے فراغت حاصل کی۔ علامہ شبیر احمد عثمانی اور مولانا بدر عالم میرٹھی جیسے کبار محدثین سے کسب فیض کیا۔ ۱۳۶۲ھ میں آپ درس نظامی کی تعلیم سے فارغ ہوئے

فراغت کے بعد اس خیال سے کہ مادر علمی میں اپنے اساتذہ کی زیر نگرانی تدریس اور تصنیف و تالیف کے کام میں مشغول ہوں گے، دارالعلوم دیوبند تشریف لائے اس زمانہ میں دارالعلوم میں جامع العلوم بھاولنگر کے مہتمم صاحب آئے ہوئے تھے، انہوں نے مولینا سے بھاولنگر میں تدریس کی درخواست کی آپ اپنے والد گرامی کے مشورہ اور ان کی رائے سے بھاولنگر چلے گئے اور آپ ہی کی کوششوں سے حضرت مولانا بدر عالم میرٹھی مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ بھی بھاولنگر آگئے، یہاں سے آپ نے تدریس کا آغاز۔ حدیث میں صحیح مسلم اور ابوداؤد، تفسیر میں جلالین اور فقہ میں ہدایہ کی تدریس سے کیا۔

۱۳۶۵ھ میں آپ کو جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں تدریس کی پیشکش ہوئی جو اس اعتبار سے قابل قدر تھی کہ اس مدرسہ سے آپ نے فراغت حاصل کی تھی اور پھر وہاں آپ کو اپنے اساتذہ کے پہلو پر پہلو تدریس کا موقع مل رہا تھا، چنانچہ حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کے حکم پر آپ ڈابھیل آگئے یہاں آپ نے نابغۃ العصر حضرت علامہ مولینا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ درس حدیث کی ذمہ داریوں کو نبھایا۔

قیام پاکستان کے بعد حیدرآباد سندھ کے مصنفات میں منڈوالہ یار کے مقام پر دارالعلوم دیوبند کی طرز پر ایک مدرسہ قائم کیا گیا اور اس کا نام بھی دارالعلوم اسلامیہ رکھا گیا۔

حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کی خواہش اور فیصلہ کے مطابق مولینا اعظم الحق تھانوی نور اللہ مرقدہ کو مدرسہ کا مہتمم بنایا۔

مولانا محمد مالک کاندھلوی نے بھی قیام پاکستان کے بعد پاکستان ہجرت کا ارادہ کر لیا تھا۔ حضرت مولانا خیر محمد جاندھری رحمۃ اللہ علیہ آپ کو ملتان خیر المدارس سے جانا چاہتے تھے لیکن استاد محترم علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کی خواہش تھی کہ آپ منڈوالہ یار جائیں۔

چنانچہ ۱۳۶۷ھ میں آپ حضرت علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ دہلی سے کراچی آئے اور منڈوالہ یار کو ترجیح دی۔

۱۳۵۰ھ سے ۱۳۶۳ھ تک آپ نے ۱۵ برس منڈوالہ یار میں گزارے یہاں

آپ کو اکابر محدثین کے ہمراہ درس حدیث کا موقع ملا۔
 بڑی تعداد میں اندرون و بیرون کے طلبہ نے آپ سے کسب فیض کیا۔ یہ بات میں نے مولانا
 سے خود کئی مرتبہ سنی، آپ فرماتے تھے،
 "میں اپنے وطن کاندھلوی میں اتنا عرصہ نہیں رہا جتنا وقت میں نے منڈوالیہ میں
 گزارا"

۱۳۹۴ھ ۱۹۷۴ء میں جامعہ اشرفیہ کے شیخ الحدیث اور میر سے جدا مجد حضرت مولانا محمد ادریس
 کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعہ اس دار فانی سے رحلت فرما گئے۔ حضرت مولانا صاحب کی وفات کے
 بعد علماء کرام خصوصاً مولانا مفتی جمیل احمد تھالوی رح اور حضرت مولانا اشرف علی تھالوی رح کی اہلیہ، محترمہ
 پیرانی صاحبہ کے اصرار پر آپ ۲۹ اکتوبر ۱۹۷۴ء ۱۱ شوال المکرم ۱۴۰۳ھ کو منڈوالیہ کو خیر باد کہہ
 کر لاہور آگئے اور اپنے والد گرامی کی جگہ جامعہ اشرفیہ کے شیخ الحدیث کے منصب جلیلہ پر فائز
 ہو گئے۔

بخاری شریف پڑھانایوں بھی نہایت وسیع اور مشکل امر ہے پھر اس جگہ پر بخاری پڑھانا جہاں
 حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رح جیسا محدث بخاری پڑھاتا رہا ہو۔ یقیناً یہ ایک ایسا معاملہ تھا کہ جسے
 مولانا محمد مالک کاندھلوی رح جیسی صاحب علم شخصیت ہی نبھا سکتی تھی۔
 چند ہی سالوں میں مولانا کاندھلوی رح کا درس بخاری علماء و طلباء میں مقبول ہو گیا اور اس کی مقبولیت
 کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ مولانا نے پہلے سال جب بخاری شریف پڑھائی تو طلباء کی تعداد ۲۸ تھی
 اور جس سال مولانا کا انتقال ہوا، طلبہ کی تعداد ۱۲۰ سے متجاوز تھی۔

۲۱ اکتوبر ۱۹۸۸ء ۹ ربیع الاول ۱۴۰۹ھ کو جمعرات و جمعہ کی درمیانی شب میں آپ کو اچانک
 دل کا دورہ پڑا اور اسی دورہ سے آپ چند لمحوں میں خالق حقیقی سے جا ملے۔
 حق جل مجدہ نے آپ کی وفات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ سے کئی مناسبتیں پیدا کیں
 جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کے تعلق اور علم حدیث سے مناسبت کی مظہر ہیں۔

۱۔ آپ کی وفات ربیع الاول کے مہینہ میں ہوئی۔

۲۔ آپ کی وفات ربیع الاول کی ۹ تاریخ کو ہوئی۔

۳۔ وفات کے وقت آپ کی عمر ۶۳ برس تھی۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو جمعہ کا روز عطا فرمایا۔ جامعہ اشرفیہ میں نماز جمعہ کے بعد
 ۳ پہر بجے نماز جنازہ ادا کی گئی۔

آپ کی نماز جنازہ حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھالوی رحمۃ اللہ علیہ نے پڑھائی۔

قومی و ملی خدمات

مولانا محمد مالک کا نڈھلوی "تحریک پاکستان میں شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ رہے اور ان سے شرف تلمذ اور ان کی تربیت کے نتیجہ میں ان کو پاکستان سے وابستہ محبت و عقیدت تھی، ہر وقت اسی فکر میں رہتے کہ کسی طرح پاکستان میں دین اسلام نافذ ہو جائے۔

جولائی ۱۹۷۷ء میں جب جنرل ضیاء الحق برسرِ اقتدار آئے تو ان سے ملاقاتوں کا سلسلہ شروع ہوا، ان سے اسی موضوع پر گفتگو ہوتی۔

جنرل صاحب نے آپ کو مجلس شوریٰ کا رکن نامزد کیا۔ میں اس مجلس میں موجود تھا جس میں جنرل صاحب نے مولانا سے شوریٰ کی رکنیت قبول کرنے کی درخواست کی مولانا نے فرمایا یہ میرا مزاج نہیں جس پر جنرل صاحب مرحوم نے فرمایا یہ بھی آپ کا ایک قسم کا درس بخاری ہوگا۔ وہاں درس میں طلبہ مستفید ہوتے ہیں، یہاں ہم لوگ مستفید ہوں گے۔ چنانچہ مولانا نے شوریٰ کی رکنیت قبول کر لی۔ اور اخیر تک اس کے رکن رہے۔ مولانا نے وہاں جو دینی و ملی خدمات سرانجام دیں اور قانون اسلامی کے لیے جو کوششیں کیں وہ محتاج تفصیل ہیں، جنہیں پھر کسی موقع پر سپرد قلم کرونگا۔

انصاری کمیشن کے رکن کی حیثیت سے اسلامی نظام حکومت کے لیے سفارشات مرتب

کیں اور ایجوکیشن کے رکن کی

حیثیت سے نظام

تعلیم کو اسلامی

سانچہ میں ڈھالنے

کے لیے آپ

کی کوششیں تاریخ

پاکستان کا حصہ ہیں۔

تصنیفات وتالیفات

آپ کو درس و تدریس اور تبلیغ و وعظ کے ساتھ ساتھ تصنیف و تالیف سے خصوصی شغف تھا، متعدد تبلیغی رسالے کے علاوہ التحریری اصول التفسیر - منازل العرفان فی علوم القرآن - سراج الہدایہ تاریخ حریم - پیغام مسیح - ترجمہ تجرید معجم مسلم تالیف فرمائیں۔ تصنیفی میدان میں آپ کا سب سے بڑا کارنامہ اپنے مرحوم والد گرامی کی تفسیر "معارف القرآن" کی تکمیل ہے۔

حضرت مولانا محمد لoris کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ابھی اس تفسیر کے ۲۲ پارے مکمل فرمائے تھے ۲۳ واں پارہ جاری تھا اور سورۃ طہ صفت مکمل ہوئی تھی کہ داعی اجل کو لبیک کہا۔ مولانا محمد مالک نے سورۃ ص سے سورۃ الناس تک بقیہ تفسیر مکمل کی۔

تفسیر کے اس حصے میں آپ نے اپنے والد ماجد کے اسلوب کی پیروی کی اور کتاب کے کسی حصے سے یہ محسوس نہیں ہوتا کہ کتاب کا مصنف تبدیل ہو گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ مولانا کی ان خدمات جلیلہ کو شرف قبول عطا فرمائے، انکو اعلیٰ علیین میں شامل فرمائے اور ان کے علوم سے ہمیں مستفید ہونے کی ہمت و توفیق مرحمت فرمائے آمین ثم آمین

وما تولیقی الا باللہ

ڈاکٹر محمد سعد صدیقی

۲۰ صفر المظفر ۱۴۲۱ھ

۲۵ مئی سنہ ۱۹۹۹ء



فہرست مضامین معارف القرآن (تکمیلہ) جلد ہفتم

نصف خیر

مشتل بر پارہ ۲۳ - ۲۴ - ۲۵ - ۲۶ - ۲۷

از سورۃ ص - زمر - مومن - خم سجدہ - شوری - زخرف - دخان - جاثیہ - احقاف
محمد - فتح - حجرات - ق - ذاریات - طور - نجم - قمر - رحمن
واقعہ - حدید

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
	تفسیر سورۃ ص	۱
۱	آغاز تکلمہ معارف القرآن بر بسم اللہ الخ شیخ الحدیث مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ	۱
۲	آغاز سورت از بیان حقانیت و وعید و تنبیہ بر یزید و انکار مشکبرین و کفار	۳
۳	تنبیہ و توبیخ بر انکار رسالت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم و مقابلہ رب العالمین	۷
۴	تلقین صبر و تسلی بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بذکر قصہ حضرت داؤد علیہ السلام	۱۱
۵	قصہ داؤد علیہ السلام	۱۳
۶	واقعہ داؤد علیہ السلام کے متعلق بعض غیر مستند اور سبیل مل روایات - العیاذ باللہ	۱۵
۷	آیات مذکورہ میں حضرت داؤد علیہ السلام کی صفات کمال	۱۹
۸	تفسیر آیات مشتملہ بر قصہ داؤد علیہ السلام	۲۱

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۹	حلیفہ و بادشاہ میں فرق	۲۶
۱۰	بیان حکمت تخلیق کائنات و ثبات حشر و ذکر عظمت خداوندی	۲۸
۱۱	قصہ حضرت سیمان علیہ السلام و بیان اثبات الیٰ اللہ مع حکومت و سلطنت و جملہ انکسار و نیوہ	۳۰
۱۲	تفصیل بتلا رسول اللہ علیہ السلام	۳۲
۱۳	سیمان علیہ السلام کے ابتداء کی حقیقت	۳۶
۱۴	حضرت سیمان علیہ السلام کی دعا ربّ ھفّ لیٰ	۳۹
۱۵	فائدہ	۴۰
۱۶	قصہ سوم حضرت یوب علیہ السلام و مناجات بہ بارگاہ ربّ لعالمین	۴۱
۱۷	تحقیق ابتداء یوب علیہ السلام	۴۲
۱۸	تذکرہ غلام و فضائل ابراہیم و اسحاق و یعقوب و دیگر انبیاء کرام علیہم السلام	۴۶
۱۹	بعد از ذکر احوال سعادہ تذکرہ مجرمین و اشیاء	۴۹
۲۰	علان توحید و رسالت و تنویر ز آخرت	۵۳
۲۱	ختم تمام تفسیر سورت ھفّ	۵۸
تفسیر سورۃ الزمر		
۲۲	اثبات حقانیت کتاب الہی و توحید خداوندی و ابطال شرک	۶۱
۲۳	شان سبب نیازی پروردگار عالم و پسندیدگی ایمان و غضب بہ کفر و فرامانی	۶۵
۲۴	زاموشی و غفلت از ربّ منعم در حالت نعمت و اضطراب و نا اہت در مصیبت	۶۶
۲۵	مدح مؤمنین مطہیین و بیان مراتب عالیہ ہر سائے اہل تقویٰ در دنیا و عقبی	۶۹
۲۶	نذرت و وعید بر شقاوت مجرمین و فلاح کامرانی مؤمنین	۷۴
۲۷	بیان انشراح قلوب اہل ایمان و آثار خشیت و تقویٰ اگر از ذکر الہی و تلاوت قرآن است	۷۷
۲۸	تمثیل حق و باطل و فرق در میان عبد مؤمن و مطیع و بندہ مشرک و عاصی	۸۱
۲۹	ختم تمام پارہ ۲۳	۸۳

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
	آغاز پارہ ۲۳ فَمَنْ أَظْلَمُ	۸۴
۳۰	تنبیہ و تہدید بر کذب حق و صداقت و بیان حسرت و ملال کاذبین	۸۵
۳۱	بیان قدرت خداوندی و عدم استعانت بر مدفعت عذاب	۸۶
۳۲	بیان قدرت خداوندی و اثبات حشر و تنبیہ بر شنائت مشرکین	۹۰
۳۳	توفی کی ایک قسم "منام" یعنی نیند اور دوسری قسم موت ہے	۹۲
۳۴	تسلی برائے نبی کریم بعض تلقین دعا و بیجاگی عالم پیش قدرت رب کبر	۹۴
۳۵	بیان ترتیب عفو و نہایت بر قبول اسلام و ہلاکت و حسرت برائے مجرمان رب نام	۹۸
۳۶	دنیا کے انسانوں کو رحمت و عافیت اور نجات و مغفرت کی قرآنی دعوت	۱۰۱
۳۷	انابت الی اللہ کا مفہوم	۱۰۳
۳۸	رحمت خداوندی سے مایوسی جرم عظیم ہے	۱۰۴
۳۹	اعلان براریت از شرک و تنبیہ و وعید بحبط اعمال و خسار، انجام بر نافرمانی رب العالمین	۱۰۷
۴۰	نفع و ضرر کی تفصیل	۱۰۹
۴۱	نفع و ضرر پر مدہوتی سے مستثنیٰ کون لوگ ہوں گے	۱۱۰
۴۲	بیان انجام حقارت و تدبیل کفار و مجرمین و انعام و اکرام، ہل ایمان و مطیعین	۱۱۲
۴۳	دوزخ و جنت کے دروازے اور ان میں داخل ہونے والوں کی کیفیات	۱۱۶
۴۴	جنت کے دروازے اعمال کی مناسبت سے متعین ہوں گے	۱۱۷
۴۵	اختتام سورہ زمر	۱۱۸
	تفسیر سورہ مؤمن	۱۱۸
۴۶	بیان عظمت خداوندی و تہدید بر مقابلہ و مجاہدہ مغزورین و متکبرین	۱۲۱
۴۷	اللہ کی آیات میں جدل و خصومت و ہلاکت کا سامان	۲۲

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۱۲۳	ملئکہ حاملین عرش کی اہل ایماں کے لیے دعا	۴۸
۲۷	بعضے از احوال کفار بعد دخول نار و بیان دلائل قدرت پروردگار	۴۹
۱۳۰	دعا کی مدح خلاص و توجہ الی اللہ ہے	۵۰
۲	رَفِئِیْعُ الذَّرَکَّاتِ کی تفسیر	۵۱
۳۱	یوم المثلوق قیامت کا نام ہے	۵۲
۱۳۲	تنبیہ و وعید برائے ظالمین از کرب و اضطراب روز قیامت مع تذکرہ قصہ موسیٰ علیہ السلام	۵۳
۱۳۹	قصہ مرد مؤمن از آل فرعون و نصیحت و ارشاد و دعوت ایمان برائے فرعون و ارکان سلطنت الہی	۵۴
۱۴۳	آل فرعون کے مرد مؤمن کا ناصحانہ خطاب و اس کے خصوصی نکات	۵۵
۱۴۶	آل فرعون کے مرد مؤمن کے ایمان و اخلاص سے صدیق کبریٰ کا جذبہ ایمان بڑھ کر تھا	۵۶
۱۴۷	یوم التناد کی تفسیر	۵۷
۵۲	بے شرمی و بے ہوشی فرعون و ارشاد و نصیحت مرد مؤمن بعد تکذیب و تردید و مقابلہ ہا رسول خدا	۵۸
۱۵۵	مرد مؤمن کا دوسرا ناصحانہ خطاب - دنیا کی بے ثباتی و جزا اعمال کا معیار	۵۹
۱۵۸	بعد از ذکر عذاب دنیوی - بیان عذاب برزخ و آخرت و خواری فرعونیاں	۶۰
۱۵۹	عام برزخ اور وہاں کے عذاب	۶۱
۱۶۱	عذاب قبر کی وحی قبل از ہجرت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی یا مدینہ منورہ میں	۶۲
۱۶۴	پیغام بشارت بنصرت خداوندی و تلقین صبر و استقامت و بیان ذلت و ناکامی اہل جلال و خصوصیت	۶۳
۱۶۷	نصرت خداوندی کی صورتیں	۶۴
۱۶۸	إِنَّا لَنَنْصُرُکَ بِرَکِّکَ سَوَاءٌ أَدْرَأْسَکَ أَمْ لَا	۶۵
۱۶۹	یہ سب جواب	۶۶
۱۷۰	دوسرے جواب	۶۷
۱۷۱	دعا کی حکمت و اس کی قبولیت و عدم قبولیت کا راز	۶۸
۱۷۳	بیان انعامات خداوندی و ذکر دلائل قدرت و اسباب معرفت	۶۹
۱۷۷	حیرت و استعجاب بر جہل مجادلین و کذبین و وعید از عذاب آخرت	۷۰
۱۷۹	تکذیب کتاب و تکذیب رسول ہر ایک مستحق سبب عذاب ہے	۷۱
۱۸۰	عذاب جمیم و حجیم کی ترتیب اور حضرت تھالویؑ کی تحقیق انبی	۷۲
۱۸۱	ذکر انعامات و توحید رب العالمین و تہدید منکرین و مشرکین	۷۳

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۷۲	بحث ایمان بآس وایمان یأس	۱۸۳
	تفسیر سورۃ خس سجدة	۱۸۳
۷۵	حقانیت قرآن کریم و رسالت سید المرسلینؐ و انجام کذبین و منکرین و اجر و ثواب مؤمنین	۱۸۶
۷۶	قبول حق و ہدایت سے محرومی کے اسباب	۱۸۸
۷۷	استعجاب و توجہ بر کفر خانی کائنات و تہدید بکراہی مجرمین	۱۹۲
۷۸	تخلیق کائنات اور ارض و سما کی تربیت و مدت	۱۹۵
۷۹	عادی و نمود کی تاریخ اہل عرب کے لیے عظیم درس عبرت	۱۹۷
۸۰	تفصیل عذاب آخرت و ذلت و ناکامی منکرین و انعامات مطیعین	۲۰۲
۸۱	استقامت کا مفہوم اور اس پر مرتب ہونے والے ثمرات	۲۰۴
۸۲	پہلا ثمرہ	۲۰۵
۸۳	دوسرا ثمرہ	۲۰۵
۸۴	تیسرا ثمرہ	۲۰۵
۸۵	چوتھا ثمرہ	۲۰۵
۸۶	پانچواں ثمرہ	۲۰۵
۸۷	چھٹا ثمرہ	۲۰۵
۸۸	ساتواں نفاذ و ثمرہ	۲۰۵
۸۹	نزول ملائکہ اور مواقع نزول	۲۰۶
۹۰	جنت میں تفاوت درجات کے باوجود باہمی تماسد نہ ہوگا	۲۰۷
۹۱	فضیلت دعوت الی لدین صبر و استقامت و علم و درگزر و در راہ حق	۲۰۹
۹۲	دعوت الی اللہ کے آداب اور صبر و تحمل کے بہترین ثمرات	۲۱۱
۹۳	أَحْسَنُ قَوْلًا کی تحقیق	۲۱۲
۹۴	بیان دلائل قدرت و تنبیہ و تہدید برائے مطیعین و احکام خداوندی	۲۱۷
۹۵	الحاد فی لدین اور تحریف	۲۲۰

صفحہ	مضامین	نمبر شمار
۲۲۳	اختتام پارہ ۲۴	۹۷
۲۲۴	سفر پارہ ۲۵ اَلْمَيْمُورَةُ	
۲۲۵	احاطہ علم خداوندی و بیان ذلت و ناکامی مجرمین در روز قیامت مع تجہیل و تحقیق اہل ضلال	۹۷
۲۲۸	دلالت اتفاق و انفس	۹۸
۲۲۹	حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کا استدلال	۱۰۰
۲۳۰	سورة الشوری	
۲۳۲	اثبات وحی ہی مع بیان عظمت رب کبریا و وعید بہ شرک و نافرمانی	۱۰۱
۲۳۷	م تقری و درمن حوہا کا مفہوم	۱۰۲
۲۳۸	حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سر زمین مکہ میں آمد و رس کی سبب دی	۱۰۳
۲۴۰	مقصد وحید جملہ دیان سماویہ توحید خداوندی و قیام عدل و انصاف	۱۰۴
۲۴۲	ابتداء تشریع احکام و جملہ انبیاء علیہم السلام کا صول تشریع میں اتفاق	۱۰۵
۲۴۵	بیان نزول کتاب باحق و صدقت و نزول میزان برائے عدل و انصاف	۱۰۶
۲۴۶	خوف آخرت ایمان و معرفت کا ثمرہ ہے	۱۰۷
۲۴۹	ترغیب و ترسخت و تنبیہ از طلب دنیا و خسارہ مجرمین و ظالمین	۱۰۸
۲۵۰	اِنَّ الْمَوَدَّةَ بَيْنَ الْفَرْدِ لَیْ کِی تفسیر	۱۰۹
۲۵۲	فرقہ شیعہ کی اختراع کردہ تفسیر	۱۱۰
۲۵۶	ذوق تقریب کی محبت اہل سنت کے نزدیک ایمان کی بنیاد ہے	۱۱۱
۲۵۸	نذمت افترار علی اللہ و محرومی بد نصیبان ز قبوس حق و کامیابی مؤمنین	۱۱۲
۲۶۳	پیغام بشارت و رحمت برائے بندگان خدا در حالت یاس و ناامیدی و ذکر دلائل قدرت	۱۱۳

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱۱۴	بیان و صاف اہل ایمان و تقویٰ و حسن اخلاق و معاشرت	۲۶۷
۱۱۵	علم و درگزر و صبر و عفو نسائی کمالات میں عظیم ترین کمال ہے	۲۶۹
۱۱۶	قباحت و محرومی و ذلت کفار روز قیامت	۲۷۱
۱۱۷	اثبات رسالت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم و تحقیق اقسام وحی	۲۷۵
۱۱۸	وحی کا مفہوم	۲۷۶
۱۱۹	حقیقت نبوت و وحی	۲۷۷
۱۲۰	اقسام وحی کی تحقیق و تفصیل	۲۷۸
۱۲۱	الہام، درس کی صورتیں	۲۸۰
۱۲۲	الہام، نبیاء اور الہام، دنیا میں فرق	۲۸۲
۲۳	اختتام تفسیر سورۃ شوریٰ	۲۸۵
تفسیر سورت زخرف		
۱۲۴	بیان عظمت و حقانیت کلام ربانی و وعید و روش مجربین و لمحدین	۲۸۸
۱۲۵	تنبیہ و توبیخ بر غناء و محاممت مشرکین و انکار از قبول حق	۲۹۲
۲۶	بیان استقامت بر ہم علیہ سلام بر توحید خداوندی و نفرت و برادرت از شرک	۲۹۵
۱۲۷	تنبیہ و توبیخ بر غفلت و عراض از ذکر خداوندی و حسرت و ندامت مجربین روز قیامت	۲۹۹
۱۲۸	قصہ موسیٰ علیہ السلام برائے تائید مضامین سابقہ و اثبات غلبہ حق بر باطل	۳۰۲
۲۷	ترویج خصوصیت مشرکین در بارہ توحید و دعوت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام	۳۰۵
۱۳۰	تفسیر و ترجمہ نَعْلَمُ بِتِلْكَ اَیَّامٍ نَزَلَ بِهَا مِیْسِرُ بن مریم علیہما السلام	۳۰۷
۱۳	مرز کا ایک اشکال مع جواب	۳۱۲
۱۳۲	تنبیہ بر مخالفت از حق و بیان نعام و اکرام مطیعین و ذلت و ناکامی مجربین	۳۱۶
۱۳۳	اختتام سورۃ زخرف	۳۲۰

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
	تفسیر	
	سورة الدخان	۳۲۱
۳۲	بین عظمت کتاب اللہ و برکات زمانہ نزول قرآن مع دعوت ایمان کا	۳۲۲
۱۳۵	تفسیر آیت دخان	۳۲۳
۱۳۶	تفسیر لیلۃ مبارکۃ	۳۲۸
۱۳۷	عبرت تاک انہام مجرمین و ہلاکت دہر با دہی فرعون معین	۳۳۰
۱۳۸	نجات و کامیابی بنی اسرائیل مع بیان بعد موت	۳۳۱
۱۳۹	قوم تیج	۳۳۵
۱۴۰	تہدید و تنبیہ از روز قیامت و بیان نجات و کامیابی مومنین و متقین	۳۳۹
۱۴۱	درخت زقوم	۳۴۰
۱۴۲	اہل جنت کا ہر خوف و تکلیف سے مامون ہونا	۳۴۲
۱۴۳	ختم تفسیر سورة دخان	۳۴۳
	تفسیر سورة الباقیہ	۳۴۳
۱۴۴	سیان عظمت کتاب خداوندی و ذکر دلائل قدرت و تنبیہ بر اعراض و انحراف	۳۴۵
۱۴۵	دلائل قدرت و تگویی انعامات خداوندی	۳۴۷
۱۴۶	اہل ایمان کو کافروں کی معاندانہ روش پر درگزر کی تلقین	۳۴۹
۱۴۷	انعامات دنیوی و اخروی بر قوم بنی اسرائیل و بیان لغات و نافرمانی ایشان	۳۵۱
۱۴۸	انسانی زندگی شریعت اور شارع کی محتاج ہے	۳۵۲
۱۴۹	دلائل قدرت خداوندی و تنوید کفار و دہریتین مع انجام ہدایت و فطرت	۳۵۷
۱۵۰	ختم سورة الباقیہ و اختتام پارہ ۲۵	۳۶۷

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
	آغاز پیرہ ۲۶۷ حصہ	
	تفسیر سورۃ الاحقاف	۳۶۳
۱۵۱	دلائل قدرت خداوندی و گمراہی منکرین قیامت و اثبات رسالت بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم	۳۶۶
۱۵۲	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان رسالت	۳۶۸
۱۵۳	بیان ذہنیت کفار دربارہ قبول ہدایت و انحراف از حق الخ	۳۷۵
۵۴	فائدہ	۳۷۸
۱۵۵	مدت محل و زمانہ رضاءت کے بارے میں مفسرین کی تحقیق	۳۷۹
۱۵۶	فائدہ	۳۸۱
۱۵۷	تسلی بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بر تکذیب کفار و مجرمین	۳۸۳
۱۵۸	مقام حقاف	۳۸۶
۱۵۹	تذکرہ ہلاکت ہم سابقہ برائے عبرت اہل مکہ	۳۸۷
۱۶۰	اطاعت و قبول جماعتی از جنات برکت استماع قرآن و آیات یدنات الخ	۳۹۰
۱۶۱	جنوں کے ایک گروہ کا قرآن کریم سستا	۳۹۳
۱۶۲	اختتام سورۃ احقاف	۳۹۴
	تفسیر سورۃ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)	۳۹۴
۱۶۳	تنبیہ و تہدید بر کفر و انکار منکرین و بشارت بر سائے اہل ایمان و مطیعین	۳۹۷
۱۶۴	میدان جہاد میں مسلمانوں کو ثبات قدمی اور قوت کے ساتھ مقابلہ کا حکم	۳۹۸
۱۶۵	معیار نصرت خداوندی و غلبہ مؤمنین و خسران و ہلاکت منکرین	۴۰۳
۱۶۶	فائدہ	۴۰۴
۹۷	جزائر و الغامات اہل سعادت و محرومی و بد نصیبی اہل شقاوت	۴۰۶
۱۶۸	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے امر بالا استغفار کی حقیقت	۴۱۰

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱۳۹	جذبہ ایمان و اخلاص مومنین و شناخت اعتقاد و عمل منافقین	۴۱۳
۱۴۰	اقدار و حکومت ایمان و اخلاص کے بغیر فساد عالم کا باعث ہے	۴۱۴
۱۴۱	فائدہ (لفظ تولیٰ کا ترجمہ)	۴۱۵
۱۴۲	صلہ رحمی کی تاکید اور منشرہ میں اس کے ستار و برکات	۴۱۷
۱۴۳	تہدید و تحذیر با چہار مکروہ تہذیب منافقین و دشمنان اسلام و مساعین	۴۱۹
۱۴۴	نفاق کے شکار کا چہرہ اور سب و لہجہ سے نمایاں ہونا	۴۲۰
۱۴۵	بیان انجام کفر و عناد از اسلام و منافقین صبر برداشت برائے مومنین کا	۴۲۲
۱۴۶	حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے وجود و برکت کے لیے قرآنی بشارت	۴۲۵
۱۴۷	اختتام سورہ محمد	۴۲۶
۴۲۶	تفسیر سورہ الفتح	
۱۴۸	سورہ الفتح کا مقام نزول	۴۲۶
۱۴۹	مناصد سورہ الفتح	۴۲۸
۱۵۰	واقعہ حدیبیہ و فتح مہین	۴۲۹
۸	معابدہ حدیبیہ اسلام کی عزت و سرمدی و فتح عظیم	۴۳۲
۱۵۲	آغاز سورہ الفتح	۴۳۴
۸۳	پیغام تہنیت برائے سید المرسلین بفتح مہین و اعلان تمام نعمت	۴۳۵
۸۴	فتح مہین اور انعامات خداوندی	۴۳۶
۸۵	بشارت بن حدیبیہ جطار حواء و سویہ و احرور	۴۴۰
۱۵۶	حضرات صحابہ کے قلوب میں نزول سکینہ کی بشارت	۴۴۳
۱۵۷	انعام بعثت رسول کرم و حق تعظیم و توقیر و عہد اطاعت و فرمانبرداری	۴۴۴
۸۸	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت	۴۴۵
۸۹	رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت اللہ تعالیٰ سے بیعت ہے	۴۴۶
۱۹۰	فتاح و شناخت منافقین و متخلفین و بیان حکم معذوریں	۴۴۹

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۹۱	سفر صمدیہ میں شریک نہ ہونے والوں کی آزمائش اور سزا	۲۵۲
۱۹۷	حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے زمانہ میں پیش سے والے مقابلہ کی حقیقت	۲۵۵
۱۹۳	قرآنی پیش گوئی کا مصداق خلفائے ثلاثہ تھے	۲۵۶
۱۹۴	بیعتہ الرضوان وفضائل اہل بیعت مع بشارت الغام خداوندی بخ	۲۶۳
۱۹۵	سبب بیعتہ الرضوان	۲۶۴
۱۹۶	بیعتہ الرضوان میں ایک بیٹے کی اپنے باپ سے سبقت	۲۶۶
۱۹۷	تجرہ مبارکہ جس کے نیچے بیعت الرضوان ہوئی	۲۶۹
۱۹۸	تفسیر رضی اللہ عنہ المؤمنین کی بلاغت و نکتہ	۲۷۰
۱۹۹	خاتمہ سورت بشارت غلبہ و ترقی سلم مع بیان فضائل حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جمعین	۲۷۱
۲۰۰	نورات و انجیل میں حضرت صحابہ کرام کے ایمان و تقویٰ کی نشانیاں	۲۷۵
۲۰۱	حضرات صحابہ کے خصوصی فضائل اور ان کے ایمان و تقویٰ کی قرآنی تہادت	۲۷۷
۲۰۲	نکتہ (سات صفات)	۲۷۷
۲۰۳	نکتہ أَخْرَجَ شَطَا	۲۷۸
۲۰۴	دوسرا مرتبہ فَأَنْزَلَ	۲۷۹
۲۰۵	تیسرا درجہ فَاَسْتَعْلَظَ	۲۸۰
۲۰۶	چوتھا درجہ فَاَسْتَوَىٰ عَلَىٰ سُوْقِهِ	۲۸۰
۲۰۷	وعدہ مغفرت و اجر عظیم از حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جمعین	۲۸۰
۲۸۲	تفسیر سورہ حجرات	۲۸۲
۲۰۸	حقوق آداب و عظمت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم و انحصار فلاح و سعادت بخ	۲۸۲
۲۰۹	بارگاہ رسالت میں حضرات صحابہ کرام کی شاہ ادب و تواضع	۲۸۵
۲۱۰	فائدہ ۵	۲۸۷
۲۱۱	تنبیہ و تہدید پر بے تمیزی و بے حرمتی در بارگاہ رسالت و تلقین آداب تعظیم و اطاعت	۲۸۸
۲۱۲	قبیلہ بنو نمیم کا گستاخانہ طرز اور انکو تنبیہ و نصیحت	۲۹۰

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۲۱۳	اعتبار رویت کا قرآنی صابطہ	۴۹۱
۲۱۴	ترغیب و تاکید باہمی اخوت و ہمدردی و تنبیہ و تہدید بر تحقیر و تذلیل	۴۹۵
۲۱۵	اہل ایمان کے دو گروہوں کے درمیان قتال کی صورت میں تمام مسلمانوں پر ذمہ داری	۴۹۷
۲۱۶	ایمان کے ساتھ فسق کا عنوان زیب نہیں دیتا	۴۹۹
۲۱۷	تنبیہ و تہدید بر بدگمانی و غیبت و مباحث از تجسس احوال	۵۰۱
۲۱۸	مدار فضیلت و کرامت ایمان و تقویٰ است نہ نسبت خاندن و قبائل	۵۰۴
۲۱۹	اختتام تفسیر سورۃ الحجرت	۵۰۷
سورۃ ق		
۲۲۰	بیان عظمت کلام خداوندی و انکار منکرین و تعجب بر حشر و نشر	۵۱۱
۲۲۱	تنبیہ و تہدید کفار قریش پر انکار کسرت و حوالہ تاریخ ہلاکت اہل کفر	۵۱۴
۲۲۲	کمال قدرت خداوندی از روئے علم و احاطہ باحوال الناسانی	۵۱۷
۲۲۳	شدت عذاب خداوندی بر مجرمین و عزت و کرام مطیعین	۵۲۳
۲۲۴	هَلْ مِنْ شَرٍّ يُدِّیٰ لَکِ تَفْسِیْر	۵۲۶
سورۃ لہٰ اٰیات		
۲۲۵	اعلان وقوع قیامت و تنبیہ و توبیح بر تردد و انکار حشر و نشر	۵۲۹
۲۲۶	کلمات قیم کی تشریح	۵۳۰
۲۲۷	انعام و کرام مطیعین و سزا ایمان و تقویٰ و حیات مؤمنین	۵۳۲
۲۲۸	اہل ایمان و تقویٰ کے خصوصی اوصاف	۵۳۳
۲۲۹	الْمُحْزَنُوْنَ کی تفسیر	۵۳۵

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۵۳۷	آغاز پارہ ۲۷۷ قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ	
۵۳۸	تذکرہ مہمانان ابراہیم علیہ السلام شش بر ثواب مصدقین و عقوبت کاذبین	۲۳۰
۵۴۱	فائدہ	۲۳۱
۵۴۲	اثبات توحید و رسالت مع دلائل و براہین و تسلی سید الانبیاء و مرسلین	۲۳۲
۵۴۶	سورة الطور	
۵۴۸	تہدید و توبیخ منکرین معاد و وعید عذاب برائے اہل عناد	۲۳۳
۵۴۹	کلمات قسم اور جواب قسم میں ربط و مناسبت	۲۳۴
۵۵۳	وعدہ انعام و اکرام برائے اہل ایمان و ایقان	۲۳۵
۵۵۶	زجر و توبیخ مجرمین از عذاب خداوندی و حمایت ایندی بر تسبیح و حمد رب العالمین	۲۳۶
۵۶۰	سورة النجم	
۵۶۲	اثبات عظمت نبوت و محبت قول رسول صلی اللہ علیہ وسلم و عصمت حیات طیبہ	۲۳۷
۵۶۴	شب معراج میں مشاہدہ آیات قدرت	۲۳۸
۵۷۰	تنبیہ و تہدید بر انکار توحید و رسالت و عدم حقیقت معبود ہٹلہ	۲۳۹
۵۷۴	عظمت شان رب العالمین روز محشر و شہادت عقائد مشرکین	۲۴۰
۵۷۶	قانون مجازات در اعمال سیئہ کی تفصیل	۲۴۱
۵۷۹	خصائص اوصاف سعادت و شقاوت و قانون جزا و اعمال	۲۴۲
۵۸۳	قرآنی فیصلہ کہ ہر جد و جہد بار آور ہوتی ہے اور مسئلہ ایصال ثواب	۲۴۳

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۲۴۲	اختتام سورۃ نجم	۵۸۴
	سورۃ القمر	۵۸۵
۲۴۵	علان قرب قیامت مع ذکر دلائل قدرت خداوند جلیل و رسالت نبی کریم و تہدید و تنبیہ بر اعراض مکررین و مجرمین	۵۸۶
۲۴۶	مشاہدہ اور توبہ ترسے معجزہ شق القمر کا ثبوت	۵۸۸
۲۴۷	مخالفین اسلام کا معجزہ شق القمر پر اعتراض اور اس کا جواب	۵۹۱
۲۴۸	معجزہ رد شمس	۵۹۲
۲۴۹	معجزہ جس شمس	۵۹۳
۲۵۰	تاریخ شکاوت و بد نصیبی و ہلاکت ہم سابقہ تصدیق انبیاء و مرسلین	۵۹۴
۲۵۱	قصہ اول قوم نوح	۵۹۵
۲۵۲	قصہ قوم عاد	۵۹۶
۲۵۳	قصہ قوم ثمود	۵۹۸
۲۵۴	قصہ قوم لوط	۵۹۹
۲۵۵	تنبیہ قریش مکہ بعد ذکر واقعات نصیحت و عبرت	۶۰۰
	سورۃ الرحمن	۶۰۳
۲۵۶	اعانات رب جلیل بر انسان بظاہر و صف بیان و تسلیم قرآن و فیضان لعل جہانگیر و روحانیت	۶۰۴
۲۵۷	انعام خداوندی بصورت وجود انسانی و عطا صفات و کمالات یکانی	۶۰۵
۲۵۸	نجم و شجر کی تفسیر	۶۰۶
۲۵۹	وضوح میزان کا مفہوم	۶۰۷
۲۶۰	عظمت خداوند رب نام مع ذکر حوال قیامت و دوست و بددلی مجرمین	۶۱۳
۲۶۱	عزیز و اکرم الہی یان بظاہر نعمتہا عظام زرب ذوالجلال و ان کرام	۶۱۸

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۲۶۲	قرآن کریم میں تکراری آیات و مضامین کی حکمت	۴۲۰
	سورة الواقعة	۴۲۶
۲۶۳	اخبار وقوع قیامت و تقسیم ننان در گروہ تلتہ	۴۲۹
۲۶۴	اہل ایمان و تقویٰ کا ہر دور میں بکثرت ہونا امت محمدیہ پر خصوصی انعام	۴۳۱
۲۶۵	ذست و غوری محرمین از ایمان و ہلاکت و شدائد بعد قیامت و دلّ الٰہی بعثت بعد الموت	۴۳۷
۲۶۶	حقانیت قرآن کریم و اثبات وقوع یوم عظیم	۴۴۲
۲۶۷	موت کے وقت انسانوں کے طبقات	۴۴۵
۲۶۸	اختتام سورت واقعہ	۴۴۶
	سورة الحديد	۴۴۶
۲۶۹	اللہ تعالیٰ کی چند اہم صفات کا ذکر	۴۴۹
۲۷۰	دعوت ایمان بربّ کون و مکان و حکم اطاعت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ترغیب بذلّ عزیز ہرے و ضرر خداوند بظلم	۴۵۲
۲۷۱	حوال آخرت و میدان حشر مع ذکر نعم واکرم و مؤمنین و ذلت و ناکامی منکرین	۴۵۷
۲۷۲	مسجد حشر میں منافقین کی مؤمنین سے التجار	۴۵۸
۲۷۳	شکوہ خداوندی از غفلت ہل سلام و انہماک در فہار دنیا	۴۶۲
۲۷۴	دنیوی نعمتوں اور راحتوں کی فزخی طبقا انسان کو غافل بناتی ہے	۴۶۵
۲۷۵	تمتیل بے شہادت دنیا و عظمت خداوند خالق کائنات و تسلیم صبر و قناعت و تاکید فکر آخرت	۴۶۷
۲۷۶	بعثت نبیاری علیہم السلام برائے ہدایت عام و عطاء سہاب رشد و فلاح	۴۶۲
۲۷۷	لو سبے کی سختی و رسی کے منفع	۴۷۴

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۶۶۶	اہل کتاب و نصاریٰ کی رہبانیت	۶۶۶
۶۶۷	ختم تفسیر پارہ ۲۷	۶۶۷

کتابت : م. شہدادپور

اجازت نامہ

برائے اشاعت معارف القرآن بنام مکتبہ المعارف شہدادپور

(تفسیر) قرآن پاک، تصنیف و القرآن از مولانا محمد ادریس کاندھلوی صاحب

مکہ دارالعلوم الحنبلیہ (جنرل) شہدادپور دارے حضرات خود

دوبارہ لکھوایا ہے اور چھاپا ہے .

ہر طرف سے اجازت ہے . ہمیں کوئی اعتراض نہیں کہ وہ اس کو

چھپو افس اور مروت کریں .

۲۷/۱/۹۹

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
سُورَةُ ص

اس سورت کا نام سورۃ ص ہے یہ سورت بھی مکہ ہے جس میں اٹھاسی آیات اور پانچ رکوع ہیں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی (قرطبی) امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں اور بعض دیگر محدثین نے یہ مضمون نقل کیا ہے کہ ابوطالب جب بیمار ہوئے تو کفار قریش کی ایک جماعت جن میں ابو جہل بھی تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شکایت کرنے آئے کہ محمد ہمارے معبودوں کی بجو اور توہین کرتے ہیں اور انکو بہت ہی برا بھلا کہتے ہیں ابوطالب نے ان لوگوں کی موجودگی میں آپ سے دریافت کیا تو آپ نے جواباً یہ ارشاد فرمایا میں ان لوگوں سے صرف ایک ہی بات کہتا ہوں یہ اگر مان لیں تو عرب ان کا مطیع ہو جائے اور عجم جزیرہ دینے لگیں۔ یہ لوگ پوچھنے لگے ایسی کون سی وہ بات ہے ایک تو کیا ہم دس باتیں ماننے کو تیار ہیں بتائیے تو وہ ایک بات کیا ہے آپ نے فرمایا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ یہ سُننا تھا کہ وہ سب نہایت برا فردختہ اور مشقت ہو کر پڑے جھاڑتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے اور یہ کہتے جاتے تھے عجیب بات ہے کیا سب معبودوں کو ایک معبود بنا دیا اس پر یہ سورت آیۃ بَکُنْ لَّكُم مَّا يَكُذِّبُونَ اَعْدَابُ نَک نازل ہوئی بالعموم روایات اور محدثین و مفسرین کی نقول میں یہ سورت سورۃ ص کے نام سے معروف ہے لیکن بعض مفسرین نے اس سورت کا ایک اور نام سورۃ داؤد بھی بیان کیا ہے کیونکہ اس میں داؤد علیہ السلام کے قصہ کو خاص عظمت اور اہمیت کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔

آيَاتُهَا ۸۸ = سُورَةُ ص مَكِّيَّةٌ = ۳۸ = رُكُوعَاتُهَا ۵

یہ سورت بھی مکہ ہے جس میں اٹھاسی آیات اور پانچ رکوع ہیں

علیہ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے دست مبارک سے لکھی ہوئی بسم اللہ کا عکس جب کہ مصنف محترم حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تعزیت کیلئے لاہور تشریف لاتے اور ناچیز کو معارف القرآن کی تکمیل کیلئے فرمایا تو آئندہ مسودہ کی ابتداء اپنے قلم مبارک سے بسم اللہ لکھ کر فرمائی اس کیفیت کے ساتھ کہ حضرت والد صاحب کے فرق پر آنکھوں سے آنسو جاری تھے درہاتھ کانپ رہے تھے ۱۲ محمد مالک کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا

ص وَالْقُرْآنِ ذِي الذِّكْرِ ① بَلِ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي

قسم ہے اس قرآن سمجھانے والے کی : بلکہ جو لوگ منکر ہیں غرور میں

عِزَّةٍ وَشِقَاقٍ ② كَمْ أَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِنْ قَرْنٍ

ہیں اور مقابلہ میں بہت کھپا دیں ہم نے ان سے پہلے سنگتیں

فَنَادَوْا وَآلَاتٍ حِينَ مَنَاصٍ ③ وَعَجَبُوا أَنْ جَاءَهُمْ

پھر لگے پکارنے اور وقت نہ رہا خلاصی کا در اچنبھا کرنے لگے اس پر کہ آیا انکو

مُنْذِرٌ مِنْهُمْ وَقَالَ الْكَافِرُونَ هَذَا سِحْرٌ كَذَّابٌ ④

ایک ڈر سنانے والا انہی میں سے اور لگے کہنے منکر یہ جادو گر ہے جھوٹا

أَجْعَلِ الْآلِهَةَ إِلَهًا وَاحِدًا ⑤ إِنَّ هَذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ ⑥

کیا اس نے کردی انہوں کو ہدگی کے بدل ایک ہی کی ہنگام یہ بھی ہے بڑے تعجب کی بات

وَأَنطَلِقَ الْمَلَائِكَةُ مِنْهُمْ أَنْ أَمْشُوا وَأَصْبِرُوا عَلَىٰ آلِهَتِكُمْ ⑦

اور چل کھڑے ہوتے کہتے بیچ ان میں کر چلو اور ٹھہرے رہو اپنے ٹھاکروں پر

إِنْ هَذَا لَشَيْءٌ يُرَادُ ⑧ مَا سَعَيْنَا

بے شک اس بات میں کچھ غرض ہے یہ نہیں سنا ہم نے

بِهَذَا فِي الْمِلَّةِ الْآخِرَةِ ⑨ إِنَّ هَذَا

اس پہلے دین میں اور کچھ نہیں یہ

إِلَّا اخْتِلَافٌ ⑩

بنائی بات ہے

آغاز سورت از بیان حقانیت قرآن و عید تنبیہ بر غرور انکار متکبرین و کفار

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى هَٰذَا الْقُرْآنُ ذِي الْذِكْرِ إِلَى إِنَّ هَٰذَا إِلَّا اخْتِلَافٌ
 (رابطہ سورۃ اگدشتہ سورۃ والصفات کی ابتداء توحید کے مضمون سے ہوئی اور خاتمہ سبحان ربک رب
 العزۃ عَمَّا يَصِفُونَ وَ سَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ)۔
 سے مسئلہ نبوت و توحید پر ہوا اس مناسبت سے اس سورت کا آغاز قرآن کریم کی حقانیت اور عظمت شان
 سے ہوا جو آپ کی نبوت و رسالت کی سب سے بڑی دلیل ہے نیز گزشتہ سورت کی ہرچہ اس میں بھی
 انبیاء سابقین کے واقعات ذکر فرمائے گئے جن میں حضرت داؤد علیہ السلام حضرت سلیمان علیہ السلام
 اور حضرت یونس کے وہ احوال بیان فرمائے گئے جو گزشتہ سورت میں نہیں تھے سورت کے آخری حصے
 میں کفار کا یہ قول نقل کیا گیا تھَا كُذِّبَتْ عَنْكَ آيَاتُ الْكِتَابِ وَإِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ لَكُنَّا عِبَادَ اللَّهِ الْمُخْلَصِينَ کہ
 اگر ہمارے پاس اولین کا کوئی ذکر ہوتا تو ہم اللہ کے برگزیدہ بندوں میں سے ہوتے تو اس سورت کی ابتداء
 میں قرآن کی صفت ذی الذکر ارشاد فرما کر یہ ظاہر فرما دیا گیا کہ جس ذکر کی تم تمنا کرتے تھے اب وہی قرآن
 ذی الذکر کو نازل کر دیا گیا لہذا اب تم کو چاہیے کہ حسب وعدہ ایمان
 لاؤ اور اللہ کے ایک اور فرمانبردار بندے بن جاؤ۔
 پھر مضمون سورت کا اختتام اس وعدہ البیہرہ ہوا قَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِينَ
 لَقَدْ نَعْلَمُ الْعَالَمِينَ کہ انبیاء علیہم السلام کی تائید و نصرت کا فیصلہ ہو چکا اور یہ کہ اللہ کا شکر کافروں
 اور دشمنوں پر غالب آئے گا تو اس سورت کی ابتداء قرآن کریم کی عظمت و حقانیت کے بیان سے کی
 گئی اور اس پر ایمان نہ لانے والوں پر تنبیہ و تہدید فرمائی گئی ارشاد فرمایا۔

حَٰذَا الْقُرْآنُ ذِي الْذِكْرِ: قسم ہے اس قرآن کی جو بڑی ہی عزت و شرف اور عبرت والا ہے
 جو دنیا و آخرت کی سعادت و ہدایت کے جملہ علوم پر مشتمل ہے کہ اسکی صداقت و حقانیت عزت و
 شرف کا باعث ہے اور اہم سابقہ کے احوال اور تاریخی حقائق عبرت و نصیحت کا سامان ہیں۔

حَٰذَا الْقُرْآنُ ذِي الْذِكْرِ میں واو قسمیہ ہے اور عربیت کی رو سے جملہ قسمیہ جواب قسم پر پورا
 ہوتا ہے تو یہاں جواب قسم محذوف ہے سورۃ یٰسین کی ابتداء ہٰذَا الْقُرْآنُ الْحَکِیْمُ جملہ قسمیہ بھی مگر
 وہاں جواب قسم مذکور تھا یعنی اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ بعض حضرات معرین کا خیال ہے کہ یہاں جواب

قسم ترجمہ میں عزت و شرف کے ساتھ غلط عبرت کا صاف اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ غلط ذکر
 وضع عربیہ کے لحاظ سے دو معنی پر دلالت کرتا ہے ایک عزت و شرف اور دوسرے عبرت و نصیحت
 اور یہاں دونوں معنی مراد ہیں ۱۲۔

قسم محذوف ہے اور آئندہ آیت وَ يَجْعَلُوا آتٍ كَالَّذِي هُمْ يُنْذِرُونَ قَوْلُهُمْ اس کے مضمون پر دلالت کرتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عذابِ آخرت سے ڈرانے والے انکے سامنے آئے تو کفار مکہ غرور و تکبر اور مخالفت و سرکشی پر کمر بستہ ہو گئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عذابِ آخرت سے ڈرانا تو فرض رسالت تھا مگر بجائے ایمان لانے کے کافروں نے غرور و تکبر اور مخالفت کا طریق اختیار کیا تو جواب قسم کا مضمون اس طرح مقرر مان لیا جائے انہم لمحق والایمان بہ وبعث جاء بہ لازم یعنی قسم ہے قرآن کی جو بڑی ہی عزت اور عبرت والا ہے بلے شک یہ قرآن حق ہے اور اس پر اور قرآن لانے والے پر ایمان لانا لازم ہے لیکن انہوں نے ایمان نہ لائے بلکہ تکبر اور مخالفت میں لگے رہے بعض مفسرین جواب قسم میں سورۃ النہل کی طرح اِنَّكَ لَمِنَ الْمُتَكَبِّرِينَ کے مضمون کو جواب قسم قرار دیتے ہیں یہ قرآن عالی مرتبت ہے شک آپ کی رسالت کی دلیل ہے اس میں تو کوئی خفا یا شبہ نہیں کہ کافر اس وجہ سے آپ پر ایمان لانے میں تردد کریں (بَلَى الَّذِیْنَ كَفَرُوْا اِلَیْهِمْ) نہیں بلکہ کافر اپنے تکبر اور مخالفت میں ایمان لانے سے انحراف کر رہے ہیں قتادہ نے تو اس مضمون کو جواب قسم قرار دیا (تفسیر مظہری ص ۵۴ ج ۸) زاد المیر میں ابن الجوزی نے بھی اسی کو اختیار کیا، بمضاد ہی کا قول ہے کہ جواب قسم انہم لمعجز او انت محمداً لصادق ہے یعنی قرآن مجرب ہے یا یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سچے ہیں لہذا کفار مکہ کو چاہیے کہ وہ قرآن پر بھی ایمان لائیں اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کو بھی مانیں الغرض ایسی عظمت و شرف والی کتاب پر ایمان نہ لانا یقیناً اس کتاب میں کسی تردد و شبہ کی بنا پر تو ممکن نہیں بلکہ حقیقت تو یہ ہے جن لوگوں نے اس کا انکار کیا وہ اپنے غرور و نخوت اور عداوت و مخالفت میں پڑے ہوئے ہیں اس عناد و سرکشی میں مبتلا ہونے والوں کو دھوکہ میں نہ رہنا چاہیے ہم تو ان سے پہلے گنہگار ہی قوموں کو ہلاک کر چکے ہیں جو قوت و شوکت میں ان سے بھی بڑھ کر تھے لیکن جب ان پر عذاب آیا تو چیخ اٹھے اور پکارنے لگے کہ کوئی انکی فریاد کو پہنچ جلتے مگر وقت نہ رہا تھا کہ بھاگ سکیں

عَلَمَ لَفْظِ لَا تَجِبُ مَنَاحٍ کا ترجمہ ہے لفظ لا تَجِبُ دراصل نفی کیلئے وضع کردہ لفظ لا نہیں ہے جس پر تا کا اضافہ کر کے لا تَجِبُ کی صورت میں استعمال کیا گیا جیسے لفظ رَبُّ اور تَمَّ تاکہ اضافہ کے ساتھ استعمال کیے گئے ہیں اخفش کا قول ہے لافعی جنس کا ہے اور خبر محذوف ہے اے لافعی مَنَاحٍ کا تَن کَم یعنی تمہارے واسطے خلاصی کا وقت نہیں ہونے والا ہے یہودیہ اور غلیل کی رستے پر ہے کہ اسکے دو محمولوں یعنی اسم و خبر میں سے کوئی ایک محذوف ہے سند البو داؤد طحاہی کی روایت میں ہے کہ کسی نے عبداللہ بن عباس سے اس کا مطلب دریافت کیا تو فرمایا ایسے عین نزول و فورا یعنی نہیں ہے وقت اترنے اور بھاگنے کا مَنَاحٍ معد ہے جس کا مادہ نَوَس ہے اہل لغت کے نزدیک نَوَس تاخیر یعنی پیچھے ہٹنے کو اور بَوَس تقدم یعنی آگے بڑھنے کو کہتے ہیں۔

اور بچ جائیں اور بجائے اسکے کہ ایمان لائے ان کافروں نے اس بات پر تعجب کیا کہ آگیا انکے پاس ایک پیغمبر انہی میں سے جو انکو ڈرانے والا ہے حالانکہ اس بنا پر کہ وہ انہی کی قوم اور قبیلہ کا جانا پہچانا تھا مگر انہوں نے یہ کہا یہ تو یقیناً جادوگر بڑی جھوٹا ہے نہ یہ وحی ہے اور نہ یہ اپنے اعلان میں سچا ہے بلکہ جو عجرت و غور میں وہ جادو ہے اور جو اعلان نبوت ہے وہ جھوٹ ہے کیا یہ شخص سچا ہو سکتا ہے جس سے بہت سے خداؤں کو ایک خدا بنا دیا یہ تو بے شک بڑی ہی عجیب بات ہے کہ ایک خدا ساری کائنات کا کام چلائے اور جب آپ نے لوگوں سے یہ کہا اگر تم یہ کلمہ مان لو عرب و عجم تمہارے غلام ہو جائیں گے تو انکے سر پر آردہ اٹھ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے اے لوگو یہاں سے چلو اور اپنے معبودوں پر مضبوطی سے جمے رہو بے شک یہ بات تو یقیناً ایسی معلوم ہوتی ہے کہ اس سے کسی مقصد کا راہ نہ کیا گیا ہے شاید اپنی عرض و مطلب برآری کیلئے تم سے یہ کہا جا رہا ہے اور اس طرح اپنی سرداری کا ارادہ ہوگا ہم اس شخص کو اپنی عرض میں ہرگز کامیاب نہ ہونے دیں گے اس لئے یہاں سے اٹھ کھڑے ہو اور چلو اور اپنے معبودوں پر ہی جمے رہی تم نے تو یہ بات (توحید کی) پہلے کسی ملت میں نہیں سنی نصاریٰ بھی نہیں خداؤں کے قائل ہیں جو کس و اقش پرست بھی دو خدا بزدان اور ابرہمن کے قائل ہیں اور خود ہمارے آباؤ اجداد قریش کے تمام قبیلے بھی بہت سے خداؤں کے قائل تھے تو پھر اس مدعی نبوت نے کہاں سے یہ بات نکالی کہ خدا ایک ہی ہے بس یہ (توحید کی بات) تو صرف اسی شخص کی اپنی طرف سے تھی یہ جادوہ بات ہے جسکو اس نے اپنے دل سے گھڑ دیا کفار مکہ کے اصل بنیادی سمجھے ہیں تھے ایک توحید کے متعلق۔ دوسرا بنو سہم کے متعلق اور تیسرا معاد بھی قیامت کے متعلق تو ان آیات میں پہلے شریہ یعنی انکار توحید کا بیان ہے کہ منکرین نے اعلان توحید سن کر بڑی قوت کے ساتھ اسکا رد کیا ورنہ ترک ہی پر جمے رہنے کی ایک دوسرے کو تلقین کرتے رہے اور یہ کہ نبوت کا اعلان کرنے والے اس شخص کا اپنا کوئی مقصد و مطلب معلوم ہوتا ہے اور بظاہر اسس بہانہ سے اپنی سرداری قائم کرنا چاہتا ہے ورنہ ہم انکو اپنے مقصد میں ہرگز کامیاب نہ ہونے دیں گے۔

بعض مفسرین نے اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عَظِيْمٌ کے معنی یہ بیان کیے ہیں کہ بے شک یہ وہ چیز ہے جس کا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ارادہ ہی کر چکے ہیں کفار مکہ کے اس پیچھے شریہ کے بعد دوسرا شریہ انکار رسالت کے متعلق آئندہ آیت میں ذکر فرمایا جا رہا ہے۔

□□□□□□□□□□□□□□□□

عَٰنِزِلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ مِنْ بَيْنِنَاۤ اَبَلْ هُمْ

کیا اس پر اُتری بھوتی؟ ہم سب میں سے کوئی نہیں

فِي شَكِّ مَنْ ذَكَرِي ۚ بَلْ لَمَّا

انکو دھوکا ہے میری نصیحت میں کون نہیں ابھی

يَذُوقُوا عَذَابَ ۝۱۰ أَمْرٍ عِنْدَهُمْ خَزَائِنُ رَحْمَةِ رَبِّكَ

پکھی نہیں میری مار کیا اُنکے پاس ہیں خزانے تیرے رب کی ہر کے

الْعَزِيزِ الْوَهَّابِ ۝۱۱ أَمْ لَهُمْ مَلَكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ

جوز بردست ہے بخشنے والا یا انکی حکومت ہے آسمانوں میں اور زمین میں

وَمَا بَيْنَهُمَا فَلْيَرْتَقُوا فِي الْأَسْبَابِ ۝۱۲ جُنْدٌ مَّا هُنَالِكَ

اور جو انکے پہنچے تو پائیے چڑھ جاویں رسیاں تان کر ایک لشکر یہ ہے وہاں

مَهْرُومٌ مِّنَ الْأَحْزَابِ ۝۱۳ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَ

تباہ ہوا ان سب لشکروں میں جھٹلا چکے ہیں ان سے پہلے نوح کی قوم اور

عَادٌ وَفِرْعَوْنُ ذُو الْأَوْتَادِ ۝۱۴ وَثَمُودُ وَقَوْمُ لُوطٍ وَ

عاد اور فرعون بھجوں والا اور ثمود اور لوط کی قوم اور

أَصْحَابُ لَيْكَةِ ۝۱۵ أُولَٰئِكَ الْأَحْزَابُ ۝۱۶ إِنَّ كُلَّ إِلَّا كَذَّبَ

ایک کے لوگ وہ فوجیں یہ جتنے تھے سب نے جھٹلایا

الرُّسُلَ فَحَقَّ عِقَابُ ۝۱۷ وَمَا يَنْظُرُ هَٰؤُلَاءِ إِلَّا صَيْحَةً

رسولوں کو پھر ثابت ہوئی میری طرف سے سزا اور راہ نہیں دیکھتے یہ لوگ بھی مگر ہیں ایک چنگھاڑ

وَاحِدَةً مَّا لَهَا مِنْ فَوَاقٍ ۝۱۸ وَقَالُوا رَبَّنَا عَجِّلْ لَنَا

کی جو پہنچ میں دم نہ سے گی اور کہتے ہیں اے رب ستماب دے

قَطْنَا قَبْلَ يَوْمِ الْحِسَابِ ۝۱۹

ہم کہ چٹھی ہماری پہلے حساب کے دن سے

تنبیہ و توبیخ برائے انکار رسالت پیغمبر المرسلین و مقابلہ قدرت رب العالمین

قال اللہ تعالیٰ ءَا نُزِّلَ عَلَيْكَ الذِّكْرُ ... الى ... قَبْلَ كَوْمِ الْحِسَابِ
 کفار مکہ کے دوسرے شیعہ کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا جا رہا ہے ءَا نُزِّلَ عَلَيْكَ الذِّكْرُ مِنْ نَبِيٍّ
 کیا نازل کیا گیا ہے یہ ذکر اور کتاب نصیحت یعنی قرآن ہم سب میں سے صرف اسی شخص پر حالانکہ نہ یہ
 کوئی دولت مند ہے اور نہ کسی بستی کا سردار ہے حقیقت اس طرح نہیں ہے کہ اگر انکی خواہش کے مطابق
 قرآن کسی بستی کے سردار یا دولت مند پر اتارا جاتا تو یہ لوگ اسکی اتباع کر بیٹے جیسے ان کا یہ قول قرآن کریم
 نے نقل کیا کَوْلَا نُزِّلَ هَذَا الْقُرْآنَ عَلَى رَجُلٍ مِّنَ الْقُرُونِ الْأَوَّلِينَ عَرَفْتُمْ کہ کیوں نہ اتارا گیا یہ قرآن
 ان دو بستیوں مکہ اور طائف کے کسی بڑے سردار اور وہ شخص پر بلکہ ان لوگوں کا عقل و فہم سے بعید باتیں کرنا
 اس وجہ سے ہے کہ انہوں نے ابھی ہمارا عذاب چکھا نہیں ہے اگر عذاب کا مزہ چکھ لیں تو ایسی سب
 باتیں بھول جائیں گے خدا کی طرف سے دی ہوئی ذہیل اور مہمت سے مغرور و متکبر ہو گئے ہیں انسان
 کی یہ بڑی ہی غلطی ہے کہ خداوند عالم کے حلم و درگزر کو فراموش کر کے اسکے مقابلہ و سرکشی پر آمادہ ہو
 جاتے ان کفار کا یہ احمقانہ قول کہ آپ ہی پر وحی الہی کیوں نازل کی گئی ایک ناقابل عفو گستاخی ہے
 کیا انکے پاس سے ہمارے پیغمبر آپ کے رب کی رحمت کے خزانے ہیں جو بڑا ہی غالب و زبردست
 اور خوب عطا کرنے والا ہے پھر یہ کون ہوتے ہیں کہ اللہ کے انعام و رحمت کو رد کر لیں یا اس پر
 کوئی نکتہ چینی کرے وہ اپنی حکمت و دانائی سے جس کسی بشر کو چاہے منصبِ نبوت و رسالت سے
 نواز دے یا ان کے پاس کیا حکومت ہے آسمانوں اور زمین کی اور جو کچھ اسکے درمیان ہے اس پر
 پردہ اس بارہ میں جنت بازی کر رہے ہیں اور ایسا انداز اختیار کر رہے ہیں کہ وہ خدا کے فیصلوں کا
 مقابلہ کریں گے اگر بالفرضی ایسا ہے تو ان کو چاہیئے کہ چڑھ جائیں رسیاں تان کر اور جتنے بھی وسائل
 و سباب انکی قدرت میں ہیں سب کو کام میں لے آئیں اور وحی الہی جو ملا علی سے آپ پر اترتی
 ہے علویات پر چڑھ کر اسکو رد کر دیں لیکن ایسا کچھ بھی نہیں آسمان و زمین کی حکومت اور وہاں کے
 خزانے کے مالک تو کیا ہوتے یہ تو ایک بھیڑ ہے اس جگہ جسکی شکست کا فیصلہ ہو چکا ہے ایسے
 ہی شکست خوردہ لشکروں سے یہ شکست خوردہ جماعت اللہ اور اسکے رسول کا کیا مقابلہ کرے گی اِن
 سے پہلے جھٹ چکی قوم نوح اور قوم عاد اور فرعون مینوں والا اور ثمود اور قوم لوط اور ایکہ والے ان سب سے

مفسرین نے بیان کیا ہے کہ فرعون جب کسی کو سزا دیتا تو بائیسوں میں بیٹھیں ٹھوک کر ٹھکانے کا حکم
 کرتا اور اسکو اسی طرح ٹھکایا جاتا عربی لغت کے اعتبار سے اوتاد جمع و تد کی ہے جسکے معنی میخ اور کھونٹی
 (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ہی رسولوں کو جھٹلایا مگر انکی تکذیب و انکار سے نہ اللہ کے دین کو نقصان پہنچا اور نہ اس کے رسول ناکام ہوئے بلکہ میرا عذاب ہی ان پر ثابت و مسلط ہوا ان طاقتور قوموں کے عبرتناک واقعات سے چاہتے تو یہ تھا کہ اہل مکہ اپنی سرکشی سے باز آتے اور غیرت و فیضیت حاصل کرتے تا مل و تردد کی عطلات تو کوئی گنجائش نہ تھی سمجھ میں نہیں آسکتا اب کسی چیز کا انتظار کر رہے ہیں معلوم ہوتا ہے اور نہیں انتظار کر رہے ہیں یہ اہل مکہ کسی چیز کا مگر ایک ایسی ہیبت ناک پیچ کا جس کے واسطے کوئی رکاوٹ نہ ہوگی اور ایک ہی لمحہ میں سب کو ہلاک و تباہ کر ڈالے گا اور یہ پیچ وہی نفع صوبہ کا جس کے ذریعے قیامت برپا ہوگی جس کا یہ منکرین بڑی شدت کے ساتھ انکار و رد کر رہے ہیں یہی نہیں کہ ان حقائق سے عبرت پکڑتے گستاخی کی یہ انتہا ہے اور یہ بھی کہتے ہیں ایسے ہمارے رب ہم کو ہمارا پروردانہ حساب کے دن سے پہلے ہی دیدے لیکن ظاہر ہے کہ یہ گستاخی اور تمسخر اسی وقت تک ہے جب تک عذاب اور قہر خداوندی نہیں اترتا اور جب قہر خداوندی نازل ہوگا تو ایک لمحہ کی بھی مہلت نہ مل سکے گی اسی طرح قیامت پر نفع صوبہ کی انکو ایک لمحہ کی مہلت نہ لینے دے گا۔

ان آیات میں منکرین کے انکار رسالت اور انکار قیامت کا رد کرتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی اور اس ضمن میں یہ ظاہر فرما دیا گیا کہ آپ کی مخالفت اور مقابلہ کرنے والے ناکام و ذلیل ہوں گے اور اللہ رب العزت آپ کو کامیابی و سر بلندی عطا فرمائے گا اہل مکہ کا یہ کہنا کہ انہی پر کیوں وحی اتاری گئی اور قرآن کریم مکہ و طائف کے سرداروں میں سے کسی سردار پر کیوں نہ اتارا گیا مہمل اور بے معنی بات ہے کیا انکے پاس رحمت کے خزان ہیں اور یہ اسکے مالک ہیں کہ جس کو چاہیں رحمت سے نوازنے کے لیے مخصوص کر دیں یا انکے پاس آسمانوں اور زمین کی حکومت ہے کہ عیویات سے نازل ہونے والی رحمتوں اور وحی کو روک سکتے ہیں اور زمین پر انکی حکمرانی ہے کہ عالم زمین پر اترنے والی وحی کو پیغمبر کی بجائے کسی دوسرے کے لیے مختص کر دیں جب نہ یہ آسمان کی کسی چیز پر قدرت رکھتے ہیں اور نہ زمینوں کو وحی لانے سے روک سکتے ہیں نہ زمین پر کوئی تصرف کر سکتے ہیں تو پھر عطلات ان لوگوں کا اس پر کتہ چینی کرنا بے معنی اور احمقانہ فعل ہے حق تعالیٰ نے انکی تعجیز و تحقیق کرتے ہوئے فرما دیا کہ یہ لوگ محض چند سالوں کی ایک بھیڑ ہے جن کے لیے شکست معذور ہو چکی ہے جتنا پھر یہ منظر بدر سے لے کر حج مکہ تک دیکھ لیا گیا۔

گزشتہ صفحہ کا باقی حاشیہ

بعض مغربوں کی خبریں فرعون کی شان عظمت اور سلطنت کی پاسداری کا مفہوم ذکر کیا ہے کہ وہ کھوتوں والا تھا یعنی اس نے اپنی سلطنت اور اقتدار کے کھونٹے گاڑ دیئے تھے بعض اہل لغت نے اوتاد یعنی نمود یعنی لشکر کہا ہے تو ترجمہ لشکروں و لاکیا جاتے اور ظاہر ہے کہ فرعون کی فرعونیت ان تینوں صورتوں میں پائی جا رہی تھی۔

لفظ حُنْدٌ مَّا هَذَا کے قریش کے لوگ ہی مراد ہیں لفظ ما کے متعلق بعض ایمرِ نحو کی رائے یہ ہے کہ زائد ہے اور بعض کی رائے یہ ہے کہ تحقیر اور تقلیل کے لیے ہے قتادہؒ بیان کرتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو اس گردہ کے شکست کی خبر دی جیسے کہ دوسرے موقع پر ارشاد ہے هَيِّئْ لَنَا مِنْكَ مَوْجِبًا لِّمَا نَشَاءُ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِنَّكَ عَلِيمٌ بِمَا نَعْمَدُ۔

کی نبوت و رسالت کا انکار کرنے والوں پر تہدید کے ساتھ جنت قائم کر دی۔
 سکے ساتھ انکار قیامت پر بھی رد کر دیا گیا کہ ان لوگوں کا یہ مطالبہ عجیب لُنا قَطْنَا کہ ہمارا ہر دانہ ہمیں جلدی ہی دیدیجیے یوم حساب سے پہلے ہی درحقیقت ایسا مطالبہ اور اس کی جرأت صرف اسی درجہ سے ہے کہ نہ خدا کی قدرت پر انکو ایمان ہے اور نہ قیامت کا یقین حافظ ابن کثیرؒ اپنی تفسیر میں ابن عباسؒ مجاہد ضحاکؒ اور حسن بصریؒ سے نقل کرتے ہوئے یہ فرماتے ہیں کہ قتادہؒ نے یہ بھی بیان کیا یہ بات وہی ہے جس کا ذکر قرآن کریم کی اس آیت میں فرمایا گیا کہ کفار مکہ شقاوت و بدبختی سے یہ کہا کرتے تھے
 اللَّهُمَّ رَأَيْتَ كَذَبَ هَذَا هُوَ الْحَقُّ
 اے اللہ اگر یہ بات حق ہے تیری طرف سے تو پھر ہمارے اوپر آسمان کے پتھروں کی بارش کر دے یا اور کوئی دردناک عذاب ہم پر لے آیت۔

تو اس کا بھی رد کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ یہ سب کچھ عذاب خداوندی کے نزول سے قبل کی باتیں ہیں عذاب خداوندی جب بھی نازل ہوا کوئی قوم اس سے نہیں بچ سکی اسی طرح یہ لوگ بھی نہ عذاب سے بچ سکیں گے اور نہ ہی قیامت مل سکے گی تو سورہ ص کی ان ابتدائی آیات میں قرآنی عظمت و شرف کو بیان کرتے ہوئے پہلے توحید خداوندی کو ثابت کیا گیا اسکے بعد نبوت و رسالت کا اثبات اور مکذبین رسل کی تباہی و بربادی کا ذکر فرمایا گیا اور ان واقعات ہلاکت کو بیان کرتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صبر کی تلقین کی گئی جیسے کہ دوسرے موقع پر ارشاد ہے فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُو الْعُرْسِ مِنَ الرُّسُلِ یعنی آپؐ بھی اسی طرح صبر و تحمل کیجیے جیسا کہ آپؐ سے پہلے اولو العزم رسولوں نے صبر اور ہمت سے کام لیا اسی مناسبت سے آئندہ آیات میں ارشاد فرمایا جا رہا ہے۔

إِصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ وَ اذْكُرْ عَبْدَنَا

تو ہمتا رہ تو کہنے رہیں اور یاد کر ہمارے بندے

دَاوُدَ ذَا الْأَيْدِ إِنَّهُ أَوَّابٌ ۝ اِنَّا سَخَّرْنَا

داؤد کو ہاتھ کے بن والہ وہ تھا رجوع رہنے والا ہم سے تابع کیے

اَجْبَالَ مَعَهُ يُسَيِّئْنَ بِالْعِشْيِ وَالْاَشْرَاقِ ۝۱۸ وَالطَّيْرِ

بہاڑ اس کے ساتھ پائی بولتے شام کو اور صبح کو اور اڑتے جانور

مَحْشُورَةً كُلُّ لَهْ اَوَّابٌ ۝۱۹ وَشَدَدْنَا مُلْكَهُ وَاَتَيْنَهُ

جمع ہو کر سب تھے ایک لگے دھوع رہتے اور زور دیا ہم نے اسکی سلطنت کو اور دیکھ اسکو

اِحْكَمَةً وَفَصْلَ الْخُطَابِ ۝۲۰ وَهَلْ اَتَاكَ نَبُؤُا الْخَصْمِ

تدبیر اور فیصلہ بات کا اور پہنچی ہے تجھ کو خبر دعوے والوں کی؟

اِذْ تَسُوْرُو الْبَحْرَابَ ۝۲۱ اِذْ دَخَلُوْا عَلٰی دَاوُدَ فَقَزَعَ مِنْهُمْ

جب دیوار کو در آئے عبادت خانہ میں جب پیٹھ کئے داؤد پاس تو ان سے گھبرایا

قَالُوْا لَا تَخَفْ خَصْمٰیْنِ بَغٰی بَعْضُنَا عَلٰی بَعْضٍ فَاَحْكَمْ

وہ بولے مت گھبرا ہم دو جھگڑتے ہیں زیادتی کی ہے ایک نے دوسرے پر سوبھل کر دے

بَيْنَنَا بِالْحَقِّ وَلَا تَشْطِطْ وَاِهْدِنَا اِلٰی سَوَاءِ الصَّرَاطِ ۝۲۲

ہم میں انصاف کا اور دور نہ ڈال بات کو در بتا دے ہم کو سیدھی راہ

اِنَّ هٰذَا اَخٰی قَدْ لَهٗ تِسْعٌ وَتِسْعُوْنَ نَجَّةً وَّلٰی نَعَجَةً

یہ جو ہے بھائی ہے میرا ایک ہاں ہیں ننانوے دنیاوی اور میرے ہاں ایک

وَاحِدَةً ۝۲۳ فَقَالَ اَكْفَلِيْنِيْهَا وَعَزَّنِيْ فِي الْخُطَابِ ۝۲۴ قَالَ

دنیا بھر کہتا ہے حوالے کر دو مجھ کو وہ اور زبردستی کرتا ہے مجھ سے بات میں بولا وہ

لَقَدْ ظَلَمَكَ بِسُؤَالِ نَعَجَتِكَ اِلٰی نِعَاجِهِ ط وَاِنَّ

بے انصافی کرتا ہے مجھ پر کہ مانگتا ہے تیری دنیا بلائے کو اپنی دنیا میں اور

كَثِيْرًا مِّنَ الْخُلَطَآءِ لِيَبْغِيَ بَعْضُهُمْ عَلٰی بَعْضٍ

اکثر مشرک زیادتی کرتے ہیں ایک دوسرے پر

إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَقَلِيلٌ مَّا هُمْ وَ

مگر جو یقین لائے ہیں اور کام کئے اچھے اور ٹھوڑے لوگ ہیں دیسے اور

ظَنَّ دَاوُدُ أَنَّمَا فَتْنُهُ فَاستَغْفَرَ رَبَّهُ وَخَرَّ رَاكِعًا وَ

خیال میں کیا داؤد کے کہ ہم نے اسکو جانچا پھر گناہ بخشوانے لگا اپنے رب سے اور گرا جھک کر اور

أَنَابَ ۖ فَغَفَرْنَا لَهُ ذَلِكَ ۖ وَإِنَّ لَهُ عِنْدَنَا لَزُلْفَىٰ

رجوع ہوا ۲۳۱ پھر ہم نے معاف کر دیا اسکو وہ کام اور اسکو ہمارے پاس مرتبہ ہے

وَحُسْنٌ مَّا بَ ۖ يٰدَاوُدُ إِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ

اور اچھا ٹھکانا ۲۳۲ اے داؤد ہم نے کیا تجھ کو نائب ملک میں

فَاحْكُم بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوَىٰ فَيُضِلَّكَ

سو تو حکومت کر لوگوں میں انصاف سے اور نہ چل جی کی چاہ پر پھر تجھ کو

عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ ۚ إِنَّ الَّذِينَ يَضِلُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ

بچلاوے اللہ کی راہ سے مقرر جو گم پھلتے ہیں اللہ کی راہ سے

لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ ۖ يٰمَنْ تَسُوْا يَوْمَ الْحِسَابِ ۚ

ان کو سخت مار ہے اس پر کہ بھلا دیا دن حساب کا

تلقین صبر و تسلی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بذکر قصہ حضرت داؤد علیہ السلام

قال الله تعالى اضرب على ما يقولونك الخ . يٰمَنْ تَسُوْا يَوْمَ الْحِسَابِ

(در خط) ماقبل آیات میں مکنذین رسل کا انجام بدست بیان فرمایا گیا اور یہ کہ بڑی سے بڑی قوت طاقت اور پائیدار سلطنتیں اللہ کے رسولوں کے مقابلہ میں کامیاب نہ ہو سکیں تو یہ کفار مکہ اور قریش کے لوگ جن کے پاس اس طرح کی طاقت و قوت ہے اور نہ حکومت و سلطنت کیسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں کامیاب ہو جائیں گے تو بطور تسلی حضرت داؤد علیہ السلام کا ایک واقعہ ذکر کرتے

ہوئے آپ کو صبر کی تلقین کی جا رہی ہے فرمایا اَصْبِرْ عَلَى مَا يَقُولُونَ وَاذْكُرْ عِجْدَنَا كَاؤَدَ
 ذَا الْاِيْدِ اسے نبی آپ صبر کیجئے ان باتوں پر جو یہ کافر کہہ رہے ہیں کبھی استہزاء و تمسخر میں کبھی تردید
 و تکذیب اور کبھی تحقیر و توہین کرتے ہوئے اور یاد کیجئے ہمارے بندہ داؤد کو جو بڑی ہی قوت و ہمت والے
 تھے کہ انکے علم و حکم عزم و حوصلہ اور ریاضت و عس کی قوت اور سلطنت و حکومت کے دبدبہ کی کوئی حد
 نہ تھی اور بے شک وہ خدا کی طرف بہت ہی رجوع کرنے والے تھے کہ انکے اوقات ذکر و تسبیح اور
 عبادت میں مصروف رہتے نصف رات تہجد میں گزارتے اور ایک دن روزہ اور ایک دن افطار کا معمول
 بنایا ہوا تھا اور پھر قوت کا یہ عالم تھا جیسے کہ حدیث میں ارشاد فرمایا وکانت لایفراذ لحاقی کہ دشمن
 سے مقابلہ ہوتا تو میدان چھوڑ کر بھاگتے نہ تھے اور اپنی خاص نعمتوں میں ایک نعمت سے اس طرح نوازا
 تھا کہ ہم نے پہاڑوں کو انکے تابع کر رکھا کہ تسبیح کیا کریں انکے ساتھ شریک ہو کر شام و صبح جو داؤد علیہ
 السلام کے خاص اوقات تھے ذکر و تسبیح کے اور اسی طرح پرندوں کو بھی حکم دے رکھا تھا کہ وہ بھی صبح
 و شام داؤد کے ساتھ تسبیح میں شریک ہو کر یہ جمع ہو کر اس وقت یہ جبال و طیور سب ہی داؤد علیہ
 السلام کے ساتھ اللہ کی طرف رجوع کرنے اور ذکر الہی میں مشغول ہونے والے تھے یہ کس قدر عظیم انعام
 تھا اور اللہ کی طرف سے داؤد علیہ السلام کی عظمت و عزت تھی کہ گویا انکے حلقہ ذکر میں صرف انسان
 نہیں ملائکہ کے علاوہ جبال و طیور بھی شامل ہوتے تھے اور دوسری نعمت یہ تھی کہ ہم نے انکی حکومت
 و سلطنت کو مضبوط بنایا تھا اور مزید تیسری نعمت یہ کہ ہم نے انکو فیصلہ کن خطاب و گویائی کی قوت
 عطا کی تھی کہ ان کی بات نہایت ہی فصیح و بلیغ اور جامع ہوتی قوت دلائل سے ایسی حکم ہوتی کہ حق
 و باطل اور ظلم و نفاق کے درمیان فیصلہ کن ہوتی تھی یہ نہیں کسلنت و حکومت کی رعوت میں از خود
 رفتہ ہو کر حق و ناحق کا فرق نہ کریں اور جو کچھ دل میں آئے بس اسی کو اپنی طاقت سے نافذ و جاری کر
 دیں بلکہ عدل و انصاف احتیاط اور دلائل و اصول کے پورے تقاضے ملحوظ رکھتے ہوئے بات فرماتے
 تھے چنانچہ انکے اس طرح کے واقعات میں سے اے ہمارے پیغمبر کیا آپ کو ان مقدمہ والوں کی خبر

مَلِكًا وَالطَّيْرُ مَحْشُورَةً كَا تَرْجُمُ نَجْحُ بُو كُرْعَامِ اہل لغت اور مفسرین کی رائے کے مطابق ہے حافظ ابن کثیرؒ نے
 ایسی تفسیر میں محشورۃ کا ترجمہ مجبوسۃ کیا ہے یعنی پرند ہوا میں اڑتے ہوئے حضرت داؤدؑ کی تسبیح سن کر رک جاتے
 تھے اور انکے ساتھ تسبیح میں ہمنوا ہو جاتے اسی طرح اونچے اونچے پہاڑ بھی نفع داؤدؑ کے ساتھ آواز بلند کرتے
 یہ تمام فضائل داؤد علیہ السلام کے معجزات نبوت تھے۔

مَلِكًا کے علاوہ کی قید اس وجہ سے واضح کی گئی کہ اللہ کے فرشتے تو ہر حلقہ ذکر میں موجود ہی ہوتے
 ہیں تو داؤد علیہ السلام کی خصوصیت اور شرف یہ تھا کہ اس حلقہ ذکر میں فرشتوں کے علاوہ پہاڑ
 اور پرندے بھی شامل ہوتے تھے۔ ۱۲۰

پہنچی جو گھرباں و دیوار عبادت خانہ پھلانگ کر داؤدؑ کے عبادت خانہ میں گھس گئے حالانکہ پہرہ داروں کا زبردست پہرہ تھا اور حضرت داؤد علیہ السلام نے تقسیم اوقات میں بہ دن عبادت کے لیے مخصوص کر رکھا تھا اور ان پہروں کے باعث کسی کی جرأت نہ ہو سکتی تھی کہ اس طرح کوئی شخص انکی عبادت گاہ میں داخل ہو جائے اور انکی عبادت ذکر اللہ اور توجہ ان اللہ میں محل بنے تو انکے اس طور سے داخل ہونے سے داؤد علیہ السلام گھبرا گئے کہ یہ کیسے پہنچ گئے خدا جانے یہ کون ہیں کیا مقصد لے کر آتے ہیں انکی اس گھبراہٹ کو دیکھ کر اہل مقدمہ بوسے ڈرو نہیں ہم تو ایک حکومت و جھگڑے والے ہیں جو اپنا مقدمہ لے کر آپ کے پاس آتے ہیں کسی دشمنی یا بڑے ارادہ سے نہیں آتے کہ آپ گھرائیں ہمارا معاملہ یہ ہے کہ ہم میں سے ایک نے دوسرے پر زیادتی کی ہے پس آپ ہمارے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کر دیجیئے اور ہمارے اس معاملہ میں کوئی نا انصافی اور کسی ایک کی طرف کس طرح کا جھکاؤ اور جانبداری اختیار نہ کیجیئے اور ہم کو سیدھے راستہ پر ڈال دیجیئے حضرت داؤد علیہ السلام کی اجازت پر اہل خصوصیت میں سے ایک نے کہنا شروع کیا اے داؤد اباست یہ ہے کہ یہ میرا بھائی ہے باعتبار دین کے یا باعتبار تعلق و ملاقات کے جس کے پاس ننانوے دُنیائیں ہیں اور میرے پاس صرف ایک ہی دینی ہے سو یہ کہتا ہے مجھے ہی اس کا کفیل اور ذمہ دار اور مالک بنا دے اور اپنی منہ زوری سے بات کرنے میں مجھ پر غالب آگیا ہے کہ میری بات چلنے ہی نہیں دیتا اور نہ ہی بولنے کا موقع دیتا ہے جب بات شروع ہوتی ہے تو مجھے ہی دبا لیتا ہے یہ صورت حال سن کر داؤد علیہ السلام نے کہا اس شخص نے تو بیشک تجھ پر ظلم کیا تیری ایک دنی کو اپنی دنیوں میں شامل کر لینے کا مجھ سے سوال کر کے حقیقت تو یہ ہے کہ اس شخص کو اپنی اس فراخی اور وسعت کے ہوتے ہوئے تو یہ چاہیے تھا کہ اپنے اس بھائی پر تبرع و احسان کرتا جو تنگ دست ہے اور صرف ایک ہی دنی کا مالک ہے اسکے برعکس اپنے غریب بھائی کو اس سے بھی محروم کر دینا چاہتا ہے اور یہ حقیقت ہے دُنیا میں ظلم و ستم کا یہی حال ہو چکا ہے کہ بہت شرکار ایک دوسرے پر ظلم و زیادتی کیا کرتے ہیں بجز ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک کام کیے وہ اپنے ساتھی اور شریک کے ساتھ عمل و انصاف کا معاملہ کرتے ہیں اور ایسے لوگ بہت کم ہوتے ہیں داؤد علیہ السلام نے یہ مضمون مظلوم کی تسلی اور حق کے تحفظ کے لیے فرمادیا اس قصیدہ کے سننے میں اور اپنی بات کرنے میں کچھ وقت گزرا اور اس چیز کی بنا پر کہ ان کے طے کردہ وقت میں انہماک عبادت اور ذکر اللہ میں اشتغال کے بجائے ایک جھگڑے کی قسم نے خلل اور آشوبش میں ڈالا خیال کیا کہ ہم نے ان کا امتحان کیا ہے کہ دیکھیں کیسے صابر و متحمل ہیں کہ بلا اجازت عبادت گاہ اور خلوت میں آنے پر برا فرزندہ و ناراض تو نہیں ہوتے کہ اتنے بڑے بادشاہ کے غاص خل میں کس بے ڈھنگے پن گھس آئے اور یہ کہ عبادت کے اوقات مخصوص کرنے پر دل میں یہ جو خیال تھا کہ میں نے عبادت کا جو معمول بنایا ہے اس

میں خلل نہیں ہوگا اور یہ بہت ہی اچھی صورت ہے تو سمجھ گئے کہ یہ میرا امتحان لیا گیا ہے اور قدرت خداوندی سے مجھ پر یہ ظاہر کر دیا گیا کہ کسی بندہ کا اپنی عبادت یا پابندی اوقات پر بھر دسہ نہ کرنا چاہیے بغیر توفیق و مشیت خداوندی بندہ اپنے معمولات ایک روز بھی قائم برقرار نہیں رکھ سکتا پس فوراً ہی اپنے رب کے سامنے استغفار و توبہ کی اور گڑبڑ سے سرسجود ہوتے ہوئے اور خاص طور پر خدا کی طرف رجوع کیا پس ہم نے معاف کر دیا اس چیز کو اور جو کمی صبر و ثبات کے مقام میں اس تخیل کی وجہ سے پیش آتی تھی اس کا تدارک کر دیا اور بے شک داؤدؑ کے واسطے تو ہمارے یہاں کا بہت ہی عظیم مقام اور عنایت ہی بہترین انجام و ٹھکانا ہے کہ ایک معمولی خیال پر اس قدر بے قراری و تفرع کے ساتھ بارگاہ خداوندی میں تائب ہوتے ہوئے سرسجود ہو گئے اور تل برابر چیز کو پہاڑ سمجھ لیا اور ظاہر ہے کہ مقربین کی یہی شان ہوتی ہے کہ معمولی سی کوتاہی انکے واسطے بے چینی و بے قراری کا باعث ہوتی ہے اور انکی یہ بے قراری اور دعا و استغفار انکے مقام کی اور بندگی کا باعث ہوتی ہے جب داؤد علیہ السلام اس امتحان میں پورے اترے اور اناست الی اللہ کا یہ بندہ تر مقام ان سے ظاہر ہوا تو ہم نے انکی اس معادت کو سراہتے ہوئے اعلان کر دیا اسے داؤدؑ ہم نے بنا دیا تم کو زمین پر حاکم سو لوگوں کے درمیان تم حق و انصاف کے ساتھ فیصلہ کرتے رہو جس طرح کہ اب تک کرتے رہے ہو اور آئندہ بھی نفس کی خواہش کی پیروی مت کرنا جیسا کہ پہلے بھی نفس کی خواہشات کی تم نے پیروی نہیں کی اس لیے کہ نفس کی خواہشات کی پیروی اگر تم نے کی تو وہ تم کو اللہ کے راستے سے بھٹکا دے گی اور بے شک جو لوگ خدا کے راستے سے بھٹکتے ہیں انکے واسطے سخت عذاب ہوگا اس بنا پر کہ وہ روز حساب کو بھولے رہے اور ظاہر ہے کہ ہر طرح کی گمراہی اور عدل و انصاف سے انحراف اور کیسی حق تلفی آخرت کی یاد بھلانے ہی کے باعث ہے اس معیار اور ضابطے کو اگرچہ خطاب داؤدؑ کے دوران بیان فرمایا گیا لیکن مراد دوسروں کو تنبیہ کرنا ہے جیسے کہ بعض مواقع میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب بنا کر دوسروں کو متنبہ کیا گیا ۔

قصہ داؤد علیہ السلام

قرآن کریم کی ان آیات میں حضرت داؤد علیہ السلام کے جس قصہ کا ذکر فرمایا گیا ہے وہ صرف بطور کنایہ و رمز بیان کیا گیا ہے جس کے ضمن میں حضرت داؤد علیہ السلام کی عبادت گاہ میں دو خسرو مت کر سننے والوں کا ایک مقدمہ لے کر آنا اور پھر اس مقدمہ میں باہمی معاملات میں ایک دوسرے پر تعدی کرنا اور اس پر حضرت داؤد علیہ السلام کا یہ فیصلہ کہ یہ طریق ظلم و عدوان ہے پھر داؤد علیہ السلام کا توبہ و استغفار اور خدا کی بارگاہ کی طرف رجوع اور خنق تعوی کی طرف سے انکے مرتبہ کی عظمت و بندگی اور خلافت فی الارض کا انعام اور عدل و انصاف قائم کرنے کی تاکید نفس کی خواہشات سے اجتناب کا

حکم اور نفس کی پیروی کا انجام گمراہی اور اس کا اصل سبب فکر آخرت سے غلبہ و دماغ کا خالی ہونا ہیں فرمایا گیا ہے۔

واقعہ داؤد علیہ السلام کے متعلق بعض غیر مستند اور اصل روایات

آیات متذکرہ میں حضرت داؤد علیہ السلام کے جس قصہ کا اجمالاً و اشارۃً ذکر فرمایا گیا ہے اسکی تفسیر و تشریح میں بعض مفسرین نے ایک قصہ بروایت قتادہ نقل کیا ہے جسکو بعد کے مفسرین نے بھی اپنی تفاسیر میں نقل کیا اس وجہ سے وہ تہرت پذیر ہو گیا حالانکہ وہ قصہ نہ روایت صحیح ہے بلکہ اسرائیلیات سے ماخوذ ہے اور نہ عقلاً اسکے تصور کی گنجائش معلوم ہوتی ہے بلاشبہ وہ قصہ نہایت ہی بے ہودہ کہانی ہے جس کا قرآن کریم خود اپنے سیاق و سباق سے انکار کرتا ہے۔

اس حدیث خزائے اور لغو قصہ کا حاصل یہ ہے کہ ایک روز حضرت داؤد علیہ السلام اپنے غلوت خانہ میں ذکر و عبادت میں مشغول تھے کہ ایک خوبصورت کبوتر اڑ کر سامنے آیا آپ نے اسکو عجیب و غریب پاکر اسکے پکڑنے کا ارادہ کیا تو وہ ایک سوراخ سے نکل کر اڑ گیا داؤد علیہ السلام درپچہ سے جب اس کو جھانکنے لگے تو ایک حسین و جمیل عورت پر نظر پڑی جو غسل کر رہی تھی اسکے حسن و جمال پر فریفتہ ہو گئے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ اور یاہلی بیوی ہے جو آپ کے ایک لشکر کا سپہ سالار ہے اور آج کل کسی جہاد میں باہر گیا ہوا ہے آپ کے دل میں یہ خیال ہوا کہ اگر یہ سپاہی مارا جائے تو میں اسکی بیوی سے نکاح کر لوں اس لیے آپ نے فوج کو یہ حکم بھیجا کہ اور یاہلی کو تابوت سلیمن کے آگے رکھا جائے تابوت سلیمن کے سامنے جو سپہ سالار رہتا اس کے سینے امکان نہیں ہوتا تھا کہ وہ کسی بھی مرحلہ پر میدان جہاد سے بھاگ جائے اسکے ذمہ تھا کہ وہ اسی کے ساتھ رہے یا فتح ہو جائے یا وہ شہید ہو جائے اس طرح اور یاہلی کسی غزوہ میں شہید ہو گیا تو اسکی بیوی سے داؤد علیہ السلام نے نکاح کر لیا حالانکہ اس سے پہلے ان کی بہت سی بیویاں تھیں ظاہر ہے کہ خداوند عالم کو یہ کام ان کی شایان شان نہیں معلوم ہوا لہذا انکو اس پر متنبہ کرنے کے لیے دو فرشتے بصورت مدعی اور مدعا علیہ بھیجے تحقیقت میں ان کے درمیان نہ کوئی جھگڑا تھا اور نہ وہ کسی مقدمہ کے فیصلہ کے واسطے آئے تھے اور نہ ان میں سے ایک کے پاس ننانوے دنبیاں تھیں اور دوسرے کے پاس ایک نہوں نے داؤد علیہ السلام کو متنبہ کرنے کے لیے اس طرح کا مقصد بنا کر پیش کیا کہ یہ میرا ایک بھائی ہے جس کے پاس ننانوے دنبیاں ہیں اور میرے پاس ایک ہی ہے اور یہ مجھ کو اس بات پر مجبور کر رہا ہے کہ یہ ایک بھی میں اسکو دیدوں حالانکہ اسکے پاس تو پہلے ہی بہت سی ہیں اور میرے پاس تو صرف ایک ہی ہے داؤد علیہ السلام نے فیصلہ تو کر دیا کہ یہ مطالبہ نہایت ہی ظالمانہ ہے اور یہ بھی فرمایا کہ اکثر شرکار اپنے نفس

کے تقاضے سے بھی دوشس اختیار کرتے ہیں مگر اس فیصلہ کے ساتھ فوراً یہ احساس ہوا کہ یہ قصہ تو مجھ ہی پر منطبق ہو رہا ہے میں نے کثیرالازواج ہونے کے باوجود اور یاہکی عورت سے نکاح کر لیا جو اسکی ایک ہی بیوی تھی چنانچہ اس پر غلبہ ہو کر تو یہ واستغفار میں مصروف ہو گئے جس کے بعد خدا نے نکی مغفرت اور انکی اس غلطی کو معاف کیا۔ العیاذ باللہ لتو العیاذ باللہ۔
یہ قصہ سر تاپا غلط ہے اصل اور قطعاً اللہ کے پیغمبر پر عظیم افتراء و بہتان ہے اصل میں اسرائیلیات اور یہود سے نقل شدہ یہ قصہ ہے جس کو بعض مفسرین نے اپنی کتابوں میں درج کر دیا اصول دین کے سرسرفراز ہے جس کا زبان پر لانا حرام ہے حافظ عماد الدین ابن کثیرؒ اپنی تفسیر ج ۲ میں فرماتے ہیں کہ ان میں سے اکثر اسرائیلیات سے ماخوذ ہیں۔

اور اس سلسلہ میں کوئی حدیث پیغمبر معصوم سے ثابت نہیں ہے البتہ ابن ابی حاتم نے اس جگہ ایک حدیث روایت کی ہے جس کی سند صحیح نہیں کیونکہ وہ باسناد یزید الرقاشی انس بن مالک میں سے ہے اور یہ شخص اگرچہ صالحین میں سے ہے مگر باجماع ائمہ محدثین ضعیف الحدیث اور ساقط الاعتبار ہے۔

اکثرها ماخوذ من الاسرائیلیات
وکلمة یثبت فیما عن المعصوم
حدیث لکن روی ابنت ابی
حاتم عنہما حدیثا لا یصح
سندہ لانتہ من سرور ائمة
یزید ویزیدون کا من الصالحین
لکنہ ضعیف الحدیث عند الاکتفاء

تفسیر خازن میں بھی اسکی تصریح کی ہے اور باسناد معبد بن السیدؒ اور حدیث اعور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

انہوں نے فرمایا جو شخص تم سے
داؤد علیہ السلام کے بارہ میں وہ قصہ بیان
کرے گا جس کو عام طور پر داعظین بیان
کرتے ہیں میں اسکو ایک سو ساٹھ کوڑے
ماروں گا جو انبیاء علیہم السلام پر بہتان
لگانے کی سزا ہے۔

انہ قال من حدیثکم
بحدیث داؤد علیٰ مایرویہ
القصاص جلدتہ مائة
وستین حلة وهو حد
الفریقة علی الانبیاء۔

مولانا ابوالمحمد عبدالحق دہلویؒ تفسیر حسانی میں فرماتے ہیں کہ اس قصہ کا اصل مأخذ کتاب الصویل ہے اور آج تک خود ان کتاب کو بھی اس کتاب کا پورا پورا پتہ نہیں چل سکا کہ اس کا مصنف کون ہے وہ بحیثیت ایک تاریخ کی کتاب کے یہود میں مروج تھی جس کو یہود و نصاریٰ نے بلاوجہ الہامی کتاب فرض کر لیا

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر کبیر میں اس قصہ کی تردید و ابطال پر نہایت مفصل کلام کیا ہے۔

بعض حضرات مفسرین نے ان آیات کی تفسیر اور حضرت داؤد علیہ السلام کے اس واقعہ کی توضیح میں متعدد اقوال ذکر کیے ہیں مثلاً امام قرطبی نے اپنی تفسیر احکام القرآن ج ۱۵ ص ۷۹، ۸۰ میں طبری کی روایت سے امام ابو سعید نے اپنی تفسیر میں اس طرح تفسیر درمنثور ج ۵ ص ۲۰ میں تفسیر روح البیان ص ۱۷ اور تفسیر مواہب الرحمن ج ۲ ص ۱۴۲ میں اس قصہ مذکورہ کے علاوہ اور اقوال ذکر کیے ہیں مثلاً یہ کہ وہ عورت اور یہ کہ محظوظ بہ غمی نہ کہ محکومہ اور داؤد علیہ السلام کو علم نہ تھا اس عورت کے لیے کوئی خطبہ اور پیغام پہنچے سے ہے اور لاعلمی میں پیغام دے دیا تو اس پر یہ عتاب ہوا کہ پہلے تحقیق کر بینی چاہیے بے تحقیق پیغام دینا نبوت کے خلاف ہے لیکن ان میں بھی تکلف ہے عنہ اور ردایستی حیثیت سے بھی انکی صحت ثابت نہیں ہوتی نیز شریعت کے اصول سے بھی ان اقوال پر آیات کی تفسیر مشکل ہے شرح فقہ اکبر میں بھی امام ابو منصور مارتبکی سے ایک قول نقل کیا گیا ہے لیکن اس پر بھی داؤد علیہ السلام کی شان نبوت کے لحاظ سے قلب مطمئن نہیں ہوتا یہی وجہ ہے کہ حافظ ان کثیر مفسرین نے ان تمام اقوال سے اعراض و کنارہ کشی کرتے ہوئے سکوت اختیار کیا حضرات اہل علم ان اقوال کی تفصیل کے لیے ان تفاسیر کی مراجعت فرمائیں بعض مفسرین نے اس قصہ کے تنہا اور اس پر مرتب ہونے والے ثمرات کے درجہ میں یہی بعض روایات اپنی کتابوں میں بیان کی ہیں چنانچہ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ ج ۲ ص ۱۶۷ پر ایسی بعض روایات حضرات قارئین ملاحظہ فرما سکتے ہیں محدثین کے نزدیک انکی سندیں معتبر و حجت نہیں روایتی لحاظ سے اس قصہ کا لغو اور باطل ہونا تو ظاہر ہے ہر انسان عقل بھی اس بات کے تصور سے انکار کرتی ہے کہ اللہ کے کسی بھی پیغمبر سے ایسی ناپسندیدہ اور ذلیل ترین حرکتیں واقع ہوں وہ برگزیدہ پیغمبر جو امت کے واسطے ہادی و مصلح ہوں امت کے اعمال و اخلاق کو پاکیزہ بنانا انکی زندگی کا نصب العین ہو بھلا یہ کیسے تصور کیا جاسکتا ہے کہ وہ اس طرح کی ذلیل اور انسانیت سے گری ہوئی باتیں کریں کہ کسی اجنبی عورت کو برہنہ دیکھنا پھر اس پر فریفتہ ہو جانا پھر ایک خاص جیلہ اور تدبیر سے اسکے شوہر کو شہید کر دینا اور اسکے بعد اس عورت کو اپنے نکاح میں لے آنا یہ باتیں تو کسی معمولی سے ایمان و تقویٰ رکھنے والے شخص سے بھی بعید ہیں چہ جائیکہ وہ جلیل القدر ہستیاں جن کے اوصاف و فضائل کی بلندی کی کوئی انتہا نہیں جن کی پہلی فضیلت تو یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مہر کا حکم دیتے ہوئے داؤد علیہ السلام کی زندگی کو یاد کرنے اور ان کے اسوہ کو نمونہ مناسنے کا حکم دیا گیا پھر داؤد علیہ السلام کو عہد نامہ ہمارا بندہ جیسے پاکیزہ لقب سے یاد کیا گیا گویا اس

محلہ تفسیر قرطبی ج ۱۶ ص ۱۵

عنوان نے ان میں عبادیت کے تمام اوصاف کاملہ و فاضلہ کو بیان کر دیا یہ عنوان تو وہ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے معراج جیسے عظمت والے قصہ کے ساتھ اختیار کیا گیا جیسے کہ ارشاد ہے سُبْحَانَ الَّذِي أَمْسَىٰ بِعَبْدِهِ أَنْكُو ذَا الْخَلْدِ قُوْتٍ وَعِزْمٍ وَالْأَفْرَافِ مَا أَنْكُو أَقْبَابُ خُذَا كِي طَرَفِ رِجْوَعِ كَرْنِ وَالْأَفْرَافِ مَا أَنْكُو فَضِيلَتِ يَرْ كِبِهَاطُ دُولِ أَوْ بِرَنْدُولِ كُوَانِكِ ذِكْرِ تَبِيعِ كِ سَاطِحِ تَابِعِ وَ مَسْمُورِ كَرْدِ بَاغِ كَا وَ النَّظِيرِ مَحْشُورِ كَرْدِ كِ بِرَنْدِ بَحْثِ مَجْمَعِ بِرْ كَرَانِكِ ذِكْرِ مِثْلِ شَامِلِ ہوتے آن کے ملک و سلطنت کا استحکام و قوت انکو حکمت دیا جانا فصل خطاب کی نعمت سے نوازا جانا مغفرت خداوندی مرتبہ کا قرب جس کو وَرَاتٌ كُنْ عِنْدَ مَا كُوْنُ نَفْیِ مِثْلِ بَيَانِ كِیَا اور اخیر میں انجام کی خوبی کا اعلان کیا گیا پھر ان سب چیزوں کے بعد خلافت فی الارض کا اعزاز جس کو یَا كَا وَ كُوْنُ رَآئِحُ كُنْتَ كَا كَلِ خَلِيفَةُ كَلِ الْأَوْصِیِّ سے ذکر کیا گیا ہے تو کیا یہ قابل تصور امر ہے کہ جس ذات مقدس کی یہ فضیلتیں ہوں ایسے عظیم انعامات اور علمی و عملی کمالات سے نوازا گیا ہو جس کے لیے اعلان ہو خلافت ارض کا اللہ کے نزدیک مرتبہ کی بلندی اور انجام کی خوبی کی بشارت ہو دنیا میں کوئی عقس رکھنے والا انسان بیان کردہ قصہ کی ذیل باتوں کا ان کے بارے میں تصور بھی نہیں کر سکتا ۔

علامہ آلوسی نے تفسیر روح المعانی ج ۲۲ میں امام احمد بن حنبلؒ کی روایت سے ایک نہایت ہی لطیف مضمون بیان کیا ہے کہ مالک بن دینارؒ اسس آیت وَ حَسْبُ مَا جِبِ كِي تَفْصِيرِ مِثْلِ یَرْ مَیَا كَرْتِ تَحْہِ كَرِ قِیَامَتِ كِ رُوزِ حَضْرَتِ دَاؤُدِ عَلَیْہِ السَّلَامِ كُو عَرْشِ الْہِیْ كِ سَامِنِ لَا كَرْ كُھْرَا كِیَا جِلْسِ كَا پھر حق تعالیٰ کا ارشاد ہوگا اے دَاؤُدُ آج اس وقت تم میری تَبِيعِ اور کبریائی اسی لمحہ اور آواز سے بیان کرو جس آواز سے دنیا میں بیان کرتے تھے دَاؤُدِ عَلَیْہِ السَّلَامِ کہیں گے اے پروردگار وہ بات تو دنیا کی زندگی میں تھی جو اب نہیں رہی حق تعالیٰ فرمائیں گے میں وہی صوت تم کو واپس کرتا ہوں اور وہی لمحہ دَاؤُدِی جس سے دُنیا میں پہاڑ اور ہر بند تہار سے ہمنوا ہو جایا کرتے تھے تم کو عطا کرتا ہوں تو حضرت داؤد علیہ السلام ذکر تبیع شروع کریں گے جس سے تمام جنتی بے خود ہو جائیں گے ۔

پھر ان تمام وجوہ فضیلت کے علاوہ ایک عظمت و برتری کی وجہ یہ بھی قرآن کریم کی تعبیر سے ظاہر ہے کہ اس قصہ کو حق تعالیٰ نے اس عنوان سے ذکر فرمایا وَ هَلْ أَتَاكَ نَبُوءُ الْخُصْمِ تُو یہ عنوان بالکل ایسا ہی ہے جیسا کہ اَتَاكَ حَدِيثُ مُوسٰی رَاٰ ذَا مِیْمَنَةٍ سَرَبُتٌ مِّنَ النَّوَادِ الْمُتَقَدِّسِ طُوًی كَرَاہِ ہمارے پیغمبر کیا آپ کو موسیٰؑ کی بات پہنچی ہے کہ موسیٰؑ کو انکے پروردگار نے وادی مقدس طویٰ میں پکارا تو معلوم ہوا کہ یہ واقعہ نَبُوءُ الْخُصْمِ جو داؤد علیہ السلام کا بیان کیا گیا وہ عظمت و فضیلت میں اسی طرح کا ہے جیسا کہ حضرت موسیٰؑ کا واقعہ کہ وہ طور تو ظاہر ہے کہ جو قصہ اس عظمت و تقدس کے عنوان سے بیان کیا جا رہا ہے ہرگز وہ ایسا فحش اور بے ہودہ واقعہ نہیں ہو سکتا جس سے ہر جیا رکھنے والا انسان نفرت کرتا ہو اور کیا قرآنی عظمت اس بات کو گوارہ کرتی ہے کہ ایسا قصہ

اس اہمیت و خصوصیت سے بیان کیا جائے غرض کسی نوعیت سے بھی اس مشہور کردہ واقعہ کی صحت کی کوئی گنجائش نہیں۔

آیات مذکورہ میں حضرت داؤد علیہ السلام کی صفات کمال

امام رازیؒ فرماتے ہیں کہ ان آیات میں حق تعالیٰ شانہ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی دس صفات کمال بیان کیں اور اسکے بعد اَللّٰہُ نَبِیُّ الْخَصْمِ کے عنوان سے یہ قصہ ذکر فرمایا ہے جس سے داؤد علیہ السلام کی مدح و ثنا اور تعظیم مقصود ہے جو اس بات کی واضح دلیل ہے اور، اور تاہ شوبہ کے قتل کا قصہ جو اسرئیلیات سے نقل کیا گیا ہے وہ سراسر باطل ہے کیونکہ یہ قصہ ن دس صفات کمال کے صریح خلاف ہے جو اللہ نے انکی مدح و ثنا اور منقبت میں بیان کی ہیں جن کی تفصیل گذر چکی یہ قصہ تو کسی بدر فاسق و فاجر کی طرف منسوب کیا جاسکتا ہے کیونکہ ہر سننے والا اس سے نفرت و بیزاری ظاہر کرے گا اور صاحب قصہ پر لعنت بھیجے گا لہذا یہ کیسے ممکن ہے کہ خدا کے برگزیدہ پیغمبر معصوم کی طرف ایسے قابل نفرت واقعہ کی نسبت کی جائے دوم یہ کہ اس قصہ کا تو حاصل یہ ہے کہ صاحب واقعہ ایسا شخص ہے کہ نفس کی خواہش اور طبع نے اسکو اس قدر ایمانی شعور سے بعید کر ڈالا ہے کہ اس کو کسی کے قتل کے ارتکاب میں اور اسکے بعد اسکی بیوی کو حاصل کر لینے میں کوئی تامل نہیں ہے تو ظاہر ہے کہ جو چیز کسی ادا نے نہیں کے لئے بھی قابل تصور نہ ہو وہ نبی معصوم کے حق میں کیسے تصور کی جاسکتی ہے سو ہم یہ کہ ایسا کام کرنے والا تو نفسی اور شہوت کا بندہ ہوا نہ کہ اللہ کا بندہ وہ کیونکر اس لائق ہو سکتا ہے کہ خدا اسکیوں کہنے ہمارا بندہ، چہاں ہم۔ یہ کہ جو شخص کسی کی عورت کو دیکھ کر بے صبر اور بے قابو ہو جائے تو ایسے واقعہ کو خداوند عالم اپنے پیغمبر کو صبر کی تعلیم و تلقین کے طور پر کیسے بیان فرما سکتا ہے اور یہ کہنا کیونکر ممکن ہو تا اضیو علی مَا یَقُولُونَ وَاذْکُرْ عِبَادَنَا کہ آپ صبر کیجیے ان باتوں پر جو یہ کہہ رہے ہیں سوال ہو گا کہ کیا صبر کی تعلیم و تلقین کے موقع پر ایسا ہی واقعہ بیان کیا جاتا ہے اور کیا ایسا ہی صبر کیا جاتے جیسا کہ اس صاحب واقعہ نے صبر کیا اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ - پنجم۔ یہ کہ قرآن کریم میں حضرت داؤد علیہ السلام کا ذکر کرتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرمایا گیا ہے یہ میں وہ انبیاء جن کو خدا نے ہدایت دی ہے تو اے ہمارے پیغمبر آپ بھی، انکی اقتدار کیجیے تو کیا ایسے شخص کی اقتدار کا حکم دیا جانا ممکن ہے ششم۔ یہ کہ ان کو ذالکب قوت و طاقت والا کہا گیا جو شخص اپنے نفس پر ہی قابو نہ پاسکے وہ کہاں سے طاقت والا ہوا اور کہاں اس قابل ہوا کہ قرآن کریم میں اسکو قوت و ہمت والا کہہ کر متعارف کرایا جائے ہفتم۔ یہ کہ انکو اَوَّلَیٰ خُذِیْ حُرُوفِ رَجْعِ کر نے والا فرمایا گیا تو یہ قصہ تو ظاہر کرتا ہے کہ وہ صاحب واقعہ فسق و فجور کی طرف رجوع کرنے والا تھا نہ کہ اللہ اور اسکی اطاعت و بندگی کی جانب اور صرف

یہی نہیں بلکہ ان کا تو اللہ کی طرف رجوع و انابت کا یہ مقام فرمایا گیا کہ پہاڑ اور پرند بھی انکی تسبیح کے ساتھ ہمنوا ہوتے تو کیا جو شخص کسی کی جان اور عزت و آبرو کی پروا نہ رکھتا ہو وہ اس کرامت و عظمت کا مستحق ہو سکتا ہے؟ ہشتم: یہ کہ حضرت داؤد کے ملک کو اللہ نے فرمایا و شکددنا منکذا کہ ہم نے ان کا ملک مضبوط کیا تھا تو جس ملک میں قتل اور فتن و فحور سے امن نہ ہو اور کسی کی جان و آبرو کا تحفظ نہ ہو سکے تو ہرگز وہ ملک مضبوط نہیں ہو سکتا نہ ہم۔ یہ کہ داؤد علیہ السلام کی شان میں فرمایا گیا و اتیناکم الحکمة کہ ہم نے ان کو علم و معرفت اور حکمت سے نوازا تھا اور حکمت نام ہے کمالات علیمہ اور عملیہ اور ظاہر ہے کہ ایسا شخص جو اس قسم کے افعال کا مرتکب ہو وہ حکیم و صاحب حکمت کیونکر ہو سکتا ہے دہم: یہ کہ ان کے حق میں فضل الخطاب یعنی فیصل کن بات کہنے کی توت و صلاحیت دی کہ ہر بات عدل و انصاف کی ترازو میں تلی ہوئی ہو تو کیا ایسا شخص جو اس قسم کی برائیوں کا ارتکاب کرتا ہو اسکو یہ تصور کیا جاسکتا ہے کہ اسکی ہر بات عدل و انصاف کی ترازو میں تلی ہوئی ہے۔

بہر کیف یہ دس وجوہ اور حضرت داؤد علیہ السلام کی صفات فاضلہ وہ ہیں جن کو نہایت صراحت کے ساتھ قرآن کریم نے بیان فرمایا ہے پھر یہ کہ کلام کی ابتداء انکی مدح و ثنا سے اور اتہا البی سبے پایاں عنایات نوازش سے کہ اِنَّ لَكَ عِنْدَنَا لَوْ لَفِي وَحُشْنٍ مَا بِكَ بے شک لنگے واسطے ہمارے یہاں عنایت ہی قرب و فیضیت کا درجہ ہے اور بہترین انجام ہے اور آخر یہ کہ خلافت برحق کے اعزاز سے نوازا دیا گیا تو ان وجوہ کے پیش نظر یہ بات بلا تردد و تامل تسلیم کرنی پڑے گی کہ یہ قصہ محض یہودیوں کا من گھڑت افسانہ ہے جس کے ذریعہ وہ اللہ کے اولوالعزم پیغمبروں کے تقدس کو پامال کرنا چاہتے ہیں اسی وجہ سے جمہور مفسرین اور محققین علماء نے اس پر اتفاق کیا ہے کہ یہ واقعہ بلاشبہ کذب اور افتراء ہے۔

حافظ ابن کثیر، علامہ ابن الجوزی، قاضی البراء السعوی، قاضی بیضاوی، قاضی عیاض، امام رازی، علامہ البوہیان، زمخشری، علامہ فلاں، ابن حزم، علامہ خاجی، شیخ احمد بن نصر، اور متاخرین مفسرین میں علامہ محمود آلوسی البغدادی صاحب تفسیر روح المعانی عرض ہر قرن اور دور کے مفسرین اس قصہ کے کذب و افتراء ہونے پر اتفاق کرتے رہے ہیں اور حافظ ابو محمد ابن حزم نے تو اپنی کتاب ”الفصل“ میں بڑی شدت کے ساتھ اس قصہ اور اس کے قریب جو باتیں بعض مفسرین نے بیان کیں انکی تردید کی ہے۔

ان سب باتوں کے علاوہ یہ بات قطعی ہے کہ یہ قصہ عصمت انبیاء کے منافی ہے اور عصمت انبیاء دین کی بنیاد ہے ظاہر ہے کہ اللہ کا دین اسکے احکام انبیاء ہی کے ذریعہ تو بندوں تک پہنچتے ہیں حضرات انبیاء خدا کے سفیر اور نمائندہ ہوتے ہیں اگر وہ معصوم نہ ہوں تو پھر انکی سفارت ہی کہاں سے قابل اعتماد ہو سکتی ہے اور ان کے لائے ہوئے احکام اور ان کا اسوۂ ہدایت اور فلاح و سعادت کیونکر ہو سکتا ہے عصمت انبیاء کا مسئلہ تو ایسے اصولِ مسلمہ میں سے ہے کہ کسی آیت کی تفسیر یا روایت کی

تشریح اور واقعہ کی توضیح و تفصیل میں اسکو ایک لمحہ کیلئے بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔
 لغرض یہ ہیں وہ دلائل اور وجوہ جن کے پیش نظر ان آیات کی تفسیر میں اس قصہ یا اس کے قریب دیگر
 ایسی روایات کو کسی درجہ میں بھی قابل قبول نہیں تصور کیا جاسکتا یقیناً ان تمام آیات کی تفسیر اس قصہ
 سے ہٹ کر ہی کی جائے گی۔

تفسیر آیات شتمہ بر قصہ داؤد علیہ السلام

گذشتہ تحقیق و تفصیل سے یہ سب تو واضح ہو گئی کہ یہ قصہ جو بعض مفسرین کی کتابوں میں مذکور ہونے کی وجہ سے
 مشہور ہو گیا نحو اور سب سے اصل بلکہ اصول شریعت و در خود قرآن کریم کی تصریحات کے قطعاً منافی ہے اس کے بعد اب
 ہم ان آیات کی تفسیر و توضیح کی طرف حق تعالیٰ شانہ کی توفیق و اعانت سے متوجہ ہوتے ہیں جو روایت درایت اور امور مترتبات سے بھی مطابق
 ہو اصل مقصد بیان اور سیاق و سباق سے ربط بھی معلوم ہو جائے اور یہ بھی معلوم ہو جائے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے سامنے مقدمہ
 پیش کرنے والے کون تھے اور مقدمہ کے فیصلہ پر حضرت داؤد کے اس گمان کا کیا مطلب ہے کہ انکی آزمائش کی گئی ہے اور اس پر توبہ و
 ستغفار میں منہمک ہو جانا کس وجہ سے تھا پھر یہ کہ اخیر میں بیان کردہ ثمرہ و نتیجہ **كَذٰلِكَ اِنَّا خَلَقْنَاكَ**
حَلِيفَةً فِی الْاَرْضِ کس طرح بیان کردہ اس واقعہ پر مرتب ہو رہا ہے وباللہ متوفی و هو یدہی
 الی الحق والی حسامہ مستقیم۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی تفسیر و امام رازیؒ کی اختیار کردہ تحقیق کے پیش نظر آیات مذکورہ
 کی سراسر اس طرح سمجھ میں آتی ہے کہ حق تعالیٰ شانہ نے بتدریج سورت میں قرآن کریم کی عزت و عظمت کو بیان
 فرمایا اور اسکے بالمقابل کفار مکہ کے جہل اور سبے ہودہ اعتراضات کا رد فرماتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ
 وسلم کو تسلی دی گئی **اِحْبِبُّوْهُ عَلٰی مَا یَحْتَوِلُوْنَ** کہ ”پس صبر کیجئے ان باتوں پر جو یہ کہتے ہیں اور یاد کیجئے ہمارے
 بندے داؤد کو کہ یہ اپنی تمام تر عظمتوں دینی و دنیوی عزتوں کے باوجود کیسے صابر اور اللہ رب العزت کی طرف
 رجوع کرنے والے تھے لہٰذا صبر کا تو یہ عالم تھا کہ کسی بھی نامناسب بات یا کسی طرف سے بے ادبی یا
 تکلیف دہ چیز پر انتہائی حلم اور صبر کا معاملہ کرتے حالانکہ خدا تعالیٰ نے انکو ایسی سلطنت اور دبدبہ دیا
 تھا کہ وہ کسی بھی کوتاہی اور لغزش پر جو چاہتے سزا دیتے یا تو بیخ و بن تہمت کرتے چنانچہ ایک دفعہ جب کہ
 یہ واقعہ پیش آیا کہ ناگہاں دو شخص ایک خصوصیت و جنگڑے کے کرانکے عبادت خانہ کی محراب پھلانگ کر
 اندر پہنچ گئے جب کہ وہ دن داؤد علیہ السلام کی عبادت کا تھا کسی کو آنے کی اجازت نہ تھی لیکن یہ لوگ
 غیر اصولی طریقہ سے بلا اجازت دیوار پھانڈ کر اندر گھس گئے اس پر داؤد علیہ السلام طبعی طور پر گھبرائے
 تو بے شک کہ یہ کون ہیں کیسے اندر آ گئے اور کیا ارادہ ہے ان حیالات سے گھبراہٹ طبعی امر ہے
 لیکن صبر و تحمل سے کام لیا نہ انکی بے قاعدگی پر تنبیہ کی اور نہ ہی کوئی سزا دی حالانکہ دنیا کے معمولی

حکام اور بادشاہ بھی بلا اجازت اس طرح گھس آنے والوں کو برا فرختہ ہو کر عتاب و ملامت کا مورد ہی نہیں بلکہ سزا بھی دیتے ہیں ان دونوں نے اگر اپنی خصوصیت بیان کرنی شروع کی اور یہ مقدمہ کوئی حقیقی خصوصیت نہ تھی بلکہ حضرت داؤد کے لیے من جانب اللہ ایک امتحان و آزمائش و تنبیہ کے طور پر دو فرشتوں کو بصورت مدعی و مدعی علیہ بھیجا گیا تاکہ جو ایک مرتبہ داؤد علیہ السلام کو ایک خیالِ اعجاب و خود پسندی کے درجہ میں واقع ہوا تھا اس پر تنبیہ ہو جائے مستدرک حاکم میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے منقول ہے کہ انہوں نے مارگاہ خداوندی میں ایک بار محض اللہ کے انعام کا فکرا کر کے ہوئے کہا اسے پروردگار داؤد کے گھرانے میں رات اور دن میں سے کوئی ساعت ایسی نہیں گزرتی جس میں آل داؤد میں سے کوئی نہ کوئی فرد تیری عبادت (نماز، ذکر و تسبیح) میں مشغول نہ رہتا ہو کیونکہ داؤد علیہ السلام نے سب دنوں کے چوبیس گھنٹوں کو اپنے گھر والوں پر فزوت بہ نوبت عبادت کے لیے اس طرح تقسیم کر رکھا تھا کہ ایک لمحہ کے لیے اس کا عبادت خانہ عبادت سے خالی نہ رہنے پاتے اور خود اپنی ذات کے لیے دن مقرر کر رکھے تھے اور جو دن عبادت کا مقرر تھا اس میں انکے سوا اور کوئی کام انجام نہ دیتے ساتھ ہی یہ بھی خیال آیا کہ یہ میرا حسن انتظام ہے کہ میں نے اپنے معمولات کو کیسا مرتب کر رکھا ہے کہ اس میں بحمد اللہ کوئی خلل نہیں آتا اللہ رب العزت کو یہ بات حضرت داؤد کے مقام کے لحاظ سے ناپسند ہوئی اس بات میں اگرچہ اللہ ہی کا شکر تھا اور اسکی حمد و تعریف تھی مگر پھر ایک طرحِ اعجاب و خود پسندی کا شائبہ تھا انبیاء علیہم السلام کا مقام اس قدر عالی و بلند نہ ہوتا ہے کہ یہ معمولی شائبہ بھی خدا کو ناپسند ہو یا کیونکہ بڑوں کی معمولی اور پھولی بات میں بڑی اور قابل گرفت سمجھی جاتی ہے۔

بعض روایات میں ہے ارشاد ہوا اے داؤد! یہ سب کچھ ہماری توفیق سے ہے اگر ہماری توفیق و مدد شامل حال نہ ہوتو تو اس چیز پر قدرت نہیں پاسکتا خواہ ہزار کوشش کرے اور نہ ہی نبھا سکے گا قسم ہے میری عظمت و جلال کی میں ایک روز تجھ کو اپنے نفس کے سپرد کر دوں گا یعنی اپنی مدد ہٹا لوں گا پھر دیکھنا کہاں تک تو اپنی عبادت و معمول کو برقرار رکھ سکتا ہے عرض کیا اے پروردگار مجھے اس دن کی خبر کر دیجیے پس اسی روز قدرت خداوندی سے یہ معادہ پیش آیا اور اس طرح اس آزمائش میں مبتلا

صلی اللہ علیہ وسلم نسخ الاسلام حضرت مولانا تبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے بحوالہ مدارج السالکین ص ۱۱۱ فرمایا بعض آثار میں ہے کہ بندہ اگر کوئی نیکی کرے یہ کہتا ہے کہ اے پروردگار میں نے یہ کام کیا میں نے صدق کیا میں نے ہمارے پڑوسی میں نے کھانا کھلایا تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اور میں نے تیری مدد کی میں نے تجھ کو توفیق دی اور جب بندہ کہتا ہے اے پروردگار تو نے میری مدد کی تو نے مجھ کو توفیق بخشی اور تو نے مجھ پر احسان فرمایا تو اللہ تعالیٰ یہ کہتا ہے "اور تو نے عمل کیا" تو نے ارادہ کیا تو نے یہ نیکی کی" (افانہ قرآن کریم نسخ الاسلام)

اور اس قدر ثابت الی اللہ اگر مگ غائب آیا کہ سر بسجود ہوئے، ارگاہ خداوندی میں تضرع و زاری کرنے لگے اسی کیفیت کو بیان فرمایا جا رہا ہے فَسْتَغْفِرُكَ رَبُّكَ وَتَحْتَ وَحْوَكَ اِذَا قُتِلَ كِتَابٌ ظاہر ہے کہ ایک ایسی معمولی چوک پر یہ آہ و زاری اور سجدہ میں گر پڑنا اور توبہ و استغفار میں مصروف ہو جانا بہت ہی عظیم مقام ہے خشیت خداوندی اور ثابت الی اللہ اس توبہ و استغفار کی عظمت و درجہ و امانت الی اللہ کا مقام اس حدیث کے ظاہر ہوتا ہے جو عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے روایت ہے فرمایا ایک شخص صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بیان کیا یا رسول اللہ آج رات میں نے اپنے آپ کو خواب میں اس طرح دیکھا کہ میں ایک درخت کے پیچھے کھڑا نماز پڑھ رہا ہوں میں نے سجدہ کیا تو درخت بھی میرے ساتھ سجدہ میں گر پڑا میں نے یہ سنا درخت یہ سبح پڑھ رہا ہے اَللّٰهُمَّ اَكْتُبْ لِيْ بِهَا حَسَنَةً اَحْسَنَ وَحِطَّ عَمِيْ بِهَا وَرَبِّهَا وَجَعَلَهَا لِيْ عَمَلًا ذَخِرًا وَتَقَبَّلَهَا مِنِّيْ كَمَا تَقْبَلُ مِنَ عِبْدِكَ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ رَے اللہ تو اس سجدہ کی وجہ سے اپنے یہاں میرے لیے ایک اجر لکھ دے اور اسکی وجہ سے ایک گناہ معاف فرما دے اور اپنے یہاں اس سجدہ کو میرے واسطے ذخیرہ بنائے اور تو اس سجدہ کو ایسا ہی قبول فرمائے جیسا کہ تو نے اپنے بندہ داؤد علیہ السلام سے قبول کیا اس عبادت گزار نے فرماتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خواب سنے ہی آیت سجدہ تلاوت فرمائی اظہار یہی آیت سجدہ تلاوت فرمائی ہوگی جو حضرت داؤد علیہ السلام کے اس واقعہ پر مشتمل ہے یعنی وَكُنْتَ دَاوُدَ اَكْثَمًا فَتَنَّاہُ فَاسْتَعْظَمَ رَبُّكَ وَحْوَكَ اِذَا قُتِلَ كِتَابٌ ظاہر ہے کہ اس نے سنا آپ دہی عبادت پڑھ رہے ہیں جو اس شخص نے درخت سے سنے ہوئے الفاظ نقل کیے تھے اسی حد تک بات نہیں بلکہ اس سجدہ داؤدی کا تو یہ مقام ہے مجاہد بیان کرتے ہیں میں نے ابن عباس سے یہ دریافت کیا کہ کیا میں سورہ ص میں سجدہ تلاوت کیا کروں حضرت عبد اللہ بن عباس نے یہ آیات تلاوت فرمائیں وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِمْ دَاوُدُ وَسُلَيْمٰنُ وَأَبُوْهُمَا وَيُوْسُفُ - - - - - اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدٰى اللّٰهُ فَيُھْدِيْہُمْ اَقْتَدِ بِہُمْ - اور فرمایا تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تو اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ ان حضرات انبیاء کی پیروی کریں اور ظاہر ہے کہ جب داؤد علیہ السلام کا سجدہ میں گر پڑنا اس آیت میں بیان کیا جا رہا ہے اور ان کی پیروی کا حکم خود تمہارے پیغمبر کو دیا گیا تو تم پر درجہ اولی اس کی تعمین ضروری ہوگی اس حدیث نے سجدہ داؤد علیہ السلام کی بوعظمت ظاہر کی وہ اظہار من شمس ہے تو ظاہر ہے کہ ایک معمولی سی بات جو صرف اس حد تک تھی کہ شکر خداوندی کے ساتھ خود پسندی کا شائبہ محسوس ہونے لگا تھا، پر اسی توبہ و استغفار اور تضرع و ثابت الی اللہ کے ساتھ سر بسجود ہونا بے شک ایسے ہی انعام

ملکہ برابری حضرت رضی اللہ عنہ تھے شیخ جریری نے تصحیح المصابیح میں اسی کی تشریح کی ہے مرقاة شرح مشکوٰۃ بحوالہ حاشیہ مشکوٰۃ المصابیح ۱۲۔

کا ذریعہ ہو سکتا ہے جس کو ارشاد فرمایا گیا فَعَصْرٌ نَّالَهُ ذَٰلِكَ وَلَئِكَ كُنَّا لَنَظُنُّكَ كَاشِحًا مِّمَّنْ مَّابِیْ
معمولی سی بات پر اسی سے قراری اور تفرغ و زاری سے بندہ کے مقامات اس قدر بلند ہوتے ہیں
کہ رس ہا برس کی عبادات بھی اسکو ایسے عظیم اور بلند مقام پر نہیں پہنچا سکتیں اس بنا پر اس توبہ و استغفار
پر خلافت فی الارض کا عظیم نمرہ و انعام مرتب ہوا جسکو یَا ذُرِّیَّتَا حَعْلَدَ لَكَ خَلِیْفَةٌ فِی الْمَآرِضِ
میں ذکر فرمایا گیا کہ اسے داؤد ہم نے تم کو زمین میں امانا تب بنادیا ہذا تم اسی کے حکم پر جلو اور محادث
کے فیصلے عدل و انصاف کے ساتھ کرتے رہو کبھی کسی معاملہ میں خواہش نفس کا دوسرے بھی نہ آنے پائے
وہاں ہر کہ مقدمہ میں خصوصیت کرے والوں نے جو صورت مقدمہ پیش کی اِخْتِیْلَ لَكَ تَسْعٌ وَتَسْعُونَ
نَجْمَةٌ فِی سَبْعِ نَجْمَةٍ قَآحِدَةٌ س کا کوئی تعلق حضرت داؤد کے کسی واقعہ سے نہیں اور نہ ان الفاظ میں انکی
کسی بات کی طرف تلمیح و اشارہ ہے بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ معاملات میں پیش آنے والے مظالم و زیادتیاں
کا بیان ہے کہ اس طرح برطاقتور اپنے کمزور بھائی پر ظلم کرتا ہے اور انسان کی حرص کی کوئی انتہا نہیں حتیٰ کہ
اگر اسکے پاس ۹۹ ذہباں ہوں اور اسکے عزیز بھائی کے پاس صرف ایک ہی بکری ہو تو وہ بھی چاہے گا اور
اپنی امکانی حد تک بھی تدبیر کرے گا کہ اس عزیز بھائی کی وہ ایک بکری بھی قبضہ لے۔

یہی بات کہ اس ظلم و تعدی کی روش کو بیان کرنے میں دنیوں کا کس وجہ سے ذکر کیا گیا ہو سکتا
ہے کہ اس زمانہ میں زیادہ تر معیشت کا مال کمزور ہی ہوتی ہوں اور یہ تعبیر ایسی ہی ہو جس طرح کہ بعض احادیث
میں مال و دولت کے تول کے سلسلہ میں اونٹوں کا ذکر ہے مثلاً حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے آپ کا ارشاد
لَنْ يَهْدِيَ اللَّهُ رَجُلًا وَاحِدًا اَحْيَا لَكَ مِنْ حَسَنِ النِّعَمِ اَسَى عَلٰی اَکْثَرِ سِرِّ ذَرِیَّةِ اللَّهِ
فعالی ایک شخص کو بھی ہدایت دے دے تو یہ تیرے واسطے سرخ اونٹوں سے بھی بہتر ہوگا اور کتاب
فضائل القرآن میں ہے اگر کوئی شخص صبح ہی صبح مسجد میں دو آیتیں کتاب اللہ کی کسی کو سکھا دے تو
دو اونٹنیوں سے بہتر ہے اور تین آیات میں اونٹنیوں سے بہتر اور اسی طرح جس قدر تعداد آیات کتاب
اللہ کی تعلیم دے گا اتنی ہی تعداد اونٹنیوں سے بڑھ کر ہوگا علی ہذا الصیاس بہت سی احادیث ہیں اسی
طرح کا عنوان ذکر فرمایا گیا تو یہاں آیات میں دنیوں کا ذکر اس زمانہ کے قبل قدر مال ہونے کی
حیثیت سے ہو سکتا ہے یہ کہ اس سے کسی ناص پیش آمدہ واقعہ کی طرف تلمیح و اشارہ ہو اور ناسوے
کا عدد جمع میں انتہائی عدد ہے اور ایک عدد قسمت میں سب سے آخری درجہ رکھتا ہے اس وجہ
سے ظام کا باوجود کثرت مال کے غریب و تنگ دست پر جو انتہائی غرت و افلاس کے مقام پر ہو ظلم و تعدی
کرنا ناسوے اور ایک کے عدد سے تعبیر کیا گیا۔

بعض حضرات مفسرین کے کلام سے یہ مہموم ہوتا ہے کہ داؤد علیہ السلام کی وہ حشر جس پر من
جانب اللہ تنبیہ کی گئی یہ تھی کہ انہوں نے محض مدعی کے بیان پر ایک کو ظام اور دوسرے کو مظلوم کے
درجہ میں قرار دے کر یہ فرمایا لَقَدْ ظَلَمَكَ بِسُؤَالِ نَجِیْنِكَ اِلٰی رَاجِحِهِ حَالًا نَّكَ اَوْلٰی بِصِبْیَتِهِ نَحَا

کہ مدعی کے دعویٰ کے بعد مدعی غیر سے وضاحت طلب کرتے پھر مدعی سے مینہ اور ثبوت طلب کرتے اسکے بعد یہ فرماتے مگر ظاہر قرائن مؤیدہ کے باعث سمجھ لیا کہ دافعی ان میں سے ایک تعدی کر رہا ہے اور دوسرا اس صورت حال میں مظلوم ہے تو قانون سماعت دعویٰ میں ظاہر کچھ کمی رہ گئی تھی تو اس پر فوراً ہی تنبیہ ہو کر استغفار و دسا اور تضرع میں مصروف ہو گئے

خلیفہ اور بادشاہ میں فرق

ان بات میں حضرت داؤد علیہ السلام کو انعامات خداوندی میں سے خدفت فی الارض کے انعام و اعزاز سے نوازنے کا ذکر فرمایا گیا نبوت و رسالت تو پہلے ہی عطا فرمادی گئی تھی مزید، نعم یہ فرمایا کہ اس کے ساتھ سلطنت و حکومت سے بھی نواز دیا گیا اور ساتھ ہی اس عظیم منصب کی اہم ذمہ داریوں کی طرف بھی توجہ دلا دی کہ (۱) فَأَحْكُم بَيْنَهُم بِالْحَقِّ: اے داؤد لوگوں کے درمیان حق کے مطابق فیصلہ کرنا (۲) وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوَىٰ كَهَوَايَ كِهْوَاسِ غَسْ كِي كِهْمِي پیروی نہ کرنا کیونکہ عدل و انصاف کے قیام میں اصل رکاوٹ خواہشات نفس ہیں اس لیے یہ بات ظاہر ہے کہ خواہشات غس کی پیروی کرنے والا کسی طرح بھی عدل قائم نہیں کر سکتا اور خدفت البیہ کی اصل حقیقت قیام عدل ہی ہے ان دو مبادی ذمہ دار ہونا کو بیان فرماتے ہوئے یہ ظاہر کر دیا گیا کہ انکی اساس فکر آخرت ہے نہ کہ آخرت سے عدل بھی قائم کیا جاسکتا ہے اور ہوائے نفس سے کس انسان محفوظ رہ سکتا ہے۔

ازالۃ الخفا میں حضرت شاہ ولی اللہ قدس اللہ سرہ نے خلیفہ اور بادشاہ میں فرق کے موضوع پر کلام کرتے ہوئے فرمایا ایک بار حضرت عمرؓ نے طلحہؓ، زبیرؓ، کعبؓ، جبارؓ اور سلمان فارسیؓ سے دریافت کیا کہ بنیاد خلیفہ اور بادشاہ میں کیا فرق ہے حضرت سلمانؓ نے کہا خلیفہ وہ ہے جو رعیت میں عدل کرے اور مال غنیمت برابر تقسیم کرے اور رعایا پر اس طرح شفقت کرے جیسے اپنے اہل و عیال پر کرتا ہو کعبؓ جب کہنے لگے میرا خیال تو یہ تھا کہ یہ معنی اس مجلس میں سرے علاوہ شاید کوئی اور شخص نہ جانتا ہو۔

سیدنا ابن ابی العوجائے روایت ہے کہ ایک روز عمر فاروقؓ اپنی مجلس میں یہ فرماتے لگے میں نہیں جانتا کہ میں خلیفہ ہوں یا بادشاہ حاضرین مجلس میں سے ایک شخص بولا اے امیر المؤمنین خلیفہ اور بادشاہ میں تین فرق ہے اور وہ یہ کہ خلیفہ مال نہیں لبتا مگر حق کے ساتھ اور خراج نہیں کرتا مگر حق کے ساتھ اور آپ محمدؐ لبتا ایسے ہی ہیں اسکے برعکس بادشاہ ظلم کرتا ہے اور جس طرح چاہتا ہے لبتا ہے اور جسے چاہے دیتا ہے (اور خدا کے فضل سے آپ ایسے نہیں ہیں) سن کر آپؐ خاموش ہو گئے اور ایک روایت میں ہے کہ آپؐ رونے لگے بعض روایات میں ہے کہ امیر معاویہؓ جب مسجد پر بیٹھے تو یہ کہا کرے خلافت نہ مال جمع کرنے کا نام ہے اور نہ خراج کرے کا بلکہ خلافت اس کا نام ہے کہ حق پر عمل کرے اور فساد میں عدل

کرے در لوگوں کو حکم لے کر قائم کرے ازارۃ الفقار ص ۵۴۳۔

ان آخری کلمات میں یہ بھی واضح کر دیا گیا کہ اصل حاکمیت صرف اللہ کے لیے ہے کیونکہ یہی کام تو حکام الہیہ کا نفاذ ہے اس لحاظ سے اس عظیم ذمہ داری کے انجام دینے کے لیے ایک خاص ہدایت یہ فرمادی گئی **فَاَحْكُم بَيْنَهُم بِاَمْرِ رَبِّكَ** کے مطابق فیصلہ کرنے اور اقامتِ عدل میں نفس کی خواہشات کا حق نفی ہے تو اس سے احتساب کی تاکید کرتے ہوئے فرمایا گیا **وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوَىَٰ فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيلِ اللّٰهِ** کہ خود کی راہ سے ہٹنا اور ساتھ اتباع ہوئی در نفس کی پیروی کا نتیجہ بھی بیان کر دیا گیا **فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيلِ اللّٰهِ** کہ خدا کی راہ سے ہٹنا ہے اور خدا کی راہ سے ہٹنے اور گمراہ ہو جانے کا انجام عذابِ عظیم ہے تو ان چند الفاظ ہی میں گویا اسلامی سلطنت کے فرمانروا کی حیثیت و حقیقت اسکی ذمہ داریاں اور ذمہ داریوں کو انجام دینے میں رکاوٹ پیدا کرنے والے اسباب اور اس پر مرتب ہونے والے نتائج و ثمرات بیان فرما دیئے گئے اب اسی مناسبت سے آئندہ آیات **وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَلَا اَرْضَ فِیْ تَحْوِیْنِ کَاۡنٰتٍ** کی عرض اور دنیا میں انسانی حیات کا مقصد ذکر فرمایا جا رہا ہے۔

وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَاۤ اِلَّاۤ اِلٰھَ ذٰلِكَ ظَنُّۙ

در ہم نے نہیں بسا آسمان اور زمین کو اور جو اسکے بیچ ہے نہ تو یہ خیال ہے انکا

الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡاۤ فَوَیۡلٌۢ لِّلَّذِیۡنَ کَفَرُوۡاۤ مِنَ النَّارِ ۖ

جو منکر ہیں سو خرابی ہے منکروں کو آگ سے

اَمْ نَجْعَلُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کَالْمُفْسِدِیۡنَ

کیا ہم کریں گے ایمان والوں کو جو کرتے ہیں نیکیاں برابر انکے جو خرابی ڈالیں

فِی الْاَرْضِ اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِیۡنَ کَالْفُجَّارِ ۚ ۖ

ملک میں کیا ہم کریں گے ڈر والوں کو برابر ڈھیٹ لوگوں کے ایک کتاب ہے

اَنْزَلْنٰہٗ اِلَیْكَ مُبٰرَکٌۢ لَّیۡدَبُرُوۡاۤ اٰیٰتِہٖ وَلِیَتَذَکَّرَ

جو ہماری ہم سے بڑی طرف برکت کی تادھیان کریں۔ سکن باتیں اور تابھیں

اُولٰٓئِکَ الْاَلْبَابُ ۚ

عقرب والے

بیان حکمت تخلیق کائنات و اثبات حشر و ذکر عظمت کتاب خداوندی

قال الله تعالى وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاءَ وَالْأَرْضَ .. الى .. وَلِيَتَذَكَّرَ أُولُوا الْأَلْبَابِ

گزشتہ آیات کا مضمون حضرت داؤد علیہ السلام کی خلافت کی ذمہ داریوں کے بیان اور اس میں اتباع نفس کے حامل ہونے اور اسکے انجام پر ختم ہوا تھا اسکے بعد اب ان آیات مبارکہ میں تخلیق کائنات کی حکمت بیان فرمائی جا رہی ہے اور چونکہ حیات دنیوی آخرت کی تیاری کیلئے ہے تو جملاً حشر کا اثبات بھی فرمایا جا رہا ہے اور یہ کہ قرآن کریم وہ کتاب مبارکہ ہے جسکی آیات میں تدبیر اور ایمان و تقویٰ اور کفر و نافرمانی در صلاح و مساد میں فرق واضح کر کے انسانوں کے دو گروہ متعین کرنا ہے ایک گروہ صالحین و مطیعین کا دوسرا مفسدین و مجرمین کا دھریہ اور نیچری قیامت کے منکر ہیں اور انکا یہ گمان ہے کہ دنیا ہمیشہ سے اسی طرح چلی آرہی ہے اور آئندہ بھی اسی طرح چلتی رہے گی لوگ پیدا ہوتے رہیں گے اور مرتے رہیں گے اور یہ سلسلہ غیر متناہی طور پر جاری رہے گا رحمن و رحیم و بھی قیامت کے قاتل نہیں بلکہ وہ تناسخ کا عقیدہ رکھتے ہیں بعض اسامیج کچھ بعد کسی دوسرے جنم میں چل جاتا ہے اور یہ دوسرا جنم گزشتہ جنم کی بھلائی اور بُرائی کے مطابق ہو تا ہے تو ان آیات میں ایسے مہمل عقائد کا بھی ابطال در در فرمایا جا رہا ہے اور نہیں پیدا کیا ہم نے آسمان و زمین اور جو کچھ انکے درمیان ہے بیکار اور خالی از حکمت بلکہ ان میں بے شمار حکمتیں ہیں اور سب سے بڑی حکمت یہ کہ کائنات کی ہر موجود چیز خدا کی قدرت و وحدانیت پر دلالت کرتی ہے اور یہ کہ اس زندگی کے بعد آخرت کی زندگی برحق اور یقینی ہے اسکے واسطے انسان کو تیاری کرنے کی ضرورت ہے یہ تو جیسا ہے کافروں کا کہ اس جیات کے بعد پھر کوئی حیات نہیں اور حشر و نشر اور جزا و سزا نہیں ہے پس ہلاکت و تباہی ہے ان کافروں کے لیے جہنم کی آگ سے ظاہر ہے کہ ان کافروں نے آخرت اور عذاب آخرت کا انکار کر کے اپنے واسطے جہنم کی آگ اختیار کر لی ہے۔

آسمان و زمین اور انکے درمیان مملہ موجودات حتیٰ تعالیٰ کی قدرت و خالقیت اور کہاں حکمت کی واضح دلیل ہیں ن دلائل و حقائق کو نہ مانتے دالے محرم و نافرمان اور باعی و مفسد ہیں اور ان پر ایمان و یقین رکھنے والے مومنین و متقیین ہیں اور یقیناً ان دونوں گروہوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے بدو لوں گروہ برگز ایک طرح کے نہیں ہو سکتے تو کیا ہم ان لوگوں کو جو کہ ایمان لاتے اور انہوں سے اچھے کام کیے ان کے برابر کر دیں گے جو کفر و نافرمانی کر کے دنیا میں فساد کرتے پھرتے ہیں یا باغاہ دیگر یوں کہہ لو کہ کیا ہم پر ہیز گاروں و تقویٰ والوں کو سزا دیں اور فاحشوں کے برابر کر دیں گے نہیں برگز ایسا نہیں ہو سکتا بلکہ جس حکمت کے باعث تخلیق کائنات کی گئی اسکے پیش نظر بھی ضروری ہے کہ ایمان و توحید کے ساتھ طاعت گزاروں کو نجات و احاطات کا مستحق قرار دیا جائے اور فساد و فجار اور کفر و نافرمانی کے درجے زمین میں مساد

برپا کرنے والوں کو عذاب جہنم کا مستحق بنایا جائے یہی وہ قانون حکمت ہے جس کا ترجمان یہ قرآن ایک ایسی کتاب ہے جو آپ کی طرف اتاری گئی بابرکت ہے اس عرض سے کہ لوگ اس کی آیات میں غور و فکر کریں اور اس حقیقت کو معلوم کر کے اور سمجھ کر اس سے اہل فہم نصیحت حاصل کریں کہ تخلیق کائنات کا یہی مقصد ہے اور حکمت خداوندی کا بھی یہی تقاضا ہے کہ عدل و انصاف قائم کر کے یوں کوئی کی جزاء اور بدکاروں کو بدکاری کی سزا دی جائے اس لیے ضروری ہوا کہ کوئی وقت حساب و کتاب اور جزاء و سزا کا رکھا جائے اور ظاہر ہے کہ یہ وقت صرف آخرت اور یوم قیامت ہی ہو سکتا ہے کیونکہ دنیا تو دارالعمل اور دارالامتحان ہے اور حقیقی جزاء و سزا دوران عمل دارالعمل اور دارالامتحان میں قائم نہیں کی جاسکتی اس لیے کہ پھر دنیا کی زندگی میں خیر و شر کی آزمائش کا سلسلہ باقی نہ رہ سکے گا اس بنا پر فجر صادق کی خبر اور فرماں خداوندی پر ایمان رستے ہوئے قیامت کا اقرار کرنا پڑے گا اور یہ بھی نہ ناپڑے گا کہ آسمان وزمین اور جملہ کائنات کی تخلیق عبث و بیکار اور غالی از حکمت نہیں اور ظاہر ہے کہ نیک و بد کے اجماع کی یہ تفریق کتاب ہدایت ہی کے ذریعہ بتائی جاسکتی تھی اس لیے یہ کتاب ہدایت حق تعالیٰ کی طرف سے نازل کی گئی تاکہ اسکی بات میں تدبیر اور غور و فکر کے اس فہم عبرت و نصیحت حاصل کر لیں اور یقین کر میں کہ مستند مجازات اور معاد و آخرت عقل اور فطرت کے عین مطابق ہے حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ اپنے فوائد قرآن کریم میں فرماتے ہیں شاید نڈبوت سے قوت علمیہ اور نڈبوت سے قوت علمیہ کی تمکین کی طرف اشارہ ہو کیونکہ ان ہی قوتوں کی تکمیل اور صلاح سے انسانی سعادت کی مسزین طے ہوتی ہیں۔

وَوَهَبْنَا لِدَاوُدَ سُلَيْمَنَ نِعَمَ الْعَبْدِ إِنَّهُ

اور دیا ہم نے داؤد کو سلیمان بہت خوب بندہ وہ ہے رجوع

أَوَّابٌ ۝۳۰ إِذْ عَرَضَ عَلَيْهِ بِالْعِشِيِّ الصِّفَاتُ الْجِيَادُ ۝۳۱

رہنے والا جب دکھانے کو آئے اسکے سامنے شام کو گھوڑے خاصے

فَقَالَ إِنِّي أَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَيْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّي حَتَّىٰ

تو بولا میں نے چاہی محبت مال کی اپنے رب کی یاد سے یہاں تک

تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ ۝۳۲ رُدُّوْهَا عَلٰی فُطَيْقٍ مَّسْحًا

کہ چھپ گیا ادھ میں پھر لاؤ انکو میرے پاس پھر لگا جھاڑنے

بِالسُّوقِ وَالْأَعْنَاقِ ۝ وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمَانَ ۖ وَالْقَيْنَا

پنڈلیاں اور گردنیں اور ہم نے جانچا سلیمان کو اور ڈال دیا

عَلَى كُرْسِيِّهِ جَسَدًا ثُمَّ أَنَابَ ۝ قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِي

میں نے تخت پر ایک دھڑ پھر وہ رجوع ہو بولا اے رب میرے معاف کر مجھ

وَهَبْ لِي مَلَكًا لَا يَتَّبِعُنِي لِأَحَدٍ مِّنْ بَعْدِي إِنَّكَ

کو اور بخش مجھ کو وہ بادشاہی کرنے چاہئے کسی کو میرے پیچھے بے شک

أَنْتَ الْوَهَّابُ ۝ فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيحَ تَجْرِي بِأَمْرِهِ

تو بے محنت والا پھر ہم نے تاج کی اس کے باوجود چلتی اس کے حکم سے

رُخَاءً حَيْثُ أَصَابَ ۝ وَالشَّيْطَانُ كُلُّ بَنَاءٍ وَ

نرم نرم جہاں پہنچا چاہتا اور تابع کیسے شیطان سارے عمارت کرنے والے

غَوَاصٍ ۝ وَآخَرِينَ مُقَرَّنِينَ فِي الْأَصْفَادِ ۝ هَذَا

اور غوطے لگانے والے اور کئے اور بندھے ہوئے بیڑوں میں یہ ہے

عَطَاؤُنَا فَامْنُنْ أَوْ أَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝ وَإِنَّ لَهُ

بخشش ہماری اب تو امان کر یا رکھ چھوڑ کچھ نہیں حساب اور اس کو

عِنْدَنَا لَزُلْفَىٰ وَحَسَنَ مَّآبٍ ۝

ہمارے پاس مرتبہ ہے اور اچھا ٹھکانہ

قصہ حضرت سلیمان علیہ السلام و بیان انابت الی اللہ

مع حکومت و سلطنت و جملہ انعامات دنیویہ

قال اللہ تعالیٰ وَوَهَبْنَا لَكَ أَوْكَدَ سُلَيْمَانَ إِلَى وَحَسَنَ مَّآبٍ

گذشتہ آیات میں حضرت داؤد علیہ السلام کا واقعہ اور انکو دین و دنیا کی نعمتوں اور حق تعالیٰ کی طرف سے خلافت فی الارض کے اعزاز سے نوازے جانے کا ذکر تھا اس ضمن میں خلافت الہیہ کا مقصد اس کی ذمہ داریوں اور ذمہ داریوں کی تکمیل میں جو چیزیں عامل ہوتی ہیں ان کا بیان کر کے تخلیق کائنات کی حکمت کا ذکر تھا اور یہ کہ بنک و بدکا انجام یوم حساب میں سامنے آکر رہے گا اب اس آیت میں داؤد کے فرزند حضرت سلیمانؑ کا واقعہ بیان فرمایا جا رہا ہے جو نبوت و سلطنت اور جملہ کمالات عمیہ و علیہ کا حامل ہے حق تعالیٰ کے انعامات میں سے ایک عظیم انعام ہے اس سے بڑھ کر کسی پر کیا انعام ہو سکتا ہے کہ اس کو سلیمانؑ جب فرزند نصیب ہوا اور خود سلیمان علیہ السلام کا کس قدر عظیم رتبہ ہے کہ انکو دین و دنیا کے ہر اعزاز اور ہر طرح کی نعمت سے نواز دیا گیا حتیٰ کہ ان کی حکومت جن و انس پر ہوئی ہو ایش اور پرندائیکے تابع کر دیئے گئے غرض دونوں ہی کمالات و فضائل میں عجیب بلند مقام رکھنے والے تھے ذَلِکَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْہِ مَن یَّشَاءُ وَہُوَ غَنّیٌّ عَنِ الْعَالَمِینَ اور عطا کیا ہم نے داؤد کو سلیمان جیسا فرزند کیا یہی اچھے بندے تھے کہ خدا کی

عبودیت و بندگی ان کی زندگی کا ذوق بنی ہوئی تھی بے شک وہ خدا کی طرف بڑے ہی رجوع ہونے والے تھے چنانچہ ان کا وہ قصہ ایک یادگار اور قابل ذکر قصہ ہے جب کہ ایک روز شام کے وقت انکے سامنے اصیل اور عمدہ تیز رو گھوڑے بغرض چہ دبیش کئے گئے اور انکے دیکھنے میں اس قدر

منہ اعشی لغت میں روال کے بعد سے غروب تک وقت کیلئے اطلاق کیا جاتا ہے۔
 صافناست جمع صافن کی ہے بعض ائمہ لغت صافن بمعنی واقف بایں معنی عمدہ گھوڑے پر اطلاق کرتے ہیں کہ عمدہ گھوڑے اگلے قدم اٹھا کر پچھلے قدموں پر کھڑے ہو جاتے ہیں جو انکی نجاست و عمدگی کی نشانی ہوتی ہے چنانچہ ابو عبیدہؓ ہی بیان کرتے ہیں جیاد جمع جواد کی ہے تیز دوڑنے والے گھوڑے کو جواد کہتے ہیں بعض کا قول ہے کہ لمبی گردن کے گھوڑوں کو جیاد کہتے ہیں حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ حَقَّ لَوَاکِشٌ بِالْجَبَابِ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ سلیمان علیہ السلام کا جہاد و آلے گھوڑوں کے ملاحظہ میں مشغول ہونا خود درحقیقت ایک عبادت تھا جس میں نہماک و اشتغال سے نماز عصر کا وقت ہونا ایسا ہی ہوا جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے غزوہ احزاب میں پیش آیا تھا کہ سورج غروب ہو گیا و نماز عصر نہ پڑھ سکے تو خدا کے پیغمبر سلیمان علیہ السلام کو یہ واقعہ غفلت سے الیاذ باللہ ہرگز نہیں پیش آیا بلکہ ایک عبادت میں انہماک و اشتغال دوسری عبادت کے فوستہ ہونے کا ذریعہ بنا اس پر سلیمانؑ کے رنج و غصہ کی مثال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوہ احزاب والے واقعہ میں وہ تھی جس کو حدیث نے بیان کیا کہ عمر فاروقؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے غروب شمس کے بعد اور کفار مکہ کو بدعائیں دے رہے تھے کہ خدا ان کو ہلاک کرے یا رسول اللہؐ میں عصر کی نماز نہ پڑھ سکا حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

دیر ہو گئی کہ دن چھپ گیا اور نماز عصر یا اس وقت کا کوئی معمول فوت ہو گیا جذبہ جہاد اور اعداء اللہ سے قتال کا شوق قلب پر اس قدر غالب تھا کہ اس امر کا خیال نہ رہا کہ وقت نکلا جا رہا ہے اور بیت و محل کے باعث کسی خادم کو اس بات کی جرأت نہ ہوئی کہ مطلع یا موجدہ کر دے جو وہی وقت کے فوت ہونے پر تنبیہ ہوا تو چونک کر کہنے لگے افسوس میں تو مال کی محبت میں لگ کر اپنے رب کی یاد سے یعنی نماز و معمول سے غافل ہو گیا یہاں تک کہ آفتاب پردہ میں چھپ گیا اور میری عصر کی نماز فوت ہو گئی اگرچہ جہاد کی تیاری اور جہاد کے سیتے گھوڑوں کا معائنہ بھی عبادت ہے لیکن ایمان کے بعد نماز سے اور فرائض سے بڑھ کر کوئی عبادت نہیں اس وجہ سے نماز کے فوت ہونے کا دل پر بے حد صدمہ ہوا اور اس رنج و صدمہ کی کیفیت میں خادم کو حکم دیا ان گھوڑوں کو میرے سامنے پھر لے آؤ چنانچہ جب وہ لائے گئے تو ان گھوڑوں کی پندلیوں اور گردنوں پر تلوار سے ہاتھ صاف کرنا شروع کر دیا یعنی اس محل درنج اور غصہ کی کیفیت میں سب کو ذبح کرنا شروع کر دیا اگرچہ یہ مال کی محبت نہ تھی بلکہ جذبہ جہاد کے باعث تھا مگر صورت ایسی واقع ہو گئی کہ اس کا یہ اثر ہوا خواص اور مقربین کی بھی شان ہوتی ہے کہ اگر یہ برابر بھی فرق ہو جائے تو غم اور فکر و پریشانی کی حد نہیں رہتی ۔

گر ز باغ دں حلائے کم بود : بر دل سالک ہزاراں غم بود
یہ بات ایسی ہی ہوتی ہے جس طرح ایک صحابی کو نماز میں اپنے باغ کا خیال آیا تو سدم پھرتے ہی اسکو اللہ کی راہ میں صدقہ کر دیا گیا گویا سلیمانؑ نے انکی اللہ کی راہ میں قربانی کر ڈالی اور ہو سکتا ہے کہ اس زمانہ میں گھوڑے کا گوشت حلال ہو یا اسکی قربانی درست ہو یا یہ عمل شدت غضب میں واقع ہوا ہو بہر کیف حضرت سلیمانؑ جیسے برگزیدہ پیغمبر کی عبرت یمانی نے سس بات پر ان کو آمادہ کیا کہ جس ماں کے معائنہ میں نماز ضائع ہوئی اور وہ مال ذکر خداوند کی سے غفلت کا سبب بنا اس کو اس طرح ختم کر دیا جائے یہ ایمانی غیرت اور ذکر خدا کی محبت کا یہ جوش اور علیہ یقیناً قابل مدح واقعہ

نے ارشاد فرمایا خدا کی قسم میں بھی نہیں پڑھ سکا اگر آپ نے یہ کلمات فرمائے مَلَأَ اللّٰهُ مَبُوتَهُمْ وَفَنَّى رَوَابِئَهُمْ بِطُونِهِمْ وَقَسَوْهُمْ نَارًا جَسُونَا عَنْ الصَّلَاةِ لَوْ سَطَى صَلَوةُ الْعَصْرِ: یعنی خدا تعالیٰ انکے گھروں اور ان کی قبروں کو آگ سے بھر دے کہ انہوں نے ہمیں نماز عصر سے روکے رکھا تو یہاں اس قصہ میں سلیمان علیہ السلام کا رنج و غم اور غصہ اس طرح ظاہر ہوا کہ ان گھوڑوں کی کوچیں کاٹنے لگے یہی تفسیر اکثر ائمہ مفسرین نے اختیار کی ہے حافظ ابن کثیرؒ کو طبعاً کا ایک مفہوم بروایت علی عبد اللہ بن عباسؓ سے یہ نقل کیا ہے کہ ان گھوڑوں کی گردنوں و پندلیوں پر ہاتھ پھرنے لگے جذبہ محبت اور مسرت کے ساتھ لیکن جہور مفسرین نے اس تفسیر کو پسند نہیں فرمایا راجح قول یہی ہے کہ غم و غصہ میں انکی گردنیں اور پندلیاں کاٹنے لگے ۔

تھا اس وجہ سے اس واقعہ کو اس عنوان سے ذکر فرمایا گیا لَعْنَمُ الْكُفَّارَاتِ کہ کیا ہی اچھے بندے تھے کہ کیسے اللہ کی طرف انابت و رجوع واسے تھے شوقِ جہاد اور جذبہٴ اعلیٰ کلمۃ اللہ اور قبر اعدائے اللہ حضرت سلیمانؑ کی عظیم منقبت اور فضیلت کا قصہ تھا ہی اسی کے ساتھ ایک دوسرا قصہ بھی ذکر فرمادیا گیا جو انکے ایک ابتلا و آزمائش کا تھا اور وہ بھی اسی طرح انکی عظمت و فصیلت کی ایک عظیم نشانی ہے اور یہ دونوں قصے انکے صبر و استقامت کی کامل ترجمانی کرنے واسے ہیں اس لحاظ سے گویا ذود علیہ السلام کا جو ایک خاص رنگ و اَصْبَرُ عَلٰی مَا يَعْزُبُ عَنْكَ کا تھا وہ اس وراثتِ سببی کے ساتھ سیما علیہ السلام کو بطور وارثتِ کمالیت نبوت کے عطا کر دیا گیا۔

فرمایا اور سبے شک ہم نے سلیمان علیہ السلام کو ایک اور طرح سے بھی آزمایا اور ان کے سخت پر لاؤالا ایک نا تمام دھڑ جس سے وہ سمجھ گئے اور متغیر ہوئے کہ یہ تو میرا امتحان کیا گیا اور اسی ندامت و پریشانی کی حالت میں پھر ہماری طرف رجوع کیا اور تضرع و زاری کے ساتھ بارگاہِ خداوندی میں دعا مانگنے لگے کہ میرے پروردگار میرا قصور معاف کر دیجیئے جو ہم سے واقع ہوا اور آئندہ کے لئے مجھ کو ایسی سلطنت عطا کر دیجیئے جو میرے بعد کسی کو لائق و زیانہ ہو بلے شک تو ہی بڑا دینے والا ہے کہ جو چاہے عطا فرما دے تیری بارگاہ میں نہ دعا کی قبولیت کوئی دشوار کام ہے اور نہ وہ چیز عطا کرنا دشوار ہے جو مانگی ہے پس ہم نے ان کی دعا قبول کرتے ہوئے تابع کر دیا ان کے ہوا کو وہ چلتی نرمی کے ساتھ جہاں وہ جانا چاہتے تو اس نعمت سے گھوڑوں سے مستفی ہو گئے جن میں وہ جذبہٴ جہاد کی وجہ سے مصروف و مہمک ہوئے تھے اور اس نہماک و اشتغال میں نماز کا وقت فوت ہو گیا تھا اور اس کے بعد رنج و غصہ میں ان کی کوئی نہیں کاٹ ڈالی تھیں اور جنات و شیاطین کو بھی ان کے واسطے مسخر کر دیا جو ہر عمارت بنانے والے اور سمندر میں غوطہ لگانے والے تھے کہ سلیمانؑ کا حکم پاسے ہی بڑی سے بڑی عمارتیں بنا ڈالیں اور سمندروں میں گھس کر ان کا حکم بجالائیں اور بہت سے اور ایسے جن بھی ان کے واسطے مسخر کر دیئے جو زنجیروں میں جکڑے رہتے تو ان میں سے بعضوں کے نمرہ اور سرکشی کی سزا بھی ہوتی یہ سب کچھ دے کر ہم نے سلیمانؑ سے کہہ دیا تھا کہ سلیمانؑ یہ ہے ہماری عطا کردہ نیکوئی اور جن بھی تمہارے تابع کر دیئے گئے جو دنیا کے کسی بھی بڑے سے بڑے بادشاہ کو حاصل نہیں ہو سکی اب تم جس کو چاہو اس میں سے دو یا جس سے چاہو ردگ لو بغیر اس کے تم سے اس کا کوئی حساب و سوال ہو اور بے شک ان تمام نعمتوں کے علاوہ سلیمانؑ کے لئے ہمارے یہاں ایک خاص قرب کا مقام اور بہترین ٹھکانہ ہے جو قیامت کے روز ظاہر ہو گا اور اس مقام قرب اور اخروی نعمتوں کے سامنے ظاہر ہے کہ یہ ملک سلیمانی بھی اور دنیا میں حاصل شدہ نعمتیں بیچ اور حقیر ہیں کیونکہ دنیا کی بڑی سے بڑی نعمت بھی آخرت کی معمولی نعمت کے مقابلہ میں کوئی حقیقت نہیں رکھتی گوارا نہ رکھنی چاہیے اس بات کی صراحت کر

رہا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے اس معاینہ کے وقت اتنا وقت گزرا کہ سورج غروب ہو چکا تھا اس کے بعد سورج کے دوبارہ طلوع ہو جانے کا بعض مفسرین نے ذکر کیا ہے لیکن کسی سند سے اس کا ثبوت نہیں بعض مفسرین نے بیان کیا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے سورج کو ٹوٹا یا جانا ایسا ہی تھا جیسا حضرت یوشعؑ کے لیے لوٹا یا گیا اسماء بنت عمیسؓ کی روایت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بھی نماز عصر فوت ہو جانے کے بعد سورج لوٹا نے کا ذکر ہے مقام صہبا میں جو خیبر کے قریب ایک جگہ ہے ابن الجوزیؒ نے اسکو موضوعات میں شمار کیا ہے حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے بھی اس روایت کو رد کیا اور بیان کیا کہ یہ روایت روافض کی وضع کردہ حدیث ہے غزوہ احزاب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز عصر فوت ہو جانا احادیث صحیحہ سے ثابت ہے جیسا کہ ارشاد ہے

مَدَّ اللَّهُ تَعَالَى قُودَهُمْ وَبَطَّوْهُمْ مَاذَا شَعَلُونَا عَنْ الصَّلَاةِ لَوْ سَلَّى صَلَاةَ الْعَصْرِ رَدَّ شَسْ غَزْوَةَ احْزَابٍ مِیْنِ بَہِیْ ثَابِتٌ نَہِیْ صَیْحِیْنِ مِیْنِ حَضْرَتِ جَابِرِ رَضِیَ اللہ عَنْہُ کِی رَوَاہِیْتِ مِیْنِ تَفْرِیْحِ ہِیْ اَنَحَضْرَتِ صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم وَرِصَابُہٗ لَہٗ بِرِہِ نَمَازِ غَرْوِبِ کِی بَعْدِ اَدَاکِی .

بہر حال حضرت سلیمان علیہ السلام کے قصہ میں سورج کی واپسی کا واقعہ صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہے تفصیل کیلئے تفسیر ابن کثیر اور تفسیر روح المعانی ملاحظہ فرمائیں .

تفصیل ابتداء سلیمان علیہ السلام

ان آیات میں ابتداء حضرت سلیمان علیہ السلام کی فضیلت و منقبت اس طرح بیان کی گئی کہ حق تعالیٰ نے انکو حضرت داؤد کی وراثت سے نوازا اور ظاہر ہے کہ حق تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کو کمالات نبوت اور علم و فضل تقویٰ اور انابت الی اللہ کی جو عظیم خصوصیات عطا کی تھیں ان ہی میں وراثت دینا مراد ہو سکتا ہے ان کمالات کے ساتھ جو انعام خلافت و سلطنت کا داؤد علیہ السلام کو عطا کیا گیا تھا ظاہر ہے کہ انعام کی اس دوسری نوع میں سلیمان علیہ السلام کو داؤد علیہ السلام کی وراثت سے نوازا مراد ہے تو اس سلسلہ میں پہلے انکی یہ فضیلت بیان کی گئی کہ شوق جہاد میں اس قدر انہماک تھا کہ گھوڑوں کا معاینہ کر رہے ہیں مگر ساتھ ہی شوق عبادت کا بہ مقام ہے کہ اگر اس میں اشتغاف و انہماک سے نماز ضائع ہو گئی تو ان گھوڑوں کی کوچیں کاٹنے لگے جن کی وجہ سے یہ بات پیش آئی امیاء عیہم السلام کے لیے ایسا کوئی واقعہ جس کے باعث کسی بھی حیثیت سے کوئی چیز ان کے بلند ترین مقام سے کچھ کم ہو یا انکی خست و تقویٰ کے مدارج سے گری ہوئی ہو وہ چیز ایک طرح سے ابتداء کا درجہ رکھتی ہے اگرچہ نہ وہ تفسیر ہوتی ہے اور نہ کچھ امر اور حکم کا ترک یا خلاف ورزی ہوتی ہے لیکن ہیں ہمردہ واقعہ انکی عظمتوں اور کمالات کی مزید بندی کا باعث ہوتا ہے اسی طرح یہ بات بھی تھی تو اس واقعہ کے ساتھ دوسرا ایک واقعہ بھی

بیان فرمایا گیا جس کو وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمَانَ مَا كُنْتُمْ عَلَيْكُمْ جَسَدًا لِّسَ ذِكْرٍ فَرَمَا يَأْتِيَا۔
 سلیمان علیہ السلام کا یہ ابتلا کیا تھا اور وہ کون سا واقعہ تھا جسکو ابتلا کے عنوان سے یہاں بیان کیا جا رہا ہے قرآن کریم نے تو اس کی کوئی وضاحت و تفصیل نہیں کی اور نہ کسی صحیح حدیث میں خاص طور سے اس ابتلا کو معین و واضح کیا گیا۔

باعوم اس سلسلہ میں جو قصے مشہور ہیں وہ قطعاً باطل اور لغو ہیں اور حضرت داؤد کے ابتلا کے واقعو کی طرح یہ قصے بھی اسرائیلیات سے ماخوذ ہیں جن کو یہودیوں نے وضع کیا وہ من گھڑت افسانوں اور کہانیوں سے زیادہ ہرگز کوئی درجہ نہیں رکھتے حافظ ابن کثیرؒ اور علامہ آلوسیؒ نے ان کا ذیبا باطلہ میں سے بعض کو بیان کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ایک روز جب بیت الخلا جانا کا ارادہ کیا تو وہ انگشتی جس پر اسم اعظم لکھا ہوا تھا اپنی ایک بیوی جو ان کی بیویوں میں ان کو زیادہ محبوب اور معتمد تھی دے گئے یا اپنی کسی خادمہ کو اور حضرت سلیمان کی حکومت جن و انس پر اسی انگشتی اور اس پر اسم اعظم کی وجہ سے تھی انکے بیت الخلا جانا کے بعد کوئی شیطان یا ایک جنی صخر نامی سلیمان علیہ السلام کی شکل میں ظاہر ہوا اور وہ انکو تھپیڑے کر چلا گیا اور تخت سلیمانی پر جا بیٹھا اور حکمرانی شروع کر دی اور اس طرح سلیمان علیہ السلام کی سلطنت اور نبوت دونوں چیزیں ختم ہو گئیں سلیمان علیہ السلام جب فارغ ہو کر واپس آئے اور اپنی انگوٹھی مانگی تو اس نے کہا میں تو سلیمانؑ کو وہ انگشتی دے چکی گو یا سلیمان علیہ السلام کی شکل و صورت بھی متغیر ہو گئی اور ان کی بیوی نے اس کو پہچانا بھی نہیں تو سلیمانؑ بوسے میں ہی تو سلیمانؑ ہوں تو نے کہا تم غلط کہتے ہو تم ہرگز سلیمانؑ نہیں ہو اسی طرح جس کسی شخص کے سامنے سلیمانؑ آتے وہ نہ پہچانتا کہ یہ حضرت سلیمانؑ ہیں اور انکی سلطنت و حکمرانی سب ختم ہو گئی اور انکے تخت پر رہ جنی آبیٹھا ان قصہ نگاروں نے بیان کیا کہ اسی کو العاقۃ عَلٰی کُوزِ سِیِّمٍ جَسَدًا میں بیان کیا گیا ہے اور یہی وہ فتنہ ہے جس میں انکو مبتلا کیا گیا ان احوال کو دیکھ کر سلیمان علیہ السلام بہت گھبرائے اور دعا و استغفار اور تضرع و زاری کے ساتھ اللہ رب العزت کی طرف توجہ ہوتے اسی توجہ کو ختم کتاب میں بیان کیا جا رہا ہے چالیس روز کی مدت اسی طرح گزر گئی یہاں تک کہ ایک روز سمندر کے کنارے جب کہ سلیمان علیہ السلام مزدور کے طور پر وہاں کام کر رہے تھے اور ایک شخص نے مچھلی خریدی تھی جس کو اٹھا کر اسکے گھر تک سے جا رہے تھے تو اس نے وہی مچھلی بطور اجرت جمالی انکو دے دی ہوں نے جب اس مچھلی کو چہرہ تو اس کے پیٹ سے وہ انگشتی نکل آئی اور یہ مچھلی وہ تھی جس نے اس دیو کے ہاتھ سلیمان علیہ السلام کی انگشتی جب سمندر میں گر گئی تھی اس کو نکل یا تھا تو وہ انگشتی سلیمانؑ کے پاس آتے ہی پھر حسب سابق ان کی سلطنت لوٹ آئی اور جن و انس ان کے مطیع ہو گئے اور سلطنت کے ساتھ نبوت کے احکام بھی جاری کرے گئے اَلْعِیَازُ بِاللّٰهِ

یہ تمام داستان اور یہاں کے قصہ کی طرح سے ہودہ لغو اور یہودیوں کی گھڑی ہوتی داستان ہے ان ہی یہودیوں کی جو سلیمان علیہ السلام کے بارے میں یہ مشہور کرتے تھے کہ وہ ساحر (جادوگر) ہیں جس کی تردید قرآن کریم نے کیا گفیراً مُسْلِمَاتٍ وَلَکِنَّ الشَّیْطَانَ کَفَرًا یَعْمَلُونَ النَّسَافَ السَّحَرِ میں کی ہے کہ ہودہ خود ساحر اور جادو جیسے کفریہ عمل کرتے اور دوسروں کو بھی جادو سکھایا کرتے تھے سلیمان تو ہرگز ایسے کفر کا ارتکاب نہیں کر سکتے تھے یہ قصہ یا اس طرح کے دوسرے مختلف بیان کردہ قصے نہ عقلاً قابل تصور ہیں اور نہ ہی اصول شریعت سے ان کا مکان ہے بلکہ انبیاء علیہم السلام کے بارے میں ایسی چیزوں کا اعتقاد کفر ہے کیونکہ انبیاء معصوم ہوتے ہیں اور انکی عصمت و حفاظت لازماً نبوت سے اور نبوت اللہ کی عطا کردہ ہوتی ہے یہ کیسے ممکن ہے کہ اللہ رب العزت کی عطا کردہ نبوت اور ایسے نبی کو اللہ ہی کی طرف سے عطا کردہ سلطنت کوئی جن سلیمان کی شکل بنا کر درجہ برہم کر ڈالے اور صرف اتنی دیر میں گدہ بیست اللہ لگے اور وہ دیو اگر تخت سلیمانی پر حکمرانی کرنے لگے کسی جن اور شیطان کو یہ قدرت ہی نہیں ہو سکتی کہ وہ پیغمبر کی شکل میں متشکل ہو کر لوگوں کو دھوکہ دے دے ۔

انحضرت کا ارشاد ہے مَنْ رَأَى فِی الْمَنَامِ فَقَدْ رَأَى فَاِنَّ الشَّیْطَانَ لَا یَمِثُّ شَیْءًا کَمَنْ رَأَى فِی الْمَنَامِ نے مجھے خواب میں دیکھا تو اس نے درحقیقت مجھے ہی دیکھا کیونکہ شیطان کو یہ قدرت نہیں کہ میری شکل بنا کر خواب میں کسی کے سامنے آجائے تو اس حدیث سے ظاہر ہوا کہ مقام نبوت کی عظمت و بلندی کا تو یہ عالم ہے کہ خواب میں بھی کسی مسلمان کے سامنے کوئی جن یا شیطان پیغمبر کی صورت بنا کر ظاہر نہیں ہو سکتا تو یہ کیونکر ممکن ہے کہ ایک دیو سلیمان کی شکل بنا کر آگیا اور ایک آن میں سلیمان کا تخت سلطنت اور کارہائے نبوت پر قابض ہو گیا ۔

سلیمان علیہ السلام کے ابتلا کی حقیقت

سلیمان علیہ السلام کے اس ابتلا کی حقیقت اور اس قصہ کی اصل تفسیر و تشریح صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی اس حدیث سے جو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے معلوم ہوتی ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ سلیمان علیہ السلام نے (جو جذبہ جہاد میں سرشار تھے اور اسی جذبہ میں گھوڑوں کا معائنہ بھی کر رہے تھے جس میں سورج غروب ہو گیا تھا اور نماز فوت ہو گئی تھی) ایک روز یہ کہا کہ میں آج رات اپنی بیوی پر گشت کروں گا جن کی تعداد سو تھی اور اس قربت کی وجہ سے ہر ایک عورت بچہ جننے گی اور ہر بچہ جوان ہو کر اللہ کی راہ میں مجاہد بنے گا فرشتہ نے انکے اس کہنے کے وقت انکار کیا کہ انشاء اللہ کہہ مگر سلیمان علیہ السلام انشاء اللہ کہنا بھول گئے مقربین کا مقام اس قدر بلند ہوتا ہے کہ ان کی ایسی لغوی اور چوک بھی اللہ کی طرف سے باعث تنبیہ و گرفت ہو جاتی ہے تو اس چوک پر اس طرح متنبہ کیا گیا

کہ کوئی بھی ان میں سے حاملہ نہ ہوتی بجز ایک کے اور اس ایک حاملہ بیوی نے بھی جو بچہ جنا وہ بھی ادھورا
 ناتمام تھا بغیر ہاتھ پاؤں کا یہ جسم دھڑ تخت پر لا ڈالا گیا اسی کو فرمایا گیا وَالْقَبِيلُ عَلَى كَوْمِيسٍ جَعَلًا
 کہ ہم نے سلیمان کے تخت پر ایک ناتمام جسم (جسد) لا کر ڈال دیا فوراً ہی چونک گئے اور سمجھ گئے
 کہ یہ میری اس چوک پر گرفت اور تہیہ ہوتی ہے کہ میں نے انشاء اللہ نہیں کہا تھا حالانکہ پیغمبر کا
 مقام تو بہت عالی اور بلند ہوتا ہے ہر ایمان رکھنے والے شخص کو بھی ہر بات اللہ ہی کی قدرت اور
 اس کے ارادہ کی طرف حوالہ کرنی چاہیے اور یہ اعتقاد باطن میں ایسا راسخ ہونا چاہیے کہ کسی کام میں بھی
 اس بات کے تلفظ کو بھی فراموش نہ کرے تو سلیمان علیہ السلام فوراً ہی متنبہ ہو کر خدا کی طرف استغفار
 کے ساتھ رجوع ہوئے اور بے قراری کے عالم میں زبان سے یہ دعا نکلی رَبِّ هَبْ لِي مَلَكًا يَتَّبِعُنِي
 لِأَحْبِدَ قَوْمًا يَتَّبِعُونِي إِنَّكَ أَنْتَ الْوَكَابُتُ اسے پروردگار تو مجھے ایک ایسا ملک (سلطنت)
 عطا فرما دے جو میرے بعد کسی کو نصیب نہ ہو تاکہ نہ گھوڑوں کے معاینہ کی فکر رہے اور نہ ایسا واقعہ
 پیش آئے کہ ان کے معاینہ میں نماز فوت ہو جائے اور نہ ہی جذبہ جہاد میں مجاہد بیٹوں کا شوق
 رہے کہ میں کسی چوک و لغزش میں مبتلا ہو جاؤں بلکہ ایسی بادشاہی طاقت و قدرت عطا کر
 دے کہ ان تمام اسباب و وسائل اور نیک فکر و تشویش سے بے نیاز ہو جاؤں تو جذبہ اخلاص و
 انابت سے کی ہوئی یہ دعا بارگاہ رب العزت سے قبول کی گئی اور اس قبولیت کے باعث قسطنطنیہ
 لَمْ يَلْمِمْ لِحَبْوَاتِهِمْ انکے تابع کر دی گئیں کہ جہاں چاہیں ہو ان کو پہنچی دے اب ان کو
 گھوڑوں کی ضرورت نہ رہی سلیمان علیہ السلام کو فکر لگی ہوئی تھی کہ برق رفتار گھوڑوں کو
 مرتب کرے اس سے بڑھ کر خدا نے ان پر یہ انعام فرمایا کہ ہوا بھی ان کے واسطے مسخر کر دی گئی کہ
 ہوائیں ان کو اڑاتے پھرتیں۔

اور مجاہدین کا شوق اور جذبہ تھا کہ ہر بیوی ایک رک کا بننے جو اللہ کی راہ میں مجاہد ہو سوا اس
 شوق اور آرزو کی تکمیل اس طرح کر دی کہ شیاہن و جنات کو ان کے واسطے مسخر کر دیا یعنی ہر عمارت
 بنانے والے درخوٹ لگانے والے کو ان کے حکم کے تابع کر دیا جو بڑی سے بڑی عمارتیں اور قلعے تیار
 کر لیں اور سمندروں میں بھی کو دیں اس لیے سب یہی فوج عطا ہونے کے بعد اس آرزو اور جستجو
 کی ضرورت رہی کہ اولاد کی ولادت سے مجاہدین کی جماعت تیار ہو۔

اور بہت سے دوسرے جنوں کو بھی ان کے واسطے مسخر کر دیا جو زنجیروں میں بکڑے ہوئے
 تھے یعنی جنات ہیں وہ جماعت جو مقاصد حسد اور دینی کاموں میں کام آئے والی تھیں وہ تو ان کے
 حکم کے مطابق خدمات میں مصروف کر دیئے گئے اور جنات سے جو سرکش و مفسد تھے انکو زنجیروں
 میں جکڑ کر قید کر دیا گیا تھا تاکہ وہ کسی قسم کا تمرد اور سرکشی نہ کر سکیں یہ سب کچھ عطا کرنے کے بعد ہم نے
 سلیمان سے کہہ دیا کہ اے سلیمان یہ ہے ہماری عطا اور سلطنت و حکمرانی جو تم کو دی ہے اب اس

میں تم جس کو چاہو دو یا جس سے چاہو رد کر لو تمہیں ان سب چیزوں کا حق اور اختیار دیا جا رہا ہے جس کا تم سے کوئی حساب نہیں نہ دنیا میں اس پر کوئی محاسبہ ہو سکے گا کہ کس کی ماتحتی کے باعث کوئی تم سے محاسبہ یا کسی چیز پر مواخذہ کر سکے اور نہ آخرت میں اس کا کوئی حساب ہو گا کیونکہ ان سب نعمتوں کا تم کو مالک بنا دیا گیا اور مالک اپنی ملکیت میں ہر طرح تصرف کا مجاز ہے اور علاوہ سلیمان علیہ السلام کے بیٹے ہمارے یہاں بہت بڑا قرب کا مقام اور بہترین ٹھکانہ ہے کہ دنیا میں ان نعمتوں سے نوازا گیا وراثت میں قریب خاص عطا کیا گیا۔

غرض ان آیات میں جو حضرت سلیمان علیہ السلام کے قصہ پر مشتمل ہیں حضرت سلیمان کی شخصیت چند وجوہ سے بیان فرمائی گئی سب سے پہلے تو یہ کہ داؤد علیہ السلام جیسے جلیل القدر پیغمبر کو ایسے بہترین فرزند کی عطا سے نوازا گیا جو اپنی ذات میں بڑی ہی خوبیوں والے تھے ان کا نشان اور زندگی کا شمار خدا کی طرف رجوع و انابت تھا خدا کی طرف انانیت و رجوع کی یہ شان تھی کہ ہر وقت اللہ کے دین کی اتباع میں رہنے کی فکر تھی اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے جہاد کی فکر ہے اس میں گھوڑوں کا معائنہ ہو رہا ہے اس انہماک میں نماز کا وقت نکل جاتا ہے تو غم و غصہ سے ان گھوڑوں کی کوٹھلیں ہی کاٹی جا رہی ہیں اسباب جہاد کی فکر کے ساتھ کبھی مجاہدین کا فکر ہے اور اس جذبہ میں کبھی یہ سوچتے ہیں کہ میری تمام بیویوں کی قربت سے اولاد پیدا ہو تو سب اللہ کی راہ میں شہسوار و مجاہد بنیں اسی انہماک میں انشاء اللہ کہنے کا خیال نہیں رہا تو مقام نبوت کی عظمت و بلندی کے پیش نظر یہ کچھ گری ہوئی بات تھی فوراً ہی اس طرح متنبہ کیا گیا کہ صرف ایک ہی بیوی سے ناتمام بچہ پیدا ہوا جسکو ان کے سامنے تخت پر لا کر ڈال دیا گیا فوراً ہی چونکے اور تفرع و ذاری سے اللہ سے دعائیں مانگنے لگے کہ اے اللہ میرا یہ قصور معاف کر دے اور جن جذبات کے باعث یہ بات واقع ہوئی اس کے پیش نظر وہ ملک و مملکت عطا فرما دے جو میرے بعد کسی کو نصیب نہ ہو تو اسکی قبولیت میں ان کے لیے ہوائیں مسخر کر دی گئیں جن کے مقابلہ میں گھوڑوں کی کوئی حقیقت نہیں اور جنات مسخر کر دیئے گئے کہ انکے سامنے سو مجاہدانوں کی کوئی طاقت نہیں۔

تو ان آیات کی یہ تفسیر حدیث صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی بنا پر الحمد للہ وہ تفسیر ہے جس کی بنا پر حضرت سلیمان علیہ السلام کی وہ عظمت بھی ظاہر ہو جاتی ہے جو داؤد علیہ السلام کو سلیمان علیہ السلام جیسا فرزند بہرہ کیے جانے کے باعث ہے پھر یہ کہ انکا شوق جہاد اور اعلاء کلمۃ اللہ کا جذبہ کس قدر بلند تھا اور اسی جذبہ کے باعث ایک ابتلا و آزمائش بھی پیش آگئی جس سے ان کا مزید انابت لی اللہ کا درجہ معلوم ہو گیا اور ان ہی عظمتوں و فضیلتوں کا یہ نتیجہ و ثمرہ ہوا کہ ان کے واسطے ہوائیں اور جنات مسخر کر دیئے تو ان تمام وجوہ فضائل کے ساتھ ان واقعات کے اجزاء میں باہمی ربط و مناسبت بھی بخوبی ظاہر ہو جائے گی برخلاف من گھڑت ان واقعات اور کہانیوں کے جن کا عقلاً اور شرعاً خدا کے برگزیدہ پیغمبروں سے ہرگز کوئی تعلق نہیں ہو سکتا اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ یہ دعا دنیا کی کسی نعمت یا سلطنت

دجاہ کی طلب نہ تھی بلکہ یہ صرف اس غرض سے تھی کہ جتنے بھی آدمی میری دعوت و تبلیغ دین میں داخل ہوں گے وہ میرے اجر و ثواب کا ذریعہ ہوگا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی دُعا رَبِّ هَبْ لِي الْخ

انبیاء علیہم السلام کے احوال و نصائص جو قرآن کریم اور لھو صوفی شریعت سے واضح ہوتے ہیں ان سے یہ بات ثابت ہے کہ انبیاء کرام جو ہمیز مانگتے ہیں وہ خدا کی اجازت اور اسکی منشاء معلوم ہونے پر مانگتے ہیں اس امر کا ثبوت نہیں ملتا کہ بغیر اذن خداوندی کسی چیز کی درخواست کرتے ہوں حضرت نوح علیہ السلام نے جو دعا رَبِّ لَا تَجْعَلْ عَلَيَّ الْاُذْنَ مِنْ اَلْاُذْنِ دَعَا تَحْتَ كِيَا دَ ا مانگی تھی وہ اگرچہ عین منشاء خداوندی کے مطابق تھی اور مجربین دباغیوں کی عذاب خداوندی سے سرکوب جو عین حکمت الہیہ ہے اسی کی ترجمان تھی مگر صرف اس وجہ سے کہ صریح طور پر ایسی دعا کی وحی نہیں آئی تھی تو مدت العمر اس پر نام نہ رہے اور یہ ندامت روز قیامت تک ایسی باقی رہے گی کہ اس کے باعث بارگاہ خداوندی میں شفاعت کرنے سے شرمائیں گے اس لیے ظاہر ہی ہے کہ غیبی طور سے اللہ نے انکے قلب پر اس بات پر مطمئن کر دیا ہو کہ اے سلیمان اگر تم یہ دعا مانگو تو تمہاری یہ دعا قبول کر لی جائے گی لہذا انہوں نے یہ دعا کی اور وہ بارگاہ رب العزت سے قبول کر لی گئی اس درخواست کی قبولیت کو محض قبولیت کے درجہ میں نہیں بیان کیا گیا بلکہ سلیمان علیہ السلام کی مدح و تثناء کے طور پر بیان کیا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے وقت میں بڑے بڑے جبار اور شکہ بادشاہ تھے اور حق تعالیٰ کی سنت یہی ہے کہ جو معجزہ جس زمانہ میں مسووث ہوا اسکی مناسبت سے معجزات دیتے گئے مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں سحر (جادو) کا زور تھا تو اسکی مناسبت سے عصا اور پیر بیفناہ کا معجزہ دیا گیا تو اس لحاظ سے سلیمان علیہ السلام کو یہ سلطنت عطا کی جو درحقیقت معجزہ تھی اس سے مقصود سلطنت و بادشاہت نہیں بلکہ تبلیغ دین اور مخلوق خدا کی اصلاح و ہدایت تھی یہی وجہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے آپ کو مسکین کہا کرتے تھے تاریخی روایات سے یہ بھی ثابت ہے کہ سلیمان علیہ السلام اپنی ذات کے لیے سلطنت و بادشاہت سے کسی ادنیٰ درجہ کا بھی استغناء نہ کرتے حتیٰ کہ ان کا گران معاش زنبیل سازی بیان کی گئی گویا مزدوری کر کے اپنا کفاف پیدا کرتے۔

انسان فطری طور سے کمزور واقع ہوا ہے اکثر نعمتوں اور راحتوں میں یاد خدا سے کچھ نہ کچھ غفلت ہو جاتی ہے تو اس پہلو کے لحاظ سے بھی ان کو مطمئن کر دیا گیا کہ سلیمان کے واسطے ہمارے یہاں بہت ہی بلند و اعلیٰ مقام قرب کا ہے اور اخروی انعامات سے اس قدر نوازا گیا کہ دنیوی نعمتیں اور سلطنت و بادشاہت کسی درجہ میں بھی جواب یا

خفیت کا سبب نہیں بن سکے گی۔

حضرت واد صاحب مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے قلم مبارک سے لکھی ہوئی ایک عبارت جو حضرت حکیم الامت مولانا تھانویؒ کے وعظ تعظیم العلم سے اقتباس ہے ملی دعا دیتے ہوئے لکھی مُنْكَ لَا يَنْبَغِي کی تفسیر میں فرمایا قولہ تعالیٰ رَبِّ هَبْ لِي مُنْكَ لَا يَنْبَغِي لَا حَدِيثٌ مِنْ كَعْبِيِّؒ مولانا دومی اسکی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ ظاہر اس سے حرص و حسد کا شبہ ہوتا ہے مگر واقع میں یہ ضعفاء کے حق میں ہے انہوں نے اس دعا میں عین رحمت فرمائی جس کی توجیہ یہ ہے کہ ہن البغی میں بعدیت زمانہ مراد نہیں بلکہ بعدیت رتبہ مراد ہے مطلب یہ ہے کہ مجھ کو ایسا ملک عطا فرما کہ جو مجھ سے کم درجہ والوں کے لیے مناسب نہ ہو کیوں کہ وہ ایسی سلطنت مل جائے کہ کفر اور تکبر میں مبتلا ہو جائیں گے اب اس تفسیر پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کچھ اشکال نہیں ہو سکتا کیونکہ آپؐ سیما کے اعتبار سے مَن مَنیٰ بلکہ مَن قَبْلِیٰ ہیں یعنی آپؐ تو نبوت اور رسالت میں ان کے ہم مرتبہ ہیں اور درجہ ہیں ان سے بھی افضل ہیں اور طاقانی کا یہ شعر:

پس از سی سال، میں معنی محقق شد بخاقانی : کہ یک دم با خدا بودن براز ملک سلیمانی
اس سے سلیمان علیہ السلام کی توبہ کا شبہ نہ کیا جاتے یہ اس شخص کے حق میں ہے کہ جہاں دولت اور سلطنت کے ساتھ با خدا بودن جمع نہ ہو سکے بخلاف حضرت سلیمان علیہ السلام کے کہ انکی سلطنت اور مملکت با خدا بودن کے سنائی نہ تھی باوجود اتنی عظیم سلطنت کے وہ ایک لمحہ کے لیے بھی خدا تعالیٰ کے غافل نہ تھے انتہی المراد کذا فی تعظیم العلم ص ۲۹۱ وعظ ششم از سلسلہ تبلیغ۔

وَإِذْ كُنَّا عَبْدًا لَّيُوبُ إِذْ نَادَىٰ رَبَّهُ أَنِّي

ور یاد کر ہمارے بندے ایوب کو جب پکارا اپنے رب کو کہ مجھ کو

مَسَّنِيَ الشَّيْطَانُ بِنُصْبٍ وَعَذَابٍ ۚ أَرْكَضُ

لگا دی شیطان نے ایذا اور تکلیف ، لات مار

بِرَجْلِكَ هَذَا مَغْتَاسِلٌ بَارِدٌ ۖ وَشَرَابٌ ۚ وَهَبْنَا

اپنے پاؤں سے یہ چشمہ نکلا نہانے کو ٹھنڈا اور پینے کو اور دیتے ہم نے

لَهُ أَهْلَهُ وَمِثْلَهُمْ مَعَهُمْ رَحْمَةً مِنَّا وَذِكْرَىٰ لِأُولَىٰ

اسکو اس کے گھر والے اور انکے برابر انکے ساتھ اپنی طرف کی مہر سے اور یاد رہنے کو عقل

الْاَلْبَابُ (۴۳) وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِهِ وَلَا تَحْنُثْ اِنَّا

دلوں کے اور پکڑ اپنے ہاتھ میں سیکوں کا مٹھا پھر ان سے مارے اور قسم میں جھوٹا نہ ہو

وَجَدْنَاهُ صَابِرًا نِّعْمَ الْعَبْدُ اِنَّهٗ اَوَّابٌ (۴۴)

ہم نے اس کو پایا سہارنے والا، بہت خوب بندہ وہ ہے رجوع رہنے والا

قصہ سوم حضرت ایوب علیہ السلام و مناجات بارگاہ عالمین

قال اللہ تعالیٰ وَاذْكُرْ عَبْدَنَا اَيُّوبَ... الخ... نِعْمَ الْعَبْدُ اِنَّهٗ اَوَّابٌ
در بطن گذشتہ آیات میں سلیمان علیہ السلام کے ایک ابتلا و آزمائش کا ذکر تھا اب ان آیات میں حضرت ایوب علیہ السلام کا ایک قصہ بیان کیا جا رہا ہے جس میں ان کے ابتلا اور آزمائش میں صبر و استقامت کا بیان ہے کہ اللہ کے برگزیدہ پیغمبر ہماری و تکلیف اور فقر و فاقہ میں بھی کیسے صابر رہے اور جب انہوں نے اپنے پروردگار کی طرف رجوع کیا تو کس طرح رحمت خداوندی سے انکی تمام تکلیف دور کر کے انعامات اور رحمتوں سے نوازا گیا اس واقعہ کا ذکر حضرت سلیمان کے واقعہ کے بعد شکر و صبر کا ارتباط رکھتا ہے وہ اللہ کے برگزیدہ ایسے شاکر بندے تھے کہ ہم سب میں ایک نمونہ نہیں ملتا تو یوسف ایسے صابر بندے تھے کہ میرا ایوب دنیا میں ایک معیار اور نمونہ کی حیثیت اختیار کر گیا۔

فرمایا اور یاد کرو ہمارے بندے یوسف کو کہ کیسے صابر تھے کہ طرح طرح کے امراض و معائب اور مشقت و تنگی میں مبتلا ہوئے تو اس وقت اپنے پروردگار کو پکارا اور التجا کی کہ اے میرے پروردگار تحقیق شیطان نے مجھ کو بڑی ہی مشقت اور تکلیف پہنچائی ہے اور تو ارحم الراحمین ہے مجھ کو شیطان کے شر اور فتنے سے بچا تو ہم نے انکی دعا قبول کی اور حکم دیا کہ اپنا پاؤں زمین پر مار دینا پھر انہوں نے پاؤں زمین میں مارا تو انکی تفرار اور تندرستی کا بطور خرق عادت اور معجزہ سامان پیدا کرنے کے یہ ایک چشمہ جاری کر دیا گیا اور ان سے کہہ دیا گیا کہ یہ تمہارے واسطے نہانے کا پانی ہے ٹھنڈا اور پینے کے پیتے بھی چنا پھر اس پانی میں نہاتے اور اس کو پیاجس سے بالکل تندرست ہو گئے اور عطا کیے ہم نے ان کو ان کے گھر، سب جو حوادث میں ضائع ہو چکے تھے اور ان ہی کے برابر انہی جیسے اور عطا کیے بعض اپنی طرف سے ہربانی کرتے ہوئے تاکہ ہر مایوس اور رحمتوں کے یہ واقعات نصیحت و عبرت کا سامان ہوں عقل والوں کے لیے اور وہ یہ سمجھیں کہ خدا کے صابر بندے کس طرح کیسے عظیم انعامات سے نوازے جاتے ہیں پھر یوسف نے بحالت مرض کسی باست پر خفا ہو کر یہ قسم کھائی تھی کہ تندرست ہو گئے تو اپنی عورت کو

سوکڑیاں ماریں گے وہ بلی بی اس بیماری کی حالت میں جب کہ سب لوگ ان سے دُور ہو چکے تھے تنہا ان کی رفیق و خدمت گزار تھی اور بظاہر قصور دار بھی نہ تھی تو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے انکو یہ طریقہ اور قسم کو سچا کرنے کا جیلہ بتلادیا جو صرف انہی کے لیے مخصوص تھا تو فرمایا اور اے ایوبؑ پکڑو اپنے ہاتھ میں سینکوں کی ایک گڈی اور پھر اسکو مارو اپنی بیوی پر تاکہ سوکڑیاں مارنے کی قسم پوری ہو جائے اور تم اپنی قسم میں جھوٹے نہ ہو بے شک ایوبؑ کو ہم نے بہت ہی صابر پایا ان تمام شدائد مرض اور مصائب میں جو ان کے حق میں منجانب اللہ سی طرح مقدر فرمائے گئے جیسے کہ بہت سے انبیاء اور اللہ کے مقررین پر فرود فاقہ اور دشمنوں کی طرف سے مصائب و آلام کے واقعات پیش آتے ہیں اس طرح کے صبر سے ایوبؑ نے ثابت کر دیا کہ وہ بہت اچھے بندے ہیں بالخصوص یہ بات قابلِ تعریف ہے کہ ان تمام مشقتوں میں وہ خدا کی طرف بہت ہی رجوع کرنے والے تھے۔

تحقیق ابتلاء ایوب علیہ السلام

ان آیات میں حضرت ایوب علیہ السلام کے جس ابتلاء کا ذکر فرمایا گیا ہے اسکی تفصیل کسی صحیح حدیث کے ذریعہ متعین نہیں بالاجمال الفاظ قرآن کریم سے بھی مفہوم ہوتا ہے کہ کسی مشقت و تکلیف یا بیماری کے ذریعہ آزمائش فرمائی گئی جیسے کہ حضرات انبیاء مختلف قسم کی آزمائشوں میں آزماتے جاتے ہیں یہ بھی آزمائے گئے تاکہ دنیا کے سامنے خدا کے برگزیدہ بندوں کے صبر کا نمونہ ظاہر ہو جائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبادک ہے اشدد الناس بلاء الانبياء ثم الامثل فالامثل کہ دنیا میں سب سے زیادہ شدائد و مصائب میں مبتلا ہونے والے خدا کے پیغمبر ہوتے ہیں پھر ان کے بعد وہ جو درجہ بدرجہ ان سے مشابہ و قریب ہوں اس بیماری یا تکلیف کے سلسلہ میں جو واقعات مشہور ہیں کہ تمام بدن گل سڑ گیا اور کوئی حصہ بدن ایسا باقی نہ رہا جہاں ابلے اور پھوڑے نہ ہوں ان کو راکھ پر ڈال دیا گیا اور گھر سے دور کسی جگہ ڈال دیا گیا لوگ کہنے لگے اے ایوبؑ تم نے کوئی گناہ کیا ہے جس کی پاداش میں تم اس مصیبت میں مبتلا کیے گئے تمام گھر اور قبیلہ کے لوگ بھوڑ گئے سوائے انکی بیوی کے وہ خدمت کرتی رہی فقر و فاقہ کی حد نہ رہی حتیٰ کہ علاج اور دوا کے بیٹے بھی کچھ نہ رہا اسی حالت میں کہ بیوی علاج اور دوا کی فکر میں پریشان پھر رہی تھی تو ایک شیطان بشکل طبیب ظاہر ہوا انہوں نے علاج کی درخواست کی تو شیطان نے کہا کہ میں اس شرط پر علاج کروں گا اگر انکو شفا ہو جائے تو یہ کہہ دینا کہ ایوبؑ کو تو نے شفا دی اسکے علاوہ میں تجھ سے کوئی نذرانہ وغیرہ نہیں چاہتا انہوں نے ایوب علیہ السلام سے اس کا ذکر کیا تو انہوں نے فرمایا اے اللہ کی بندی یہ تو شیطان تھا اب میں عہد کرتا ہوں اور قسم کھاتا ہوں کہ اللہ نے اگر مجھے شفا دی تو میں تجھ کو بطور سزا سو قچیاں ماروں گا (درمنثور) ایوب علیہ السلام کو اس بات پر شدید

رنج ہو کہ شیطان کا حوصلہ اس قدر بڑھ گیا کہ وہ میری بکری سے ایسے کلمات کہنا چاہے جو موجب شرک ہوں اگرچہ ایک طرح سے تاویں بھی ممکن ہے اس رنج و غم میں اب اللہ کی طرف خاص تفرع و ذاری کے ساتھ متوجہ ہوتے اور فرمایا دیت اِنِّیْ مُسْتَجِیْ اَضْرُ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ اے اللہ مجھے تکلیف و مصیبت پہنچی ہوئی ہے اور تو ارحم الراحمین ہے کمال ادب کے ساتھ صرف اپنی حالت کا پروردگار کے سامنے اظہار کر دیا اور یہ کہ آپ ارحم الراحمین ہیں جو بھی شانِ رحیمی کا مقتضی ہو وہ اسے پروردگار میرے واسطے فرما دیجیئے تو ایسی دعا قبول ہوتی اور پاؤں مارنے کا حکم دیا گیا جس سے پانی جاری ہو گیا اور اسکے ذریعہ غسل سے بدن بھی تندرست ہو گیا اور اسکے پیٹنے سے قلب کو بھی تسکین حاصل ہوتی بطور قدر مشترک روایات میں اس طرح کی باتیں مذکور ہیں ان روایات کے مضامین کو ذکر کرتے ہوئے علامہ آؤسیؒ تفسیر روح المعانی میں فرماتے ہیں حضرات ائمہ مفسرین اور محققین نے اس طرح کی بیماری کی داستانوں کو قابل اعتماد اور درست نہیں سمجھا اور یہ فرمایا کہ اللہ کے کسی پیغمبر کے لیے ایسی کوئی حالت جو لوگوں کے لیے باعث تنفر اور تکدر ہو نہیں سکتی اس طرح کی بیماری کہ بدن سے کڑے گرنے لگے اور لوگ ان کو گھر سے باہر کسی جگہ لے جا کر ڈال دیں انبیاء علیہم السلام کی اس عظمت و وجاہت کے منافی ہے جو اللہ کی طرف سے خاصہ نبوت ہے عوارضی جسامتہ اور امراض کا انبیاء پر درود بے شک درست ہے لیکن ایسے امراض جو گندے اور قابل نفرت ہوں مثلاً جذام و برص عینی (ماہیہا) اور جنون و اپانجین سے محفوظ رکھے جاتے ہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں تو اسرائیل نے ایک ایسی بیماری اور عیب کا الزام لگایا تھا جو لوگوں میں حیرت ہے تو اللہ نے اس سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی برائت ظاہر فرمادی جیسے کہ آیت یَا یٰہٰذَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا کَالَّذِیْنَ اٰذَقْنَا مُوْسٰی قُبُوْرَ اَهْلِ الْاٰلِہٖ مِنْ دُوْنِہٖ فَکَفَرُوْا وَکَاٰتَ عَلَیْہِمْ اَللّٰہُ فَرِحَیْہُمْ اَللّٰہُ وَفَرِحَیْہُمْ اَللّٰہُ چکا ہے اور وَکَاٰتَ عَلَیْہِمْ اَللّٰہُ وَفَرِحَیْہُمْ اَللّٰہُ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ وجاہت انبیاء علیہم السلام کا خاصہ نبوت ہے لہذا ایسی کوئی بیماری اور حالت جو باعث عیب یا نفرت ہو انبیاء علیہم السلام کے لیے نہیں ہو سکتی حضرت یعقوب علیہ السلام کے لیے اگرچہ قرآن کریم میں یہ آیا ہے کہ حضرت یوسفؑ کے غم میں روتے روتے انکی آنکھیں سپید ہو گئی تھیں اور بینائی جاتی رہی تھی تو یہاں ادلاً تو یہ بات قابل ذکر ہے کہ بقول بعض ائمہ مفسرین اصل بیماریاں ختم نہیں ہوتی تھیں بلکہ شدتِ غم اور کثرتِ بکاں وجہ سے ایک پردہ سا آنکھوں پر چھا گیا تھا پھر یہ کہ یہ نابینا پن پیدا کنشی نہ تھا اسی طرح حضرت شعیب علیہ السلام کے بارہ میں بعض مؤرخین کا یہ کہنا کہ وہ نابینا تھے صحیح نہیں ہے امام نوویؒ فرماتے ہیں اغما اور غشی تو پیغمبروں پر ممکن ہے کیونکہ وہ کوئی مستقل مرض عیب کی قسم سے نہیں البتہ جنون ممکن نہیں کیونکہ جنون عیب ہے الغرض امراض کا عارض ہونا بے شک انبیاء پر ہوتا ہے لیکن صرف اسی حد تک کہ وہ قابل نفرت نہ ہوں اور نہ ہی وہ عیب کے درجہ میں ہوں۔

جائے اور کسی بھار و دغیرہ کی باریک سبب کوڑے کے قائم مقام ہو جائے اور تبدیل صورت سے تبدیل حکم ہو جانا اور باوجود معمولی مغایرت کے صوری مشابہت کو کافی قرار دے لینا یہی حقیقت حید کی ہے جس کو فقہاء ضعیفہ نے اس صورت میں جائز قرار دیا جب کہ نہ تو کسی کا حق فوت ہوتا ہو اور نہ حرام کا ارتکاب لازم ہوتا ہو بلکہ وہ جیلہ اسکو اضطراب و غمضہ کی مہبت سے نکال کر حرام میں مبتلا ہونے کے بجائے ایک صال شکل ہیا کرتا ہے تفصیل کے لیے روح المعانی جلد ۲۲ کی مراجعت فرمائیں۔

حضرت ایوب علیہ السلام کے نسب کے بارہ میں محمد بن اسحق کا قول ہے کہ وہ بنی اسرائیل سے تھے ابن جریر نے ان کا سلسلہ نسب اس طرح ذکر کیا ہے ایوب بن اموص بن روم بن عیسیٰ بن اسحق علیہ السلام ابن عساکر نے یہ بیان کیا کہ ان کی والدہ حضرت لوط علیہ السلام کی بیٹی تھیں اور ان کے باپ ان لوگوں میں سے تھے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ایمان لاتے تھے تو اس لحاظ سے ان کا زمانہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے قبل ہوا ابن جریر نے حضرت شعیب علیہ السلام کے بعد بیان کیا ہے اور بعض نقول سے سیمان علیہ السلام کے بعد ہے (روح المعانی)

وَ اذْكُرْ عَبْدَنَا اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ

اور یاد کر ہمارے بندوں کو ابراہیم اور اسحق اور یعقوب

اُولٰٓئِہٖ اَلْاَیْدِیْ وَاَلْاَبْصَارُ ۝۴۵ اِنَّا اَخْلَصْنٰہُمْ

ہاتھوں والے اور آنکھوں والے ہم نے امتیاز دیا انکو

بِنٰجِیۃٍ ذِکْرٰی الدَّارِ ۝۴۶ وَ اِنّٰہُمْ عِنْدَنَا

ایک چنی بات کا وہ یاد اس گھر کی اور وہ سب ہمارے پاس ہیں

لَیِّنَ الْمُصْطَفٰیۖنَ الْاَخِیَارِ ۝۴۷ وَ اذْكُرْ

چنے نب لوگوں میں اور یاد کر

اِسْمٰعِیْلَ وَاِلِیْسَہٗ وَ ذَا الْکِفْلِ وَ کُلٌّ مِّنَ الْاَخِیَارِ ۝۴۸ ہٰذَا

اسماعیل کو در الیسع کو اور ذوالکفل کو اور ہر ایک تھ خبری والا یہ ایک

ذِکْرٌ وَاِنْ لِّلْمُتَّقِیْنَ لِحُسْنِ مَّآبٍ ۝۴۹ جَذَّتْ عَدْنٌ

سکور ہو چکا اور متقیوں کو ہے اچھا ٹھکانا باغ میں بنے کے

مُفْتَحَةً لَّهُمْ الْأَبْوَابُ ۝ مُتَكِينِينَ فِيهَا يَدُ عَوْنٍ فِيهَا

کھول رکھے انکے واسطے دروازے متکیہ لگائے بیٹھے ان میں سگوائے ہیں ان میں

بِفَاكِهَةٍ كَثِيرَةٍ وَشَرَابٍ ۝ وَعِنْدَهُمْ قَصِيرَتُ الطَّرْفِ

میوے بہت اور شراب اور انکے پاس عورتیں ہیں نبی نگاہ والی

أَتْرَابٌ ۝ هَذَا مَا تُوْعَدُونَ لِيَوْمِ الْحِسَابِ ۝ إِنَّ هَذَا

ایک عمر کی یہ وہ ہے جو تم کو وعدہ ملا ہے حساب کے دن پر یہ ہے روزی

لِرِزْقِنَا مَا لَهُ مِنْ نَفَادٍ ۝

ہماری دی اس کو نہیں نفاذ

تذکرہ اخلاص و فضائل ابراہیم واسحق و یعقوب و دیگر انبیاء کرام علیہم السلام

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى وَادْكُرْ عَبْدًا مَأْمُورًا بِهِمْ وَيَسْمَعُ وَيَعْقُوبُ ۝ لِرِزْقِنَا مَا لَهُ مِنْ نَفَادٍ

گزشتہ آیات میں حضرت ایوب علیہ السلام کے صبر و استقامت کا ذکر تھا اب ان آیات میں حضرت ابراہیم واسحق و یعقوب و دیگر انبیاء علیہم السلام کے اخلاص و انابت الی اللہ و دیگر فضائل کا بیان ہے جس سے یہ عرصہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے ان علمی و عملی اور ظاہری و باطنی کمالات کو معلوم کر کے یہ سمجھا جائے کہ ان حضرات کے مراتب عالیہ اور حق تعالیٰ کی طرف سے انعامات و درجہوں کی نوازش انہی اوصاف و خوبیوں کے باعث تھی اس لیے اگر کسی کو انعامات و فضائل کا شوق ہے تو اس کو چاہیے کہ اللہ کے ان برگزیدہ پیغمبروں کے نقش قدم پر چلے اور ساتھ ہی یہ بھی سمجھے کہ ان انبیاء کی تکذیب و انکار کرنے والوں کا انجام ہلاکت و بربادی اور ذلت کی صورت میں دنیا کی نظروں کے سامنے آیا اس لیے انبیاء علیہم السلام کا انکار و تکذیب کرنے والوں کو اس انجام سے غافل رہنا چاہیے یہ واقعات عبرت ہیں ہر صاحب عقل کو ان سے عبرت حاصل کرنا چاہیے فرمایا اور یاد کرو ہمارے خاص بندوں ابراہیم واسحق و یعقوب علیہم السلام کو جو باتوں اور آئینوں کو داسے تھے کہ ان میں قوت علیہ بھی کامل تھی اور قوت علیہ بھی اور خاص کر لبا تھا ہم نے ان کو ایک خصوصی صفت کے ساتھ وہ تھی یاد آخرت کی کہ ہمہ وقت اسی کی فکر اور تیاری میں مصروف

رہتے اور اپنی تمام عملی قوتوں اور نظر و فکر کی صلاحیتوں کو اسی کے لیے وقف کیے ہوئے تھے وہ اخلاق فاضلہ اور اعمال صالحہ میں ایسے کامل تھے کہ اپنے نفس پر غالب تھے طاقتور تھے نگاہوں سے عبرت کے واقعات اور دلائل قدرت دیکھتے رہتے بھر دینا کے اس کمال کے ساتھ بھیرت سے حق تعالیٰ کی معرفت کی بندگیوں تک پہنچے ہوئے تھے اور ظاہر ہے کہ علم و معرفت اور عمل کا کماں ہی اللہ کی بارگاہ میں تقرب اور فضیلت کا باعث ہے اور اس کے ان برگزیدہ بندوں نے اپنی ان تمام صلاحیتوں اور قوتوں کو آخرت کی فکر اور تیاری میں مصروف کیا ہوا تھا آخرت کے غم کے سوا اور کوئی فکر و غم ہی نہ تھا۔

غم دین خور کہ غم دین است : ہم غمنا فروز ازین است
اور بیشک یہ سب ہمارے نزدیک چھپے ہوئے برگزیدہ اور نیک لوگوں میں ہیں جمہور قراء کے نزدیک الانبیا کی یا کے ساتھ ہے جو یہ کی جمع ہے اور یہ کے معنی ہاتھ کے ہیں تو اس لحاظ سے اولوالایہی سے عملی قوت والا ہونا مراد ہوا حضرت عبداللہ بن عباسؓ اس کی تفسیر میں بھی فرمایا کرتے مرقۃ فی العبادۃ اور الایمان سے مراد الفقہ فی الدین لیتے ہیں بعض علماء نے یہ کو بمعنی نعمت یا ہے کہ یہ حضرات بڑے العبادات اور نعمتوں والے تھے۔

بعض قراء نے بغیر یا صرف اولے الانبیا پڑھا ہے تو لفظ اید بمعنی طاقت ہے تو مراد عبادت میں انکی ہمت اور جفا کشی اور قوت کا بیان ہے اور یاد کرد اسمعیل اور الیاس اور ذوالکفل کو بھی یہ سب بھی بہت ہی اچھے لوگوں میں ہیں اللہ کے یہاں ان کے درجات بھی ایسے ہی ہیں جیسے کہ دیگر بیان کردہ برگزیدہ پیغمبروں کے اور انکو بھی اللہ نے ایک خاص خوبی کے ساتھ چھانٹ یا تھا اور وہ فکر آخرت تھی کہ اسی میں ان لوگوں نے بھی اپنی عملی اور علمی تمام قوتوں اور صلاحیتوں کو صرف کر رکھا تھا۔

حضرت اسمعیلؑ کا ذکر حضرت ابراہیمؑ اور ان کے بھائی حضرت اسحاقؑ کے ساتھ کرنے کے بجائے مستفلاً کیا گیا انکی خصوصی عظمت شان کو ملحوظ رکھتے ہوئے ذوالکفل کا تذکرہ سورۃ انبیاء میں گذر چکا اجمع صاحب قاموس کہتے ہیں یہ لفظ عجمی ہے اس برآل کا استعمال اس لفظ کی خصوصیت کا درجہ رکھتا ہے اسکے دیگر نظائر اور اعلام عجمیہ یہ الف لام کا استعمال صحیح نہ ہوگا بعض ایئمہ لغت نے اسکندر کو الف لام کے استعمال کی خصوصیت میں شامل کیا ہے تیج سیوطیؒ نے لائقان میں اس کے لفظ عربی ہونے کو اختیار کیا ہے اور بیان کیا کہ یہ تیج مفارغ سے منقول ہے ان کو حضرت الیاس علیہ السلام نے بنو اسرائیل پر اپنا خلیفہ بنایا تھا بعد میں نبوت سے سرفراز فرمائے گئے یہ سب فضائل و کمالات یادگار ہیں ان سب حضرات انبیاء کے اور مشرف و فضل ہیں اور آنے والی نسلوں میں ان کا بہترین ذکر ہے کما قال اللہ تعالیٰ وَجَعَلْنَا لَهُمُ رِسَالًا صِدْقٍ عَلَیْہَا اَوْرَبَ شُكِّ تَمَامِ تَقْوٰی دَالوں کے یہ بہترین ٹھکانا ہے اور وہ باغات ہیں ہمیشہ کے لیے بننے کے جن کے دروازے انکے واسطے کھول دیئے

گئے ہیں کہ اعزاز و اکرام کا یہ مقام ہوگا کہ جب بھی وہ اپنے باغات و محلات میں آئیں گے انکے استقبال کے لیے فرشتے دروازوں کو کھوسے منتظر ہوں گے اس اعزاز و اکرام کے ساتھ یہ مقام سکون و اطمینان ہوگا کہ تنگیہ لگائے ہوں گے ان میں اعتماد و مجرورہ بھی ہوگا اللہ کی تمام رحمتوں اور عنایات پر وہ وفادار و سکوین ہوگا جسمانی محاذ سے منگائیں گے ان محلات و باغات میں بہت سے اقسام کے پھل اور میوے اور متعدد اقسام کے مشروبات ان تمام نعمتوں کے علاوہ عیش و لذت کا یہ بھی سامان ہوگا اور انکے پاس عورتیں ہوں گی جو لگا ہوں کو نچا رکھنے والی ہوں گی برابر ہوں گی عمر اور حسن و جمال میں جن کے حسن و جمال اور عفت و وفاداری اہل جنت کے انعامات و راحت میں مزید اضافہ ہوگا بلکہ یہ ہیں وہ نعمتیں اور کرامتیں ہمارا عطا کردہ رزق جسکے واسطے نہیں ہے کوئی فاقہ اور فنا و زوال اور اہل جنت ہمیشہ ان غیر منقطع اور لازوال نعمتوں سے متمتع ہوتے ہیں نہ ان راحتوں سے نکلنے اور نہ انکے منقطع ہونے کا غم ہوگا اور نہ ہی اپنی موت کا اندیشہ ہوگا اس لیے کہ زوال و فنا تو دنیائے فانی کے خواص ہیں سے دارالخلد و بقا و دوام کی جگہ ہے رزقنا اللہ تعالیٰ منها بفضلہ و حسن عبادتہ فانہ اکرم الاکرمین وارحم الراحمین۔ آمین



هَذَا وَإِنَّ لِلْظَّالِمِينَ لَشَرَّ مَآبٍ ۖ جَهَنَّمَ

یہ سُن چکے! اور ظالمین شر بدوں کے واسطے ہے بُرا ٹھکانا دوزخ ہے

يَصْلَوْنَهَا ۚ فَبِئْسَ الْيِهَادُ ۖ هَذَا فَلْيَذوقوه

جس میں بیٹھیں گے سو کیا بُری تیاری ہے یہ ہے اب اسکو چکیں

حَمِيمٌ وَغَسَّاقٌ ۖ وَآخِرُ مِنْ شَكْلِهِ أَزْوَاجٌ ۖ هَذَا

گرم پانی اور پیپ اور کچھ اور اسی شکل کا طرح طرح کی چیزیں یہ ایک

فَوْجٌ مُّقْتَحِمٌ مَّعَكُمْ ۚ لَا مَرْحَبًا بِهِمْ ۚ إِنَّهُمْ صَالُوا النَّارِ ۖ

فوج دہشتی آتی ہے تمہارے ساتھ جگہ نہ ملو انکو یہ ہیں پیٹھے آگ میں

قَالُوا بَلْ أَنْتُمْ لَأَمْحَبُّونَا ۖ أَنْتُمْ قَدْ مَتُّوهُ لَنَا ۖ

وہ بولے بلکہ تم ہی ہو کہ جگہ نہ ملو تم کو تم ہی بیش لائے ہمارے یہ بلا

فَبَسَّ الْقَرَارُ ﴿۶۰﴾ قَالُوا رَبَّنَا مَنْ قَدَّمَ لَنَا هَذَا فِرْدَوْهٗ

سو کیا بڑا ٹھہراتا ہے وہ اسے اسے رب ہمارے جو کوئی ہمارے ہمیشہ مایا یہ سو بڑھتی

عَذَابًا ضِعْفًا فِي النَّارِ ﴿۶۱﴾ وَقَالُوا مَا لَنَا لَا نَرَىٰ رِجَالًا

دے اس کو مار دونی آگ میں اور کہیں گے کیا ہوا کہ ہم نہیں دیکھتے کتے مردوں کو

كُنَّا نَعُدُّهُمْ مِّنَ الْأَشْرَارِ ﴿۶۲﴾ أَخَذْنَاهُمْ سِخْرِيًّا أَمْ ذَاغَتْ

کہ ہم ان کو گنتے تھے بڑے لوگوں میں کیا ہم نے ان کو غصھے میں پکڑا یہ جو کہ گئیں

عَنْهُمْ إِلَّا بَصَٰرُ ﴿۶۳﴾ إِنَّ ذَٰلِكَ لَحَقٌّ تَخَاصُمُ أَهْلِ النَّارِ ﴿۶۴﴾

ان سے آنکھیں یہ بات ٹھیک ہوئی ہے جھگڑا آپس میں دوزخیوں کا

بعد از ذکر احوال سعادہ تذکرہ مجسمین و اشقیاء

قال اللہ تعالیٰ ہَذَا فَدَانٌ لِلطَّٰغِیْنَ... الی... اِنَّ ذَٰلِكَ لَحَقٌّ تَحَٰصُمُ اَهْلِ النَّارِ
قرآن کریم کا یہ طرز بیان ہے کہ انبیاء و برگزیدہ بندوں کے ذکر کے بعد اشقیاء و بد بختوں کا ذکر کیا
جاتا ہے اور مطیعین پر انعامات کے بیان کے بعد مجرمین کی سزاؤں کو ذکر فرمایا جاتا ہے تو اسی طرح
یہاں بھی انبیاء سابقین کےوصاف و فضائل کے بعد نافرمانوں اور سرکشوں کی سزاؤں اور انکی بدحالی
کو بیان کیا جا رہا ہے۔

فرمایا یہ سُن چکے جو انعامات و فضائل تھے اہل ایمان و تقویٰ اور مطیعین کے اور سرکشوں و نافرمانوں کے
لیئے تو بدترین ٹھکانا ہوگا جو جہنم ہے جس میں یہ گھسیں گے سو کیا ہی وہ بڑی جگہ امام کی ہوگی یہ ہے عذاب
مجرمین کے لیئے اب چاہیئے کہ یہ مجرمین اس عذاب کو چکھیں جو کھولتا ہو گرم پانی ہے اور پیپ اور اسی قسم
کی اور بھی طرح طرح کی چیزیں اس طرح کے شدید اور دردناک عذاب میں ان مجرمین اور سرکشوں کو جو نافرمانوں
کے پیشوا تھے مبتلا کرستے ہوئے کہا جائے گا یہ ایک اور جماعت ہے لودیکھ لو جو گھسی اور دھستی
چلی کہہ رہی ہے تمہارے ساتھ جہنم میں جن کو دیکھتے ہوئے تم کہو گے نہ ہو جگہ تمہارے واسطے کشادہ اور
آرام کی یہ تو جہنم میں گھسنے والے لوگ ہیں اس لیے انکے آنے کی کیا خوشی ہو سکتی ہے اور کیا ہی ان
سے کسی چیز اور نفع کی توقع کی جاسکتی ہے اس پر وہ لوگ جنہوں نے اپنے بڑوں کی پیروی کی تھی اپنے



مبتوسین کو غصہ اور نفرت سے کہیں گے تمہارے ہی واسطے نہ ہو کوئی جگہ کشادہ اور ٹھکانہ آرام کا تم ہی نے تو ہم کو یہاں لا اتارا ہے سو یہ تو بہت ہی برا ٹھکانہ ہے پھر اپنے پروردگار کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے کہیں گے اسے ہمارے پروردگار جس کسی نے ہمیں یہاں لا اتارا ہے اصل مجرم تو وہی ہے بس اس کا عذاب تو جہنم میں دوگنا کر دے اور اسی حالت میں ازراہ تعجب و حیرت کہیں گے کیا ہو گیا کہ ہم یہاں نہیں دیکھ رہے ہیں ان لوگوں کو جن کو ہم بڑے لوگوں میں شمار کیا کرتے تھے انکے مذہب و دین اور انکے اعمال و احوال کو ہم بڑی نظر سے دیکھتے تھے اور ہم نے ان ایمان والوں کو مذاق بنایا ہوا تھا جن کو دیکھ کر ہم ان پر ہنس کرتے اور انکو ذلیل کرتے تھے واقعہ وہ لوگ اس جگہ نہیں ہیں یا ہماری نگاہیں ان سے جوک گئی ہیں بے شک یہ بات برحق ہے یعنی جھٹیلوں کا اس طرح آپس میں جھگڑنا کہ ایک دوسرے پر لعنت و ملامت کریں گے اور سوائے حسرت و ملامت کے اور کچھ حاصل نہ ہوگا اور آپس میں ایک دوسرے پر طعن و تشنیع اور ملامت سے عذاب جہنم میں تخفیف کے بجائے جہنم کو لت اور ذہنی پریشانی میں اور اضافہ ہوگا جسمانی تکلیف کی تو پہلے ہی کوئی حد نہ ہوگی اس ذہنی کوفت سے انکی اذیتوں کی کوئی انتہا نہ رہے گی۔

یہ گفتگو جس کا ذکر ان آیات میں فرمایا گیا چمنیوں کی آپس میں ہوگی جس وقت فرشتے ان کو فوج در فوج لا کر جہنم کے کنارے پر جمع کرتے ہوں گے پہلا گروہ سرداروں کا ہوگا انکے بعد ان کے متبعین اور چھوٹوں کو لایا جائے گا تو سرداروں کی جماعت اس دوسری جماعت کو دوسرے آتے دیکھ کر کہے گی لو دیکھ لو یہ ایک اور فوج دھنستی اور کھپتی چلی آرہی ہے تمہارے ساتھ دوزخ میں گرنے کے لیے خدا کی مار ہوائی پر یہ بھی نہیں اگر مرنے کو تھے خدا کرے انکو کہیں کشادہ اور آرام کی جگہ نہ ملے ان سرداروں کی گفتگو سن کر یہ جھوٹے کہیں گے کبھو! تم ہی پر خدا کی مار ہو تم کو ہی کوئی جگہ آرام کی نہ ملے تم ہی تو تھے کہ تم نے ہم کو گمراہ کیا اور آج تمہاری ہی بدولت ہم اس مصیبت میں مبتلا ہو رہے ہیں اب تو بس یہی ایک ٹھکانہ ہے اور کوئی جگہ ہے کہاں کہ جس میں جائیں اس لعن و طعن کے ساتھ خدا کی طرف متوجہ ہو کر دعا کریں گے کہ اسے پروردگار ان لوگوں کو دوگنا عذاب دے جنہوں نے ہمیں بھی گمراہ کیا اسی حالت میں انکے ذہن میں یہ بات آئے گی کہ دنیا کی زندگی میں جن لوگوں کو حقیر اور کمتر سمجھتے تھے اور اپنے مال و دولت کے زعم میں ابن ایمان اور غربا اور فقرا کو حقیر سمجھتے تھے آج وہ یہاں اس ذلت و حقارت کے مقام میں نہیں ہیں تو ایک دوسرے سے سوال کریں گے اور اپنے دنیوی اس اعتقاد کا اس درجہ اثر دماغوں پر مسلط ہو گا کہ یہ سوچنے لگیں گے کہ شاید وہ ہمیں نظر نہیں آرہے ہیں ورنہ تو وہ ضرور یہاں ہوسکتے چاہئیں تو اس طرح مزید طلال اور حسرت کی ذیت میں مبتلا ہوں گے جسمانی اذیتوں کے ساتھ آپس کی ٹوٹو میں میں لعن طعن جھگڑا کر سب اور بے چینی میں اضافہ کر رہی رہا تھا سزید برآں اس حسرت میں مبتلا ہو کر اور بھی تملنا نہیں گے بس یہی ان اپن نار

کا حال ہوگا جو انکے اعمال و اطوار کا نتیجہ ہے جیم گرم اور کھولتے ہوئے پانی کو کہا جاتا ہے حسّاق کثر مفسرین فرماتے ہیں چینیوں کے زخموں کی ہیمپ اور آلائش ہے جو سانپ اور بکھوؤں کے زہر کے ساتھ ملی ہوئی ہوگی اور بعض کا خیال ہے کہ غساق نہایت ٹھنڈے پانی کو کہتے ہیں جو جیم کی ضد ہے جسکے پینے کے انتہائی اذیت اور تکلیف ہوگی۔ واللہ اعلم بالصواب۔

جامع ترمذی میں ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اگر اس غساق کا جو چینیوں کو پلایا جائے گا۔ ایک ڈوں دنیا میں بہا دیا جائے تو اسکی بدبو اور گندگی سے تمام دنیا داغے بدبو دار ہو جائیں گویا بدبو ان میں ایسی سراپت کر جائے کہ وہ بذات خود بدبو دار ہو جائیں کب اسباب بیان کرتے ہیں غساق جہنم میں ایک چشمہ ہے جس کی طرف ہر زہریلے سانپ اور بکھو کا زہر بہ کر آتا ہے جس میں چینیوں کو غوطہ دبا جائے گا اور اسکی وجہ سے انکے جسم گل سر جائیں گے۔

قُلْ إِنَّمَا أَنَا مُنذِرٌ ۖ وَمَا مِن إِلَهٍ إِلَّا اللَّهُ الْوَاحِدُ

تو کہہ، میں تو یہی ہوں ڈر سنانے والا اور حاکم کوئی نہیں مگر اللہ اکبر دہار

الْقَهَّارُ ۖ رَبُّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الْعَزِيزُ

والا رب آسمانوں کا اور زمین کا اور جو انکے پہنچ ہے بردست گناہ

الْغَفَّارُ ۖ قُلْ هُوَ نَبَأٌ عَظِيمٌ ۖ أَنْتُمْ عِنْدَهُ مَعْرُضُونَ ۖ مَا

بخشنے والا تو کہہ یہ ایک بڑی خبر ہے کہ تم اسکو دھیان میں نہیں لاتے مجھ

كَانَ لِي مِن عِلْمٍ بِالْمَلَائِكَةِ إِذْ يَخْتَصِمُونَ ۖ إِنَّ يُوحَىٰ

کو کچھ خبر نہ تھی اُدپر کی مجلس کی جب آپس میں تکرار کرتے ہیں مجھ کو تو یہی

إِلَىٰ إِلَّا أَنَا أَنَا نَذِيرٌ مُّبِينٌ ۖ إِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلِكَةِ إِنِّي

حکم آتا ہے کہ اور نہیں میں ڈر سنانے والا ہوں کہول کہ جب کہا تیرے رب نے فرشتوں کو میں

خَالِقُ بَشَرًا مِّن طِينٍ ۖ فَإِذَا سَوَّيْتَهُ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِن

بناتا ہوں ایک انسان مٹی کا پھر جب ٹھیک بنا چکوں اور پھونکوں اس میں

رُوحِي فَقَعُوا لَهُ سَاجِدِينَ ﴿۴۲﴾ فَسَجَدَ الْمَلَائِكَةُ كُلُّهُمْ

ایک اپنی جان تو تم گریزدائیکے آگے سجدے میں پھر مجدہ کیا فرستوں نے سارے

أَجْمَعُونَ ﴿۴۳﴾ إِلَّا إِبْلِيسَ اسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكَافِرِينَ ﴿۴۴﴾ قَالَ

اکٹھے مگر ابلیس نے غرور کیا اور تھا وہ منکروں میں فرمایا

يَا إِبْلِيسُ مَا مَنَعَكَ أَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيدَيَّ ط

اے ابلیس! تجھ کو کیا اٹکاؤ ہوا کہ سجدہ کرے اس چیز کو جو میں نے بنائی اپنے دونوں ہاتھوں سے

اسْتَكْبَرْتَ أَمْ كُنْتَ مِنَ الْعَالِينَ ﴿۴۵﴾ قَالَ أَنَا خَيْرٌ مِنْهُ

یہ تو نے غرور کیا یا تو بڑا تھا درجے میں؟ بولا میں بہتر ہوں اس سے

خَلَقْتَنِي مِنْ نَّارٍ وَخَلَقْتَهُ مِنْ طِينٍ ﴿۴۶﴾ قَالَ فَأَخْرِجْهُ

مجھ کو بنایا تو نے آگ سے اور اسکو بنایا مٹی سے فرمایا تو تو نکل یہاں

مِنْهَا فَإِنَّكَ رَجِيمٌ ﴿۴۷﴾ وَإِنْ عَلَيْكَ لَعْنَتِي إِلَى يَوْمِ

سے کہ تو سرزدود ہوا اور تجھ پر میری پھشکار ہے اس جزا کے

الذِّينِ ﴿۴۸﴾ قَالَ رَبِّ فَأَنْظِرْنِي إِلَى يَوْمِ يُبْعَثُونَ ﴿۴۹﴾ قَالَ

دن تک بولا تو اے رب مجھ کو ڈھیل دے جسدن تک مردے بیویں فرمایا

فَأِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِينَ ﴿۵۰﴾ إِلَى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُومِ ﴿۵۱﴾ قَالَ

تجھ کو ڈھیل ہے اسی وقت کے دن تک جو معلوم ہے بولا

فَبِعِزَّتِكَ لَا أُغْوِيَهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿۵۲﴾ إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمْ

تو قسم ہے تیری عزت کی میں گمراہ کروں گا ان سب کو مگر جو بندے ہیں میرے ان

الْمُخْلِصِينَ ﴿۵۳﴾ قَالَ فَالْحَقُّ وَالْحَقُّ أَقُولُ ﴿۵۴﴾ لَا مُلْكَنَّ

میں چنے فرمایا تو ٹھیک بات یہ ہے اور میں ٹھیک ہی کہتا ہوں مجھ کو بھرنا

جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿۸۵﴾ قُلْ مَا

دوزخ تجھ سے اور جو ان میں تیری راہ چلے ان سے سارے تو کہہ ہیں

أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ وَمَا أَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِينَ ﴿۸۶﴾ إِنْ

مانگتا ہیں تم سے اس پر کچھ نیک اور میں نہیں آپ کو بنانے وال یہ تو ایک

هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِلْعَالَمِينَ ﴿۸۷﴾ وَلِتَعْلَمُنَّ نَبَأَهُ بَعْدَ حِينٍ ﴿۸۸﴾

بھوتی ہے سارے جہان والوں کو اور معلوم کر لو گے اس کا حال تھوڑی دیر کے بعد

اعلان توحید و رسالت و تنخلف از آخرت

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى قُلْ إِنَّمَا أَمْرٌ ذِي... إِلَى... وَلِتَعْلَمُنَّ نَبَأَهُ بَعْدَ حِينٍ

ابتداء سورۃ قرآن کریم کی حقیقت اور اثبات توحید و رسالت سے تھی اس سلسلہ میں حضرت انبیاء علیہم السلام اور انکے اوصاف ایمان و تقویٰ اور انابت الی اللہ اور ان اوصاف پر مرتب ہونے والے ثمرات و انعامات کے بیان کے بعد پھر اصل مقصد کی طرف رجوع فرماتے ہوئے توحید و رسالت کو ثابت کیا جا رہا ہے اور قیامت و احوال قیامت کا ذکر کیا جا رہا ہے اور بطور انعام حجت آپ کو دیا جا رہا ہے کہ آپ یہ اعلان کر دیجیے کہ میں تو اللہ واحد قہار کی طرف سے منکرین و مجرمن کو ڈرانے والا ہوں اور میں جو کچھ کہتا ہوں وہ وحی الہی ہوتی ہے ظاہر ہے کہ اللہ کا رسول بھی کر سکتا ہے خدا کے پیغمبروں کا یہ کام نہیں ہے کہ زبردستی کسی پر ہدایت مسلط کر دیں جب کہ خود وہ قبول ہدایت سے انکار کرتا ہو تو ارشاد فرمایا آپ کہہ دیجیے اے منکرین توحید و رسالت تمہارے اس انکار و تکذیب کا مجھے ذرہ برابر کوئی نقصان نہیں اس کا اصل نقصان تو تم ہی کو پہنچے گا میں تو عذاب خداوندی سے تم کو ڈرانے والا ہوں جیسے اللہ کے دوسرے پیغمبر بھی اس کے عذاب سے لوگوں کو ڈراتے رہے اور یہ سن لو نہیں ہے کوئی معبود عبادت کے لائق بجز اللہ واحد (یکتا) کے جو بڑا ہی غالب ہے جو رب ہے آسمانوں اور زمینوں کا اور ان تمام چیزوں کا جو انکے درمیان میں ہیں جو زبردست اور گنہگار ہیں کو بڑا ہی بخشنے والا ہے آپ کہہ دیجیے یہ اعدان توحید اور اس کی طرف مخلوق خدا کو دعوت دینا جسکے واسطے اللہ نے مجھ کو رسول بنایا بڑی ہی عظیم الشان خبر اور بلند پایہ مضمون ہے چاہیے تو یہ تھا کہ اس کی طرف توجہ کرتے اور اسکو قبول کرتے مگر افسوس تم تو اس سے بے رخی کر رہے ہو نہ تم رسالت پر ایمان

لائے اور نہ قرآن کو مانا حالانکہ یہ سب کچھ اللہ کی طرف سے ہے جس کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ مجھے تو کوئی علم نہ تھا ملا علیٰ عالم باد کا جبکہ وہ اللہ کے فرشتے آپس میں تکرار و مضمومت کر رہے تھے تخلیق آدم اور ابلیس کا سجدہ سے انکار کے بارے میں اور اس بارہ میں کہ کس بنا پر آدم کو خلافت الہیہ فی الارض کے منصب سے نوازا جا رہا ہے یہ سب کچھ میں نے نہ کسی کتاب میں پڑھا اور نہ کسی معلم سے سیکھا یہ تو صرف اللہ کی طرف سے وحی ہے جس کی وحی ہری طرف کی جاتی ہے میں تو صرف اللہ کی طرف سے تم کو آخرت اور عذاب آخرت سے صاف صاف ڈرانے والا ہوں وہ اختتام و گفتگو ملا علیٰ کی یہ تھی کہ جبکہ آپ کے رب نے فرشتوں سے کہا بے شک میں بنانے والا ہوں ایک انسان کو گارے سے موجب ہیں اسکے پتلے یعنی اعضاء جسمانیہ کو پورا بنا چکوں و اس میں اپنی طرف سے روح کو پھونک دوں تو تم سب اسکے سامنے سجدہ میں گر پڑنا چاہنا چاہو جب اللہ نے اسکو بنالیا اور اس میں روح پھونک دی تو سب کے سب فرشتوں نے آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا مگر ابلیس نے سجدہ سے انکار کیا کہ وہ غرہ میں آگیا اور کافروں میں سے ہو گیا حق تعالیٰ نے ابلیس کو اس غرور و انکار پر فرمایا اے ابلیس تجھے کس بات نے روکا سجدہ کرنے سے اسکو جس کو میں نے اپنے دونوں ہاتھوں اور قدرت خاصہ سے بنایا کیا تو غرور میں آگیا بائنا کہ کیا تو بڑے درجے والوں میں سے تھا حالانکہ یہ

عملہ لفظ من روحی میں نسبت حق تعالیٰ نے اپنی طرف اس لئے فرمائی کہ روح آب و خاک سے نہیں بلکہ عالم غیب سے آتی یہ مضمون سورہ بی اسرائیل میں گذر چکا وہاں اخلافت کی حکمت پر کلام کیا گیا ہے تفصیل کیلئے استاد محترم حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کے مضمون "الروح فی القرآن" کی طرف رجوع فرمایا جائے۔ یہ مفسرہ سورہ اعراف و دیگر متعدد سورتوں میں گذر چکا ہے لیساً حَقَّقْتُ بِکَیِّ یعنی جسکو میں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے پیدا کیا ان الفاظ کے ترجمہ میں توضیحی کلمات اور قدرت خاصہ ان مشکلیں کے مسلک کے پیش نظر اضافہ کیتے جو اس طرح کی صفات اور شئون خداوندی کی تاویل قدرت امر اور شئیت جیسے الفاظ سے کر لیتے ہیں حضرت شاہ صاحبؒ کہتے ہیں یعنی بدن کو ظاہر کے ہاتھ سے۔

اور روح کو غیب (باطن) کے ہاتھ سے اللہ غیب کی چیزیں ایک طرح کی قدرت سے اور ظاہر کی چیزیں دوسری طرح کی قدرت سے بناتا ہے اس انسان میں دونوں طرح کی قدرت فرج کی اس وجہ سے بیدار نشیہ کا لفظ استعمال فرمایا حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اپنے فوائد میں تحریر فرماتے ہیں ہمارے نزدیک اللہ کی لغوت و صفات میں سف کا سنک ہی افویٰ و احوط ہے یہ مقصود ہے کہ اللہ تعالیٰ بعض مخلوقات کو کسی دوسری مخلوق سے پیدا کرتا ہے مثلاً بارش کو بادلوں سے اور دھوئیں کو آگ سے اور بعض کو بغیر کسی دوسری مخلوق کے پیدا کرتا ہے تو حضرت آدم علیہ السلام اسی دوسری مخلوق میں سے ہیں کہ ان کو کسی کے توسط اور دفع سے نہیں پیدا کیا گیا

باطل ہے کیونکہ جب فرشتوں کو سجدہ کا حکم ہوا تو وہ سر بسجود ہو گئے اور یقیناً تجھ سے افضل اور بڑھ کر میں تو یہ
 مجھ سے تیری کیونکہ مومن کی میرے حکم کی تعمیل سے تو نے رد گردانی کی کہا میں آدم سے بہتر ہوں کیونکہ آپ نے
 مجھ کو آگ سے پیدا کیا ہے در اس آدم کو خاک سے پیدا کیا ہے اور جب کہ میں اس سے بہتر ہوں تو مجھے
 سجدہ کا حکم دینا حکمت کے خلاف ہے ارشاد ہوا تو اچھا تو پھر آسمان سے نکل کیونکہ بے شک تو اس حرکت
 سے کہ حکم خداوندی کا مقابلہ کیا اور اس پر طعن و اعتراض کیا کہ یہ حکم خلاف عقل و حکمت ہے مردود ہوا اور
 بے شک تجھ پر میری لعنت رہے گی قیامت کے دن تک اور ظاہر ہے کہ جس پر قیامت کے روز تک
 لعنت رہی تو بعد میں تو اس پر رحمت کا کوئی امکان نہیں ہو سکتا کیونکہ لعنت اور غضب خداوندی کسی
 سے اگر سقوط ہو سکتا ہے تو وہ دارالعمل میں رہتے ہوئے تا تب ہو جانے کی وجہ سے ہو سکتا ہے اور جب
 قیامت قائم ہو گئی تو تو بہر کا دروازہ بند ہو چکا ہو گا اگر مجھ کو آدم کی وجہ سے ملعون و مردود کیا گیا تو پھر
 مجھ کو مہلت دیدہ دیکھتے قیامت کے دن تک تاکہ میں انکی اولاد سے خوب برہنوں ادھر قدرت
 خداوندی کو دیر دنیا میں ہدایت و گمراہی کا مقابلہ رکھنا تھا تاکہ ابتلاء و آزمائش ہو سکے اس وجہ سے ارشاد
 ہوا اچھا جب تو مہلت مانگتا ہے تو جانچ کو مہلت دیدہ گئی ایک وقت معلوم و معین تک کہنے
 لگا جب مجھے مہلت مل گئی تو قسم ہے میری عزت کی کہ میں البتہ ضرور ان سب کو گمراہ کروں گا بخیر
 آپ کے ان بندوں کے جو ان میں منتخب کیے گئے ہیں فرمایا تو ٹھیک بات ہے اور میں سبح ہی
 کہا کرتا ہوں کہ میں تجھ سے اور ان سے جو تیرا ساتھ دیں گے یقیناً ان سب سے درخ کو بھر دوں گا ان
 تمام حقائق کو سن کر چاہیے کہ لوگ اللہ کی باتوں پر ایمان لائیں اور انکی صداقت و حقانیت پر یقین کریں
 اگر اسکے باوجود بھی کوئی بد باطن کسی قسم کا شک و تردد کرے یا کوئی معاند آپ کے حق میں کسی طبع دلچ
 کا تصور کرے تو آپ اتمام حجت اور بطور قطع عذر کہہ دیجیے میں تم سے اس قرآن اور اللہ کے احکام
 کی تبلیغ پر نہ کچھ معاوضہ چاہتا ہوں اور نہ میں تصنع و بناوٹ کرنے والوں میں سے ہوں بلکہ حقیقت
 یہ ہے کہ یہ قرآن تو اللہ کا کلام ہے وراہیک عظیم پیغام نبییت ہے تمام جہان والوں کے لیے اسی
 مقصد کے لیے اللہ نے مجھ کو نبی بنایا اور اس میں سراسر تمہارا ہی نفع ہے اور اگر اس حق اور حقیقت
 کے واضح ہو جانے کے بعد بھی تم لوگ ایمان نہیں لاتے تو البتہ اسکے کچھ بعد تم کو اس کا حال خوب
 معلوم ہو جائے گا کہ اللہ کا دین حق ہے اسی دین کی پیروی کر سے والوں کو فتح و کامرانی نصیب ہوگی
 اور اگر ان تارکخی حقائق سے بھی کسی کو حقیقت نہ کھلی تو موت بھی کچھ دور نہیں اور نہ ہی قیامت کچھ
 بعید ہے در ہر شخص کی موت تو خود ایک قیامت ہی ہے تو اس وقت معلوم ہو جائے گا کہ
 محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ کہا تھا وہ حق تھا اور ان پر ایمان نہ لانا منکرین کی ہلاکت
 و تباہی کا باعث بنا مگر ظاہر ہے کہ مرنے کے بعد یا قیامت برپا ہونے پر اگر کسی نے حق پہچانا
 تو اس وقت کی معرفت یا ایمان سے تو کچھ فائدہ نہ ہو گا قتادہؒ نے بخیرین کی تفسیر میں موت کو

بیان کیا ہے اور علامہ کہا کرتے تھے اس سے قیامت مراد ہے تقدہ نے حسن بصریؒ کا قول نقل کیا
یا اہل آدم عند الموت یا تبتک الخیر یقین کہ ابن آدم موت کے وقت تجھ کو یقین حاصل
ہوگا (تفسیر ابن کثیر ۴)

درود کی سے منقول ہے کہ یہ درود کا دن ہے کہ بدر کی فتح پر منکرین کو یقین کرنا پڑے گا کہ جو کچھ غلبہ
حق کی خبر خدا کے پیغمبر نے دی تھی وہ برحق ہے مآکان لئی من علمنا لئلا نمدی الا علی کے ترجمہ میں
اضافہ کردہ الفاظ جبکہ اللہ کے فرشتے آپس میں تکرار و خصوصیت کر رہے تھے تخلیق آدم اور ابلیس کا سجدہ
سے انکار کرنے کے بارے میں "سے ان ائمہ مفسرین کے قول کی طرف اشارہ ہے جنہوں نے یہ بیان
کیا کہ اس اختتام سے حضرت آدم علیہ السلام کا یہ قصہ ہے جس میں حضرت آدم کو سجدہ کا حکم دیا گیا اور
ابلیس نے انکار کیا اور بعض علماء مفسرین نے بیان کیا کہ خلافت آدم کے متعلق مختصت نہیں ہے
بلکہ اعمال بنی آدم یعنی کفارات میں ملائکہ کی خصوصیت مراد ہے جسکی تفصیل حدیث اختتام الملائۃ الاعلیٰ
میں مذکور ہے جس کو امام ترمذیؒ نے بنی جامع میں تحریر کیا ہے عبد الرحمن بن عائش با سند مالک
بن یحیٰم حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک روز صبح کی نماز کے وقت
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم در تک تشریف نہ لائے حتیٰ کہ سورج نکلنے کے قریب ہو گیا اس وقت
آپ بڑی عجلت کے ساتھ تشریف لائے نماز کی اقامت ہوئی اور آپ نے نماز مختصر پڑھائی
سلام پھرنے کے بعد آپ نے فرمایا اے لوگو! تم اپنی اپنی جگہ اسی طرح بیٹھے رہو پھر فرمایا ہماری
طرف رخ کرتے ہوئے آج رات جب میں قیام کے لیے بیدار ہوا اور جس قدر مقدار نماز پڑھی
تو دوران نماز مجھ پر اُونگھ (غلبہ نوم) طاری ہوئی تو میں نے اپنے پردہ دگار کا بڑی ہی بہترین صورت
میں دیدار کیا اس وقت جبکہ مجھے اللہ کی تجلی نصیب ہوئی تو مجھ سے رب العزت نے سوال کیا
اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم، جانتے بھی ہو ملا اعلیٰ کس بات میں خصوصیت کر رہے ہیں میں نے
عرض کیا اے میرے پروردگار مجھے نہیں معلوم آپ ہی خوب جانتے ہیں تو حق تعالیٰ نے اپنا دست
بے مثال میرے شانوں کے درمیان رکھا جس کی ٹھنڈک اور سکون مجھے اپنے سینہ میں محسوس
ہونے لگی جس سے میرے واسطے ہر چیز ظاہر ہو گئی (جو حق تعالیٰ مجھ سے سوال فرما رہے تھے) اور یہ
ایسا ہی تھا جیسے حضرت آدم علیہ السلام کو تعلیم اشیاء فرما کر فرشتوں سے دریافت کیا گیا تو جواب
ملا سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا یٰکُنْ جب وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَاءَ كُلَّهَا کی صورت ہوئی
تو پھر فرمایا یٰاٰدَمُ اَنْزِلْهُمْ بِاَسْمَائِهِمْ۔ سی طرح ان علوم و مفامین کا القاء اس طرح اس
تاثیر غیبی اور باطنی سے فرما دیا گیا تو پھر آپ نے سب باتوں کا جواب دیا اور کہا جی ہاں!
اے پروردگار کفارات میں یعنی ان اعمال میں فرشتوں کی خصوصیت ہو رہی ہے کہ ان کا اجر و ثواب
کیا ہے یا یہ کہ ان اعمال کو فرشتوں کی کون سی جماعت پہلے بارگاہ رب العزت میں لے کر پہنچتی ہے

اور وہ کفارت یہ ہیں باوجود مشقتوں کے وضو مکمل آداب کی رعایت کے ساتھ کرا زیادہ سے زیادہ قدم چلنا مسجدوں کی جانب اور نماز کا انتظار کرنا نماز کے بعد پھر ارشاد ہوا پھر کن اعمال میں خصوصیت ہے جواب دیا درجات میں سوال ہوا درجات کیا ہیں بتایا اطعام طعام افشاء سلام اور تہجد کی نماز ان اوقات میں جب کہ لوگ سوئے ہوئے ہوں ارشاد ہوا سوال کرو فرماتے ہیں میں نے مانگا اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں خیر کے کاموں کا اور برائیوں کے چھوڑنے کا اور مساکین کی محبت کا اور یہ کہ میری مغفرت فرما اور جب تو کسی قوم کو فتنے میں ڈالنے کا ارادہ کرے تو مجھے اس سے پہلے اٹھائے۔ اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں تیری محبت کا اور اس شخص کی محبت کا جو تجھ سے محبت رکھتا ہو اور اس عمل کی محبت جو تیری محبت کے قریب کر دے آپ نے یہ کلمات ارشاد فرماتے ہوئے فرمایا یہ کلمات حق ہیں انکو یاد کرو اور سیکھو اور ایک روایت میں ہے کہ دوسروں کو بھی سکھاؤ یہ مضمون امام احمد نے اپنی سند میں ذکر فرمایا اس حدیث کی سند میں اگرچہ بعض محدثین نے کچھ کلام کیا ہے مگر امام ترمذی نے اس کی تحمیل فرمائی۔

حافظ ابن کثیر نے اس حدیث اختصام کو نقل کرنے کے بعد یہ فرمایا اس آیت میں جس اختصام کا ذکر ہے وہ یہ اختصام نہیں کیونکہ خود قرآن کریم نے اس اختصام کی تفسیر اذ قال ذبک للعدیث کے فرمادی کہ یہ اختصام خلافت آدم اور انکو مرہا بسود کے بارہ میں ہے۔

حضرت استاد شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ اس موقع پر اپنے فوائد قرآن میں فرماتے ہیں مآ اعلیٰ اوپر کی مجلس ملائکہ مقربین وغیرہم کی مجلس ہے جن کے توسط سے تدابیر الہیہ اور تصریفات کو نیہ ظہور پذیر ہوتی ہیں یعنی مآ اعلیٰ میں نظام عالم کے فناء بقا کے متعلق جو تدبیریں یا تحشیں اور قیام و قال ہوتے ہیں مجھے اسکی کیا خبر تھی جو تم سے بیان کرتا اللہ تعالیٰ نے ان میں جن اجزاء پر مطلع کر دیا وہ بیان کر دیتے ہیں جو کچھ کہتا ہوں اسکی وحی اور اعلام سے کہتا ہوں مجھ کو یہی حکم ملا ہے کہ سب کو اس آنے والے خوف ماک مستقبل سے خوب کھول کھول کر آگاہ کر دوں۔

ربا یہ کتہ وقت کب آئے گا اور قیامت کب قائم ہوگی ؟ نہ انداز کے بیٹے اسکی ضرورت ہے اور نہ اسکی اطلاع کسی کو دی گئی ہے ایک حدیث میں ہے کہ چند انبیاء علیہم السلام کے ایک اجتماع میں قیامت کا ذکر چلا کہ کب آئے گی سب نے حضرت ابراہیم علیہم السلام پر حوالہ کیا انہوں نے فرمایا مجھے علم نہیں پھر سب نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر حوالہ کیا انکی طرف سے بھی یہی جواب ملا آخر میں سب نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف رجوع کیا تو انہوں نے یہی کہا کہ عین قیامت کا تو مجھے بھی علم نہیں اور یہ لفظ فرستے ما المسؤل عہد با علم من السؤل

معلوم ہوتا ہے کہ مآ اعلیٰ میں قیامت کے متعلق اس قسم کی بحث و تکرار رہتی ہے تو اس کے بارہ میں آپ نے صاف فرمادیا مَا كَا تَ لِي مِنْ عِلْمٍ بِالْمَلَكِ الْاَعْلٰی اِذْ يَخْتَصِمُونَ کہ مجھے

تو ملا علی کا کوئی علم نہیں جبکہ وہ اس معاملہ میں غیوریت کرتے ہیں۔

بہر کیف وحی خداوندی سے آپؐ نے صاف ارشاد فرمایا کہ غیب کا علم صرف اللہ کی شان ہے
اللہ کا پیغمبر صرف وہی بتاتا ہے جو اسکو وحی سے بتا دیا جائے اسکو نہ ملائکہ کی ملا علی میں خصوصتوں
کا علم ہے اور نہ قیامت کے واقع ہونے کا علم ہے کہ کب واقع ہوگی۔

لَقَدْ هَمَمْنَا خَلْقًا حَلَاوَةً وَأَنْحَنَّا مِنْهُ تَوَفَاتُ الْمُسْلِمِينَ وَالْحَقَّابِ الصَّالِحِينَ
سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ
رَبِّ الْعَالَمِينَ۔

الحمد لله آج مورخہ ۲۲ شوال المکرم ۱۴۱۸ھ سورہ صافات کی تفسیر سے فراغت ہوئی اے خداوند
عالم قبول فرما۔ اور اسکی تکمیل فرما۔

آمین یا سرب العالمین

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ (ط)

سُورَةُ الزُّمَرِ

سُورَةُ الزُّمَرِ مکی سورت ہے جس کی پہچان اور بعض مفسرین کے قول کے مطابق بہتر آیات اور
آٹھ رکوع ہیں۔

اثبتہ مفسرین کا اس سورت کے مکی ہونے پر اتفاق ہے اس سورت کا دوسرا نام بعض مفسرین
نے سورۃ الغرغریہ بھی بیان کیا ہے یہ بھی سنی دلائل میں بروایت نحاس عبداللہ بن عباس رضی اللہ
عنہما سے روایت کیا ہے کہ سورۃ زمر کہ میں نازل ہوئی بجز ان تین آیات کے جو وحشی قاتل حمزہؓ
کے بارے میں نازل ہوئیں وہ تین آیات قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِينَ آمَنُوا عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ لَا
تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَتِي الْمَلِكَةِ کہ یہ مدینہ منورہ میں وحشی کے اسلام کے وقت نازل ہوئی اور بعض
مفسرین کا قول ہے کہ سات آیات۔

امام نسائی سے حضرت عائشہؓ کی حدیث ذکر فرمائی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر رات اس ہتھام
کے ساتھ سورۃ بنی اسرائیل اور سورۃ زمر تلاوت فرمایا کرتے تھے (فتح البیان فتح القدیر تفسیر ابن کثیر)
اور ایک روایت میں یہ لفظ ہیں آپؐ اس وقت تک نہ سوتے جب تک کہ سورۃ زمر کی تلاوت
نہ کریں گذشتہ سورۃ ص کے زیادہ تر مضامین رسالت سے متعلق تھے جن میں آنحضرت صلی اللہ

عبیدہ وسلم کی رسالت کا اثبات منکرین کے لئے اور بے ہودہ اعتراضات کا رد اور ان کے احمقانہ تمسخر کا جواب تھا اب اس سورت میں اکثر مضامین توحید سے متعلق ہیں توحید خداوندی ثابت کر کے مصدقین کی مدح و انکی جزا اور ان پر انعامات الہیہ کا ذکر ہے اور مکذبین و منکرین پر وعید و تنبیہ ہے اور ابطال شرک کے لئے عقلی اور فطری دلائل ذکر فرمائے گئے سابقہ سورت کا خاتمہ ۵۹ لَتَعْلَمُنَّ مَبَآئِیْنَاۤ اٰیٰتِہٖاۙ کے بعد حقیقت و صداقت پر تھا تو اس سورت کی ابتدا اسی مناسبت و ربط کے ساتھ قرآن کریم کی حقیقت سے کی گئی کہ یہ کتاب الہی اللہ عزیر و حکیم کی طرف سے اتاری ہوئی کتاب ہے جو حق و صداقت کے ساتھ اتاری گئی جس کا پیغام توحید خداوندی ہے اس طرح ہر دو سورتوں کے مضمون میں ربط کے ساتھ سورت سابقہ کا خاتمہ اس سورت کی ابتداء سے ہی مربوط ہو گیا۔

اٰیٰتِہَاۙ ۳۹ : سُوْرَةُ الزُّمَرِ مِکِّيَّةٌ ۵۹ : رُكُوْعَاتُهَا ۸

سورۃ زمر مکی ہے اس میں پچھتر آیتیں اور آٹھ رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تسبیح اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا

تَنْزِیْلُ الْکِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِیْزِ الْحَکِیْمِ ۱ اِنَّا اَنْزَلْنٰ اِلَیْكَ

اتارا ہے کتاب کا اللہ سے جو زبردست ہے حکمتوں والا ہم نے اتاری ہے تیری

اَلْکِتٰبِ بِالْحَقِّ فَاَعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لِّہٖ الدِّیْنَ ۲ اَلَا لِلّٰهِ

طرف کتاب ٹھیک سربندگی کر اللہ کی نری کر کر اسکے واسطے بندگی سنا ہے

الدِّیْنُ الْخَالِصُ ۳ وَالَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِہٖ اَوْلِیَآءَ مَا

اللہ ہی کو ہے بندگی نری اور جنہوں نے پکڑے ہیں اس سے درے مما بنی کر ہم ان کو

نَعْبُدُہُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلٰی اللّٰهِ زُلْفٰی ۴ اِنَّ اللّٰهَ یَحْکُمُ

بلوجتے ہیں اس واسطے کہ ہم کو پہنچا دیں اللہ کی طرف پاس کے درجے بیشک اللہ چکا دے گا

بَیْنَهُمْ فِیْ مَا هُمْ فِیْہِ یَخْتَلِفُوْنَ ۵ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی

ان میں جس چیز میں جھگڑ رہے ہیں البتہ اللہ راہ نہیں دیتا اسکو

مَنْ هُوَ كَذِبٌ كَفَّارٌ ۝ لَوْ أَرَادَ اللَّهُ أَنْ يَتَّخِذَ وَلَدًا

جو ہو بھوٹا حق نہ ماننے والا اگر اللہ چاہتا کہ اولاد کرے تو

لَا صُطْفَىٰ مِمَّا يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ سُبْحَنَهُ ۖ هُوَ اللَّهُ الْوَاحِدُ

چُن لیتا اپنی خلق میں جو چاہتا وہ پاک ہے وہی ہے اللہ الہا

الْقَهَّارُ ۝ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ يُكَوِّرُ اللَّيْلَ

دباؤ والا بناتے آسمان اور زمین ٹھیک۔ پھیلتا ہے رات کو

عَلَى النَّهَارِ وَيُكَوِّرُ النَّهَارَ عَلَى اللَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَ

دن پر اور پھیلتا ہے دن کو رات پر اور کام لگائے سورج اور

الْقَمَرَ ۖ كُلٌّ يَجْرِي لِأَجَلٍ مُّسَمًّى ۖ إِلَّا هُوَ الْعَزِيزُ الْغَفَّارُ ۝

چاند ہر ایک چلتا ہے ایک ٹھہری مدت پر مقرر ہے وہی ہے زبردست گناہ بخشنے والا

خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَ

بنایا تم کو ایک جی سے پھر بنایا اس سے اس کا جوڑا اور

أَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ الْأَنْعَامِ ثَمَنِيَّةً ۖ أَزْوَاجًا يُخَلِّقُكُمْ فِي

اتارے تمہارے واسطے چوپایوں سے آٹھ مزد مادہ بناتا ہے تم کو

بُطُونٍ ۖ أُمَّهَاتِكُمْ خَلَقًا مِّنْ بَعْدِ خَلْقٍ فِي ظُلُمَاتٍ ثَلَاثٍ ۖ

ماں کے پیٹ میں طرح پر طرح بنانا تین اندھیروں کے نیچے

ذَلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ۚ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ

وہ اللہ ہے رب تمہارا اسی کا راج ہے کسی کی بندگی نہیں سوائے اس کے

فَأَنِّي تَصْرَفُونَ ۝

پھر کہاں سے پھرے جاتے ہو؟

اثباتِ حقانیتِ کتابِ الہی و توحیدِ خداوندی و ابطالِ شرک

قال اللہ تعالیٰ تَنْزِيلُ الْكِتَابِ مِنَ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ اِلٰی فَآتٰی ثَمْرًا نُوْتًا
 (ربط، گذشتہ سورت میں زیادہ تر مضامین اثباتِ رسالت کے متعلق تھے اور مشرکین مکہ آنحضرت صلی
 اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت پر جو اعتراضات کر رہے تھے ان کا جواب و رد تھا اور ان کے یہودیہ
 تمسخر پر تہقیق و تبہیل تھی اب اس سورت میں توحیدِ خداوندی کا بیان ہے اور ابطالِ شرک اور یہ کہ
 عبادت صرف اللہ کا حق ہے اس میں کسی کو شریک کرنا خواہ کسی بھی عقیدہ اور تخیل سے ہو غرض اور
 فطرت کے خلاف ہے اور شرک کے مرتکب کا انجام تباہی اور ہلاکت کے سوا کچھ نہیں ان مضامین
 کیلئے بطور تمہید حقانیتِ قرآن کا ذکر فرما کر یہ سلسلہ مضامین شروع کیا جا رہا ہے۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ تَنْزِيلُ الْكِتَابِ مِنَ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ۔

فرمایا یہ نازل کی ہوئی کتاب ہے اللہ غالبِ حکمت والے کی طرف سے اس لئے کسی کو عزت
 نہ ہوئی چاہیے کہ اسکا انکار کرے اگر انکار و تردید کیا تو ظاہر ہے اس غلبہ اور طاقت واسے پروردگار کی گرفت اور سزا
 سے نہیں بچ سکے گا اور چونکہ وہ حکمت والا ہے اسی وجہ سے کسی کو قدرت نہیں کہ اس کے کسی پیغام
 و حکم کو خلافِ مصلحت کہے بلکہ شک ہم نے اتارا ہے اس کتاب کو آپ کی طرف حق کے ساتھ تحکیم
 طور سے لہذا آپ اللہ کی عبادت کرتے رہیے جیسا کہ اب تک آپ اسکی عبادت میں مصروف ہیں حال ہی
 اللہ ہی کی معبودیت والوہیت کا اعتقاد رکھتے ہوئے یاد رکھو اللہ ہی کے لیے عبادت و بندگی مخصوص
 ہے جو ہر قسم کی شرک کی گندگی سے پاک ہو اور اللہ کی توحید و خالقیت اور عبادت صرف اسی کا حق ہے یہ
 عین فطرت اور عقل کے مطابق ہے فطرت انسانی اور عقل اس کو ہرگز گوارہ نہیں کرتی کہ اس معبودِ حقیقی کی عبادت
 میں کسی کو شریک بنایا جائے اس لیے ہر ایک پر یہ لازم ہے کہ اسکو قبول کرے اور اس کے مطابق
 عمل کرے اور جن لوگوں نے اللہ کی عبادت حاصہ چھوڑ کر خدا کے سوا اور معبود تجویز کر رکھے ہیں
 اور یہ کہتے ہیں کہ ہم نہیں عبادت کرتے ہیں ان معبودوں کی مگر صرف اس لیے کہ یہ معبود ہم کو اللہ کے
 قریب کر دیں گے اور اس کا مقرب ہم کو بنا دیں گے سو ان کا یہ گماں اور عقیدہ لغو اور باطل ہے
 بے شک اللہ تعالیٰ فیصلہ کر دے گا ان کے اور اہل ایمان کے درمیان قیامت کے روز انکے اس
 اختلافی معاملہ میں کہ اہل ایمان و توحید کو جنت میں داخل فرما دیا جائے گا اور اہل شرک ذلتِ خواری
 کے ساتھ جہنم میں ڈال دیئے جائیں گے اور اس طرح عملاً اس اختلاف کا فیصلہ ہو جائے گا آپ
 ایسے بد نصیبوں کی گمراہی اور ہلاکت پر غم نہ کیجئے اور نہ تعجب کہ ایسے واضح دلائل کے باوجود کیوں راہ
 حق سے بھٹکے ہوئے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ ہرگز ایسے شخص کو راہ پر نہیں لاتا جو جھوٹا اور نافرمان ہو اور جو

اپنی زبان سے اقوال کا ذہن اور کفر یہ بولتا ہو دل کفر کے اعتقاد سے لبریز ہو اور عمل سے نافرمانی اور کفر پر تلا ہو اہم ظاہر ہے کہ یہ حملہ احوال ایسے شخص کی بدنہی اور عروہی ہی کا باعث ہیں ۔

مشرکین کا ایک شرک یہ بھی تھا کہ اللہ کے لیے اولاد تجویز کرنے جیسا کہ نصاریٰ سے حضرت عیسیٰ بن مریمؑ کو خدا کا بیٹا قرار دیا تو ان کا رد کرتے ہوئے ارشاد فرمایا اگر بالفرض اللہ تعالیٰ ارادہ فرماتا اس بات کا کہ کسی کو بیٹا بنائے تو چن لیتا اپنی مخلوق میں سے جس کو چاہتا ہر چیز کائنات میں اس کی مخلوق ہے اور بیٹا ہونے کے لیے اگر کسی کو منتخب کرتا تو وہ بھی اس کی مخلوق ہوتا جو یقیناً اللہ کی جنس سے نہ ہوتا اور یہ بات ظاہر ہے کہ بیٹا باپ کی جنس سے ہوتا ہے تو یہ کیونکر ممکن تھا کہ مخلوق اس کی اولاد ہو جائے اور اگر بالفرض ایسا ہو تو یہ بہت بڑا عیب اور نقصان ہے کہ بیٹا والد کی جنس سے نہ ہو وہ تو ہر عیب سے پاک ہے وہ اللہ یکتا ہے کہ اس کا کوئی شریک اور نمونہ نہیں جو زبردست عزت اور غلبہ والا ہے لہذا نہ اس کی طرف اولاد کی نسبت کی جاسکتی ہے اور نہ یہ ممکن ہے کہ ایسے شرک کا ارتکاب کرے واسے اس کی گرفت اور عذاب سے بچ سکیں اس کی قوت اور غلبہ کا تو یہ عالم ہے کہ اس نے آسمان وزمین کو حکمت سے پیدا کیا وہ رات کی ظلمت کو لپیٹ دیتا ہے دن کی روشنی پر جس سے دن غائب ہو جاتا ہے اور یسا ہی ہو جاتا ہے جیسے کسی چیز کو کسی میں لپیٹ کر چھپا دیا گیا اور دن کی روشنی کو لپیٹ دیتا ہے رات کی ظلمت پر جس سے رات غائب ہو جاتی ہے اور مسخر کر دیا ہے اس نے سورج کو اور چاند کو ہر ایک کو اپنے کام میں لگا رکھا ہے کہ ان میں ہر ایک چلتا رہے گا ایک وقت مقرر تک ہر ایک کی رفتار اور نظام لیل و نہار قیامت تک اسی بہترین اسلوب کے ساتھ جاری رہے گا یہ آسمان اور زمین اور لیل و نہار اپنے میں کسی قدر حکمتیں اور خالق رب العالمین کی وحدانیت اور الوہیت کی دلیلیں دیتے ہوئے ہیں خبردار ہو جاؤ وہی زبردست قدرت والا ان لوگوں کو عذاب دینے کے لیے جو ان دلائل کے باوجود اس کی توحید پر ایمان نہ لائیں ساتھ ہی بڑی مغفرت کرنے والا ہے ان لوگوں کے لیے جو اپنی گزشتہ زندگی کے کفر و شرک کو چھوڑ کر ایمان لے آئیں آخر سوچا جائیے کہ انسان اس خالق حقیقی اور رب منعم کا انکار اور اسکے ساتھ شرک کرتا ہے جس نے اس کی تخلیق میں مادہ وحدت اور یگانگت کا رکھا کہ تمام بنی نوع انسان ایک ماں باپ کی اولاد ہیں پھر یہی وہ اس کے ساتھ شرک کر کے انسانوں میں مؤمن و کافر کی تفریق پیدا کر رہا ہے ان باہر کے دلائل کے علاوہ خود اس کے وجود میں ایسے دلائل ہیں کہ وہ ان سے خدا کو پہچان سکتا ہے اور یہ کہ اس کی وحدانیت پر ایمان لانا عین فطرت کا تقاضا ہے تو اسے انسانو! پیدا کیا اس نے تم کو ایک جان یعنی آدم علیہ السلام سے پھر اسی سے بنایا اس کا جوڑا یعنی حوا علیہا السلام کو پیدا کیا جس سے دنیا میں انسانوں کی پیدائش کا سلسلہ

جاری ہوا اور بنائے تمہارے نفع کے لیے چوبادوں میں سے آٹھ زرمادہ اونٹ، گائے بھڑ، بکری جو بدو روگا پیدا کرتا ہے تم کو اپنی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ سے تمہاری ماؤں کے پیٹ میں ایک طرح کے بعد دوسری طرح پر تین اندھیروں میں جنی بدریج تم کو لطف سے علقہ بناتا ہے اور پھر اس دم بستہ کو مضغہ لم پھر اس پر ہڈیاں اور گوشت چڑھاتا ہے پھر روح پھونک کر حیات و زندگی کے ساتھ ان تین اندھیروں سے تم کو باہر لاتا ہے کن لو یہ ہے اللہ تمہارا رب جس کی یہ عظیم قدرتیں اور منہ پایہ حکمتیں ہیں اور ان میں سے ہر ایک چیز اسکی ربوبیت و خالقیت اور وحدانیت کی ایسی دلیل ہے جو تمہارے وجود میں رچی ہوئی ہے اسی کی سلطنت و حکمرانی ہے اسکے سوا کوئی تعریف کے لائق نہیں سوائے انسانوں دلائل و حقائق کے بعد بھی تم کہاں بھٹک رہے ہو تم پر واجب ہے کہ اس کی خالقیت اور وحدانیت پر ایمان لاؤ۔

ان آیات مبارکہ میں حق تعالیٰ نے کتاب الہی کو حق کے ساتھ نازل کیے جانے پر یہ حکم تنوع فرمایا **فَاعْبُدِ اللَّهَ مُخْلِصًا لَهُ الدِّينَ** اس لیے کہ جو کتاب حق و صداقت لے کر نازل ہوئی اس پر عمل اس طرح ممکن ہے کہ اخلاص نیت کے ساتھ صرف اللہ ہی کی عبادت کی جائے غلامی کے بغیر توحید کا حق ادا نہیں ہو سکتا کیونکہ اخلاص کی غی اور ضد شرک اور ریا ہے اخلاص کے حکم کے ساتھ **الَّا لِلَّهِ الدِّينُ** الخاریق اسی کی تاکید اور تکمیل کے لیے فرمایا گیا تاکہ یہ ظاہر ہو جائے کہ اللہ کی بارگاہ میں پسندیدہ دین وہی ہے جو شرک کی آمیزش سے ہر طرح پاک ہو یزید رقاشیؒ سے منقول ہے ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم میں سے بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جو مال خرچ کرتے ہیں اللہ کی راہ میں مگر وہ چاہتے ہیں ان کی شہرت ہو تو کیا ایسی صورت میں کوئی اجر و ثواب ہے آپؐ نے فرمایا اللہ رب العزت صرف اسی چیز کو قبول فرماتا ہے جو صرف اسی کے واسطے خالص کی گئی ہو اور پھر یہ آیت تلاوت فرمائی **لَا يَذَرُ الدِّينَ الْخَائِصُ**۔ کو اَرَاكَ اِنَّهُ اَنْ تَتَّخِذَ كَدًّا سَلَسَلَةً تَوْحِيدَ خُداوندی میں یہ آیت مشرکین و نصاریٰ اور ان تمام گمراہ فرقوں کا رد ہے جو اللہ کے لیے اولاد تجویز کرتے ہیں مثلاً نصاریٰ حضرت عیسیٰؑ کو خدا کا بیٹا کہتے ہیں در اسی کے ساتھ تین خداؤں (تثلیث) کے بھی قائل ہیں اور مشرکین عرب میں بعض قبیلے فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں کہا کرتے۔

مراد یہ ہے کہ بالفرض اگر خدا تعالیٰ یہ ارادہ کرتا کہ اس کی کوئی اولاد ہو تو ظاہر ہے کہ وہ اپنی مخلوق

علیہ تین اندھیروں سے مراد ایک پیٹ ہے دوسرا اندھیرا رحم ہے اور تیسرہ وہ جھن جس میں بحر محفوظ ہوتا ہے ان اندھیروں میں ہی خدا نے اُس کی بدریج نشوونما کی پھر حیات و زندگی بخشی اور پھر رحم مادر سے باہر نکالا تو وہ دیکھنے اور سننے والا تھا۔ ۱۲

شان بے نیازی پروردگار عالم و پسندیدگی ایمان و غضب بر کفر و نافرمانی

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى إِنَّ تَكْفُرًا فَإِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ ... رَحْمَةً ... عَلَيْهِمْ ذَلِكِ الصَّدُوقِ
 حق تعالی شانہ نے دلائل توحید و حقیقت کے بعد اپنی شان بے نیازی کا ذکر فرمایا کہ کسی کے ایمان سے خدا کو کوئی نفع اور کسی کے کفر سے اسکو کوئی نقصان نہیں پہنچتا وہ تو بے نیاز ہے سبکی بارگاہ میں کفر و نافرمانی پسند نہیں ہاں شکر و اطاعت اسکو محبوب ہے اس لئے ہر شخص کو سمجھ لیا چاہیے ایمان و کفر کا نفع نقصان خود مومن و کافر کی ذات ہی کو پہنچے گا قانون خداوندی ہے کُلُّ امْرِئٍ مِمَّا كَسَبَ كَرِهَتْ ہر انسان اپنے کئے ہوئے پر ماخوذ ہے اور اِنَّ اللَّهَ لَغَفِيْرٌ عَنِ الْعَالَمِيْنَ خدا تمام جہانوں سے بے نیاز ہے تو فرمایا اسے لوگو! اگر تم کفر و نافرمانی اور شرک کرو گے تو سن لو خدا کا اس میں ذرہ برابر بھی نقصان نہیں کیونکہ اللہ بے نیاز ہے تم سے اسکو تمہاری طاعت و عبادت کی کوئی حاجت نہیں ہے تمہاری نافرمانی اور بغاوت سے اسکو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا اور وہ اپنے بندوں کے واسطے کفر کو پسند نہیں کرتا کیونکہ کفر سے خود بندوں کو ضرر پہنچتا ہے تو اسکو کفر ناپسند ہونا بندوں پر رحمت اور محبت کی وجہ سے ہے اور محبت و رَأْفَت کا تقاضا یہی ہے بندوں کی ہلاکت و تباہی اور اسراف و عافیت کی بربادی ناگوار ہو اور اگر تم شکر کرو گے تو اللہ اس شکر گزاری اور طاعت و فرمانبرداری کو تمہارے واسطے پسند کرے گا اور ظاہر ہے کہ اس کا نفع اسے انسانو! تم ہی کو پہنچے گا اور اس کا ایمان و طاعت کو پسند کرنا اسی لیے ہے نہ یہ کہ اس کو بندوں کے ایمان و طاعت کی کوئی حاجت ہے اور یہ ضابطہ طے پا چکا ہے کہ کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھاتا اس لیے کسی کو کفر و نافرمانی کر کے یہ تصور نہ کرنا چاہیے کہ اس کے گناہوں کا بوجھ کوئی دوسرا اٹھائے گا دنیا میں بے شک اس کا ہوجانا ہے کسی کے متبعین و خدام یا دوست اور اعزاء دوسرے کا بوجھ اٹھالیں مگر آخرت میں کوئی کسی کے کام نہ آئے گا دباں انسان کا صرف ایمان اور اس کا عمل ہی اس کا سہارا ہوگا اور اعمال کے ثمرات و نتائج بہر حال بھگتنے ہیں یہ ممکن نہیں کہ کوئی اس سے بچ جائے دنیاوی حیات میں مجرمین بسا اوقات اس بنا پر اپنے جرم کی پاداش سے بچ جاتا ہے مگر ان کے جرم کی طلاع ہمیں ہوتی مگر بارگاہ خداوندی میں ہر عمل موجود و محفوظ ہے اور وہاں حُزْر جاتا ہے اس لیے اس سے غافل نہ ہونا چاہیے کہ تمہارے رب کی طرف تمہارا لوٹنا ہے تو وہ تمہارے سارے اعمال تم کو بتا دیگا جس کے بعد تم کسی بھی عمل اور بات کا انکار نہ کر سکو گے وہ تو دلوں کی بات بھی خوب جانتے والا ہے اس لیے یہ خیال تمہارا بالکل باطل ہے کہ نہ قیامت ہے اور نہ جزاء سزا اور نہ تمہارے اعمال کی اس کو خبر ہے۔
 حق تعالی شانہ نے اس آیت مبارکہ میں اپنی شان بے نیازی و استعلاء کا جو ذکر فرمایا یہ مضمون

مشہور حدیث قدسی میں تفصیل کے ساتھ مذکور ہے جس کو امام مسلمؒ نے اپنی صحیح میں اور دیگر محدثین نے بیان کیا ہے جس میں یہ ہے کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے اے میرے بندو اگر تم میں سے اولین و آخرین جن والہ زندہ و مردہ تر اور خشک یعنی جاندار اور بے جان سب کے سب مل کر ایک شقی ترین انسان کا پیکر بن جائیں تو یہ سب میرے ملک میں مجھ کے پر کے برابر بھی نقصان نہیں کر سکتے یہ وہی بات ہے جو قرآن کریم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اپنی قوم کے خطاب کے ذیل میں ذکر فرمائی فرمایا اِنَّ تَكْفُرًا وَاَنْتُمْ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيعًا فَاِنَّ اللّٰهَ لَغَفِيْرٌ حَمِيْدٌ کہ اے لوگو! اگر تم سب اور روئے زمین کے سب انسان بھی مل کر کفر کرو تو درجان لو خدا کا کوئی نقصان نہیں ہے شک اللہ تو ہر حال میں بے نیاز ہے اور لائق ستائش و حمد و ثناء ہے۔

وَإِذَا مَسَّ الْإِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّهُ مُنِيبًا

اور جب لگے انسان کو سختی پکارے اپنے رب کو رجوع

إِلَيْهِ ثُمَّ إِذَا خَوَّلَهُ نِعْمَةً مِّنْهُ نَسِيَ مَا

ہو کر اسکی طرف پھر جب بخشے اس کو نعمت اپنی طرف سے بھول

كَانَ يَدْعُوْا إِلَيْهِ مِنْ قَبْلُ وَجَعَلَ لِلّٰهِ أَنْدَادًا لِّیُضِلَّ

جاوے جو پکارتا تھا اس کام کو پہلے سے اور ٹھہرا دے اللہ کے برابر اوروں کو

عَنْ سَبِيْلِهِ قُلْ تَسْتَعْتَبُ كُفْرًا قَلِيْلًا إِنَّكَ مِنْ أَصْحَابِ

تا بہکاوے اسکی راہ سے تو کہہ رتے ساتھ اپنی منکری کے تھوڑے دنوں تو ہے

النَّارِ ۝

آگ دلوں میں

فَرَامُوشِي وَغَفَلَ تِلْكَ اَنْسَانٍ اَزْ رِبِّ مَنَعَمٍ دَر حَاجَتِ وَاضْطَرَّ اَوْ اَنَابَتْ دَر مَصِيْبَتِ

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی وَ اِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ . . . مِنْ اَصْحَابِ النَّارِ
(مط) گذشتہ آیات میں اللہ رب العزت نے اپنی شان بے نیازگی بیان فرمائی اب اس کے

با مقابل انسان کی اس فطری دنائت کا ذکر کیا جا رہا ہے جس میں بالعموم وہ مبتلا ہوتا ہے اس دنائت و کمینگی سے پاک کرنے والی چیز صرف اللہ اور اس کے رسول کی ہدایت و تعلیمات ہیں اور اس امر کا احساس دشوور کہ خدا کے اس پر کیسے عظیم انعامات ہیں اور انعامات کا تقاضا ہے کہ انسان ہر حالت میں اپنے رب کے ساتھ تعلق رکھے نعمتوں میں شاکر بن کر خدا سے رابطہ رکھے اور تکلیف و مشقت میں صابر ہو کر اسکی رحمتوں اور عطایات کا مستحق بنے۔

فرمایا اور اس انسان کو جس نے اپنے رب سے کوئی واسطہ نہیں رکھا جب کوئی تکلیف پہنچتی ہے اپنے رب کو پکارنے لگتا ہے وہ رب جس کی معرفت اسکی اصل فطرت میں موجود ہے جو عہد الست سے اس میں سرایت کیتے ہوئے ہے اور اس وقت اسکو اپنے وہ معبودان باطلہ یاد نہیں آتے جن کو اس نے اپنا معبود بنالیا ہو یا خدا کی الوہیت میں شریک کیا ہوا ہے پھر جب اللہ اسکو اپنی طرف سے نعمت من و عافیت اور آسائش عطا فرما دیتا ہے تو بھول جاتا ہے جس تکلیف کے دفع کرنے کے لیے پیسے سے وہ (خدا کو) پکار رہا تھا اور پھر غفلت و لغادست کے ساتھ خدا کے شریک بنانے لگتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اپنی گمراہی کے علاوہ دوسروں کو بھی اللہ کی راہ سے بھٹکا دے آپٹ لیے شخص سے کہہ دیجئے نفع اٹھا لے اپنے کفر کے ساتھ تھوڑا سا کیونکہ یہ متاع دنیا قلیل ہے اور یہاں کی لذتیں اور رختیں بھی عارضی ہیں آخرت میں بہر کیف جانا ہے بے شک تو وہاں جہنمیوں میں سے ہو گا جہاں کا عذاب شدید اور ابدی ہو گا جس سے کبھی چٹکارا نصیب نہ ہو گا تو اس نافرمان و کافر انسان کی بڑی غلطی ہے کہ دنیا کی چند روزہ نعمتوں اور لذتوں میں پڑ کر جہنم کا دائمی عذاب اختیار کر رہا ہے

لِيُفْضِلَ عَنْ سَبِيلِهِ أَكْثَرُ مَفْسِدِينَ و قرار اسکو یا کہ منہ کے ساتھ پڑھئے ہیں جس کا ترجمہ ہے تاکہ گمراہ کرے کیونکہ کا فر خود اپنے عمل سے گمراہ تو ہوتا ہی ہے لیکن وہ اپنی ذات کی گمراہی کے علاوہ اپنے عمل اور گمراہ کن کوششوں سے دوسروں کو گمراہ کرتا ہے اس لیے اسکے کفر کا حقیقت میں نتیجہ یہی نکلتا ہے تو وہ دوسروں کو بھی گمراہ کرے۔

بعض قرار مثلاً ابن کثیر اور ابو حفص اسس کو بفتح یا پڑھتے ہیں تو اس تقدیر پر ترجمہ ہو گا تاکہ گمراہ ہو اللہ کے راستہ سے۔

أَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ آنَاءَ اللَّيْلِ سَاجِدًا وَقَائِمًا يَحْذَرُ

بھلا ایک جو بندگی میں لگا ہے گھڑیوں رات کی سجدے کرتا اور کھڑا خطرہ رکھتا

الْآخِرَةِ وَيَرْجُوا رَحْمَةَ رَبِّهِ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ

ہے آخرت کا اور امید رکھتا ہے اپنے رب کی بہری تو کہہ کوئی برابر ہوتے ہیں

يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُو

سمجھ والے اور بے سمجھ ؟ وہی سوچتے ہیں جن کو

الْأَلْبَابِ ⑩ قُلْ يَعْبَادِ الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا رَبَّكُمُ لِلَّذِينَ

عقل ہے تو کہہ اے بند میرے جو یقین لاتے ہو! ڈرو اپنے رب سے جنہوں

أَحْسَنُوا فِي هَذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَأَرْضُ اللَّهِ وَاسِعَةٌ

نے بیکہ کی اس دنیا میں ان کو ہے بھلائی اور زمین اللہ کی کشادہ ہے ٹھہرنے

إِنَّمَا يُوفِي الصَّابِرُونَ أَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ⑪ قُلْ إِنِّي أُمِرْتُ

دلوں ہی کو ملن ہے ان کا نیگ ان گنت تو کہہ مجھ کو حکم

أَنْ أَعْبُدَ اللَّهَ مُخْلِصًا لَهُ الدِّينَ ⑫ وَأُمِرْتُ لِأَنْ أَكُونَ

ہے کہ بندگی کروں اللہ کو نری کر کہ اسکی بندگی اور حکم ہے کہ میں ہوں سب

أَوَّلَ الْمُسْلِمِينَ ⑬ قُلْ إِنِّي أَخَافُ إِنْ عَصَيْتُ رَبِّي

سے پہلے حکم بردار : تو کہہ میں ڈرتا ہوں اگر حکم نہ مانوں اپنے رب کا

عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ⑭ قُلِ اللَّهُ أَعْبُدْ مُخْلِصًا لَهُ دِينِي ⑮

ایک بڑے دن کی مار سے تو کہہ میں تو اللہ کو بلو جتا ہوں نری کر اپنی بندگی اسی کو طے

فَاعْبُدُوا مَا شِئْتُمْ مِنْ دُونِهِ قُلْ إِنَّ الْخَاسِرِينَ الَّذِينَ

اب تم بلو جو جسکو چاہو اسکے سوا تو کہہ بڑے ہارے وہ جو

خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ وَأَهْلِيَهُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ ⑯ أَلَا ذَلِكَ هُوَ

ہار بیٹھے اپنی جان اور اپنا گھر قیامت کے دن سنا ہے یہی ہے

الْخَسْرَانُ الْمُبِينُ ⑰ لَهُمْ مِنْ فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ مِنَ النَّارِ وَ

صریح دوتا اُن کے اوپر سے بادل ہیں آگ کے اور

دنيا ہی میں مبتلا کر رہے ہیں ارشاد فرمایا بھلا کی وہ شخص جو اطاعت و بندگی میں لگا ہوا راست کے ٹکڑوں میں جبکہ بالعموم لوگ آدم و حوا کے ساتھ لستروں پر ہوں یہ بجائے نیند اور استراحت کے خدا کی یاد میں سجدے کرتا ہے اور کھڑا ہوا اللہ کو پکار رہا ہے آخرت سے ڈر رہا ہے اور اپنے رب کی رحمت کا میدوار بھی ہے اور وہ شخص جو خدا سے غافل اور آخرت سے بے فکر شرک و کفر اور نافرمانی میں مبتلا ہے برابر ہو سکتے ہیں ہا نہیں ہرگز نہیں بلکہ یہ قنوت و مطیع اللہ کی بندگی میں مصروف رات کی تائیکیوں میں اس کے لیتے نہ لہجہ جو اس کے عذاب و قہر سے ڈر رہا ہے اور رحمت کا امداد رہے اللہ کے نزدیک محمود و پسندیدہ اور محبوب ہے اور وہ شرک و نافرمان جو مطلب نکالنے کے بعد خدا کو بھلا دیتا ہے خدا کے نزدیک مہفوض اور قابل نفرت ہے آپ اس حقیقت کو سمجھائے کہ یہ کچھ دیکھتے کیا برابر ہو سکتے ہیں وہ لوگ جو علم واسے ہیں اور وہ جو جاہل ہیں کسی قسم کا قطعاً علم نہیں رکھتے۔

دنیا اس حقیقت کو تسلیم کرنے پر مجبور ہے کہ علم اور دہش برابر نہیں اور عالم و جاہل کا درجہ یکساں نہیں ہو سکتا اسی طرح یہ بھی ان کو سمجھ لینا چاہیے کہ ایمان و کفر اور مومن و کافر برابر نہیں ہو سکتے مگر افسوس کہ ان حقائق کو اکثر لوگ نہ سوچتے ہیں اور نہ ان سے عبرت و سبق حاصل کرتے ہیں ان پیروں سے تو صرف وہی لوگ عبرت حاصل کرتے ہیں جو عقل واسے ہیں اور جب یہ واضح اور ثابت ہو گیا کہ اللہ کے نزدیک پسندیدہ و گوارا صرف وہی ہیں جس کا تیوہ اللہ کی بندگی اور فکر آخرت ہی ہے تو آپ فرما دیجئے میرے مندوں کو میری طرف سے میرا یہ پیغام اسے میرے وہ بند و اجوا بیان لاتے دوئم اپنے رب سے اب اس طرح کا ڈر جو اس ذات بابرکت کا حق تقویٰ ادا کرنے والا ہے اور اس خوف و خشیت سے تم عبادت پر دوام دہا بندی اختیار کیئے رکھو اور یہ سمجھ لو جن لوگوں نے اس دنیا میں نیکی کے کام کیئے انکے واسطے بہترین بدلہ ہے آخرت میں تو یہ بدلہ ضرور ملنا ہی ہے دنیا میں بھی موجب رحمت و برکت ہے خواہ ظاہر ہو یا باطن اور اگر حس سرزمین میں تم رہتے ہو وہاں طاعت و بندگی سے موانع ہیں تو ہجرت کر کے دوسری جگہ جاسکتے ہو اللہ کی زمین بہت وسیع ہے طاعت و نیکی میں استقلال و استقامت اختیار کرو کیونکہ صبر و استقامت اختیار کرنے والوں کو اجر بے حساب دیا جاتا ہے اور ہر عمل اخلاص ہی سے بارگاہ خداوندی میں قابل اعتبار رہے تو آپ یہ بھی کہہ دیجئے کہ مجھ کو تو اللہ کی طرف سے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں اللہ کی عبادت کروں اس طرح کہ اسی کے لیے عبادت و بندگی کو فائز کرنے والا ہو جاؤں جس میں شرک کا ادنیٰ سا تہ بھی نہ ہو اور مجھ کو یہ بھی حکم ہوا ہے کہ میں طاعت کرنے والوں میں سب سے پہلا اطاعت کرنے والا ہوں تاکہ دنیا میں خدا کا ہر مطیع و فرمانبردار بندہ میری اطاعت و فرمانبرداری ہی کو اپنے واسطے اسوہ اور نمونہ بنائے اور ظاہر ہے کہ طاعت و بندگی خشیت خداوندی کے بغیر ممکن نہیں کیونکہ کوئی نڈر غلام اپنے آقا کا کبھی فرمانبردار نہیں ہو سکتا اس لیے یہ بات بھی کہہ دیجئے میں تو ڈرتا ہوں اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں ایک بڑے دن کے عذاب سے

رات کی میند اور آرام چھوڑ کر اللہ کی عبادت میں لگا کبھی اسکے سامنے دست بستہ کھڑا رہا کبھی سجدہ میں گرا ایک حرفِ آخرت کا خوف اسکے دل کو پہلے قرار کیئے ہوتے تھے دوسری طرف اللہ کی رحمت نے ڈھارس نہ دھا رکھی ہے تو کیا یہ معبد بندہ اور وہ بدعت انسان جس کا ذکر اور پرہیز کرنا مصیبت کے وقت خدا کو پکارتا ہے اور جہاں مصیبت کی گھڑی نکلی خدا کو چھوڑ بیٹھا دونوں برابر ہو سکتے ہیں ہرگز نہیں ایسا ہو تو یوں کہو کہ ایک عالم اور جاہل یا سمجھ دار اور ہر قوف میں کچھ فرق نہ رہا مگر ظاہر ہے کہ اس بات کو وہی سوچتے اور سمجھتے ہیں جن کو اللہ نے عقل دی ہے رات ہی کلامِ ایمان کی حقیقت اور اصل روح چونکہ خوف درجہ ہے اس وجہ سے یہاں ہی ایمان و طاعت کی یہ خصوصی صفت بیان کی گئی یَحْذَرُ الْآخِرَةَ وَيُؤْجِزُ الْخَيْرَ۔ یعنی آخرت کا ڈر اور اپنے رب کی رحمت کی امید حالتِ عبادت میں قائم کئے ہوتے ہو کیونکہ جس طرح یہ صفت ایمان کا کمال ہے اسی طرح یہ وصف عبادت کا بھی کمال ہے خوف درجہ دو دنوں کیفیتیں ایمان کی روح و عبادت کے جوہر ہیں مگر ان میں سے ایک کیفیت خوف زندگی میں غالب رہنی چاہیے اور جب انسان دنیا سے رحلت کر رہا ہو تو پھر رجا کا پلہ بھاری ہونا چاہیے کیونکہ اب وقت رجا اور امید رحمت کا ہے اور خوف جو اصلاح عمل کے لیے ضروری تھا اب یہ انسان دار العمل سے رواد ہونے کی وجہ سے اس مرحلہ سے گزر چکا ہے عمل کے میدان کو عبور کر کے دارالجزا کے دروازے پر کھڑا ہے تو یہ وقت رجا کے غلبہ کا ہے۔

عبد بن حمید نے باسناد انس بن مالک رضی اللہ عنہ یہ حدیث روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک شخص کے پاس تشریف لے گئے جب کہ وہ مرض الموت کی حالت میں تھے آپ نے اس شخص سے دریافت فرمایا بتاؤ تم اس وقت اپنے آپ کو کیسی حالت میں پا رہے ہو جواب دیا رنی رجوا اللہ و حاف ذنوبی کہ میں اللہ کی رحمت کا امیدوار ہوں اور اپنے گناہوں سے ڈر بھی رہا ہوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا کبھی ایسا نہیں ہو سکتا کہ یہ دو صفتیں کسی مؤمن بندہ کے قلب میں جمع ہوں مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اسکو وہ چیز عطا نہ فرمائے جس کی اسے امید ہے اور اس چیز سے اسکو مامون و محفوظ نہ فرما دے جس سے وہ ڈر رہا ہے جامع ترمذی۔

سنن نسائی۔
ابن ابی حاتم بیان کرتے ہیں کہ یحییٰ ابن کثیر نے ایک دفعہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کو ——— یہ آیت اَمِنْ هُوَ كَايْتٌ اَنَاذُرُكَ سَاحِدًا اَوْ قَاتِلًا يَحْذَرُ الْآخِرَةَ وَيُؤْجِزُ الْخَيْرَ اَوْ يَبْهَمُ پڑھتے ہوئے سنا تو سن کر فرمایا یہ شخص جس کا ذکر قرآن کریم نے ان کلمات میں کیا وہ تو عثمان بن عفان ہیں کیونکہ ان کی یہی شان تھی کہ پوری رات تہجد اور تلاوت میں گزار جاتی تھی اور کبھی ایسا بھی ہوتا

کہ ایک ہی رکعت میں پورا قرآن کریم پڑھ لیتے۔

اَذْهَبَ اللَّهُ وَاَسْبَغَتْ کے ترجمہ میں اضافہ کردہ کلمات سے یہ ظاہر کیا گیا کہ انسان اگر اپنے وطن میں عبادت نہیں کر سکتا تو پھر اس کو چاہیے کہ اس سرزمین سے ہجرت کر کے ایسی جگہ جائے جہاں اپنے رب کی اطاعت کر سکے اس تفسیر پر ماقبل سے ربط بخوبی واضح ہو رہا ہے کہ اس دنیا میں نیکی کرنے والوں کی نیکی کا بدلہ ضرور انکو ملے گا رہا یہ کہ اگر کسی کو یہ خیال ہو کہ میں تو ایسی جگہ محصور ہوں اور کفار کا غلبہ تسلط ہے کہ نیکی اور عبادت کر ہی نہیں سکتا تو اس کو فرمایا جا رہا ہے اگر یہ زمین تیرے واسطے تنگ ہے تو کیا ہوا کہیں ور چلا جا اَذْهَبَ لِلَّهِ وَاَسْبَغَتْ اللہ کی زمین تو بہت وسیع ہے چنانچہ مجاہدؒ اسکی تفسیر میں فرمایا کرتے تھے فتھا جروا فہا وجہدوا واعتزلوا الاونان مجاہدؒ کے اس کلمہ نے ایک لطیف اشارہ بھی کر دیا مسلمانوں پر اگر کافروں کے غلبہ اور تسلط سے کوئی جگہ نیکی اور عبادت کے لیے تنگ ہے تو ہجرت کے ساتھ جہاد بھی کرو تاکہ جہاد کے ذریعہ اللہ کی وسیع زمین فتح کرو اور وہاں اللہ کا دن قائم کرو۔

عطاءؒ کا قول ہے کہ جب تم کو کسی مصیبت کی طرف بلایا جائے تو تم اس جگہ سے راہ فرار اختیار کرو اَلَمْ تَكُنْ اَذْهَبَ لِلَّهِ وَاَسْبَغَتْ فَتَمَّازْجِرُوا فَمِنْهَا اسی معنی در حکم کو ثابت کرنے کے لیے امام بخاریؒ نے کتاب ایمان میں ایک باب میں الدین الفراء من الحقن قائم کیا ہے کہ دین کے شعبوں میں سے ایک شعبہ یہ ہے کہ فتنوں کی سرزمین سے انسان راہ فرار اختیار کرے۔

اَفَمَنْ حَقَّ عَلَيْهِ كَلِمَةُ الْعَذَابِ اَفَاَنْتَ

بھلا جس پر ٹھیک ہو چکا عذاب کا حکم بھلا تو خلاص

تُنْقِذُ مَنْ فِي النَّارِ ۝ لٰكِنَ الَّذِيْنَ اٰتَقَوْا

کرے گا آگ میں پڑے کو لیکن جو ڈرتے رہے

رَبِّهِمْ لَهْمُ عَرْفٍ مِّنْ فَوْقِهَا عَرْفٌ مَّبْنِيَّةٌ تَجْرِي مِّنْ

اپنے رب سے ان کو ہیں بھڑکے ن پروردگار کے چنے ہوئے ان کے نیچے

تَحْتِهَا اَلْاَنْهَارُ وَعَدَ اللّٰهُ لَا يَخْلِفُ اللّٰهُ الْوَعْدَ ۝ اَلَمْ تَرَ

چلتی ہیں نہریں وعدہ ہوا اللہ کا اللہ نہیں خلاف کرتا وعدہ تو نے نہیں

أَنَّ اللَّهَ أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَسَلَكَهُ يَنَابِيعَ فِي الْأَرْضِ

دیکھا کہ اللہ نے آسمان سے پانی پھر چلایا وہ پانی چشموں میں زمین کے

ثُمَّ يَخْرِجُ بِهِ ذَرْعًا مُّخْتَلِفًا أَلْوَانُهُ ثُمَّ يَهِيَ بِهِ فَتَرَاهُ

پھر نکالتا ہے اس سے کھیتی کئی کئی رنگ بدلتے اس پر پھر آتی تیاری پر تو دیکھ

مُصَفَّرًا ثُمَّ يَجْعَلُهُ حُطَامًا إِنَّ فِي ذَلِكَ لَذِكْرًا لِأُولِي

اس کا رنگ زرد پھر کر ڈالتا ہے اسکو چوڑا بے شک اس میں نصیحت ہے

الْأَلْبَابُ ۱۰

عظمنہ دل کو

مذمت و عید بر شقاوت مجرمین و فلاح و کامرانی مومنین

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى أَفَمَنْ حَقَّ عَلَيْهِ إِلَى لِأُولِي الْأَلْبَابِ

ربط گذشتہ آیات میں بالقصد اور اصل بیان مومنین و مطیعین کا اور عند اللہ انکے درجات و انعامات کا تھا درمیان میں ضمناً مجرمین کے خسارہ کا بھی ذکر ہو گیا تھا اب ان آیات میں ایسے بر نصیب اور عزم لوگوں کی ذلت و ناکامی اور اہل ایمان و طاعت کی کامیابی کا بیان ہے اور یہ کہ اللہ رب العزت کے یہاں انکے درجات کس قدر بلند ہوں گے۔

ارشاد فرمایا کیا وہ شخص جس پر عذاب کا فیصلہ ثابت ہو چکا ہے بھلا کیا آپ اسکو دوزخ کے عذاب سے چھڑا سکتے ہیں اس لئے کہ جن کے حق میں یہ فیصلہ ہو چکا وہ ہرگز گمراہی سے نہیں نکل سکتے اور گمراہی پر مرنا عذاب جہنم کا موجب ہے اور جب انکی ہدایت اور ایمان اس تقدیری فیصلہ کے باعث ممکن نہ رہا تو کوئی بھی انکو جہنم میں جانے سے نہیں روک سکتا اور نہ اس کے عذاب سے چھڑا سکتا ہے جیسا کہ خود پروردگار عالم نے یہ فیصلہ ان بر نصیبوں کے حق میں فرمادیا جو جہنمی شقاوت کے ہدایت مہر دم کر دیئے گئے تو اس صورت حال میں کون انکو جہنم سے بچا سکتا ہے اس لیے آپ ان پر غم اور حال نہ کریں ان پر اس طرح کا غم بے سود ہے لیکن جو لوگ ایسے ہیں کہ انہوں نے اپنے رب کا قوی اختیار کیا ہے شک وہ انعاماتِ خداوندی کے مستحق ہیں انکے واسطے جنت کے بالا خانے ہیں جن کے

اور بالا خانے بنے ہوئے ہیں اور ان محلات کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں اللہ کا وعدہ ہے جو یقیناً پورا ہو کر رہے گا کیونکہ اللہ اپنے وعدہ میں خلاف نہیں کرتا ایسے انعامات جنت کے محل اور باغات پر تعجب کیوں ہو جو نعمتیں اللہ نے دنیا میں بدول کو عطا کیں اور جیسی قدرت کی نشانیاں انفرادی کے سامنے ہیں انکو دیکھ کر یہ سب کچھ سمجھنا آسان ہے تو کیا اسے مخاطب تو نے نہیں دیکھا اللہ نے آسمان سے کس طرح پانی برسایا پھر وہ اپنی قدرت سے اس پانی کو زمین کے سولوں میں داخل کر دیتا ہے چنانچہ زمین کے ان ٹکڑوں سے پانی نکلتا ہے کنوئیں اور چشمے اپنے قطر اور گہرائیوں سے پانی اہال کو دیر بھٹکتے ہیں جس سے زمینیں سیراب ہوتی ہیں پھر اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کھیتیاں پیدا کرنا ہے جن کے رنگ اور اقسام مختلف ہوتے ہیں پھر وہ کھیتی پک جاتی ہے تو اسے مخاطب اس کو تو دیکھنے کا خشک ہو جانے کے بعد زرد رنگ کی پھر اس کو چورا چورا کر دیتا ہے جب کہ کھیتی کٹنے کے بعد روندی جاسے بے شک اس میں بڑی مومنہ سے عبرت کا عقل واول کے لیے تو بس یہی حالت دنیوی حیات کی ہے کہ بڑا اسکی شادابی اور رونق و زینت ہے لیکن اس کی انتہا پامالی اور بلاکت ہے اور پھر اس ضمن میں یہ بھی ظاہر ہو رہا ہے کہ جو پردہ گار عالم دنیا میں آسمان سے پانی برسانے اور بسزوں کے پیدا کرنے پر قادر ہے اسکی قدرت سے جنت کی ان نعمتوں پر بھی کوئی تعجب نہ کرنا چاہیے۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ اس مقام پر فوائد میں یہ فرماتے ہیں یعنی عظمیٰ آدمی کھیتی کا حال دیکھ کر نصیحت حاصل کر سکتا ہے کہ جس طرح اسکی رونق اور سرسبزی چند روزہ تھی پھر چورا چورا کیا گیا یہی حال دنیا کی جہل و بھل کا ہو گا جیسے کہ آدمی اس کی عارضی بہار پر مفتون ہو کر انجام سے غافل نہ ہو جائے جیسے کھیتی مختلف اجزاء سے مرکب ہے مثلاً اس میں دانہ ہے جو آدمیوں کی غذا بنتا ہے اور جو سرسبزی ہے جو جانوروں کا چارہ بنتا ہے دربر ایک جز سے منتفع ہونا بددن اسکے ممکن نہیں کہ دوسرے اجزاء سے اسکو الگ کریں اور اپنے اپنے ٹھکانے پر پہنچائیں اسی طرح دنیا کو سمجھ لو کہ اس میں نیکی بدی راحت تکلیف وغیرہ سب مل جاتی ہیں ایک وقت آئے گا کہ یہ کھیتی کٹے اور خوب چورا چورا کی جاسے اور پھر اس میں سے ہر ایک جز کو اس کے مناسب ٹھکانے پر پہنچا دیا جائے نیکی اور رحمت اپنے مستفرد مرکز پر پہنچ جاسے اور بدی یا تکلیف اپنے خزانہ میں جاسے (نیکی اور راحت کا مستقر جنت ہے اور بدی کا مستقر جہنم ہے اس لحاظ سے نیکی کا انجام جنت اور جنت کی راحتیں سمجھ لیں چاہئیں اور بدی کا مستقر جہنم ہے تو بدی کا مآل جہنم اور جہنم کی تکالیف ہو گا)

غرض کھیتی کے مختلف احوال دیکھ کر عقل مند لوگ بہت مفید سبق حاصل کر سکتے ہیں نیز مفسرین آیت میں ادھر بھی اشارہ ہو گیا کہ جس خدا نے آسمانی بارشیں سے زمین میں چشمے جاری کیے وہ ہی جنت کے محلات میں نہایت قریر کے ساتھ نہروں کا سلسلہ جاری کر دے گا۔

أَفَمَنْ شَرَحَ اللَّهُ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ فَهُوَ

بھلا جس کا سینہ کھول دیا اللہ نے مسلمان پر سورہ اُجالے میں

عَلَى نُورٍ مِّنْ رَبِّهِ قَوْلٌ لِّلْقَاسِيَةِ قُلُوبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ

ہے اپنے رب کی طرف سے سوزنا بی ہے ان کو جن کے دل سخت ہیں اللہ کی

اللَّهُ أُولَٰئِكَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۝۲۲ اللَّهُ نَزَّلَ أَحْسَنَ

یاد سے وہ پڑے پھرتے ہیں بھکے مریخ اللہ نے اتاری بہتر

الْحَدِيثِ كِتَابًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُودُ

بات کتاب آپس میں متی دھرائی ہوتی بال کھڑے ہوتے ہیں اس سے کھال پر

الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُودُهُمْ وَقُلُوبُهُمْ

ان لوگوں کے جو ڈرتے ہیں اپنے رب سے پھر نرم ہوتی ہیں ان کی کھالیں اور انکے دل

إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ ذَٰلِكَ هُدَىٰ اللَّهِ يَهْدِي بِهِ مَن يَشَاءُ

اللہ کی یاد پر یہ ہے راہ دینا اللہ کا اس طرح راہ دیتا ہے جسکو چاہے

وَمَنْ يُضِلِلِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ هَادٍ ۝۲۳ أَفَمَنْ يَتَّبِعِ

اور جس کو راہ بھلا دے اللہ اسکو کوئی نہیں بکھانے والا بھلا ایک جو روکتا ہے

بِوَجْهِهِ سَوْءَ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَقِيلَ لِلظَّالِمِينَ

اپنے منہ پر برا عذاب دن قیامت کے اور کہیے بے انصافوں کو

ذُوقُوا مَا كُنْتُمْ تَكْسِبُونَ ۝۲۴ كَذَّبَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ

چکھو جو تم کماتے تھے بھٹلا چکے ہیں ان سے لگے پھر بیہوش

فَأَتَاهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُونَ ۝۲۵ فَاذْأَقِمُ

ان پر عذاب جہاں سے خبر نہ رکھتے تھے پھر بکھائی ان کو

اللَّهُ الْخَزِيءُ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ

شہ نے رسوائی دنیا کے جیسے اور عذاب آخرت کا تو

اَكْبَرُكُمْ كَوْنًا يُعَلِّمُونَ ﴿۳۷﴾

اور بڑا ہے، اگر یہ سمجھ رکھتے

بیان انشراح قلوب اہل ایمان آثار خشتیت و تقویٰ از ذکر الہی و تلاوت قرآن است

قال اللہ تعالیٰ اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ مَذْرَئَهُ اِلٰی كَوْنًا يُعَلِّمُونَ
(ربط) گذشتہ آیات میں دلائل قدرت اور اثبات حق کے لیے براہین اور شواہد بیان کیے گئے تھے
اور عقائد باطلہ کی تردید و ابطال کیا گیا تھا اب اس کے بعد ان آیات میں آیات خداوندی سے متعارف
اور قبول ہدایت کا ایک معیار ذکر کیا جا رہا ہے وہ قلب کا اللہ رب العزت کی اطاعت کیلئے
مشعر ہو جانا اور یہ اس پر موقوف ہے کہ اس قلب پر اللہ کی خشتیت و عظمت کے آثار ظاہر ہوں لیکن اگر
قلب پر قساوت (سختی اور بے حس) مسلط ہو تو پھر اس پر خدا کی عظمت و ہیبت اثر انداز نہ ہو گی
اور نہ ہی اس کو ذکر اللہ کی رغبت ہو گی۔

نیز یہ بھی ایک ربط کی وجہ بیان کی جاسکتی ہے کہ گذشتہ آیات میں زمین کے چشموں اور کنوؤں
کا ذکر تھا زمین کے چشمے اور کنویں جو اپنی تہوں سے پانی اُبلاتے ہیں اور خشک زمینوں کو سیراب کرتے
ہیں وہ دو بالوں پر ہنسی میں بحار است کا انقلاب بردوست ارض سے اور آب باران کا زمین کی گہرائیوں
میں پیوست ہو جانا اور پھر ان کا سمٹ کر جمع ہو جانا تو اسی طرح اہل ایمان کے قلوب میں علوم ہدایت جو
قلوب کی ہدایت کیلئے بمنزلہ بارانِ رحمت جمع ہوتے ہیں پھر ان قلوب سے وہ علوم ہدایت چشموں کے
پانی کی طرح ابھرتے ہیں اور دوسرے دلوں کو سیراب و شاداب کرتے ہیں اور یہ بات اس وقت
ہوتی ہے جب قلوب میں اللہ کی خشتیت و تقویٰ موجزن اور اگر قلوب بے ہرزمین کی طرح ہو جائیں
تو ظاہر ہے وہ نہ خود علوم ہدایت سے متاثر و مستفید ہوں گے اور نہ علوم ہدایت کا ذخیرہ ان میں جمع ہو
سکے گا کہ دوسروں کی تشنگی دور کر سکیں تو زما یا سو جس شخص کا سینہ اللہ نے اسلام کے لیے کھول دیا
اور اسلام کی حقیقت و حقانیت کو پہچان کر اس کا مطیع فرمانبردار ہو گیا تو وہ ایک نور پر ہے جو اس کو
اپنے رب کی طرف سے حاصل ہے کیا یہ شخص اور اہل قساوت برابر ہیں؟ نہیں ہرگز نہیں جس
طرح زندہ اور مردہ اور بینا اور نابینا برابر نہیں اسی طرح یہ دونوں بھی برابر دیکھا نہیں پس ہلاکت و بربادی

ہے پہلا شمع ذلت و خواری کی اس حالت میں مبتلا ہے کہ ہاتھ بندھے ہوئے ہیں اور عذاب خداوندی سامنے سے آ رہا ہے اسکو اتنی بھی قدرت نہیں کہ ہاتھ کے ذریعہ سے سامنے سے آنے والی چیز کو دفع کرے تو وہ اپنے جہرے ہی کو سامنے کرتے ہوئے اس عذاب کو دور کرنا چاہے گا اور دوسرا شمع جس کا دل اللہ نے اسلام کے لیے کھول دیا تھا وہ اعزاز و اکرام اور انعامات کا مستحق ہو گا اور اس وقت کہا جائے گا ظالموں سے کہ چکھ لو تم مزہ اپنے ان اعمال کا جو تم کیا کرتے تھے کفار مکہ کو چاہیے کہ یہ باتیں سن کر یقین کریں اگر انہوں نے جھٹلایا تو پھر سمجھ لینا چاہیے ان لوگوں نے بھی جھٹلایا تھا عذاب خداوندی کو جو ان سے پہلے گزرے ہیں لیکن آگیا ان پر عذاب خداوندی ایسے طریقے سے کہ انکو خبر بھی نہ تھی اور تصور بھی نہ کر سکتے ہیں اس طرح بھی کوئی ناگہانی عذاب کسی قوم کو تباہ و برباد کر سکتا ہے تو چکھا دیا اللہ نے انکو ذلت کا مزہ دنیا کی زندگی میں اور آخرت کا عذاب تو بہت ہی بڑا ہے کاش یہ لوگ جان لیتے کہ دنیا میں کنسی قومیں ایسی گذری ہیں کہ اللہ رب العزت کے پیغمبروں کی تکذیب و نافرمانی کی وجہ سے طرح طرح کے عذاب سے تباہ کر دی گئیں۔

ایمہ مفسرین مثلاً سُذیٰ وغیرہ کا قول ہے کہ اسلام کے لیے سینہ کھول دینے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے ہر حکم پر انقیاد و اطینان نصیب ہو جائے اور یہ اطینان دو ثوق اس درجہ ہو کہ دل میں کسی بھی امر خداوندی پر کوئی تنگی باقی نہ رہے یہاں تک کہ احکام شریعت اور طبیعت کے تقاضوں میں کوئی فرق باقی نہ رہے اور یہ کیفیت اسکی ایمانی استعداد کے کامل ہونے کا نام ہے۔

صدر سبز کو کہتے ہیں اور چونکہ قلب انسانی سینہ میں محفوظ کر دیا گیا ہے اور یہی قلب روح کا منبع ہے تو جس طرح ظرف کا ذکر کر کے مظلوف مراد دیا جاتا ہے یہاں بھی سینہ کے کھل جانے سے قلب کا کھل جانا مراد لیا گیا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اس آیت کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ آیت تلاوت فرمائی تو ہم نے عرض کیا یا نبی اللہ! سبز کا کھلنا کس طرح ہے آپ نے فرمایا جس وقت اس میں نور داخل ہوتا ہے تو وہ کشادہ ہو جاتا ہے عینی اللہ کی اطاعت و فرمانبرداری کی رغبت اور اشتیاق محسوس کرنے لگتا ہے ہم نے عرض کیا تو پھر یا رسول اللہ اس کی کوئی علامت ہے آپ نے فرمایا ہاں اسکی علامت ہے اور وہ اِلَکَ بَہَّ اِیْ کَادِیْ لَخُلُوْدٌ وَ اِنْجَافِیْ عِیْ کَادِیْ عِیْ وَ اَلْاَکْثَبُ بِالْمَوْتِ قَدْ لَنَزَلَ: یعنی رجوع کر لیا ہمیشہ کے مکن (جنت اور آخرت) کی طرف اور علیحدگی (دبیراری) اختیار کر لیا دھوکہ کی جگہ (یعنی دیا اور دنیا کی لذتوں سے) اور موت کے لیے تیاری کرنا موت کے اترنے سے پہلے حضرت عبد اللہ بن عباسؓ فرمایا کرتے تھے مَن شَوَّحَ اللہُ صَدْرَهُ یَذِیْکَ صَدِیقِ الْاَکْبَرِ میں مراد یہ کہ جس طرح پیغمبر کی تصدیق اور قبول حق میں صدیق اکبرؓ سب سے مقدم ہیں اسی طرح اسلام کے وسطے سینہ کھل جانے میں بھی وہ سب سے مقدم اور سب سے افضل ہیں۔

ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا رَجُلًا فِيهِ شُرَكَاءُ مُتَشَكِّسُونَ وَ

اللہ نے بتائی ایک کہادت ایک مرد ہے کہ اس میں کئی شریک ضدی اور

رَجُلًا سَلَمًا لِرَجُلٍ هَلْ يَسْتَوِينَ مَثَلًا طُحْمًا أَحْمَدُ لِلَّهِ

ایک مرد ہے پورا ایک شخص کا کوئی برابر ہوتی ہے انکی کہادت سب خوبی اللہ کو ہے

بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿۲۹﴾ إِنَّكَ مِيتٌ وَإِنَّهُمْ قَيِّتُونَ ﴿۳۰﴾

پر وہ بہت لوگ سمجھ نہیں رکھتے بے شک تو بھی مرنا ہے اور وہ بھی مرتے ہیں

ثُمَّ إِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُونَ ﴿۳۱﴾

پھر ستر دن قیامت کے اپنے رب کے آگے جھک دو گے

تمثیل حق باطل فرق درمیان عبد مؤمن و مطیع و بندہ مشرک و عاصی

در ربط گذشتہ آیات میں یہ بیان فرمایا گیا تھا کہ جس کسی کا دل اللہ نے ایمان کے لیے کھول دیا وہ ہدایت و سعادت کی روشنی پر ہے تو ایسا شخص جس کو نور ہدایت حاصل ہو چکا وہ اس بد نصیب انسان کی طرح نہیں ہو سکتا جو کفر و گمراہی کی تاریکیوں میں مبتلا ہے اب ان آیات میں حق و باطل کی تئیں اور مؤمن و مشرک کے فرق کو ایک حسی مثال میں پیش کیا جا رہا ہے اور یہ بیان کیا جا رہا ہے ان حقائق کو سمجھانے میں قرآن کریم نے تو کوئی کمی نہیں کی دلیلوں سے سمجھا دیا مثالوں سے واضح کر دیا اس کے بعد بھی اگر کوئی نہ سمجھے اور نہ مانے تو یہ اس کی حماقت و غفلت ہے قرآن کے بیان میں کوئی کمی نہیں تو ارشاد فرمایا اور بے شک ہم نے بیان کر دی ہے لوگوں کی ہدایت و عبرت کے لیے ہر قسم کی مثال میں سے عمدہ اور بلیغ مثال امید ہے کہ لوگ اس کے ذریعے نصیحت حاصل کریں جسکی شان یہ ہے کہ وہ قرآن عربی ہے جس میں ذرہ برابر بھی کمی نہیں یہ صاف اور سیدھی باتیں اس لیے اتاری گئیں تاکہ یہ لوگ اللہ کا تقویٰ اختیار کر لیں ان واضح حقائق کو سن کر ہر شخص ایمان و کفر اور توحید و شرک کی حقیقت بخوبی سمجھ سکتا ہے اور یہ کہ شرک و نافرمانی کا کیسا برا انجام ہے چنانچہ فرماتے ہیں کہ بیان کر دی ہے اللہ نے ایک مثال موصدا اور مشرک کی کہ ایک شخص ہے غلام جس میں متعدد شرکاء ہیں جو آپس میں کھینچتا ہیں اور ملامت کر رہے ہیں ہر ایک مالک چاہتا ہے کہ یہ میرا کام انجام دے جو دوسرے مالک کی مرضی



اور مقصد کے خلاف ہے تو ظاہر ہے کہ اس طرح مشترک غلام میں اس کے سارے مالکین ضد اخدی کریں گے اور ہر ایک اپنی خدمت کے لیے اسکو کھینچے گا جس کا انجام ظاہر ہے کہ وہ کسی کی بھی اطاعت نہ کر سکے گا۔ در کوئی بھی اس کے آقاؤں میں سے اس سے راضی نہ ہو سکے گا اور اس کے برعکس دوسرا شخص وہ غلام ہے جو پورے طور پر ایک ہی کے لیے ہے اور صرف ایک ہی غلام ہے جو پوری طرح اپنے آقا کی اطاعت بجالا سکتا ہے اور اس کا آقا اس کی اس فرمانبرداری کی وجہ سے اس سے راضی بھی ہو سکتا ہے تو کیا یہ دونوں اپنی حالت کے لحاظ سے برابر ہو سکتے ہیں نہیں ہرگز نہیں بلکہ پہلا غلام متحرک و بدخواہ رہے گا کہ کسی کی نافرمانی اور نہ ہی اس کا کوئی آقا تحیر کے بعد اس سے راضی ہوگا اور اس کے برعکس دوسرا بڑے اطمینان و سکون سے اپنے ایک آقا کی فرمانبرداری میں لگا رہے گا۔ اس کا آقا اس سے خوش ہوگا اور اعلیٰ مقامات سے بی نوازے گا اور اپنے غلام کی ضرورت و حاجت بھی پوری کرتا رہے گا یہ دیکھ کر کہ یہ تو بس میرا ہی ہے میں اسکی حاجت پوری نہ کروں تو پھر کون کرے گا اور اس کا کوئی آقا میرے سوا نہیں تو یہ کس کے در پر جاسے گا الحمد للہ کہ حق واضح ہو گیا اور ثابت بھی ہو گیا مگر افسوس پھر یہ لوگ قبول نہیں کرتے قبول تو کیا کرتے بلکہ اکثر تو ان میں سے یہ چیزیں جانتے ہی نہیں جانتا تو درکنار سمجھنے کی بھی صلاحیت نہیں رکھتے اور نہ وہ سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں بہر حال یہ ایک فیصلہ ہے جس سے کسی کو سرتابی کی مجال نہیں ہو سکتی قیامت آنے والی ہے بے شک آپ کو مرنا ہے اور اسی طرح انکو بھی مرنا ہے پھر تم دونوں رزق قیامت کے روز اپنے پروردگار کے سامنے اپنے اپنے مقدمات پیش کرو گے اور ظاہر ہے اس وقت حق اور باطل کا علی فیصلہ سب کے سامنے آجائے گا اور وہ باطل پرست جن کو ہر دلیل سے حق و ہدایت کو سمجھایا گیا اپنی آنکھوں سے اس عذابِ دہر کو دیکھتے ہوں گے جو ان کی گمراہی کے باعث ان پر مسلط ہوگا۔

حضرت شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے اپنے فائد میں لکھتے ہیں ایک غلام جو کئی ایک غلام ہو کوئی اسکو اپنا نہ سمجھے تو اسکی پوری خیر نہ لے اور ایک غلام جو سارا ایک کا ہو وہ اس کو اپنا سمجھے اور پوری خیر لے یہ مثال ہے انکی جو ایک رب کے بندے ہیں اور جو کئی رب کے بندے ہیں۔

حضرت شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں یعنی کئی حصہ دار ایک غلام یا نوکر میں شریک ہوں اور ہر حصہ دار اتفاق سے کچھ حق اور بے مروت اور سخت ضدی واقع ہوا ہو چاہتا ہو کہ یہ غلام دوسرے سے سہوکار نہ رکھے تو اس کھینچ تان میں ظاہر ہے کہ غلام سخت پریشان اور پرانگندہ دل ہوگا برخلاف اس کے کہ جو غلام پورا ایک کا ہو تو اسے ایک طرح کی یکسوئی اور طمانیت حاصل ہوگی اور کئی آقاؤں کو خوش رکھنے کی کوشش میں گرفتار نہ ہوگا اب ظاہر ہے کہ یہ دونوں غلام برابر نہیں ہو سکتے اسی طرح موجد و مشترک کو سمجھ لو مثلاً کہ کادل کئی طرف بٹا ہوا ہے اور کتنے

ہی جو سٹے معبودوں کو خوش رکھنے کی فکر میں رہتا ہے اسکے برخلاف موصد کی کل توجہات و خیالات اور داد و دہش کا صرف ایک مرکز ہے اور وہ پوری دل جمعی کے ساتھ سکو خوش رکھنے کی فکر میں ہے اور سمجھتا ہے کہ اسکی خوشنودی کے بعد کسی اور کی خوشنودی کی ضرورت نہیں۔

عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُونَ کی تفسیر میں باہم مفسرین اپنی حق اور باطل کی خفومت مراد لیتے ہیں جس کی طرف دوران ترجمہ اضافہ کردہ کلمات سے اشارہ کر دیا گیا حافظ ابن مندھ نے کتاب الروح میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ نقل کیا ہے کہ یہ جھگڑا صرف انسانوں کے درمیان ہی نہیں ہوگا بلکہ روح اور جسم بھی ایک دوسرے کے ساتھ جھگڑتے ہوں گے روح جسم سے کہے گی کہ یہ سب کچھ تو نے کیا جسم روح سے کہے گا یہیں میں تو بے قصور ہوں اصل حکم اور عمل کرانے والی طاقت تو تو ہی تھی ہر ایک دوسرے کو مزم غمہ آتا ہوگا تو اس خفومت کی حالت میں اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ کو بھیجے گا تاکہ اسکے درمیان فیصلہ کر دے یہ فرشتہ ان سے کہے گا تمہارے واسطے ایک مثال ہے اور تم دونوں کا حال اسکی مانند ہے ایک اپنا بیچ و مزدور شخص آنکھوں والا ہے جس کو نظر تو سب کچھ آتا ہے لیکن چل پھر نہیں سکتا دوسرا شخص نابینا مگر چل پھر سکتا ہے دونوں ایک باغ میں داخل ہوئے اپنا بیچ نے اندھے سے کہا اسے میرے ساتھی میں یہاں باغ میں بہت سے پھل اور میوے دیکھ رہا ہوں لیکن معذور ہوں پھلوں تک پہنچ نہیں سکتا اندھے نے اپنا بیچ سے کہا تو مجھ پر سوار ہو جا اور مجھے وہاں تک لے چل جہاں تو پھل دیکھ رہا ہے چنانچہ اپنا بیچ اندھے پر سوار ہو کر پھلوں تک پہنچا اور پھل کھانے لگا تو بتاؤ ان میں سے کون ظالم ہے جسم اور روح دونوں نے جواب دیا ان دو میں سے کوئی ایک تنہا ظالم نہیں ہے ظالم تو دونوں ہی ہیں فرشتہ یہ فیصلہ سن کر بولا اسے جسم و روح بس تم نے خود ہی فیصلہ کر دیا کہ مجرم اور ظالم تم دونوں ہو مراد یہ کہ جسم سواری ہے اور روح اس پر غمزلہ سوار کے ہے کہ جو اس سواری پر سوار ہو کر اعمال و افعال کا ارتکاب کرتی پھرتی ہے لہذا جسم و روح دونوں ہی عذاب اور سزا کے مستحق ہوں گے۔

تفسیر ابن کثیر ج ۴ محدث ۲۲ وال پارہ مکمل ہوا۔



فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللَّهِ وَكَذَّبَ

پھر اس سے ظالم کون؟ جس نے جھوٹ بولا اللہ پر اور جھٹلایا

بِالصَّدَقِ إِذْ جَاءَهُ أَلَيْسَ فِي جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكَافِرِينَ ﴿۳۱﴾

سچی بات کو جب پہنچی اس پاس کیا نہیں دوزخ میں ٹھہرائو مسکروں کا۔

وَالَّذِي جَاءَ بِالصَّدَقِ وَصَدَّقَ بِهِ أُولَٰئِكَ هُمُ

اور جو لایا سچی بات اور سچ مانا اس کو وہی لوگ ہیں

الْمُتَّقُونَ ﴿۳۲﴾ لَهُمْ مَا يَشَاءُونَ عِندَ رَبِّهِمْ ۚ ذَٰلِكَ

ڈر والے۔ ان کو ہے جو چاہیں اپنے رب کے پاس۔ یہ ہے

جَزَاءُ الْمُحْسِنِينَ ﴿۳۳﴾ لِيُكَفِّرَ اللَّهُ عَنْهُمْ أَسْوَأَ الَّذِي

بدلہ نیکی والوں کا۔ تاکہ اُترے اللہ اُن سے بُرے کام جو کیے

عَمِلُوا وَيَجْزِيَهُمْ أَجْرَهُم بِأَحْسَنِ الَّذِي كَانُوا

تھے اور بدلے میں دے ان کو نیگ بہتر کاموں کا، جو کرتے

يَعْمَلُونَ ﴿۳۴﴾ أَلَيْسَ اللَّهُ بِكَافٍ عَبْدَهُ ۚ وَيُخَوِّفُونَكَ

تھے۔ کیا اللہ بس نہیں اپنے بندے کو، اور تجھ کو ڈراتے ہیں

بِالَّذِينَ مِنْ دُونِهِ ۚ وَمَنْ يُضِلِلِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ

ان سے۔ جو اس کے سوا ہیں۔ اور جس کو راہ بھلاوے اللہ تو کوئی نہیں اس کو

هَادٍ ﴿۳۵﴾ وَمَنْ يَهْدِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ مُّضِلٍّ ۚ أَلَيْسَ

راہ دینے والا۔ اور جس کو راہ بھلاوے اللہ اس کو کوئی نہیں بھلانے والا۔ کیا نہیں

اللَّهُ بِعَزِيزٍ ذِي انْتِقَامٍ ﴿۳۶﴾

ہے اللہ زبردست بدلہ دینے والا۔

تنبیہ و تہدید بر تکذیب حق و صداقت بیان حسرت و ملال مکذبین

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى قَمَرًا أَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللَّهِ . . . بِعَصَائِرِ ذِي انْتِفَاحِهِ
 ربط۔ گذشتہ آیات میں موحّد و مشرک کی حقیقت، ایک مثال کے رنگ میں بیان کر کے یہ ظاہر فرمایا گیا کہ
 شرک کا انجام سولے حیرت و اضطراب اور ناکامی کے در کچھ نہیں حقیقی اطمینان و سکون اور انسان کی اصل فلاح و
 سعادت و حید خداوندی و صرف اپنے ایک ہی رب کے ساتھ رشتہ حیات و وابستہ کرینے میں ہے اس بات
 کی بات میں ان بد نصیبوں پر تنبیہ فرمائی جا رہی ہے جس کا کام اللہ پر بہتان باندھنا اور اللہ کے رسولوں کی تردید و تکذیب کرنا ہے اور یہ کہ
 ایسے بد نصیب تباہی سے کبھی نہیں بچ سکتے۔ اور جو لوگ اللہ کی راہ اور ہدایت اختیار کرتے ہیں وہ صرف
 یہی نہیں کہ کامیاب ہوں ان کے گناہوں کا بھی کفارہ اور معافی فرمائی جاتی ہے تو ارشاد فرمایا جب کہ قیامت
 کے روز بوقت خصوصیت ہر ایک کا انجام سامنے آجائے گا تو پھر بتو اس سے زیادہ کون ظالم ہوگا جو اللہ پر
 جھوٹ باندھے اور مثلاً یہ کہہ کر فرشتے خدا کی بیٹیاں ہیں اور خدا کے ساتھ درجی معبود شریک ہیں اور
 سچی بات کو جھٹلانے یعنی قسداً جو سراپا صداقت و حق ہے۔ جب کہ وہ
 سچی بات اس کے پاس پہنچ چکی تو کیا نہیں ہے جہنم میں ٹھکانہ مسکروں کا
 یقیناً یہ منکر و کافر بڑے ہی ظالم ہیں اور ظلم پر عقوبت و سزا عقل و فطرت کا تقاضا ہے اس لیے ظالموں و
 حق سے منہ موڑنے والوں کا یہی انجام ہو سکتا ہے اور اس کے برعکس جو سچی بات لے کر یا خدا کی طرف
 سے یا خدا کے رسول کی طرف سے اور اس نے اس کی تصدیق بھی کی تو بیشک یہ لوگ ہی صاحب تقویٰ
 ہیں خدا کے ایسے برگزیدہ اور متقی بندوں کا انجام یہ ہوگا کہ ان کے لیے جو وہ چاہیں گے ان کے پروردگار
 کے یہاں ہوگا اور ظاہر ہے کہ ان کی ہر خواہش اور طلب کا پورا کیا جانا انتہائی عز و اکرام ہوگا۔ بیشک یہ
 صلہ ہے نیکو کاروں کا یہ صلہ اور انعام ان کے واسطے اس لیے تجویز کیا گیا تاکہ کفارہ کر دے اللہ تعالیٰ ان
 کے ان بڑے کاموں کا جو انہوں نے کیے اور ثواب دے ان کو ان کے بہترین کاموں کا جو وہ اپنی دنیوی
 زندگی میں کیا کرتے تھے۔ منکرین کا رسول خدا کو جھٹلانا اور نافرمانی کرنا خدا کے رسول اور اہل ایمان
 کے لیے باعث تشویش و رنج نہ ہونا چاہیے کیا اللہ کا نہیں اپنے بندہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 کے لیے۔ جب اللہ کا فی ہے تو وہی حفاظت بھی کرے گا اور وہی مسکن بن و مجرمین کو ذلیل اور رسوا
 کرے گا۔ اور یہ لوگ ڈراتے ہیں۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو ان جھوٹے معبودوں سے خدا کے سوا
 جو انہوں نے تجویز کر رکھے ہیں۔ حالانکہ ان معبودان باطلہ میں خود کوئی قدرت نہیں عاجز محض ہیں۔ اس
 لیے ان مشرکوں اور کافروں کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ڈرانا اور یہ کہنا کہ ہم اپنے معبودوں سے
 کہیں گے کہ وہ آپ کو دیوانہ کر دیں حقیقت میں کھلی ہوئی حماقت اور گمراہی ہے۔ اور جس کو اللہ گمراہ

کر دے اس کو کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔ خداوند عالم کی اس قدرت عظیم کے پیش نظر خدا کے رسولؐ کو اور نہ ہی اہل ایمان کو ان کی ایسی احمقانہ دھمکیوں سے مرعوب و خوف زدہ ہونا بلکہ یقین رکھنا چاہیے کہ خدا تعالیٰ ضرور ان سے ایسی بیہودہ باتوں اور مجرمانہ اعمال کا بدلہ لے گا کیا خدا تعالیٰ زبردست انتقام واما نہیں ہے؟ وہ اپنے رسولؐ کی مدد کرے گا۔ اور نافرمانوں سے انتقام لے گا۔ اور ان مجرموں کے معبود بے بس و بچار ہیں تو ہمارے مذہب سے ان مجرموں کو ان کے معبود بچا بھی نہیں سکیں گے۔ درہم قدر مطلق ہیں اس لیے ہماری نصرت و حمایت کو کون روک نہیں سکتا اَلَّذِي جَاءَ بِالصِّدْقِ تَصَدَّقْ سچائی کا نام ہے۔ خدا کی کتاب بھی سچی ہے۔ خدا کا ہر پیغام سچا ہے۔ بالخصوص یہ پیغام توحید لا اِلهَ اِلَّا اللهُ کی صداقت و حقیقت تو اس قدر روشن ہے کہ کائنات کی ایک ایک چیز اس کی دلیل ہے حافظ ابن کثیرؒ نے اَلَّذِي جَاءَ بِالصِّدْقِ کی تفسیر میں متعدد اقوال ذکر فرمائے ہیں مجاہد قتادہؒ، ربیع بن انسؒ اور ابن زیدؒ سے منقول ہے کہ وہ سچائی لانے والے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ وراس کی تصدیق کرنے والا ہر شخص ہے جو آپؐ پر ایمان لائے اور ظاہر ہے کہ جو شخص دنیا میں سب سے پہلے آپؐ کی تصدیق کرنے والا ہوا وہ اس آیت کا اولین مصداق ہے۔ اور وہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔

بعض مفسرین نے یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ اَلَّذِي جَاءَ بِالصِّدْقِ جبریل امینؑ ہیں جو اللہ کی طرف سے سچائی اور ہدایت لے کر آئے اور وَصَّيْتُ بِهِنَّ کے مصداق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کیونکہ وحی الہی کی سب سے پہلے تصدیق کرنے والے خدا کے رسولؐ ہی ہوتے ہیں۔ ترجمہ آیت کے درمیان ضافہ کردہ کلمات میں انہی دو قولوں کی طرف اشارہ ہے لیکن جہور مفسرین نے پہلے قول کو ترجیح دی اور آیت مبارکہ میں آخری کلمہ اَوَّلَئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ بھی اس کی تائید کرتا ہے۔

وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ

اور جو تو ان سے پوچھے کس نے بنایا آسمان اور زمین کو؟

لَيَقُولَنَّ اللَّهُ قُلْ أَفَرَأَيْتُمْ مَا تَدْعُونَ مِنْ دُونِ

تر کہیں اللہ نے۔ تو کہہ بھد دیکھو تو! جن کو پوجتے ہو اللہ کے

اللَّهِ إِنْ أَرَادَنِيَ اللَّهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كَاشِفَاتُ ضُرِّهِ

سوا، اگر چاہے اللہ مجھ پر کچھ تکلیف دے وہ میں کو کھول دیں تکلیف میں کی دلی؟

أَوْ أَرَادَنِي بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكَتٌ رَحْمَتِهِ ط

یا وہ چاہے مجھ پر مہر وہ ہیں کہ روک دیں اس کی مہر ؟

قُلْ حَسْبِيَ اللَّهُ ط عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُونَ ﴿۳۸﴾ قُلْ

تو کہہ، مجھ کو بس ہے اللہ۔ اسی پر بھروسہ رکھتے ہیں بھروسہ رکھنے والے۔ تو کہہ

يَقَوْمِ اعْمَلُوا عَلَى مَكَانَتِكُمْ إِنِّي عَامِلٌ فَسَوْفَ

اے قوم! کام کیے جاؤ اپنی جگہ میں بھی کام کرتا ہوں اب آگے

تَعْلَمُونَ ﴿۳۹﴾ مَنْ يَأْتِيهِ عَذَابٌ يُخْزِيهِ وَيَحِلُّ عَلَيْهِ

جان لوگے۔ کس پر آتی ہے آفت؟ کہ اسکو رسوا کرے، در ترقی ہے

عَذَابٌ مُّقِيمٌ ﴿۴۰﴾ إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ عَلَيْكَ الْكِتَابَ لِلنَّاسِ

اس پر سدا کی مار۔ ہم نے اتاری ہے تجھ پر کتاب لوگوں کے واسطے

بِالْحَقِّ فَمِنْ اهْتَدَى فَلِنَفْسِهِ وَمَنْ ضَلَّ فَإِنَّمَا

سچے دین کے ساتھ پھر جو کوئی راہ پر آیا سو اپنے بھلے کو۔ در جو کوئی بہکا سو یہی کہ بہکا

يَضِلُّ عَلَيْهَا وَمَا أَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيلٍ ﴿۴۱﴾

اپنے بڑے کو۔ در تجھ پر ان کا ذمہ نہیں۔

بیان قدرت و ندی عدم استطاعت لمدا فعت عذاب

قال الله تعالى: وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ... لَي... عَلَيْهِمْ بِوَكِيلٍ ۝
 اور ربط، مضمون سابق میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دیتے ہوئے یہ فرمایا گیا تھا کہ مجرمین کو
 بس اللہ ہی کا عدب مہر کوئی کے یہ بہت کچھ ہے اور یہ مجرم اس عذاب خداوندی سے کسی طرح نہیں
 بچ سکتے کیونکہ اللہ عزیز ذوات تمام ہے۔ ن آیات میں اللہ رب العزت اپنی اس قدرت طاعت

کا ذکر فرما رہا ہے جو خود ان منکرین کو تسلیم ہے مقصد یہ ہے کہ مشرکین کا یہ عود اور بعید ز عقل طریقہ کہ آپ کو اپنے معبودوں سے ڈرتے ہیں درحال یہ ہے کہ گوان سے پوچھو کہ آسمان وزمین کس نے پیدا کیا تو اقرار کرتے ہیں کہ کائنات کا خالق اللہ ہی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔ اور اگر آپ ان سے پوچھیں کہ آسمان وزمین کس نے پیدا کیا تو یہی کہیں گے کہ اللہ نے۔ اور ظاہر ہے ایسی عظیم مخلوقات کا پیدا کرنا اس کی کمال قدرت کی دلیل ہے تو آپ اس اقرار و تسلیم کے بعد ان سے یہ کہہ دیجئے تو پھر تم مجھے یہ سناؤ کہ جن معبودوں کو اللہ کے سوا تم پکارتے ہو اور ان کی عبادت کرتے ہو۔ اگر اللہ تعالیٰ مجھ کو کوئی تکلیف پہنچانا چاہے تو کیا تمہارے معبود اس کی دی ہوئی تکلیف کو دور کر سکتے ہیں یا اللہ اگر مجھ پر اپنی عنایت کرنا چاہے تو کیا یہ آل کی عنایت کو روک سکتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس پر ان کو اسی طرح جواب دینا پڑے گا جیسا خدا کی خالقیت کو تسلیم کرنے کا جواب دیا۔ تو جب صورت حال یہ ہے کہ وہ اپنی خالقیت میں بھی منفرد ہے اسی طرح وہ کمال قدرت میں بھی منفرد ہے جیسا کہ اس کی خالقیت میں کوئی شریک نہیں۔ اسی طرح اس قدرت کے مقابلہ میں کوئی مزاحمت نہیں کرتا۔ پھر یہ کس منہ سے اسے ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو اپنے معبودوں سے ڈراتے ہیں۔ اس لیے آپ کہہ دیجئے بس میرا خدا ہی میرے واسطے کافی ہے سی پر توکل کرنے والے توکل کرتے ہیں اور میں بھی اسی رب پر بھروسہ اور توکل کر رہا ہوں۔ اس لیے مجھ کو تمہاری دھمکیوں کی کیا پرواہ ہو سکتی ہے۔ اور جب دلائل و براہین کے ذریعے حقیقت واضح ہو گئی۔ تو آپ یہ بھی کہہ دیجئے۔ اچھا اگر تم اس کے باوجود بھی اپنی رکش سے باز نہیں آتے تو تم اپنی حالت پر عمل کیے جاؤ میں بھی اپنے طرز پر کار فرما ہوں اور یہ کیسے ممکن ہے۔ اہل باطل تو باطل نہ چھوڑیں مگر اہل حق ان کی رعایت سے حق سے پیوستہ ہو کر اس سوا سب تم کو جلد ہی معوم ہو جائے گا کہ کون وہ شخص ہے جس پر دنیا میں عذاب آیا چاہتا ہے جو اس کو ذلیل کر دے گا۔ اور بعد از مرگ ایسا عذاب اس پر مستط ہو گا جو ہمیشہ اس کے ساتھ رہے گا۔ چنانچہ بدر میں اللہ نے ان پر ایسی سزا مستط فرمائی کہ بہت سے قتل ہوئے بہت سے قید ہوئے اور ذلت کے ساتھ شکست کھا کر مکہ واپس لوٹنا پڑا۔ دنیا کا یہ عذاب و ذلت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے زیادہ دکھادی در اس کے علاوہ آخرت کی ذلت اور عذاب کا مزہ چکھنا پڑے گا اور وہ عذاب دائمی ہو گا۔

وہی الہی کے ذریعے ایسے حقائق دنیا کے سامنے ظاہر کر دیئے گئے کہ سب کسی کو انکار و تردید کی کوئی گنجائش نہیں رہی۔ بے شک ہم نے یہ کتاب قرآن حکیم آپ پر اتاری ہے۔ حق و صداقت کے ساتھ لوگوں کے نفع ہی کے لیے آپ کا کام لوگوں تک اللہ کے حکام و پیغامات پہنچا دینا ہے۔ اب اس کے بعد جو شخص راہ راست پر گئے گا تو وہ اسی کے نفع کے لیے ہو گا اور جو شخص گمراہ ہو گا اس کے گمراہ ہونے کا وبال اسی پر پڑے گا۔ اور آپ ان پر ذمہ دار نہیں بنائے گئے ہیں کہ ان کی گمراہی کا الزام یا اس کی باز پرس آپ سے ہو۔

بن اہل حاتم نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی سند سے مرفوعاً یہ حدیث نقل کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

مَنْ أَحَبَّ أَنْ يَكُونَ قَوِيَّ
النَّاسِ فَلْيَسْتَوِ كُلَّ عَلَى اللَّهِ
وَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يَكُونَ أَعْفَى
النَّاسِ فَلْيَكُنْ بِمَا فِي
يَدِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ أَوْثَقَ مِمَّا
يَمَاطُ بِيَدَيْهِ وَمَنْ أَحَبَّ
أَنْ يَكُونَ كَرَمَ النَّاسِ
فَلْيَسْتَقِ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ۔

جس شخص کو یہ بات محبوب ہے کہ وہ دنیا میں سب سے زیادہ قوی ہو تو اس کو چاہیے کہ وہ اللہ پر توکل کرے درجہ شخص چاہتا ہے کہ سب سے زیادہ عفیٰ ہو اس کو چاہیے کہ جو چیز خدا کے ہاتھ میں ہے اس پر اس چیز سے زائد بھروسہ کرے جو خود اس کے ہاتھوں میں ہے۔ اور جو شخص چاہتا ہے کہ دنیا میں سب سے زیادہ عزت والا ہو تو اسے چاہیے کہ اللہ کا تقویٰ اختیار کرے۔

عَذَابٌ يُخْزِيهِمْ نَاظِرِينَ فِيهِمْ بَاطِنًا لَّهُمْ عَذَابٌ كَثِيرٌ۔ ایک دنیوی سزا کی جس کو بخیر کی قید کے ساتھ بیان فرمایا گیا۔ اور ظاہر ہے کہ دنیا میں مجرم کی ذلت و رسوائی سزا میں بہت اہمیت رکھنے والی بات ہے تو عَذَابٌ يُخْزِيهِمْ سے دنیا کا عذاب ذکر کیا گیا اور آخرت کا عذاب و یَحِلُّ عَلَيْهِمْ عَذَابٌ مُّثْقَلٌ بیان فرمایا۔ جس کو مثیقہ یعنی ہمیشہ قائم و باقی رہے کی صفت سے متصف کیا گیا اور اس میں شہرہ ہیں کہ آخرت کا عذاب وہی شدید عذاب ہے جو کبھی مجرم سے نہ ملے۔ بلکہ ہمیشہ قائم رہے۔

اللَّهُ يَتَوَفَّى الْأَنْفُسَ حِينَ مَوْتِهَا وَالَّتِي لَمْ

اللہ کیجیجتا ہے جانیں۔ جب وقت ہو سکے مرنے کا درجہ جو ہیں

تَمَّتْ فِي مَنَازِلِهَا فَبِئْسَ الْكُفَّاءُ الَّتِي قُضِيَ عَلَيْهَا

میں ان کی نیند میں۔ پھر رکھ چھوڑتا ہے جن پر سزا

الْمَوْتِ وَيُرْسِلُ الْآخِرَىٰ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى إِنَّ فِي

تھرایا۔ اور بھیجتا ہے دوسروں کو ایک تھہرے وعدہ تک۔ البتہ اس

ذَلِكَ لَايَتْلُو لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ﴿۳۲﴾ أَمَّا اتَّخَذُوا مِنْ دُونِ

میں پتے ہیں ان لوگوں کو خود دھیان کریں۔ کیا انہوں نے پکڑے ہیں اللہ کے

اللَّهُ شُفَعَاءُ ۖ قُلْ أَوْ لَوْ كَانُوا لَا يَسْئَلُونَ شَيْئًا وَلَا

سوا کوئی سفارش واسے؟ تو کہہ اگر جو ان کو اختیار نہ ہو کسی چیز کا، نہ بوجھ،

يَعْقِلُونَ ﴿۳۲﴾ قُلْ لِلَّهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيعًا ۖ لَهُ مُلْكُ

تو بھی؟ تو کہہ اللہ کے اختیار ہے سفارش ساری۔ اسی کا راج

السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿۳۳﴾ وَإِذَا ذُكِرَ

ہے آسمان و زمین میں۔ پھر اسی کی طرف پھرے جاؤ گے۔ اور جب نام لیجے

اللَّهُ وَحْدَهُ اشْتَأَزَتْ قُلُوبُ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ

اللہ کا برا، رک جاویں دس اُن کے جو یقین نہیں رکھتے پیچھے گھڑکا۔

وَإِذَا ذُكِرَ الَّذِينَ مِنْ دُونِهِ إِذَا هُمْ يَسْتَبِشِرُونَ ﴿۳۴﴾

اور جب نام لیجئے اس کے سوا اوروں کا، تبھی وہ لگیں خوشیاں کرنے۔

بیان قدرت خداوندی اثبات حشر و تنبیہ بر شاعت مشرکین

قال الله تعالى: أَلَمْ يَتَوَفَّ الْأَنْفُسَ حِينَ مَوْتِهَا... إِلَى... إِذَا هُمْ يَسْتَبِشِرُونَ

رابطہ گذشتہ آیات میں حق تعالیٰ نے منکرین کی رد میں اپنی قدرت کاملہ کا ذکر فرمایا تھا اور اس سے عرض نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حسنی دینی تھی۔ ساتھ ہی یہ بھی فرمایا گیا تھا کہ قیامت کے روز بحرین کا انجام خود ان کی نظروں کے سامنے آجائے گا۔ اب ان آیات میں قیامت اور قیامت کے روز انسانوں کی حق تعالیٰ شانہ کے سامنے پیشی کا ایک منظر بیان کیا جا رہا ہے۔ در یہ منظر ایسی ایک حالت ہے جو ہر روز شب ہر انسان پر واقع ہوتی ہے وہ انسان کا سونا جو ہنرہ موت ہے اور بیدار ہونا جو بعثت بعد الموت کا نمونہ ہے ارشاد فرمایا۔

اللہ ہی قبض کر لیتا ہے جانوں کو ان کی موت کے وقت جبکہ قضاء الہی سے ان کی موت کا وقت آجائے تو من کل لوجہ ان کو قبض کر لیتا ہے اور ان جانوں کو بھی قبض فرماتا ہے حالت خواب میں جن کی موت نہیں آتی ہے ان کے سونے کے وقت میں۔ اس طرح سے کہ حواس تو معطل کر دیئے

جاتے ہیں مگر حیات باقی رہتی ہے پھر اس کے بعد ان جانوں کو نواہدان کی طرف لوٹنے سے روک لیتا ہے جن پر موت کا فیصلہ فرما دیا۔ وہ باقی ان دوسری جانوں جن پر بحالت نوم صرف اداسک و شعور سے تعطل واقع فرمایا ہے اور بھی ان کی موت کا وقت نہیں آیا ان کو چھوڑ دیتا ہے۔ درد پس فرما دیتا ہے۔ ابدان کے تصرف کی جانب ایک وقت معین تک کے لیے تاکہ بیداری کے بعد بدستور یہ جان بدن میں تصرف کرنے لگے۔ بے شک اس تمام مجموعہ حال میں بہت بڑی نشانیاں ہیں ان لوگوں کے واسطے جو غور و فکر کی صدمیت رکھنے کی وجہ سے ان حوالہ و قعات میں غور و فکر کرتے ہیں اور بے شک ہر انسان کا سونہ و سوچنے کے بعد اٹھنا، بعثت بعد الموت اور قیامت کی بہت ہی واضح نشانی ہے۔ اب باوجود ان واضح دلائل کے قیام کے مشرکین کا پھر بھی حق تسلیم کی الوہیت و توحید کا نہ ماننا یا ایمان پر ایمان نہ دینا کیا اس وجہ سے ہے کہ انہوں نے خدا کے سوا اپنے واسطے کچھ سفارشی بنالیے ہیں جن پر انہوں نے بھروسہ کر لیا ہے کہ یہ ان کو کسی قسم کی تکلیف و عذاب نہ پہنچنے دیں گے، عذاب سے بچا لیں گے آپ کہہ دیجئے کیا یہ ممکن ہے کہ یہ ان کے معبودان کو خدا کے عذاب سے بچا لیں گے اگرچہ یہ نہ تو کسی چیز کے مالک ہوں اور نہ ہی کچھ سمجھتے ہوں ظاہر ہے کہ شفاعت کے لیے علم اور قدرت دونوں چیزیں ضروری ہیں تو جو معبود نہ علم رکھتے ہوں اور نہ ان کو ذرہ بھر کسی چیز کی قدرت ہو بھل وہ کسی کی کیا سفارش کر سکیں گے یا کسی مصیبت سے وہ کسی کو کیسے بچا سکیں گے آپ کہہ دیجئے سفارش تو سب کچھ اسے ہی کے اختیار میں ہے کہ اس کی اجازت کے بغیر کوئی کسی کی شفاعت نہ کر سکے گا۔ اور جس کسی کو سفارش کی اجازت دی جاسکتی ہے وہ دو بنیادوں پر قائم ہے۔ ایک شفیق کا مہول و پسندیدہ ہونا اور دوسرے جس کی سفارش کی جائے اس کا قابل معافی ہونا۔ سب جن معبودوں کو یہ مشرکین اپنا شفیق قرار دے رہے ہیں وہ اللہ کے نزدیک کسی درجہ میں بھی پسندیدہ نہیں اور خود یہ لوگ اس کے ہل نہیں کہ ان کی نافرمانی معاف کی جائے پھر کس بنا پر ان کو زعم ہے کہ ہم سے معبود ہمیں آخرت کے عذاب سے بچا لیں گے اگر عذاب آنے بھی گئے۔ اس لیے سمجھ لینا چاہیے کہ اسی کے واسطے ہے سلطنت سمانوں در زمین کی۔ کائنات کی کوئی چیز اس کے حکم کے بغیر کچھ حرکت بھی نہیں کر سکتی چہ جائیکہ اللہ کے عذاب اور قہر کا مقابلہ اس کی مدافعت کر سکے ورنہ سب سب اسی کی طرف وٹائے جاؤ گے۔ اور اس کی بارگاہ میں حاضر ہوا کرتا ہے یہ سب دھوکے، ورنہ سب نہ ہی ہو جائیں گے دربارِ خدا کے کہ دلائل توحید قائم ہو چکے لیکن کفار مکہ و مشرکین کا حال یہ ہے کہ جب اللہ وحدہ ماشریک نہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دس منقبض ہو جاتے ہیں جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ورنہ جب خدا کے سوا دوسروں کا ذکر کیا جائے تو فوراً ہی خوش ہو جاتے ہیں کیونکہ ان کو ایمان و توحید سے نفرت ہے اور کفر و شرک کی محبت دلوں میں رچی ہوئی ہے۔ اسی کا یہ اثر ہے کہ اللہ کے ذکر سے ان کے دل بکھ جائیں اور چہرے کمیدہ ہو جائیں اور غیر اللہ کے ذکر پر نساہ و فرحت کے آثار ظاہر ہونے لگتے ہیں۔ اسی بنا پر یہ چیز دکھی جاتی ہے کہ ہل باطل کو

ایمانی باتوں کے سننے سے کرہست ہوتی ہے اور مادی دنیا کے تذکرے لذیذ و خوشگوار معلوم ہوتے ہیں
توفیٰ کی ایک قسم منام یعنی نیند اور دوسری قسم موت ہے | لفظ توفیٰ کی تشریح آیہ مبارکہ
 یَعِیْشِیْ رَافِیْ مُتَوَفِّیْہِ

اور سورہ نعام میں گزر چکی۔ آیت کے مضمون نے یہ واضح کر دیا کہ حالت نوم اور خوب میں حواس و ادراک
 کا قبض کر لینا بھی توفیٰ ہے۔ جیسے دوسرے موقع پر ارشاد ہے وَ هُوَ الَّذِیْ یَسْتَوْفِیْکُمْ مَا تَدْرِیْ
 وَ یَعْلَمُ مَا جَزَخْتُمْ بِالنَّفْہِ اِیْنَ تُوْنِیْ کے معنی صرف موت ہی سمجھنا نہ دلالت غفلت کے
 لحاظ سے صحیح ہے اور نہ قرآنی تعبیرات اور تصریحات کی رو سے درست ہے۔

علامہ آوسیؒ نے تفسیر روح المعانی میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے اس کی تفسیر میں یہ ذکر
 فرمایا۔ ابن آدم میں نفس اور روح ہے جن دونوں کے درمیان سورج کی شعاع کی طرح ایک چمک جاتی ہے۔
 نفس کے ذریعہ فہم تمیز اور احساس کا سلسلہ رہتا ہے اور روح سے جہات و حرکت کا تعلق قائم رہتا ہے
 تو موت کے وقت روح اور نفس دونوں قبض کر لیے جاتے ہیں جس کے بعد حیات و حرکت کا بھی سلسلہ
 ختم ہو جاتا ہے لیکن نیند کے وقت صرف نفس قبض کیا جاتا ہے جس سے عقل و ادراک اور تمیز کا سلسلہ
 منقطع ہو جاتا ہے (روح المعانی ۲۴ ص ۵)

یہی وہ چیز ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیتہ استعریس میں فرمائی یعنی جس رات سفر غزوہ
 میں راستہ میں آرام فرمانے کے لیے بیٹے تو آنکھ نہ کھلی تا آنکہ سورج نکل آیا تو آپؐ نے ارشاد فرمایا تھارَ اَنَّا
 تَعَالٰی قَبِضَ اِرْدَا حَکَمَ حَیْنَ شَلَّ وَ رَدَّہَا اِلَیْکُمْ حَیْنَ شَاءَ (صحیح بخاری۔ سنن نسائی) اور ایک
 روایت میں یہ الفاظ ہیں۔ وَ یَرْمِیْہَا اِلَیْہَا الشَّمْسُ اِنَّ هَذِہٗ اَرْوَاحٌ عَرِیْقَۃٌ فِی الْعِبَادِ فِیْقَبِضُہَا
 اَللّٰہُ اِذَا شَاءَ وَ یَرْسِلُہَا اِذَا شَاءَ۔

سیم بن عامرؒ سے روایت ہے کہ ایک روز فاروق اعظمؓ نے فرمایا کہ تعجب کی بات سے کہ
 بعض شخص خواب دیکھتا ہے اور اس کے دل پر اس کا خطرہ بھی نہیں گزرا ہوتا پھر وہ خوب ہو ہو پورا
 واقع ہوتا ہے اور بعض شخص خواب دیکھتا ہے وہ غلط بلکہ کالعدم ہوتا ہے۔ حضرت علی مرتضیٰؓ نے فرمایا
 لَیْسَ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ اِسْ کِیْ وَہِیْ مِیْنُ عَرْضِ کَرْتَاہُوْنَ۔ اَللّٰہُ یَسْتَوْفِیْ اَلْاَنْفُسَ حَیْنَ مُوْتِہَا
 وَ اَلَّتِیْ لَمْ تَمُتْ حَیْ مَنَامِہَا فِیْمَسِلُہَا۔ اَلَّتِیْ قَفِیْ عَلَیْہَا الْمَوْتُ وَ یُرْسِلُ الْاَنْفُسَ
 اِلَیْ اَحْلِیْ مُسْتَعِیْ۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ روحیں قبض کرتا ہے۔ پس جو روحیں آسمان پر جا کر
 کچھ دیکھتی ہیں وہ حق ہوتا ہے ورنہ روئے صادقہ ہے اور جو آسمان پر کچھ نہیں دیکھتیں بلکہ جب
 احساں کی طرف واپس آتی ہیں تو اس حالت میں کہ جب وہ واپس ہوتی ہیں تو شیاطین انہیں کچھ القاء کرتے
 ہیں۔ وہ روئے کاذب ہے۔ حضرت عمرؓ اس جواب سے بہت خوش ہوئے۔

(روح المعانی ۲۴-۲۵ ازالۃ الخفاء ص ۵۸۶)

قُلِ اللَّهُمَّ فَاطِرَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ عَلِمَ الْغَيْبِ

تو کہہ، اے اللہ پیدا کرنے والے آسمان و زمین کے، جاننے والے چھپے

وَالشَّهَادَةِ أَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِي مَا كَانُوا

اور رکھے کے، تو ہی فیصلہ کرے اپنے بندوں میں جس چیز میں وہ

فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ﴿۳۷﴾ وَلَوْ أَنَّ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا مَا فِي

جگہ رہے تھے۔ اور اگر گنہگاروں کے پاس ہو جتنا کچھ کہ

الْأَرْضِ جَمِيعًا وَمِثْلَهُ مَعَهُ لَافْتَدَوْا بِهِ مِنْ

زمین میں ہے سارا، اور اتنا ہی اس کے ساتھ، سب دے ڈالیں اپنی چھڑوائی

سُوءِ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ط وَبَدَأَ اللَّهُمَّ مِنَ اللَّهِ

میں بُری طرح کی مار سے دن قیامت کے۔ اور نظریا ان کو اللہ کی طرف سے

مَا لَمْ يَكُونُوا يُحْتَسِبُونَ ﴿۳۸﴾ وَبَدَأَ اللَّهُمَّ سَيِّئَاتُ مَا

جو خیال نہ رکھتے تھے۔ نظر آئے ان کو بُرے کام اپنے جو

كَسَبُوا وَحَاقَ بِهِمْ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ ﴿۳۹﴾

کمائے تھے، اور اُسٹ پڑا اُن پر جس چیز پر اُٹھٹھا کرتے تھے۔

فَإِذَا مَسَّ الْإِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَانَا ثُمَّ إِذَا خَوَّلْنَاهُ

سوجب لگے آدمی کو کچھ تکلیف ہم کو پکارے۔ پھر جب ہم بخشیں اس کو

نِعْمَةً مِّنَّا قَالَ إِنَّمَا أُوتِيتُهُ عَلَىٰ عِلْمٍ ط بَلْ هِيَ

اپنی طرف سے کوئی نعمت، کہہ یہ مجھ کو ملی کہ آگے سے معلوم تھی کوئی نہیں، یہ

فِتْنَةٌ وَلَكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿۴۰﴾ قَدْ قَالَهَا

جانچ ہے یہ وہ بہت لوگ نہیں سمجھتے۔ کہہ چکے ہیں یہ

الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَمَا أَغْنَىٰ عَنْهُمْ مَا كَانُوا

بات اُن سے اگلے ، پھر کچھ کام نہ آیا اُن کو جو کھاتے

يَكْسِبُونَ ﴿٥٠﴾ فَاصْبَابَهُمْ سَيِّئَاتُ مَا كَسَبُوا وَالَّذِينَ

تھے ۔ پھر پڑیں اُن پر برائیاں جو کماٹی تھیں۔ اور جو

ظَلَمُوا مِنْ هَؤُلَاءِ سَيَّئِبُهُمْ سَيِّئَاتُ مَا كَسَبُوا وَلَا

گنہگار ہیں ان میں سے۔ ان پر بھی اب پڑتی ہیں برائیاں جو کماٹی ہیں، اور

مَا هُمْ بِمُعْجِزِينَ ﴿٥١﴾ أَوْ لَمْ يَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَبْسُطُ

وہ نہیں تھکانے والے ۔ اور کیا نہیں جان چکے کہ اللہ پھیلاتا ہے

الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَقْدِرُ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ

ردی جس کو چاہے ، اور ماپ کر دیتا ہے۔ البتہ اس میں پتے ہیں

لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿٥٢﴾

ان لوگوں کو جو جانتے ہیں۔

تسلی برائے نبی کریم ﷺ ضمن تلقین دعا

وبیان بیچارگی عالم پیش قدر رب کبریا

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى قُلِ الْمَلٰٓئِكَةُ فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ... اَلٰی ... لِقَوْمٍ يُؤْمِنُوْنَ .

ربط گذشتہ آیات بحرین و منکرین کی سزا اور قیامت کے روز ان کی ذلت و مذمت کے بیان پر مشتمل تھیں اب ان آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک عظیم دعا کی تلقین و تعلیم کے ضمن میں تسلی دی جا رہی ہے تاکہ آپ کفار کی مخالفت اور شدت عند سے مغرم و متأسف نہ ہوں۔

ارشاد فرمایا۔

کہہ دیجئے سے ہمارے پیغمبر اپنے پروردگار سے دعا و مناجات کرتے ہوئے اے اللہ سمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے، ظاہر و باطن کے جاننے والے آپ ہی قیامت کے روز اپنے بندوں کے درمیان فیصلہ فرمائیں گے۔ ان امور میں جن کے متعلق وہ باہم اختلاف کرتے تھے وہ یہ کہہ کر آپ سر معاندانہ کے ہو کر دیجئے۔ اللہ خود ہی فیصلہ فرمادے گا اور یہ فیصلہ کوئی ایسا فیصلہ نہیں ہو گا کہ جس کو کسی تدبیر اور ذریعہ سے رد کر دیا جائے حتیٰ کہ اگر ان لوگوں کے پاس جو کفر و شرک کر کے قلم کرنے والے ہیں۔ دنیا بھر کی تمام چیزیں ہوں اور بلکہ ان کے ساتھ اتنی ہی چیزیں اور بھی ہوں تو یہ لوگ ان چیزوں کو فدیہ کرنے لگیں قیامت کے دن سخت عذاب سے بچنے کے لیے، اور خدا کی طرف سے ظاہر ہو گا ان کے لیے ایسا معاملہ عذاب و ذلت کا جس کا وہ گمان بھی نہ کرتے تھے۔ در اس وقت ان کو یہ وہ تمام بُرے اعمال ظاہر ہو جائیں گے جو وہ کیا کرتے تھے اور جس عذاب کا وہ استہزاء و مذاق کرتے تھے وہ ان کو آکر گھیر لے گا۔ حقیقت یہ ہے کہ ایسا انسان اپنی نامالکی اور کمینہ فطرت کے باعث یہ روش اختیار کرتا ہے کہ جب اسکو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو ہم کو پکارنے لگتا ہے اور اپنے ان معبودوں کو اس وقت بھول جاتا ہے جن کو وہ ہماری لوہیت و عبادت میں شریک کرتا تھا مگر پھر جب اس کو اپنی جانب سے نعمتوں سے نواز دیتے ہیں تو یہ کہنے لگتا ہے کہ یہ نعمت تو مجھے صرف اپنے علم و ہنر دستد ہر کی وجہ سے میسر ہو گیا، تنہا ہی فرق اور حالت کی تبدیلی سے جس توجید کا اثر اس کے قلب میں اس اضطراب و پریشانی کے عالم میں پیدا ہوا تھا فوراً ہی ختم ہو جاتا ہے۔ اور خدا کے کیے ہوئے انعام میں اپنی تہ ہنر اور ہنر کو شریک کرنے لگ جاتا ہے حق تعالیٰ اس ناپاک ذہنیت کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں نہیں ہرگز ایسا نہیں بلکہ یہ نعمت تو ایک آزمائش ہے تاکہ ہم دیکھ لیں کہ یہ بندہ اس نعمت کے ملنے پر ہمیں یاد کرتا ہے شکر ادا کرتا ہے یا ہم کو بھول جاتا ہے اور نعمات کے ذریعے بندوں کا امتحان یہ ہمارا قانون ہے لیکن ان میں سے اکثر لوگ اس بات کو سمجھتے ہی نہیں۔ اور طرز بغاوت و ناشکری کا آج اس قوم کا کوئی نیا طرز نہیں ہے بلکہ یہ بات ان لوگوں نے بھی بے شک کہی ہے جو ان سے پہلے گذرے جیسے کہ قرون نے بھی کہا تھا اَلْاَوَّلِیْنَ اَعْلٰی عَلٰی عٰلَمِیْنَ مَکْرٰہِیْ مَکْرٰہِیْ مَکْرٰہِیْ کوئی تدبیر ان کے کام نہ آئی جو وہ کرتے تھے بلکہ ان کی وہ تمام بد اعمالیاں ان پر پڑیں جو وہ کرتے تھے اور جس طرح ان کی بد اعمالیوں کا انجم ان پر مسلط ہوا اسی طرح ان میں سے ظالموں کی بد اعمالیاں بھی عذریہ ان پر پڑیں گی اور یہ لوگ اس سے بچ نہیں سکتے چنانچہ بدر میں شکست اور بڑی ہی ذلت کا سامن کرنا پڑا۔ حالانکہ ان کے پاس ساز و سامان کی کوئی کمی نہ تھی اور مسلمان بے سرو سامان و تعداد میں نہایت قلیل تھے۔ ایسے تاریخی حقائق سے منکروں کو عبرت حاصل کرنی چاہیئے۔ اور دنیا کی دولت و رادہ اسباب پر غور نہ کرنا چاہیئے۔ کیا انہیں اب تک یہ معلوم نہیں ہوا کہ اللہ تعالیٰ جس کے

واسطے چاہے رزق پھیلا دیتا ہے اور جس کے واسطے چاہے تنگ کر دیتا ہے رزق کی وسعت و کثرت نہ حق کی دہلیز ہے اور نہ غیب کی نشانی ہے۔ بے شک اس چیز میں بہت بڑی نشانیاں ہیں ان لوگوں کے واسطے جو ایمان و یقین رکھتے ہیں چنانچہ ہر صاحب فہم دنیا کے حوالہ دیکھ کر اس قرار پر مجبور ہوتا ہے کہ رزق کی وسعت و رنگی انسان کے ہنر و علم پر موقوف نہیں بلکہ یہ سرف اللہ کی طرف سے تقسیم ہے بہت سے بے ہنر اور بے تدبیر مال و دولت کے انبار رکھتے ہیں اور بہت سے سمجھ دار اور ہنر و تدبیر دے خالصہ اور ناکامی کا شکار ہوتے ہیں۔ اگر رزق علم و ہنر سے ہی حاصل کیا جاتا تو علم و ہنر والے جاہلوں اور بے ہنر لوگوں کے واسطے عجب بھی نہ چھوڑتے۔ اغرض ان آیات میں حق تعالیٰ شانہ نے ہی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی فرمانے کے ساتھ کافروں و منافقوں کو انجام بد سے متنبہ فرمایا اور یہ بھی واضح کر دیا کہ مال و دولت سے نہ مغرور ہونا چاہیئے۔ اور نہ یہ سمجھنا چاہیئے کہ ہمارے علم و ہنر کا نتیجہ ہے بلکہ اس کو محض انعام خداوندی جاننا چاہیئے اور منعم کا شاکر و مطیع ہونا چاہیئے اور یہ کہ خدا کے عذاب و قہر کے مقابلہ میں دنیا کے تمام اسباب و وسائل بھی عاجز ہیں تو اس پیغام تسلی کے ساتھ مجرمین کو تہدید و دھمکی بھی ہے اور ساتھ ہی اپنے رسول کو کابی بی در غلبہ کی بشارت بھی دی جا رہی ہے۔ ان آیات میں یہ دعائیہ کلمات نہایت ہی جامع اور با اثر ہیں۔ ان کلمات مبارکہ میں ایمان و معرفت اور توکل علی اللہ کی حقیقت پوری طرح روشن ہے۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تہجد کی ابتداء انہی کلمات سے فرما کرتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت رات میں بیدار ہو کر نماز کا سلسلہ شروع فرماتے سب یہ کلمات پڑھا کرتے تھے۔ اَللّٰهُمَّ رَبِّ جَبْرِیلَ وَ میکائیلَ وَ سرافیلَ مَا ظُرُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ عَلٰی الْعِیْبِ وَ الشَّهَادَةِ اَنْتَ تَحْكُمُ بَیْنَ عِبَادِكَ فِیْمَا کَانَ وَفِیْهِ یَخْتَلِفُوْنَ اِهْدِنِیْ لِمَا خَلَفَ فِیْهِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِکَ اَنْتَ تَهْدِیْ مَنْ تَشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُسْتَقِیْمٍ اَنْهٰی (ابن کثیر: ۷۶)

ربیع غنیم کی مجلس میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا ذکر کیا گیا اور بعض حاضرین مجلس نے اس بارہ میں ان سے کچھ دریافت کرنا چاہا تو بڑے ہی رنج و کرب کی کیفیت کے ساتھ اَنَا لِلّٰهِ وَ اِلَیْهِ اَرْجِعُوْنَ پڑھا اور پھر یہی آیت تلاوت فرمائی۔ اَللّٰهُمَّ فَا طَرِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ عَالِمِ الْغَیْبِ وَ الشَّهَادَةِ اَنْتَ تَحْكُمُ بَیْنَ عِبَادِكَ بِمَا کَانَ فِیْهِ یَخْتَلِفُوْنَ۔

قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰی

کہہ دے اے بندو میرے! جنہوں نے زیادتی کی اپنی

اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ

جان پر ، نہ آکس توڑو اللہ کی مہربانی سے - بے شک اللہ

يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ﴿٥٢﴾

بخشتا ہے سب گناہ - وہ جو سب سے معاف کرنے والا مہربان -

وَإِنِّيَبُوءَ إِلَىٰ رَبِّكُمْ وَأَسْلِمُوْا لَهُ مِنْ قَبْلِ أَنْ

در رجوع ہو اپنے رب کی طرف، اور اس کی حکمرانی کرو پہلے اس سے کہ

يَأْتِيَكُمْ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُونَ ﴿٥٣﴾ وَاتَّبِعُوا أَحْسَنَ

دے تم پر عذاب، پھر کوئی تمہاری مدد کو نہ آوے گا۔ اور چلو بہتر راستہ پر

مَا أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَكُمْ

جو اتری تم کو تمہارے رب سے پہلے اس سے کہ پہنچے تم پر

الْعَذَابُ بَغْتَةً وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ ﴿٥٤﴾ أَنْ تَقُولَ

عذاب اچانک - اور تم کو خبر نہ ہو - کہیں کہنے لگے

نَفْسٌ يُحْسِرُنِي عَلَىٰ مَا فَرَطْتُ فِي جَنْبِ اللَّهِ وَ

کوئی جی اے افسوس! جس سے میں نے کسی کی اللہ کی طرف سے اور

إِنْ كُنْتُ لِمِنَ السَّخِرِينَ ﴿٥٥﴾ أَوْ تَقُولَ لَوْ أَنَّ اللَّهَ

میں تو ہنسنا ہی رہا - یا کہے لگے اگر اللہ مجھ

هَدَانِي لَكُنْتُ مِنَ الْمُتَّقِينَ ﴿٥٦﴾ أَوْ تَقُولَ حِينَ

کو راہ دیتا تو میں ہوتا دروہوں میں - یا کہنے لگے جب

تَرَى الْعَذَابَ لَوْ أَنَّ لِي كَرَّةً فَأَكُونَ مِنَ الْمُحْسِنِينَ ﴿٥٧﴾

دیکھے عذاب کسی طرح مجھ کو پھر جانا ہے۔ تو میں ہوں نیکی والوں میں۔

بَلَىٰ قَدْ جَاءَتْكَ آيَتِي فَكَذَّبْتَ بِهَا وَاسْتَكْبَرْتَ

کیوں نہیں، پہنچ چکے تھے تجھے حکم، پھر تو نے نہ مانتا اور غرور کیا

وَكُنْتَ مِنَ الْكَافِرِينَ ﴿۵۹﴾ وَيَوْمَ الْقِيَمَةِ تَرَى الَّذِينَ

ور تھا مسکروں میں ۔ اور قیامت کے دن تو دیکھے ان کو جو

كَذَبُوا عَلَى اللَّهِ وَجُوهُهُمْ مُسْوَدَّةٌ ۖ أَلَيْسَ فِي

جھوٹ بولتے ہیں اللہ پر، ان کے منہ سیاہ ۔ کیا نہیں

جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِينَ ﴿۶۰﴾ وَيُنَجِّي اللَّهُ الَّذِينَ اتَّقَوْا

دورخ میں ٹھکانا غرور والوں کو ۔ اور بچا دے گا اللہ ان کو جنہوں نے ڈر

بِمَفَازَتِهِمْ لَا يَمَسُّهُمُ الشُّوْءُ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿۶۱﴾

رکھا ان کے بچاؤ کی جگہ نہ گئے ان کو برائی ۔ اور نہ وہ غم کھاویں ۔

اللَّهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ وَكِيلٌ ﴿۶۲﴾

اللہ بنانے والا ہے ہر چیز کا، اور وہ ہر چیز کا ذمہ لیتا ہے۔

لَهُ مَقَالِيدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَالَّذِينَ كَفَرُوا

اسی کے پاس ہیں کتبیاں آسمانوں کی اور زمین کی، اور جو منکر ہوئے ہیں

بَاٰیٰتِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُونَ ﴿۶۳﴾

اللہ کی باتوں سے وہ جو ہیں، وہی ہیں ٹوٹے میں پڑے۔

بیان ترتیب نجات قبول اسلام۔ و ہلاکت و حسرت

برائے مجرمان رب انام

قال اللہ تعالیٰ۔ قُلْ بِعِبَادِيَ الَّذِينَ اَسْرَفُوْا اِلٰی اُدْرِثْلَكَ هُمُ الْخٰسِرُونَ

(ربط) اس سے قبل چند آیات میں مشرکین کی مذمت اور ان کے دل آزار طریقوں کا بیان

تھا اور ساتھ ہی نہایت مؤثر انداز میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی تھی۔ اس سلسلہ میں

شُرک و کفر کی گندگی و مذمت کو سننے ہوئے ممکن تھا کہ کسی کے دل میں قبول اسلام کی رغبت پیدا

ہوتی اور ساتھ ہی یہ تصور بھی گذر سکتا تھا کہ جب انسان اس قدر ذلت اور گندگیوں میں کودہ ہو چکا اسی دنیا میں در کینہ بن کر چکا تو اب اس کو اپنی نجات اور عذاب خداوندی سے بچنے کی کیا توقع ہو سکتی ہے تو اس طرح ایسی کا تصور پیدا ہونا ایک طبعی امر تھا تو اس کو دوسرے نکالنے کے لیے یہ آیات نازل کی گئیں جن میں ہر شخص کو اللہ کی رحمت و مغفرت کی بشارت دی گئی جو باطل سے منہ موڑ کر اللہ کی طرف اپنا رخ کر لے۔ جیسے کہ عبد اللہ بن عباسؓ کی حدیث میں ہے کہ کچھ بل مکہ یہ کہنے لگے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم، یہ کہتے ہیں جس شخص نے بت پرستی کی اور خدا کے ساتھ کسی اور کو معبود بنایا کسی کو قتل کیا تو اس کی کبھی مغفرت نہ ہوگی تو ہم کیسے ہجرت کریں۔ اور کس طرح اسلام لائیں حالانکہ ہم نے تو بتوں کو پوجا ہے اور خدا کے ساتھ دوسرے معبودوں کو شریک کیا اور قتل بھی کیا تو اس پر یہ آیات نازل ہوئیں بعض سندوں سے یہ مضمون اس طرح منقول ہے۔ کچھ لوگ بنی شمر میں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے جو اسام کی رغبت رکھتے تھے درجائیت کے زمانہ میں انہوں نے شرک بھی کیا تھا۔ قتل کے بھی مرتکب ہوئے تھے در زمانہ چوری بھی ثوب کی تھی تو انہوں نے یہ عرض کیا یا رسول اللہ! آپ جس چیز کی دعوت دے رہے ہیں وہ نہایت ہی بہترین چیز ہے اب ہم اسلام تولنا چاہتے ہیں۔ لیکن یہ سب کچھ ہم نے کیا ہے اور ان چیزوں کے باعث ہم ڈرتے ہیں تو کیا اسلام لے کر ہماری نجات ہو جائے گی اس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔ ارشاد فرمایا قُلْ يُعْبَادُوا الَّذِي نَسُكُّهُوَ الْاَكْبَرُ دیکھئے کہ میرے ان بندوں سے جنہوں نے کفر و شرک و قتل و زنا جیسے کام کر کے اپنے دہرے زیادتی کی ہے کہ خدا اللہ کی رحمت سے، یوں مت ڈرو اور اس خیال سے کہ یہ گناہ کیسے معاف ہوں گے۔ ایمان لے لے میں ہرگز تامل و تردد نہ کرو بے شک اللہ رب العزت اسلام لانے کی وجہ سے تمام گناہوں کی مغفرت فرما دے گا۔ مگر یہ وہ سابقہ زندگی کا گناہ کفر اور شرک ہی کیوں نہ ہو کیونکہ اسلام لانے سے تو کفر، ایمان و طاعت کی صورت میں تبدیل ہو گیا۔ اور اس نے شرک کی گندگی سے پاکی حاصل کر کے توحید کو اختیار کر لیا ہے۔ واقعی وہ بڑا ہی مغفرت کرنے والا مہربان پروردگار ہے۔ اس کی رحمت و مغفرت میں کمی نہیں۔ بس صرف شرط اتنی ہے کہ بندہ اس کی طرف رجوع کر لے۔ اس لیے اے انسانو! خود اب تک تم نے کچھ ہی کر لیا ہو مگر اپنے رب کی طرف رجوع کرو اور اس کے فرمانبردار ہو جاؤ قبل اس کے کہ تم پر عذاب خداوندی بجائے پھر تو تمہاری کوئی مدد نہیں کی جائے گی۔ کیونکہ عذاب خداوندی کو ٹھانا اور اس کو دفع کر۔ خدا کے ساتھ مقابلہ کرنا ہے اور ظاہر ہے کہ خدا کے ساتھ مقابلہ کرنے کی تمام کائنات کو بھی طاقت نہیں۔ اگر دنیا کی طاقت ہو اس کے جھوٹے روکنے سے عاجز ہے تو مجرمین پر برستا ہو عذاب و قہر کس کی مجال ہے کہ رد کر لے جب عذاب خداوندی کی یہ نوعیت ہے کہ کسی کی کوئی مدد نہ ہو سکے گی تو اسے لوگو! ہم کو چاہیئے کہ تم ان بہترین حکام کہ بیروی کرو جو تمہاری طرف انار سے گئے تمہارے رب کی طرف سے قبل اس کے کہ تم پر اچانک عذاب خداوندی آجائے درحالیہ کہ تم کو اس کا احساس بھی نہ ہو کہ ناگہاں ایسے

وقت عذاب آجائے گا اور نہ ہی یہ احساس دگمات ہو گا اور ایسا شدید عذاب ہو گا کہ دنیا کی کوئی طاقت اس کو نہیں روک سکے گی لہذا تم کو چاہیے کہ ایسا وقت آنے سے پہلے حکام خداوندی کی پیروی کرنے لگو۔ کبھی ایسی نوبت نہ آجائے کوئی انسان یہ کہنے لگے ہائے حسرت واسوس میری اس کوتاہی پر جو میں نے اللہ کے بارہ میں کی کوتاہی اور غفلت تو کیا میں تو بے شک حکام خداوندی و اس کے دین کا مذاق اڑانے والوں میں سے رہا یا اس سے پہلے ایمان لے آؤ کہ کوئی کہنے لگے کاش اگر اللہ مجھ کو بدیت کرتا تو میں ایمان و تقویٰ و اول میں سے ہو جاتا لیکن یہ میرے اعمال اور احوال کی وجہ سے میری بد نصیبی تھی کہ میں اللہ کی توفیق و ہدایت سے محروم رہا یا اس سے قبل اسے لوگو! ایمان لے آؤ کہ کوئی کہنے والا یہ کہنے لگے جس وقت کہ عذاب دیکھے اسے کاش اگر میرے واسطے دنیا کی طرف واپسی کا کوئی امکان ہو جائے تو پھر میں نیک بندوں میں ہو جاؤں۔ خبردار اسے مخاطب منکر یہ باتیں ہرگز سمجھے زیب نہیں دیتیں نہ توحق میں کوئی خفا اور شبہ تھا اور نہ تو احمق و غافل تھا کہ اس کے دور ہونے پر توحق و ہدایت قبول کر لیتا بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ہاں بے شک میرے پاس میری آیات احکام و دلائل کے ساتھ پہنچیں لیکن تو نے ان کو جھٹلایا اور منکر کیا۔ اللہ رب العزت کے سامنے اطاعت و فرمانبرداری کے ساتھ سر جھکانے سے۔ اور یہ نہیں کہ یہ حالت کسی وقت رہی ہو اور پھر عقل و ہوش آگیا ہو بلکہ تو تو کفر ہی کرنے والوں میں رہا۔ ہدایت تو اس وقت ممکن تھی جب کہ قبول حق کا کوئی ارادہ کرتا جب کہ ایسے مجرموں نے یہ ہی طے کیا ہوا تھا کہ سلام کی مخالفت اور اللہ کی بغاوت ہی کرنی ہے تو پھر ظاہر ہے ان حسرتوں و آرزوؤں سے کچھ کام نہ بنے گا۔ در اے ہمارے پیغمبر آپ دیکھیں گے ان لوگوں کو جنہوں نے خدا پر جھوٹ باندھا تھا کہ ان کے چہرے سیاہ ہوئے ہیں تو کیا ایسے نافرمانوں اور متکبروں کے واسطے جہنم میں ٹھکانا نہ ہو گا۔ جنہوں نے بڑی دھڑائی کے ساتھ اللہ کی نافرمانی کی اور اس کے احکام کا مذاق اڑایا اور اس کے فرمانبرداروں کی ذلت و اہانت کی۔ لیکن اس کے برعکس اور اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جو کفر و نافرمانی سے بچتے تھے جہنم سے نجات دے گا۔ ان کی کامیابی کے ساتھ اس حرج کو ان کو ذرہ بر بھی نہ کوئی تکلیف پہنچے گی اور نہ وہ ٹھکین ہوں گے کیونکہ

عہ سیاہ ہوئے ہیں۔ یہ ترجمہ مسودہ لکھا گیا۔ جس میں یہ اشارہ ہے کہ یہ چہرے جو دراصل خلقی طور پر لے سیاہ نہ تھے ان کو قیامت کے روز سیاہ کر دیا جائے گا جو زیادہ ڈراؤنے اور ہیبت ناک نظر آئیں گے بخلاف چہروں کی اس سیاہی کہ جو پیدائشی طور پر دنیا میں بہت سے انسانوں کے ہوتی ہے جیسے سیاہ فام قوم۔ تو ایسی سیاہی نہ عیب ہے اور نہ دیکھنے میں یہ چہرے ہیبت ناک اور ڈراؤنے نظر آتے ہیں جھوٹ خود ایک معنوی خلعت ہے چہ جائیکہ اللہ کے بارہ میں جھوٹ بولا جائے یا اس کی باتوں کو جھٹلایا جائے۔ تو ظاہر ہے کہ اس سے بڑھ کر اور کون سا درجہ ہو سکتا ہے معنوی خلعت کا۔ اور قیامت کے روز اعمال و اوصاف ظاہری حقائق کی صورت میں رونما ہوتے ہیں اس وجہ سے اللہ کی باتوں کی تکذیب اور اس پر جھوٹ باندھنے کا یہ وبال ہو گا کہ چہرے سیاہ ہوں گے۔

جنت تو نام ہی ہے عالم رحمت اور نشاط و فرحت کا جہاں نہ کوئی غم ہوگا اور نہ کوئی پریشانی۔ بے شک اللہ ہی خالق ہے ہر چیز کا اور وہی ہر چیز کا نگہبان ہے۔ اسی کے قبضہ میں ہیں آسمان و زمین کی کھجیاں اس لیے جس کے واسطے وہ چاہے دنیا میں ہر شے رحمت کے اور آخرت میں نجات و مغفرت کے دروازے کھول دے اور جس کے واسطے چاہے بند کر دے۔ اس کے کھولے ہوئے در کو کوئی بند نہیں کر سکتا ورنہ دروازہ وہ بند کر دے اس کو کوئی کھول نہیں سکتا۔ اور چونکہ اس کے باوجود بھی نہ بھجیں اور اللہ کی یتیموں اور اس کے احکام کا انکار کرتے ہیں وہ بڑے ہی خسارہ میں ہیں۔ دنیا میں بھی ورنہ آخرت میں بھی آخرت کا خسارہ تو ظاہر ہے کہ عذاب جہنم میں مبتلا ہوں گے اور وہ عذاب دنیا کی کسی تکلیف کی طرح نہ ہوگا کہ کچھ عرصہ بعد ختم ہو جائے یا کسی ذریعہ سے اس سے چھٹکارا حاصل کرے بلکہ وہ توداعی ہوگا۔ جس سے نجات ہوگی، ورنہ اس میں کوئی خفت و کمی ہوگی اور دنیا میں ن بھریں کا خسارہ ذلت اور طرح طرح کے مصائب کی صورت میں ظاہر ہے۔ چنانچہ عزوہ بدر سے ہی اللہ کے افرانوں کی دلت و ماکامی کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا۔

دنیا کے انسانوں کو رحمت و عافیت اور نجات و مغفرت کی قرآنی دعوت

یہ آیات مبارکہ قرآن کریم میں سب سے بڑھ کر رحمت و مغفرت خداوندی کی امیدوں میں قائم کر نوالی آیات ہیں ان آیات میں پروردگار عالم نے تمام دنیا کے گناہگاروں، نافرمانوں حتیٰ کہ شرک و کفر میں مبتلا ہونے والوں کو دعوت دی ہے کہ وہ نافرمانی و بغاوت سے تائب ہو کر سچے دل سے اگر اللہ کی طرف رجوع کریں تو خدا کی عنایات اور رحمتیں ان کی جانب یقیناً مبذول ہوں گی۔ ان کو اپنی سابق زندگی کی نافرمانی اور بد اعمالیوں سے یہ تصور نہ کرنا چاہیے کہ ان کی معافی کا کوئی امکان نہیں رہا۔ نہیں ان کو اللہ کی رحمت سے ہرگز بازو کس نہ ہونا چاہیے۔ جس حالت میں بھی خواہ کسی طرح کا عمل ہو جب بھی وہ اللہ کی طرف رجوع کریں گے رحمت خداوندی کا دروازہ کھل جائے گا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کچھ لوگ مشرکین جس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے اپنی سابق زندگی میں قتل بھی کیے تھے، خوب قتل کیے تھے اور زنا بھی کیا تھا اور بہت کیا تھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہنے لگے۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ آپ کہتے ہیں اور جس چیز کی طرف دعوت دیتے ہیں وہ بے شک نہایت ہی بہتر ہے لیکن ہمیں اگر یہ معدم ہو جائے کہ ہمارے کیے ہوئے اعمال کا کوئی کفارہ ہو سکتا ہے تو ہم سلام لانے کو تیار ہیں تو اس پر آیات وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ اور یہ آیت قُلْ يٰعِبَادِیَ الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ هُوَ يُقْبِلُ نازل ہوئیں۔ اور حق تو ہے نے نہایت واضح طور سے فرمایا اَکْمُرُوا اَنَّ اللّٰهَ هُوَ يُقْبِلُ

عالم و عابد ہے۔ تو اس کے پاس جا۔ اور اس بستی میں رہ کر خدا کی عبادت کرتا رہ۔ یہ شخص روانہ ہوا۔ سفر کے دوران موت کے آثار واقع ہوئے تو رحمت اور عذاب کے فرشتے آگئے اور باہم ٹھوس ہو کر رہ گئے۔ عذاب کے فرشتے کہتے ہیں ہم اس کی روح قبض کریں گے اور رحمت کے فرشتے کہنے لگے کہ نہیں ہم اس کی روح قبض کر کے رحمت کے مقام میں لے جائیں گے حق تعالیٰ نے فیصلہ فرمایا کہ زمین ناپ و جسن جگہ سے قریب ہو سی حکم میں اس کو شمار کرو۔ ساتھ ہی اللہ نے اس طرف کی زمین کو جہاں یہ جا رہا تھا حکم دیا کہ تو نزدیک ہو جا۔ پیمائش کرنے پر تو بہ کی زمین قریب نکلی۔ اس پر رحمت کے فرشتوں نے اس کی روح قبض کی۔ اور ایک روایت میں یہ لفظ ہے کہ جس وقت وہ زمین پر گر رہا تھا ۲۱، نے پناہ لینے درخ اسی طرف جھکا دیا جس طرف وہ جا رہا تھا تو ایک بالشت کے بقدر دھڑک رہا تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ حق تعالیٰ نے حکم ہوا سر زمین معصیت کو کہ تو عبید ہو جا اور تو بہ کی زمین کو حکم ہوا تو قریب ہو جا۔ اور اس طرح ملائکہ رحمت کو قبض روح کا حق عنایت کر دیا گیا۔

گویا قانون الہی سے اس شخص کو مافرا نیوں اور معصیتوں سے تائب اور پاک شمار کر لیا گیا کیونکہ جس تڑپ و جذبہ کے ساتھ یہ اپنی جگہ سے نکلا اور ارضی معصیت کو نفرت سے چھوڑتے ہوئے ارضی اطاعت کا رخ اختیار کر لیا تو درحقیقت یہ اس ارشاد خداوندی کا مصداق بن گیا وَ مَنْ يَتُخِذْ مِنْ مَّيْلَتِهِمْ مُتَّبِعًا فَإِنَّ اللَّهَ كَاشِفُ الْعَذَابِ عَنْهُمْ قُلْ هُوَ أَهْوَىٰ لِلَّهِ مِنَ الْعِلْمِ مَا تَعْلَمُونَ اور اللہ کے نزدیک اس کا شمار تائبین و مطیعین میں ہو گیا اور تائب انسان بفرمان نبوی ص معصوم سچے کی طرح ہے جو ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہو۔

انابت الی اللہ کا مفہوم | انابت اور رجوع الی اللہ کی حقیقت نافرمانی اور معصیت سے بیزاری و متنفر ہو کر اللہ رب عزت کی طاعت و بندگی کی طرف رخ کر لینا ہے۔ اس طرح سے کہ گزشتہ کچھ ہونے اعمال پر ندامت و شرمساری ہو اور ارگاہ خداوندی سے عفو کا طالب ہوتے ہوئے یہ عہد کرے کہ آئندہ ن بایثوں سے پرہیز کر دوں گا۔ حدیث سیدنا استغفار کے الفاظ یہ ہیں۔ اَنْتَ رَبِّي لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ خَلَقْتَنِي وَأَنَا عَبْدُكَ وَأَنَا عَلَىٰ عَهْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ أَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ ابُوءُ لَكَ بِعَظْمِ عَظْمِي وَأُقِرُّكَ بِفِعْلِي فَاغْفِرْ لِي فَإِنَّهُ كَانَ مِنْ أَشْيَاءِ الْعَاقِلِينَ انکلمات سے یہ بات ظاہر ہو رہی ہے کہ توبہ و استغفار کی مجموعی حقیقت یہ ہے کہ بندہ حق تعالیٰ کی لوریت در رہو بیت و خاقیت کا اعتقاد کامل رکھتے ہوئے اپنی بندگی کا اقرار کرے اور خدا سے کیے ہوئے عہد و پیمان کی تکمیل کا اپنی عملی حد استطاعت تک عزم رکھے۔ ساتھ ہی اپنی کی ہوئی برائیوں کا تصور ہو اور اس بات کا احساس ہو کہ خدا کے انعامات کس قدر ہیں اور ان احسانات کے بالمقابل مبری تقصیرات کتنی ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس احساس کا نتیجہ ندامت و شرمندگی کی صورت میں ظاہر ہوگا اور اس طرح کے اعتقاد و عزم اور احساس ندامت کے ساتھ معافی کی طلب

اور اس بات کا عہدہ تندرہ اس طرح کی معصیت کا مرتکب نہ ہوں گا۔

تو ان تمام احوال و کیفیات کا مجموعہ درحقیقت اللہ کی طرف انابت و رجوع ہے تو ایسے رجوع الی اللہ پر بشارت سنائی جا رہی ہے رحمت و مغفرت کی اور اسی کے ساتھ مایوسی کا تصور قلب و دماغ سے نکال دینے کا بھی امر فرمایا جا رہا ہے۔

رحمت خداوندی سے مایوسی جرم عظیم ہے | دعوت رحمت اور بشارت مغفرت کے ساتھ یہ بھی فرمایا جا رہا ہے۔ لَا تَقْنَطُوا

مِنْ رَّحْمَةِ رَبِّكَ کہ اللہ کی رحمت سے لے لوگو! ہرگز مایوس نہ ہوؤ اور رحمت خداوندی سے مایوسی کو کفر کے درجہ میں شمار کیا گیا جیسے رشاد ہے۔ إِنَّهُ لَا يَأْتِيَنَّكَ مِنَ رَّحْمَةِ اللَّهِ إِلَّا الْكَافِرُونَ دوسری جگہ قَالَ وَمَنْ يَقْنَطْ مِنْ رَّحْمَةِ رَبِّهِ لَا الصَّالِحُونَ (الحجر)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے فرمایا اس کے بعد بھی اگر کوئی شخص اس کی رحمت سے مایوس ہو تو درحقیقت یہاں شخص کتاب اللہ کا منکر ہے (ابن کثیر ج ۲) عبداللہ بن مسعودؓ فرمایا کرتے تھے۔ اعظم ترين آیت کتاب اللہ میں آیۃ الکرسی اَللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ہے اور خبر دشر کے لیے جامع ترین آیت قرآن کریم میں آیۃ اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ ہے اور سب سے زیادہ مسرت و خوشی کی آیت یَعْبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰی اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ہے اور تفویض و اعتماد علی اللہ کے باب میں سب سے زیادہ مضبوط و قوی آیت وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لِّهٖ مَخْرَجًا وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ہے۔ مقاتل بن حیان حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا نقل نقل کرتے ہیں کہ وہ فرمایا کرتے تھے ہم لوگ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (آنحضرتؐ کے زمانہ میں) یہ سمجھا کرتے اور کہا کرتے تھے ہم جو بھی نیکیاں کرتے ہیں وہ یقیناً قبول ہوتی ہیں یہاں تک کہ یَا أَيُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَطِيعُوْا اللّٰهَ وَاطِيعُوْا الرَّسُوْلَ وَلَا تَنَافَسُوْا فِی الْاَعْمَالِ لَكُمْ مِنْهُمُ (مُحَمَّدؐ) تو ہم نے موصاف کہ یہ کون سی چیز ہو سکتی ہے جو اعمال کو باطل کر دے تو ہمیں معلوم ہو کہ یہ کہا بُر د فو ضل ہیں کہ ان کے ارتکاب سے اسان کی نیکیاں ضائع ہو جاتی ہیں تو اس پر ہم گھر اگئے اور کہنے لگے یقیناً جو شخص بھی گناہ کا ارتکاب کرے وہ تباہ و برباد ہو گا یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی تو ہم نے ان دونوں باتوں سے رجوع کیا۔ یعنی نہ ہم اس تنگی پر رہے کہ ہر نیکی ضرور قبول ہوگی اور نہ یہ عقیدہ رہا کہ گناہ کے ارتکاب کے بعد ہلاکت و تباہی کے علاوہ کوئی چارہ کار نہیں بلکہ اس کے برعکس ہم نے سمجھا کہ گناہوں کے ارتکاب کے بعد توبہ و استغفار اور رجوع الی اللہ سے بندہ اللہ کی مغفرت، معایات و رحمتوں کا مستحق ہو جاتا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۲)

انابت کا مفہوم رجوع سے اور رَاٰیْبُیُّوْا اِلٰی رَبِّكُمْ اَلَمْ کے معنی یہ ہیں۔ لے لوگو تم اپنے پروردگار کی طرف رجوع کرو معصیتوں سے اعراض کرتے ہوئے

ان پر ندامت و شرمندگی کے ساتھ۔ اور بعض ائمہ مفسرین نے اس کا مفہوم یہ ذکر کیا ہے کہ تم نفس و اس کے تقاضوں سے منقطع ہو کر اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی طرف اس کی عبادت و بندگی و ذکر کے ساتھ رجوع کرو۔ ”توبہ“ کے معنی بھی اہل لغت رجوع کے میان کرتے ہیں ورنہ توبہ کے معنی بھی رجوع کے ہیں۔ جیسے کہ بیان کیا گیا۔ شیخ ابوالقاسم قشیری رحمۃ اللہ علیہ نے ان دونوں میں لطیف فرق بیان کیا۔ فرمایا تائب اس کو کہیں گے جو خوف عقاب کی وجہ سے رجوع کرے یعنی سزا اور عقوبت سے ڈر کر معصیت سے تائب ہو اور طاعت کی طرف رجوع کرے۔ درمیں اس رجوع کرنے والے کو کہیں گے جو حق تعالیٰ کے انعامات و کرم سے شکر کر معاصی سے باز آئے۔ ”وَالَّذِينَ آمَنُوا إِلَىٰ رَبِّهِمْ كَفُورًا“ کا حکم حق تعالیٰ سبحانہ کے لیے اخلاص پر متوجہ و آمادہ کر رہا ہے اور انابت کے بعد اخلاص کا حکم اس مقصد کے لیے ہے کہ بندہ یہ بات سمجھ لے کہ اس کی نجات و کامیابی اس کی نابت کی وجہ سے نہیں بلکہ محض اس کے فضل و کرم سے ہے اور اسی کا فضل تھا کہ انابت کی توفیق حاصل ہوئی (تفسیر روح المعانی ج ۲ ص ۲۴۷)

الغرض آیت کا مقصد اور اس پیغام رحمت کی غرض یہ ہے کہ کسی شخص کو قبول حق اور رجوع الی اللہ کے لیے یہ بات نہ ہوئی چاہیے کہ اس نے اپنی سابق زندگی میں عظیم گناہ کیے ہیں۔ نہ اس کو اس وجہ سے قبول حق سے رکنا چاہیے اور نہ ہی اس کو رحمت خداوندی سے مایوس ہونا چاہیے۔ اس لیے ان آیات سے یہ سمجھنا کہ اللہ کی نافرمانی اور معصیت میں کوئی مضائقہ نہیں۔ دورانِ عمل کے مؤخذہ کی کوئی نگرہ کرنی چاہیے۔ قطعاً غلط ہے عقل و حافظ کی دالست ہرگز ایسے مفہوم کی اجازت نہیں دیتی۔ حاصل یہ کہ ان آیات سے لسان کو بے فکر ہو کر گناہوں پر جری نہ ہونا چاہیے۔ بلکہ غرض یہ ہے کہ دیوس کا خیال دل سے نکال دینا چاہیے۔



قُلْ أَغْيَرِ اللَّهُ تَأْمُرُونِي أَعْبُدُ أَيُّهَا

ترجمہ: بے شک اللہ کے سوا کسی کو بتاتے ہو کہ پوجوں سے

الْجَاهِلُونَ ۝ وَلَقَدْ أُوحِيَ إِلَيْكَ وَإِلَى

نادالو ، اور حکم ہو چکا ہے تجھ کو ، اور تجھ

الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكَ لَئِنْ أَشْرَكْتَ

سے اگلوں کو - اگر تُو نے شریک بنا ،

لَيَحْبُطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُونَنَّ مِنَ الْخُسْرَيْنِ ﴿٦٥﴾

کارت جاویں گے تیرے کیے اور تو ہودے گا ٹوٹے میں آیا ۔

بَلِ اللّٰهُ فَاعْبُدْ وَكُنْ مِنَ الشَّاكِرِينَ ﴿٦٦﴾ وَمَا

نہ بلکہ اللہ ہی کو پوج اور رہ حق ماننے والوں میں ۔ اور نہیں

قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهِ ۚ وَالْاَرْضُ جَمِيعًا

سمجھے اللہ کو جتنا کچھ وہ ہے ۔ اور زمین ساری ایک

قَبْضَتُهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيٰتٌ بِيَمِيْنِهِ ۚ

منھی ہے اس کی دن قیامت کے اور آسمان پٹے میں اس کے داہنے ہاتھ میں ۔

سُبْحٰنَهُ وَتَعَالٰی عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿٦٧﴾ وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ

وہ پاک ہے، در بہت اوپر ہے اس سے کہ یہ شریک بتاتے ہیں۔ اور پھونکا گیا نرسنگا۔

فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا

پھر یہوشتس ہوگرا، جو کوئی ہے آسمانوں میں اور زمین میں ۔ مگر

مَنْ شَاءَ اللّٰهُ ۚ ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اٰخَرٰی فَاِذَا هُمْ قِيٰمٌ

جس کو اللہ نے چاہا ۔ پھر پھونکا گیا دوسری بار، پھر بھی وہ کھڑے

يَنْظُرُوْنَ ﴿٦٨﴾ وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُورِ رَبِّهَا وَوُضِعَ

ہو گئے دیکھتے ۔ در چمکی زمین اپنے رب کے نور سے اور نہ دھرا

الْكِتٰبُ وَجِئَ بِالْبَيِّنٰتِ وَالشَّهَادٰٓءِ

دفتر ، اور حاضر آئے پیغمبر اور گواہ ۔

وَقُضِيَ بَيْنَهُم بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿٦٩﴾

اور فیصلہ ہوا ان میں انصاف سے ، در ان پر ظلم نہ ہوگا ۔

وَوَفَّيْتُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُوَ أَعْلَمُ

در پورا بلا ہر جی کو جو کیس اور اس کو خوب خبر ہے

بِمَا يَفْعَلُونَ ۝

جو کرتے ہیں ۔

اعلان برائت از شرک و تنبیہ و عید بحبط اعمال
و خسران انجم بر نافرمانی رب العالمین

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى - قُلْ أَفَعَبَّرْتُمْ عَنْ مَا كُنْتُمْ قَاتِلِينَ الْفِی وَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَا يَفْعَلُونَ -

(ربط) گذشتہ آیات میں دنیا کے تمام انسانوں کو دعوتِ رحمت دی گئی اور یہ کہ دلائل حق واضح ہونے پر اگر کوئی شخص قبولِ حق سے محض اس وجہ سے اعراض کرتا ہے کہ اس کو اپنے سابق اعمال کا ڈر ہے اور یہ تصور ہے کہ اس کی نجات ممکن نہیں تو اس کا یہ خیال غلط ہے۔ اس کو چاہیے کہ مایوسی کا یہ تصور قلبِ دماغ سے نکال دے۔ اب ان آیات میں اس امر کی ہدایت کی جا رہی ہے کہ ہر حق پرست اور موحدانہ کو شرک سے برہست و بیزاری کا اعلان کر دینا چاہیے۔ تاکہ کافروں کو اس کے بارہ میں ایسی کوئی طبع باقی نہ رہے کہ شاید کسی ذریعہ سے شخص راہِ راست سے بھٹک سکتا ہے۔ اسی ضمن میں یہ بھی فرمادیا گیا۔ اللہ رب العالمین کی نافرمانی انسان کے لیے تمام اعمالِ خیر کو برباد کرتی ہے اور اس کا انجام خسارہ ورتباہی کے سوا کچھ نہیں۔ فرمایا

کہہ دیجئے اے ہمارے پیغمبر تو کیا غیر اللہ کی عبادت کرنے کی مجھ سے فرمائش کرتے ہو تم اے جاہلو۔ بعد اس کے کہ حق و ضح ہو چکا اور توحید ثابت ہو گئی۔ اب بجائے اس کے کہ تم اس توحید کو قبول کرو۔ خود تمہاری یہ برائت اور طبع کیسے ہونی کہ تم مجھ ہی سے غیر اللہ کی پرستش کے لیے کہنے لگے۔ اور حال یہ ہے کہ بے شک آپ کی طرف وحی بھیجی جا چکی۔ اور ان انبیاء کی طرف جو آپ سے پہلے گزرے کہ اے مخاطب اگر تو شرک کرے گا تو یقیناً تیرا سارا عمل برباد ہو گا اور تو خسارہ میں پڑے گا۔ اے مخاطب شرک تو کیا بلکہ تو ہمیشہ اللہ ہی کی عبادت کرتا رہ اور ہمیشہ اللہ کے شکر گذر بندوں میں سے رہنا اور سب سے بڑا حق اللہ کا اس کی عظمت و توحید پر ایمان لانا ہے تو ظاہر ہے کہ شرک کے ارتکاب کے ساتھ اللہ کا شکر کیسے ادا ہو سکتا ہے۔ اور جو لوگ شرک کے مرتکب ہیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ وہ خدا کی عظمت

اور قدر و منزلت کو پہچانتے ہی نہیں۔ چنانچہ یہ وہی لوگ ہیں کہ انہوں نے خدا کی عظمت نہیں کی جیسے کہ خدا کی عظمت کا حق تھا اور حق عظمت ادا کرنا قبول توحید کے بغیر ممکن نہیں۔ حالانکہ اس کی شان یہ ہے کہ ساری زمین اس کی تسبیح میں ہوگی۔ قیامت کے روز اور تمام آسمان پیٹے ہوئے ہوں گے۔ اس کے دائیں ہاتھ میں پس پائی ہے۔ پروردگار کی درجہ تر ہے وہ ذات ان کے ہر شرک سے جو وہ کرتے ہیں اور قیامت کے روز جس میں حق تعالیٰ کی یہ شان عظمت ہوگی۔ صور میں پھونک ماری جائے گی تو مد ہوش ہو کر گر پڑیں گے۔ تمام زمین و آسمان د لے بجز اس کے کہ جس کو خدا چاہے کہ اس مد ہوشی سے محفوظ رہے۔ پھر اس صور میں دوبارہ پھونک ماری جائے گی تو دعت سب ہوش میں آنے کے بعد اپنی قبروں سے باہر نکل کر کھڑے دیکھتے ہوں گے حیرت و تعجب سے کہ سب کچھ کیا ہو گیا اور کیسے ہو گیا۔ اور پھر حق تعالیٰ جب اپنی شان بے چون و چوکوں کے ساتھ زمین کی طرف نزول و تسبیح فرمائیں گے تو زمین اپنے رب کے نور سے روشن ہو جائے گی اور یہ نور اللہ کی تسبیح کا ہوگا جیسے کہ ارشاد ہے: **يَجَاءُ رَبُّكَ وَ الْمَلَائِكُ صَفًّا** صفاً اور ہر ایک کا نامہ اعمال اس کے سامنے رکھ دیا جائے گا اور لایا جائے گا پیغمبروں کو اور گویوں کو۔ نبیاء گواہی دیں گے کہ ہم نے اللہ کے احکام پہنچا دیئے تھے اور گواہ (جو خود ان کے ہاتھ پاؤں بھی ہوں گے علاوہ فرشتوں اور امت محمدیہ کے ان کے اعمال کی گواہی دیتے ہوں گے اور اس طرح سب مکلفین کے درمیان فیصلہ کر دیا جائے گا۔ حق و انصاف کے ساتھ مجرمین و نافرمانوں کے واسطے سزا کا اور مطیعین و فرمانبرداروں کے لیے نجات و انعامات کا فیصلہ کر دیا جائے گا اور یہی فیصلہ حق و انصاف کا فیصلہ ہوتا ہے اور پورا پورا دے دیا جائے گا۔ ہر ایک شخص کو اس کے عمل کا بدلہ جو اس نے کیا۔ نہ کسی کی نیکی ضائع ہوگی اور نہ کوئی ظلم کے بدلہ سے بچ سکے گا۔ اور وہ پروردگار تو سب کے کاموں کو خوب جانتا ہے جو وہ کرتے تھے۔ اس لیے اس کے علم اور نظر سے کسی کا کوئی عمل اور کسی کی کوئی حالت پوشیدہ نہیں مگر اس کے باوجود نامہ اعمال مرتب ہوں گے جو ان کے سامنے ہوں گے۔ نبیاء علیہم السلام احکام خداوندی پہنچا دینے کی گواہی دے رہے ہوں گے۔ اعمال کے کھنے والے فرشتے اور خود ان کے ہاتھ پاؤں گواہی دیتے ہوں گے کہ اس شخص نے یہ کیا اس طرح عدل و انصاف سے فیصلہ کر دیا جائے گا۔ جس کے بعد مجرمین جہنم کی طرف گسیٹے جا رہے ہوں گے اور مطیعین انعام و اکرام اور اعزاز کے ساتھ جنت میں داخل ہو رہے ہوں گے اور فرشتے دروزوں پر استقبال کے لیے کھڑے ہوں گے اور تسبیح و سلام ہوتا ہوگا۔ **سَلَامٌ عَلَیْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْا هٰذَا خٰبِرِیْنَ۔ وَ مَا قَدْ رُوْا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ** کی تفسیر میں عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ منقول ہے کہ اس کے مصداق تمام کافر ہیں کیونکہ انہوں نے اللہ کی عظمت کو پہچانا ہی نہیں۔ مگر وہ اس کی قدر و منزلت کو پہچان لیتے تو ضرور ایمان لے آتے یعنی مشرکین نے اس کی عظمت و جلال کو اس حد تک نہ سمجھا جہاں تک یک بندہ کو سمجھنا اور ملحوظ رکھنا چاہیے تھا۔ یہ کیسے ممکن تھا کہ اس کی شان رفیع کا سمجھنے والا ایک عاجز معنوق حتیٰ کہ پتھروں کو اس کا شریک بناتا۔

وَالْأَرْضُ جَمِيعًا قَبْضَتُهُ كِی تفسیر میں حضرت مفسرین نے متعدد روایات بیان کی ہیں اور مختلف قواسم نقل کیے گئے ہیں لیکن ہل سنت و الجماعت اور تمام ائمہ سلف اس قسم کی حمد آیات کو متشابہات میں سے قرار دیتے ہیں اور کائنات متشابہات میں سلف کا یہی موقف ہے کہ ظاہر پر برقرار رکھتے ہوئے ان پر ایمان لایا جائے اور کسی کیفیت کی تحقیق اور تعین سے گریز کیا جائے۔ اس آیت کے شان نزول میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے جو حدیث، امام بخاری نے اور دیگر ائمہ محدثین نے عبداللہ بن عباسؓ در عبداللہ بن عمرؓ سے تخریج کی ہے، وہ سلف کے اس موقف کے خلاف نہیں جس کا مضمون یہ ہے کہ ایک عالم علماء یہودیوں سے آپؐ کے پاس حاضر ہوا اور اس نے کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم، ہم کتاب میں یہ پاتے ہیں کہ اللہ عز وجل آسمانوں کو ایک انگلی پر اٹھالے گا اور زمینوں کو ایک انگلی پر درختوں کو ایک انگلی پر پانی اور مٹی کو ایک انگلی پر ————— اور باقی تمام مخلوقات کو ایک انگلی پر (اس طرح تمام کائنات کو اپنے دست قدرت میں لے لے گا اور پھر فرمانے گا میں ہی ہوں بادشاہ اور مالک تمام کائنات کا) اور ایک روایت میں ہے اس طرح تمام کائنات کو پانچوں انگلیوں پر لیٹے ہوئے حرکت دے گا در ایک روایت میں ہے کہ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی کیفیت بھی اپنے دست مبارک سے ظاہر فرمائی۔ الغرض جب اس یہودی عالم نے یہ کہا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہنسے۔ حتیٰ کہ آپؐ کے دندان مبارک بھی ظاہر ہو گئے۔ اس عالم کی بات پر تعجب کے طور یا بعض احادیث کے کلمات کی رو سے تصدیق کے طور پر۔ اور اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ ق مَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ وَالْأَرْضُ جَمِيعًا قَبْضَتُهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَ السَّمَوَاتُ مَطْوِيَّاتٌ يَمِينِهِ۔ ان تمام روایات کا استیعاب حافظ ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں کر دیا ہے۔ اہل علم مراجعت فرمائیں۔

نفع صور کی تفصیل

نفع صور دلی آیت مبارکہ سے یہی ظاہر ہے کہ ایک مرتبہ صور پھونکنے پر آسمانوں اور زمین والے سب مدہوش ہو کر گرے گئے اور دوبارہ نفع صور پر سب انسان میدانِ حشر میں رب العالمین کے سامنے کھڑے حیرت کے ساتھ اس منظر کو دیکھ رہے ہوں گے۔ پہلے نفع کو نفع الصعق کہا جاتا ہے جس پر آسمان و زمین کے احیاء پر موت کی مدہوشی طاری ہوگی۔ اس کے بعد پھر سراخیلؑ کو جب دوبارہ نفع صور کا حکم ہوگا تو تمام اموات حتیٰ کہ وہ مردے جن کی ہڈیاں اور گوشت پوست ریزہ ریزہ ہو چکے ہوں گے ماسندروں میں غرق ہو چکے ہوں گے یا ہواؤں میں منتشر ہو چکے ہوں گے سب زندہ ہو کر قیامت کے یہ مولناک مناظر دیکھنے لگیں گے۔ اسی چیز کو حق تعالیٰ شانہ نے اس آیت مبارکہ میں ارشاد

فرمایا ہے۔ تَعْرَاذَ عَاكُمُ دَعْوَاؤُ مِّنْ لَّا رُضِ رَاذًا، اَنَّهُمْ تَحْجُوْنَ رُوْمَہٗ
اکثر ائمہ مفسرین کے نزدیک نفع صور دو مرتبہ ہی ہے اور احادیث سے بھی ان ہی دو مرتبوں
کی وضاحت و تعیین ہو رہی ہے۔ بعض حضرات مفسرین جیسے حافظ ابن کثیر کے کلام سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ
نفع الصعق یعنی مدہوشی کا صور دسرا ہوگا اور تَعْرَاذَ لَیْسَ اُخْصَاۤی۔ تو تیسرے نفع کہا اور بعض نے یہ فرمایا
ایک بار نفع صور عام کے فنا ہونے کا ہوگا اور دوسری بار زندہ ہونے کا اور یہ نفع الصعق بعد حشر کے
مدہوشی کا تیسری بار ہوگا اور چوتھی مرتبہ کے نفع پر سب لوگ پروردگار کے درپردہ حاضر کھڑے ہوں گے۔

نفع صور پر مدہوشی سے مستثنیٰ کون ہوں گے

لَا مَنۡ شَاءَ اللّٰهُ سے ان فرد کا استثناء فرمایا گیا جو اس مدہوشی سے مستثنیٰ اور محفوظ رہیں
گے حدیث میں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا دوبارہ نفع صور پر سب لوگ مدہوش
میں آئیں گے تو میں ہی وہ شخص ہوں گا جو سب سے پہلے فاقہ پانے والا ہوں گا اور دیکھوں گا کہ حضرت
موسیٰ علیہ السلام عرض الہی کا پایہ پکڑے کھڑے ہوئے ہیں۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ وہ مجھ سے پہلے مدہوش
میں آچکے یا آج کی مدہوشی کے بالعوض ان کی کوہ طور کی مدہوشی کو سمجھ لیا گیا جب کہ کوہ طور کی تعبلی واقع
ہونے سے مدہوش ہو کر گر پڑے تھے اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو گیا تھا۔ (صحیح بخاری) بعض مفسرین نے
استثناء سے جبریلؑ میکائیلؑ اور ملک الموتؑ مراد لیے ہیں۔ بعض کے نزدیک اس سے مراد حامین عرض
الہی ہیں۔ اور بعض کہتے ہیں کہ انبیاء و شہداء ہیں۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ صور کے دونوں
نفلوں کے درمیان چالیس کا فرق ہوگا۔ راوی بیان کرتے ہیں لوگوں نے دریافت کیا اے ابو ہریرہؓ چالیس
دن کا؟ جواب دیا۔ میں نہیں جانتا۔ پھر لوگوں نے کہا۔ کیا چالیس بیٹے کہنے لگے۔ میں نہیں کہہ سکتا۔ پوچھا
گیا۔ تو کیا چالیس سال؟۔ جواب دیا مجھے نہیں معلوم۔ اس کے بعد حضورؐ کا ارشاد نقل کیا کہ آپؐ نے فرمایا۔
پھر حق تعالیٰ آسمان سے بارش برساتے گا جس سے لوگوں کی نشوونما ہوگی اور فرمایا انسان کے جسم میں
سے کوئی چیز بھی ایسی باقی نہ رہے گی کہ وہ بوسیدہ اور پارہ پارہ نہ ہو چکی ہو مگر عجب لذت ہے یعنی
پشت کی ہڈی جسے ریڑھ کی ہڈی کہا جاتا ہے۔ پھر اسی سے (یا اس کے جڑ سے) وہ کسی بھی شکل میں متغیر ہو چکے ہوں
اس کے تمام بدن کی تخلیق اور ترکیب کی جائے گی (صحیح بخاری) اور اس طرح بعثت جسمانی ہوگا۔

وَجَآءَیۡنَا بِالنَّبِیِّیۡنَ اَنۡبِیَآءَ کَا لَیۡلَا جَاۡنَا دَہِیۡ سَہِیۡ جُوسُورَہٗ نَسَاۡمِیۡنَ کَا لَیۡلَا حَکِیۡفَ اِذۡ حُشِنَا
مِنۡیۡ کُلِّ اُمۡمَۃٍ بِشَہِیۡدٍ وَجِئْنَا بِکَ عَلٰی ہٰٓؤُلَآءِ شَہِیۡدِیۡنَ اَکۡرَہِمَاۡتَ کَیۡفَ یُغِیۡرُ کُوۡلَا یَاۡجَاۡئُ کَا
اور ان انبیاء کی تبلیغ احکام الہی ہوگی۔ یہی دینے کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو لایا جائے گا۔ تو

ایک گواہی یہ ہوگی۔ مزید ایک گواہی امت محمدیہ کی طرف سے ہوگی و امت کے افراد بھی بطور گواہ مانے جائیں گے۔ جیسے کہ ارشاد ہے۔ يَتَكُونُ فُؤَادُ شَهِيدًا. وَعَلَى النَّاسِ تِسْرِي قِسْمِ كِي گواہی ہر انسان کے اعضا و جوارح کی ہوگی جیسے کہ ارشاد ہے۔ الْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلَىٰ أَعْيُنِهِمْ وَتُكَلِّمُنَا بِحَدِيثِهِمْ وَنَشْهَدُ أَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ چوتھی گواہی ملائکہ درگاہ کاتبین کی ہوگی۔ چنانچہ فرمایا گیا۔ وَجَاءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَعَ مَا سَايَتْ وَشَهِيدًا۔

وَسِيقَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَىٰ جَهَنَّمَ زُمَرًا ۖ حَتَّىٰ إِذَا

در انکے گئے ہو منکر تھے۔ دوزخ کو جتھے جتھے۔ یہاں تک کہ جب

جَاءُوهَا فَتُحْتِ ابْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا أَلَمْ

پہنچے اس پر۔ کھولے گئے اس کے دروازے اور کہنے لگے ان کو درود اس کے کیا

يَا تَكْمُرُ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَتْلُونَ عَلَيْكُمْ آيَاتِ رَبِّكُمْ

نہ پہنچے تھے تم پاس رسول تم میں کے؟ پڑھتے تھے تم پر باتیں تمہارے رب کی۔

وَيُنْذِرُوكُم لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هَٰذَا ۖ قَالُوا بَلَىٰ وَلَكِنْ

اور ڈراتے تم کو تمہارے دن کی ملاقات سے۔ بولے، کیوں نہیں! پر ثابت

حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَى الْكَافِرِينَ ۝۴۱ قِيلَ

ہوا حکم عذاب کا منکر دل پر حکم ہوا

ادْخُلُوا ابْوَابَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا ۖ فَبِئْسَ

کہ پیسہ دوزخوں میں دوزخ کے، سدا رہنے کو اس میں سو کیا بڑی

مَثْوًى الْمُتَكَبِّرِينَ ۝۴۲ وَسِيقَ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ

بلکہ بے رہنے کی غرور والوں کو! اور ہانکے گئے جو ڈرتے رہے تھے اپنے رب سے

إِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا ۖ حَتَّىٰ إِذَا جَاءُوهَا وَفُتِحَتْ

بہشت کو جتھے جتھے۔ یہاں تک کہ جب پہنچے اس پر اور کھولے گئے

أَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلَامٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ

اس کے دروازے، اور کہنے لگے ان کو داروغہ اس کے سلام پہنچے تم پر، تم لوگ پالیز ہو

فَادْخُلُوهَا خَلِيدِينَ ﴿۴۳﴾ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي

سو پیٹھ اس میں سدا رہے کو اور وہ بولے شکر اللہ کا جس نے سچ

صَدَقْنَا وَعَدَهُ وَأَوْرَثَنَا الْأَرْضَ نَتَبَوَّأُ مِنَ

کیا ہم سے اپنا وعدہ، اور وارث کیا ہم کو اس زمین کا گھر پڑا میں

الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَاءُ فَنِعْمَ أَجْرُ الْعَمِلِينَ ﴿۴۴﴾ وَتَرَى

بہشت میں سے جہاں چاہیں، سو کیا خوب نیک ہے محنت کرنے والوں کا، اور تو دیکھے

الْمَلَائِكَةَ حَافِّينَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ يُسَبِّحُونَ

فرشتے، گھر رہے ہیں عرش کے گرد پاکی بولتے ہیں۔

بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَقُضِيَ بَيْنَهُم بِالْحَقِّ وَقِيلَ

اپنے رب کی خوبیاں، اور فیصلہ ہوا ہے ان میں انصاف کا اور یہی بات

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿۴۵﴾

ہوئی کہ سب خوبی ہے اللہ کو، جو صاحب ہے سارے جہان کا۔

بیان انجام حقارت تذلّل کفار و مجرّمین و

انعام و اکرام اہل ایمان و مطیعین

قال اللہ تعالیٰ: وَبَشِّرِ الدِّينَ كَافِرُونَ ... الی ... الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ
(ربط) گزشتہ آیات میں مشرکین و کفار کو متنبہ کیا گیا تھا کہ اگر وہ مشرک و فرائی سے باز نہ آئیں،

تو زندگی میں کیے ہوئے تمام اعمال جیسا دہرایا جائے گا اور نساں کو نہ قیامت سے بے فکر ہونا چاہیے اور نہ محاسبہ سے لاپرواہی برتنی چاہیے۔ قیامت بھی برحق ہے، محاسبہ عمل بھی۔ اعمال اس پروردگار پر پوشیدہ نہیں وہ اعمال کو دیکھتا اور جانتا ہے۔ اس نے نساں کا نامہ اعمال بھی تیار کر رکھا ہے۔ اعمال پر گواہ بھی ہیں اس نوعیت سے مجرم کو اعمال کی سزا دی جائے گی اور جو طبع و فراہم درہمیں ان کو ان کی نیکیوں پر انعام و جزا دی جائے گی تو اس طرح جزا و سزا کا اجمالی ذکر کر لے کے بعد اب آئندہ آیت میں اس کی تفصیل کی جا رہی ہے۔ ہر گروہ کے ساتھ قیامت کے روز کیا معاملہ ہوگا تو ارشاد فرمایا۔

اور اس قضاء حق اور فیصلہ عدل کے بعد ان کا جائے گا کافروں کو جہنم کی طرف گروہ گروہ بنا کر اس طرح ان کو ذلت کے ساتھ ہٹا کر لے جایا جائے گا۔ جیسے جانوروں کو دھکیل کر کسی جگہ لے جایا جاتا ہو اور ظاہر ہے کہ یہ کفار جانے کے لیے تیار نہ ہوں گے تو زبردستی ان کو دھکیلا جاتا ہوگا۔ اور کافروں کے کفر و شرک کی بہت انواع ہیں تو یہی لحاظ سے ہر نوع کفر و شرک کے مرتکب کا ایک گروہ ہوگا۔ اس طرح گروہ گروہ جہنم کی طرف گھسیٹے جائیں گے یا یہ کہ روسا اور ان کے مرغنے آگے لگے ہوں گے اور متبعین و پیروکار پیچھے پیچھے۔ یہاں تک کہ جب یہ کفار دوزخ کے سامنے پہنچیں گے تو دوزخ کے دروازے کھول دیئے جائیں گے تاکہ ایک دم جہنم کے شعلے اور پیشیں انکو جھلسنا شروع کر دیں۔ اور دروازے کھلتے ہی دائمی عذاب اور وہاں کے بولناک مناظر نظروں کے سامنے آتے ہی حسرت طام کی بے مینی پیدا کر دیں گے اور ان سے دوزخ کے نگران فرشتے بطور ملامت کہیں گے کیا تمہارے پاس تمہاری ہی جنس سے پیغمبر نہیں آئے تھے جو تم کو تمہارے رب کی آیتیں سناتا کرتے تھے اور حکام خداوندی سکھایا کرتے تھے اور تم کو ڈرایا کرتے تھے تمہارے اس دن کے پیش آنے سے کہ لے لو گویا تم کا دن آنا ہے اس کی فکر کر لو۔ اللہ کی نافرمانی سے بچو ورنہ عذاب خداوندی کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اس وقت ذلت و لاچارگی کے عالم میں کافر کہیں گے کیوں نہیں! بے شک ہمارے پاس اللہ کے رسول آئے اور اہوں نے عذاب الہی سے ڈرا۔ بے شک اسباب ہدایت سب موجود تھے لیکن ہم نے ان سے فائدہ اٹھایا اور نہ راست پر آئے نہ ہند سب عذاب کا فیصلہ ثابت ہو کر رہا۔ کافروں پر اور اب حسرت و ندامت کے ساتھ سوائے اس اعتراف کے اور کوئی چارہ نہیں کہ بے شک ہم نے کفر کیا اور کافروں کے حق میں جس عذاب کا نبی صمد اور وعدہ تھا وہ اب ہمارے سامنے موجود ہے تو یہ ہماری نالائقی ہے، درہم اس کے مستحق ہیں۔ اس وقت ان لوگوں سے کہا جائے گا اچھا اب

عہ کی کو حق تعالیٰ نے اپنے اس فرمان میں نام فرمایا۔ ثُمَّ نُنَزِّلُ عَنْكُمْ مِّنْ أُولٰٓئِكَ شَيْعَةً اَبْتَهُمْ اَسَدًا عَنِ الرَّحْمٰنِ عِتِيًّا۔ یعنی کافروں کی ہر جماعت میں سے ہمارے لوگوں کو چھانٹ لیں گے جو کفر میں زیادہ شدید تھے تو بڑے بڑے کفار عیحد ہوں گے درجہ چھوٹے چھوٹے ملگ ہوں گے۔

تو جہنم کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ اس طرح کہ ہمیشہ اس میں رہو گے۔ غرض یہ تنکیرین، در اللہ کے حکام سے سرکشی کرنے والوں کا بہت ہی بُرا ٹھکانا ہے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے بخلاف اہل توحید میں سے گنہگاروں کے کہ اگر وہ اپنے گناہوں کے باعث بطور سزا جہنم میں گئے بھی تو سزا بھگتنے کے بعد ان کو عذاب جہنم سے آزاد کر دیا جائے گا۔ جہنم، ان کا دائمی ٹھکانا اور حقیقی مثنوی نہیں۔ اور اس کے برعکس جو لوگ اپنے خدا سے ڈرے اور اپنے رب پر ایمان لائے، ان کو نہایت ہی عزت و اکرام کے ساتھ جلایا جائے گا جنت کی جانب گردہ گردہ شا کر اس طرح کہ متبعین کی جماعتیں مراتب تقویٰ کے لحاظ سے جدا جدا ہوں گی۔ ہر جماعت کی ایک علیحدہ شان ہوگی وہ اس شان کے ساتھ جنت کی طرف لے جائے جا رہے ہوں گے۔ ہر بحرین کو فرشتے ذلت و حقارت سے گھسیٹ کر جہنم کی طرف لے گئے تھے تو ان فرمانبرداروں اور مؤمنین کے اللہ کے فرشتے ان کے ساتھ چلتے ہوں گے جس طرح بادشاہوں کے محافظ اور درباری خدام اپنے درمیان اپنے بادشاہ کو لے کر چلتے ہوں۔ اہل جہنم کا سوق حقارت و توہین کے رنگ میں تھا جیسے چوروں ڈاکوؤں کو طوق و سلاسل کے ساتھ سچا ہی لے جاتے ہوں لیکن اہل جنت کا جنت کی طرف سوق اعزاز و اکرام کے ساتھ ایسا ہوگا جیسے بادشاہ کو اس کے معاحبین لیے جاتے ہوں۔ فرشتے ان کو تقاضا کر کے جلدی جلدی لیے چلتے ہوں گے اور خدام پیچھے سے ان کے حواریوں کو ہٹاتے ہوں گے۔ غرض یہ سوق عزت و کرامت کا ہوگا جو بعد شوق و محبت ہوگا۔ یہاں تک کہ جب یہ اہل ایمان جنت تک

علیٰ پہلی بیت میں ان دوزخیوں کو کافرین کہا گیا اور اس آیت میں تنکیرین عذاب جہنم تو بیشک کفر ہی کی وجہ سے ہے لیکن کفر کا اصل سبب اور علت تکبر ہے جس کا حاصل یہ ہوا کہ ایک چیز عذاب کی ذلت ہے اور دوسری چیز یعنی تکبر وہ علت العلۃ ہے تو ان دو تعبیروں سے اشارہ کر دیا گیا کہ جو لوگ کفر میں مبتلا ہیں دراصل ان کا یہ کفر ان کے تکبر کا نتیجہ ہے۔ نخوت اور تکبر ہی ہمیشہ کافروں کے کفر کا سبب بنا۔ انہوں نے اللہ کے پیغمبروں کے سامنے سر جھکانے سے تکبر کیا تو ایک موقع پر علت عذاب کو ذکر کر دیا گیا اور دوسری آیت میں علت کی علت بیان کر کے یہ ظاہر کر دیا گیا کہ ان کافروں کا یہ کفر ان کے تکبر کا انجام ہے۔ چنانچہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم سے لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ تک کے کافروں کی ہی نخوت، کفر و نافرمانی کا سبب بنی رہی جیسے کہ ارشاد ہے اَذْهَبَ مِنْ لَدُنْكَ الْاَدْوَانُ اور تکبر ہی تمام مذائل کا سرچشمہ ہے اس وجہ سے اس کی سزا میں کفار کو انتہائی ذلت و خواری کا سامنا کرنا پڑے گا اور اس طرح ذلت و حقارت کی جہنم میں گھسیٹ کر لے جایا جائے گا جیسے جانور ہٹکائے جا رہے ہوں۔ اسی وجہ سے لفظ سبق استعمال کیا گیا جو سوق بمعنی ہٹکانے سے مشتق ہے۔

علیٰ ان کلمات سے یہ ظاہر کر دیا گیا کہ لفظ اہل جنت کے لیے بطور صنعت مث کلمت کے استعمال کیا گیا ہے کیونکہ اہل جنت تو ظاہر ہے کہ بعد اکرام جنت میں پہلے جانیں گے جیسے کہ ارشاد ہے اُولَئِكَ فِيْ جَنَّتٍ مُّكْرَمُوْنَ۔

پہنچ جائیں گے اور اس کے دروازے پہلے ہی سے کھلے ہوئے ہوں گے اور جیسے کہ معزز بہانوں کی مدد سے قبل ان کے استقبال کے لیے دروازے کھلے رکھے جاتے ہیں اور ان کو دیکھتے ہی جنت کے نگہبان ان سے کہیں گے (سَلَامٌ عَلَيْكُمْ طَهًا) سلامتی ہو تم پر اللہ کی عنایت و رحمتوں کے ساتھ اور خوش رہو تم۔ پس داخل ہو جاؤ اس جنت میں اس شان سے کہ تم اس میں ہمیشہ رہنے والے ہو گے۔ ہر جانب سے تم پر اللہ کی رحمتیں ہوں گی نہ کبھی کوئی تعب و مشقت پیش آئے گی اور نہ کسی قسم کا رنج و غم واقع ہوگا۔ بل جہنم کو تو خازن جہنم داخل ہونے سے پہلے ملامت اور سرزنش کریں گے لیکن اہل جنت کے لیے عازمین جنت نجات و سلام اور پیغام بشارت اور ان کی ثناء و توصیف اور اعزاز و کرام کے ساتھ استقبال کرتے ہوں گے۔ درآئندہ کے لیے بھی سکون و چین کا مژدہ سننا کر مطمئن کریں گے۔ جس پر اہل جنت خوش ہوں گے اور فرط مسرت اور جذبہ تشکر سے یہ کہیں گے "الْحَمْدُ لِلّٰہِ" شکر ہے اس خدا کا جس نے پور کر دکھایا جو وعدہ اس نے ہم سے کیا تھا ہمارے ایمان لانے پر جو وعدہ تھا جنت کا وہ وعدہ محض اپنے فضل سے پورا کر دیا اول تو وعدہ ہی محض اس کا فضل تھا پھر اس مہربانی پر مزید یہ کہ ہم کو اس نے ایمان کی توفیق دی پھر یہ انعام کہ ہم کو اس پر قائم رکھا۔ پھر اور کرم بامائے کرم یہ کہ اس کو قبول فرمایا اور خوشنودی کا ذریعہ بنایا لہذا یہ سب کچھ اس کا فضل ہی فضل ہے اس پر جس قدر بھی اس کا شکر ادا کیا جائے وہ کم ہے اور ہم کو اس سرزمین کا وارث بنادیا کہ ہم عالم جنت میں جہاں چاہیں، اپنا ٹھکانا بنا لیں۔ کوئی روک ٹوک ہمیں حالانکہ دنیا میں تو کوئی ایک بالشت زمین کا ٹکڑا بھی جہاں چاہے نہیں حاصل کر سکتا تھا۔ پھر یہاں ہر شوق اور خواہش پوری ہو رہی ہے ہر طلب پوری کی جا رہی ہے جیسے کہ ارشاد ہے۔ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهُنَّ ۖ لَكُمْ فِيهَا مَا تَدْعُونَ تو آخر اس سے بڑھ کر انعام اکرام کا کیا درجہ ہو سکتا ہے۔ پس کیا ہی چھابے اجر و ثواب نیک عمل کرنے والوں کا۔

انفرض حسب اہل جنت اللہ کے فضل سے جنت میں چلے جائیں گے اور دوزخیوں کو جہنم میں گھسیٹ کر ڈال دیا جائے گا تو اللہ کے برگزیدہ بندے اللہ رب العزت کی تسبیح و تحمید میں مشغول ہو جائیں گے اور اسے دیکھنے والے تو اس روز دیکھے گا فرشتوں کو اس طرح کہ گھیرے ہوئے ہوں گے ہر جانب سے عرش انبی کو پاکی بیان کر رہے ہوں گے اپنے رب کی حمد و ثناء کرتے ہوئے کہ پروردگار عالم کی تسبیح و تحمید میں مرق ہوں گے اور عرش الہی کعبۃ اللہ کی طرح ملائکہ کا مطاف بنا ہوا ہوگا اور عرش خداوندی کے طواف کے دوران ملائکہ کا ورد ہوگا۔ سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ ۚ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ۚ اللَّهُ أَكْبَرُ ۚ ولا حول ولا قوة الا باللہ العلی العظیم۔ اور تمام خلایق کے درمیان عدل و انصاف کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا اور اللہ رب العزت کی اس شان عظمت و کبریائی اور عدل و انصاف کو دیکھ کر ہر زبان اور ہر سمت سے ہی صدا جاری ہوگی۔ "الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِینَ" یعنی ہر طرف سے فرشتوں اور اہل جنت کی زبان خوش و خروش کے ساتھ اللہ کی حمد و ستائش میں مصروف ہوگی۔

اور کہا جاتا ہوگا۔ ساری خوبیاں اس حد کو زیبا ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔

فرشتوں کا عرشِ اہلبی کے گرد گھیرا بنائے تسبیح و تحمید میں مصروف ہونا اس وقت ہوگا جب حق تعالیٰ کا نزولِ اجلال ہوگا بندوں کے حساب کے لیے۔ اس وقت کی عظمت و ہیبت کا یہ اثر ہوگا۔ فرشتے بھی عرشِ اہلبی کا گھیرا دیئے یا عواطف کرنے کی حالت میں حمد و ثناء میں مصروف ہوں گے۔

ان آیات میں عجیب ربط و تناسب ہے جس سے مزید شانِ اعجازِ کلامِ خداوندی کی ظاہر ہو رہی ہے قُلْ أَفَعَبَّرْتُمْ عَنْ مَا كُنْتُمْ تُكَذِّبُونَ؟ کلام کا آغاز فرمایا گیا تھا۔ اثباتِ توحید اور نفی شرک موضوعِ خطاب تھا اس سے کلام کی ابتداء کرتے ہوئے معاد اور آخرت کا ذکر شروع کر دیا گیا اس میں جنت و جہنم درجہ بل جنت و جہنم کا ان کے احوال کا ان کے جنت و جہنم میں داخل ہونے کی کیفیات کا بیان فرمادیا گیا اور ان تمام تفصیلات کو اخیر میں حق تعالیٰ کی الوہیت دربوہیت کے بیان پر ختم فرمایا۔ یہ کہتے ہوئے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِینَ۔

اَوْ رِئَسًا اَلَّذِیْ رُفِعَ مِّنْ جَنَّتِ کِی سِرزمین کو لفظ ارض سے مجازاً اس کا ظ سے تعبیر کیا گیا کہ وہ جگہ جیسی طرح چلنے پھرنے اور ٹھکانا بنانے کی ہوگی جیسے عالم دنیا میں زمین ہوتی ہے۔

دوزخ و جنت کے دروازے اور ان میں داخل ہونے والوں کی کیفیات

حَتّٰی اِذَا جِآءَ مِنْهَا فَتْحٌ ۚ لَّوْ اَبْهَمْنَا اٰیٰتِہٖمَا لَکُم مِّنْ جَنَّتِ کِی جہنم کے سامنے پہنچنے کی کیفیت میں یہ فرمایا گیا۔ یہاں تک کہ جب وہ جہنم کے سامنے پہنچیں گے تو اس کے دروازے کھول دیئے جائیں گے۔ اِذَا جِآءَ مِنْهَا فَتْحٌ کا جملہ جزائیر اس پر دلالت کرتا ہے کہ ان کے پہنچنے ہی فوراً دروازے کھولے جائیں گے تاکہ جلد سے جلد ان کفار و مجرّمین کو دارِ العقوبت میں پہنچا دیا جائے اور ایک لمحہ کی بھی ہلکت نہ بل کے مجرّمین کے ساتھ ہی طریقہ بتاتا ہے کہ جیل خانہ بند ہوتا ہے جوں ہی مجرم لایا گیا جیل کے نگرن فوراً دروازہ کھول کر مجرم کو اندر دھکیل دیتے ہیں۔ اس کے بالمقابل اہل جنت کا جنت میں جانا اعزاز و اکرام کے ساتھ ہوگا۔ دروازہ کھول کر ام کا مقتضی یہ ہے کہ معزز مہانوں کے استقبال کے لیے دروازے کھلے رہیں اس لیے وہاں وَفُتِحَتْ اَبْوَابُہَا کِی تعبیر اختیار کی گئی جس کا ترجمہ یہ کیا گیا اور دروازے کھلے ہوں گے جیسا کہ ایک موقع پر دخولِ جنت کے ذکر میں مُفْتَحَةً لَّہُمْ اَلْاَبْوَابُ فرمایا گیا۔

رُؤْمًا یعنی گروہ گروہ اور جماعتیں جماعتیں۔ اہل جنت کے گروہ دسی جماعتیں ہوں گی جن پر عذاب کا انعام ہے اور وہ انبیاء و صدیقین و شہداء اور صالحین کے گروہ ہیں جو یکے بعد دیگرے جنت میں داخل ہوں گے جیسا کہ ارشاد ہے۔ اُولَٰئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْہُمْ مِّنَ النَّبِیِّیْنَ وَالصّٰلِحِیْنَ وَ الشّٰہِدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ وَ کَحَسَنٍ اُولَٰئِکَ کَرِیْمٌ (سما)

جنت میں داخل ہونے والا سب سے پہلا گروہ اگرچہ جملہ انبیاء کا ہوگا لیکن وہ ذات جو سب سے پہلے جنت میں جائے گی وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہوں گے جیسے کہ ارشاد ہے۔ اَنَا اَوَّلُ مَنْ يَفْتَحُ بَابَ الْجَنَّةِ (صحیح مسلم) کہ میں ہی سب سے پہلے وہ شخص ہوں گا جو جنت کا دروازہ کھٹکھاؤں گا۔ اور صحیح مسلم کی ایک حدیث میں ہے۔ انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے روز میں جنت کے دروازہ پر پتھروں کا دستک دینے پر غازی جنت دریافت کرے گا کہ ان؟ میں جواب دوں گا میں ہوں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) غازی جنت کہے گا۔ مجھے آپ ہی کے بارہ میں حکم دیا گیا ہے اور یہ حکم ہے کہ آپ سے پہلے کسی کے واسطے جنت کا دروازہ نہ کھولوں۔ ابوبکرؓ یہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا سب سے پہلے جو گروہ جنت میں داخل ہوگا ان کے چہرے سے چودھویں سات کے چاند کی طرح ہوں گے۔ ان کے بعد وہ گروہ ہوگا جو زیادہ سے زیادہ روشن ستاروں کے مانند ہوں گے پھر سی ترتیب کے ساتھ یکے بعد دیگرے داخل ہونے والے گروہ ہوں گے حسن و جمال کا حال ہوگا۔

جنت کے دروازے اعمال کی مناسبت سے متعین ہوں گے

جنت کے دروازوں کا عدد احادیث میں آٹھ ثابت ہوا ہے۔ چنانچہ صحیح مسلم کی روایت ہے۔ اِنَّ فِي الْجَنَّةِ ثَمَانِيَةَ ابْوَابٍ بَابٌ مِنْهَا لِكُلِّ شَيْءٍ بَابٌ الرَّيَّانُ لَا يَدْخُلُ إِلَّا الْقَائِمُونَ اور بَابُ نُفْلٍ وَفِيهِ هِيَ فَتْحَتْ لَهَا الْبُوابُ الْجَنَّةِ الثَّمَانِيَةَ يَدْخُلُ مِنْهَا مَنْ يَشَاءُ۔ جنت کے دروازوں میں کوئی باب الصلوٰۃ ہوگا۔ کوئی دروازہ باب الصدقہ ہوگا۔ کوئی باب الصیام۔ جس کو باب الریان فرمایا گیا۔ کوئی باب الحج ہوگا۔ علیؓ ہذا، لقاس۔ ان دروازوں میں ہر ایک دروازہ سے داخل ہونے والے وہ ہوں گے جو اپنی زندگی میں اس عبادت اور عمل سے خاص شغف رکھنے والے ہوں گے مثلاً جن پر نماز کا رنگ غالب ہوگا وہ باب الصلوٰۃ سے اور جن پر صدقہ و خیرات کا رنگ غالب ہوگا وہ باب الصدقہ سے داخل ہوں گے اور جن پر جہاد کا رنگ غالب تھا وہ باب الجہاد سے اور اسی لحاظ سے ان کو پکارا جائے گا۔ ایک مجلس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب یہ بیان فرما رہے تھے تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کہنے لگے یا رسول اللہ اس بات کی کسی کو ضرورت تو نہیں ہے کہ اس کو تمام دروازوں سے پکارا جائے اور بنایا جائے (کیونکہ ایک آدمی ایک ہی دروازے سے داخل ہوتا ہے) لیکن پھر بھی معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ کیا کوئی ہوگا ایسا جس کو سب دروازوں سے پکارا جائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں! ایسا بھی کوئی شخص ہوگا اور مجھے امید ہے کہ وہ شخص اے ابوبکرؓ تم ہی ہو گے۔ (صحیح بخاری و مسلم)

وَقِيلَ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ کی مدد جو شش و خروش کے ساتھ

حق تعالیٰ کی شان عزت و کبریائی اور علم و حکمت پر مبنی ہے تو یہ سورت حق تعالیٰ کے ایسے ہی اوصاف عظیم کے ذکر سے شروع ہو رہی ہے مثلاً اس کا **تَعَزَّيْنَا لَعَلَّيْنَا** (نبردست ہونا، علم والا ہونا، غافلہاں الذنوب گناہوں کی مغفرت کرنے والا، قایلِ ثواب تو یہ قبول کرنے والے سدید العقاب۔ سرکشوں کو شدید سزا دینے والا ذی الطول بڑی بخشش والا۔ لا اله الا هو کہ وہ خدا یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں جو اس کو کسی بات سے روک لے۔ انیسیم، المصیر اسی کی طرف لوٹنا ہے۔ ان صفت خداوندی کے ساتھ کلام کی ابتداء فرمائی جا رہی ہے رشاد فرمایا **حَسْبُكَ تَعَزَّيْنَا اَمَكْتُابِ مَنْ** **الْعَزَّيْنَا لَعَلَّيْنَا**۔

آیات ۸۵ : ۴۰ : سُورَةُ الْمُؤْمِنِينَ فِكَيْتَةُ : ۶۰ : رُكُوعَاتُهَا ۹

سورہ مومن کئی ہے اس میں ۸۵ آیات در ۹ رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے، جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

حَمْدٌ ۱ تَنْزِيلُ الْكِتَابِ مِنَ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ ۲

اُمدا کتاب کا اللہ سے ہے جو زبردست ہے خبر در

غَافِرِ الذَّنْبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِيدِ الْعِقَابِ ذِي

گناہ بخشنے والا اور توبہ قبول کرتا سخت مار دیتا، مقدور کا

الطَّوْلِ ۳ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ إِلَيْهِ الْمَصِيرُ ۴ مَا يُجَادِلُ

صاحب - کسی کی بندگی نہیں سوا اس کے، اسی کی طرف پھر جاتا ہے۔ وہی جھگڑتے

فِي آيَةِ اللَّهِ إِلَّا الَّذِينَ كَفَرُوا فَلَا يَغْرُرُكَ

ہیں اللہ کی باتوں میں، جو منکر ہونے سو تو نہ بیک اس پر

تَقْلِبُهُمْ فِي الْبِلَادِ ۵ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَ

کر چلتے پھرتے ہیں شہروں میں۔ جھٹلے چکے ہیں ان سے پہلے قوم نوح کی، اور

الْأَحْزَابُ مِنْ بَعْدِهِمْ وَهَمَّتْ كُلُّ أُمَّةٍ بِرَسُولِهِمْ

کتنے فرقتے ان سے پیچھے ۔ اور ارادہ کیا ہر امت نے اپنے رسول پر

لِيَأْخُذُوهُ وَجَدَلُوا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوا بِهِ الْحَقَّ

کہ اس کو پکڑ میں ، اور لانے لگے جھوٹے جھگڑے کہ اس سے دُکاویں سچا دین ۔

فَأَخَذَتْهُمْ فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ ۝ وَكَذَلِكَ حَقَّتْ

پھر میں نے انکو پکڑا ، تو کیسی ہوئی میری سزا دینی ؟ اور دیسے ہی ٹھیک

كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّهُمْ أَصْحَابُ

ہو چکی بات تیرے رب کی مسکروں پر ، کہ یہ ہیں دوزخ

النَّارِ ۝ الَّذِينَ يَحْمِلُونَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهُ

داسے ۔ جو لوگ اٹھارہ ہیں عرش اور جو اس کے گرد ہیں

يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُونَ بِهِ وَيَسْتَغْفِرُونَ

پاکي بولتے ہیں اپنے رب کی خوبیاں ، اور اس پر یقین رکھتے ہیں ، اور گناہ بخشواتے

لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَعِلْمًا

ہیں ایمان والوں کے ۔ اے رب ہمارے ہر چیز سمائی ہے تیری ہر میں اور جہر میں ،

فَاغْفِرْ لِلَّذِينَ تَابُوا وَاتَّبَعُوا سَبِيلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ

سو معاف کر ان کو جو توبہ کریں ، اور چلیں تیری راہ ، اور سچا ان کو آگ

الْجَحِيمِ ۝ رَبَّنَا وَادْخُلْهُمْ جَنَّاتِ عَدْنٍ الَّتِي

کی مارے ۔ اے رب ہمارے اور داخل کر انکو بسنے کے باغوں میں ، جن کا

وَعَدْتَهُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ آبَائِهِمْ وَأَزْوَاجِهِمْ

دعہ دیا تو نے ان کو ، اور جو کوئی نیک ہو ان کے باپوں میں اور عورتوں میں ،

وَذَرَّيْتَهُمْ طَائِفَتًا إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝۸ وَقِهِمُ

در و داد میں بے شک ہی ہے زبردست حکمت والا ۔ اور بچا انکو

السَّيِّئَاتِ وَمَنْ تَقِ السَّيِّئَاتِ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمْتَهُ ط

برائیوں سے ۔ اور جس کو تو بچا دے برائیوں سے، اس دن اس پر مہر کی تو نے ۔

وَذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝۹

اور یہ جو ہے یہی ہے بڑی مرد بانی ۔

بیان عظمت خداوندی و ہدایت بر مقابلہ و مجاہدہ مغرورین و متکبرین

قال اللہ تعالیٰ: حَسْمٌ تَنْزِيلًا الْكِتَابِ مِنَ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ... اَلِی... هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ۔
 ربط اگر شتہ سورت کے مضامین مجموعی طور پر قرآن کریم کی حقانیت و نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے اثبات پر مشتمل تھے۔ ساتھ ہی ان لوگوں پر وعید و تنبیہ تھی جو خدا کے پیغمبر کے ساتھ تسخر و مذاق کرتے تھے تو اسی سبب سے اس سورہ مومن یا غافر میں بھی اسی طرح کے مضامین ذکر فرمائے گئے جو اثبات توحید خداوندی اور وحی الہی کی حقانیت اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت سے متعلق ہیں۔ اور اسی کے ضمن میں ان مغرور و متکبر اور سرکش قسم کے انسانوں پر وعید ہے جو اپنے دنیوی جاہ و جلال اور ماں و دولت کے نشہ میں مست ہو کر خدا سے غافل ہیں تو مجموعی طور سے اس سورت کے مضامین تین نوع پر مشتمل ہیں۔ ایک نوع مفہون اثبات توحید ہے۔ دوسری قسم مجاہدین فی الحق کی مذہم خصلتیں بیان کرنا ہے۔ تیسری قسم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی کے مضامین کی ہے۔ تو ارشاد فرمایا: جارہا ہے۔

خبر اللہ ہی اس کی مراد خوب جانتا ہے یہ کتاب اتاری ہوئی ہے اللہ کی طرف سے جو بڑی ہوتی ہے ہر چیز کا خوب جاننے والا ہے اس لیے وہ اپنے بندوں کے ہر عمل کو جانتا ہے اور ہر عمل کا بدلہ دینے پر بھی پوری پوری قدرت رکھتا ہے لیکن اس کے باوجود وہ گناہ کا بخشنے والا ہے تو یہ کمال قبول کرنے والا ہے سخت سزا دینے والا ہے مجرموں کو بڑی قدرت رکھنے والا ہے مطیعین و فرمانبرداروں پر انعام و بخشش کی نہیں ہے کوئی لائق عبادت اس کے سوا بس اسی کی طرف لوٹنا ہے۔ اس قرآن کریم کے نزول اس کی حقانیت اور ذات خداوندی کی عظمت و کبریائی اور اس امر کا کہ نہ اس کے سوا کوئی

معبود ہے اور اسی کی طرف سب کو لوٹنا ہے یہ تقاضا ہے کہ انسان اس کتاب اپنی اور احکام خداوندی کے سامنے سرنگوں ہو جائے اور اس میں کسی طرح کا نکار و جدال نہ کیا جائے مگر پھر بھی معاندین اللہ کی آیتوں میں خصوصیت اور اس کے احکام کا مقابلہ کرتے ہیں حقیقت یہ ہے کہ اللہ کی آیتوں میں کوئی بھی جھگڑا اور جدال نہیں کرتا مگر صرف وہی لوگ جو اللہ کے منکر ہیں۔ ان کا نکار اور خدا کے ساتھ خصوصیت کا اقتضاء تو یہ ہے کہ جلد از جلد ان پر خدا کا عذاب نازل ہو جائے لیکن خدا نے اپنی حکمت سے ان کو ڈھیل دے رکھی ہے اس لیے اے ہمارے پیغمبر! یا اے مخاطب! آپ کو دھوکے میں نہ ڈالے ان کا تہروں میں چلنا پھرنا نہایت ہی احمقانہ کے ساتھ وراپنے کاروبار میں منہمک رہنا تو اس غرضی مہلت کو یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ وہ ہمیشہ خدا کے عذاب اور اس کی گرفت سے بچے رہیں گے۔ تاریخ گواہ ہے کہ ان سے پہلے قوم نوح نے اپنے پیغمبر کو جھٹلایا اور دوسرے اور بھی گروہوں نے جو ان کے بعد ہوئے جیسے عاد و ثمود وغیرہ اور ہر ایک قوم نے اپنے رسول کے متعلق یہ ارادہ کیا۔ اور اسی تدبیر میں لگے کہ اس اللہ کے رسول کو پکڑیں اور پکڑ کر قتل کر ڈالیں اور جھگڑنا شروع کر دیا باطل طریقہ سے تاکہ اس باطل سے حق کو مٹا دیں بالآخر میں نے ان کو پکڑا پھر دنیا نے دیکھ لیا کہ کبسا تھا مبرا عذاب تو جس طرح اضی میں گزری ہوئی ان قوموں پر خدا کا عذاب مستط ہوا۔ اسی طرح اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے رب کا فیصلہ تمام کافروں اور منکروں کے حق میں ہو چکا ہے کہ بلاشبہ وہ لوگ دوزخی ہیں اور اس فیصلہ خداوندی سے ان مجرموں پر دنیا میں بھی عذاب ذلت و رسوائی کی صورت میں ہو گا اور آخرت میں بھی دوزخ کی آگ میں جلیں گے خدا کو کسی کی عبادت اور ایمان کی کوئی حاجت نہیں اس کی شان عظمت تو یہ ہے کہ جو فرشتے عرش الہی کو اٹھانے ہوئے ہیں، وہ جو فرشتے عرش الہی کے ارد گرد ہیں وہ اپنے رب کی تسبیح بیان کرتے رہتے ہیں اس کی حمد و ثناء کے ساتھ اور اس پر ایمان رکھتے ہیں اور مغفرت طلب کرتے رہتے ہیں ایمان والوں کے لیے اس طرح دعا کرتے ہوئے کہ اے ہمارے رب تو تو چھانے ہوئے ہے ہر چیز پر اپنی رحمت اور علم کے لحاظ سے اس مغفرت فرما دے ان لوگوں کی جنہوں نے تیری طرف رجوع کیا (تائب ہو کر برائی سے) اور تیرے راستہ پر چلے اور بچاے ان کو دوزخ کے عذاب سے اور ظاہر ہے کہ ایسی بے پایاں رحمت کا متقاضی یہی ہے کہ ذرا بھی اپنی طرف رجوع کرنے والوں اور ایمان والوں کو اپنی اس بے پایاں رحمت و انعام سے نواز دے اس لیے اے ہمارے پروردگار محض یہی نہیں کہ تو ان کو جہنم کے عذاب سے بچائے بلکہ اور ان کو داخل کر دے بہشت کے ان باغات میں جو ہمیشہ رہنے کے ہیں جن کا تو سے وعدہ کیا ہے ان ایمان والوں سے اور ان کو بھی داخل کر بیجئے جو ان کے مال باپ اور بیویوں اور اولاد میں سے صالح ہیں نیک و برگزیدہ اور جنت کی نعمتوں کے لائق ہیں اگرچہ وہ ان ایمان و تقویٰ کے برابر درجہ کے نہ ہوں بے شک آپ تو بڑے ہی عزت و حکمت والے ہیں۔ اس لیے جس کسی کو بھی اپنے انعام سے نوازنا چاہیں گے کوئی اس کو ردک نہیں سکتا اور جو بھی انعام و کرم فرمائیں گے وہ عین حکمت کے مطابق ہو گا۔ اور اے پروردگار ان کو

سپاہیجے تکلیفوں سے اور بے پردہ گارہ سب جس کو اس روز قیامت کی تکلیفوں سے سچا لیں بس اس پر تو آپ نے بڑا ہی رحم و کرم فرمادیا اور یہی تو سب سے بڑی کامیابی ہے کہ مسرت بھی ہو گئی رضا اور خوشنودی بھی میری آگئی آخرت و روز قیامت کی کلفتوں اور شدتوں سے محفوظ ہو گیا اور جنت کے بے پایاں انعامات سے نواز دیا گیا تو فی ہر سب سے بڑھ کر اور کون سی کامیابی ہو سکتی ہے۔

اللہ کی آیات میں جدال و خصومت ہلاکت کا سامان

مَا يُجَادِلُ فِي آيَاتِ اللَّهِ إِلَّا الَّذِينَ كَفَرُوا کا عنوان یہ ظاہر کرتا ہے کہ اللہ کی آیات میں خصومت و جدال اہل ایمان کو ذیہ نہیں دیتا۔ مؤمن کی شان تو یہ ہونی چاہیے کہ ان کے سامنے جب بھی اللہ کی آیات عطا ہوتی ہیں وہ سراپا انقیاد و اطاعت بن جائیں۔ كَفَشَ حُجَّتَهُمْ مِّنْهُمُ الْمُؤْمِنُونَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ كَامِصًا ہو جائیں۔ چہ جائیکہ محبت بازی اور خصومت کا رنگ اختیار کریں، عمر ثوبن شعیب عن ابیہ عن جدہ کی سند سے سنن میں ایک روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ لوگوں کو سنا کہ وہ کسی آیت میں نزاع اور خصومت کر رہے ہیں آپؐ نے ارشاد فرمایا اَمَا هَذِهِ مِنْ كَان قَبْلَكُمْ بِهِذَا ضَرْبًا كِتَابَ اللَّهِ بِعَصَى أَمَا نَرَى كِتَابَ اللَّهِ يُصَدِّقُ بَعْضُهُ بَعْضًا وَلَا تَكْذِبُوا بَعْضُهُمْ بَعْضًا۔ فَمَا عَلِمْتُمْ فَمَقُولُوهَا وَمَا حَمَلْتُمْ فَكَلُوهَا اِلَى عَالِمٍ (روا لا البخاری) (یعنی تم سے پہلے صرف سی وجہ سے ہلاک ہوئے کہ انہوں نے اللہ کی کتاب کے ایک حصہ کو دوسرے حصہ پر مارا اور مخالفت و تردید کے جذبہ میں تعارض و تناقض ثابت کرنے کی فکر میں لگ گئے) حالانکہ کتاب اللہ کا تو ایک حصہ دوسرے حصہ کی تصدیق کرتا ہے۔ نہ کہ تردید و تکذیب اس لیے تم ایک حصہ کی دوسرے کسی حصہ سے تکذیب اور تردید نہ کرو۔ جو جانتے ہو وہ بیان کرو۔ اور جو چیز تم نہیں جانتے وہ اس کے عالم کے حوالہ کرو۔

صحیح مسلم میں یہ ہے کہ آپؐ نے دو شخصوں کی آواز سنی کہ وہ کسی آیت میں جھگڑ رہے ہیں تو آپؐ کو اس قدر ناگوار ہوئی کہ چہرہ انور سے غصہ کے آثار ظاہر ہو رہے تھے۔ اس پر آپؐ نے فرمایا تم سے یہاں تو میں اپنی کتاب میں اختلاف کرنے ہی کی وجہ سے ہلاک ہوں۔

ہر کیفیت یہ جدال و خصومت جو کافروں کی صفت بیان کی گئی ہے وہ جدال و خصومت ہے۔ جس کا مقصد قرآن کریم پر طعن و اعتراض ہو یا حق کا مقابلہ مقصود ہو اور اس سے یہ بھی ظاہر ہو کہ کتاب اللہ کی تفسیر اور بیان معانی میں صرف اسی شخص کو بولنے کا حق ہے جو علم رکھتا ہو۔ علوم قرآن و علوم شریعت کی اس کو معرفت ہو اور جو ان علوم سے نا بلد ہو اس کو کوئی حق نہیں کہ وہ اپنے جہل کے باوجود کتاب اللہ میں اپنی رائے ٹھونسے لگے۔

نیز فَلَا يَعْدُ زَكَتُكَ تَقْدُبُهُمْ فِي الْبِلَادِ سے یہ واضح کر دیا گیا مال و دولت اور دیوی جاہ و اقتدار سے کسی بھی وقت انسان کو حق اور باطل کے درمیان کسی قسم کا شبہ اور تردد نہ کرنا چاہیئے۔ یہ دیوی عزتیں نہ علم کی دلیل ہیں اور نہ خدا کے یہاں مقبول ہونے کی نشانی ہے۔

ملائکہ حاملین عرش کی اہل ایمان کیلئے دعا

اہل ایمان و تقویٰ اور تائبین و مطہعین کی قرآن کریم میں بہت سی خوبیاں اور ان پر نعمتیں بیان کی گئیں۔ لیکن اس مقام پر جو خاص انعام اور ن پر فضل و کرم ذکر کیا گیا وہ یہ کہ ملائکہ حاملین عرش ایسے وقت کہ عرش الہی اٹھانے ہوئے اس کی حمد و تسبیح میں مصروف ہوں یہ دعا کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار مغفرت فرما دے ان مؤمنوں کی جو تیری طرف رجوع کچکے اور تیرے راستہ پر چلے ان کو جہنم کے عذاب سے بچا اور جناتِ عدن میں ان کو داخل فرما دے نہ صرف ان کو بلکہ ان کے آباء و ان کی ذریت اور ان کی ازواج کو بھی، ان ہی کے ساتھ ملحق کر دے اگرچہ وہ خود اس درجہ کے مستحق نہ ہوں۔

علامہ لوسیٰ فرماتے ہیں کہ حاملین عرش فرشتوں اور ان کے گرد ملائکہ کو گردن کہا جاتا ہے بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ عرش کے حاملین چار فرشتے ہیں۔ ایسے فرشتے جن کی عظمت کا ہم تصور بھی نہیں کر سکتے اگر ایک ستارہ زمین کی سطح سے لاکھوں گنا زائد ہو سکتا ہے تو کیا تعجب ہے کہ فرشتوں کی عظمت ایسی ہو کہ وہ عرش خداوندی کے حامل بن جائیں۔ اس روایت سے حاملین عرش کا عدد چار معلوم ہوا لیکن قرآن مجید کی آیت وَ يَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمَنِيَّةٌ بتاتی ہے کہ قیامت کے روز عرش کے اٹھانے والے فرشتے آٹھ ہوں گے تو بظاہر چار فرشتوں کی قید اس پر دلاست کرتی ہے کہ قیامت کے روز ان کی تعداد چار سے بڑھ کر آٹھ ہو جائے گی۔

شہر بن حوشب بیان کرتے ہیں ان آٹھ حاملین عرش میں سے چار کی تسبیح تو یہ ہوتی ہے۔ سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ الْحَمْدُ عَلَى حَمْدِكَ بَعْدَ عِلْمِكَ اے اللہ تیری پاکی ہے حمد و ثناء کے ساتھ اور تیرے ہی واسطے حمد ہے تیرے اس صمم پر جو تیرے علم کے بعد ہے۔ اور چار کی تسبیح اس طرح ہوتی ہے۔ سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ لَكَ الْحَمْدُ عَلَى عَفْوِكَ بَعْدَ قُدْرَتِكَ یعنی تیری حمد و ثناء ہے تیرے درگزر پر باوجود تیری قدرت کے تو ان دو تسبیحوں سے رَبَّنَا وَ سَعَتِ كُلِّ شَيْءٍ رَحْمَةً وَعِلْمًا کی حقیقت ظاہر ہو رہی ہے اس وسعتِ علی کے باوجود اس قدر صمم اور اس قدرت کا ملہ کے باوجود یہ درگزر یقیناً اس کی وسعتِ رحمت کا پورا پورا مظہر و پیکر ہے ان حاملین عرش فرشتوں کی تسبیح و تحمید کے ساتھ مزید ایک وصف بیان کیا گیا۔ وَ يُؤْمِنُونَ بِمَا کہ یہ فرشتے اس پروردگار پر ایمان رکھتے ہیں حالانکہ فرشتوں کا ایمان اور پروردگار کی معرفت و محتاج

اللہ کی ان نعمتوں اور رحمتوں کا طالب رہے۔ یہی خوف اور شوق اس کو فوز عظیم سے ہمکنار بنانے والا ہو گا۔ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا مِنْهُمْ وَحِبِّبْ اِلَيْنَا الْاِيْمَانَ وَزَيِّنْ لَنَا قُلُوْبَنَا وَكِرْتَا اِلَيْنَا الْكُفْرَ وَالْمُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ۔ تَوَكَّلْنَا عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ وَالْحَقَّقْنَا بِالْمُضَالِحِيْنَ غَيْرِ خُذَا يَا وَلَا مُفْتَوْنِيْنَ۔ آمِيْنَ بِرَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔ (تفسیر مظہری ۸۶)

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَنْادُوْنَ لَمَقَّتْ اِلٰهُ اَكْبَرُ

جو لوگ منکر ہوئے، ان کو پکار کے کہیں گے اللہ بڑا

مِنْ مَّقَّتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ اِذْ تَدْعُوْنَ اِلَى الْاِيْمَانِ

ہوتا تھا زیادہ اس سے کہ تم بیزار ہوئے ہو اپنے جی سے، جس وقت تم کو بلاتے تھے یقین لانے کو،

فَتَكْفُرُوْنَ ۝۱۰ قَالُوْا رَبَّنَا اَمَتْنَا اثْنَتَيْنِ وَ اٰحْيَيْتَنَا

پھر تم منکر ہونے لگے۔ بولے، اے رب ہمارے، تو موت دے چکا ہم کو دوبارہ اور زندگی دے

اِثْنَتَيْنِ فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوْبِنَا فَهَلْ اِلٰى خُرُوْجٍ

چکا دو بار، اب ہم تو مل ہوئے اپنے گناہوں کے، پھر اب بھی بے نکلنے کو

مِّنْ سَبِيْلٍ ۝۱۱ ذٰلِكُمْ بِاَنَّهُ اِذَا دُعِيَ اللّٰهُ وَحْدَهُ

کوئی راہ ۱۱ یہ تم پر اس واسطے کہ جب کسی نے پکارا اللہ کو اکیلا،

كَفَرْتُمْ وَاِنْ يُشْرِكْ بِهٖ تَوَمِّنُوْا ۖ فَالْحُكْمُ لِلّٰهِ

تو تم منکر ہوئے، اور جب اس کے ساتھ شریک پکارے تو تم یقین لانے لگے اب حکم وہی جو

اِنْعَالِ الْكَبِيْر ۝۱۲ هُوَ الَّذِيْ يَرْفِكُمْ اٰتِيْهِ وَيُنَزِّلُ

کے اللہ سب سے اوپر بڑا۔ وہی ہے، تم کو دکھاتا ہے اپنی نشانیاں اور اُتارتا

لَكُمْ مِّنَ السَّمَاءِ رِزْقًا ۖ وَمَا يَتَذَكَّرُ اِلَّا مَن

تمہارے واسطے آسمان سے روزی۔ اور سوچ دہی کرے جو رجوع

يُنِيبُ ۱۳) فَادْعُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ وَلَوْ

رہتا ہو ۔ سو پکارو اللہ کو ، نری کر کر اس کے واسطے بندگی ، اور

كِرَهِ الْكَافِرُونَ ۱۴) رَفِيعُ الدَّرَجَاتِ ذُو الْعَرْشِ يُلْقِي

پڑے بُرا مین سکر ۔ صاحب اونچے درجوں کا ، مالک تخت کا ۔ اُتارتا

الرُّوحَ مِنْ أَمْرِهِ عَلَى مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ لِيُنْذِرَ

ہے جہید کی بات اپنے حکم سے جس پر چاہے اپنے بندوں میں کہ وہ ڈرادے

يَوْمَ التَّلَاقِ ۱۵) يَوْمَ هُمْ بَرْزُورٌ ۱۶) لَا يَخْفَىٰ عَلَىٰ

ملاقات کے دن ۔ جس دن وہ لوگ نکل کھڑے ہوں گے ۔ چھپی نہ رہے گی

اللَّهِ مِنْهُمْ شَيْءٌ ط لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ط لِلَّهِ

اللہ پر ، اُن کی کوئی چیز ۔ کس کا راج ہے اُس دن؟ اللہ کا ہے ۔ جو

الْوَّاحِدِ الْقَهَّارِ ۱۷) الْيَوْمَ تَجْزَىٰ كُلُّ نَفْسٍ بِمَا

اکیلا ہے دباؤ والا ۔ آج بدلہ پاسے گا ہر جی ، جیسا

كَسَبَتْ ط لَا ظُلْمَ الْيَوْمَ ط إِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ ۱۸)

کمایا ۔ ظلم نہیں آج بے شک ۔ اللہ شتاب لینے والا ہے حساب ۔

بعض احوال کفار بعد دخول نار و بیان دلائل قدرت پروردگار

قال الله تعالى: إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِنَا سَاءَ مَا لَهُمْ عَاقِبَةً ۖ سَرِيعُ الْحِسَابِ ۖ

اربط ، گوشہ رکوع میں کتاب الہی کی حقانیت بیان فرماتے ہوئے مجاہدین و معاندین پر وعید تہدید تھی اور ساتھ ہی اہل ایمان و طاعت کا اعزاز و کرم اور عاملین عرش زشتوں کی طرف سے ان کے حق میں دعا و استغفار کا ذکر تھا ۔ تو اس کے بعد ان آیات میں کافروں کی ذلت و حقارت کا

بیان ہے کہ قیامت کے روز ان کو کس طرح ذلیل و رسوا ہونا پڑے گا اور اس وقت یہ کافر خود اعتراف کریں گے اور چاہیں گے کہ پھر کسی طرح ہم دوبارہ دنیا کی طرف لوٹ جائیں تو ایمان مانیں اور اللہ کی اطاعت و فرمانبرداری کریں۔ ارشاد فرمایا۔

بے شک جن لوگوں نے کفر کیا ان کو پکارا جائے گا۔ جب کہ ان کا فیصلہ ہو چکا ہوگا اور دوزخ میں داخل ہونے کے بعد اپنے کفر و شرک پر حسرت و افسوس کر رہے ہوں گے۔ حسرت و ملال اور خود اپنے اوپر غصہ کا یہ عالم ہوگا کہ اپنی نگلیاں شدت حسرت کی وجہ سے چبا رہے ہوں گے تو اس وقت ان کو پکار کر کہا جائے گا یقیناً اللہ کی نفرت بڑھ کر ہے تمہاری اس نفرت سے جو تم کو اس وقت خود پٹھے سے ہے جب کہ دنیا میں تم کو ایمان کی طرف بلایا جاتا تھا مگر پھر بھی تم کفر کرتے تھے یہ سن کر ان کی حسرت و اذیت میں اور اضافہ ہوگا اور کہیں گے اے ہمارے پروردگار تو نے ہم کو دوبار بحالت موت رکھا کہ ایک موت ہماری پیدائش سے قبل تھی جسکے ہم بے جان تھے اور پھر دوسری موت ہماری دنیوی زندگی کے بعد جس کو عام طور پر موت کہا جاتا ہے اور دوبار تو سنہ ہم کو حیات دی۔ ایک حیات جو دنیا میں تھی اور دوسری یہ حیات جو بعثت بعد الموت آخرت میں اب حاصل ہے۔ جس کا ہم پہلے انکار کرتے تھے اور نہیں مانتے تھے کہ مرنے کے بعد پھر زندہ ہونا ہے اور اسی انکار کے باعث ہم نے کفر و شرک کیا اور تیسرے احکام کی نافرمانی کی لیکن اب ہم کو اپنی غلطی کا اعتراف ہو گیا سو اب ہم اقرار کرتے ہیں اپنی خطاؤں کا تو کیا ہے یہاں سے نکلنے کا کوئی راستہ تاکہ ہم پھر دنیا میں جا کر اپنی خطاؤں کا تدارک کر لیں۔ ایمان لے آئیں اور مطیع و فرمانبردار بن جائیں۔ جیسے کہ دوسرے موقع پر ارشاد ہے کہ یہ لوگ یوں کہیں گے فَهَلْ رَئٰی مَسْرُوْدًا مِّنْ سَبِيْلٍ مَّعْ ظٰہِرٍ بَّہِ کَاسِ کٰیہِی جَوٰبُ بَّہِ کہ نہیں اور فرمایا جائے گا اے لوگو اس کی وجہ تو یہ ہے کہ جب صرف اللہ وحدہ لا شریک لہ کا نام لیا جاتا تھا تو انکار کرتے تھے درتوحید خداوندی سے نفرت کرتے تھے اور اگر اس کے ساتھ کسی کو شریک کیا جاتا تو اس پر تم ایمان لاتے تھے اب فیصلہ اللہ ہی کے لیے ہے جو بڑی شان و رتبہ والا ہے۔ جو اس کی بارگاہ سے صادر ہو چکا کہ اَنْتُمْ لَا یَزِجُجَعُوْنَ کہ اب یہ کافر ہرگز دنیا کی طرف نہیں لوٹیں گے اور اگر بالفرض لوٹیں بھی تو کیا فائدہ ہوگا کیونکہ ایمان تو اسی وقت ایمان تھا جب غیب پر تھا۔ اب جب کہ

عَلٰی ہِیَ دَوْرَتَہِ مَوْتِ کِی حَالَت اور دَوْرَتَہِ حَیَاتِ کِی حَالَت دہی ہے جو سورہ بقرہ کی آیت کَیْفَ نُنْفِیْکُمْ عَنْ اَیْمٰنِکُمْ وَکُنْتُمْ اٰمِنًا فَاَخِیَاکُمْ قَتْلًا مِّمَّنْ کُفِّرْکُمْ شَوْءًا مَّجِیْدًا کُفِّرْکُمْ لَبَّہِ قُتِلَ جَعُوْنَ۔

عَلٰی مَنکَرِیْنِ دُکْنَارِیْنِ کے س کہنے کا کہ تو نے دوسرے ہم کو بحالت موت رکھا اور دوسرے ہم کو دنیوی زندگی سے مقصد تھا کہ جب اے پروردگار آپ اس بات پر قادر ہیں تو یقیناً آپ کو یہ بھی قدرت ہے کہ تیسری مرتبہ ہم کو پھر دنیا کی طرف لوٹا دیں تاکہ اس مرتبہ خوب نیکیاں سمیٹ کر لائیں تو آئندہ کلمات میں جواب دیا گیا کہ نہیں اب اس کا مکان نہیں اور یہ فیصلہ علی کبیر کی عدالت عابد سے جاری ہوا ہے جس پر اب کوئی اپیل مراضہ نہیں ہو سکتی۔

سب باتوں کا مشاہدہ کر لیا آخرت اور قیامت کا سب کچھ نظروں کے سامنے چکا تو اب ایمان کی کوئی صورت ممکن ہی نہیں رہی اور آج روز قیامت کی یہ باتیں اسی خدا کی معرفت کی دلیل ہیں کہ اب تمہیں یہ سمجھ میں آیا کہ خدا پر ایمان لانا چاہیئے وہ پروردگار تو ہمیشہ سے تم کو اپنی نشانیاں دکھلاتا ہے اور اتنا رہا ہے تمہارے واسطے آسمان سے روزی تو کیا یہ دلیلیں نہ تھیں اور کیا ان مشاہدات سے تم کو خدا کی معرفت حاصل نہیں ہو سکتی مگر ان سب آیات کے باوجود تم غافل ہی رہے اور حقیقت یہ ہے کہ نصیحت صرف وہی حاصل کرتا ہے جو اپنے رب کی طرف رجوع کرے اور جب تم نے اپنی زندگی میں کبھی خدا کی طرف رُخ ہی نہیں کیا تو بتاؤ پھر کس طرح تمہیں ہدایت ہو سکتی ہے تو اسے لوگو! پکارو اللہ کو اسی کے واسطے دین کو خالص کرتے ہوئے نہ اس کے سوا کسی کی عبادت کرو اور نہ کسی سے کچھ مانگو اگرچہ کافروں کو ناگوار ہو۔ کیونکہ کافر یہ پسند نہیں کرتے کہ اہل ایمان حق پر اور توحید پر قائم رہیں اور وہ چاہا کرتے ہیں کہ بل سق ان کی رعایت کریں اور ان کی خوشنودی کا لحاظ کریں تو اے مسلمانو! اگر تم اپنے دین پر قائم رہنا چاہتے ہو تو کافروں کی خوشنودی کی فکر چھوڑ دو اور ان کی ناراضگی سے بے خوف ہو کر دین پر مضبوطی سے جمے رہو۔

وہ رفیع الدرجات ہے عزٹ کا مالک ہے جب وہ بلند درجوں والا عرش کا مالک ہے تو اصل اس کی خوشنودی کی فکر کرنی چاہیئے۔ اور کافروں کی ناراضگی کا ڈر یا یہ خیال کہ ان کی ناراضگی سے ہمیں کچھ نقصان یا ذلت کا سامنا کرنا پڑے گا لغو اور غلط خیال ہے عزت اور سرد بلندی کا مالک تو رفیع الدرجات ہی ہے وہی درجے بلند کرنے والا بھی ہے وہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے اپنے احکام میں سے کسی بھی حکم کی وحی بھیجتا ہے تاکہ وہ صاحب وحی ملاقات و اجتماع کے دن سے لوگوں کو ڈرائے جس دن کہ سب لوگ خدا کے سامنے پیش ہوں گے حال یہ ہوگا کہ اللہ پر ان کی کوئی بات پوشیدہ نہ ہوگی اس وقت ہر دیکھنے والے ہر سوچنے والے اور پوچھنے والے جب یہ کہتا ہوگا لَعَنَ الْمُكَلَّفُ الْمَكْرُورَ کہ کج کے دن کس کی حکومت ہے تو حالات و مشاہدات اور خدا کے فرشتے ہی جواب دیں گے اور سب سے آخر پروردگار عالم ہی کا جواب ہوگا جب کہ ساری مخلوق ہمیت و عظمت خداوندی کے باعث کوئی حرف زبان سے بولنے پر قادر نہ ہوگی لَعَنَ الْمُكَلَّفُ الْمَكْرُورَ بس اسی خدا کے لیے ہے جو یکتا اور غالب ہے۔ آج کے دن بدلہ دیا جائے گا ہر شخص کو سی کام کا جو اس نے کیا۔ نہ کسی کی نیکی ضائع ہوگی اور نہ کسی کی برائی بچی رہے گی آج کے دن کچھ ظلم نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔ تمام خلافت ایک کھلے میدان میں اللہ رب العزت کے روبرو حاضر ہوں گے نہ کوئی شخص اس کی نظروں سے غائب ہوگا اور نہ کوئی عمل اس سے چھپا ہوگا۔ اس حساب کی سرعت کا عالم یہ ہوگا کہ تمام مخلوق سے حساب اس قدر سریع ہوگا جیسے ایک انسان سے حساب کر لیا جائے جیسے کہ ارشاد مبارک ہے وَمَا خَلَقَكُمْ وَلَا يَعْتَكُمُ إِلَّا كُنْهٌ وَجِدَةٌ اور اللہ رب العزت کی بارگاہ میں تو ہر بڑے سے بڑا کام بھی بس پک جھکنے میں ہو جاتا ہے وَمَا أَمْرُنَا إِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍ بَصِيرَةٍ۔

دُعائی رُوح اخلاص اور توبہ الی اللہ ہے

فَادْعُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ کی تفسیر میں امام احمد بن حنبلؒ سے فرص نماز کے بعد ان کلمات دعائیہ کو بھی بیان کیا گیا جو عبد اللہ بن زبیرؓ سے منقول ہیں کہ ہر نماز کا سلام پھیرنے کے بعد یہ کہا کرتے: لا اِلهَ اِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ۔ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِلّٰهِ الْاِيْمَانُ وَلِلّٰهِ التَّوَكُّلُ وَلِلّٰهِ الْمُلْكُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ۔ اور عبد اللہ بن زبیرؓ یہ فرمایا کرتے تھے کہ فَاذْعُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ کا عموم اگرچہ مومن کی زندگی کے ہر مرحلہ کے لیے شامل ہے توحید، در عبادت کے اخلاص سے لے کر ہر نماز کے بعد ان کلمات کو پڑھنے تک۔ اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ فَاذْعُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ کی مراد یہ بھی ہے کہ اللہ سے اس طرح دعا مانگی جائے کہ اس کی قبولیت کا اللہ کے فضل سے یقین کامل ہو۔

مَقْتُ اللّٰهِ غُفَّتْ میں مَقْتُ کے معنی نفرت اور بغض کے ہیں اور بعض ائمہ لغت شدت بغض کے معنی بیان کرتے ہیں۔ لام مفتوح تاکید کا ہے۔ عربیت اور اصول نحو کی رو سے مَقْتُ اللّٰهِ يُمَادُّونَ کا مفعول اور مقولہ ہے کہ کافروں کو پکار کر جو کہا جائے گا وہ یہ قول ہو گا۔ مَقْتُ اللّٰهِ

مَقْتُ اللّٰهِ ترکیب اضافی ہے اور مصدر کی اضافت فاعل کی جانب ہے اکثر مفسرین اس آیت کی تفسیر اسی تقدیر کے لحاظ سے کرتے ہیں اور اِذْ کو ظرفیت کے معنی پر محمول کرتے ہیں تو اس صورت میں مراد یہ ہوگی کہ کافروں کو پکار کر کہا جائے گا کہ اے کافر یقیناً اللہ کا بغض رکھنا تم کو دنیا میں جب کہ تمہیں ایمان کی طرف دعوت دی جاتی تھی اس نفرت و بغض سے بڑھ کر تھا جو آج تم کو اس وقت اپنی جانوں سے ہے کیونکہ انسان جب معیبت میں مبتلا ہوتا ہے تو یہ طبعی امر ہے کہ وہ خود اپنے سے متنفر ہوتا ہے چنانچہ کلبی کا قول ہے ہر جہنمی جب جہنم کے عذاب میں مبتلا ہو گا تو کچھ گالے میری جان میں تبھ کو بغض رکھتا ہوں اور تبھ سے مجھے نفرت ہو رہی ہے۔ اس پر فرشتے کہیں گے۔ بے شک اللہ کا بغض و نفرت تم سے اس سے زائد تھا۔ جیسے آج تم کو خود اپنے سے ہے۔

یہ مفہوم تو اِذْ کے ظرفیہ ہونے کی صورت میں ہوا۔ اور اگر اِذْ کو تعلیلیہ لیا جائے تو اِذْ تَدْعُونَ اِلٰی الْاِيْمَانِ علت ہوگی بیان کردہ اللہ کے مَقْتُ ناراضگی اور ناگواری کی یعنی آج جس قدر لے جہیو! تم کو اپنی جانوں سے بغض و نفرت ہے خدا کو دنیا میں تم سے اس سے بھی زیادہ بغض تھا۔ کیونکہ تم کو بار بار ایمان کی طرف بلایا جاتا تھا در تم کفر و انکار کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ جلد ۲۲

رَفِيعُ الْمَكَارِمِ رَفِيعٌ صِفَةُ شَيْءٍ بِمَعْنَى مَرْتَفِعٍ اَوْ بَلَدٍ۔ رَفِيعُ الدَّرَجَاتِ بلند مرتبے والے کو کہا جاتا ہے۔ ان بلند مرتبوں سے جو اللہ رب اعزست کے لیے یہاں ذکر فرمائے جا رہے ہیں۔ اس کی صفات

عظیمہ اور جلال و کمال ہے کہ پروردگار عام اپنی صفات کما یہ عظمت و جلال کے باعث بہت اونچے مرتبوں و ما ہے وہ اپنی وحدانیت و عظمت کے باعث تمام مخلوق سے مستغنی و بے نیاز ہے اور ساری مخلوق خرہ عالم اجسام ہوا عالم ارواح اسی کی محتاج ہے۔ مخلوق کی احتیاج مادی اور اخلاقی روحانی ہر قسم کی، احتیاج سی کی بلکہ عنایت سے پوری ہوتی ہے۔ رزق کے ذریعہ مادی احتیاج پوری فرماتا ہے اور وحی نازل فرما کر روحانی احتیاج کو پور فرماتا ہے تو اس پہلو کے لحاظ سے یٰٰلَہٰی، السُّرُوحُ وَحِیٌّ اَمْرٌ ہَا عَلٰی مَعْنٰی یَشَاءُ مِنْ عِبَادِہٖؕ فرما کر نظام تشریع دروحی، الہی کو بیان فرمادیا گیا کہ جس طرح اللہ رب العزت رزق پیدا فرما کر مخلوق کی عام مادی حاجتیں پوری فرماتا ہے اسی طرح وحی نازل فرما کر بندوں کی روحانی حاجتیں بھی پوری کی جاتی ہیں۔ تو اس ذات خداوندی کا ایسی بلند بالاصفات سے متصف ہونا اور شانِ صمدیت (بے نیازی) اور اس امر کا کہ کل کائنات اس کی محتاج ہے۔ مادی احتیاج کے لحاظ سے بھی اور روحانی احتیاج کے لحاظ سے بھی عرض یہ جہدِ امور کے متقنی ہیں کہ وہ کہتا ہے اسکے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ بعض اقوال مفسرین کی رو سے رفیع بمعنی رافع یعنی بلند کرنے والا ہے اور درجات سے مخلوق کے درجات و مراتب مراد ہیں تو مراد یہ ہوگی کہ وہ مخلوق کے درجات بلند کرنے والا ہے کہ انبیاء و اولیاء کے درجات عام مؤمنین پر بلند کیے اور مؤمنین کے درمیان علم و فضل اخلاق کے لحاظ سے کسی کے درجے کسی پر بلند کیے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔ یٰٰرَافِعُ، اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَالَّذِیْنَ اٰذَنُوْا اَلْعِلْمَ دَرَجَاتٍ اور پھر بل ایمان کو کل بنی آدم میں فوقیت دی۔ اسی طرح ملائکہ میں بعض کو بعض پر بلندی عطا کی جیسے کہ وَمَا مِثْقٰلُ ذَرَّۃٍ مِّنْہُمْ مَّعٰلَمٌ مِّنْہُمْ مَّعْلُوْمٌ۔

علیٰ ہذا المیاس اجسام میں بھی اللہ نے بعض اجسام کو بعض دوسرے اجسام پر فضیلت و بلندی عطا کی بعض سفیات ہیں تو بعض علویات۔ بعض اجرام مکدر و بے نور اور مظلم و تاریک ہیں تو بعض جرم روشن و نور بلکہ عالم کو روشن کرنے والے ہیں۔

بعض اقوال مفسرین میں درجات سے سمان مراد لیے ہیں کہ آسمانوں کو بلند بنایا وَالسَّمَاءُ رَفَعَهَا اور رَفَعَ سَمٰکَہَا فَسَوَّآہَا جیسے ارشاد فرمایا گیا۔ سعید بن جبیرؓ سے منقول ہے۔ فرمایا کرتے وہ ہر آسمان کے اوپر دوسرا آسمان ہے اور سبع سموات پر عرش الہی۔

روح سے مراد وحی الہی ہے جیسے آیت مبارکہ وَکَذٰلَکَ اَنۡزَلْنٰکَ رُوحًا مِّنۡ اَمْرِنَا میں وحی کو روح کے عنوان سے تعبیر کیا گیا۔ روح سے مراد بعض نے جبریل امینؑ لیا ہے کیونکہ وہ روح اللہؑ میں چنانچہ نَزَّلَ بِہِ الرُّوحُ الْاَمِیْنُ عَلٰی ذٰلِکَ۔ میں حضرت جبریل امینؑ کا بھی اترنا بیان کیا گیا۔

یَوْمُ التَّلَاقِ قیامت کا نام ہے

یوم التلاق۔ تلاق لغت میں ایک کا دوسرے سے ملنا ہے۔ تلاق بمعنی ملاقات علی بن طلحہؓ حضرت

عبداللہ بن عباسؓ سے نقل فرماتے ہیں کہ یوم السلاق "یوم قیامت کے ناموں سے ایک نام ہے ابن جریرؒ نے عبداللہ بن عباسؓ سے یوم السلاق کی وجہ تسمیہ میں یہ ذکر کیا کہ قیامت کا دن اس وجہ سے یوم السلاق کہلاتا ہے کہ وہ ملاقات کا روز ہوگا کہ اس میں کل اولادِ آدم ایک دوسرے سے ملاقات کرے گی اس دن انسانوں کی فرشتوں سے ملاقات ہوگی ہر انسان اپنے عمل سے ملاقات کرے گا۔ ہر انسان کو اپنے عمل کا نتیجہ ملے گا۔ اور وہ اپنے انجام سے ملنے والا ہوگا۔ یہی دن وہ ہوگا جس میں بندہ اپنے پروردگار سے ملے گا۔ غرض ہر انسان سے قیامت کا دن ملاقات کا دن ہے۔ (تفسیر ابن کثیر ۴/۴۲۰)

رَحْمَنُ الْمُلْكِ الْيَوْمَ عَافَا بَنِي إِسْرَءِيلَ أَنْ يَدْرُسَهُمْ الْيَهُودُ وَالنَّاصِرَةُ نَفِثُوا فِيْهِمُ الْمَوْلَاةَ الْيَهُودِيَّةَ وَاللَّهُ عَافَا مَا نَبِإُ الْمُنَافِقِينَ (سورہ ابراہیم ۲۶)

نقل کی ہے بیان فرمایا۔ قیامت سے قبل ایک منادی پکارے گا۔ آتِهَا النَّاسُ، تَتَّبِعُكُمْ السَّاعَةُ كَرَّةً لَّكُمْ لَوْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ۔ قیامت آچکی ہے اور یہ آواز ہر زندہ و مردہ کو سنائی جائے گی اور اللہ رب العزت آسمان سے دنیا کی طرف نزول فرمائیں گے، اور ارشاد ہوگا رَحْمَنُ الْمُلْكِ الْيَوْمَ اور خود رب العزت ہی کی طرف سے جواب صادر ہوگا۔ اللَّهُ الْمَوْجِدُ الْمُتَقَرَّبُ۔

عبداللہ بن عمرؓ کی حدیث میں یہ مضمون اس طرح ذکر فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمینوں کو اپنے دستِ قدرت میں لپیٹ لے گا اور پھر فرمے گا۔ اَیْنَ الْجَبَّارُونَ اَیْنَ الْمُتَكَبِّرُونَ اَیْنَ اَهْلُوکَ کہ کہاں ہیں بادشاہ کہاں ہیں بڑے زور و طاقت والے کہاں ہیں بڑے غرور و نخوت والے ہر طرف سے سکوت ہوگا۔ خود ہی ارشاد فرمائیں گے۔ اَنَا اَمْلُکُ اَنَا الْمُجِبُّونَ اَیْنَ ہوں بادشاہ میں ہی ہوں زور و طاقت والا، میں ہی ہوں بڑائی والا۔

وَأَنْذَرَهُمْ یَوْمَ الْأَرْزَاقِ إِذِ الْقُلُوبُ

اور خبر سنا دے ان کو، اس نزدیک آنے والے دن کی، جس وقت دل پہنچیں گے

لَدَى الْحَنَاجِرِ كَظْمِیْنٍ مَّا لِلظَّالِمِیْنَ مِنْ حَمِیْمٍ

گلوں کو، دبا رہے ہوں گے۔ کوئل نہیں گنہگاروں کا دوست اور

وَلَا شَفِیْعَ یُطَاعُ ۝۱۸ یَعْلَمُ خَائِنَةَ الْأَعِیْنِ وَمَا

نہ کوئی سفارشی جسکی بات مانی جاوے۔ وہ جانتا ہے چوری کی نگاہ، اور جو

تُخْفِی الصُّدُورَ ۝۱۹ وَاللَّهُ یَقْضِیْ بِالْحَقِّ وَالَّذِیْنَ

چھپا ہے سینوں میں۔ اور اللہ چکاتا ہے انصاف۔ اور جن کو

يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ لَا يَقْضُونَ بِشَيْءٍ إِنَّ اللَّهَ

پکارتے ہیں۔ اس کے سوا۔ نہیں چکاتے ہیں کچھ۔ بے شک اللہ

هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ﴿۲۰﴾ أَوَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ

جو ہے وہی ہے سنا دیکھتا۔ کیا پھر نہیں ملک میں؟

فَيَنْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ كَانُوا مِنْ

کہ دیکھتے آخر کیسا ہوا ان کا؟ جو تھے ان سے پہلے

قَبْلِهِمْ ط كَانُوا هُمْ أَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَآثَارًا

وہ تھے ان سے سخت زور میں، اور جو نشان چھوڑ گئے

فِي الْأَرْضِ فَآخَذَهُمُ اللَّهُ بِذُنُوبِهِمْ ط وَمَا

زمین میں۔ پھر ان کو پکڑا۔ اللہ نے ان کے گناہوں پر۔ ورنہ

كَانَ لَهُمْ مِنَ اللَّهِ مِنْ وَاقٍ ﴿۲۱﴾ ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ

ہوا ان کو اللہ سے کوئی بچانے والا۔ یہ اس پر، کہ ان پاس

كَانَتْ تَأْتِيهِمْ رُسُلُهُمْ يَآبَيْتُ فَكَفَرُوا

آتے تھے ان کے رسول، کھلے نشان لے کر، پھر منکر ہوئے،

فَآخَذَهُمُ اللَّهُ إِنَّهُ قَوِيٌّ شَدِيدُ الْعِقَابِ ﴿۲۲﴾ وَلَقَدْ

پھر ان کو پکڑا اللہ نے بیشک وہ زور آور ہے، سخت مار دینے والا۔ اور ہم نے

أَرْسَلْنَا مُوسَىٰ بِآيَاتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِينٍ ﴿۲۳﴾ إِلَىٰ

بھیجا موسیٰ کو اپنی نشانیاں دے کر اور کھلی سند۔

فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَقَارُونَ فَقَالُوا سِحْرٌ كَذَّابٌ ﴿۲۴﴾

فرعون اور ہامان اور قارون پاس، پھر کہنے لگے یہ جادوگر ہے بھوٹا۔

فَلَمَّا جَاءَهُمْ بِالْحَقِّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوا اقْتُلُوا

پھر جب پہنچا اُن پاس لے کر سچی بات، ہمارے پاس سے، بولے مارو بیٹے

أَبْنَاءَ الَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ وَاسْتَحْيُوا نِسَاءَهُمْ وَ

ان کے جو یقین لائے ہیں اس کے ساتھ، اور جیتی رکھو ان کی عورتیں۔ اور

مَا كَيْدُ الْكَافِرِينَ إِلَّا فِي ضَلَالٍ ۝۲۵ وَقَالَ فِرْعَوْنُ

جو داؤ ہے منکروں کا سو غلطی میں - اور فرعون

ذَرُونِي أَقْتُلْ مُوسَى وَلْيَدْعُ رَبَّهُ ۚ إِنِّي أَخَافُ

مجھ کو چھوڑو کہ مار دوں موسیٰ کو اور پڑا پکارے اپنے رب کو میں ڈرتا ہوں

أَنْ يُبَدِّلَ دِينَكُمْ أَوْ أَنْ يُظْهِرَ فِي الْأَرْضِ

کہ بگاڑے تمہاری راہ یا نکالے ملک میں خرابی

الْفُسَادَ ۝۲۶ وَقَالَ مُوسَىٰ إِنِّي عُذْتُ بِرَبِّي وَرَبِّكُمْ

اور کہہ موسیٰ نے، میں پناہ سے چکا ہوں، اپنے اور تمہارے رب کی

مَنْ كُلِّ مُتَكَبِّرٍ لَا يُؤْمِنُ بِيَوْمِ الْحِسَابِ ۝۲۷

ہر غرور والے سے جو یقین نہ کرے حساب کا دن -

تنبیہ و وعید براظالمین از کرب و اضطراب

روز قیامت مع تذکرہ قصہ موسیٰؑ

قال اللہ تعالیٰ۔ وَاسْأَلْهُمْ يَوْمَ الْأَرْفَقَةِ... الخ... مَنْ كُلِّ مُتَكَبِّرٍ لَا يُؤْمِنُ بِيَوْمِ الْحِسَابِ ۝
(اربط) گزشتہ آیات میں منکرین کی ذلت و رسوائی کا بیان تھا اور یہ کہ قیامت کے روز عذاب خداوندی
دیکھ کر وہ اس کی تشاکیں گے کہ کاش ہمیں پھر دنیا کی طرف لوٹا دیا جائے تاکہ ہم ایمان لے آئیں اور نیک کام

کر لیں۔ ب ان آیات میں ایسے منکروں اور ظالموں کو اس دن کی بے چینی و اضطراب سے متنبہ کیا جا رہا ہے اور اسی کے ساتھ تاریخ قدیم میں گزرے ہوئے مجرمین اور سرکشوں کا انجامِ ہلاکت بیان کر کے یہ سمھایا جا رہا ہے کہ کفار مکہ تم لوگ اللہ کے دین کا مقابلہ اور پیغمبر خدا کی مخالفت کر کے خدا کے عذاب سے نہیں بچ سکتے۔ عاد و ثمود کو جب ان کی بے پناہ طاقت اور قوت نہ بچا سکی تو تباہی کی حقیقت ہے۔ تو فرمایا۔

اور اے ہمارے پیغمبر آپ ان کو ڈرائیے قریب آنے والے دن کی مصیبت سے جو قیامت کا دن ہے جس وقت کہ کیلچے منہ تک آتے ہوں گے شدت، اضطراب و بے چینی کی وجہ سے دم گھٹتے ہوں گے شدت غم کی وجہ سے حال یہ ہوگا کہ اس وقت ان ظالموں کے واسطے نہ کوئی ولی و دوست ہوگا اور نہ ہی کوئی ایسا سفارشی ہوگا۔ جس کی بات مانی جائے وہ پروردگار ظاہری اعمال و انحال اور فرمانیاں تو درکنار وہ تو جانتا ہے آنکھوں کی خیانت کو بھی اور ان چیزوں کو بھی جن کو سینے چھپاتے ہیں اور جس پروردگار کا علم اس قدر وسیع اور محیط ہو وہ اللہ ٹھیک ٹھیک فیصلہ کر دے گا اور یہ لوگ خدا کو چھوڑ کر جن کی پرستش کرتے تھے وہ کسی طرح کا بھی فیصلہ نہیں کر سکتے کیونکہ ان کو نہ علم ہے اور نہ قدرت ہے علم کے بغیر فیصلہ درست نہیں ہو سکتا اور قدرت کے بغیر نافذ نہیں ہو سکتا بے شک اللہ ہی وہ پروردگار ہے جو سب کچھ سننے اور دیکھنے والا ہے۔ من بنا پر اس کا فیصلہ نہایت ہی محکم ہوگا۔ درہر عمل کا بدلہ عین عمل کے مطابق ہوگا کیا یہ لوگ اے ہمارے پیغمبر جو آپ کی تکذیب و انکار کر رہے ہیں نہیں پہلے پھر سے ہی زمین میں اور کیا انہوں نے ملک در ملک سفر نہیں کیا کہ یہ دیکھتے ہیں کیسا انجام ہوا ان لوگوں کا جو ان سے پہلے تھے ان کے کفر اور خدا کے پیغمبر سے عناد رکھنے کی وجہ سے جو ان سے زیادہ مضبوط تھے طاقت اور رد کے لحاظ سے اور ایسی نشانوں کے لحاظ سے جو زمین میں چھوڑ گئے ہیں۔ جیسے ان کی عمارت اور محفوظ ترین قلعے اور پہاڑوں سے تراشے ہوئے مکانات تو اللہ نے ان کو پکڑا ان کے گناہوں کی وجہ سے اور جب عذاب ان پر مسلط ہوا تو ان کو خدا کے عذاب سے بچانے والا کوئی نہ ہوا۔ یہ مواخذہ اور عذاب ابھی ان پر اس وجہ سے ہوا کہ ان کے پاس ان کے رسول نشانیاں داخل اور احکام خداوندی ملے کر آتے رہے لیکن انہوں نے نہ مانا اور کفر برہ ڈٹے رہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ نے ان کو پکڑ لیا۔ بے شک وہ تو بڑی قوت والا سخت سزا دینے والا ہے یہ تھی وہ عت و دروہان مجرمین پر عذاب خداوندی آنے کی تو اے کفار مکہ اگر تم بھی رسول خدا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی اور مخالفت پر قائم رہے تو تمہارا انجام بھی ہلاکت و ذلت میں ایسا ہی ہوگا۔

اور بے شک ہم نے بھیجا موسیٰ علیہ السلام کو اپنے احکام دے کر اور کھلی نشانی کے ساتھ جو ان کی نبوت و رسالت کی واضح دلیل تھی۔ فرعون و ہامان اور قارون کی طرف۔ چاہیے تو یہ تھا کہ وہ معجزات اور واضح دلائل کی بنیاد پر اللہ کے احکام ماننے اور موسیٰ علیہ السلام کی اطاعت کرتے لیکن انہوں نے کہا یہ تو جادوگر ہے بڑا ہی جھوٹا۔ معجزہ کو جادو قرار دیا۔ اور اعلانِ نبوت کو جھوٹ کہا کہ نہ یہ اللہ کے پیغمبر ہیں اور نہ یہ اس کے احکام لے کر آئے ہیں۔ بہت ابتداء میں فرعون و ہامان اور قارون جیسے خواص کہتے رہے اور یہی چاہا کہ عام

لوگوں کے سامنے اس حق و صداقت کو نہ آنے دیں اور اس تدبیر سے لوگوں کو برگشتہ کرنے میں مگر ان تمام کوششوں کے باوجود جب ان لوگوں یعنی بنی اسرائیل کے سامنے حق گیا جو ہماری طرف سے تھا اور کچھ لوگ ایمان بھی لے آئے تو ان خاص لوگوں نے باہمی مشورہ اور تدبیر کے طور پر کہا قتل کر ڈالو ان لوگوں کے بیٹوں کو جو ان کے ساتھ ہو کر ایمان لائے تاکہ یہ نسل جو ان ہو کر قوت و جمعیت نہ حاصل کر سکے ورنہ ان کی لڑکیاں زندہ چھوڑ دو کیونکہ ان سے اس قسم کا کوئی اندیشہ نہیں اور ان سے اپنے گھروں کی خدمت بھی سینی بستے عرض ان لوگوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے غلبہ کے انسداد کی یہ تدبیر کی اور حالانکہ کافروں کی تدبیر سوائے بربادی اور بے اثر ہونے کے اور کچھ بھی نہیں چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ فرعون و ہامان کی ساری تدبیریں رکھی رہیں اور اللہ نے موسیٰ علیہ السلام کو کامیاب و غالب بنایا اور فرعون اور اس کے لشکر کو تباہ و غارت کیا۔

اور فرعون نے اہل دربار سے کہا مجھ کو چھوڑ دو تاکہ میں موسیٰ کو قتل کر ڈالوں اور اس کو چاہیے کہ وہ اپنے رب کو پکارے اپنے مدد کے لیے۔ اہل دربار اس کی ان باتوں سے مجھ کو ایسا اندیشہ ہے کہ وہ تمہارا دین (نہ) بدل ڈالے یا ملک میں کوئی فساد نہ پھیلا دے۔ کافر اور کافرانہ نظریات رکھنے والوں کے نزدیک پیغمبر خدا کی ہدایات اور تعلیمات کی اشاعت اور لوگوں کے اعمال و اخلاق کی درستگی کا نام فساد ہے۔ گویا فساد ان کی خواہشات اور شہنشاہیت میں خلل پڑ جانے کا نام ہے اہل دربار بظاہر قتل کی رائے نہ دیتے ہوں گے باروکتے ہوں گے یا تو مصلحت کے خلاف ہونے کی وجہ سے یا اس بنا پر کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی باتوں کو ان کے معجزات اور معقول دلائل سے حق سمجھ رہے ہوں اور یہ خیال کر رہے ہوں اس حق کا مقابلہ ہمارے واسطے انجام کار تباہی کا موجب ہوگا۔ چنانچہ آیت دَجَّحَدُوا إِلَيْهَا أَسَيِّفُ نَجَّهَا أَنْفُسَهُمْ خَلَّهَا وَأَعْلَوْا یعنی ان لوگوں نے ان آیات و بینات کا انکار کیا حالانکہ ان کے دل اس کا پورا یقین کر رہے تھے یہ انکار محض ظلم اور تکبر کی وجہ سے تھا۔ پھر ان لفظوں سے کہ ذَرُّوا حِثَّ مجھے چھوڑ دو کہ میں موسیٰ کو قتل کر ڈالوں یہ ظاہر ہو رہا ہے کہ فرعون خود بھی اپنے دس میں خائف تھا۔ اور جرات نہیں ہو رہی تھی۔ کہ قتل کر ڈالے اور ڈرتا ہو گا کہ اگر ایسا کیا تو کہیں آسمانی جاتباہ نہ کر دے کیونکہ معجزات سے اس کو یقین

علیہ یہ قتل کی تدبیر جو مرتب کی گئی تھی حضرت موسیٰ کی نبوت کے بعد کا قصہ ہے تو ظاہر ہے کہ اَنْتُمْ اَوْ اَبْنَاؤُ السَّيِّئِينَ اَمْتُوا۔ اس قتل کے واقعہ کے علاوہ ہے جو یُسْرٰی اَنْبَاءُ هُمْ وَكَتَابُ رَسَائِلِهِمْ میں قتل از ولادت موسیٰ تھا یہ کسی مرتب روایت سے معلوم نہیں ہو سکی کہ اس تدبیر و سازش کے مطابق عمل ہوا یا نہیں۔

علیہ حضرت شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ فرعون نے کہا مجھ کو چھوڑ دو شاید اس کے ارکان سلطنت مار ڈالنے کا مشورہ نہ دیتے ہوں گے کیونکہ معجزہ دیکھ کر ڈر گئے تھے کہیں اس کا رب بدل نہ لے فرعون خود بھی ڈرا ہوا تھا لیکن لوگوں پر اپنی قوت و شجاعت کا اظہار کرنے کے لیے انتہائی شقاوت و بیجاہی سے ایسا کہہ رہا تھا تاکہ لوگ یہ سمجھیں کہ اس کو قتل سے کوئی چیز مانع نہیں اور اس کو اپنے ارادہ سے کوئی طاقت نہیں روک سکتی۔ ۱۲۔

تو ہو چکا تھا اور دَلَّیْلُ دَعْوِہ بھی محض عیاری، اپنی بڑائی اور قوت کا رعب ڈالنے کے لیے تھا اور نہ دل اندر سے کانپ رہا ہو گا۔ غرض فرعون کی طرف سے تو یہ سازشیں و کماری کا سلسلہ جاری تھا۔

اور موسیٰ علیہ السلام نے یہ سب کچھ معلوم ہونے پر نہایت ہی اطمینان سے کہا بے شک میں پناہ حاصل کرتا ہوں اپنے رب کی ہر مغرور و متکبر شخص سے جو حساب کے دن پر ایمان نہ رکھتا ہو اور اسی وجہ سے وہ بڑی دلیری اور ڈھٹائی کے ساتھ حق کے مقابلہ پر تکا ہوا تھا۔ اور یہی ہر ہے کہ اس طرح کا غرور و نخوت سوائے اس کے اور کسی وجہ سے نہیں ہو سکتی کہ اس شخص کو نہ قیامت کا ڈر ہے اور نہ خداوندِ عالم کے مواخذہ کی فکر ہے۔

وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ مِّنْ آلِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ

اور بولا ایک مرد ایماندار فرعون کے لوگوں میں جو چھپاتا تھا

إِيمَانَهُ اتَّقِئُلُونَ رَجُلًا أَنْ يَقُولَ رَبِّيَ اللَّهُ وَ

اپنا ایمان، کیا مارے ڈالتے ہو ایک مرد کو اس پر کہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے، اور

قَدْ جَاءَكُمْ بِالْبَيِّنَاتِ مِنْ رَبِّكُمْ وَإِنْ يَكُ كَاذِبًا

مایا ہے تم پاس کھلی نشانیاں تمہارے رب کی۔ اور اگر وہ جھوٹا ہو گا تو

فَعَلَيْهِ كَذِبُهُ وَإِنْ يَكُ صَادِقًا يُصِيبْكُمْ بَعْضُ

اس پر پڑے گا اس کا جھوٹ۔ اور اگر وہ سچا ہو گا تو تم پر پڑے گا کوئی وعدہ

ملے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا یہ فرما اس وقت تھا جب ان کو فرعون اور فرعون کے درباریوں کے س مشورہ کا علم ہوا، تو اپنی قوم سے فرمایا کہ مجھے ان دھمکیوں کی ہرگز کوئی پروا نہیں میں تو اپنے رب کی پناہ لیتا ہوں اس کی پناہ کو دنیا کی کوئی طاقت نہیں توڑ سکتی اور فرعون یا اس کے ارکان حکومت تو کیا مجھ تو دنیا کے سر سے متکبرین و جبارین کا بھی کوئی ڈر نہیں مجھے بس اسی کی پناہ و حمایت کا ہی ہے تو اپنی قوم سے مخاطب کی بنا پر بَرِّئْتُ دَرَجَتُكُمْ کو میں اپنے اور تمہارے رب کی پناہ لیتا ہوں کا عنوان اختیار کیا۔ بہت ممکن ہے کہ دَرَجَتُكُمْ کا معنی فرعون کے لوگوں کو سنانے کے لیے کیا ہو تاکہ ان پر یہ بات جلتا دیں کہ وہ تمہارا بھی رب ہے تم کہہ رہے ہو۔

حضرت شیخ الاسلام سوانا شہیر، حمد عثمانی فرماتے ہیں کہ دنیا کے تمام جبار و متکبر بھی میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے میں تنہا اسی رب کی پناہ لے رہا ہوں وہی میرا حامی و مددگار ہے جیسے کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ لَا تَخَافُ رَافِعِي مَعَكُمْ أَشْمَعُ وَاذی حضرت تھانویؒ من کل متکبر کے ترجمہ میں یہ لفظ فرماتے ہیں ہر فرد و شخص۔

الَّذِي يَعِدُكُمْ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ

جو دیتا ہے ۔ بے شک اللہ وہ نہیں دیتا اس کو جو ہر بے لحاظ

كَذَّابٌ ۲۸) يَقَوْمَ لَكُمْ الْمَلِكُ الْيَوْمَ ظَهْرَيْنَ فِي

جھوٹا ۔ اے قوم میری تمہارا راج ہے آج ۔ چڑھ رہے ہو

الْأَرْضِ فَمَنْ يَنْصُرُنَا مِنْ بَأْسِ اللَّهِ إِنْ جَاءَنَا

ملک میں ، ہر کون مدد کرے گا ہماری اللہ کی آفت سے اگر آگئی ہم پر

قَالَ فِرْعَوْنُ مَا أُرِيكُمْ إِلَّا مَا أَرَىٰ وَمَا أَهْدِيكُمْ

بولتا فرعون ، میں وہی سوچتا ہوں تم کو، جو سوچا مجھ کو، اور وہی ماہ بتاتا ہوں

إِلَّا سَبِيلَ الرَّشَادِ ۲۹) وَقَالَ الَّذِي آمَنَ يَقَوْمِ

جس میں بھلائی ہے ۔ اور کہا ایماندار نے ، اے قوم میری

إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ مِثْلَ يَوْمِ الْأَحْزَابِ ۳۰) مِثْلَ

میں ڈرتا ہوں کہ آوے تم پر دن ان فرقوں کا سا ۔ جیسے

دَاِبُّ قَوْمِ نُوحٍ وَعَادٍ وَشُعُودٍ وَالَّذِينَ مِنْ

رسم پڑی قوم نوح کی اور عاد و شموذ کی اور جو ان کے

بَعْدِهِمْ ۳۱) وَمَا اللَّهُ يُرِيدُ ظُلْمًا لِلْعِبَادِ ۳۲) وَيَقَوْمِ

پیچھے ہوئے ۔ اور اللہ بے انصافی نہیں چاہتا ۔ بندوں پر ۔ اور اے قوم میری!

إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ يَوْمَ التَّنَادِ ۳۳) يَوْمَ تَوَلَّوْنَ

میں ڈرتا ہوں تم پر کہ آوے دن ہانک پکار کا ۔ جس دن بھاگو گے

مُدْبِرِينَ مَا لَكُمْ مِنَ اللَّهِ مِنْ عَاصِمٍ ۳۴) وَمَنْ

پیٹھ دے کر ۔ کوئی نہیں تم کو اللہ سے بچانے والا ۔ اور جس کو

يُضِلُّ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ هَادٍ ۝ (۳۳) وَلَقَدْ جَاءَكُمْ

غلطی میں ڈالے اللہ، تو کوئی نہیں اسکو سوجھانے والا۔ اور تم پاس آچکا ہے

يُوسُفُ مِنْ قَبْلُ بِالْبَيِّنَاتِ فَمَا زِلْتُمْ فِي شَكٍّ

یوسف سے پہلے کھلی باتیں کر، پھر تم رہے دھوکے ہی میں ان چیزوں

مِمَّا جَاءَكُمْ بِهِ حَتَّىٰ إِذَا هَلَكَ قُلْتُمْ لَن يَبْعَثَ

سے جو وہ لایا۔ یہاں تک کہ جب مر گیا کہنے لگے ہرگز نہ بھیجے گا

اللَّهُ مِنْ بَعْدِهِ رَسُولًا كَذَلِكَ يُضِلُّ اللَّهُ مَنْ

اللہ اس کے بعد کوئی رسول۔ اسی طرح بہکاتا ہے اللہ اس کو

هُوَ مُسْرِفٌ مُّرْتَابٌ ۝ (۳۴) الَّذِينَ يُجَادِلُونَ فِي آيَاتِ

جو بے زیادتی والا شک کرتا۔ وہ جو جھگڑتے ہیں اللہ کی باتوں

اللَّهِ بِغَيْرِ سُلْطَانٍ أَتَاهُمْ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللَّهِ

میں بغیر کچھ سند کے، جو پہنچی ہو ان کو۔ بڑی بیزاری ہے اللہ کے ہاں،

وَعِنْدَ الَّذِينَ آمَنُوا كَذَلِكَ يَطْبَعُ اللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ

اور ایمان داروں کے ہاں۔ اسی طرح ہر کرتا ہے اللہ ہر دل

قَلْبٍ مُّكْذِبٍ جَبَّارٌ ۝ (۳۵)

پر غرور ڈالے سرکش کے۔

قَصَّةُ مَوْمِنٍ إِنْ شَاءَ اللَّهُ وَنُصِيحَتُهُ ارشاد و دعوت ایمان

فرعون و ارکان سلطنت و زجر و توبیخ بر ارادہ قتل موسیٰ علیہ السلام

قال الله تعالى: وَقَالَ رَحْمَنُ مُؤْمِنٍ مِّنَ آلِ فِرْعَوْنَ... كَلَّ قَلْبُ مُّكْذِبٍ جَبَّارٍ

(رابطہ) گزشتہ آیات میں یہ مضمون چل رہا تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب اللہ کے احکام و نشانیاں اور کھلی سند لے کر آئے اور ان دلائل سے لوگوں کے سامنے حق اور باطل کا فرق واضح ہونے لگا تو فرعون اور اس کے اہل دربار کو یہ خطرہ ہوا کہ اس طرح کہیں لوگ موسیٰ علیہ السلام پر ایمان نہ لے آئیں۔ جس کا انجام فرعون کی حکومت کا زوال ہے تو اس نے یہ ارادہ کیا کہ موسیٰ علیہ السلام کو قتل کر دے چنانچہ اس کا اظہار و اعلان بھی کیا یہ کہتے ہوئے کہ ذَرُونِيْٓ اَقْتُلْ مُوسٰى وَلْيَسُدَّ رِجْلُہٗؕ تو اس مجلس مشورہ میں ایک مومن شخص بھی فرعون کے خاندن سے تھا۔ جس نے ابھی تک اپنے ایمان کو مخفی رکھا تھا باکسی اور طریقہ سے اس کو علم ہوا ہو تو اس شخص نے اس رائے کی شدت سے مخالفت کی اور ایسا کرنے سے منع کیا اور اس ضمن میں فرعون کو اور فرعون کے ارکان حکومت کو نصیحت کی اور ایمان کی دعوت دی تو ان آیات میں اس مرد مومن کا قصہ بیان کیا جا رہا ہے اور اس کی ان پاکیزہ اور بلند نصیحتوں کا ذکر ہے جو اس نے فرعون اور اس کے ارکان حکومت کو شد و فلاح کی دعوت دیتے ہوئے کہیں فرمایا۔

اور کہا ایک شخص مومن نے فرعون کے خاندان سے جو ابھی تک اپنے ایمان کو چھپائے ہوئے تھا۔ کیا تم ایک شخص کو قتل کر رہے ہو۔ محض اس وجہ سے کہ وہ یہ کہتا ہے کہ میرا رب تو بس اللہ ہے یقیناً یہ بات ایسی تو نہیں ہے کہ اس پر کسی کے قتل کا منصوبہ بنایا جائے۔ حالانکہ وہ تمہارے پاس کھلی نشانیاں اور دلائل لے کر آیا ہے تمہارے پروردگار کی طرف سے تو بڑی ہی بری بات ہے کسی معقول چیز کا انکار کرنا۔ پھر جب کہ وہ اپنی صداقت کے لیے دلائل اور نشانیاں بھی رکھتا ہو اور صرف یہی نہیں کہ تم اس کی بات کو قبول نہ کر دو تم تو اس کے قتل کرنے پر آمادہ ہو جو نہایت ہی نازیبا بات ہے۔ ایسا نہ کرو اور اگر بالفرض وہ جھوٹا ہے تو اس کا جھوٹ اسی پر پڑے گا جس کے نتیجہ میں وہ خود ہی ذلیل و ناکام ہوگا۔ اور اس صورت میں ہمیں نقصان و تکلیف کا کوئی اندیشہ نہ ہونا چاہیے اور اگر وہ سچا ہے تو اس میں سے ضرور تم کو کچھ پہنچے گا۔ جس کا وہ وعدہ اور پیش گوئی کر رہا ہے کیونکہ اس کا اعلان ہے۔ تَاٰخِزًا۟ اَوْ۟حٰی۟ اٰلَیْنَا۟ اِنَّ الْعٰذَابَ عَلٰی۟ مَنْ۟ کَذَّبَ وَتَوَلٰ۟ی کہ ہمیں یہ وحی بھی گئی ہے

۱۔ ائمہ مفسرین کے نزدیک مشہور قول یہی ہے کہ یہ شخص مومن قبلی تھا فرعون کے خاندان سے مدد نے یہ تعریض کی ہے یہ فرعون کا ابن عم یعنی چچا زاد بھائی تھا اور ایک قور کے مطابق یہ وہ شخص ہے جو موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ان کے ہمراہیوں میں بحر قلزم سے عبور کرنے اور نجات پانے والا تھا۔ بن جریر نے اس قول کو اختیار کیا اور ان بعض مفسرین کا قول رد کیا جن کا خیال یہ ہے کہ یہ بنی اسرائیل میں سے تھا کیونکہ فرعون نے اس کی بات سنی اور مستان بھی ہوا۔ چنانچہ ان ہی مرد مومن کے موثر خطاب سے موسیٰ علیہ السلام کے ارادہ قتل سے باز آیا۔ اگر یہ بنی اسرائیل میں سے ہوتے تو اول تو اتنی جرأت ہی مشکل تھی در اگر جرأت کر کے کچھ کہنا شروع کرتا تو فرعون وراثت ہی اس کا کام تمام کر دینا اور نوبت ہی نہ آنے دیتا کہ اتنی مفصل گفتگو اور اس تفصیل کیساتھ سلسلہ نصیحت شروع کر دے۔ بن جریر نے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت کیا ہے کہ فرعون کے خاندان سے مولائے اس مرد مومن اور اس کی بیوی آسیہ کے اور کوئی ایمان نہیں لایا۔ (ابن کثیر ج ۴)

بے شک خدا کا عذاب اس شخص پر واقع ہو کر رہے گا جو خدا کی بات جھٹلائے اور روگردانی کرے تو بچا ہونے کی صورت میں تو اس کو قتل کرنا درحقیقت اپنے واسطے عذاب اور مصیبت کو دعوت دینا ہے درنظر رہے یہ کوئی دانشمندی نہیں ہے کہ خود اپنے ہاتھوں اپنے آپ کو مصیبت میں ڈالا جائے۔

الغرض ایک لحاظ سے یہ قتل بے سود اور بے کار ہے اور ایک لحاظ سے خود اپنے کو ہلاکت میں ڈالنا ہے عقل کا تقاضا ہے بے سود کام سے بچا جائے اور ہلاکت سے بھی اپنے کو بچایا جائے اور یہ بات طے شدہ ہے کہ یقیناً اللہ تعالیٰ اسے شخص کو مقصود تک نہیں پہنچاتا جو حد سے بڑھ جانے والا اور بہت جھوٹ بولنے والا ہو اگرچہ کسی جھوٹے کی کوئی بات ابتداءً چل پڑے مگر انجام کار ایسے شخص کو ذات و ناکامی اور محرومی ہی کا سامن کرنا پڑتا ہے تو اس ضابطہ کو مد نظر رکھتے ہوئے بس سمجھ لینا چاہیئے کہ موسیٰؑ اپنے دعوائے نبوت و رسالت میں جھوٹے ہیں تو یہ جھوٹ براہ راست خدا پر افتراء اور بہتان ہونے کی وجہ سے حد سے بڑھ جاتا ہے اور مخلوق خدا کو دھوکہ میں ڈالتا ہے اور حق تعالیٰ خود ایسے شخص کو ذلیل و ناکام بنائے گا۔ یہ مردِ نمونہ ان کہات میں اس سر کی طرف اشارہ کر رہا تھا کہ جب موسیٰؑ کے بارہ میں دونوں احتمال ہیں تو ان کے صادق ہونے کی صورت میں اس کی تکذیب اور قتل پر اقدام سے فرعون جو یہ تمہاری طرف سے زیادتی ہوگی اول تو تم اس بناء پر شرفِ بزرگی اور اپنے مقصد کو نہیں پہنچ سکو گے۔ اس قانون سے کہ **إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ** جس کا انجام یہ ہوگا کہ موسیٰؑ کو قتل بھی نہ کر سکو گے اور دوسرے یہ کہ ان کے صادق ہونے کی وجہ سے جو بات وہ کہتے ہیں وہ پوری ہوگی اور تمہیں اس عذاب میں مبتلا ہونا پڑے گا جس کی موسیٰؑ علیہ السلام نے خبر دی ہے۔

اس مردِ نمونہ نے اس بلیغ اور پُر اثر گفتگو میں فرعون کو حق اور صدقیت کی طرف دعوت دی اور نہایت لطیف انداز میں اس پر آمادہ کرنا چلا پھر اسی پر اکتفا نہ کی بلکہ جس دولت و حکومت پر غرور کرنے اس ناپاک ارادہ پر آمادہ کیا تھا اس کے بارہ میں اس نے نصیحت کی اور کہا اے میرے بھائیو! آج تمہارے واسطے سلطنت و اقتدار ہے اس طرح کہ تم اس سرزمین میں غالب و حکمران ہو لیکن بتاؤ کون ہماری مدد کرے گا اللہ کا عذاب آنے کی صورت میں اگر وہ ہم پر آگیا۔ موسیٰؑ علیہ السلام کو قتل کر دینے کی وجہ سے فرعون نے اس مردِ نمونہ کی ان باتوں کو سن کر کہا میں تم کو وہی رائے دوں گا جو میں بہتر سمجھ رہا ہوں۔ اور میں تم کو وہی راستہ بتا رہا ہوں جو عین مصلحت ہے اور وہ یہی ہے کہ موسیٰؑ کو قتل کر دیا جائے یہ مردِ نمونہ اس بات کو سن کر مغرور و متفکر ہوا۔ سوچا کہ نرمی اور نصیحت سے مخاطب کوئی اثر قبول نہیں کرتا۔ کلام کارخ بدلا اور کہا اس مؤمن شخص نے اے میری قوم مجھے تو ڈر لگ رہا ہے تمہارے متعلق ایسے ہی روز بد کا جیسے اور امتوں پر قہر و عذاب کا دن آیا جیسا حال قوم نوح قوم عاد و ثمود اور ان لوگوں کا جو انکے بعد آنے والوں کا یعنی قوم لوط وغیرہ کا ہوا۔ کہ ان کو ان کی اسی طرح شقاوت اور نخوت و تکبر کی وجہ سے عذاب خداوندی نے ہاک کر ڈالا۔ یقیناً یہ سب کچھ صرف انہی کے اعمال کے باعث ہوا اور خدا تو بندوں پر رحمہ برابر بھی ظلم کرنا نہیں

چاہتا۔ مگر ظاہر ہے کہ تمہارے عمال ان ہی جیسے ہوں گے تو یقیناً اسی طرح کا عذاب تم پر بھی مسلط ہوگا۔ یہ تو دنیا کی زندگی میں عذاب ہے جو ایسی قوموں کو ہلاک کرتا ہی ہے اور میرے بھائیو! مجھے تو تمہارے متعلق نذیشہ ہے اس دن کے بھی شدید عذاب کا جس دن میں کثرتِ ندم تمہیں پکارا اور آوازیں پڑنے والی ہوں گی اور ان آوازوں اور نداؤں سے لوگوں کے ہوش و حواس پر اگندہ ہوں گے۔ اول ندہ ہونا تک تو صور کی آواز ہوگی جب پھونکا جائے گا اور سب مد ہوش ہو جائیں گے پھر ندا دوبارہ نفعِ صور کی ہوگی جس سے سارے مردے زندہ ہو کر میدانِ حشر میں جمع ہوں گے یہ وہی ندا ہوگی جس کا ذکر قرآن کریم کی اس آیت میں **يَوْمَ يُنَادِي الْمُنَادُ مِن مَّكَانٍ قَرِيبٍ يَوْمَ يَسْمَعُونَ الصَّيْحَةَ بِالْحَقِّ** پھر ایک ندا اور ہوگی کہ لوگو! کھڑے ہو جاؤ حساب کے واسطے جیسے ارشاد ہے **يَوْمَ يُنَادِي الْمُنَادُ أَن سَمِعْتُمْ نَادَاً فَاسْمَعُوا** پھر ایک ندا اللہ پکار رہیوں درجنہیوں کے درمیان ہوگی جس کا ذکر نادی **الْمُنَادِ الْأَعْرَافِ**۔ **وَنَادَى الْأَعْرَافُ الْبُحْبُوحَ** اُنھیں اللہ اور نداؤں **الْمُنَادِ الْأَعْرَافِ الْبُحْبُوحَ** اُنھیں اللہ اور نداؤں کے بعد اور اہل جنت و اہل نار کے انہیں ایک وہ ندا ہوگی جو موت کو ذبح کرنے کے وقت اہل جنت اور اہل جہنم کو دی جائے گی یا اہل الجنت اور یا اہل النار۔ اس ندا پر جب جنتی اور جہنمی متوجہ ہوں گے اور دیکھنے لگیں گے جنتی گھبرا کر دیکھیں گے کیا ماجرا ہے ہم کو کیوں آواز دی جا رہی ہے۔ جہنمی دیکھیں گے اور متوجہ ہوں گے کچھ توقع اور طمع کے ساتھ کہ شاید ہمیں عذاب سے نجات کا پروانہ دینے کے لیے پکارا گیا ہو گا مگر ان نداؤں کے بعد اور اہل جنت و اہل نار کے متوجہ ہونے کے بعد اعلان ہوگا موت کو ذبح کرتے ہوئے **حُلُودٌ** لا موت کہ بس اب جب کہ موت کو موت دے دی گئی۔ دوم و خلود ہی ہے آئندہ کسی کو موت نہیں نہ اہل جنت کو نہ دوزخیوں کو۔ غرض ان تمام نداؤں کے اجتماع کے باعث یہ دن **يَوْمَ الْقِيَامِ** ہوا۔ (ماخوذ از تفسیر حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ)

در یہ یوم انشاء وہ دن ہوگا جس میں تم پشت پھیر کر دوزخ کی طرف جاتے ہو گے اس وقت تم کو کوئی بچانے والا نہ ہوگا اللہ کے عذاب سے اور حقیقت یہ ہے کہ جس کسی بد نصیب کو اللہ ہی گمراہ کر دے اس کو کوئی راہِ راست پر لانے والا نہیں۔ ان حقائق اور سبق آموز نصیحتوں کے بعد تو بیخ و تہدید کے انداز میں اس مردِ مومن نے کہا اور اے لوگو! تمہارے پاس تو اس سے قبل یوسف بھی بینت و دلائل لے کر آئے لیکن اے قوم قبط تم یعنی تمہارے اسلاف جن کے نقش قدم پر تم چل رہے ہو ہمیشہ شک ہی میں مبتلا رہے اس چیز کے بارہ میں جو وہ لے کر آئے تھے اور چونکہ وہ تمہارے اسلاف تھے اور تم ان کی باتوں کو سند سمجھتے ہو اس بنا پر تم ہی کو یہ کہا جاسکتا ہے کہ تم برابر اس میں شک کرتے رہے یہاں تک کہ جب وہ وفات پا گئے تو تم کہنے لگے کہ بس اب اللہ تعالیٰ اور کوئی رسول نہیں بھیجے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ ہماری اس حالت کو دیکھ کر سمجھ جائیں گے کہ یہ بد نصیب انبیاء کی تعلیم و ہدایت کا کوئی اثر قبول ہی نہیں کرتے لہذا ان کے پاس کسی رسول کا بھیجنا بیکار ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ باتیں حد سے بڑھ جانے کی وجہ سے ہیں ان کے غرور و نخوت نے ان کو اللہ کے احکام میں گستاخ بنا دیا ہے اور اللہ تعالیٰ سی طرح غلطی میں ڈالے رکھتا ہے ہر ایسے حد سے بڑھ جانے والے شک و تردد میں پڑ جانے والے لوگوں کو جو اللہ کی آیتوں میں جھگڑتے رہتے ہیں۔

بغیر کسی سند و حجت کے جو ان کے پاس آئی ہو بہت ہی بڑی ہے یہ چیز ناگواری اور نفرت کے لحاظ سے اللہ کے نزدیک اور ایمان والوں کے نزدیک۔ کہ انسان اللہ ہی کے احکام اور اس کی آیتوں میں خصوصیت کرتا رہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ ہر مغرور و جاہل کے پورے قلب پر مہر لگا دیتا ہے۔ اور سارا قلب اس مہر کے احاطہ میں گھر جاتا ہے اور اس کا کوئی گوشہ خالی نہیں رہتا کہ اس خالی رُخ اور سمت سے حق نہیں کی کوئی صدا حجت باقی رہ جائے۔ جیسے کسی برتن کے پورے منہ پر اگر مہر لگ گئی تو اس کے بعد ظاہر ہے کہ کوئی ایسا سوراخ و منفذ باقی نہیں رہتا کہ باہر سے کوئی چیز اس برتن کے اندر ڈالی جاسکے۔ اور علیٰ ہذا جب اس پر مہر لگ گئی تو اندر سے کسی چیز کے نکلنے کا امکان نہیں رہا۔ تو بس یہی حال ایسے مغرور و مکرش انسان کے قلب کا ہوتا ہے جب پورے قلب پر مہر لگ گئی تو باہر سے ہدایت و نصیحت اندر نہیں جاسکتی اور اندر کی شقاوت باہر نہیں نکل سکتی۔ يَحْسَبُ عَلَىٰ اِلْعَابٍ۔

یہاں تک اس مرد مومن کی ناصحانہ تقریر تھی جو فرعون اور اس کے ارکان حکومت کو خطاب کرتے ہوئے کی رَج سے پہلے، اگرچہ اس بزرگ مومن نے اپنے ایمان کو چھپا رکھا ہو لیکن اس واضح اور کھلم کھلا دعوت توحید اور شقاوت و بدعتی سے زبرد تواریخ کی وجہ سے تو ان کا ایمان علی لا علان ظاہر ہو گیا۔ اس مرد مومن نے اپنی اس تقریر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے یہ جو دو شقیں اختیار کیں۔ اِنَّ يَكُفُّ كَاذِبًا فَعَلَيْهِ كَذِبٌ اِنَّ يَكُفُّ صَادِقًا يُصِيبُكُمْ بَعْضُ الَّذِي يَعِدُكُمْ۔ العیاذ باللہ اس بنا پر ہمیں کہ یہ دو احتمال موسیٰ علیہ السلام میں ممکن اور محتمل تھے بلکہ ظاہر ہے کہ وہ ان کی صداقت و حقانیت پر کامل یقین و ایمان رکھنے والے تھے یہ محض تعبیر اور بیان میں دو شقیں حجت پر ہی کرنے کے لیے تھیں اور اس غرض سے کہ نفاطین اس سے پوری طرح متاثر ہوں اور ان کی بات کو اس تخیل کے ساتھ سنیں کہ یہ کسی طرح حایت اور جاہداری کے جذبہ سے نہیں بلکہ ایک اصول اور قطعی بات ہے اس لیے موسیٰ علیہ السلام کے معاملہ کو ایسی ہی روشنی اور ضابطہ کے تحت بخوبی سمجھا جاسکتا ہے اس سے یہ استدال بھی نہ کیا جائے کہ کوئی مدعی نبوت اور کذاب مفسری جس کا کذب اور افتراء دلائل سے ثابت ہو چکا ہو۔ اس کی تکذیب و تردید کے قطعی پہلو چھوڑ کر اس کے لیے ایسا ہی طرز اختیار کر لیا جائے اور یہ کہہ کر بات ٹلا دی جائے کہ اگر جھوٹا ہوگا تو اس کا جھوٹ اس پر پڑے گا۔ لہٰذا۔ لہٰذا ایسے کذاب و دجال کی تو واضح طور پر ڈٹ کر تردید اور مقابلہ کرنا فرض ہوگا۔ اب جبکہ کھفرت کا خاتمہ انبیاء ہونا قطعی دلائل شریعت سے ثابت ہو چکا اور یہ کہ آپ کے بعد اب اور کوئی پیغمبر نہیں آئے گا تو مکی نبوت کی قطعی طور سے تکذیب و تردید کو فرار کی جائے گی اور وہ مدعی نبوت اور اس پر ایمان لانے والے واجب القتل ہوں گے۔ جیسے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے میلہ کذاب مدعی نبوت اور اس کے پیروؤں کے ساتھ قتال فرمایا اور وہ قتل کیے گئے۔

آل فرعون کے مرد مومن کا ناصحانہ خطاب اس کے خصوصی نکات

یہ مرد مومن فرعون کے خاندان اور قبیلوں میں سے تھے اور بقول یہ مفسرین فرعون کے چچ زاد بھائی

تھے۔ جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا کہ آل فرعون میں سے ایمان لانے والے، ایک مرد مومن تھے اور دوسرا مومن خود فرعون کی بیوی تھی۔ جس کا ذکر قرآن کریم نے سورہ تحریم میں فرمایا۔ یہ صاحب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات دیکھ کر ایمان لا چکے تھے۔ ان کا یہ خطاب ہے جو فرعون کی طرف سے قتل موسیٰ کا ارادہ کرنے پر تھا جس میں نصیحت و ہمدردی کا پہلو پوری طرح نمایاں ہے اور حق کا مقابلہ کرنے پر زبرد توخیج ہے۔ اور ایسا حکیمانہ انداز ہے کہ ادنیٰ لہم اور صلاحیت رکھنے والا انسان بھی اس کو تسلیم کیے بغیر نہ رہ سکے۔

اس مردِ مومن نے اپنے اس خطاب میں جو خاص امور اور حکیمانہ نکات اور معاندانہ رویہ ترک کرنے کے لیے اثر انگیز نصیحتیں کیں وہ یہ تھیں۔ سب سے پہلے ابتدائی خطاب میں اَنفُثْ لُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَقُوْلَ بِكَ اللّٰهُ کہہ کر بے وجہ اقدم قتل جیسے بڑے فعل کی مذمت کی اور اس پر انہارِ نفرت کیا اور یہ کہ جس نیا د پر قتل کا ردہ ہے وہ اس شخص کا یہ کہا ہے۔ "میرا رب اللہ ہے۔" حالانکہ یہ بات اگرچہ تمہارے تخیل یا عقیدہ کے خلاف ہو کسی بھی ضابطہ سے قتل کی اجازت نہیں دیتی۔ پھر یہ کہ وہ اپنی اس بات پر جب دُخِ دلائل پیش کر رہا ہے تو اس کی بات کی حقانیت دلائل سے ثابت ہو رہی ہے اور اس کے بالمقابل تمہارا پاس کوئی دلیل نہیں۔ تو کس قدر افسوس کی بات ہے کہ ایک حق پرست انسان کو جو اپنی حقانیت کے دلائل پیش کر رہا ہے قتل کیا جائے۔ اور پھر یہ کہ یہ دلائل کوئی عام قسم کی شہادتیں اور دلائل نہیں ہیں بلکہ تمہارے رب کی طرف سے دلائل ہیں۔ اَوَّلُ نَفْظٍ مِنْ كَرِيْمٍ بُولِ كَرِيْمٍ لَطِيْفٍ طَنْزِ بَحِيْثٍ اَلَا كَرَدَ تَهْمَارِ اَرْبَ بَے اب یہ تمہاری حماقت ہے کہ تم اپنے رب کو نہ پہچانو۔ اور پھر یہ کہ اگر تم ان دلائل حقانیت سے قطع نظر کرو تو سوچو کہ قتل کا جواز تو اس صورت میں تصور کیا جاسکتا ہے جب کوئی سبب اور وجہ قتل متحقق ہو اور ظاہر ہے کہ اس صورت حال میں کوئی چیز بھی موجب قتل نہیں معلوم ہوتی۔ تو ایسی صورت میں یہ مناسب ہے کہ اس شخص کو اپنے حال پر چھوڑ دو اگر وہ جھوٹا ہوگا تو اس کے جھوٹ کا وبال اسی پر ہوگا۔ علاوہ ازیں جب کہ تمہارے پاس اس کی تردید کے لیے کوئی دلیل معقول نہیں تو اس احتمال کو خود تمہاری مدد تک بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا کہ وہ صادق ہے اور اس صورت میں کہ وہ سچا ہو۔ در تم اس کا مقابلہ کرو۔ ظلم و ستم کا نشانہ بناتے ہوئے قتل کر ڈالو تو یہ قطعی بات ہے کہ يُهْبِطُكُمْ بَعْضُ الَّذِيْ يَعْذُكُمْ کہ تم کو وہ مصیبت ضرور پہنچ کر رہے گی جس کا وہ وعدہ کرتا ہے اور اس کی دھمکی دے رہا ہے اور پھر یہ کہ تم لوگ ایسی صورت میں کہ اس کے پاس دلائل ہیں اور تمہارے پاس کوئی دلیل نہیں۔ تمہارے لیے اس کے قتل کا کوئی جواز نہیں اور خود تمہارے اصول سے اس کے صادق ہونے کا احتمال ہے تو ان تمام باتوں کے باوجود بھی اس کے قتل پر قدام بلاشبہ انتہائی زیادتی اور ظلم ہوگا۔ اَوْسَرَاتُ اللّٰهِ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ (خدا تعالیٰ کسی بھی زیادتی کرنے والے کذاب و جھوٹے کو مقصد میں کامیاب نہیں کرتا)۔ اور اگر اس کے برعکس یہ افتخار فرض کر دو کہ وہی اپنے اس دعوائے نبوت میں جھوٹا ہے تو پھر وہ مسرف و کذاب ہوگا کہ اس نے زیادتی کی اور خدا پر جھوٹ بولا اور ایسی صورت میں وہ اپنے مقصد میں ضرور ناکام و ذلیل ہوگا۔ تو اس سے تم

لوگوں کو کسی قسم کا نقصان نہ ہوگا۔ پھر کیا فائدہ کہ بغیر کسی اہم مقصد کے کسی کو قتل کر ڈال جائے۔ پھر **يَقْتُلُ** کہہ کر یہ سمجھانا چاہا کہ ملک و اقتدار کے حاصل ہو جانے پر ہمیں یہ بات زیب نہیں دیتی کہ ظلم و تعدی کی روشیں اختیار کی جائیں یا درکھو اگر ایسا کیا جائے گا تو نہ صرف یہ کہ انسانی فطرت سے بعید ہے بلکہ اللہ کے عذاب و انتقام کا بھی موجب ہے اور خداوند عالم کے عذاب اور انتقام سے کوئی طاقت نہیں بچا سکتی تو ان کلمات میں نہایت لطیف انداز سے فرعون کے ذہن کو اس طرف متوجہ کیا کہ اگر تو غور کرے تو سمجھ جائے گا کہ یہ حکومت اور غلبہ خود تیرا حاصل کردہ نہیں ہے کہ تو نے اپنی کسی صلاحیت یا محنت سے اسے حاصل کیا ہو یقیناً تجھے ماننا چاہیے کہ کوئی قدرت و طاقت ایسی ہے جو انسانی قدرت اور وسائل سے بالاتر ہے بس اسی قدرت کا مالک اللہ ہے۔ جس نے تجھ کو یہ سلطنت دی اور جس نے ایسی بڑی حکومت دی ہے وہ پروردگار سے چھین بھی سکتا ہے۔ نہ راض ہو کر عذاب و قہر بھی نازل کر سکتا ہے تو اگر ایسا ہو تو اس کا مقابلہ دنیا کی کوئی بڑی سے بڑی طاقت نہیں کر سکتی تو اس حتمی فیصلے میں مرد مومن نے نہایت ہی لطیف انداز سے قدرتِ خداوندی اس کی نعمت اور اس کی سزا کا ذکر کر ڈالا اور اس فرعون کو جو مدعی تھا **اَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُوا** کا ان کلمات سے دعوتِ فکر بھی دے دی کہ ان چیزوں کو سوچ کر خدا کی ربوبیت کو پہچان لے اور اس پر ایمان لائے اور خدا کے پیغمبر کے مقابلہ سے باز آجائے۔

یہ تھے دس خصوصی نکات جس پر اس مرد مومن کا ناصحانہ خطاب مشتمل تھا۔ اس ناصحانہ و حکیمانہ معقولہ تل خطاب اور انسانی فطرت اور اس کے شعور کو بیدار کرنے والے حقائق سے فرعون بنفہر متاثر ہونے لگا ہوگا اور ڈرا ہو کر کہیں ایسا نہ ہو جائے کہ میں خود ہی اپنے ذہن میں رچے ہوئے تصورات اور معتقدات کو غلط قرار دے دوں۔ تو فوراً بات کاٹنے کے انداز میں اس مرد مومن کے دماغ کے دوران جو بھی مزید نکات اور حقائق بیان کرنے والا تھا بول پڑا جس کو قرآن کریم نے ان الفاظ میں ذکر فرمایا **فَرَعَوْنُ مَّا أُرِيكُمْ إِلَّا مَا أَرَىٰ وَمَا أَهْدِيكُمْ إِلَّا سَبِيلَ الْمَرْتَدِ** فرعون اس پر کہنے لگا کہ لے لوگ! بس میں تو تم کو وہی بات سمجھاتا ہوں اور اسی چیز کی رہنمائی کرتا ہوں جس کو میں خود بہتر سمجھتا ہوں اور میں تم کو صرف بھلائی ہی کا راستہ دکھا رہا ہوں۔

اس مرد مومن نے اس نفو، مہمل اور بے دلیل بات کی تردید و تغلیط کی طرف رخ کرنے کے بجائے پھر وہی اصل حکیمانہ خطاب کے باقی اہم نکات کا سلسلہ بیان شروع کر دیا جو فرعون نے بیچ میں غلط طریقہ سے کاٹ دیا تھا۔

چنانچہ مزید گزشتہ تاریخی عبرتناک واقعات کا حوالہ دیتے ہوئے کہا **يَقْتُلُ رَأْسَ آخَافَ عَلَيْهِمْ** کہ اگر تمہاری یہی روش رہی تو پھر مجھے اسی قسم کے عذاب کا اندیشہ ہے جو پہلی قوموں قوم فوج، عاد و ثمود اور ان کے بعد والوں پر نازل ہوا۔ اور یہ بھی سمجھ لو کہ اس طرح کے عذاب کوئی وقتی اور اتفاقی قسم کے پیش آنے والے حادثات نہیں ہیں بلکہ یہ براہِ راست اللہ رب العزت کی طرف سے مجرمین

کو سزا ہوتی ہے اور اس طرح کی سزائیں کسی قسم کا ظلم نہیں بتیں بلکہ مجرمین درحقیقت ایسی ہی سزاؤں کے مستحق ہوتے ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ تو بندوں پر ذرہ برابر ظلم کا راہہ نہیں رکھتے اور جو رب ایسا ارادہ بھی نہیں رکھتا تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اس سے واقعہ ظلم کا تحقق ہو جائے۔

اور چلو یہ تو جو کچھ ہوگا دنیوی زندگی تک کا معاملہ ہے مگر یہ جان لو کہ اسی پر بس ہونے والی نہیں مجھے تو اس سے بھی رُخ کر تمہاری نسبت یَوْمَ الْقِيَامَةِ یعنی اس دن کے عذاب کا ڈر ہے جس دن دُوزخ پڑیں گی۔ پکارا جاتا ہوگا۔ اس پکار اور ندا والے دن کا معاملہ تو یہ ہوگا کہ تم پیٹھ پھیر کر بھاگنے لگو گے۔ اور تم کو عذابِ خداوندی سے کوئی بھی بچانے والا نہ ہوگا۔ اور پھر میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ تم اس پر بھی سوچو کہ یہ تمہاری بدبختی اور گمراہی خدا کی طرف سے محرومی ہے جس کی وجہ سے یہ باتیں تم سے ظاہر ہو رہی ہیں۔

اور میں تم کو یہ بھی بتا دینا چاہتا ہوں کہ تمہاری یہ فصلت تمہارے گورے ہونے آباؤ اجداد سے ورثہ میں ملی ہے تمہارے بزرگوں کے زمانہ میں اُن کے پاس اللہ کے پیغمبر حضرت یوسف آئے۔ ان کے ساتھ ہی معاملہ نافرمانی اور ایذا رسانی کا کیا اور آج تم اسی نقش قدم پر چل رہے ہو۔

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے فوائد میں تحریر فرمایا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی زندگی میں مصر والے ان کی نبوت کے قائل نہ ہوئے۔ ان کی موت کے بعد جب مصر کی سلطنت کا بندوبست بگڑا تو کہنے لگے کہ یوسف کا قدم اس شہر پر کیسا مبارک ہے اب ایسا نبی آئندہ کوئی نہیں آئے گا۔

غرض اس بات سے مراد یہ تھی کہ نعمت کی قدر زوال کے بعد ہوتی ہے۔ فی الحال تم کو موسیٰ علیہ السلام کی قدر نہیں لیکن یاد رکھو تم اسی طرح پہچتاؤ گے جیسے کہ اہل مصر یوسف کے بعد پہچتائے۔ ان نصلح اور دل پر اثر ڈالنے والے حقائق کو بیان کرتے ہوئے مردِ مؤمن نے اخیر میں صاف کہہ ڈالا کہ سب کچھ تمہاری طرف سے غلط قسم کی تعدی اور زیادتی ہے اور خدا کی نشانیوں میں بے دلیل جھٹ بازی اور جھگڑا کرنا ہے اور یہ تمام باتیں اس بات کی نشاندہی کر رہی ہیں کہ تمہارے دلوں پر مہر لگ چکی ہے اور واقعی تم جیسے مغرور اور سرکش لوگوں کے تو پورے قلب پر مہر لگا دیتا ہے پھر کوئی گوشہ ایسا باقی نہیں رہتا کہ قلب تک ہدایت رسانی حاصل کر لے۔ گویا یہ بتا دیا کہ یہ فطرت کا نسخہ ہو جانا ہے جو انسان کی انتہائی بد نصیبی ہے۔

آل فرعون کے مردِ مؤمن کے ایمان و اخلاص سے

صدیق اکبرؓ کا جذبہ ایمان بڑھ کر تھا

امم سابقہ میں جو فضائل و کمالات حق تعالیٰ نے عطا فرمائے وہ اس امت کے افراد میں بھی بدرجہ اتم و اکمل پائے گئے ہیں۔ یہ کلمات اس مردِ مؤمن کے اَلْفَتْحُ ثَمُونٌ رَجُلًا اَنَّى يَقُولُ رَبِّيَ اَللّٰهُ تَوْقِرَ اَنْ كَلِمَ نے ذکر فرمائے وہی الفاظ ہیں جو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی زبان مبارک سے اس وقت نکلے جب کہ کفار مکہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ظلم و ستم دھانسنے پر تکتے ہوئے تھے۔ عروہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے کہا کہ مشرکین مکہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زائد جو سخت تکلیف پہنچائی وہ مجھے بتاؤ تو فرمایا ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حطیم کعبہ میں نماز ادا کر رہے تھے کہ عقبہ بن ابی معیط نے آکر آپ کی گردن میں کپڑا ڈالا اور اس زور سے کھینچا کہ گلا گھٹنے لگا اور تکلیف انتہائی شدت کو پہنچ چکی تھی سامنے سے ابو بکر رضی اللہ عنہ آگئے اور عقبہ کو زور سے ایک دھکا دیا اور ڈٹتے ہوئے فرمایا: اَتَقْتُلُونَ رَجُلًا اَنْ يَقُولَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْكَ وَقَدْ جَلَدَكُمْ بِالْبَيْتَاتِ (انفوس تم ایک شخص کو قتل کرنے کے درپے ہو محض اس بات پر کہ وہ یہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے اور حال یہ ہے کہ وہ تو تمہارے پاس ہوتا و رسالت کے واضح اور روشن دلائل تمہارے رب کی طرف سے لے کر تمہارے پاس آیا ہے) تو آل فرعون کا مرد مومن تو اپنے ایمان کو چھپانے والا تھا مگر امت محمدیہ کا یہ مرد مومن وہ تھا کہ جس نے روزِ اول سے اپنے ایمان کا اعلان کیا۔ مسند بزار اور دلائل ابوالنعمین میں محمد بن علی سے مروی ہے کہ ایک روز حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اثنائے خطبہ یہ فرمایا۔ بتاؤ سب سے زیادہ بہادر اور طاقتور کون ہے لوگوں نے جواب دیا ہم میں سب سے زیادہ شجاع اور بہادر تو آپ ہیں حضرت علیؓ نے فرمایا۔ میرا حال تو یہ ہے کہ جس کسی نے میرا مقابلہ کیا میں نے اس سے انتقام لیا۔ سب سے زیادہ شجاع تو ابو بکرؓ تھے۔ میں نے دیکھا کہ قریش کے لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مارتے جاتے ہیں اور یہ کہتے جا رہے ہیں است جعلت الالہة النہا واحدا کیا تو ہی ہے وہ شخص جس نے بہت سے معبودوں کو ایک معبود بنا دیا تو اس وقت ہم میں سے کسی کی ہمت نہ ہوئی کہ آپ کے قریب جاسکے۔ اتفاقاً سامنے سے ابو بکرؓ آگئے اور مشرکین کے ہجوم میں گھس پڑے اور بڑی قوت کے ساتھ کسی کے لات ماری اور کسی کو گھونسا مارا اور باوجود مشرکین کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔ وَیَذِکُّکُمْ (ہاکت ہو تمہاری) اَتَقْتُلُونَ رَجُلًا اَنْ یَقُولَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْکَ۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہؓ یہ کہہ کر رو پڑے اور فرمایا میں تم کو اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ آل فرعون کا جل مومن افضل تھا یا ابو بکر رضی اللہ عنہ؟ لوگ خاموش ہو گئے۔ آپ نے فرمایا خدا کی قسم ابو بکر رضی اللہ عنہ کی ایک گھڑی آل فرعون کے مرد مومن کی تمام زندگی سے بدرجہا بہتر ہے۔ اس نے تو اپنے ایمان کو چھپایا تھا مگر ابو بکرؓ نے اپنے ایمان کا اظہار و اعلان کیا۔ پھر یہ کہ اس مرد مومن کی حمایت ناصحانہ خطاب اور باتوں تک محدود رہی گویا کہ یہ بھی بہت بڑا جہاد تھا لیکن ابو بکر رضی اللہ عنہ نے تو زبانی نصیحت و حمایت کے علاوہ اپنے ہاتھ پاؤں اور عمل سے اللہ کے پیغمبر کی حمایت اور مدد کی تو بے شک یہ بہت ہی اونچا اور اعلیٰ مقام تھا جو اللہ تعالیٰ نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا۔

یَوْمَ التَّنَادِ کی تفسیر

یوم، تناد کی تفسیر میں بالعموم مفسرین نے یہی بیان کیا ہے کہ وہ قیامت کا دن ہے کہ اس میں

آوازیں پڑیں گی۔ وہ نداؤں اور بانک پکار کا دن ہوگا۔ ان نداؤں کی تفصیل اور انواع کی طرف ترجمہ کے دوران تشریحی الفاظ میں اشارہ کر دیا گیا کہ نفعِ صبور کے وقت جب زمین پر نہزل ہوگا اور شق ہو کر ٹکڑے ٹکڑے ہو رہے ہوں گے اور اس مصیبت ناک منظر سے لوگ بدحواس و پریشان ہوں گے تو شدت پریشانی میں بھاگ رہے ہوں گے تو ایک دوسرے کو پکارتا ہوگا۔ یا یہ ندا فرشتوں کو آواز ہوگی میدانِ حشر میں جمع ہو جانے کے لیے۔ نیز یہ ندا فرشتوں کی ہوگی محرمین کو اگر تم سے ہو سکے تو آسمان و زمین کے کناروں سے نکل جاؤ۔ تم کہیں بھی چلے جاؤ خدا کے قبضہ قدرت سے نہیں نکل سکتے ایک ندا وہ ہوگی جب منکرین بدحواسی کے عالم میں بھاگنے لگیں گے تو فرستے کہیں گے۔ لَا تَدْرَأَ إِلَىٰ رَبِّكَ يَوْمَئِذٍ الْمُسْتَقَرُّ کہ بھاگنے کی اس کوئی جگہ نہیں۔ اب تو اے انسان تیرے رب ہی کی طرف تیرا ٹھکانا ہے۔ ایک ندا میزانِ اعمال پر ہوگی۔ ایک ندا جنتیوں کو جنت میں جانے کے لیے اور دوزخیوں کو جہنم میں داخل ہونے کے لیے۔ ایک ندا اعراف والوں کی ہوگی کہ اپنی جان پہچان کے کافروں کو ملامت و توبیخ کریں گے۔ ایک ندا اہل جنت کی جنابیوں کو ہوگی ایک ندا اہل نار کی طرف سے اہل جنت کو ہوگی۔ جب وہ اہل جنت سے کچھ پانی یا دوسری کوئی نعمت جنت کی نعمتوں میں سے مانگتے ہوں گے اور ایک ندا اخیر میں رب العزت کی طرف سے اہل جنت اور اہل نار کو ہوگی موت کو ذبح کرتے ہوئے کرے لوگو! اس کو اب خود موت ہی کو موت دی جا رہی ہے۔ اس کے بعد بس خلود و دوام ہی ہے لا موت۔ (موت کا اس کے بعد اب کسی کو تصور ہی نہ کرنا چاہیے۔ عرض ان سب نداؤں کی وجہ سے اس کو یوم التناد کہا گیا۔

تفسیر مظہری جلد ہشتم میں قاضی محمد ثناء اللہ صاحب الحنفی المطہریؒ نے یوم التناد کی تفسیر فرماتے ہوئے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک طویل حدیث ذکر فرمائی جس میں تین نفحات کا ذکر ہے۔ اس سلسلہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا کہ حق تعالیٰ حضرت اسرافیلؑ کو پہلی بار صور پھونکنے کا حکم فرمائیں گے اور فرمائیں گے۔ اَفْخِ نَفْحَةَ الْفُرْعِ کہ اے اسرافیلؑ فزعِ گھبراہٹ کا صور پھونکو تو وہ پھونکیں گے جس پر آسمان و زمین والے سب ہی گھبراہٹ و بدحواسی کے عالم میں مبتلا ہو جائیں گے۔ بجز ان کے کہ جن کو اللہ تعالیٰ مستثنیٰ فرمادے یہ وقت وہ ہوگا کہ دودھ پلانے والی ماں اپنے بچہ کو دودھ پلانے سے غافل ہو جائے گی اور حاملہ عورتوں کے حمل وضع ہو جائیں گے اور بچے ہیبت و گھبراہٹ کی شدت سے بوڑھے ہو جائیں گے۔ جنات و شیاطین بدحواس ہو کر بھاگنے لگیں گے حتیٰ کہ کناروں تک پہنچ جائیں گے تو فرشتے ان کے چہروں پر گر ز مار کر واپس لوٹائیں گے۔ اس پر وہ لوٹیں گے تو لوگ ہٹھ پھیر کر بھاگتے ہوں گے۔ ایک دوسرے کو پکارتا ہوگا۔ اس طرح یہ دن پکار کا دن ہوگا۔

ابو حازم الاعرج رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کرتے ہیں کہ ابو حازم الاعرج خود اپنے آپ کو مخاطب بنا کر فرمایا کرتے۔ اے اعرج قیامت کے دن جب بعض خطا کاروں کو پکارا جائے گا کہ فلاں فلاں خطا کرنے و لو کھڑے ہو جاؤ۔ تو ان کے ساتھ تو کھڑا ہوگا۔ پھر جب دوبارہ پکار پڑے گی یا

اہل الخطبات تو جب بھی تو انہی کے ساتھ اٹھے گا بس میں تو یہی خیال کر رہا ہوں کہ اسے اعرج تیرا اٹھنا خطا کا دل ہی کے ساتھ ہوگا۔ خواہ وہ کتنے ہی اقسام و انواع کی خطائیں ہوں۔

ابن ابی عاصمؒ نے کتاب السنہ میں عبد اللہ بن عمرؓ سے تخریج فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قیامت کے روز ایک منادی ندا کرے گا۔ خبردار کھڑے ہو جاؤ میں وہ لوگ جو خدا سے جھگڑنے والے ہیں۔ اس ندا پر فرقہ قدریہ کھڑے ہوگا (اور اس گمراہ فرقہ کے علاوہ علیؓ ہذا لقب اس جو بھی فرقے اہل بدعت کے ہوں گے خواہ ان کی بدعت عملی ہوں یا اعتقادی سب کھڑے ہو جائیں گے، اور سی روز اہل جنت اہل نار کو پکاریں گے۔ وراہل اعراف جہنمیوں کو آواز دیں گے جس کی تفصیل سورہ اعراف میں گزر چکی۔ یہاں تک کہ آخری ندا یہ ہوگی۔ ہر ایک سعید و شقی کا نام پکارتے ہوئے۔ یہ ہیں سعادت والے جو کبھی ناکام نہ ہوں گے۔ اور یہ ہیں، شقیاد و بدبخت جو کبھی کامیاب و کامرن نہ ہوں گے۔ (نسائی)

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ابن آدم کو قیامت کے روز میزان اعمال پر لایا جائے گا اور درمیان میں کھڑا کر دیا جائے گا۔ اگر اس کے اعمال حسنیہ ہوں اور غالب ہوئے تو فرشتہ اس کی کامیابی کا اعلان کر دے گا اور اگر اس کے اعمال سیئہ بھاری و غالب ہو گئے تو اس کی بدبختی کا اعلان کر دیا جائے گا اور یہ ایسی ندا ہوگی جس کو تمام مخلوق سنے گی۔

حبرنی نے ابو ہریرہؓ سے ایک روایت تخریج کی ہے۔ اس کا مضمون یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب قیامت کا روز ہوگا تو اللہ تعالیٰ ایک منادی کو حکم فرمائے گا۔ جو ندا کرے گا اے لوگو! آگاہ ہو جاؤ میں نے ایک نسب بنایا تھا اور تم نے ایک نسب بنایا۔ میں نے تو یہ نسب مقرر کیا تھا کہ اِنَّ اَكْمَلَكُمْ رَحْمَةً اَللّٰہِ اَتْقٰہُمْ کہ تم میں سب سے زائد کرامت و عزت والا وہ شخص ہے جو تم میں سب سے زیادہ تقویٰ والا ہے۔ مگر اے لوگو! تم نے یہ بات نہیں مانی اور تم باز نہ آئے مگر یہ کہ تم یہی کہو ملاں بن فلاں بہتر ہے فلاں۔ بن فلاں سے یعنی تم خاندانی شرافت اور برتری میں لوگوں کو تو لے رہے۔ بس سمجھ لو کہ آج میں اپنے نسب کو بلند کرتا ہوں اور تمہارے نسب کو گھٹاتا ہوں۔ (اعلان ہوگا) کہاں میں تقویٰ والے۔ تو اس طرح اس روز اہل تقویٰ کو پکارا جائے گا اور سی دن ایک اور ندا دی جائے گی۔ جس وقت کہ موت کو ذبح کر دیا جائے گا۔ یا اهل الجنة خلود لا يموت و یا اهل النار خلود لا تموت۔ ام بخاری و مسلم نے ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جنتی جب جنت میں چلے جائیں گے اور جہنمی جہنم کو چلے جائیں گے تو موت کو لایا جائے گا (ایک کبش یعنی مینڈھے) کی شکل میں۔ یہاں تک کہ اسے جنت اور جہنم کے درمیان رکھا جائے گا اور پھر اس کو ذبح کر دیا جائے گا۔ اس اعلان کے ساتھ کہ اے اہل جنت اب ہمیشہ جنت میں رہنا ہے آئندہ کوئی موت نہیں اور اے اہل نار اب ہمیشہ جہنم میں رہنا ہے آئندہ کوئی موت نہیں کہ مگر کہی اس عذاب سے نجات مل جائے تو اس نذر و اعلان پر اہل جنت کی خوشیوں پر مزید خوشی کا اضافہ ہو جائے گا اور اہل نار کے غموں پر اور غم کا اضافہ

ہو جائے گا۔ الغرض اس طرح کی تمام نداؤں کا اجتماع اس دن کو یوم القنَادِ بٹ دینے والا ہوگا۔ یہ تفصیل اس صورت میں ہے کہ یوم القنَادِ دال کے کسرہ اور تخفیف کے ساتھ پڑھا جائے۔ عبد اللہ بن عباسؓ اور ضحاکؒ اس کو دال کی تشدید کے ساتھ یوم القنَادِ پڑھا کرتے تھے تو اس قرأت کی رو سے یہ مصدر مشتق ہوگا نَدَّ یَنَدُّ سے ہوگا۔ بمعنی بھاگنا بد کنا۔ کہا جاتا ہے نَدَّ البعین جب اونٹ بدک کر بھاگ جائے۔ اس قرأت کی تائید اس روایت سے ہے جو ابن المبارکؒ اور ضحاکؒ نے بیان کی ہے کہ جب قیامت کا دن ہوگا۔ اللہ تعالیٰ آسمان دنیا کو حکم فرمائے گا تو وہ مع اپنی تمام مخلوق کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا۔ ملائکہ اس کے کناروں پر ہوں گے جس وقت پروردگار کا حکم ہوگا تو وہ اتریں گے اور زمین والوں کا احاطہ کریں گے۔ پھر اسی طرح دوسرے دوسرے، چوتھے، پانچویں چھٹے آسمان کو حکم ہوگا ہر ایک کے فشتے علیحدہ علیحدہ صلیں بنائیں گے۔ پھر ایک بہت بلند تر فرشتہ اترے گا جس کے بائیں جانب جہنم ہوگی۔ جب زمین والے جہنم دیکھیں گے تو گھبرا کر بھاگنے لگیں گے تو اس حالت میں زمین کے جس کونہ اور جانب کا رخ کریں گے وہاں فرشتوں کو صف بستہ پائیں گے کہ ان کی سمت صفیں مرتب ہیں (اور انہوں نے ہر راستہ تکبیر رکھا ہے۔ بھاگ کر کہاں جائیں گے) تو یہ دیکھ کر پھر اپنی جگہ لوٹ آئیں گے۔ ضحاکؒ فرمایا کرنے سے مراد ہے اس آیت مبارکہ اِنِّیْۤ اَخَافُ عَلَیْکُمْ یَوْمَ الْقِنَادِ کی کہ میں تمہارے بارے میں خوف کر رہا ہوں اس دن کا کہ جب ہر طرف لوگ بھاگتے ہوں گے اور انکو کسی رخ سے بھی پناہ نہ ملے گی اور نہ نکلنے کا راستہ ہوگا (تفسیر مظہری جلد ششم) حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ نے یوم القنَادِ کے ایک اور معنی بیان کئے۔ فرمایا یہ وہ دن ہے جس میں فرعونوں پر عذاب آیا چنانچہ فرماتے ہیں۔ یہ ہانک پکار کا دن ان پر آیا جس دن بحر قلزم میں غرق ہوئے اس وقت ڈوبتے ہوئے ایک دوسرے کو پکارنے لگا (شاید) اس مرد مومن کو کشف سے معصوم ہوا ہوگا یا قیاس سے کہ ہر قوم پر اسی طرح عذاب آتا ہے۔ (از فوائد شیخ الاسلام)

وَقَالَ فِرْعَوْنُ يَهَامُنُ ابْنُ بَنِي صَرَخًا

اور بولا فرعون کہ اے یامان بن میرے دھڑے ایک محل۔

تَعَلَّىٰ أَبْلُغُ الْأَسْبَابَ ۝٣٦ أَسْبَابَ السَّمَوَاتِ

شاید میں پہنچوں رستوں میں ۔ رستوں میں آسمان کے،

فَاطْلِعْ إِلَىٰ إِلَهِ مُوسَىٰ وَإِنِّي لَأَظُنُّهُ كَاذِبًا ۚ وَ

بھر جھانک دیکھوں موسیٰ کے معبود کو اور میری اٹکل میں تو وہ جھوٹا ہے ۔ اور

كَذَلِكَ زُيِّنَ لِفِرْعَوْنَ سُوءُ عَمَلِهِ وَصُدَّ عَنِ

اسی طرح بھلا دکھائے تھے فرعون کو اس کے بُرے کام، درود کا گمپ

السَّبِيلِ ۖ وَمَا كَيْدُ فِرْعَوْنَ إِلَّا فِي تَبَابٍ ۝۳۷ وَقَالَ

راہ سے ، اور جو داؤ تھا فرعون کا ، سو کھینے کے واسطے ۔ اور کہا

الَّذِي آمَنَ يَقُومُ آتِبِعُونِ أَهْدِكُمْ سَبِيلَ الرَّشَادِ ۝۳۸

اس یماندار نے ، سے قوم ، میری راہ چلو پہنچا دوں تم کو نیکی کی راہ پر ۔

يَقُومُ إِنَّمَا هَذِهِ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا مَتَاعٌ وَإِنَّ الْآخِرَةَ

لے قوم ؛ یہ جو زندگی ہے دنیا کی ، سورت لینا ہے اور وہ گھر جو

هِيَ دَارُ الْقَرَارِ ۝۳۹ مَن عَمِلَ سَيِّئَةً فَلَا يُجْزَى إِلَّا

پہچلا ہے وہی ہے ٹھہراؤ کا گھر ۔ جس نے کی ہے بُرائی تو وہی بدلہ پادے گا اس

مِثْلَهَا ۚ وَمَن عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَىٰ وَ

کے برابر ۔ اور جس نے کی ہے بھلائی مرد ہو یا عورت اور

هُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولَٰئِكَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ يُرْزَقُونَ

وہ یقین رکھتا ہو سو وہ لوگ جاویں گے بہشت میں ، روزی پادیں

فِيهَا بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝۴۰ وَيَقُومُ مَالِي أَدْعُوكُم إِلَىٰ

گے وہاں بے شمار ۔ لے قوم مجھ کو کیا ہوا ہے بلاتا ہوں تم کو

النَّجْوَىٰ وَتَدْعُونَنِي إِلَى النَّارِ ۝۴۱ تَدْعُونَنِي لِأَكْفُرَ

سچائی کی طرف ، اور تم بلاتے ہو مجھ کو آگ کی طرف ۔ تم بلاتے ہو مجھ کو کہ منکر ہوں

بِاللَّهِ وَأُشْرِكُ بِهِ مَا لَيْسَ لِي بِهِ عِلْمٌ وَأَنَا

الشر سے ، اور شریک ٹھہراؤں اس کا جس کی مجھ کو خبر نہیں ۔ اور میں

أَدْعُوكُمْ إِلَى الْعَزِيزِ الْغَفَّارِ ﴿۳۲﴾ لَا جَرَمَ أَنَّمَا تَدْعُونَنِي

لاتا ہوں تم کو۔ اس زبردست گناہ بخشے والے کی طرف۔ آپ ہی ہو اگر جس کی طرف مجھ کو

إِلَيْهِ لَيْسَ لَهُ دَعْوَةٌ فِي الدُّنْيَا وَلَا فِي الْآخِرَةِ

بلاتے ہو اس کا بلاوا کہیں نہیں دنیا میں اور نہ آخرت میں

وَأَنَّ مَرَدَّنَا إِلَى اللَّهِ وَأَنَّ الْمُسْرِفِينَ هُمْ

اور یہ کہ ہم کو پھر جانا ہے اللہ کے پاس اور یہ کہ زیدتی دے دی ہیں

أَصْحَابُ النَّارِ ﴿۳۳﴾ فَسَتَذْكُرُونَ مَا أَقُولُ لَكُمْ وَ

دوزخ کے لوگ۔ سو آگے یاد کرو گے جو میں کہتا ہوں تم کو۔ اور

أُفَوِّضُ أَمْرِي إِلَى اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ بَصِيرٌ بِالْعِبَادِ ﴿۳۴﴾

میں سونپتا ہوں اپنا کام اللہ کو۔ بے شک اللہ کی نگاہ میں ہیں سب بندے۔

فَوَقَّعَهُ اللَّهُ سَيِّئَاتٍ مَا مَكَرُوا وَحَاقَ بِآلِ فِرْعَوْنَ

پھر بچھا لیا (موسیٰ کو اللہ نے بُرے داؤں سے جو کرتے تھے، اور اُسٹ پڑا فرعون والوں پر

سُوءُ الْعَذَابِ ﴿۳۵﴾

بُری طرح کا عذاب۔

بے شرمی و بیباکی فرعون اعلان ارشاد نصیحت

مرد مومن بعد تکذیب و تردید مقابلہ بار رسول خدا

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى. وَقَالَ فِرْعَوْنُ يَهْلِكُ مَنْ يَمُوتُ فِي مَعْرَجًا. الخ. سُوءُ الْعَذَابِ هـ

(ربط) مرد مومن کی نصیحتوں کا سلسلہ چل رہا تھا۔ اس مرد مومن کے نامحاند خطاب میں ایسے حقائق و دلائل اور تاریخی شواہد تھے۔ اور ایسے ٹھوس اصول پر یہ خطاب مشتمل تھا کہ کسی بھی صاحب عقل انسان کو ان

کے قول کرنے میں کوئی تردد نہیں ہو سکتا۔ فرعون ان دلائل کی قوت اور ان کی تاثیر کے سامنے جیسے ہو کر رہ گیا تھا۔ درمیان میں کچھ بے دلیل بات بھی کی لیکن وہ اس قدر بھل بات تھی کہ مردِ مؤمن کے معقول خطاب کے سامنے اس کا بولنا ہی اپنی حماقت کا ثبوت دینا تھا۔ ان حالات کے پیش نظر اب فرعون نے اپنی فرعونیت کا اعلیٰ مظاہرہ کرتے ہوئے بے شرمی اور حماقت کا ایک اور رخ اختیار کیا۔ جس میں وہ اپنی رعونت بھی ظاہر کرنا چاہتا تھا تاکہ اگر مردِ مؤمن کو خاموش کرنے کے لیے دلیل نہیں پیش کر سکتا تو زور اور دباؤ کا ہی مظاہرہ کر کے دیکھ لوں تو اب ان آیات میں فرعون کی مغرورانہ دھونس کا ذکر کرنے کے بعد مردِ مؤمن کے ناصحانہ خطاب کا دوسرا حصہ بیان فرمایا۔ ارشاد فرمایا گیا۔

درکہا فرعون نے اے ہامان میرے واسطے بناؤ ایک عمارت ترین عمارت تاکہ میں اس پر چڑھ کر دیکھوں۔ شاید میں رسائی حاصل کروں۔ ایسے راستوں کی جو راستے آسمانوں تک پہنچانے کے ہوں پھر وہاں پہنچ کر میں جہانوں موسیٰ کے خدا کی جانب۔ اور جہان تک کر دیکھ لوں کہ موسیٰ کا خدا کیسا ہے اور میں تو موسیٰ کو اس کے اس دعوے میں کہ میرے علاوہ کوئی اور خدا ہے جھوٹا ہی سمجھتا ہوں۔ بہر کیف یہ بے ہودہ بات تھی جو اس نے کہی اور اسی طرح رچا دی گئی تھی فرعون کے لیے اس کے عمل کی برائی منجملہ دیگر رائیوں کہ جیسے یہ بات اس کے ذہن میں رچی اور اس کو بھلی معلوم ہوئی حالانکہ یہ نہایت ہی حماقت اور جہالت کی بات تھی۔ اس بات کو کہہ کر تو اس نے یہ ثابت کر دیا کہ اس کو آسمان کی بلندی کا علم ہے اور نہ اس کو اس بات کا اندازہ ہے کہ کوئی عمارت کتنی بلند بنائی جاسکتی ہے اور خواہ وہ کتنی بھی بلند بنائی جائے لیکن اس پر چڑھ کر آسمانوں کے اوپر کے احوال کا اس کو کیسے مشاہدہ ہو سکتا ہے اور وہ روک دیا گیا ہر سیدھے عقل اور ہدایت کے راستہ سے۔ اس لیے اب اس کے بعد کوئی توقع نہیں ہو سکتی تھی کہ وہ عقل اور ہدایت کا کوئی راستہ پالے۔ اور یہ سب کچھ تدبیریں موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ میں کرتا رہا۔ مگر فرعون کی ہر تدبیر غارت ہو گئی۔ اور نتیجہ سوائے ہلاکت و ذلت کے اور کچھ نہ ہو سکا۔

مردِ مؤمن نے فرعون کی ایسی حماقت اور سراپا جہالت کی بات سن کر دوبارہ اندازِ نصیحت اختیار کرتے ہوئے حسب سابق رشد و ہدایت کا پیغام دینا شروع کر دیا اور کہا اس مردِ مؤمن نے جو موسیٰ پر ایمان لا چکا تھا اور اس ناصحانہ خطاب میں اپنا ایمان ظاہر بھی کر چکا تھا۔ اے میری قوم تم میری بات مانو۔

ح۔ ان کلمات سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس نے غرور کی طرح ایسی بلند عمارت بنانے کا حکم دیا اور وہ بنائی گئی۔ بعض مفسرین کی رائے یہ ہے کہ وہ بنائی نہیں گئی۔ بہر کیف جو کچھ بھی ہو اس معون کی یہ بات یا استہزاء و تشہیر تھی یا وہ اس قدر باطل و بد جو اس ہو گیا تھا کہ ایسی حماقت باتیں سوچنے لگا۔ بعض مفسرین نے بیان کیا کہ یہ تو وہ ہی جانتا تھا کہ کتنی بھی بلند تعمیر بنائے مگر آسمان تک نہیں پہنچ سکتا۔ پھر بھی محض لوگوں کو بے وقوف بنانے کے لیے یہ حرکت کی۔ قرطبی نے ذکر کیا ہے کہ یہ بلند عمارت تعمیر کوئی گئی لیکن بلندی پر پہنچنے ہی نہ ہدم ہو گئی۔

میں تمہیں دکھا رہا ہوں ہدایت و کامیابی کا راستہ جس پر میں واضح دلائل پیش کر رہا ہوں اور یہ ایسے حقائق ہیں جن کو ہر شخص جو فطرت سلیمہ اور عقل صحیح رکھتا ہو تسلیم کرنے پر مجبور ہے۔ یہ خلاف فرعون کے اس دعوے کے کہ جو وہ کرنے لگا تھا۔ مَا أُرِيكُمْ إِلَّا مَا كَرِهِي وَهِيَ آهْدِيكُمْ إِلَّا سَبِيلَ الضَّلَالَةِ۔ وہ محض اپنی بات کی پیروی اور تقلید ہے اور ایک مہمل دعویٰ ہے جس پر کوئی دلیل نہیں۔ فرعون محض دنیا کی دولت اور سلطنت کی وجہ سے غرور میں پڑا ہوا تھا جس کا یہ نتیجہ ہے کہ وہ اپنی مہمل اور احمقانہ بات کو یہ کہتا ہے کہ میں تمہیں سیدھا راستہ ہی بتا رہا ہوں۔ اس لیے اے میری قوم تم خوب سمجھ لو یہ دنیا کی زندگی اور سلطنت و دوست و صرف چند روزہ نفع اٹھانے کا نہایت ہی قلیل اور حقیر سامان ہے اور یقیناً آخرت ہی دارالقرار مستقل ٹھہرنے کی جگہ ہے۔ وہاں کا قیام دائمی ہو گا۔ وہاں کی راحت و نعمت بھی دائمی ہے اور عذاب بھی دائمی ہے۔ یہ بہت ہی بڑی چوک اور حماقت کی بات ہو گی کہ انسان عارضی متاع دنیا سے اس قدر دھوکہ اور فریب میں پڑ جائے کہ اصل دائمی محسوس بھلا دے اور اس کی راحت و آرام اور وہاں کی اذیت و آلام کی کوئی فکر ہی نہ کرے حالانکہ یہ قانون طے ہو چکا ہے کہ جو شخص کوئی برائی کرے تو اس کا بدلہ بس اسی کے برابر دیا جائے گا یہ نہیں کہ اس پر کچھ اضافہ ہو اور جو شخص نیکی کا کام کرے خواہ وہ مرد ہو یا عورت۔ بشرطیکہ وہ مؤمن ہے تو ایسے لوگ توجنت میں داخل ہوں گے جن کو رزق اور ہر طرح سامان رحمت عطا کیا جائے گا بغیر کسی حساب کے کہ وہ جوار عمل کی حد تک محدود و مقدر نہ ہو گا بلکہ وہ اللہ رب العزت کی طرف سے نواہی و انعام ہو گا جس کی نہ کوئی حد ہو گی اور نہ انتہاء اور نہ اس کے لیے فنا ہو گی۔ اور نہ انقطاع بلکہ دوام و تسلسل کے ساتھ ان انعامات کا سلسلہ اہل ایمان و عمل صالح کے لیے جاری رہے گا اور دیکھنا چاہیے کہ پروردگار عالم کی یہ کس قدر عظیم عنایت و رحمت ہے کہ برائی کا بدلہ اور سزا تو صرف برائی کی حد تک محدود رہتی ہے لیکن ایمان و اعمال صالحہ کا بدلہ اعمال کے بقدر نہیں ہوتا بلکہ کم از کم دس سے لے کر سات سو گنا تک اور اس سے بھی زائد جس کے لیے بھی وہ چاہے۔ تو ایسی صورت میں تم میں سے ہر ایک کو یہی چاہیے کہ دنیا کی حقیر اور قلیل منفعت کو آخرت کے بے پایاں انعامات پر ترجیح نہ دے اور ایسے حقیر اور قلیل متاع دنیا کے دھوکہ میں مبتلا ہو کر اس دارالقرار کی ابدی تکالیف و آلام میں اپنے آپ کو نہ ڈال لے عاقل کا کام تو یہ ہے کہ اس دنیا میں رہتے ہوئے دارالقرار کی تیاری کرے۔ اور میری قوم مجھے کیا ہوا میں یہ عجیب منظر دیکھ رہا ہوں کہ میں تم کو دعوت دے رہا ہوں نجات کے راستہ کی طرف اور تم مجھ کو بلا رہے ہو دوزخ کی آگ کی جانب تم مجھ کو اس بات کی دعوت دے رہے ہو العیاذ باللہ کہ میں اللہ کا انکار کروں اور اس کے ساتھ کفر کروں اور اس کے ساتھ ایسی چیز شریک کروں جس کا مجھے کوئی علم اور میرے پاس اس کی کوئی دلیل نہیں اور میں تم کو

علہ اشارہ ہے کہ متاع پر تنویں قلیل اور تمہیں دوزخوں معنی پر دلالت کے لیے ہے۔ حافظ ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں اس طرح مراد بیان فرمائی ہے۔ ۱۲۔

یلا رہا ہوں میں عزت والے خطا بخش بد در دگار کی طرف کہ جس کی قوت و عزت کے باعث کوئی اس کی رحمت کو روک نہیں سکتا اور باد جو دیکھ اس کی عزت و عظمت کا حق ادا نہیں ہو سکتا وہ غفار و خطا بخش ہے۔ یقیناً جس چیز کی تم مجھے دعوت دے رہے ہو اس کے واسطے نہ تو دنیا ہی میں کوئی پکار رہے کہ کوئی کس کو دنیا میں اپنی کسی حاجت کے لیے پکار رہے کیونکہ وہ اس نالائق ہی نہیں اور نہ ہی آخرت میں کسی عذاب اور پریشانی کے دفع کرنے کے لیے اس کے واسطے کوئی پکار رہے اور بے شک ہم سب کا ٹوٹنا اللہ ہی کی طرف ہے اور بے شک زیادتی کرنے والے اور عبودیت و بندگی کی حدود سے نکل جانے والے وہاں جا کر بس وہ سب کے سب جہنمی ہی ہوں گے۔ دریں وقت اگرچہ میری یہ نصیحت اور بات تمہارے دل کو نہیں لگتی مگر تم عنقریب یاد کرو گے۔ یہی بات جو میں تم کو کہہ رہا ہوں اور جو اس میں اپنا معاملہ خدا کے سپرد کرتا ہوں۔ خدا تعالیٰ بندوں کو خوب دیکھنے والا ہے۔ میں اپنی حجت پوری کر چکا اور جو کچھ نصیحت و ہمدردی سمجھانا تھا وہ سمجھا چکا۔ اپنی اس ذمہ داری کو پورا کر لینے کے بعد میں اپنا معاملہ اسی کے حوالہ کرتا ہوں جس سے کسی کی کوئی حالت پر شدید نہیں نہ میرا اخلاص۔ یہ جذبہ اور تم کو راہِ راست پر لانے کی مکانی جہد اور نہ تمہارا اعراض و بے رخی۔ اس لیے وہ میرا پودہ دگار ہر ایک کو اس کے کردار کا بدلہ دے گا۔ حق و باطل کی یہ کشمکش جاری رہی۔ فرعون اور فرعون کے متبعین ہر طرح کی تدبیر کرتے رہے اور اس مرد کے خلاف سوچتے رہے لیکن اللہ نے بچا لیا اس مرد مومن کو ان کی سازشوں و تدابیر کی تمام برائیوں سے ملے اور اس مرد مومن کو کسی بھی سازش سے نقصان نہ پہنچا سکے۔ اور اس کے برعکس اٹا چمٹ پڑا فرعونوں پر بہت ہی بڑا عذاب۔

مرد مومن کا دوسرا صحائفہ خطاب۔ دنیا کی بے ثباتی اور جزاء اعمال کا معیار

مرد مومن نے اپنے نامحاذ خطاب کے دو سکر حصہ میں پہلے حصہ سے بڑھ کر اہم اور عظیم نکات کی طرف اشارہ کیا۔ در نہایت واضح انداز میں ہدایت و گمراہی پر مرتب ہونے والے آثار اور ثمرات کا ذکر کر دیا ساتھ ہی تنبیہ اور وعید بھی بلیغ انداز میں کر دی۔ سب سے پہلے توجہات دنیا اور عقبیٰ کا فرق واضح کرتے ہوئے یہ بتایا کہ دنیا کی ہر نعمت اور ہر عزت عارضی اور ناپائیدار بلکہ محض دھوکہ و فریب ہے۔ اور دارِ آخرت ہی حقیقتاً قرر و پایند ری کی جگہ ہے وہاں کی راحتیں اور نعمتیں ہی پائیدار اور ابدی ہیں اور اگر عذاب و تکلیف تو وہ بھی دائمی ہے۔ اس وجہ سے عقل کا تقاضا ہے کہ انسان دائمی اور پائیدار کی فکر کرے۔ عارضی

ملے بعض مفسرین نے فرعونوں کی مختلف سازشوں کا ذکر کیا ہے۔ بہر کیف جو بھی وہ کر سکتے ہوں انہوں نے یقیناً اس میں کوئی دقیقہ نہیں چھوڑا ہوگا مگر اللہ نے ہر چیز سے محفوظ رکھا۔

کو دینی و دنیوی پر فوقیت دینا سراسر غلطی ہے۔ دوسری چیز اس مرد مومن نے یہ کہی کہ انسان کو کسی مرحلہ پر بھی یہ بات فراموش نہیں کرنی چاہیے کہ ہر عمل کا بدلہ اور نتیجہ مرتب ہو کر رہتا ہے۔ ایمان و عمل صالح کے ثمرات جنت و رحمت کے لیے پائیاں انعامات ہیں اور یہ نعمتیں حقیقت تو یہ ہے کہ انسانوں کے اعمال کا معاوضہ نہیں قرار دی جاسکتیں کیونکہ یہ عمل کے مقام سے بہت بلند و بالا اور زائد ہوتی ہیں اس لیے کہ بے حساب ہوتی ہیں اور عمل تو ظاہر ہے کہ ثواب حساب میں ہی رہتا ہے اور محدود انداز و مقدار پر ہونا ہے۔ محدود عمل پر غیر محدود اور بے حساب انعامات و نعمتیں کس قدر عظیم مہربانی ہے۔ اس سے بے نیاز ہو جانا کسی طرح بھی عقلاً درست نہیں ہو سکتا۔ تیسری بات یہ کہی کہ یہ کس قدر ظلم ہے کہ میں تم کو نجات کے راستہ کی طرف دعوت دوں اور تم نہ صرف یہ کہ اس سے انحراف و رد گردی کرو بلکہ اسٹابھجھ بی کو کفر و شرک کی دعوت دے کر ہاکت میں ڈالنے کی فکر میں لگے ہوئے ہو تم مجھ کو ایسے بے بس و لاچار معبودوں کی طرف بلاتے ہو جو نہ دنیا میں کچھ فائدہ پہنچا سکتے ہیں اور نہ ہی آخرت میں کام آسکتے ہیں اور اس کے برعکس اس عزت و غلبہ والے رب کی طرف بلا رہا ہوں کہ نہ کوئی اس کے انعام و بخشش کو روک سکتا ہے اور نہ اس کے انتقام و سزا سے بچانے کی کسی میں جرأت ہے۔ چوتھی بات یہ کہی کہ سب کو اللہ کی طرف لوٹنا ہے۔ اس وجہ سے اب ہر ایک کو سوچ بچھ کر اپنا طرز زندگی بنالینا چاہیے اور اس سے غافل نہ ہونا چاہیے کہ جب خدا کے یہاں جانا ہوگا۔ انسان اپنے اس باغیانہ طرز عمل کا کیا جواب دے گا۔ بس مجھ لینا چاہیے کہ ایسی سرکشی اور زیادتی کا انجام دوزخ کی آگ ہے۔

غیر میں یہ بھی کہہ ڈالا۔ دیکھو اب اگرچہ تم میری باتوں کو نظر انداز کر لیا میری نصیحتوں پر منس لو اور مذاق اڑا لو مگر یاد رکھو عنقریب ایک وقت آئے گا کہ تم میری ان باتوں کو یاد کرو گے اور پچھتاؤ گے لیکن اس وقت پچھتانے سے کچھ کام نہ چلے گا۔ اپنے خطاب کے اخیر میں اَلْحَقُّ صُ اُمِّرَیْ اَلِیْ اَدْبَہِ کہہ کر اس مرد مومن نے ہر مخلص و ناصح اور داعی الی اللہ کو یہ سبق سکھایا کہ اگر سرکش و مغرور لوگ اس کے پیغام رشد و ہدایت کو نہ سنیں نہ مانیں تو اسے اپنی بے بسی اور بیچارگی کا معاملہ اللہ کے حوالہ کر دینا چاہیے وہی غیب سے اس کی مدد کرے گا اس کی کمزوری اور بے مرد سامانی کو قوت و عزت اور غلبہ سے بدل دے گا اور ایسے سرکشوں کو ذلیل و نامکام بنائے گا وہی قادر مطلق اور فعال تمام برید ہے۔

وَ اَنۡ مَّوَدَّ نَا کَا لَفَظ بُول کہ یہ ظاہر کر دیا کہ اصل میں ہم سب خدا کی مخلوق ہیں۔ سی نے ہم کو پیدا کیا اور یہ زندگی عارضی زندگی اور دنیا کا قیام وقتی قیام ہے۔ اصل مقام اور ٹھکانہ اللہ ہی کی طرف ہے۔ چنانچہ اسی کی طرف لوٹنا ہے۔ تو ان الفاظ میں فرعونیت کی دہریت کا بھی پورا پورا ذکر کر دیا۔ اس طرح مرد مومن کے خطاب کا یہ دوسرا حصہ پہلے حصے سے نہایت بیخ و بثر تھا اور فرعون کے باطل تخیلات کا پوری قوت اور دلائل کی شوکت کے ساتھ رد تھا۔

النَّارُ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَعَشِيًّا

آگ ہے کہ دکھا دیتے ہیں اُن کو صبح اور شام۔

وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ أَدْخِلُوا آلَ فِرْعَوْنَ أَشَدَّ

اور جس دن اُٹھے گی قیامت - داخل کرو فرعون و لوگو سخت سے سخت

الْعَذَابِ ۝۳۶ وَإِذْ يَتَحَاوُونَ فِي النَّارِ فَيَقُولُ

عذاب میں - اور جب آپس میں جھگڑیں گے آگ میں، پھر کہیں گے

الضُّعْفَاءُ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا إِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا

کمزور غرور کرنے والوں کو ہم تھے تمہارے پیچھے۔

فَهَلْ أَنْتُمْ مُّغْنُونَ عَنَّا نَصِيبًا مِّنَ النَّارِ ۝۳۷

پھر کچھ تم ہم پر سے اُٹھا لو گے حصہ آگ کا؟

قَالَ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا إِنَّا كُلٌّ فِيهَا إِنَّ اللَّهَ قَدْ

کہیں گے جو غرور کرتے تھے ہم سبھی پڑے ہیں اس میں، اللہ فیصلہ

حَكَمَ بَيْنَ الْعِبَادِ ۝۳۸ وَقَالَ الَّذِينَ فِي النَّارِ

کر چکا بندوں میں - اور کہیں گے جو لوگ پڑے ہیں آگ میں

لِخَزَنَةِ جَهَنَّمَ ادْعُوا رَبَّكُمْ يُخَفِّفْ عَنَّا يَوْمًا

دوزخ کے وارد غول کو مانگو اپنے رب سے کہ ہم پر ہلکا کرے یک دن

مِّنَ الْعَذَابِ ۝۳۹ قَالُوا أَوَلَمْ تَكُ تَأْتِيكُمُ رُسُلُكُمْ

تھوڑا عذاب - وہ بولے کیا نہ آتے تھے تم پاس تمہارے رسول

بِالْبَيِّنَاتِ قَالُوا بَلَىٰ ط قَالُوا فَادْعُوا وَمَا دُعَاؤُا

کھلے نشان لے کر! کہیں گے کیوں نہیں! بولے! پھر پکارو - اور کچھ نہیں پکارنا

الْكَافِرِينَ إِلَّا فِي ضَلَالٍ ۝

کافروں کا، مگر بہکنا ۔

بعد از ذکر عذاب فی نبوی بیان عذاب برزخ و آخرت فلت خواری فرعونیاں

قال اللہ تعالیٰ: اَنۡتَارُ یُعۡصِرُ صُوۡنَ عَلَیْہِہَا .. الی .. اَنۡتَارُ فِی ضَلٰلٍ ۝

(ربط) گزشتہ آیات میں آل فرعون کے مرد مومن کا ناصحانہ خطاب کا بیان تھا کہ اس نے کیسے مؤثر و مبلغ اور مدلل انداز سے فرعون اور فرعونوں کو اللہ کے پیغمبر موسیٰ علیہ السلام کو قتل کے ارادہ سے باز رکھنے کی کوشش کی اور اس سے آگے بڑھ کر ان کو حق کی دعوت دی اور اللہ رب العزت کی اوسیت و وحدانیت کے دلائل قائم کرتے ہوئے ایمان لانے پر آمادہ کرنا چاہا اور اللہ کی نافرمانی اور بغاوت پر مرتب ہونے والے نتائج سے آگاہ کیا۔ اب ان آیات میں جو عذاب خداوندی ان پر دنیا میں آیا اور جو برزخ اور آخرت میں ہوگا اس کا ذکر فرمایا جا رہا ہے۔ فرمایا: اَنۡتَارُ یُعۡصِرُ صُوۡنَ عَلَیْہِہَا ۝ دوزخ کی گگ بران فرعونوں کو پیش کیا جاتا رہے گا۔ صبح و شام۔ اور جب قیامت قائم ہوگی تو کہا جائے گا فرشتوں سے داخل کرو دو فرعونوں کو سخت عذاب میں جو عالم برزخ کے عذاب سے بہت زائد سخت اور ہولناک ہوگا کیونکہ برزخ میں تو آگ کا صرف سائینہ اور فریب ہی ہوتا تھا۔ علاوہ ازیں برزخی آگ سے یقیناً جہنم کی آگ زائد شدید ہوگی تو برزخ کے عذاب سے جہنم کا عذاب نہایت سخت ہوگا۔ اور اس عذاب سے بڑھ کر ایک سریہ عذاب و کلفت کی چیز ہوگی جب کہ کفار دوزخ میں ایک دوسرے سے جھگڑتے ہوں گے تو نیچے درجے کے لوگ ان لوگوں سے کہتے ہوں گے جو بڑے تھے۔ اور ان کے مقتدا و پیشوا بنے ہوئے تھے ہم تو دنیا میں تمہارے تابع تھے اور تمہارے ہی درغلانے سے ہم نے کفر کیا تھا تو کیا اس وقت تم ہم سے عذاب ناز کا کچھ حصہ بٹا سکتے ہو۔ وہ بڑے کہیں گے ہم سب ہی دوزخ میں پڑے ہوئے ہیں۔ اب ہم تمہاری کیا مدد کر سکتے ہیں جب کہ ہم بھی تمہاری طرح سی عذاب میں مبتلا ہیں۔ اللہ تو بندوں کے درمیان فیصلہ کر چکا۔ در اس صورت حال میں کہ تابعین اپنے متبعین سے یا کوس ہو چکے ہوں گے۔ اور متبعین بھی اپنے کو بے بس پار رہے ہوں گے تو یہ سب جو جہنم میں ہوں گے جہنم کے نگران فرشتوں سے کہیں گے پکارو اپنے پروردگار کو کہ وہ ہم سے عذاب میں سے کسی ایک دن ہی کمی کر دے تو ہم ایک دن کے عذاب کی تخفیف کو غنیمت سمجھیں گے کہ چلو ذرا ایک دن ہی کچھ سکون کا سانس لینا نصیب ہو جائے۔ یہ فرشتے کہیں گے کیا تمہارے پاس تمہارے رسول دلائل و معجزات لے کر نہیں آئے تھے جس سے تم بخوبی حق و ہدایت سمجھ سکتے تھے۔ کہیں گے بے شک وہ سب کچھ لے کر آئے تھے لیکن یہ ہماری بذنیسی کہ ہم نے ان کی

بات نہ مانی (جیسے کہ ارشاد ہے)۔ بلی خُذْ جَاذًا نَا كُذِّبْنَا ۱ اس پر فرشتے بولیں گے پھر اب ہم کچھ نہیں کر سکتے اور نہ تمہارے واسطے کوئی دُعا و التجا ہو سکتی ہے اور کافروں کی دعا بس بے اثر ہی ہو کر رہے گی اس لیے کہ اس دُعا کا اثر اور اس کی قبولیت تو ایمان اور اہل امت پر موقوف ہے۔

عالم برزخ اور وہاں کا عذاب

عالم برزخ اور وہاں کا ثواب و عذاب اور راحت و تکلیف امر قطعی ہے اور جس طرح آخرت پر اور آخرت کے ثواب و عقاب پر ایمان ضروری ہے۔ اسی طرح برزخ کے ثواب و عقاب پر بھی ایمان و یقین ضروری ہے اور ایمان بالآخرۃ جو دین کی اصل بنیاد ہے وہ احوال برزخ پر ایمان سے بغیر ممکن نہیں۔ برزخ دنیا اور آخرت کے درمیان ایک درمیانی عالم کا نام ہے جس جگہ بھی اور جس حال میں بھی مردہ مرنے کے بعد سے لے کر یوم البعث تک رہے گا وہی برزخ ہے خواہ مردہ قبر میں دفن دیا جائے یا سمندر میں ڈوب دیا جائے یا آگ میں جلا دیا جائے یا کوئی جانور یا درندہ اس کو کھالے۔ غرض اس جملہ احوال کا عنوان برزخ ہے اور اسی کو اصطلاحی طور پر برزخ کہا جاتا ہے۔ اگرچہ قبر لفظی طور سے زمین کے گڑھے کو کہتے ہیں مگر شریعت کی نظر میں یہ جملہ احوال عالم قبر ہی شمار کیے جاتے ہیں۔ اس عالم برزخ کا ثبوت کتاب اللہ کی نص صریح ہے وَمَنْ قَرَأَ اٰیٰتِہٖمْ بَزْرَۃٍ اٰیٰی یَوْمَ یُبْعَثُوْنَ میں موجود ہے۔ اسی لیے حضرات متکلمین عقائد کے سلسلے میں عذاب قبر کا ایک مستقل باب رکھتے ہیں۔

اس عالم کی وسعت کا ہم کوئی اندازہ نہیں کر سکتے۔ بعض عارفین کا قول ہے کہ عام دنیا اس جہان برزخ کے سامنے ایسا ہے جیسے ایک ماں کا پیٹ تمام دنیا کے سامنے۔ جس طرح حالت نوم موت و حیات کے درمیان ایک حالت ہے۔ ایسے ہی اس عالم برزخ کو دنیا اور آخرت کے مابین عالم سمجھ لیا جائے۔ انسان کے مرجانے کے بعد دیوی حیات کا ختم ہو جاتا ہے اور روح عالم برزخ میں پہنچ جاتی ہے۔ مگر اپنے بدن کے ساتھ پھر بھی ایک گونہ گونہ تعلق باقی رہتا ہے۔ اور محل دفن سے بھی علاقہ رہتا ہے۔ قبر میں میت کو جو

علہ اس دعا کی قید اس وجہ سے ظاہر کی گئی کہ یہ دعا نجات یا تخفیف عذاب کی ہوگی اور قرآن کریم نے اللہ رب عزت کا فیصلہ واضح کر دیا کہ لَا یُخَفَّفُ عَنْہُمْ الْعَذَابُ وَلَا ہُمْ یُنصَرُّوْنَ۔ یہ دنیا کا معاملہ تو ہو سکتا ہے کہ کافر کی بعض دعائیں اللہ تعالیٰ اپنی شان و ربوبیت کے لحاظ سے پوری فرما دے جیسے کہ رب العالمین ہونے کی حیثیت سے اللہ تعالیٰ سب انسانوں اور جانوروں کی حاجتیں پوری فرماتا ہے تو اسی درجہ میں دیبا میں کافر کی دعا جو اس کی خواہش بشریہ سے متعلق ہو پوری ہو سکتی ہے لیکن یہاں کی دعا محض آخرت کے عذاب کی تخفیف یا نجات کی تھی تو ظاہر ہے کہ وہ کیونکر پوری ہو سکتی تھی تو بے اثر اور ضایع کا تعلق امر آخرت میں ہوا۔ تو اس وجہ سے لفظ اس کا اضافہ کیا گیا۔

جہات حاصل ہوتی ہے وہ دنیا کی حیات معبودہ کی طرح نہیں بلکہ وہ دوسری نوع کی ہوتی ہے جس کا ان حواس سے ادراک نہیں ہوتا کیونکہ یہ بدنی حواس تو بدن کی موت سے ختم ہو چکے ہیں ان ادراکات کو اس طرح سمجھ لیا جائے جیسے حالت نوم میں انسان جو کچھ دیکھتا سنا ہے وہ ان آنکھوں اور ان کانوں سے نہیں دیکھتا سنا ہے تو حالت نوم میں معطل ہیں بلکہ ان کے علاوہ دوسرے باطنی درکات ہیں جن کے ذریعہ یہ ادراک حاصل ہوتا ہے۔ بہر کیف مرنے کے بعد انسان جب اس جہان میں پہنچ جاتا ہے تو اس کو اپنے ایمان و کفر اور طاعت و معصیت کی صورتیں عالم مثال میں نظر آتی ہیں۔

شیخ محمد بن ابی العزیز فتوحات میں فرماتے ہیں دنیا میں جو چیزیں معانی اور اوصاف ہیں عالم آخرت یا عام برزخ میں وہ حقائق موجودہ کی شکل میں موجود نظر آئیں گی۔ اور ہر شخص ان کا مشاہدہ کرتا ہوگا۔ حدیث میں آتا ہے کہ مومن شخص قبر میں جب نکیرین کے سوال و جواب سے فارغ ہو جاتا ہے تو اس کے سامنے ایک نہایت بہترین صورت ظاہر ہوتی ہے تو مومن دریافت کرتا ہے۔ من انت الذی کر تو کون ہے تیرے چہرے سے خیر نظر آرہی ہے تو جواب یہ ہوگا۔ نا عملک المصالح کہ میں تیرا نیک عمل ہوں اس کے برعکس کافر و فاسق و ناجر کے سامنے دُراؤنی ہیبت ناک شکل آئے گی۔ اور یہ شخص جب پوچھے گا کہ تو کون ہے تیرے چہرے سے تو شر ٹپک رہا ہے اس پر یہ شکل جواب دے گی۔ نا عملک الخبیث میں تیرا خبیث عمل ہوں۔ ان غرض یہ عالم برزخ عالم آخرت کا دنیا چہرہ ہے۔ جیسا انجام نجات یا ہلاکت کا ہونا ہے اسی کے مطابق قبری میں معاملہ شروع ہو جائے گا۔

حضرات عارفین کا قول ہے کہ قبر میں فقط روح سے سوال نہیں ہوتا بلکہ رُوح اور جسم دونوں سے ہوتا ہے اور رُوح جسم میں ٹوٹائی جاتی ہے اور اس کو ایک قسم کی حیات دینے کے بعد سوال کیا جاتا ہے مشکلیں کی رائے ہے کہ انسان کے مرنے کے بعد روح کا تعلق من وجہ اپنے جسد سے باقی رہتا ہے عالم برزخ میں روح کو جسم سے مفارقت کلی حاصل نہیں ہوتی۔ البتہ قیامت کے روز یہ تعلق ختم کیا جائے گا۔ اور اس وجہ سے روح اور جسم دونوں کے آثار کی طور پر ظاہر نمایاں ہو گئے انسان جسم اور روح سے مرکب ہے جیسا کہ ظاہر ہے دنیا میں تو جسم کے احکام ظاہر اور غالب ہوتے ہیں اور روح کے مغلوب دستور۔ عام برزخ میں روح کے احکام غالب و ظاہر ہوں گے اور جسم کے مغلوب دستور رہتے ہیں۔ بلکہ جسم کی ظاہری ہیئت ہی ختم ہو جاتی ہے۔ اس کے برعکس دنیا میں روح کے احکام مستور ہوتے ہیں جس طرح کہ خود روح جسم میں مستور ہوتی ہے۔ اور حشر کے دن جسم اور روح دونوں کے احکام اور آثار برابر یکساں کر دیئے جائیں گے ان میں سے کوئی مغلوب و مستور نہ ہوگا بلکہ دونوں نمایاں اور برابر ہوں گے۔

شیخ عبدالکریم شہرستانیؒ ”نہایت الاقوام“ میں فرماتے ہیں کہ نکیرین کے سوال و جواب کے لیے روح کا تمام اجزاء بدن سے تعلق ضروری نہیں ہے بعض اجزاء بدن سے تعلق کافی ہے۔ کیونکہ زندگی میں بھی ادراک و شعور اور فہم مطلق جسم کے بعض اجزاء ہی سے تعلق رکھتے ہیں۔ اسی طرح مرنے کے بعد قبر میں

اللہ تعالیٰ ان اجزاء مخصوصہ کے ساتھ روح کا تعلق قائم فرما کر زندہ کر دیں گے اور نکیرین کا سوال و جواب در عمل ہی اجزاء مخصوصہ سے ہوگا اور پھر قیامت کے بعد یہی اجزاء اصلیت حشر و نشر کے وقت اپنی اصلی صورت میں ظاہر ہوں گے۔

(نبایۃ الاقوام للامام الشہرستانی۔ بحوالہ عقائد الاسلام حضرت مولانا محمد ادریس رحمۃ اللہ علیہ) بہر کیف یہ آیات لَنَارٍ یُحَرِّسُ صُورَ عَلَیْہَا۔ برزخ میں عذاب قبر ثابت کر رہی ہے اور یہ کہ یہ عذاب قبل از قیامت ہوگا جیسے کہ ذِیَوْمٍ تَقُومُ السَّاعَةُ کی تصریح اس پر دلالت کر رہی ہے اور حبیبِ نجات کے قفسہ میں جن کو کفار نے شہید کر دیا تھا تو ان کے متعلق ہے۔ قَتِلَ اَدْخِلِ الْجَنَّةَ قَالَ یٰبَیْتُتَ حَتَّوْیَ یَعْلَمُوْنَ بِمَا عَصَوْا فِیْ رَبِّہِ کہ شہادت کے بعد ہی حکم ہو گیا کہ جنت میں داخل ہو جا۔ اور جنت میں داخل ہو گیا تو اس کو تمنا ہوئی کاش میری قوم کو بھی اس نعمت و کرامت کا علم ہو جائے تاکہ وہ بھی ایمان لائے تو ظاہر ہے کہ یہ ثواب مرنے کے بعد قبل از قیامت ہوا۔ اس طرح سے ثابت ہوا کہ قبل از قیامت عذاب کی طرح ثواب قبر بھی ہے جو مؤمنین و مطیعین کے لیے ہوگا۔ اسی طرح بیت داود فَرُوْحٌ وَ ذَرْنٰکَ وَ جَنَّتْہُمُ غَیْمٌ۔ در یہ سلسلہ انعام مرنے کے بعد فوراً ہی ہے اور کفار کے حق میں مرنے کے بعد متصل حول یہ ہیں کُنُوْا مِنْ حَسْبِہُمْ وَ تَفْلِیْہُمْ جَحِیْمٌ ہماری کھولتے پانی کی اور جہنم کی آگ میں گھسنا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عذاب قبر سے پناہ مانگنا احادیث متواترہ اور صریحہ سے ثابت ہے۔

عذاب قبر کی وحی قبل از رحلت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی یا مدینہ منورہ میں

فرعونیوں کے حق میں یہ آیات لَنَارٍ یُحَرِّسُ صُورَ عَلَیْہَا عَذَابٌ وَّاعِثٌ ذِیَوْمٍ تَقُومُ السَّاعَةُ سورہ مومن کی آیات ہیں جو باتفاق ائمہ مفسرین مکہ مکرمہ میں نازل ہونے والی سورت ہے تو ان آیات میں عذاب قبر کا ذکر یہ بتلاتا ہے کہ قبل از رحلت مکہ ہی میں عذاب قبر کے بارے میں وحی نازل ہو چکی تھی لیکن امام احمد بن حنبلؒ کی تخریج کردہ وہ حدیث جس کا یہ مضمون ہے کہ ایک یہودی عورت ام المؤمنین حضرت عائشہؓ کی خدمت میں آیا کرتی اور حضرت عائشہؓ کی مدد فرمایا کرتی توجیب بھی اسکے ساتھ کوئی احسان وغیرہ کرتی تو وہ یہودیہ یہ دعا دیتی کہ د فاک اللہ عذاب القبر۔ اللہ تعالیٰ تمہیں عذاب قبر سے بچائے۔ حضرت عائشہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا تو آپؐ نے فرمایا۔ یہ یہودیہ جھوٹ بولتی ہے۔ در یہ لوگ تو اللہ پر بیعت ہی جھوٹے ہیں قیامت سے پہلے کوئی عذاب نہیں۔ پھر آپؐ کچھ دن گزرنے کے بعد ایک روز نصف انہار کے وقت اپنی چادر اوڑھے باہر نکلے۔ در گجرات کی وجہ سے آپؐ کی آنکھیں سرخ تھیں اور آپؐ باوازد بلند فرما رہے تھے، القبر کقطع اللیل المظلم کہ قبر تو رات کے تاریک ٹکڑوں کی طرح ہے۔ اے لوگو! گرم کو وہ باتیں معلوم ہو جائیں جو میں پناہوں تو تم لوگ کثرت سے رویا کرد اور بہت کم ہنسنا کرد۔ اے لوگو!

پناہ مانگو اللہ کی عذاب قبر سے۔ کیونکہ عذاب قبر حق ہے۔ اس حدیث کو اگرچہ بخاری و مسلم نے روایت نہیں کیا مگر یہ ان کی شرط پر ہے۔ اسی طرح ایک اور حدیث کا مضمون بھی ہے۔

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ ان دونوں حدیثوں کو ذکر کر کے فرماتے ہیں کہ آیت و روایت میں تطبیق کے لیے باتو یہ جواب دیا جائے کہ آیہ قرآن سے ارواح کفار کا عالم برزخ میں صبح و شام جہنم کی آگ پر پیش کیا جانا مراد ہے یہ اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ اس کی اذیت و کلفت کا ان کے اجسام کے ساتھ قبور میں بھی اتصال و تعلق ہوگا تو قرآن کریم سے تو صرف اتنا ہی علم ہوا تھا کہ ارواح جہنم پر پیش کی جائیں گی۔ رہا اس اذیت و عذاب کا جسم تک پہنچنا یہ صرف احادیث کے ذریعہ معلوم ہوا۔ تو گویا عذاب ارواح کی وحی سے معلوم ہوا اور عذاب اجساد کا علم مدینہ منورہ میں ہوا۔ یا تحقیق کی دوسری صورت یہ ہو سکتی ہے کہ آیت سے برزخ میں کافروں کے عذاب کا علم ہوا۔ یہ مضمون اس کی دلیل نہ تھا کہ مومن پر بھی قبر میں عذاب ہو سکتا ہے۔ پھر مدینہ منورہ میں اس یہودیہ کے قصہ کے بعد آپ کو وحی کے ذریعہ بتایا گیا کہ مومن کی بھی قبر میں آزمائش ہوگی اور اس کے واسطے بھی اس کی معصیتوں پر عذاب قبر ہے۔ چنانچہ آپ نے لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔ اَنْتُمْ تَفْتَنُونَ فِي الْقُبُورِ قَرِيبًا مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَالِ۔

چنانچہ امام بخاری و مسلم نے عبد اللہ بن عمرؓ کی سند سے یہ حدیث تحریر فرمائی ہے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب
اَنْ اَحَدُكُمْ اِذَا مَاتَ عَرَضَ	تم میں سے کوئی شخص مر جاتا ہے تو اس
عَلَيْهِ مَقْعَدَةٌ بِالْعِذَّةِ وَالْعِشِيِّ	پر اس کا ٹھکانہ صبح و شام پیش اور ظہر کیا
اَنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ	جاتا ہے اگر اہل جنت سے ہوتا ہے تو جنت
فَمِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ۔ وَاِنْ كَانَ	والوں کا ٹھکانہ اور اگر اہل جہنم میں سے ہوتا
مِنْ اَهْلِ النَّارِ فَمِنْ اَهْلِ النَّارِ۔	ہے تو جہنم والوں کا ٹھکانہ۔ اور ان میں سے
فَيَقَالُ هَذَا مَقْعَدُكَ حَتَّى	ہر ایک کو یہی کہا جاتا ہے کہ یہ ہے تیرا ٹھکانہ
يَعِشْتُكَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ اِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ۔	یہاں تک کہ تجھ کو اللہ عزوجل قیامت
(صحیح بخاری۔ صحیح مسلم)	کے روز اٹھا لے۔

تطبیق کی یہی صورت بہتر معلوم ہوتی ہے کہ عذاب برزخ جو کہی آیات میں ہے وہ کافروں کے حق میں معلوم ہوتا ہے۔ اور یہ تصریح نہ تھی کہ مومن کے لیے بھی قبر میں عذاب و آزمائش ہے تا آنکہ بعد از ہجرت مدینہ منورہ میں وحی کے ذریعے اس کی بھی تصریح کر دی گئی۔ واللہ اعلم بالصواب

اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِينَ اٰمَنُوا

ہم مدد کرتے ہیں اپنے رسولوں کی اور ایمان والوں کی

فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُومُ الْأَشْهَادُ ﴿٥١﴾

دنیا کے جیتے ، اور جب کھڑے ہوں گے گواہ ۔

يَوْمَ لَا يَنْفَعُ الظَّالِمِينَ مَعْذَرَتُهُمْ

جس دن کام نہ آویں مسکروں کو ان کے بہانے ۔

وَلَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوءُ الدَّارِ ﴿٥٢﴾ وَلَقَدْ آتَيْنَا

اور ان کو پھٹکار ہے اور ان کو بُز گھر ۔ در ہم نے دی

مُوسَى الْهُدَى وَأَوْرَثْنَا بَنِي إِسْرَءِيلَ الْكِتَابَ ﴿٥٣﴾

موسیٰ کو رہ کی سوجھ اور ورث کیا بنی اسرائیل کو کتاب کا ۔

هُدًى وَذِكْرَى لِأُولِي الْأَلْبَابِ ﴿٥٤﴾ فَاصْبِرْ إِنَّ

سوجھاتی اور سمجھاتی عقلمندوں کو ۔ سو تو ٹھہرا رہ بیشک

وَعَدَ اللَّهُ حَقًّا وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَسَبِّحْ

وعدہ اللہ کا ٹھیک ہے در بخشوا اپنا گناہ ، اور پاکی

بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعِشِيِّ وَالْإِبْكَارِ ﴿٥٥﴾ إِنَّ الَّذِينَ

دل اپنے رب کی خوبیاں شام کو اور صبح کو ۔ جو لوگ جھگڑنے

يَجَادِلُونَ فِي آيَاتِ اللَّهِ بِغَيْرِ سُلْطَانٍ أَتَاهُمْ

ہیں اللہ کی باتوں میں ، بغیر کچھ سند کے جو پہنچی ہو ان کو

إِنْ فِي صُدُورِهِمْ إِلَّا كِبْرٌ مَّا هُمْ بِبَالِغِيهِ ﴿٥٦﴾

اور کچھ نہیں ان کے جی میں غرور ہے ، کہ کبھی نہ پہنچیں گے اس تک

فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ﴿٥٧﴾

سو تو پناہ مانگ اللہ کی بیشک وہ ہے سنتا دیکھتا ۔

لَخَلَقُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ أَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ

بدست پیدا کرنا آسمانوں کا اور زمین کا، بڑا ہے لوگوں کے بنانے سے،

وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴿۵۷﴾ وَمَا يَسْتَوِي

لیکن بہت لوگ نہیں سمجھتے، اور برابر نہیں

الرَّاعِي وَالْبَصِيرُ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ

اندھا اور دیکھتا، اور نہ ایماندار جو بھلے کام کرتے ہیں

وَلَا الْمُسِيءُ قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ ﴿۵۸﴾ إِنَّ السَّاعَةَ

در نہ بدکار، تم تھوڑا سوچ کرتے ہو۔ تحقیق وہ گھڑی سی

لَآتِيَةٌ لَا رَيْبَ فِيهَا وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ

ہے، اس میں دھوکا نہیں، لیکن بہت لوگ

لَا يُؤْمِنُونَ ﴿۵۹﴾ وَقَالَ رَبُّكُمْ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ

ہیں مانتے، اور کہتا ہے تمہارا رب مجھ کو پکارو کہ پہنچوں تمہاری

إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ

پکار کو۔ بے شک جو لوگ بڑائی کرتے ہیں میری بندگی سے اب پیٹھیں گے

جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ ﴿۶۰﴾

دوزخ میں ذیل ہو کر۔

پیغام بشارت نصرت خداوندی و یقین صبر و استقامت

— بیان ذلت و ناکامی اہل جہال و خضومت —

قال اللہ تعالیٰ: اِنَّا لَنُصِّرُ رُسُلَنَا ... الخ ... سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ۔

(ربط) گزشتہ آیات میں مجرمین و کفار کی آخرت میں یک دوسرے پر لعنت و لعنت کا ذکر تھا اور یہ کہ وہں کوئی کسی کے کام نہ سکے گا۔ اور ایسے مجرمین کا مدد کے لیے چیخنا چلنا مناسب بیکار و ضائع ہوگا۔ اب ان آیات میں حق تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں کی نصرت و ران کے ساتھ ایمان لانے والوں کی کامیابی کا بیان فرمایا۔ درجہ استقامت کی تلقین فرمائی گئی۔ اور یہ کہ اللہ کی راہ میں جو بھی دشواریاں اور مشقتیں پیش آئیں۔ شہرت العزت اپنی قدرت سے ان کو دور فرماتا ہے۔ اس کی قدرت کے سامنے کسی چیز کی کوئی حقیقت نہیں۔ ارشاد فرمایا۔

بیشک ہم مدد کرتے ہیں اپنے رسولوں کی اور ایمان لانے والوں کی زندگی میں بھی جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعے سے ظاہر ہو گیا اور اس روز بھی جب گواہیاں دینے والے کھڑے ہوں گے۔ وہ اللہ کے فرشتے ہیں جنہوں نے بندوں کے اعمال لکھے اور وہ نامائے اعمال لیے کھڑے ہوں گے اور وہ گواہی دیتے ہوں گے کہ اللہ کے پیغمبروں نے اللہ کے احکام اس کے بندوں کو پہنچا دیئے لیکن ان کافروں اور مجرموں نے رسولوں کو جھٹلایا اور ان کی اطاعت نہ کی یہ قیامت کا روز ہوگا۔ جہاں کسی طرح کی معذرت و مذمت کام نہ آئے گی تو یہ وہ دن ہوگا کہ غیظ ملوں کو ان کی معذرت کوئی فائدہ نہیں دے گی۔ اور ان کے واسطے لعنت ہوگی اور بہت ہی بڑا ان کے واسطے ٹھکانہ ہوگا۔ تو اسی طرح اسے ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی بھی آپ کا پروردگار مدد کرے گا اور آپ کی تکذیب و انکار کرنے والوں کے لیے دنیا میں بھی لعنت ہوگی اور قیامت کے روز بھی شدید عذاب ہوگا اور بے شک ہم نے موسیٰ کو ہدایت دی اور اپنی وحی عطا کی اور بنی اسرائیل کو وارث بنایا کتاب کا۔ یعنی تورات کا جو ہدایت و نصیحت تھی عقل و اہل عقل کے لیے کہ اگر اہل عقل اپنی عقل سے کام لیتے تو ضرور وہ اس ہدایت سے منتفع ہوتے مگر اس بدیہی کا کیا علاج ہو کہ ایک بینا انسان اپنی آنکھیں بند کر لے اور سورج کی روشنی سے نفع نہ اٹھائے جس سے سارا عالم روشن ہے۔ اسے پیغمبر اب بھی حال ان لوگوں کا ہے کہ ان کو علوم و ہدایت اور کتاب الہی آپ کے ذریعے دی مگر یہ بجائے اس سے نفع اٹھانے کے اپنے آپ کو ہلاکت و مگر ہی میں مبتلا کیے ہوئے ہیں تو آپ کفار مکہ کی یہ ڈال پر صبر کیجیے اور تسلی رکھیے بے شک اللہ کا وعدہ حق ہے۔ اور اپنے قصور و فرد گزاشت کی اللہ سے معافی طلب کیجیے گران کفار مکہ کی ایذاؤں پر صبر و تحمل میں نبوت و رسالت کے مقام عالی کی نسبت سے کوئی کمی رہ گئی ہو۔ اور اپنے رب کی پاکی بیان کرتے رہیں۔ اس کی حمد و ثناء کے ساتھ صبح و شام تسبیح و تحمید قلب کی غذا ہے اس سے قلب کو تقویت حاصل ہوگی۔ اور ان تکالیف و شدائد کا برداشت کرنا آسان ہوگا۔ جو راہ حق میں آپ کو پیش آرہی ہیں و ران جدال و خصومت کرنے والوں کی آپ ہرگز کوئی فکر نہ کریں یقیناً جو لوگ اللہ کی آیتوں میں خصومت اور جھگڑا کر رہے ہیں بغیر اس کے کہ ان کے پاس کوئی دلیل و حجت آپ کی ہو۔ یہ خصومت کرنے والے بھی بھی کامیاب نہیں ہوا کرتے اور نہ ان کے جھگڑوں سے حق میں کسی قسم کا اشتباہ و اعتبار واقع ہو سکتا ہے۔

ان کی یہ حکومت تو بس غرور و تکبر ہی ہے ان کے سینوں میں کہ وہ کبھی بھی اس بڑائی تک نہیں پہنچنے والے ہیں۔ کہ جس بڑائی اور سخوت کے باعث ان کو آپ کے اتباع میں عار معلوم ہو رہا ہے وہ ہرگز اس بڑائی اور عزت کے مقام تک نہیں پہنچ سکیں گے بلکہ انہیں ذلت و ناکامی کا سامنا کرنا پڑے گا۔ تو آپ پناہ مانگتے رہئے انہی کی بے شک وہی سب کچھ سننے دیکھنے والا ہے۔ جب وہ ہر بات دیکھتا اور سنتا ہے تو آپ کے دشمنوں کا کوئی فعل و قول بھی اس سے چھپا ہوا نہیں اور اس کی پناہ و حفاظت نہایت اعلیٰ اور مکمل پناہ ہے جس کو تو سننے کی کسی کو مجال نہیں ہو سکتی۔ آخر یہ سکون آجہ کی باتوں کو کیوں جھٹلاتے ہیں۔ اور کیوں قیامت پر ایمان لاتے۔ ان کو بعثت بعد المصوت پر کیا تعجب ہے۔ یقیناً آسمانوں اور زمین کا بتداء پیدا کرنا تو بہت بڑا کام تھا بہ نسبت انسانوں کے دوبارہ پیدا کرنے کے تو جب ایک بڑی عظیم قدرت کا نمونہ ان کے سامنے موجود ہے تو اس سے کم تر چیز کا کیسے ناکارہ رہے ہیں۔ یہ چیز بلاشبہ عقل کے خلاف ہے لیکن کثر لوگ انہی بات بھی نہیں سمجھتے ہیں اس وجہ سے کہ وہ کبھی ایسے حقائق اور شواہد پر غور نہیں کرتے اور نہ ان پر کبھی اس طرح نظر ڈالتے ہیں کہ ان سے ایسی چیزیں سمجھ لیں۔ حالانکہ یہ دلائل سمجھنے کے لیے بہت کافی ہیں۔ اور بات یہ ہے کہ نابینا آدمی اور بینا آدمی برابر نہیں یقیناً ان میں تفاوت ہے اسی طرح انسانوں کا وہ طبقہ جو ان حقائق اور شواہد سے اللہ رب العزت کی معرفت حاصل کرتا ہے اور وہ طبقہ جو نابینا آدمی کی طرح اس سے محروم رہتا ہے تاہم بڑا تفاوت رکھتا ہے۔ اور جب ان دونوں طبقوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے تو ظاہر ہے کہ اسی طرح ان کے انجام میں بھی زمین و آسمان کا فرق ہوگا۔ اسی لیے یہ حقیقت سمجھ لینی چاہیے کہ اور جو لوگ ایمان لائے اور نیکی کے کام کیے اور دوسرے جو بُرے کام کرنے والے ہیں برابر نہیں یہ فرق اور بُعد ایسا واضح ہے کہ ہر انسان کو سمجھ لینا چاہیے لیکن بہت ہی کم ہیں ایسے جو سمجھتے ہوں اور عبرت حاصل کرتے ہوں۔ یہ مانیں یا نہ مانیں قیامت بے شک ضرور آکر رہے گی جس میں ذرہ برابر بھی شبہ نہیں۔ مگر پھر بھی بہت سے لوگ ایمان نہیں لاتے ہیں ورنہ ان کافروں کی مخالفت و سازشوں اور ان کی طرف سے پیش آنے والی تکلیفوں اور مشقتوں سے مت گھبراؤ۔ اے مسلمانو! تمہارے رب نے کہہ دیا ہے تم مجھ کو پکارو، اور مجھ سے مانگو میں تمہاری درخواست قبول کروں گا۔ وہ درخواست جس میں تمہارے واسطے خیر و فلاح ہو۔ اس لیے جب بھی سعادت و فلاح اور اہل ایمان کے غلبہ و کامیابی اور کافروں کی ناکامی کی دعا مانگو گے میں قبول کروں گا بے شک جو لوگ میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں وہ عنقریب جہنم میں داخل ہوں گے ذلت و رسوائی کے ساتھ بعد اس کے کہ دنیا میں بھی ان کی ذلت و رسوائی ہو چکی ہوگی کیونکہ ہمارا وعدہ جو انبیاء سے نصرت و کامیابی کا ہو چکا ہے وہ ضرور پورا ہوگا اور وہ نصرت و کامیابی جب دنیا میں بھی ہے تو بلاشبہ کفار و منافقان دنیا میں بھی ذلیل ہوں گے۔ اور آخرت میں جہنم میں بھی ذلت کے ساتھ داخل ہوں گے۔

نصرت خداوندی کی صورتیں

حافظ بن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں نصرت کے معنی اگرچہ کامیابی اور مدد کے ہیں۔ لیکن کبھی نصرت خداوندی بدلہ لینے کی شکل میں ظاہر ہوتی ہے تو اس تقدیر پر مطلب یہ ہوگا کہ بیشک ہم اپنے رسولوں اور ایمان والوں کا کافروں سے بدلہ لیا کرتے ہیں چنانچہ جب بھی کفار نے اللہ کے کسی پیغمبر یا مومنین پر غلبہ پا کر ان کو قتل کیا یا ستا کر ہلاک کیا اگرچہ اس وقت اہل حق مغلوب ہو گئے۔ مگر منجانب اللہ کسی وقت بدلہ ضرور ان سے لیا گیا۔ جیسے کہ اس پر قرآن وحدیث اور تاریخ گواہ ہے۔

شیخ ابو جعفر بن جریر رحمۃ اللہ نے آیت **إِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا** پر ایک سوال دار کیا اور سوال پھر خود ہی اس کے دو جواب دیئے۔ فرمایا سوال یہ ہو سکتا ہے کہ بعض نبیاء علیہم السلام ایسے گزرے ہیں کہ ان کی قوموں نے ان کو قتل کر ڈالا مثلاً حضرت یحییٰؑ نہ کر یا اور شعیبؑ علیہم السلام در بعض ایسے بھی گزرے ہیں کہ بے بس دلاچار ہو کر ان کو اپنی قوم سے ہجرت کرنی پڑی۔ جیسے ابراہیم علیہ السلام اور کوئی بسے ہوئے کہ قوم کے ظلم و ستم سے بچانے کے لیے خدا نے انہیں آسمانوں پر اٹھایا اور اس طرح کافروں کے ظلم و قتل و صلب کے ارادہ سے محفوظ کیا جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو ان صورتوں میں بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء کی نصرت و کامیابی نہیں ہوئی۔ بلکہ مغلوبی و ناکامی معلوم ہوتی ہے۔ اس سوال کے دو جواب دیئے۔ پہلا جواب مستثنیٰ ہیں تو یہ ممکن ہے۔ لیکن اس جواب کو پسند نہ کرتے ہوئے دوسرا جواب یہ دیا۔

نصرت سے مراد یہ ہے کہ نبیاء اور اہل ایمان کا کافروں اور ان کو ستانے والوں سے ضرور بدلہ دیا جائے گا۔ خواہ وہ بدلہ ان انبیاء اور ان ہی مومنین کی موجودگی میں ہو یا ان کے بعد۔ چنانچہ جن نبیاء کو کافروں نے قتل کیا۔ مثلاً حضرت یحییٰؑ اور شعیبؑ علیہم السلام ان کے قاتلوں پر امت نے بعد میں ایک قوم کو مسلط کیا انہوں نے ان کو ذلیل کیا اور خوب ایذا میں پہنچایا اور خون بہایا۔ اسی طرح نمرود کو خدا نے بڑی ذلت کی موت مارا۔ اور جن یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی دینے کا ارادہ کیا۔ خدا نے ان پر بعد میں روم کو مسلط کر دیا تو اہل روم نے ان کو نہایت ہی ذلیل و رسوا کیا طرح طرح کی ایذا میں دیں۔ خون بہایا یہ تو دنیوی بدلہ ہو گیا اور سی کی آخری قسط وہ ہوگی جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت کے قریب نزول فرمائیں گے تو دجال کو ویرہود کو قتل کریں گے اور دنیا میں عدل و انصاف قائم کریں گے اور اللہ کی طرف سے امامت و قیادت کی عزت عطا کی جائے گی تو اس طرح مدائن لے حضرت عیسیٰؑ کی عزت و سرمندی ظاہر فرمائے گا۔ اور قیامت

اور ایک وہ ہے جو تیرے اور میرے دو مہرے تمام بندوں کے درمیان ہے۔

جو چیز میرے واسطے ہے وہ یہ ہے کہ تو میرے ساتھ کسی چیز کو شریک مت کرنا۔ اور جو چیز تیری مجھ پر ہے وہ یہ ہے کہ جو بھی تو عین خیر کرے گا اس کی جز میرے ذمہ ہے اور جو چیز میرے اور تیرے درمیان ہے وہ یہ کہ تُو دعا کرے اور میں اس کو قبول کروں اور جو تیرے اور مخلوق کے درمیان ہے وہ یہ کہ تو ان کے واسطے وہی چیز پسند کر جو اپنے واسطے پسند کرتا ہے۔ نعمان بن بشیرؓ کی حدیث میں ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِنَّ الدَّعَاءَ هُوَ الْعِبَادَةُ یعنی دعا عبادت ہی ہے۔ اس وجہ سے دعا کے مضمون کو اِنَّ الدِّينَ يَكُنُّ لِبَرٍّ عَنِ عِبَادَتِي پر مکمل فرمایا۔ اور اس سے ظاہر ہوا کہ استکبار عَنِ عِبَادَةِ جیسے کفر و مافرائی ہے اسی طرح دعا سے اعراض و بے خی کرنا بھی اسی کا مصداق ہے حدیث میں ہے آنحضرتؐ نے فرمایا جو شخص دعا نہیں کرتا خدا اس پر ناراض ہوتا ہے۔

دُعا اور دعا کی قبولیت کی تفصیل آیت وَ اِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَاِنِّي اجِبُكَ ہے۔ مراجعت فرمائی جائے۔

دُعا کی حکمت اور اُس کی قبولیت اور عدم قبولیت کا راز

بارگاہ خداوندی میں انسان کے لیے سب سے بڑی عزت و عظمت اور قرب کا عمل دُعا ہے۔ کیونکہ دعا عبادت کا مظہر تم ہے۔ اور حق تعالیٰ نے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر سرمد کا ذکر فرمایا تو عنوان السَّيْحَةِ السَّوْرِيَّةِ عَبْدِيًّا لَيْسَ فِيَّ مِنْ عَمَلِكَ لَفْظ اختیار فرمایا۔ امرام چونکہ سب سے زیادہ عظمت و بلندی کا واقعہ تھا تو اس کو وصف عبادت سے ذکر کر کے اشارہ فرما دیا گیا کہ عبادت ہی تو وہ وصف ہے جو ان عظمتوں کا باعث بنا اور ظاہر ہے کہ دعا میں یہ جملہ باتیں موجود ہیں۔ دعا کرنے والا مجز و تواضع کا بھی رنگ رکھتا ہوگا۔ دعا کرنے والا اپنے احتیاج کا بھی یقیناً تصور رکھتا ہے۔ ساتھ ہی رب عزت کی عظمت و کبریائی کا اعتقاد بھی قلب میں درخ اور تازہ ہوگا۔ اور اس اجتماع میں پروردگار عام کا تعلق و رنج نہ محبت بھی حاصل ہوگا۔ اسی وجہ سے دعا مانگنے والا بندہ خدا کے نزدیک بڑی عزت کا مستحق ہوتا ہے۔ اور اللہ کو اپنے بندہ کے مانگنے سے خوشی ہوتی ہے اور دعا نہ کرنا ایک قسم کا استغناء و کبر ہے جو اللہ کو ہرگز پسند نہیں تو اس وجہ سے جو شخص دعا نہیں مانگتا خدا اس سے ناراض ہوتا ہے جیسا کہ حدیث میں وارد ہے مخلوق کے سامنے اپنی حاجت پیش کرن اور مانگنا ذلت ہے۔ لیکن خالق کے سامنے اپنی حاجت کو پیش کرنا اور اس سے مانگنا عزت کا ذریعہ ہے۔

یہ دنیا عالم اسباب ہے۔ در بندہ طرح طرح کی حاجتوں میں جکڑا ہوا ہے۔ انسان اپنی حوائج کی تکمیل کے لیے مادی اسباب بہتیا کرنے کا مکلف ہے۔ لیکن مادی اسباب کی کامیابی اسی پروردگار

کے قبضہ قدرت میں ہے۔ اس لیے انسان کو صرف مادی اسباب پر بھروسہ اور اعتقاد درست نہیں۔ باوجود اسباب ظاہرہ کے دعا کی طرف متوجہ ہونا چاہیے۔ تاکہ ظاہری اسباب کو بہ باطنی سبب کامیابی اور تکمیل کے مرحلے تک پہنچا سکے۔ جو لوگ صرف ظاہری اسباب کو کافی سمجھ کر دعا اور توجہ لی لے لے اور تفرغ کو (العیاذ باللہ) بیکار سمجھتے ہیں وہ یقیناً عقل و دانش سے بعید ہیں۔ کیا دن رست کا یہ مشاہدہ نہیں کہ تاجر بازار میں دکان بھی لگاتا ہے۔ ماں بھی رکھتا ہے اور جس قدر تدا بیر ممکن ہیں، نہیں بروئے کار بھی لاتا ہے لیکن بہت سے ہنرمند تاجر نامی اور خسارہ میں پڑتے ہیں اور بہت سے جو اس طرح کی تدا بیر نہیں کرتے نفع اور کامیابی کی دم دکان سے بڑھ کر منزلیں طے کرتے ہیں یہ مشاہدات اس امر کا ثبوت ہیں کہ ہر مقصد کی کامیابی کے لیے صرف ظاہری وسائل و اسباب کافی نہیں۔ یہ سب کچھ اللہ کے فضل اور رحمت پر موقوف ہے اس لیے ضروری ہے کہ سی سے مانگا جائے حضرت حکیم الامتہ قدس سرہ کے ایک ملفوظ میں ہے۔

جاننا چاہیے کہ یہ عالم عالم اسباب سے اور بندہ عاجز و ناتوان ہے بلکہ ہر اس بندہ کو چاہیے کہ وہ دو بھی کرے اور دعا بھی کرے۔ دو ظاہری سبب ہے اور دعا باطنی سبب ہے۔ جو لوگ جدید تعلیم کی وجہ سے طبعیات میں غور رکھتے ہیں۔ ظاہر پرستی کی وجہ سے خفی اور معنوی اسباب تک ان کی نظر کی رسائی نہیں۔ ایسے لوگ دعا کو بیکار سمجھتے ہیں اور تمام آثار کو اسباب طبعیہ میں منحصر جلاتے ہیں۔ ان آزاد منشوں نے اپنے گمان میں ایک قانون قدرت تجویز کر رکھا ہے اور اس کو بننے میں تو اللہ کے ماتحت مانتے ہیں مگر چلنے میں اس کا محتاج نہیں مانتے بلکہ نعوذ باللہ خود واجب الوجود کو اس کا تابع سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس عالم کو خاص انتظام پر پیدا تو کر دیا لیکن وہ اب اس طرح خود بخود چل رہا ہے اس میں تغیر و تبدل نہیں ہو سکتا جیسے گھڑی چابی دینے میں تو دوسرے کی محتاج ہے مگر اس کے بعد خود بخود چلتی رہتی ہے گو یا کہ اب اللہ تعالیٰ کو بھی تغیر و تبدل کا اختیار نہیں اس عقیدہ سے اللہ تعالیٰ کا اضطرار اور عجز لازم آتا ہے۔ اور یہ لازم آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مشیت اور اختیار سے خالی اور عاری ہے۔ جیسے فلاسفہ یونان کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ معنی واجب الوجود حادث عالم کی علت موجبہ اضطراریہ ہے۔ فلاسفہ یونان ہری تعالیٰ کے لیے اختیار اور ارادہ اور مشیت کے قائل نہیں اور اہل حق کا مذہب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فاعل با اختیار ہے ہر چیز کا وجود و بقا اس کی تاثیر اس کے ارادہ اور مشیت پر موقوف ہے (انہی کا مراد)۔

انسان بعض مرتبہ یہ دیکھتا ہے کہ اس کی دعا قبول نہیں ہو رہی ہے تو اس کو یہ گمان نہ رکھنا چاہیے کہ اسْتَجِبْ کَلْمُکَ و مدۃ الہی پورا نہیں ہو رہا ہے۔ بلکہ یہ سمجھنا چاہیے کہ ممکن ہے کہ میری دعا میں صرف ظاہری الفاظ ہوں۔ دعا کی روح اور حقیقت جو تفرغ اور زاری ہے وہ اس میں نہ ہوگی۔ اور دعا میں جب روح ہی نہیں تو اس میں کیا اثر ہوگا۔

یہ بھی ممکن ہے کہ جو دعا اس نے مانگی ہے وہ اللہ کے نزدیک خود اس کے لیے بہتر نہ ہو۔ انسان کا علم ہی قاصر ہے۔ اور فہم بھی ناقص۔ حکم الٰہی مکین ہی علام الغیوب ہے وہ بندہ کی مصحتوں کو جانتا ہے تو بسا اوقات

بندہ خود مانگتا ہے وہ خود اس کے واسطے سفر ہوتی ہے تو خدا کی رحمت یہی ہوتی ہے کہ اس دعا کی قبولیت نہ ہو۔

یہ بھی ممکن ہے کہ آداب دعا کی رعایت نہ کی ہو اس وجہ سے قبول نہیں ہو رہی ہے۔
یہ بھی ممکن ہے کہ شرائط دعا کی رعایت نہ کی ہو تو اثر ظاہر نہ ہو رہا ہو یہ بھی ممکن ہے کہ اس شخص کا کھانا پینا لباس وغیرہ سب کچھ حرم ہو تو ایسی صورت میں ظاہر ہے کہ دعا کیسے قبول ہوگی۔ جیسے کہ حدیث میں ہے ایک شخص پر آگندہ حار طویل سفر طے کرتے ہوئے دعا کرتا ہے اور حال یہ ہے کہ ملبس حرم و مشربہ حرم و عدى بالحرام دانی یستحب لعی اس کا لباس حرام اس کا کھانا پینا ہی حرم و اغرض اس کی غذا ہی حرام ہے تو پھر ایسی صورت میں کہاں اس کی دعا قبول ہوگی۔

اللَّهُ الَّذِي جَعَلَ لَكُمْ الَّيْلَ

اللہ ہے جس نے بنا دی تم کو رات

لَتَسْكُنُوا فِيهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا إِنَّ اللَّهَ لَذُو

کر اس میں چین پکڑد اور دن دیا دکھاتا۔ اللہ تو فضل رکھتا

فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا

ہے لوگوں پر، لیکن بہت لوگ حق نہیں

يَشْكُرُونَ ﴿٦١﴾ ذِكْرُ اللَّهِ رَبُّكُمْ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ

سنتے وہ اللہ ہے رب تمہارا ہر چیز بنانے والا

لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ فَآتَى تَوْفِكُونَ ﴿٦٢﴾ كَذَلِكَ يُؤْفَكُ

کسی کی بندگی میں لکے سوا، پھر کہاں پھرے جاتے ہو۔ اسی طرح پھرے جاتے

الَّذِينَ كَانُوا بِآيَاتِ اللَّهِ يَجْحَدُونَ ﴿٦٣﴾ اللَّهُ الَّذِي

ہیں جو لوگ رہتے ہیں اللہ کی باتوں سے منکر ہوتے۔ اللہ ہے جس

جَعَلَ لَكُمْ الْأَرْضَ قَرَارًا وَالسَّمَاءَ بِنَاءً

نے بنا دی تم کو زمین ٹھہراؤ، اور آسمان عمارت

وَصَوَّرَكُمْ فَأَحْسَنَ صُوَرَكُمْ وَرَزَقَكُمْ مِنَ

اور تم کو صورت بنائی پھر چھی بنائیں صورتیں تمہاری ۔ اور روزی دی تم کو

الطَّيِّبَاتِ ذَلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ فَتَبَرَّكُ اللَّهُ رَبُّ

سُخْرٰی چیزوں سے ، وہ اللہ ہے رب تمہارا ۔ سو بڑی برکت ہے اللہ کی جو رب

الْعَلَمِينَ ﴿٦٣﴾ هُوَ الْحَيُّ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ فَادْعُوهُ

ہے سارے جہان کا ۔ وہ ہے زندہ رہنے والا ، کس کی زندگی نہیں اسکے سوا ، سو اسکو پکارو

مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ط أَحْمَدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَلَمِينَ ﴿٦٤﴾

زی کر کر س کی بندگی ۔ سب خوبی اللہ کو جو رب ہے سارے جہان کا ۔

قُلْ إِنِّي نُهَيْتُ أَنْ أَعْبُدَ الَّذِينَ تَدْعُونَ

تو کہہ مجھ کو منع ہوا کہ پوچھوں جن کو تم پکارتے ہو

مِنْ دُونِ اللَّهِ لَمَّا جَاءَنِي الْبَيِّنَاتُ مِنْ رَبِّي نُو

سوا اللہ کے ۔ جب پہنچ چکیں مجھ کو کھلی نشانیاں میرے رب سے

أُمِرْتُ أَنْ أَسْلِمَ لِرَبِّ الْعَلَمِينَ ﴿٦٥﴾ هُوَ الَّذِي

علم ہوا کہ تابع رہوں جہان کے صاحب کا ۔ وہی ہے جس

خَلَقَكُمْ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نَطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ

نے بنایا تم کو خاک سے ۔ پھر پانی کی بوند سے ، پھر ابو

عَلَقَةٍ ثُمَّ يُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوا أَشَدَّكُمْ ثُمَّ

کی پھٹکی سے ، پھر تم کو نکالتا ہے رڑکے ، پھر جب تک پہنچو اپنے زور کو ، پھر

لِتَكُونُوا شِوْخًا وَمِنْكُمْ مَنْ يُتَوَفَّى مِنْ قَبْلُ

جب تک ہو جاؤ بوڑھے ۔ اور کوئی ہے تم میں کہ بھر لیا پہلے اس سے

وَلِتَبْلُغُوا أَجَلًا مُّسَمًّى وَتَعْلَمُوا تَعْقِلُونَ ﴿۶۷﴾ هُوَ

اور جب تک پہنچو لکھے وعدے کو، اور شاید تم پر جھوٹا ہو

الَّذِي يُحْيِي وَيُمِيتُ فَإِذَا قَضَىٰ أَمْرًا فَإِنَّمَا يَقُولُ

ہے جو جلاتا ہے اور مارتا ہے۔ پھر جب حکم کرے کسی کام کو، تو یہی کہے اس کو

لَهُ كُنْ فَيَكُونُ ﴿۶۸﴾

کہ ہو، وہ ہو جاتا ہے۔

بیان انعامات خدائی و ذکر دلائل قدرت و اسباب معرفت

قَالَ اللَّهُ تَعَالَىٰ - اللَّهُ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْآيَاتِ ... الخ ... كُنْ فَيَكُونُ

(ربط، گزشتہ آیات میں حق تعالیٰ شانہ نے اپنے نبیاء اور اہل ایمان کی نعمت و کامیابی کا تذکرہ بیان کرتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بشارت دی تھی اور ساتھ ہی ساتھ تسلی بھی کی تھی۔ اور مبرہہ منقبت کی تلقین فرمائی۔ اب ان آیات میں اپنے انعامات عامہ اور خاصہ کا ذکر فرمایا۔ تاکہ ان سے اللہ کی معرفت حاصل ہو۔ اس کی قدرت کا طرہ پر ایمان لایا جائے تو فرمایا۔ اللہ ہی ہے جس نے تمہارے آلام کے لیے راستہ بنائی تاکہ تم اس میں سکون حاصل کرو۔ اور اس نے دن کو روشن بنایا تاکہ تم اس کی روشنی میں اپنے کاروبار انجام دے سکو بے تکلف چل پھر کر کسب معاش کرو۔ بیشک اللہ تعالیٰ بڑے نفع و انعام والا ہے گوگل پر کہ ان کے مصدح کی کیسی رعایت فرمائی۔ ان کی راحت اور کسب معاش کے کیسے اسباب پیدا فرمائے۔ لیکن اکثر لوگ ان نعمتوں کا شکر نہیں کرتے۔ ان انعامات کا تقاضا تو یہ تھا کہ خداوند عام کی عبادت کرتے۔ اس کی غفلت و محنت قلب میں ہوتی۔ اور اس کی نافرمانی پر اس کے قہر و غضب اور ناراضگی سے ڈرتے۔ مگر کثر لوگ نہ باتیں سمجھتے ہیں اور نہ سوچتے ہیں۔ حالانکہ یہ باتیں روز روشن کی طرح واضح ہیں کیونکہ اللہ تو ہر چیز کا پید کرنے والا ہے۔ جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ تو پھر اے لوگو! بعد اس کے کہ خدا کی خالقیت توحید اور ابدیت ظاہر ہے تم کہاں اُسے پاؤں شرک ہی کی طرف مڑے جا رہے ہو اور مگر اسی کے بیا بانوں میں جھٹک رہے ہو۔ اے مخاطبین یہ بات آج تمہاری کوئی نئی بات نہیں ہے۔ اسی طرح وہ لوگ بھی جھٹکتے رہے جو اللہ کی نشانیوں کا انکار کرتے تھے۔ خود وہ نشانائے تکریم ہوں یاد وہ دلائل و احکام ہوں جو اللہ نے نازل کیے۔ آپ کو ایسی باتوں پر صدمہ اور فکر نہ کرنا چاہیے۔ کیونکہ وہ اللہ ہی ہے جس نے اے انسانو!

تمہارے واسطے زمین کو قرار کی جگہ بنایا اور آسمان کو چھت کی طرح بنایا۔ اور تمہارا نقشہ بنایا۔ اور بہترین نقشہ بنایا کہ اس طرح کی خونی جسم کی ساخت اور اعضا کا تناسب کسی بھی حیوان میں نہیں رکھا گیا۔ جیسا انسان میں رکھا چنانچہ ارشاد ہے۔ لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ اور تم کو عمدہ عمدہ پاکیزہ کھانے دیئے۔ لے لو گواہیں یہی تو ہے وہ خدا جو تمہارا رب اور معبود ہے جس نے تم کو بہترین شکل میں پیدا کیا۔ اور عمدہ عمدہ غذا میں در نعمتیں کھانے کو دیں۔ سو بہت ہی عظیم برکت اور بزرگی والا ہے وہ اللہ جو رب ہے سارے جہانوں کا۔ وہی حقیقی لایعونیت ہے ازل اور ہدی ہے کہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ جس کے مواہرگز کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ سو تم صرف اسی کو پکارو۔ اسی کی عبادت کرو۔ اسی کے واسطے اپنے حقائق داخل کرتے ہوئے۔ بے شک سب خوبیاں اسی اللہ کے لیے ہیں جو رب ہے تمام جہانوں کا۔ جب اللہ رب عزت کی قدرت خالقیت اور اویہیت وحدیت سب کچھ ظاہر اور ثابت ہے تو آپ کہہ دیجئے ان مشرکین کو سنانے کے لیے اور شرک سے بیزاری و نفرت کا اعلان کرتے ہوئے بیشک میں تو منع کیا گیا ہوں اس چیز سے کہ میں عبادت کروں خدا کو چھوڑ کر ان معبودوں کی جن کی تم عبادت کرتے ہو خدا کو چھوڑ کر جب کہ میرے پاس میرے رب کی طرف سے نشانیاں آچکیں اور ایسے دلائل و شواہد جو عقل بھی میں اور نقلی بھی۔ اور مجھ کو تو بس یہی حکم ہے کہ میں اسی اللہ کے سامنے سر جھکاؤں جو رب العالمین ہے۔

۷ لوگو! عجیب بات ہے کیا نہیں خبر نہیں۔ وہی تو ہے جس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا کہ تمہارے باپ آدم مٹی سے پیدا کیے گئے۔ پھر آئندہ ان کا سلسلہ نسل اس طرح قائم کیا کہ تم کو نطفہ سے پھر خون کے لوتھڑے سے پھر تم کو بعد اس کے بغور حمل ماں کے رحم میں تخلیق و تقویری مراحل مکمل ہو گئے ہوں نکالنا ہے ماں کے پیٹ سے بچہ کی شکل میں پھر تم کو زندگی دیتا ہے تا آنکہ تم اپنی جوانی کو پہنچ جاؤ۔ پھر اور بھی مزید حیات عطا کرتا ہے یہاں تک کہ تم بوڑھے ہو جاؤ۔ اور بعض تم میں سے وہ ہوتا ہے جو اس سے پہلے مر جائے۔ جو بی با بڑھاپے کی نوبت ہی نہ آئے غرض یہ سب کا حال علیحدہ علیحدہ ہے کوئی بوڑھا ہو اور کوئی نہیں۔ کوئی جوان ہوا۔ اور کوئی اس سے پہلے ہی مر گیا اور یہ سارا تقدیری نظام اس وجہ ہے کہ تم پہنچ جاؤ اس وقت پر جو مقرر و متعین کر دیا گیا ہے تو جو وقت جس انسان کا تقدیر خداوندی سے ملے ہو چکا ہوتا ہے وہ اسی وقت تک پہنچتا ہے۔ کوئی طاقت اس وقت کو آگے پیچھے نہیں کر سکتی۔ اور یہ سب کچھ اس لیے کیا ہے۔ تاکہ تم لوگ ان احوال میں فوراً کر کے سمجھ جاؤ کہ دراصل وہی ایک ذات موت و حیات کی مالک ہے اور وہی عبادت کے لائق ہے۔ وہی جلاتا ہے وہی مارتا ہے۔ بس وہ جس بھی کام کا ارادہ کرتا ہے۔ اس کے لیے کہہ دیتا ہے کن (ہو جا) تو بس وہ ہو جاتا ہے۔ خواہ وہ کوئی چیز دفعہ پیدا کرنا چاہے یا بندہ یسج جیسے بھی اس کی حکمت و مشیت ہو۔ اس کے مطابق وہ چیز ہو جاتی ہے۔ ان آیات میں حق تعالیٰ نے اپنے انعامات کے ذکر میں راست بنانے کی حکمت سکون کو بیان فرمایا کہ بندے دن کے وقت محنت اور نقل و حرکت کی مشقتوں کے بعد راست کی تاریکی اور خاموشی میں سکون و راحت حاصل کریں اور اس سکون

کے بعد پھر دن کی روشنی میں اپنے مشاغل انجام دیں۔ دن کی روشنی بھی کتنا عظیم انعام ہے ظاہر ہے کہ کاروباری مصروفیت اور مشاغل حیات کی تکمیل بغیر روشنی کے کیسے ممکن ہوتی۔ اللہ تعالیٰ نے کتنا اندام فرمایا کہ دن کو روشن کر دیں۔ تو تکمیل مشاغل کے لیے جس چیز کی سب سے زیادہ حاجت تھی اللہ نے وہ عطا کر دی۔ اور راحت و سکون جس کے بغیر زندگی کا نظام قائم نہیں رہ سکتا تھا وہ بھی رات کی تاریکی میں عطا فرمادیا پھر آسمان کتنی عظیم مخلوق ہے۔ اس سے متعلق چاند سورج اور ستاروں کی کیسی عجیب اور عظیم شان ہے کس قدر فوائد و منافع انسانی حیات کے ان سے متعلق ہیں۔ ان تمام دلائل سے صرف نظر کسی بھی صاحب عقل انسان سے ممکن نہیں۔ نیز خود انسان کا وجود اس کی شکل و صورت کی خوبی و اس کی خصوصیات و کمالات کتنے بلند پایہ دلائل ہیں پھر موت و حیات اور مدت حیات، لوازم حیات، غرض سب چیز کا تنہا وہی پروردگار مالک و خالق ہے جب ان تمام چیزوں میں کوئی اس کا شریک نہیں تو پھر انسان کو یہ بات کیسے زیب دیتی ہے کہ وہ اس کی الوہیت میں کسی کو شریک کرے۔ انسان نہ اللہ کی قدرت کا انکار کر سکتا ہے نہ اس کی الوہیت و وحدانیت کا۔ ان حوالہ کے پیش نظر انسان کی یہ بڑی ہی بدنصیبی اور حماقت ہوگی کہ خالق کائنات اور قادر مطلق کی عبادت نہ کرے اور اس پر ایمان نہ لائے۔ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ قَادِرٌ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ لَّهُ الْمَدِينُ کی تفسیر میں ابن جریر سے منقول ہے فرمایا حضرات سلف کہ ایک جماعت یہ کہا کرتی تھی کہ جو شخص لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہے اس کو چاہیے کہ اس کے بعد الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ بھی کہہ دیا کرے تاکہ اس آیت مبارکہ پر عمل ہو جائے۔ بروایت اعشٰیؒ مجاہدؒ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے بھی یہی نقل فرمایا کرتے تھے۔ عبد اللہ بن ابی ہریرہؓ رضی اللہ عنہ کا یہ معمول تھا کہ ہر نماز کا سلام پھیرنے کے بعد یہ کلمات پڑھا کرتے۔

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، اللَّهُ أَمْلَأَ قُلُوبَنَا وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ، وَلَا نَعْبُدُ إِلَّا بِاللَّهِ، وَلَا نَعْبُدُ إِلَّا يَا هُوَ، لَهُ الْيُغْنِيهِ، وَلَهُ الْفُضْلُ، وَلَهُ الشَّانُ، الْحَسَنُ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، اللَّهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ وَكَوْنُ كَبِيرَةٍ الْكَافِرُونَ۔

اور یہ بیان کیا کرتے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی یہ کلمات ہر نماز کے بعد پڑھا کرتے تھے۔ (صحیح مسلم۔ نسائی تفسیر ابن کثیر جلد ۴، ۵)۔

أَكْمَ تَرَّ إِلَى الَّذِينَ يُجَادِلُونَ فِي

ترے نہ دیکھے؟ جو جھگڑتے ہیں اللہ

آیت اللہؑ اَنِّي يَصْرَفُونَ ۞ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِالْكِتَابِ

کے ہاتھوں میں کہاں سے پھر سے جلتے ہیں؟ جنہوں نے جھٹلائی یہ کتاب

وَبِمَا أَرْسَلْنَا بِهِ رُسُلَنَا تَفَسَّوْا فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ ﴿٤٠﴾

اور جو بھیجا ہم نے اپنے رسولوں کے ساتھ، سو آخر جان لیں گے۔

إِذَا الْأَغْصَانُ فِي أَعْنَاقِهِمْ وَالسَّلَاسِلُ يُسْحَبُونَ ﴿٤١﴾

جب طوق پڑے ہیں ان کی گردنوں میں، اور زنجیریں، گھسیٹے جاتے ہیں۔

فِي الْحَمِيمِ ﴿٤٢﴾ ثُمَّ فِي النَّارِ يُسْجَرُونَ ﴿٤٣﴾ ثُمَّ قِيلَ

جلتے پانی میں، پھر آگ میں ان کو جھونکتے ہیں، پھر ان کو کہا ہے کہ

لَهُمْ آيِنٌ مَّا كُنْتُمْ تُشْرِكُونَ ﴿٤٤﴾ مَن دُونَ اللَّهِ

کہاں گئے جن کو شریک بتاتے تھے؟ اللہ کے سوا۔

قَالُوا ضَلُّوا عَنَّا بَل لَّمْ نَكُنْ نَدْعُوا مِنْ قَبْلُ

لوے ہم سے جو کہ گئے، کوئی نہیں ہم تو پکارتے نہ تھے پہلے

شَيْئًا كَذَلِكَ يُضِلُّ اللَّهُ الْكَافِرِينَ ﴿٤٥﴾ ذَلِكُمْ بِمَا

کسی چیز کو، اسی طرح بھلانا ہے کہ منکروں کو، یہ بدلہ اس کا

كُنْتُمْ تَفْرَحُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ

جو تم ریختے پھرتے تھے زمین میں ناحق، اور اس کا جو تم

تَمْرَحُونَ ﴿٤٦﴾ ادْخُلُوا أَبْوَابَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا

اتراتے تھے، پیٹھ دروازوں میں دوزخ کے، سدا رہنے کو اس میں

فَبِئْسَ مَثْوًى الْمُتَكَبِّرِينَ ﴿٤٧﴾ فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ

سو کیا بد ٹھکانا ہے غرور والوں کا، سو تو ٹھہرا رہ، بے شک وعدہ اللہ

حَقٌّ فَاِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِي نَعِدُهُمْ أَوْ

کا ٹھیک ہے، پھر اگر نبھی ہم دکھا دیں تجھ کو کوئی وعدہ جو انکو دیتے ہیں یا

نَتَوَفِّيَنَّكَ فَإِلَيْنَا يَرْجِعُونَ ﴿۷۷﴾ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا

بھر لیں تجھ کو ۔ پھر ہماری طرف پھرے دیں گے ۔ در ہم نے بھیجے ہیں بہت رسول

مِّنْ قَبْلِكَ مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ

تجھ سے پہلے ۔ کوئی ان میں ہیں کہ سنایا تجھ کو ان کا احوال ، اور کوئی ہیں

مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ وَمَا كَانَ لِرَسُولٍ أَنْ

کہ نہیں سنایا ۔ اور کسی رسول کو مقدور نہ تھا ، کہ

يَأْتِيَ بِآيَةٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ فَإِذَا جَاءَ أَمْرُ اللَّهِ

لے آتا کوئی نشانی ، مگر اللہ کے حکم سے ۔ پھر جب آیا حکم اللہ کا ،

قُضِيَ بِالْحَقِّ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْمُبْطِلُونَ ﴿۷۸﴾

فیصلہ ہو گیا انصاف سے ، اور ٹوٹے میں آئے اس جگہ جھوٹے ۔

حیرتِ استعجابِ جدالِ مجاہدینِ مکذبین و عید از عذابِ آخرت

قال الله تعالى: أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ يُجَادِلُونَ . . . الخ . . . وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْمُبْطِلُونَ .

اربط ، آیات سابقہ میں حق تعالیٰ نے اپنے انعامات اور دلائلِ قدرت کا ذکر فرما کر کفر و کفرانِ مانی اور شرک پر وعید و تنبیہ فرمائی تھی اور یہ کہ انسان کی فطرت ، سی کا تقاضا کرتی ہے کہ خدائے وحدہ لا شریک پر ایمان لائے ، اب ان آیات میں جدال و خصومت کرنے والے مکذبین پر تعجب و حیرت کا اظہار فرمایا جارہا ہے اور بتایا جا رہا ہے ۔ ارشاد فرمایا : کیا نہیں دیکھا آپ نے ان لوگوں کا حال جو اللہ کی آیتوں میں جھگڑتے ہیں ۔ عجیب بات ہے یہ کہاں جھٹک رہے ہیں بے شک جس لوگوں نے اس کتاب یعنی قرآن کریم کو جھٹلایا اور اس چیز کو بھی جھٹلایا جو ہم نے اپنے پیغمبروں کو دے کر بھیجا تھا ۔ جن میں حکامِ خداوندی تھے ۔ معجزات و دلائل تھے ۔ سو عنقریب ہی یہ لوگ جان لیں گے ، بہر حال قیامت آئے گی اور اس کا ناقرب ہی ہے کیونکہ نبی آخر الزمان کی بعثت ہی قرب قیامت کی علامت ہے تو یہ خوب جان میں لے لیں ۔ جب کہ طوق ان کی گردنوں میں ہوں گے ، درز بھریں ہوں گی کہ جس میں یہ جکڑے ہوں گے ، اور اس حال میں

گھسیٹے جارہے ہوں گے کھولتے ہوئے پانی میں۔ پھر جہنم میں جھونک دیئے جائیں گے پھر ان سے کہا جائے گا کہاں ہیں وہ تمہارے معبود جن کو تم شریک کرتے تھے عبادت والو ہیبت میں خدا کو چھوڑ کر۔ اس کے جواب میں یہ لوگ کہیں گے وہ تو سب غائب ہو گئے بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ ہم تو اس سے پہلے بھی ان میں سے کسی کو نہیں بدبختے تھے۔ کیونکہ ہم جانتے تھے یہ معبود بے جان اور بے حقیقت ہیں۔ ان میں نہ کوئی قدرت اور نہ طاقت و اختیار یہ تو محض ہماری طرف سے ایک عناد تھا دین حق سے اور محض اپنے آباؤ اجداد کے رسم و رواج کی پیروی تھی۔ اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اسی طرح بھٹکا تا ہے کافروں کو کہ جس چیز کو وہ خود اپنی عقل و دانش سے ناشی سمجھ رہے ہیں اسی کو اپنا معبود بنا لے ہوئے ہیں۔ یہ سزا سے کافروں کو اس وجہ سے ہے کہ تم دنیا میں خوش رہتے تھے ناحق کہ ایسے باطل عقیدے اور غلط اعمال کو اچھا سمجھتے تھے اور اس پر خوش ہوتے۔ اور اس وجہ سے کہ تم اترا یا کرتے تھے۔ کہا جائے گا جہنم کے دروازوں میں گھسو۔ در آنحالیکہ ہمیشہ اسی میں رہنے والے ہو گے۔ سو وہ حکمرین کا بہت ہی بڑا ٹھکانہ ہے۔ اور اسے ہمارے پیغمبر جب آپ کے علم میں یہ آگیا کہ یہ مجرمین و منکرین اللہ کے عذاب سے نہیں بچ سکتے تو اب ان کافروں کی ایذاؤں اور ان کے طرز عمل پر نہ زیادہ رنجیدہ ہو جینے اور نہ کسی قسم کا ٹکر و تشویش کیجئے پس آپ صبر کیجئے بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے وہ یقیناً پورا ہو کر رہے گا۔ پھر جس عذاب کا ہم وعدہ کر رہے ہیں تو اس میں سے کچھ آپ کو دکھلا دیں یا آپ کو اس سے قبل ہم دفات دے دیں۔ دونوں صورتوں میں کوئی فرق نہیں۔ لیکن ہر کیف وہ ہماری طرف لوٹائے جائیں گے اس لیے اگر آپ کی حیات میں عذاب نازل نہ ہو تو تب بھی وہ آخرت کے عذاب سے نہیں بچ سکیں گے۔ اور اگر آپ کی حیات میں عذاب نازل ہو گیا تو یہ عذاب ان کو آخرت کے عذاب سے نہیں بچا سکے گا اس لیے کہ اصل عذاب تو وہی ہو گا جو ہماری طرف لوٹا دیئے جانے کے بعد ہو گا۔ اور یہ بات آپ پیش نظر رکھیے کہ ہم نے آپ سے پہلے بہت سے پیغمبر بھیجے جن میں سے بعض تو وہ تھے کہ جن کا قصہ ہم نے آپ کو سنایا خواہ اجمالاً یا تفصیلاً اور بعض وہ تھے کہ جن کا ہم نے آپ کو کوئی ذکر نہیں سنایا اور کسی رسول کے لیے یہ ممکن نہ تھا کہ وہ کوئی نشانی لے آئے بغیر اللہ کے حکم اور اس کی مرضی کے اور اس طرح وہ ایسے معجزات و نشانیاں ظاہر کرنے لگے جو اس پیغمبر کی اُمت چاہتی اور مطالبہ کرتی۔ تو اسی طرح یہ کفار مکہ آپ سے کچھ مخصوص نشانیاں در معجزات طلب کر رہے ہیں اور وہ اللہ کی حکمت و مشیت کے لحاظ سے آپ کو نہیں دی جائیں تو آپ اس پر کوئی غم اور صدمہ نہ کیجئے۔ اللہ اپنی حکمت سے جب کوئی چیز چاہے گا ظاہر کر دے گا۔ ابھی

علہ فرح کا ترجمہ خوشی کیا گیا اور مرح کا ترجمہ اترانا۔ کیونکہ وضع لفت کے لحاظ سے فرح کا تعلق قلب سے ہے اور اس کو خوشی کہا جاتا ہے اس کے بالمقابل مرح کا تعلق بدن سے ہے جس کو اترانا اور اکرنا کہا جاتا ہے جس کا اثر انسان کے بدن اور جان و حال پر نمایاں ہوتا ہے۔

صبر کریں۔ پھر جب اللہ کا حکم آجائے گا نازل عذاب کا خواہ دنیا میں یا آخرت میں تو فیصلہ کر دیا جائے گا۔ ٹھیک ٹھیک اور اس وقت یہ باطل پرست خسارہ میں رہ جائیں گے۔ کیونکہ آخرت دار الجزا ہے۔ لہذا انسان نے دنیا میں جیسا عمل کیا اس کا بدلہ ویسا ہی ہوگا۔

تکذیب کتاب اور تکذیب رسول ہر ایک مستقلاً سبب عذاب ہے

آیت اَلَّذِیْنَ كَذَّبُوا بِآیَاتِنَا وَبِکِتَابِہِمْ وَبِعَاثِرِہُمْ رُسُلَنَا۔ میں بطریق عطف دو چیزوں کی تکذیب پر ان کذبین کی سزا بیان کی ہے کیونکہ جن مشرکین و کذبین کے پیش نظر یہ خطاب ہے وہ دونوں قسم کی تکذیب کے مرتکب تھے۔ ورنہ یہ مطلب نہیں کہ اگر دونوں کی تکذیب نہ ہو بلکہ ایک کی ہو تو پھر وہ معذب نہ ہوں گے بلکہ ہر ایک ان میں معذب اور مخلد ہونے کا سبب ہے۔ اور اس طرح کی مثالیں بکثرت کلام اللہ میں موجود ہیں۔ اور اہل سان کھے یہاں از روئے بلاغت یہ مفہوم معروف بھی ہے۔

عذاب جمیم و جمیم کی ترتیب اور حضرت تھانویؒ کی تحقیق اینق

اس سلسلہ عذاب میں یہاں ترتیب یہ ذکر کی گئی۔ یُسْحَبُونَ فِی الْحَمِیمِ۔ گھسیٹے جائیں گے کھوٹے ہوئے پانی میں ثُمَّ فِی النَّارِ یُنْجَحُونَ کہ پھر وہ جہنم میں جھونک دیئے جائیں گے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جہنم میں گھسیٹا جانا مقدم ہے اور اس کے بعد جہنم میں جھونکا جانا ہوگا تو بعض علماء مفسرین اسی کے پیش نظر اس بات کے قائل ہوئے کہ جمیم خلد جہنم ہے تو پہلے جمیم میں گھسیٹا جائے گا پھر جہنم میں داخل کیے جائیں گے اور ان حضرات نے سورۃ النصف کی آیت ثُمَّ اِنَّ مَرَجِعَهُمْ اِلَیَّ الْجَحِیمِ کو اسی پر محمول کیا کہ جمیم پلنے کے وقت ان کو جہنم سے باہر لایا جائے گا۔ اور جمیم پلنے کے بعد پھر جہنم کی طرف واپس لائے جائیں گے جیسا کہ لفظ مَرَجِعُهُمْ اس کا قرینہ ہے۔ لیکن بعض دیگر ائمہ اس کے قائل نہیں۔ ان کی نظر اس آیت پر ہے۔ خُذْذُوْهُمْ فَاَعْبَدُوْهُ اِلَیَّ سَوَآءٌ الْجَحِیمِ ثُمَّ صُوتُوا فَوْقَ رَاسِہَا مِنْ عَذَابِ جَحِیمٍ جس سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ عذاب جمیم دخول جہنم کے بعد ہے، اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ عذاب جمیم کے لیے جہنم سے باہر کسی جگہ جانا نہیں ہوگا بلکہ یہ جہنم ہی میں ہوگا کہ ان کے سروں پر یہ کھولتا ہو پانی ڈالا جائے گا حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے اس امر سے ان قول یا اس اشکال کو بیان فرما کر بڑی ہی لطیف تحقیق فرمائی۔ فرمایا خضر کہ آیات میں غور کرنے سے ظناً یہ معلوم ہوتا ہے کہ دونوں میں انواع انواع کے عذاب ہوں گے۔ کبھی کبھی کبھی کبھی۔ ان میں سے جمیم و جمیم بھی چھپس دونوں کا سلسلہ برابر جاری رہے گا پس ہر نوع باعتبار فرد کے دوسری نوع سے مقدم بھی ہے اور باعتبار دوسرے فرد کے اس سے مؤخر بھی ہے اور دونوں کا اطلاق

کبھی جہنم کے مقابل پر آئے ہیں یعنی جہنم کبھی جہنم سے عام مفہوم پر (جس میں دونوں داخل ہیں) کیونکہ جہنم کا جہنم ہونا خود اس نار کا اثر ہے پس اس کلابت عین مابست بالنار ہے تو سنی اول کے لحاظ سے جہنم کو خارج از جہنم کہہ سکتے ہیں اور معنی ثانی کے اعتبار سے عدم خروج من النار کا حکم صحیح رہتا ہے (تو جس آیت میں دغوب جہنم کے بعد عذاب جہنم کا ذکر ہے وہ اسی لحاظ سے ہے) اور اس تقریر پر تمام آیتیں جمع ہو گئیں (اور ہم ان میں کوئی تعارض نہ رہا)۔ در تاہم اس تقریر کی اس آیت سے ہوتی ہے **هَذِهِ كَهَيْئَةٍ تَنزِيٍّ يُكْذِبُ بِهَا الْمُجْرِمُونَ يَطُوفُونَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ حَمِيمٍ آتٍ** (وطواف اسی معنی کی تائید کرتا ہے کہ تقدیم و تاخیر ایک نوع عذاب کی دوسری نوع ہو گئی رہے گی) انتہی لازمہ بتوضیح یسیر۔

اللَّهُ الَّذِي جَعَلَ لَكُمْ الْأَنْعَامَ لِتَرْكَبُوا مِنْهَا وَمِنْهَا تَأْكُلُونَ ۝

لہ ہے جس نے بنا دیئے تم کو چوپائے ، تاکہ سواری کرو کہتوں پر ، اور کہتوں کو

تَأْكُلُونَ ۝ وَلَكُمْ فِيهَا مَنَافِعُ وَلِتَبْلُغُوا عَلَيْهَا حَاجَةً

کھاتے ہو ۔ اور ان میں تم کو بہت فائدے ہیں ، در تاہم پہنچو ان پر جڑھ کر

فِي صُدُورِكُمْ وَعَلَيْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُونَ ۝

کسی کام تک جو تمہارے دل میں ہو اور ان پر ، اور کشتی پر لدے پھرتے ہو ۔

وَيُرِيكُمْ آيَاتِهِ ۖ فَآيَ آيَاتِ اللَّهِ تُنْكِرُونَ ۝

اور دکھاتا ہے تم کو اپنی نشانیاں ، پھر کون کون نشانیاں اپنے رب کی نہ مانو گے ؟ کی

يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرُوا كَيْفَ كَانَ

پھرے نہیں ملک میں ؟ کہ دیکھتے آخر کیسا ہو

عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۖ كَانُوا أَكْثَرُ مِنْهُمْ

ان سے پہلوں کا ؟ وہ تھے ان سے زیادہ ۔

وَأَشَدَّ قُوَّةً وَآثَارًا فِي الْأَرْضِ فَمَا أَغْنَى عَنْهُمْ

اور زور میں سخت ، اور نشانوں میں جو چھوڑ گئے ہیں زمین پر پھر کام نہ آیا ان کو

مَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿۸۷﴾ فَلَمَّا جَاءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ

جو کما تے تھے ۔ پھر جب پہنچے ان پاس رسولوں ان کے

بِالْبَيِّنَاتِ فَرِحُوا بِمَا عِنْدَهُمْ مِنَ الْعِلْمِ وَحَاقَ

کھلی نشانیاں لے کر، ریختے گئے اس پر جو ان کے پاس تھی خبر، اور کسٹ پڑی

بِهِمْ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ ﴿۸۸﴾ فَلَمَّا رَأَوْا

ان پر جس چیز پر تھٹھا کرتے تھے ۔ پھر جب دیکھی ہوں

بِأَسْنَا قَالُوا آمَنَّا بِاللَّهِ وَحْدَهُ وَكَفَرْنَا بِمَا

نے ہماری آفت، بولے ہم یقین لائے اللہ اکیلے پر، اور چھوڑ دیں جو

كُنَّا بِهِ مُشْرِكِينَ ﴿۸۹﴾ فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ إِيمَانُهُمْ

چیزیں شریک بتاتے تھے ۔ پھر نہ ہوا کہ کام آئے ان کو یقین لانا ان کا

لَمَّا رَأَوْا بِأَسْنَا طَسَّتِ اللَّهُ الَّتِي قَدْ خَلَتْ فِي

جس وقت دیکھ چکے ہمارا غیب، رسم پڑی ہوئی اللہ کی، جو چلی آئی ہے اس کے

عِبَادِهِ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكَافِرُونَ ﴿۹۰﴾

بندوں میں اور خراب ہوئے اس جگہ منکر ۔

ذِكْرِ الْعَامَاتِ تَوْحِيدِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَتَهْدِيدِ مُنْكَرِينَ مُشْرِكِينَ

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى اللَّهُ الَّذِي جَعَلَ لَكُمْ الْأَنْعَامَ ... إِلَى ... وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكَافِرُونَ ۝

ربط (گزشتہ آیت میں سلسلہ مضمون توحید خداوندی تھا اور دلائل قدرت کے بیان کے ساتھ مجرمین کے انجام ہلاکت پر افسوس و ملامت کا اظہار ہے۔ اور یہ کہ خود مجرمین آخرت میں اپنے اعمال پر کس قدر پچھتائیں گے۔ آیات میں مزید انعامات خداوندی ذکر فرما کر مضمون توحید و منکرین و مشرکین

بحث ایمان بآں ایمان یأس

اب تو نہ بچھانے سے کوئی فائدہ اور نہ توبہ و معذرت سے کوئی ثمرہ مرتب ہوگا۔
فرعون نے عرق ہوتے وقت جب ایمان لانے چاہا تو اس کو دھتکار دیا گیا کہ اَلْاَشْنُ وَ قَدْ عَفِیْتَ
فَلَنْ وَ کُنْتَ مِنْ مَّفْسِدِیْنَ۔ کہ اب ایمان لانا ہے اور حال یہ کہ پہلے سے نافرمانی کرتا رہا اور موت کے
وقت یہی ایمان چونکہ ایمان بالغیب نہیں رہتا۔ اس لیے وہ بھی معتبر نہیں جیسے کہ ارشاد فرما دیا گیا۔ وَ لَیْسَ النَّبِیُّ
اَلَّذِیْنَ یَعْمَلُونَ السَّیِّئَاتِ حَتّٰی اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّیْ اٰتٰیْتُكَ الْاٰیٰتِیْنَ وَلَآ اَلَّذِیْنَ یُکْفَرُوْنَ
وَ هُمْ کُفَّارٌ (تفصیل سابق میں گذر چکی) حدیث میں ارشاد ہے فرمایا۔ اِنَّ اِلٰهًا تَعَالٰی یَقْبَلُ تَوْبَةَ الْعَبْدِ
مَالَمْ یَغْضَرْ غَضْرُکَ اللّٰہُ تَعَالٰی بِنَدَہِ کی توبہ اس وقت تک قبول کرتا ہے جب تک کہ مغرورہ یعنی نزع
کی حالت میں نہ آجائے تو حق تعالیٰ نے کافروں کی اس قدیم روش کا ذکر کرتے ہوئے نتیجہ یہ فیصلہ فرما دیا کہ
ایسا ایمان کسی درجہ میں بھی نفع بخش نہ ہوا اور منکرین و کافرین غائب و غاسر ہوئے۔

اللّٰہُمَّ احْفَظْنَا مِنَ الْخُسْرٰی وَ احْفَظْنَا مِنْ غَضَبِکَ وَ عَذَابِکَ تَوْفِنَا
مُسْلِمِیْنَ وَ اَلْحَقْنَا بِالْصَّالِحِیْنَ غَیْرِ خَدَیَا وَ لَا نَدَاحِیْ وَ لَا مَفْتَوْنِیْنَ۔ آمین یا رب
العالمین۔ ثم سورۃ المؤمن بفضل اللّٰہِ وَ تَوْفِیْقِہِ وَلِہِ الْحَمْدُ حَمْدًا کَثِیْرًا۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سُورَةُ حَمْدٍ سَجْدَةٍ

اسی کا نام سورہ فقلت بھی ہے۔ اسی کو بعض حضرات نے سورہ اصباح بھی کہا ہے باتفاق یمن
مفسرین کی سورت ہے جس میں ۵۴ آیات اور چھ رکوع ہیں سورہ مؤمن کے اکثر مضامین اثبات توحید و
دلائل قدرت اور اثبات قیامت پر مشتمل تھے۔ اس سورت کے مضامین کا حاصل زیادہ تر اثبات رسالت
ہے۔ اور ضمناً بعثت بعد الموت اور حشر و نشر کو بھی ثابت کیا گیا۔ بالخصوص قریش کے لوگ جو توحید خداوندی
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان لانے سے اعراض کرتے تھے ان پر وعید و تہدید بھی ہے۔
حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک روز قریش کے لوگ جمع ہوئے اور باہم
مشورہ کرتے ہوئے کہنے لگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہ یہوں نے ہمارے

درمیان تفریق ڈال دی۔ یہ ہمارے معبودوں کو بُرا بھلا کہتے ہیں ان کے پاس جا کر بات چیت کرنی چاہیے۔ دیکھیں کیا جواب دیتے ہیں۔ بابی مشورہ سے گفتگو کرنے کے لیے عتبہ بن ربیعہ کو متعین کیا گیا۔ کیونکہ وہ ان میں سب سے زیادہ فصیح و بلیغ اور علم و فہم والا شخص شمار کیا جاتا تھا۔ عتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اگر سلسلہ گفتگو اس طرح کیا۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! تم یہ بتاؤ کہ تم بہتر ہو یا عبد اللہ بہتر ہیں۔ آپ خاموش رہے پھر کہا آپ بہتر ہیں یا عبد المطلب۔ اس پر بھی خاموش رہے۔ اس کے بعد خود ہی کہنے لگا کہ اگر آپ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ لوگ آپ سے بہتر تھے اور آپ کے بزرگ تھے تو انہوں نے ان بتوں کی عبادت کی ہے جن کی تم بُری کرتے ہو، اور اگر تمہارا یہ خیال ہے کہ تم ان سے اچھے ہو تو پھر ہاتھ کو دتا کہ ہم سنیں کہ وہ کون سی باتیں ہیں جن کے باعث تم اپنے کو ان سے بہتر کہہ سکتے ہو۔ اور ہمارے معبودوں کی قسم آپ سے بڑھ کر ہم نے کسی شخص کو اپنی قوم اور قبیلہ میں تفرقہ ڈالنے والا نہیں دیکھا۔ تم نے ہمارے خاندانوں کو جدا جدا کر دیا۔ تم ہمارے معبودوں کی بُری کرتے ہو۔ ہمارے دین کو بُرا کہتے ہو۔ اور تم نے ہمیں تمام عرب میں ذلیل کیا یہاں تک کہ یہ بات پھیل چکی ہے کہ قریش میں ایک جادوگر پیدا ہوا ہے، ان میں ایک کا ہن ہے اب کیا اس بات کا انتظار ہے کہ ہماری قوم میں ایک آواز بلند ہو اور پھر ایک دوسرے کے با مقابل کولہ لے کر میدان میں نکل آئے۔ اے شخص اگر تمہیں مال کی ضرورت ہے تو کہہ دو۔ ہم سب قبیلے مال جمع کر کے اتنا دے دیں گے کہ تم عرب کے سب سے زائد مالدار آدمی ہو جاؤ گے۔ اگر سوداگری چاہتے ہو وہ ہم ماننے کو تیار ہیں اور اگر نفس کی کوئی خواہش ہے تو وہ بھی پوری کر دی جائے گی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عتبہ کی یہ تمام گفتگو سنے رہے۔ جب وہ بول کر خاموش ہوا تو آپ نے فرمایا کہہ چکا جو کچھ کہنا تھا اس نے کہا جی ہاں تو آپ نے جنسہم اذہا الشرحمن الشرحیم پڑھ کر اس سورت مبارکہ کی ابتداء سے تلاوت شروع فرمادی

حَسْبُكَ نَزِيلٌ مِّنَ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ كَذَّابٌ فَفَصَلَّتْ اَيَّامُهُمْ يَہَاں تک کہ جب آپ پڑھتے پڑھتے آیت فَإِنْ أَعْرَضُوا فَقُلْ أَذَرْتُمْكُمْ صَاعِقَةً خِزَابِیْتُ تَمَّک پہنچے تو عتبہ جواب تک سر جھکائے بڑی محویت سے سن رہا تھا بولا بس بس۔ اگر آپ کے پاس کوئی درکلام ہو تو سناؤ۔ آپ نے فرمایا میرے پاس تو یہی کلام ہے اللہ کا جو اس نے مجھ پر نازل کیا۔ عتبہ واپس لوٹا تو لوگوں نے پوچھا کیا کر کے آیا۔ کہا جو کچھ تم لوگوں نے کہا تھا وہ سب کچھ میں نے ان سے کہا۔ مجھے تو اس میں سے کچھ سمجھ میں نہیں آیا بجز اس کے کہ أَذَرْتُمْكُمْ صَاعِقَةً مِّثْلَ صَاعِقَةِ عَادٍ وَ ثَمُودَ۔ کہ میں تمہیں ایک چیخ سے ڈراتا ہوں جو عاد و ثمود پر عذاب و قہر کی چیخ کی طرح ہوگی یہ لوگ کہنے لگے عجیب بات ہے کہ وہ عربی میں بول رہے تھے۔ تو عرب کا فصیح انسان ہوتے ہوئے بھی نہیں سمجھ رہا تھا۔ کہنے لگا بس میں تو صاعقہ کے ذکر کے علاوہ اور کچھ نہیں سمجھا۔ ایک روایت میں ہے کہ قریش کے لوگ کہنے لگے خدا کی قسم ابوالہب (عتبہ کی کنیت تھی) تو اس حالت سے

عہ ایک روایت میں ہے کہ اس نے گھبرا کر آپ کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا کہ کہنے لگا بس بس۔

بدل کر آیا جس حالت میں یہاں سے گیا تھا۔ یعنی بدلا ہوا نظر آ رہا ہے۔ عقبہ نے کہا خدا کی قسم جو قول میں نے اس سے سنا ہے وہ نہ شعر ہے نہ کہانت ہے اور نہ سحر ہے تم اس کا مقابلہ نہ کرو۔ اگر وہ سحر عرب قبائل نے اس کو مغلوب کر دیا تو وہی تمہیں کفایت کر جائیں گے اور اگر وہ غالب آگیا تمام عرب پر تو اس کا ملک تمہارا ملک ہوگا اور اس کی عزت تمہاری عزت ہوگی اور تم دنیا میں سب سے زیادہ سعادت و عزت دے ہو جاؤ گے۔ قریش کے لوگ یہ سن کر بولے اے ابوالعباس اس نے اپنے کام سے سمجھ لیا بھی جو کر دیا۔ عقبہ پر سن کر کہنے لگا اچھا پھر تمہاری مرضی جو چاہو کرو۔



آیات ۵۴ : ۴۱ = سورۃ حم السجدة فکیۃ : ۶۱ = رکوع ۶

سورۃ حم سجدہ مکی ہے اس میں چوں آیتیں اور چھ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا۔

حَمَّ ۱ تَنْزِيلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۲ کِتَابٌ

کچھ کتاب ہے بڑے مہربان رحم والے سے کتاب ہے کہ

فُصِّلَتْ آیٰتُہٗ قُرْآنًا عَرَبِیًّا لِّقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ ۳

جہدی جہدی کی ہیں اس کی آیتیں قرآن عربی زبان کا ایک سمجھ والے لوگوں کو۔

بَشِیْرًا وَنَذِیْرًا ۴ فَاعْرَضَ اَکْثَرُہُمْ فَہُمْ لَا

سنانا خوشی اور ڈر، پھر دھیان نہ رہے وہ بہت لوگ پھر وہ نہیں

یَسْمَعُوْنَ ۵ وَقَالُوا قُلُوبُنَا فِیْ اَكِنَّۃٍ مِّمَّا

سناتے - اور کہتے ہیں ہمارے دل غلاف میں ہیں اس بات سے جس

تَدْعُوْنَا اِلَیْہِ وَفِیْ اٰذَانِنَا وَقُرْوَ مِنْ بَیْنِنَا وَ

طرف تو ہم کو بلاتا ہے اور ہمارے کانوں میں بوجھ ہے اور ہمارے نیرے

بَيْنَكَ حِجَابٌ فَأَعْمَلْ إِنَّا عَمِلُونَهُ ۝ قُلْ إِنَّمَا

بیچ میں ادھ ہے ، سو تو اپنا کام کر ہم اپنا کام کرتے ہیں ۔ تو کہہ میں بھی

أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَىَّ أَنَّمَا إِلَهُكُمُ اللَّهُ

آدمی ہوں جیسے تم ، حکم آتا ہے مجھ کو کہ تم پر بندگی ایک حاکم کی

وَاحِدٌ فَاسْتَقِيمُوا إِلَيْهِ وَاسْتَغْفِرُوهُ ۝ وَوَيْلٌ

ہے ، سو سیدھے رہو اس کی طرف ، اور اس سے گناہ بخشاؤ ۔ اور خرابی

لِلْمُشْرِكِينَ ۝ الَّذِينَ لَا يُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ

ہے شریک والوں کو ۔ جو نہیں دیتے زکوٰۃ ، اور وہ

يَا آخِرَةَ هُمْ كَافِرُونَ ۝ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا

آخرت سے منکر ہیں ۔ البتہ جو یقین لائے ، اور

الصَّالِحَاتِ لَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ ۝

کے بھلے کام ، ان کو نیک ملنا ہے جو بس نہ ہو ۔

حَقَانِیَّتِ قرآن کریم و رسالت سید المرسلینؐ انجام مکذبین و منکرین ابر و ثواب مومنین

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى - حَمْدُهُ تَنْزِيلٌ مِّنَ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ - - - - - اِلٰی لَهُمْ أَجْرٌ غَيْرٌ مَّمْنُونٍ ۝

(در ربط) جیسا کہ گذشتہ کلمات میں ذکر کیا گیا کہ پہلی سورت مضافین توصیف پر مشتمل تھی اب اس سورت میں قرآن کریم کی حقانیت اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو ثابت کرنا مقصود ہے ۔ اور یہ کہ منکرین کا انجام کس طرح ہلاکت و تباہی کا ہوگا اور اہل ایمان کس جہد و ثواب سے نوازا جائے گا ۔ ارشاد فرمایا ۔

خُصِمَ خُصْمٌ ہٰی اس کی مراد خوب جانتا ہے ۔ یہ کلام نازل کیا جا رہا ہے رحمن و رحیم کی طرف سے جو ایک کتاب ہے جس کی آیتیں صاف صاف بیان کی گئی ہیں اس طرح کہ یہ قرآن ہے عربی زبان میں تاکہ اہل عرب اس کے معارف و معانی بہولت سمجھ کر ایمان لے آئیں اور بہت سہولت سے یہ جان میں کہ کسی بشر کا کلام

دوسری جگہ ارشاد ہے مَا لَكُمْ مِنْ نَفَادٍ كَرِهْتُمْ النَّعَامَاتِ کما بھی خاتمہ نہیں ہے۔

قبول حق اور ہدایت سے محرومی کے اسباب

قبول حق اور ہدایت سے محرومی اور بد نصیبی کے بیان میں ان تین چیزوں کا ذکر کیا قُلُوْا بِنَا فِيْ اَكْثَرِ مَا نَحْنُ اِذَا اَنْتُمْ وَكُفُوْا بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ رَحْمَاتٍ۔ یعنی دلوں کا غلافوں میں مستور ہونا۔ کانوں میں ڈاٹ کی بندش اور درمیان میں پردہ۔ علامہ جو حیان بیان فرماتے ہیں کیونکہ قلب ہی معرفت کا محل ہے اور سمیع و بصر کا (اور نگاہ) دونوں اس کے واسطے متعین ہیں۔ تو کفار مکہ نے اپنی بد نصیبی اور محرومی کے ذکر میں انہی تینوں کو بیان کیا کہ یہ تینوں ذرائع مسدود و محجوب ہیں۔ لہذا جو کچھ بھی اللہ کا رسول ان کی طرف انقاد کیسے اس کا کوئی اثر ان تک نہیں پہنچ سکتا۔

مظاہر پر محسوس ہوتا ہے کہ قُلُوْا بِنَا فِيْ اَكْثَرِ میں لفظ فی کی تعبیر مبالغہ و رشدت کے ظاہر کرنے کے لیے ہے اگرچہ قلب کے محجوب ہونے کا مفہوم علی قُلُوْا بِنَا فِيْ اَكْثَرِ کے لفظ سے بھی حاصل ہو سکتا ہے جیسے کہ خود آیت قرآنیم اِنَّا جَعَلْنَا عَلَى قُلُوْبِهِمْ اَكْثَرًا اَنْ يَفْقَهُوْا وَفِيْ اَكْثَرِ اَدْبَاهُمْ وَكُفُوْا میں "علی" استعمال کیا گیا۔ مگر ان کفار نے وحی الہی اور ہدایت رسول سے غایت تنفر اور بغض کے باعث یہ کہار فی اَكْثَرِ کہ ہمارے دل غلافوں میں ہیں کہ غلاف بمنزلہ ظرف محبط ہیں اور قلوب بمنزلہ مغروف اسی کے اندر سمائے ہوئے ہیں۔ یعنی جس طرح کوئی چیز ہر جانب سے کسی غلاف میں پٹی ہوئی ہو۔ اسی طرح ہمارے قلوب بھی ہیں کہ کوئی گوشہ اور جانب خالی نہیں کہ اس سمت اور رخ سے قلب میں حق داخل ہو سکے۔ اس لیے لفظ فی استعمال کیا گیا۔ اس کے بالمقابل اس دوسری آیت اِنَّا جَعَلْنَا عَلَى قُلُوْبِهِمْ اَكْثَرًا میں حق تعالیٰ کی طرف سے صرف حکایت تھی اور یہ بتانا تھا ان کے دل قبول حق اور اس کی معرفت سے محروم کر دیئے گئے ہیں کہ ان پر پردہ پڑا ہوا ہے۔ اور ضرورت نہ تھی کثرت و مبالغہ اور تنفر کا اظہار کیا جائے جو لفظ فی کے استعمال سے ظاہر ہو رہا ہے تو اس وجہ سے اس آیت میں جَعَلْنَا عَلَى قُلُوْبِهِمْ اَكْثَرًا کی تعبیر اختیار فرمائی گئی۔ اگرچہ نفس مراد کی ادائیگی میں دونوں عنوان ایک ہی درجہ رکھتے ہیں لیکن ہر مقام کی خصوصیت کے پیش نظر ظاہر ہوا کہ اس موقع پر قُلُوْا بِنَا فِيْ اَكْثَرِ کی تعبیر میں وہ بلاغت اور معنوی لطافت ہے جو اس جگہ لفظ علی میں حاصل نہ ہوتی اور وہاں اللہ رب العزت کی طرف سے ایک حالت کا بیان ہے اس میں اس طرح کی شدت کا بیان ضروری نہیں تو وہاں لفظ علی ہی بلیغ ہے۔ اگر وہاں علی کے بجائے فی استعمال کیا جاتا تو وہاں وہ بلاغت نہ ہوتی۔ جو لفظ علی کے استعمال میں ہے بلکہ اصول عربیت کی رو سے یہ زائد از ضرورت کے درجہ میں شمار ہوتا۔

علی علامہ آکسوی نے تفسیر روح المعانی جلد ۲۴ ص ۸۵ پر آیت مذکورہ میں فی کے استعمال کی حکمت وَفِيْ اَكْثَرِ اَدْبَاهُمْ (بقیہ حاشیہ) پر ملاحظہ فرمائیں

اور کلام میں ایسی تاکیدات کا لحاظ کرنا جس کی ضرورت نہ ہو معیار فصاحت و بلاغت سے کلام گزرنے والا ہوتا ہے۔ اَلَّذِينَ لَا يُؤْتُونَ الزَّكَاةَ کو اس مقام پر جو صفت مشرکین بیان کیا گیا یا تو اس لحاظ سے کہ زکوٰۃ کی ادائیگی تو ایمان کے بعد ہو سکتی تھی تو جب ایمان ہی سے محروم رہے تو زکوٰۃ کی کیا نوبت آسکتی ہے یا زکوٰۃ لغوی معنی طہارت کے لحاظ سے استعمال کیا گیا کہ تقویٰ و طہارت کے کام انجام نہیں دیتے۔ خواہ وہ طہارت دہائیزگی کا شعبہ اتفاق مال سے متعلق ہو یا اخلاق و معاملات اور معاشرت سے ہو۔ مراد یہ کہ ایسی کوئی بھی چیز انجام نہیں دیتے۔ اس دوسرے مفہوم کو پیش نظر رکھنے سے وہ اشکال بھی دور ہو جائیں گے جو اس سورت کے مکہ ہونے کی بنا پر ہو سکتا ہے کہ زکوٰۃ کا حکم تو مدینہ منورہ میں نازل ہوا تو پھر کی سورت میں اس کا ذکر کیسے ہے۔ یہی چیز آیت المؤمنون اور آیت سورۃ المزمل میں زکوٰۃ کے ذکر میں بھی جاسکتی ہے اگرچہ یہ تاویل بھی ممکن ہے جو بعض حضرات سلف سے نقل کی گئی کہ اصل حکم زکوٰۃ کا مکہ مکرمہ ہی میں نازل ہو چکا تھا۔ مگر اس کی تفصیلات اور نصاب و مقدار کا تعین مدینہ منورہ میں ہوا۔ گو یہ چیز کسی واضح اور صحیح روایت سے ثابت نہیں۔ ہر کیف یہاں مشرکین کے اوصاف میں عدم ادائے زکوٰۃ کا ذکر یا اس بنا پر ہے کہ وہ ایمان سے محروم ہیں۔ زکوٰۃ کا تو کیا تصور کیا جائے۔ یا اس حیثیت سے کہ وہ تقویٰ و طہارت کے کام نہیں کرتے۔ اور ظاہر ہے کہ شرک جو سب سے بڑی گندگی ہے۔ اسے ہوتے ہوئے طہارت کا کیا مقام ہو سکتا ہے۔

قُلْ اَيْنَكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِي خَلَقَ

تو کہہ کس تم سب کو ؟ جس نے بنایا

الْاَرْضَ فِيْ يَوْمَيْنِ وَ تَجْعَلُوْنَ لَهٗ

زمین دو دن میں اور برابر کرتے ہو اس کے

اَنْدَادًا ذٰلِكَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۙ وَجَعَلَ

ساتھ اوروں کو ؟ وہ ہے رب جہان کا ۔ اور رکھے

(بقیۃ حاشیہ گذشتہ صفحہ) قرآن کی رعایت بیان فرمائی ہے کہ کان مستقر ہوتے ہیں۔ وقر در بوجھ کے، تو اس کی مناسبت سے قلوب کے پردوں میں بھی فی استعمال کر لیا گیا ہے اگرچہ علی اور فی سے ایک ہی معنی حاصل ہوتے ہیں۔ ناچیز نے جو کچھ بتوفیق خداوندی عرض کیا۔ وہ اس کے علاوہ ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ہر جگہ پر استعمال کیا ہوا الفاظ ہی بلیغ ہے، در اس میں ایک ایسا نکتہ ہے جو اسی لفظ سے مفہوم ہو سکتا ہے۔

فِيهَا رَوَاسِي مِنْ فَوْقِهَا وَبَرَكَ فِيهَا وَقَدَّرَ

کس میں بوجھ اور پر سے ، اور برکت رکھی اس کے اندر اور ٹھہرائیں

فِيهَا أَقْوَاتُهَا فِي أَرْبَعَةِ أَيَّامٍ سَوَاءً لِّلْسَائِلِينَ ⑩

اس میں خوراکیں اس کی چار دن میں پوری ہو چھنے والوں کو ۔

ثُمَّ اسْتَوَى إِلَى السَّمَاءِ وَهِيَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا

پھر چڑھا آسمان کو اور وہ دھواں ہو رہا تھا ، پھر کہا اس کو

وَلِلْأَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا أَوْ كَرْهًا ط قَالَتَا أَتَيْنَا

اور زمین کو آؤ دونوں خوشی سے یا زور سے ۔ وہ بولے ہم آئے

طَائِعِينَ ⑪ فَقَضَاهُنَّ سَبْعَ سَمَوَاتٍ فِي يَوْمَيْنِ

خوشی سے ۔ پھر ٹھہرائے وہ سات آسمان دو دن میں ،

وَأَوْحَى فِي كُلِّ سَمَاءٍ أَمْرَهَا ط وَزَيَّنَّا السَّمَاءَ

اور اُتارا ہر آسمان میں حکم اس کا ۔ اور رونق دی ہم نے

الدُّنْيَا بِبَصَائِرٍ ⑫ وَحِفْظًا ط ذَلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ

دولے آسمان کو چراغوں سے ۔ اور نگہبانی ۔ یہ سادھا ہے زبردست

الْعَلِيمِ ⑬ فَإِنْ أَعْرَضُوا فَقُلْ أَنْذَرْتُكُمْ صَاعِقَةً

خبردار کا ۔ پھر اگر وہ ٹلا دیں تو تو کہہ میں نے خبر سنائی تم کو ایک

مِثْلَ صَاعِقَةِ عَادٍ وَثَمُودَ ⑭ إِذْ جَاءَهُمُ الرُّسُلُ

کڑکے کی جیسا کڑا آیا عاد و ثمود پر ۔ جب آئے ان کے پاس رسول

مِّنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ أَلَّا تَعْبُدُوا

آگے سے اور پیچھے سے ، کہ نہ پوجو کسی کو

إِلَّا اللَّهُ ط قَالُوا لَوْ شَاءَ رَبُّنَا لَأَنْزَلَ مَلَائِكَةً

سو اللہ کے، کہنے لگے، اگر ہمارا رب چاہتا تو تارتا فرشتے،

فَإِنَّا بِمَا أُرْسِلْتُمْ بِهِ كَافِرُونَ ﴿۱۴﴾ فَأَمَّا عَادُ

سو ہم تمہارے ہاتھ بھیجا نہیں مانتے - سورہ ہود عادی

فَأَسْتَكْبِرُوا فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَقَالُوا مَنْ

تھے زور کرنے لگے ملک میں ناحق کا اور کہنے لگے کون

أَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً ط أَوْ لَمْ يَرَوْا أَنَّ اللَّهَ الَّذِي

ہے ہم سے زیادہ زور میں؟ کیا دیکھتے نہیں کہ اللہ جس نے

خَلَقَهُمْ هُوَ أَشَدُّ مِنْهُمْ قُوَّةً ط وَكَانُوا بِآيَاتِنَا

ان کو بنایا وہ زیادہ ہے ان سے زور میں - اور تھے ہماری نشانیوں

يَجْحَدُونَ ﴿۱۵﴾ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا صَرْصَرًا

سے سنکڑ - پھر بھی ہم نے ان پر باؤ ٹھہری زور کی

فِي أَيَّامٍ نَّحِسَاتٍ لِّنُنْزِلَ عَلَيْهِمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي

کئی دن مصیبت کے کہ چکھادیں ان کو رسوائی کی مار

الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ط وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ أَخْزَى وَهُمْ لَا

دنیا کے جیتے - اور آخرت کی مار میں تو پوری رسوائی ہے اور ان کو

يُنْصَرُونَ ﴿۱۶﴾ وَأَمَّا ثَمُودُ فَهَدَيْنَاهُمْ فَاسْتَحَبُّوا

کہیں مد نہیں - اور جو ثمود تھے سو ہم نے ان کو راہ بتائی پھر انکو خوش

الْعَنَى عَلَى الْهُدَى فَأَخَذَتْهُمْ صَاعِقَةُ الْعَذَابِ

لگا اندھے رہنا سوچنے سے پھر پڑا ان کو کڑا کے نے ذلت کی مار کے

الْهُونَ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿١٤﴾ وَنَجِّنَا الَّذِينَ

بدلہ اس کا جو کما تے تھے ۔ اور بچا دیئے ہم نے جو

أَمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ ﴿١٥﴾

یقین لائے تھے اور بچ چکے تھے ۔

استعجاب و توحید پر کفر خالق کائنات و تہدید بذکر انجام مجرمین

قال الله تعالى: قُلْ أَنْتُمْ كُفْرُؤُنَ بِاللَّهِ خَلَقَ الْإِنْسَانَ... وَالْكَافِرُونَ يَتَّقُونَ
(در ربط) گوشتہ آیات میں قرآن کریم کی حقانیت کا بیان تھا اور اثبات رسالت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ بطور تمہید ان امور کو ذکر کر کے اب ان آیات میں قدرے تفصیل کے ساتھ اس امر پر اظہار تعجب کیا جا رہا ہے کہ خالق کائنات جس کی قدرت و خالقیت اور الوہیت کے دلائل روز روشن سے زائد واضح ہیں انکار کوئی بھی صاحب عقل انسان کیونکر کرتا ہے۔ جب بھی انسان عقل اور فطرت کے معیار پر اس بات کو پرکھے گا۔ کبھی بھی انکار خدا اور شرک کے امکان کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ اس ذیل میں دلائل قدرت بیان فرمائے گئے۔ ساتھ ہی مجرمین و نافرمانوں کا عبرتناک انجام تاریخی حقائق کے طور پر ذکر کر کے کفار کو تنبیہ و تہدید فرمائی گئی۔ فرمایا آپ ان لوگوں سے کہہ دیجئے کیا تم انکار کرتے ہو اس پروردگار کا جس نے زمین کو باوجود اپنی عظیم وسعت کے دوروز کے بقدر وقت میں پیدا کیا۔ اور تم اس پروردگار کی شان خالقیت اور قدرت عظیم کے مناظر و شواہد دیکھنے کے باوجود جن میں سے ہر ایک چیز اپنی دلالت اور زبان حال سے خدا کی وحدانیت کو ظاہر کر رہی ہے پھر بھی تم اس کے واسطے شریک قرار دے رہے ہو حالانکہ یہی خدا جسکی قدرت کا تم مشاہدہ کر رہے ہو۔ سارے جہانوں کا رب ہے اور اسی نے اس زمین میں پہاڑ بنائے جو زمین میں گڑھے ہوئے ہیں۔ اور ان پہاڑوں سے سینوں کی طرح زمین کو ٹھہرایا ہوا ہے۔ اور اس میں بڑی ہی برکتیں رکھیں۔ معدنیات و خزانہ ہیں اسی سے غلے اور پھل پھول گئے ہیں جن میں مخلوق کے واسطے فائدہ سے رکھے ہیں اور اس زمین میں اس پر رہنے والوں کی غذائیں اندازے کے ساتھ رکھ دیں اور جس طرح اور جس انداز و مقدار سے چاہا اپنی حکمت سے پیدا کیا۔ یہ سب کچھ چاروں میں ہو گیا۔ دودن میں زمین اور دودن میں پہاڑ و درخت، بہائم و جمہ مخلوقات و ہضیمہ جو پورے ہیں۔ کثیت اور کیفیت خلق کو دریافت کرنے والوں کے لیے پھر یہ سب کچھ پیدا کرنے کے بعد متوجہ ہوا وہ پروردگار آسمان کی جانب جب کہ دھواں تھا جس کا یہ مادہ و خانیہ اگرچہ زمین کے سمجھانے سے قبل تھا لیکن بحیثیت موجودہ زمین کے سمجھانے کے بعد سات آسمانوں

کی صورت میں پیدا کیا گیا۔ تو اس صورت میں آسمان و زمین سے کہا تم دونوں آجاؤ۔ ہمارے حکم کے سامنے اطاعت و فرمانبرداری کے ساتھ خواہ خوشی سے یا زبردستی سے یعنی ہم جو بھی حکم نکھینے اور پر ہمیں دیں اس کی تعمیل کرنی ہوگی خواہ رضا و خوشنودی یا مجبوری اور زبردستی سے ہر حال تم کو بجال نہ ہوگی کہ ہمارے حکم کے مقابلہ میں ذرہ بربر بھی رکاوٹ و تردد کر سکو۔ جب ہم چاہیں گے چاند، سورج، ستارے طلوع و مغرب ہوں گے۔ جب ہم حکم دیں گے ہوائیں چیں گی۔ درجب حکم ہوگا رکسں گی۔ جب چاہیں گے بارشیں برسیں گی جہاں چاہیں گے اور جتنی چاہیں گے۔ جس قدر غلہ چاہیں گے اُگے گا۔ اسی طرح پھل پھول اور جملہ غذائیں جب تک چاہیں زمین ٹھہری رہے گی۔ اور جب چاہیں گے زلزلہ برپا کر دیں گے۔ الغرض اس قسم کے ہمارے ہر حکم کی اطاعت کے لیے درجملہ احوال و تغیرات کے لیے جو واقع کریں۔ لے آسمان و زمین تیار ہو جس میں تمہیں ذرہ برابر بھی خلافت و رزی کی مجال نہ ہو سکے گی۔ آسمان و زمین دونوں نے عرض کیا۔ ہم دونوں حاضر ہیں۔ خوشی سے تیرے تمام احکام کی تعمیل کے لیے سو دو روز کے بقدر وقت میں آسمان کے اس مادہ دھانیہ کو پلور سے سات، آسمان بنا دیتے اور ہر آسمان میں اپنا حکم جاری فرما دیا جو اس کے مناسب تھا۔ فرشتوں کو احکام تکوینیہ جاری فرما دیئے گئے اور فرشتوں کی جو جماعت نظام عالم کے جس شعبہ پر امور فرائضی اس کو اس پر مامور کر دیا گیا اور مرکزین کر دیا ہم نے آسمان دنیا کو یعنی قریب دے آسمان کو جو کرہ ارضی پر بسنے والے انسانوں سے قریب ہے روشن چراغوں یعنی چمکنے والے ستاروں سے اور ان ہی ستاروں کو آسمان دنیا کی زینت کے ساتھ ذریعہ حفاظت بھی بنایا تاکہ کوئی جن یا شیطان اگر آسمان کا رخ کرے اور یہ چاہے کہ اللہ کے نکھینی امور میں سے کوئی چیز سن سے اور معلوم کرے تو یہ ستارے اس کو جدا کر خاک کر دیں جیسا کہ ارشاد ہے۔ **إِلَّا مَنِ اسْتَرْقَى السَّمْعَ فَإِنَّهُ يَرْشَقْ بِشَيْءٍ شَارِقٍ**۔ یہ ہے کائنات کی تخلیق و تقدیر و اندازہ کے موافق ہر شے کا وجود اس پر درگاہ کی جو زبردست قوت عزت، در علم والا ہے کہ ہر مخلوق خدا کی عزت و قوت، در اس کے علم بے پایاں کی گو ہی دے رہی ہے۔ ہر ایک مخلوق اپنے خالق قادر مطلق کامل صفات کی وحدانیت کی شہادت دیتے ہوئے ہی کہہ رہی ہے کوئی نہیں عبادت کے لائق سونے ایک خدائے واحد کے۔

الغرض لے ہمارے پیغمبر آپ خدا کے واحد کی حقیقت اور قدرت کے یہ مناظر ان کو دکھاتے ہوئے پچھنے کہ کیا ایسے خالق عزیز و علیم کا تم انکار کرتے ہو۔ ان مشاہدات و دلائل سے انسانی فطرت

عہ حافظ ان کثیر رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر جلد ۴ میں اس آیت کی تفسیر میں ایک روایت کا یہ مضمون ذکر فرمایا۔ اللہ تعالیٰ رب العزت کے اس فرمان پر زمین کے اس حصہ نے جواب دیا جہاں کعبۃ اللہ ہے اور آسمان کے اس ٹکڑے نے جواب دیا جو بیت اللہ کے محاذات میں واقع ہے تو **أَجَبْنَاكَ بِعَبْدِكَ** کا شرف جواب زمین و آسمان کے اس حصہ کو حاصل ہوا۔ ۱۲

اور عقل کا تو یہی تقاضا ہے کہ وہ آپ کی بات کی طرف توجہ کریں اور اس پر ایمان لائیں لیکن اس کے باوجود پھر بھی اگر وہ اعراض و بے رخی کریں تو آپ کہہ دیجیئے۔ اے لوگو! میں تم کو ایسی ہی کڑک اور عذاب سے ڈراتا ہوں جیسی عاد و ثمود پر مسلط ہونے والی کڑک تھی جب کہ ان کے پاس ان کے رسول آئے سامنے سے اور ان کے پیچھے سے بھی یعنی ان کی طرف مبعوث ہونے والے پیغمبر جو تعداد میں بہت تھے۔ ان کو ہر طرح تبلیغ کرتے رہے۔ اور ایمان باللہ کی دعوت دیتے رہے۔ حضرت نوحؑ کی طرح کبھی سامنے سے آتے۔ اور کبھی پیچھے سے نصیحت اور تفہیم میں کوئی دقیقہ باقی نہ چھوڑا۔ یہی کہتے تھے کہ ہرگز عبادت نہ کرو سوائے اللہ کے کسی کی۔ مگر شقاوت اور بدنصیبی کہ کہنے لگے کہ اگر ہمارے رب کو منظور ہوتا کہ ہماری طرف کسی کو پیغمبر بنا کر بھیجتا تو وہ فرشتوں کو اتار دیتا اور وہ یہ کام سر انجام دیتے جو تم کر رہے ہو۔ بس اب اس صورت میں تو ہم اس توحید کا انکار کرتے ہیں جس کے ساتھ تمہیں بھیجا گیا ہے یہ بھی شقاوت جس کے باعث انہوں نے اللہ کے رسولوں کا انکار کیا۔ تو آج کے ان کافروں کو بھی معلوم ہو جانا چاہیے کہ ان منکرین و مکذبین کے غرور و نخوت کا کیا حال تھا وہ کس طرح عذاب خداوندی سے تباہ و برباد کیے گئے۔ ہر حال وہ جو عاد کے لوگ تھے وہ نخوت غرور میں پڑ گئے۔ زمین میں سرکشی و نافرمانی کا ناحق مظاہرہ کیے ہوئے اور کہنے لگے کون ہے ہم سے زیادہ طاقت زور والا، اپنی جوانی، تنومندی ہاتھ پاؤں کے زور پر کھڑے ہوئے اس بات کو بھلا دیا کہ جس ذات نے ایسے تنومند مضبوط طاقتور آدمی پیدا کیے وہ ان سے بھی زائد طاقت والا ہے۔ افسوس کیا انہیں نظر نہیں آیا کہ جس ذات نے ان کو پیدا کیا ہے وہی ان سے زیادہ طاقت و زور والا ہے وہ پہلے ہی سے نشانیوں کا انکار کرتے تھے۔ اگرچہ دل میں یقین تھا اور سمجھتے تھے کہ یہ اللہ کی برحق نشانیاں ہیں مگر عناد اور تکبر کی وجہ سے انکار اور ضد برتتے ہوئے تھے۔ تو ان کی اس رکشش کی وجہ سے ہم نے ان پر بھیج دی ایک تیز اور تند ہوا جو ہر چیز کو اکھاڑ پھینک دینے والی تھی، کئی دنوں جو ان کے واسطے بڑی محنت کے تھے تاکہ چکھادیں ہم ان کو ذلت و رسوائی کا عذاب دنیا کی زندگی میں بھی تاکر ان کا غرور ٹوٹے۔ راستہ رتیں اور آٹھ روز تک مسلسل یہ طوفان چلتا رہا اور آخرت کا عذاب تو بڑی ذلت و رسوائی کا ہے۔ یہ تو حشر و انجام ہوا عاد والوں کا۔ اور وہ جو شوق تھے سو ہم نے ان کو راستہ حق اور ہدایت کا دکھلایا لیکن انہوں نے اندھا پن ہی اختیار کیے رکھا۔ ہدایت کے روشن راستے کے مقابلہ میں اس لیے پکڑ لیا ان کو ذلت کے عذاب کی کڑک نے ان اعمال کی وجہ سے جو وہ کیا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک ایسی ہیبت ناک آواز جس سے جگر بھی پھٹ جائے (جس کے ساتھ زلزلہ آیا۔ جس سے وہ تباہ ہو گئے۔ اور بچا لیا ہم نے ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور اللہ کا

ملہ اَوْ كَذَّبُوْا اَكْثَرُ ترجمہ میں لفظ افسوس اس لیے بڑھایا گیا تاکہ معلوم ہو جائے کہ اس جگہ ہمزہ استفہام تو بیخ و عا مت کے لیے ہے اور لفظ افسوس تو بیخ و عا مت کی ترجمانی کر رہا ہے۔
 عے جیسے ارشاد مبارک ہے "سَبَّحْ لِلّٰہِ اَمَّا تَدْعُوْنَ" (الحاقہ)

تقویٰ اختیار کرتے تھے۔ بچ کر چلتے تھے کہ کہیں اللہ کی نافرمانی ہم سے ہو جائے۔ عذاب خداوندی آیا اور اس نے مجرموں کو ہلک کیا مگر فرمانبردور اور خدا کا ڈر رکھنے والے۔ ایمان داروں پر ذرہ برابر آنسو بھی نہ آئی۔ بس اکی طرح آج ہی ان کفار مکہ کو اللہ کے پیغمبر کی نافرمانی کا انجام سمجھ لینا چاہیے کہ دنیا میں بھی ذلت و ناکامی کا عذاب کچھنا پڑے گا۔ اور آخرت کا عذاب تو بہت ہی سخت ہے جس کے تصور سے بھی انسان کے رونگٹے کھڑے ہو جائیں۔

تخلیق کائنات اور ارض و سما کی تربیت و تہذیب

ان آیات مبارکہ میں سمان و زمین اور آسمان و زمین میں جو کچھ اللہ رب العزت نے پیدا کیا۔ اس کی تخلیق کا ذکر ہے کہ زمین دو دن میں پیدا کی۔ اور پھر دو دن میں زمین پر پہاڑوں کو گاڑا۔ نہریں جاری کی گئیں غلے پیدا کیے گئے۔ زمین کی تہوں میں اور پہاڑوں کے جگر میں قسم قسم کی نعمتیں اور غزین رکھ دیئے گئے۔ اس طرح مکمل چار روز میں ان جملہ مخلوقات کی تخلیق و پیدائش کے بعد حق تعالیٰ نے آسمان کی طرف توجہ فرمائی۔ اس صورت میں کہ وہ دخان (دھوئیں) جیسا ایک مادہ تھا جس کو سات آسمانوں کی شکل میں بنا دیا اور ان میں شمس و قمر اور کواکب پیدا فرما دیئے یہ تمام کواکب اور ستارے اگرچہ ایک دوسرے سے بلند اور متفاوت ہیں کوئی آسمان دنیا پر اور کوئی اس سے نیچے در کوئی اس سے اوپر بلند یوں پر لیکن دیکھنے والا ہر ایک کو اپنی نظر میں برابر محسوس کرتا ہے۔ اور مجموعی طور پر سب کے سب آسمان دنیا ہی کی زینت معلوم ہوتے ہیں۔ تو ان آیات میں زمین کی تخلیق آسمان سے قبل بیان کی گئی۔ اور اسی طرح کی ترتیب آیت بقرہ میں ہے فرمایا۔ هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَارِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا ثُمَّ اَسْتَوٰی اِلَی السَّمَاوَاتِ فَسَوَّاهُنَّ سَبْعَ سَمَوَاتٍ وَهُوَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ۔ لیکن سورہ والنازعات کی آیت میں ہے۔ عَاثَمُوْا اَسْمَدُ خَلَقْنَا اِمَّ السَّمَاوَاتِ بَنَاهَا رَفَعَ سَمَكُهَا فَسَوَّاهَا وَاَعْطٰسَ لَیْلِہَا وَاَخْرَجَ مِّنْہَا الْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ وَاَخْرَجَ مِنْہَا مَآءً وَّمَرْجًا وَاَنْجَلَا اَرْضَہَا۔ کیا تم زیادہ مضبوط ہو یا ستارے پیداائش کے یا آسمان جس کو اللہ نے بہت بلند کیا اور اس کی سطح کو برابر کیا اور اس کی رست کو ڈھانکا ترکیب بنایا اور دن کو نکالا ظاہر و در روشن کیا اور زمین کو اس کے بعد بچھایا پھر اس سے اس کا پانی نکالا اور سبزہ اُگایا در پہاڑوں کو اس پر گاڑا۔ تو ان آیات سورہ والنازعات میں آسمان اور آسمانوں کے ستارے شمس و قمر کی تخلیق مقدم بیان کی گئی اور یہ کہ ان ملکيات سے فارغ ہو کر اللہ نے زمین کو بچھایا پانی نکالا سبزہ اُگائے اور پہاڑ گاڑے

علامہ آلوسی تفسیر روح المعانی ج ۲۴ میں فرماتے ہیں خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْاَرْضَ کی تعلیم و تاخیر میں ان آیات اور سی طرح کی روایات کی بنا پر ائمہ مفسرین میں اختلاف ہے۔ ان آیات اور سورہ بقرہ کی آیت ثُمَّ اَسْتَوٰی اِلَی السَّمَاوَاتِ سے تو ظاہر ہے کہ زمین کی

تحقیق مقدم ہے تو آیات حکم سجدہ اور آیت بقرہ کی وضاحت و تفصیل کو ملحوظ رکھتے ہوئے بعض مفسرین نے اسی کو ترجیح دی کہ خلق ارض مقدم ہے اور زمین اور پہاڑوں کی تخلیق کے بعد آسمان بنا۔ اور آیا ستارہ نازعات میں وَالْأَرْضُ بَعْدَ ذَلِكَ دَحَاهَا کی یہ تاویل کی کہ یہ بعدیت باعتبار وجود اور زمان کے نہیں ہے بلکہ یہ بعدیت باعتبار ذکر کے ہے۔ یعنی مخاطب کو بطور خطاب یہ فرمایا جا رہا ہے کہ اے مخاطب حق تعالیٰ کی ان عظیم مخلوقات کی تخلیق کو جاننے کے بعد تو یہ بھی یاد کر یا غور کر کہ اللہ نے زمین بچھائی اَلَمْ تَوَدَّ الْأَرْضَ مَنصُوبًا ہوگا۔ ایک فعل محذوف اُذْکر یا تذکر یا تذکر جیسے فعل کی تقدیر کے ساتھ۔

بعض حضرات مفسرین نے ان آیات میں تطبیق کی وہ صورت اختیار کی جو عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث سے مفہوم ہوتی ہے جس کو حاکم اور بیہقی نے سعید بن جبیر کی سند سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص عبد اللہ بن عباس کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ مجھے قرآن میں بہت سی جگہ اختلاف نظر آتا ہے تو ان عباسی نے فرمایا بتاؤ تمہیں کہاں کہاں اختلاف معلوم ہوا ہے۔ بلا کہ دیکھو یہ آیت قُلْ أَفَرَأَيْتُمْ شُكُوفُؤن میں تو یہ بیان کیا جا رہا ہے کہ زمین آسمان سے پہلے پیدا کی گئی۔ اور وَالشَّارِعَاتِ کی آیات عَاثَتْهُمُ أَشْدُّ خُلُقًا میں وَالْأَرْضُ بَعْدَ ذَلِكَ دَحَاهَا سے ظاہر ہوتا ہے کہ زمین آسمان کے بعد پیدا کی گئی۔ پہلے آسمان بنا لیا گیا۔ بلندی اور استواء دن کی روشنی اور رات کی تاریکی پیدا کر پھرنے کے بعد زمین بچھائی گئی۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے زمین دو دن میں پیدا کی اور یہ آسمان کی تخلیق سے قبل تھی۔ اور آسمان دُخان (دھواں) کی صورت میں تھا تو دو دن میں اس کو سات آسمان بنا دیئے زمین کو پیدا کرنے کے بعد اور رہی یہ بات کہ وَالْأَرْضُ بَعْدَ ذَلِكَ دَحَاهَا جو سورہ نازعات میں ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ زمین میں اللہ نے پہاڑ رکھے۔ نہریں اور سمندر بنائے اور درخت اُگائے۔ علامہ خفاجی بیان کرتے ہیں کہ ابن عباسؓ کے جواب اور کلام کا حاصل یہ ہے کہ أَخْرَجَ مِنْهَا مَاءَهَا وَمَنْعَهَا عَمَلًا بدل یا عطف بیان ہے لفظ دَحَاهَا کے لیے جو اس کی مراد کو واضح کرنے والا ہے یعنی زمین کا بچھنا پیدا کرنا نہیں۔ بلکہ زمین میں جو چیزیں اللہ نے پیدا کی ہیں وہ مراد ہیں۔ تو بَعْدَ ذَلِكَ میں تاخر ذاتی یعنی زمین کا اپنی اصل ذات سے آسمانوں کے بعد بنانا مراد نہیں بلکہ زمین کے منافع اور مخلوقات کا بعد میں بنانا مراد ہے۔ اور اس کی تکمیل و ترتیب ہے اور بعدیت منافع کے حصول اور منافع سے متنع ہونے کی حیثیت سے بھی ہو سکتی ہے تو وَالْأَرْضُ بَعْدَ ذَلِكَ دَحَاهَا میں بعدیت اس نوع کی ہے۔ لہذا ان دونوں باتوں میں کوئی تعارض نہ رہا۔ خفاجیؒ نے ابن عباسؓ کے کلام کی جو مراد بیان کی ہے وہ ابن عباسؓ کے ظاہر الفاظ کے پیش نظر محتاج تاہل معلوم ہوتی ہے۔

بعض حضرات مثلاً واحدیؒ نے مقاتل بن حیانؒ کے کلام سے یہ مراد متعین کی کہ آسمان کی تخلیق مقدم ہے اور آیات حکم میں خلق الارض کا ذکر نفس الامر میں پیدا کرنے کے معنی میں نہیں بلکہ یہ خلق بمعنی تقدیر ہے کہ اللہ نے یہ مقدر اور طے فرمایا جیسے آیت مَبَارَكُ إِنَّ مَثَلًا عَلَی عِثَابِ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ خَلَقَ ذ

مِنْ مُكَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ فِي مِثْلِ خَلْقٍ خَدَّرَ كَيْفَ مَعْنَى فِي هَبْ (تفسیر روح المعانی)
بہر کیف، کوئی نے اس طرح کے اقوال نقل کر کے ان آیات کے تعارض کو رفع کیا تفصیل کے لیے تفسیر
ادنیٰ کثیر ج ۲- روح المعانی ج ۲ ۲۴۱ از ص ۲۹۹ ملاحظہ فرمائیں۔

استاذ محترم شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اپنے فوائد میں فرماتے ہیں اسفر کو ابو حیان کی تفسیر پسند
ہے کہ آیت ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى السَّمَاءِ اور وَاللَّهُ وَكَانَ وَحْدَهُ ذَرِيَّتٌ میں یہ ضروری نہیں کہ ثم اور عطف
بعد ترخی زمان کے لیے ہو ممکن ہے کہ ترخی فی الاخبار یا ترانی رتبی مراد ہو جیسے آیت ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِينَ
آمَنُوا، حالانکہ ظاہر ہے کہ جو وصف اس سے قبل بیان کیے گئے ہیں وہ مؤمن ہی کے اوصاف ہیں اور ایمان
کے بعد ہی ان اوصاف کا تحقق ہوتا ہے نہ کہ ایمان ان اوصاف کے بعد حاصل ہو۔ بہر حال قرآن کریم میں
ترتیب زمانی کی تصریح نہیں۔ ہاں نعمت کے تذکرہ میں زمین کا ذکر مقدم رکھا اور عظمت و قدرت کے تذکرہ
میں آسمان کا ذکر مقدم رکھا جس کی لطافت ادنیٰ تائیں غور سے نظر ہے۔ تو اس ترتیب ذکر سے یہ لازم
نہیں کہ اس کو ترتیب وقوعی اور ترتیب وجودی قرار دیا جائے تحقیق کائنات میں دنوں کی بعض روایات
میں تعیین بھی آئی ہے مثلاً حدیث المہریرہ رضی اللہ عنہ میں ہے کہ سنی کو اللہ نے سنبھر کے روز پیدا کیا اور
پہاڑوں کو اتوار کے روز اور نہات کو پیر کے روز، براٹیوں اور بیماریوں کو منگل کے روز، نور اور بھلیوں
کو بدھ کے روز، پہاڑ اور چوپائے جمعرات کے روز اور آدم علیہ السلام کو جمعہ کے روز کے آخری پیر میں عصر و غروب
کے درمیان۔ لیکن ابن کثیرؒ نے اس کو معلول فرمایا۔ اگرچہ امام مسلمؒ نے اس حدیث کو تنخیر فرمایا ہے۔ مگر
ابن کثیرؒ نے اس کو غرضاً شبہ صحیح میں بیان کیا۔ امام بخاریؒ نے بھی اس کو معلول فرمایا۔ امام بخاریؒ اور علی بن
المدینیؒ کو کعب احبار کا کلام قرار دیتے ہیں۔ واللہ، علم باصواب (فوائد شیخ الاسلام)۔

ابن جریرؒ نے عبد اللہ بن عباسؓ سے بیان کیا کہ یہودی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے
در آسمانوں اور زمین کے متعلق سوال کیا تو آپؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے زمین پہلی شنبہ اور یک شنبہ
کے دن پہاڑ اور پہاڑوں کے منافع سر شنبہ کے دن، اور درخت، پانی، نہریں اور آبادیاں چہار شنبہ کے
دن یہ چار دن مکمل ان تمام چیزوں کے پیدا کرنے کے ہو گئے، اس کے بعد پنج شنبہ کے دن آسمان بنائے
اور جمعہ کے روز ستارے، چاند، سورج اور فرشتے پیدا کیے۔ تو یہ مضمون پہلی روایت سے مختلف
ہے۔ مناسب اور بے تکلف وہی چیز ہے جس کو شیخ الاسلامؒ نے اختیار فرمایا۔

عاد و ثمود کی تاریخ اہل عرب کے لیے عظیم درس عبرت

مقام عبرت و تنبیہ میں عاد و ثمود کے واقعہ کا حوالہ ان آیات میں خاص طور پر اس وجہ سے دیا گیا
کہ قریش کے لوگ اور عرب میں بسنے والے ان قوموں کو خوب جانتے تھے ان کے ساز و سامان مادی

يُوزَعُونَ ۱۹ حَتَّىٰ إِذَا مَا جَاءُوهَا شَهِدَ

مثلیں نہیں گی۔ یہاں تک کہ جب پہنچے اس پر، بتا دیں گے

عَلَيْهِمْ سَمِعَهُمْ وَأَبْصَارُهُمْ وَجُلُودُهُمْ

ان کو ان کے کان، اور ان کی آنکھیں، اور ان کے چمڑے،

بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۲۰ وَقَالُوا لَجُلُودُهُمْ

جو کچھ وہ کرتے تھے۔ اور وہ کہیں گے اپنے چمڑوں کو

لِمَ شَهِدْتُمْ عَلَيْنَا قَالُوا أَنْطَقَنَا

تم نے کیوں بتایا ہم کو۔ وہ برسے ہم کو بلوایا

اللَّهُ الَّذِي أَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَهُوَ خَلَقَكُمْ أَوَّلَ

اللہ نے جس نے بلوایا ہے ہر چیز کو، اور اسی نے بنایا تم کو پہلی

مَرَّةٍ وَإِلَيْهِ تَرْجَعُونَ ۲۱ وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُونَ

بار، اور اسی کی طرف پھر جاتے ہو۔ اور تم پردہ نہ کرتے تھے

أَنْ يَشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَا أَبْصَارُكُمْ وَلَا

اس سے کہ تم کو بتا دیں گے تمہارے کان، نہ تمہاری آنکھیں، نہ

جُلُودُكُمْ وَلَكِنْ ظَنَنْتُمْ أَنَّ اللَّهَ لَا يَعْلَمُ كَثِيرًا

چمڑے، پر تم کو یہ خیال تھا کہ اللہ نہیں جانتا بہت چیزیں

مِمَّا تَعْمَلُونَ ۲۲ وَذِكْرُكُمْ الَّذِي ظَنَنْتُمْ

جو کرتے ہو۔ اور یہ دہی تمہارا خیال ہے، جو رکھتے تھے۔

بِرَبِّكُمْ أَرَدْتُمْ أَنْ تَصْبِحُوا مِنْ الْخَاسِرِينَ ۲۳

اپنے رب کے حق میں، اسی نے تم کو کھپایا، پھر آج رہ گئے ٹوٹے میں۔

فَإِنْ يَصْبِرُوا فَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ ۚ وَإِنْ

پھر گروہ صبر کریں تو آگ ان کا گھر ہے ۔ اور اگر

يَسْتَعْجِلُوا فَمَا هُمْ مِنَ الْمُعْتَبِينَ ۖ وَقِضْنَا

وہ سٹایا چاہیں تو ان کو کوئی نہیں سنا ۔ اور لگا دی

لَهُمْ قُرْنَاءَ فَزَيَّنُوا لَهُمْ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَ

ہم نے ان پر تعیناتی، پھر انہوں نے جھلا دکھایا کہ جو ان کے آگے اور

مَا خَلْفَهُمْ وَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِي أُمَمٍ قَدْ

جو ان کے پیچھے اور ٹھیک پڑی ان پر بات، بل کر سب فرقوں میں

خَلَّتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ ۚ إِنَّهُمْ

جو ہو چکے ہیں ان سے آگے جنوں کے اور آدمیوں کے، وہ تھے

كَانُوا خٰسِرِينَ ۝۱۵ وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَسْمَعُوا

تو نے دالے ۔ اور کہنے لگے منکر نہ کان دھرد

لِهٰذَا الْقُرْآنِ وَالْغَوَافِیۡهِ لَعَلَّكُمْ تُغْلِبُوْنَ ۝۱۶

اس قرآن کے سنتے کو اور بک بک کر داس کے پڑھنے میں، شاید تم غالب ہو۔

فَلَنذِیْقَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا عَذَابًا شَدِیۡدًا ۖ وَلَنَجْزِیَنَّهُمْ

سو ہم کو ضرور چکھائی مسکروں کو سخت عذاب، اور ان کو بدلہ دینا ہے

اَسْوَا الَّذِیۡ كَانُوا یَعْمَلُوْنَ ۝۱۷ ذٰلِكَ جَزَاءُ اَعْدَاءِ

بے برے کاموں کا جو کرتے تھے ۔ یہ سزا ہے اللہ کے دشمنوں

اِلٰلٰہِ النَّارِ ۚ لَهُمْ فِيْهَا دَارُ الْخُلْدِ ۖ جَزَاءُ اِمَّا كَانُوا

کی، آگ ۔ ان کو اسی میں گھر چسدا کا ۔ بدلہ اس کا جو ہماری



بَايْتِنَا يَجْحَدُونَ ﴿۲۸﴾ وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا رَبَّنَا اِرِنَا

باتوں سے نکار کرتے تھے ۔ اور کہیں گے جو لوگ منکر ہیں نے رب ہمارے

الَّذِينَ اضَلَّنا مِنَ الْجِنِّ وَالْانْسِ نَجْعَلُهُمَا

ہم کو دکھا وہ دونوں جنہوں نے ہم کو بہکا یا جو جن ہے اور جو آدمی ، کہ ڈا، یس ہم

تَحْتَ اَقْدَامِنَا لِيَكُونَا مِنَ الْاسْفَلِينَ ﴿۲۹﴾ اِنَّ

ان کو اپنے پاؤں کے نیچے ، کہ وہ رہیں سب سے نیچے ۔ تحقیق

الَّذِينَ قَالُوا رَبَّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ

جنہوں نے کہا رب ہمارا اللہ ہے پھر سہی پر ٹھہرے رہے ان پر اترے

الْمَلَائِكَةُ اِلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَاَبْشُرُوا

ہیں فرشتے کہ تم نہ ڈرو نہ غم کھاؤ ، اور خوشی سنو ،

بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ ﴿۳۰﴾ نَحْنُ اَوْلِيُّكُمْ

اس بہشت کی ، جس کا تم کو وعدہ تھا ۔ ہم ہیں تمہارے رفیق

فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا

دنیا میں اور آخرت میں اور تم کو وہاں ہے جو

تَشْتَهِيْ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدْعُوْنَ ﴿۳۱﴾

جا ہے جس کی تمہارا ، اور تم کو وہاں ہے جو منگوؤ ۔

نَزَّلًا مِّنْ غَفُوْرٍ

بھائی ہے اس بخشنے والے

رَحِيْمٍ ﴿۳۲﴾

مہربان ہے ۔



تفصیل عذابِ آخرت و ذلتِ ناکامی منکرینِ انعاماتِ مطیعین

قال اللہ تعالیٰ: وَ یَوْمَ یُخْتَصَرُ أَعْدَاؤُا ۖ لِلّٰہِ الی النّارِ... الی... نَزَلَا مِنْ عَمْقُورٍ رَّحِیْمٍ

(ربطِ اگڈ شریات کا مضمون و دلائل قدرت کے سلسلہ بیان میں بحرین کی نافرمانیوں پر دنیاوی عذاب کا ذکر تھا۔ اور یہ کہ ایسے واضح دلائل قدرت کے ہوتے ہوئے اس کا درمطلق کی نافرمانی بڑی ہی جیست اور افسوس کی بات ہے۔ اور وہ اس روش کے باعث دنیا کے عذاب اور ذلت و خواری سے نہیں بچ سکتے۔ اب ان بحرین پر عذابِ آخری بیان کیا جا رہا ہے کہ آخرت کی ذلت و رسوائی کا کیسا ہولناک منظر ہوگا۔ ساتھ ہی مطیعین پر انعاماتِ خداوندی اور ان کا عزا و اکرام کا مضمون ارشاد فرمایا جا رہا ہے ارشاد ہے اور جس روز جمع کیا جائے گا اللہ کے دشمنوں کو دردِ رخ کی آگ کی طرف گھسیٹتے ہوئے تو وہ اس ذلت و روکے ہوئے ہوں گے۔ تاکہ سب کے سب جمع ہو جائیں اور بیک وقت۔ ان تمام بحرین کو موقفِ حساب میں حساب اعمال کے لیے پیش کیا جائے۔ یہاں تک کہ جب وہ اس کے قریب آجائیں گے کیونکہ جہنم اور اس کی آگ کی پٹنیں انھیں موقفِ حساب سے قریب ہی نظر آتی ہوں گی تو گواہی دیں گے ان کے خلاف ان کے کان ان کی نگاہیں اور ان کی کھالیں ان تمام اعمال کی جو یہ کیا کرتے تھے۔ اس وقت یہ بے بسی کے عالم میں حیران ہوں گے اور کہیں گے۔ اپنی کھالوں اور اپنے اعضاء سے کہ تم نے ہمارے خلاف گواہی کیوں اور کیسے دی حالانکہ تم میں تو بولنے کی صلاحیت اور قدرت نہیں ہے۔ جواب دیں گے گویائی دی ہم کو اس اللہ رب العزت نے جس نے ہر ایک چیز کو گویائی دی۔ جو گویا ہے خواہ اس کی گویائی متعارف و مستعد ہو جیسے انسانوں کی گفتگو اور جانوروں و پرندوں کی آوازیں خواہ غیر متعارف و غیر مستعد ہو یعنی جو چیز بھی گویائی کی صلاحیت رکھتی ہے وہ اس کے کسی مادہ اور طبیعت کا تقاضا نہیں بلکہ وہ محض عطا ہوتی و قدرتِ خداوندی ہے تو اب اس کو اختیار ہے وہ اپنی قدرت سے جس کسی جز اور حصہ میں بھی قوتِ نطق و گویائی رکھ دے۔ و اس کے سمجھنے ماننے میں آخر کیا تردد ہے۔ اس کی عظمت قدرت کا یہ عالم ہے کہ اسی نے تو پیدا کیا تم کو پہلی بار جس کا تم مشاہدہ کر چکے تو اب اسی پروردگار نے اپنی قدرت سے تم کو دوبارہ یہاں اٹھایا اور جمع کیا اور تمہاری کھالوں ہاتھ پاؤں اور بدن کے ٹکڑوں میں گویائی پیدا کر دی اور وہ بول رہے ہیں اور تم دنیا میں اپنے آپ کو اس چیز سے نہیں چھپا سکتے کہ تمہارے کان تمہارے خلاف گواہی دیں اور نہ اس سے کہ تمہاری نگاہیں اور نہ اس سے کہ تمہاری کھالیں۔ اس لیے کہ انسان پر قادر ہی نہیں اپنے اعمال و افعال اپنی آنکھوں۔ درکانوں اور خود اپنے بدن کے ٹکڑوں سے چھپائیں دنیا کی نگاہوں سے بے شک پردہ حاصل کر سکتا ہے لیکن خود اپنے ہی سے وہ کیونکر چھپ جائے گا۔ اس حقیقت و مشاہدہ کا تقاضا تو یہ تھا کہ لے لوگو! تم کسی وقت بھی جرم کے مرتکب نہ ہوتے۔ لیکن تم نے یہ سمجھا کہ اللہ تعالیٰ بہت سی

وہ چیزیں نہیں جانتا جو تم کرتے ہو۔ نہ تم کو قیامت کا حیاں آیا۔ اور نہ حساب و کتاب کا خوب بے فکری سے یہ سب کچھ کرتے رہے۔ اے لوگو! یہی تو تھا وہ تمہارا گمان فاسد جو تم نے اپنے رب کے ساتھ قائم کیا۔ جس نے تم کو ہلاک و تباہ کیا تو بس اسی گمان اور تصور کی وجہ سے تم لوگ ہو گئے ہو تباہ و برباد ہو جانے والوں میں۔ ہر کیفیت یہ ہوگا انجام ایسے مجرموں کا جنہوں نے دنیاوی زندگی اسی دھوکہ میں گزار دی، نہ کبھی آخرت کو سوچا اور نہ وہاں کے عذاب کی فکر کی تو اس صورت حال میں اگر یہ صبر کریں اور فیصلہ خداوندی پر کسی طرح کی حجت بازی اور جیلہ بہانہ نہ کریں تو بھی دوزخ کی آگ ان کا ٹھکانہ ہے۔ یہاں یہ ممکن نہ ہوگا کہ خاموشی اور صبر سے مہربانی اور رحمت کے آثار ان کی طرف متوجہ ہو جائیں۔ اور اگر عذر پیش کرنا چاہیں گے تو ان کی کوئی معذرت قبول نہ ہوگی اور عذاب الہی کا جو فیصلہ ان کے حق میں ہوگا وہ اس سے کسی طرح نہ بچ سکیں گے اور ہم نے دنیا میں ان کا فردن کے واسطے کچھ ساتھی مقرر کر دیئے تھے شیاطین میں سے ان کی بد نصیبی اور مسلسل عناد و تکبر کی وجہ سے سو انہوں نے رچا دیئے تھے ان کے یہ ان کے تمام اعمال اگلے اور پچھلے اس بنا پر وہ اپنے اعمال پر مصر رہے۔

اور جب وہ ان کو مستحسن سمجھتے تھے تو ظاہر ہے کہ ان کے چھوڑنے پر کوئی تیار ہوتے۔ لہذا ان پر مسقط ہو گیا وہ فیصلہ جو ان سے پہلی گزری ہوئی قوموں کے حق میں نافذ ہو چکا تھا۔ خواہ وہ جن میں سے ہوں یا انسانوں میں سے کہ بے شک وہ سب ہی خسارہ اور بربادی میں پڑنے والوں میں سے ہیں۔ کیونکہ اللہ رب عزت کے مقابلہ میں کمزری اور نافرمانی کا یہی انجام ہو سکتا ہے۔ در اسی کے مطابق پہلی قومیں ہلاک کی گئیں تو اسی طرح بعد کے مجرمین کا بھی یہی حشر ہوگا۔ قیامت کے روز حسرت و ناکامی کا جب ایسا منظر سامنے ہوگا تو کافر بد جاس ہوں گے اور نہ صبر کرتے بن پڑے گی۔ اور نہ معذرت و معافی سے کام چلے گا۔ ان واقعات کو سن کر چاہیے تو یہ تھا کہ کفار مکہ عبرت حاصل کرتے۔ کفر و بغوت سے باز آتے لیکن اس کے برعکس اور کافروں نے یہ کہا کہ کان ہی نہ لگاؤ اس قرآن کی جانب اور نہ سنو۔ اور اگر پیغمبر سنانے لگے تو اس میں شور و شغب مچاؤ۔ شاید تم ہی غائب آجؤ۔ ان کافروں کو اپنی اس یہودہ حرکت کا انجام معلوم ہونا چاہیے کہ ہم ضرور بالفرد کافروں کو سخت عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔ در ضرور ہم ان کو بدلہ دیں گے ان بڑے کاموں کا جو وہ کیا کرتے تھے۔ یہی ہے سزا اللہ کے دشمنوں کی اور وہ جہنم کی آگ ہے۔ ان کے واسطے اس جہنم میں ہمیشہ کا ٹھکانا ہوگا۔ اس چیز کے بدلے کے طور پر کہ وہ ہماری آیاتوں کا انکار کیا کرتے تھے اور اس فیصلہ اور انجام سے بے فکری اور غصہ کے عالم میں کافر کہیں گے اے ہمارے پروردگار دکھا دے تو ہمیں وہ لوگ جن دافس میں سے جنہوں نے ہم کو گمراہ کیا تھا کہ ہم ان کو معذیں اپنے قدموں کے نیچے تاکہ وہ بھی خوب ذلیل و خوار ہونے والوں میں سے ہو جائیں۔ اگرچہ ان کو گمراہ کرنے والے شیاطین جن دافس بھی جہنم کی آگ میں ہوں گے لیکن جہنم تو ایک وسیع عالم ہے اس بنا پر دیکھنے کی تمنا کریں گے۔ اور ذلت و خواری میں تو وہ پہلے ہی مبتلا ہو چکے ہوں گے۔ لیکن مزید سوائی ان کی اس طرح دیکھنا چاہتے ہوں گے کہ اپنے قدموں کے نیچے ان کو روندیں جن کو انہوں

نے دنیا میں اپنے مقتدی و پیشوا بنا رکھا تھا یہ تو انجام ہوگا مجرمین و کفار کا مگر اس کے بالمقابل اللہ سے تعلق رکھنے والے اور اس کی اطاعت و فرمانبرداری کرنے والے مومنین کا عزاز و اکرام اس طرح ہوگا کہ بے شک جن لوگوں نے اقرار کر لیا دل کی گہرائیوں سے کہ ہمارا رب اللہ ہے اس کے سوا کوئی معبود و مولیٰ نہیں اور پھر وہ اسی پر مضبوطی سے جمے رہے اور صراطِ مستقیم پر استقامت کے ساتھ چلتے رہے اور مرتے دم تک اسی پر قائم رہے تو ان پر فرشتے اتریں گے۔ اللہ کا پیغام رحمت و بشارت لے کر کہ تم نہ ڈرو اور نہ غم کرو اللہ کی عنایت و رحمت سے تم دنیا میں بھی ہر امدیشہ سے مامون اور ہر نکتہ و غم سے محفوظ ہوؤ گے اور اس دنیاوی زندگی کے بعد آخرت میں خوشخبری سن لو۔ اس جنت کی جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔ ہم تمہارے دلی سرپرست اور رفیق ہیں۔ دنیا کی زندگی میں در آخرت میں بھی چنانچہ اسی ولایت و رفاقت کا یہ ثر تھا کہ اہل ایمان کو طاعت اور نیک کام کی توفیق اور معائب و شدائد پر صبر اور ایمان و تقویٰ پر استقامت نصیب ہوئی اور اسی پر قائم ہوا۔ اور تمہارے واسطے ایمان و تقویٰ والا ہر وہ نعمت ہوگی جس کے واسطے تمہارے دل چاہیں گے اور تمہارے واسطے ہر وہ چیز ہوگی جو تم طلب کر دو گے یہ سب کچھ بطور مہمانی اور اکرام کے ہوگا۔ اس پر در و گار کی طرف سے جو بڑی مغفرت کرنے والا بڑا ہی مہربان ہے۔ جو اپنی شان مغفرت سے ان کو تائبیوں سے درگزر کرنے والا ہوتا ہے جن کے بعد شاید ایسے اکرام و اعزاز کا استحقاق نہ ہوتا اور بڑا ہی مہربان ہے کہ اپنی شان رحیمی سے بندوں کے قلیل و حقیر پر ایسے بلند پایہ انعامات سے نوازتا ہے۔

استقامت کا مفہوم اور اس پر مرتب ہونے والے ثمرات

آیت مبارکہ إِنَّ الْمُذِیْبَ قَالُوا رَبَّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا میں ایمان اور ایمان پر استقامت کے ذکر کے بعد اس پر مرتب ہونے والے عظیم ثمرات اور بہترین نتائج کا بیان ہے۔

نَسْتَقِمْ عَلَيْهِمْ ۖ لَمَّا شَكَّوْا ۖ سَے کہ فرشتے ان پر اترتے ہیں۔ اور فرشتوں کا ان اہل ایمان و اہل استقامت پر اترنا ان کا انتہائی اعزاز و اکرام ہے۔

پیغام بشارت اَنْ لَا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا۔ ہر خوف اور غم کے دور ہو جانے کا۔

جنت اور جنت کی نعمتوں کی بشارت جو اَنْبِشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنْتُمْ تُوعَدُوْنَ کے عنوان سے فرمائی گئی تاکہ اس بشارت کو سن کر ذہن ابتداء ہی سے ان بلند پایہ انعامات اور نعمتوں کی طرف متوجہ ہو جائے جن کی تفصیل نعماء جنت کے ذیل میں بیان کی جا چکی۔

چوتھا ثمرہ اَنْحَنُ اَوْ لَیْسَا ۚ کُمْ ہے کہ ہم تمہارے دلی، سرپرست اور دوست ہیں دنیا اور آخرت

میں درخشا ہر ہے کہ حق تعالیٰ کی دلایت اور محبت دنیا میں اور آخرت میں ایک ایسا عظیم انعام ہے کہ دنیا اور مایہ کی ساری نعمتیں اس کے مقابلہ میں حقیر ہیں۔ بلکہ اخروی نعمتوں میں بھی پرست ہی بلند پائے نعمت ہے کیونکہ اللہ رب العزت کی رضا اور خوشنودی جنت کی ہر نعمت اور راحت سے زائد اور بلند ہے جیسے کہ حدیث میں ہے کہ حق تعالیٰ جنت میں اہل جنت کو تمام انعامات سے نوازنے کے بعد فرمائے گا: اے میرے بند! کیا تمہیں کچھ اور چیز مطلوب ہے۔ جنتی جواب دیں گے اے ہمارے رب! اب ہمیں اور کیا چاہیے ہم کو تو وہ نعمتیں دے دی گئیں ہیں جو جہان والوں میں کسی کو نہیں دی گئیں۔ اس پر اعلان ہوگا: رضائی لا اسخط علیکم بعدۃ أبداً۔ کہ میری رضا مندی اور خوشنودی ہے تمہارے لیے۔ اب آئندہ میں تم پر کبھی ناراض نہیں ہوں گا۔ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللَّهِ أَكْبَرُ ذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ۔

پانچواں ثمرہ | وَكُلُّكُمْ فِيهَا مِمَّا اشْتَمِعَتْ آنَفُسُكُمْ۔
کہ ہر نواہش کا پورا ہونا۔

چھٹا ثمرہ | وَكُلُّكُمْ فِيهَا مِمَّا شَتَّ عَوْنُكُمْ کہ ہر طلب کی تکمیل کہ جو بھی چیز جنتی طلب کریں گے وہ حق تعالیٰ کے فضل سے حاصل ہو جائے گی۔ اور ہر طلب کا پورا ہونا اور ہر مطلوب کا مل جانا نہایت ہی عظیم انعام ہے۔

ساتواں انعام و ثمرہ | نَزْلُ لَدُنِّ غَفُورٍ رَّحِيمٍ۔ عزاز و اکرام ہے۔ جیسے مہمان کا اعزاز ہوتا ہے اور اس اعزاز و اکرام میں خدا کی شان عفو و درگزر کی ہر تقصیر سے درگزر کرتے ہوئے استحقاق سے بڑھ کر بے پایاں رحمتوں سے نوازنے والی ہوگی۔

حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہ نے فرمایا ان اوصاف کا ملہ اور بشارت فاضلہ کے سب سے اولین مصداق خلفاء راشدین پھر مہاجرین اولین تھے جن کے ایمان و استقامت کی عظمت و بلندی کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا۔ اللہ کی ربوبیت ان کے اعتقاد کامل کی پوری تصویر اور ان کی عملی زندگی تھی۔ پھر اطاعت و فرمانبرداری کا وہ مقام تھا کہ دنیا کی کوئی مشقت و رکاوٹ ان کی راہ اطاعت میں حائل نہ ہو سکی تھی۔ رُتِبْنَا ادْنٰہُ عقیدہ توحید کی ترجمانی ہے اور اس کے بعد استقامت طاعت و بندگی کا کہاں ہے کیونکہ استقامت ہر امور و حکم کی تعمیل و پیروی اور ہر ممنوع اور خلاف شرع چیز سے پرہیز کرنے کا نام ہے جس میں اعمال قلوب اور افعال حسیہ و ظاہر داخل ہیں اور اس عملی کیفیت کا نام ہے جو ایمان اسلام اور احسان کے مقام کو جامع ہو۔ اسی وجہ سے حضرات عارفین کا قول ہے کہ استقامت ہر ہر اکملہ امتوں سے بڑھ کر ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے کہ نہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر آیۃ فَاَسْتَقِمْ كَمَا اُمِرْتُ اَلَمْ تَرَ کُلَّ رُتْبَةٍ آیت نہیں نازل ہوئی۔ بعض صحابہؓ نے ایک مرتبہ آپؐ سے عرض کیا یا رسول اللہ آپؐ پر تو بڑھا بہت جلد ہی آگیا۔ اچانک آپؐ پر آثار ضعف واقع ہو گئے تھے۔ اس پر آپؐ نے ارشاد فرمایا مجھے سورہ ہود نے بوڑھا کر دیا ہے۔ اور یہ آیت سورہ ہود ہی میں ہے۔

ام غزالی نے بیان کیا کہ مراہ مستقیم (شریعت کے راستہ) پر استقامت۔ جہنم پر قائم کردہ مراہ (پل) پر گزرنے سے زیادہ شدید ہے اور حقیقت یہ ہے کہ یہاں صراط مستقیم پر استقامت اور وہاں آخرت میں مراہ جہنم پر سے گزرتا ہاں سے زیادہ باریک اور تلوار کی دھار سے زیادہ تیز ہے۔ مرتبہ استقامت کی اسی عظمت کے باعث ہر نماز میں سورۃ فاتحہ کی قرأت کا حکم فرمایا گیا تاکہ مراہ مستقیم پر استقامت کی درخواست بارگاہ خداوندی میں پیش کی جاتی رہے۔

نزولِ ملائکہ اور مواقعِ نزول

روایات و نصوص سے معلوم ہوتا ہے کہ فرشتوں کا نزول تین موقعوں پر ہوتا ہے ایک تو انسان کی موت کے وقت جیسا کہ حدیث میں ہے کہ مومن جب انتقال کرنے لگتا ہے تو فرشتوں کا نزول ہوتا ہے قبض روح کے لیے ادا کہتے ہیں۔ أخرجی ایٹھا النفس الطیبة الی روح دریحان دربت غیبی غضبان اور بعض روایات میں لفظ المطمئنة یعنی اے پاکیزہ روح یا اے نفس مطمئنہ نکل تو خوشگوار ہوؤں اور خوشبوؤں کی طرف اور ایسے رب کی طرف جو غضبانک نہیں ہے۔ دوسرا وقت قبر میں ہوتا ہے کہ میت کے سامنے اس کی قبر میں فرشتے آکر اس سے سوال کرتے ہیں۔ من ربک۔ و من نبیک۔ و ما دینک۔ مومن جب جواب ٹھیک دے دیتا ہے تو فرشتے اس کو بشارت سناتے ہیں۔ جنت کی نعمتوں اور راحتوں کی۔ اور کہہ دیتے ہیں نعم کیسے مد العروس۔ یعنی تو سو جاو لہن کی طرح جس کے لیے ہر آرام اور راحت کا خیال رکھا جاتا ہے۔ تیسرا موقع نزولِ ملائکہ کا حشر ہے جب مومنین کو دخولِ جنت کی بشارت سناتے ہوں گے۔ دُخِلُوا الْجَنَّةَ بِمَا کُنْتُمْ ادر کہا جا رہا ہو گا سَلَامٌ عَلَیْکُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ اور کافروں کو دخولِ نار کی وعید سنائی جا رہی ہوگی۔

یہ مواقعِ نزول تو موت کے وقت سے لے کر حشر اور حساب و کتاب تک ہوئے۔ انسان کی دنیاوی حیات میں بھی فرشتوں کا مومنین پر، ترنا متعدد صورتوں میں ہوتا ہے کبھی اعمال صالح کی تلقین اور قلب میں ان کی رغبت و شوق ڈالنے کے لیے ترستے ہیں۔ یہی دہر ہے کہ بسا اوقات انسان اپنے قلب میں غیر شعوری طور پر اعمالِ صالح کی ایک عجیب رغبت و شوق کی کیفیت محسوس کرتا ہے اور کبھی مصیبت اور غم کے وقت سکینت و طمانینت کا اظہار کرنے کے لیے اترتے ہیں جیسے عزوۃ بدر میں ہوا چنانچہ ارشاد ہے۔ اِذْ یُوحِیْ رَبُّکَ اِلَی الْمَلَائِکَہِ اَنِّیْ مَعَکُمْ فَتَنَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا سَآئِقُیْ فِیْ قُلُوْبِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَالْمُشْرِکِیْنَ۔ ان دو قسموں کے نزول اور رفاقت کے علاوہ فرشتوں کا وہ نزول ہے جو نوبت، نبوت، بندوں کے اعمال لکھنے والے اور اس کی حفاظت کرنے والے ہوتے ہیں۔ جیسا کہ ارشاد ہے۔ لَہٗ مُعَقِّبَاتٌ مِّنْ مَّکِیْنٍ یَّدْبِیْہَا وَ مِنْ خَلْفِہَا یَحْفَظُوْنَہَا مِنْ اَمْرِ اللّٰہِ۔

جنت میں تفاوت درجات کے باوجود باہمی تحاسد نہ ہوگا

وَلَكُمْ فِيهَا مَا لَشْتَىٰ اَنْفُسُكُمْ كَالْمَدَنُ لَیْ سَہِیْ كَیْ اهل جنت جس کسی چیز کی خواہش کریں گے وہ ان کو حاصل ہو جائے گی۔ حضرت حکیم الامت مولانا تھانویؒ نے اس پر ایک لطیف نکتہ بیان فرمایا جس سے یہ شکال دور ہو گیا کہ جنت میں درجات مختلف ہوں گے اور بعض دوسرے بعض پر بلندی اور فضیلت رکھنے والے ہوں گے تو کم تر درجے کے لوگ اگر اپنے سے بلند مرتبہ والوں کو نہ جانیں گے تو جہل لازم آئے گا۔ اور جہالت عیب اور نقصان ہے، اور یہ ممکن نہیں کہ اہل جنت ناقص اور عیب دار ہوں۔ در اگر جانے کا تو طبعی تقاضے کے باعث حسد ہو گا تو یہ بھی بُری خصلت ہے تو فرمایا یہی شق اختیار کر لی جائے کہ بعض اہل جنت کو اپنے بلند درجات والوں کا علم ہو گا لیکن حسد انسانی حواصل میں کبیک مذموم اور بُری خصلت ہے در جنتی جنت میں جب داخل کیے جائیں گے جیسا کہ ارشاد ہے۔ وَنُزَعْنَا مِّنْ فِیْ صُدُورِهِمْ مِّنْ غِلٍّ یَّخْرِئُ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهَارُ اور حدیث میں آتا ہے۔ لا تحاسد بینہم و لا تبغضن۔ اس لیے اس طرح کی کوئی کیفیت نہیں ہوگی۔ اور یہی یہ بات کہ وہ یہ تمنا کرنے لگیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنے فضل سے ایسے ہی مرتبہ عطا فرمادے تو یہ تمنا اس وجہ سے نہیں کریں گے کہ ان کو اپنی استعداد اور صلاحیت معلوم ہوگی وہ اپنے مرتبہ اور استعداد سے بڑھ کر تمنا ہی نہیں کریں گے پھر یہ کہ جنت میں ہر ایک جبریت کے اعلیٰ اور بلند ترین مقام پر ہو گا اور ان کو تمام باطنی مقامات حاصل ہوں گے اس وجہ سے ان کو مقام رضا و تسلیم بھی حاصل ہو گا اور ہر ایک اپنے درجہ میں اس قدر سرور و خوش ہو گا کہ دوسروں کے درجات کا احساس ہی نہ ہو گا پھر جائیکہ وہ ان درجات کی تمنا کرنے لگے۔ دنیا میں بھی رضا و تسلیم اور قناعت کا مقام حاصل کرنے والے ایسے بعض لوگ مل جاتے ہیں کہ وہ دوسروں کو اپنے سے بہتر جاننے کے باوجود ان کے مراتب کی خواہش تو کیا ان کو اپنے اس درجہ سے ترقی سے بھی نفرت ہوتی ہے۔ تو جب دنیا میں بھی ایسے قانع افراد ہیں تو آخرت اور جنت میں تو ہر ایک ہی پیکر قناعت اور رضا و تسلیم ہو گا۔ حضرت حکیم الامت اس تحقیق کے دوران دل میں پیش آنے والے ایک اشکال کو ہی رفع فرمائے کہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض جنتی اپنے بلند مرتبہ والوں کو دیکھ کر تمنا کریں گے جیسے ایک حدیث میں ہے کہ ایک جنتی دوسرے کو دیکھ کر تمنا کرے گا کہ میرا لباس بھی کاش ایسا ہی ہوتا تو فوراً اس کا لباس اسی جیسا ہو جانے کا تو اصل یہ ہے کہ لباس کی برابری سے درجات کی برابری ضروری نہیں ہو سکتا ہے کہ مختلف درجات والوں کو لباس ایک سا دے دیا جائے جیسے کسی ضیافت میں مختلف مراتب لوگوں کو ایک ہی قسم کا کھانا کھلایا جائے اور ایک ہی طرح کا اکرام کیا جائے تو درجہ کی مساوات کی تمنا نہ ہوگی۔ نعمت میں برابری کی تمنا رتبہ میں مساوات کی تمنا کو مستلزم نہیں (ہذا ما نہمت من کلہا حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ)

وَمَنْ أَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَا إِلَى اللَّهِ

اور س سے بہتر کس کی بات؟ جس نے بلایا اللہ کی طرف

وَعَمِلَ صَالِحًا وَقَالَ إِنِّي مِنَ الْمُسْلِمِينَ ﴿۳۳﴾

اور کیا نیک کام . اور کہا میں حکم بردار ہوں ۔

وَلَا تَسْتَوِ الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ۚ ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ

اور برابر نہیں نیکی نہ بدی ۔ جواب میں تو کہہ اس

أَحْسَنُ فَإِذَا الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ

سے بہتر ، پھر جو تو دیکھے ، تو جس میں تجھ میں دشمنی تھی ،

كَانَتْهُ وَلِيٌّ حَكِيمٌ ﴿۳۴﴾ وَمَا يُلْقِيهَا إِلَّا الَّذِينَ

جیسے دوست دار ہے ناطق والا ۔ اور یہ بات متی ہے انہیں کو ۔

صَبَرُوا ۚ وَمَا يُلْقِيهَا إِلَّا ذُو حِظٍّ عَظِيمٍ ﴿۳۵﴾

جو سہارہ رکھتے ہیں ۔ اور یہ بات متی ہے اس کو جس کی بڑی قسمت ہے ۔

وَأِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطَانِ نَزْعٌ

اور کبھی چوک لگے تجھ کو شیطان کے چوکنے سے ،

فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ ۚ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿۳۶﴾ وَمِنْ

تو پناہ پکڑ اللہ کی ، بیشک وہی ہے سنتا جانتا ۔ اور اس

آيَةِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالشَّمْسِ وَالْقَمَرِ ۚ لَا تَسْجُدُوا

کی قدرت کے نمونے ہیں رات اور دن ، اور سورج اور چاند ۔ سجدہ نہ کرو

لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوا لِلَّهِ الَّذِي

سورج کو اور نہ چاند کو اور سجدہ کرو اللہ کو جس نے

خَلَقَهُنَّ إِن كُنتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ ﴿۳۷﴾ فَإِن

وہ بنائے، اگر تم اسی کو پڑتے ہو - پھر اگر

اسْتَكْبَرُوا فَالَّذِينَ عِنْدَ رَبِّكَ يُسَبِّحُونَ لَهُ بِاللَّيْلِ

عزور کریں تو جو لوگ تیرے رب کے پاس ہیں پاکی بولتے ہیں اسکی رات

وَالنَّهَارِ وَهُمْ لَا يَسْأَمُونَ ﴿۳۸﴾

اور دن، اور وہ نہیں تھکتے -

فضیلت دعوت الی اللہ بیان صبر استقامت و علم و درگزر و راہ حق

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى - وَمَنْ أَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَا إِلَى اللَّهِ - ... الی ... وَهُمْ لَا يَسْأَمُونَ

(ربط، گزشتہ آیات میں اہل ایمان و ایمان پر استقامت والوں کا اللہ کے یہاں کیا عظیم مقام مرتبہ ہے بیان فرمایا گیا اب ان آیات میں اللہ کی طرف دعوت دینے والوں کی فضیلت بیان کی جارہی ہے۔ اور یہ کہ عقل و فطرت کے اس قانون کو بخوبی سمجھ لینا چاہیے کہ نیکی اور بدی بربر نہیں ہوتی ہے۔ اور دعوت الی اللہ اور اشاعت حق میں انسان کو بڑی رکاوٹیں اور دشواریاں پیش آتی ہیں۔ ان کا مقابلہ اور شدائد پر صبر کی ضرورت ہے۔ یہ چیز کمال کی نہیں ہے کہ اگر کوئی شخص براہِ رزق و عمل اختیار کرے تو اس کے جواب میں وہی رزق اختیار کیا جائے اس طرزِ عمل سے بڑائی کا خاتمہ نہیں ہوتا۔ بلکہ اور زائد پھیلنے ہے اگر بران کو مثلاً مقصود ہو تو اس کا بس یہی ایک طریقہ ہے کہ ملاحظت اور نرمی سے اس کو دور کیا جاسکتا ہے۔ یہی صورت کامیابی اور ترقی کی ہو سکتی ہے۔ اور اس راہ میں جہاں خارجی رکاوٹیں پیش آتی ہیں۔ ساتھ ہی خود انسان کے قلب و دماغ پر بسا اوقات ایسے خطرات و خیالات وارد ہوتے ہیں کہ قریب ہوتا ہے کہ راہ حق سے اس کے قدم ڈمک جائیں تو خارجی رکاوٹوں کے ساتھ یہ داخلی رکاوٹیں بھی پیش آیا کرتی ہیں تو دس و سوس شیطانہ سے بچنا صرف اللہ رب العزت کی پناہ و حفاظت سے ہوتا ہے تو دعوت الی اللہ کی بلند منزلوں کو طے کرنے میں اللہ ہی کی پناہ مانگنی چاہیے۔ تو فرمایا۔ اور اس سے بہتر کون شخص ہو سکتا ہے۔ اپنے قول و دعوت کے لحاظ سے جو لوگوں کو خدا کی طرف بلائے۔ اور خود نیکی کا کام کرتا رہے اور اپنی زندگی کے ہر مرحلے پر یہ اعدا کرتا رہے میں تو اللہ کے فرمانبرداروں میں سے ہوں۔ مشرکین و منکرین کیسے ایسے ماحول میں جو اللہ کے دین کو حقیر سمجھتے ہوں۔ ان کے سامنے بجائے مرعوب و محبوب ہونے کے خیر کے ساتھ یہ کہہ کر اٹھنی

مِنَ الْمُتَّبِعِينَ اپنے مذہب پر اس طرح کے فخر اور اعلان سے کافروں کے حوصلے پست ہوں گے۔ اور اہل سعادت کو ایمان کی رغبت اور خوشگلی نصیب ہوگی۔ اور بسا اوقات یہ ہوتا ہے کہ دعوت الی اللہ کا فرض انجام دینے میں جہلاء کا مقابلہ اور معاندین کی طرف سے ایذا و رسائی کا معاملہ ہوتا ہے تو ایسی صورت پیش آنے پر ایک ضابطہ یہ سمجھ لینا چاہیے کہ برابر نہیں ہے نیکی برائی اور بدی کے اور نہ بدی برابر ہے نیکی کے ہر ایک کا حال اور اثر جدا ہوتا ہے۔ نیکی کا انجام فلاح و کامرانی ہوتا ہے اور بدی کا انجام ذلت و ناکامی اس لیے دعوت الی اللہ میں مشغول انسان یقیناً کامیاب و سر بلند ہوں گے۔ اور ان کے مقابلہ و معارفہ کرنے والے معاند ذلیل و ناکام ہوں گے۔ اسے مخاطب بس تو اپنا دستور العمل یہ بنالے کہ ملافت کرتا رہے برائی کا ایسے طریقے سے جو نہایت ہی خوبی کا ہو تو ایک وقت ایسا آئے گا کہ تو دیکھ لے گا کہ تیرے اور جس شخص کے درمیان دشمنی ہے وہ گویا کہ تیرا نہایت ہی غلصہ و ہمدرد و قریبی دوست اور رشتہ دار ہے۔ اور یہ بات نہیں حاصل ہوتی مگر صرف ان ہی لوگوں کو جو اپنے اخلاق و کردار سے صابر و مستقل مزاج ہوں۔ اور نہیں نصیب ہوتی یہ خصلت مگر ان لوگوں کو جو بڑے ہی نصیب والے ہیں۔ یہ طرز عمل تو اس وقت ہے جب دعوت الی اللہ اور راہ حق میں رکاوٹیں خارج سے پیش آئیں۔ اور اگر خود تیرے قلب و دماغ میں شیطان کی طرف سے کوئی دوسوہ پیدا ہو کر تجھ کو ڈمکائے تو اللہ کی پناہ مانگ لیا کر۔ بیشک وہ خوب سننے والا خوب دیکھنے والا ہے۔ وہ پروردگار تیرے عمل و اخلاق کو دیکھنے اور تیرے قول کو سننے کی وجہ سے تجھ کو دشمنوں سے محفوظ رکھے گا نہ خارجی عداوتیں تجھے نقصان پہنچا سکیں گی اور نہ تیرے نفس کی داخلی رکاوٹ اور دوسوے تجھے ناکام بنا سکیں گے۔ اور اللہ کی نشانیں سے نورات اور دن ہے اور سورج و چاند ہیں۔ جو اپنے انقلاب و تبدیلی سے ہر شاہدہ کرنے والے انسان کو یہ سمجھاتے ہیں کہ دنیا میں کوئی حاست ایسی نہیں کہ جو تبدیل نہ ہو۔ رات کی تاریکی کے بعد دن کی روشنی نمودار ہو کر زبان حال سے یہ بتاتی رہتی کہ کسی بھی مغلوب و عاجز یا پریشان و مغموم شخص کو جو آلام و افکار کی تاریکیوں میں ڈوبا ہوا ہو یا یوس نہ ہونا چاہیے۔ اس کے افکار و پریشانیوں کی تاریکیاں عنقریب کامیابی اور غلبہ کی صبح صادق کو نور سے مٹ جائیں گی۔ قدرت خداوندی کے ان کرشموں کو دیکھ کر لے لوگو کا خدائے عالم کے پیدا کرنے والے اور چلانے والے رب کو پہچانو۔ ہرگز پرستش نہ کرو۔ سورج کی درندہ چاند کی اور صرف اسی خدا کے لیے سجدہ کرو جس نے سورج و چاند کو پیدا کیا ہے۔ اگر تم کو اسی خدا کی عبادت کرنا ہے۔ کیونکہ خدا کی خالقیت کے اقرار کے ساتھ کسی دوسرے کو اس کی عبادت میں شریک کرنا درحقیقت

عہ کاٹنا یعنی گویا کہ وہ تیرا دوست و ہمدرد ہے یہ عنوان اس لحاظ سے ہے کہ اگرچہ وہ دشمن جس کے ساتھ تم نیکی کا برتاؤ کرو گے حقیقتاً دوست نہ بنے مگر ہر کیف اگر اس میں انسانی مشرافت کا ادنیٰ سا بھی اثر ہے تو وہ یقیناً معاملہ ایسا ہی کرنے لگے گا جیسا کہ دوست ہو۔

اس کی عبادت ہی سے انکار ہے۔ لہذا یہ کیسے صحیح ہو سکتا ہے کہ مشرکین اپنے معبودوں کی عبادت و پرستش کرتے ہوئے یہ دعویٰ کریں کہ ہم تو اسی خدا کی عبادت کرتے ہیں۔

بہر حال یہ حقائق ہیں جن کا تسلیم کرنا ہر صاحب عقل پر ضروری ہے۔ پھر بھی اگر یہ لوگ اللہ کی عبادت و توحید سے تنگبر کریں اور اپنے آبائی دین کو چھوڑنے میں یہ سمجھیں کہ ہماری ذلت ہوگی تو پھر ایسے لوگوں کو یہ سمجھ لینا چاہیے کہ اے ہمارے پیغمبر جو فرشتے آپ کے رب کے نزدیک ہیں اور بارگاہ خداوندی کے مقرب ہیں وہ تو تسبیح و پاکی بیان کرتے رہتے ہیں اسی رب کے بے رات اور دن۔ اور وہ اس سے ٹھکے نہیں ہیں تو جس خدا کی عظمت و برتری کا یہ مقام ہے کہ ملائکہ مقررین شب و روز اس کی حمد و ثنا اور تسبیح میں مصروف ہیں اس کو کسی کی عبادت کی حاجت نہیں۔ اور نہ اس کو کسی کی نافرمانی سے کچھ نقصان پہنچ سکتا ہے۔ وہ پروردگار عالم تو تمام جہانوں سے مستغنی و بے نیاز ہے جیسا کہ حدیث قدسی میں ہے کہ اگر اوین و آخرین زندہ و مردہ جن و انس جاندار و بے جان چیزیں سب کی سب سراپا تقدی ہو جائیں تو خدا کی خدائی میں پتھر کے پر کے برابر اضافہ نہیں کر سکتے اور اگر یہ سب خدا کی نافرمانی اور شقاوت کا پیکر بن جائیں تو خدا کی ملک میں پتھر کے پر کے برابر کمی نہیں کر سکتے۔

دعوت الی اللہ کے آداب اور صبر تحمل کے بہترین ثمرات

حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس اللہ سرہ نے اپنے ایک وعظ دعوت الی اللہ میں ان آیات کی تفسیر و تشریح میں عجیب لطائف و نکات بیان فرمائے۔ یہ پورا مضمون حضرت اقدس ہی کی عبارت کے ساتھ ہدیہ قارئین ہے۔

فرماتے ہیں ان آیات میں حق تعالیٰ نے ایک خاص عمل کی فضیلت مع اس کے کمالات اور آداب کے ارشاد فرمائی ہے۔ وہ خاص عمل دعوت الی اللہ ہے یعنی حق تعالیٰ کی طرف بھنا یعنی اس کے دین کی طرف بلانا یہ تو مقصود ہے اور دوسرے کے مکمل ہیں یعنی عمل صالح اور تواضع اور اعتراف فرمانبرداری۔ ترجمہ آیت: "کون شخص ہے زیادہ احسن، زروئے قول کے اس شخص سے جو خدا کی طرف بلا دے" استفہام انکاری ہے یعنی اس سے اچھا کسی کا قول نہیں جو اللہ کی طرف بلا دے۔ احسن سے معلوم ہوا کہ اچھی باتیں تو اور بھی ہیں مگر جتنی اچھی باتیں ہیں ان میں سب سے زیادہ اچھی بات "دعوة الی اللہ" ہے۔ استفہام بقصد نفی ہے۔ سبحان اللہ! کیا بلاغت ہے کہ پوچھتے ہیں کون ہے احسن ازروئے قول کے، اس میں مبالغہ زیادہ ہے کیونکہ عادت ہے کہ جس جگہ یہ تردد ہوتا ہے کہ کوئی خلاف جواب دے دے گا۔ وہاں پوچھا نہیں کرتے مثلاً یوں کہتے ہیں کہ میاں فلاں تجارت سے اچھی کون سی تجارت ہے یہ وہاں کہتے ہیں کہ جہاں مخاطب کو شکم کی رٹے سے اختلاف نہ ہو اور جہاں یہ گمان ہوتا ہے کہ شاید مخاطب خلاف

جواب دیدے وہاں پر چھانیں کرتے بلکہ یوں بتلاتے ہیں کہ میاں اس سے اچھی کوئی تجارت نہیں اور جہاں یہ احتمال نہیں ہوتا بلکہ اعتماد ہوتا ہے کہ مخاطب بھی پرچھنے پر یہی جواب دے گا وہاں پر چھا کرتے ہیں کہ تم ہی بتاؤ کہ کونسی بات اچھی ہے کیونکہ ظاہر بات ہے بدیہی، درستی بات کا کوئی انکار نہیں کر سکتا اسی طرح اس دعوت الی اللہ کی فضیلت اتنی صاف بدیہی اور محسوس تھی کہ صرف پرچھنا کافی ہو گئی ہو گی کہ کوئی کہہ نہیں سکتا کہ اس اچھی فلاحی بات ہے یا استفہام میں تو یہ بلاغت ہے۔

سویہ افعل التفضیل کا صیغہ ہے یعنی کس کی گفتگو سب سے اچھی ہے

أَحْسَنُ قَوْلًا كِتْمَانًا

درجہ اس ترجمہ کی ظاہر ہے کیونکہ احسن باعتبار قصد کے صفت ہے قول کی اور افعال ہی کے اعتبار سے اس کی تفضیل بھی ہے اور چونکہ مفضل جنس مفضل علیہ ہی سے ہوتا ہے تو معنی یہ ہوں گے کہ سب قولوں سے اچھا اس شخص کا یہ قول ہے اور یہاں تک تو کوئی اشکال

نہ تھا مگر آگے ارشاد ہے۔ دَعَمَلٌ صَادِقًا اور عمل صالح بھی کرے اس جملہ کو اس کے معطوف علیہ کے ساتھ ملانے سے حاصل یہ ہوا کہ سب سے اچھی بات اس شخص کی ہے جو دعوت الی اللہ کرے اور نیک کام کرے۔

اس میں اشکال یہ ہے کہ دعوت الی اللہ کو تو احسنیت قولاً میں دخل ہو سکتا ہے کیونکہ وہ خود قول ہے اور سب سے احسن مگر عمل صالح کا اس میں کیا دخل؟ کیونکہ وہ فعل ہے قول نہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ

گرچہ وہ قول نہیں۔ مگر آداب و کلمات قول سے ہے اس لیے یہ بھی قول کے احسن ہونے میں داخل ہے تو حاصل یہ ہوا کہ صاحب قول احسن وہ ہے جو دعوت الی اللہ بھی کرے اور اس کے ساتھ ہی خود عمل بھی

کرے۔ یعنی جو کچھ کہے اس کے موافق عمل بھی کرے تب وہ صاحب قول احسن ہے اس پر یہ سوال پیدا ہو گا کہ کوئی بہت اچھی بات کہے اور عمل اچھا نہ کرے تو قول تو اچھا ہے مگر عمل اچھا نہیں ہے مثلاً اگر کوئی دعوت الی الاسلام کرے اور خود مسلمان

نہ ہو دعوت الی الصلوٰۃ کرے اور خود نمازی نہ ہو اسلام کے اوصاف بیان کرے اور خود ان پر عقیدہ نہ رکھے تو اس پر مِّنْ أَحْسَنُ قَوْلًا تو صادق آتا ہے کیونکہ اس کے معنی من قولہ احسن ہیں۔ یعنی جس

کی بات بہت اچھی ہو وہ احسن قولاً ہے جب یہ بات سمجھ میں آگئی تو اب اگر کوئی خود عمل نہ کرے تو اس کے قول کے احسن ہونے میں کیا غلط رہا اگر اس نے خود نماز نہ پڑھی تو اس کا یہ قول احسن ہے نہ نادم سے نادم

یہ کہہ سکتے ہیں کہ عمل احسن جہیں تو اس سے قول کے احسن ہونے میں کیا غلط پڑا۔ اس کا جواب منصوص قرآن مجید اس کے کچھ نہیں ہو سکتا کہ قول کے اچھے ہونے میں عمل کے اچھے ہونے کو بھی دخل ہے اور اس بنا پر اس

آیت سے ایک مسئلہ بھی مستنبط ہوا کہ داعی و دقیم کے ہوتے ہیں ایک صاحب عمل صالح اور ایک غیر صاحب عمل صالح اول کا قول یا دعوت احسن ہے یا دعوت غیر احسن ہے۔ الدعوتۃ الی اللہ مستأثراً ص ۱۳۳، انقضی احسنیت

جب ہو گی کہ جہاں وعظ کے ساتھ عمل بھی ہو گا۔ اور جہاں نہ وعظ ہو گا اور عمل نہ ہو گا وہ بیان احسن نہ ہو گا۔ کیونکہ افعل التفضیل کی نفی سے مجرد صفت کی نفی لازم آتی ہے اور چونکہ بسا اوقات وعظ و عمل صالح

کے ساتھ ہی اس میں کبر اور عجب بھی پیدا ہو جاتا ہے کہ میں بڑا صاحب کمال ہوں اس لیے آگے اس کے علاج کے لیے تواضع کی تعلیم فرماتے ہیں۔ وَ قَالَ إِنَّمَا أَتَى الْمَسْكَنَ لِيُخَبِّرَ لِيَعْنِي یہ بھی کہے کہ میں تو اس

کے فرما برداروں میں سے ہوں کہ ”من نیز از غلامان ادیم“ کے حکم پر چلتا ہوں۔ در نہی من مسلم نہیں فرمایا کہ جس سے تفرقہ کا شہرہ پڑتا اس لیے اَشْتٰی مِنْ الْمُشْرِکِیْنَ فرمایا تاکہ اس طرف اشارہ ہو جائے کہ غلام اور فرما بردار بہت ہیں ان میں سے ایک میں بھی ہوں ایک غلام نے اگر فرما برداری نہ کی تو اپنا ہی کچھ کھویا۔ جاننا چاہیے کہ اَشْتٰی مِنْ الْمُشْرِکِیْنَ کے دو معنی ہو سکتے تھے۔ ایک دعویٰ و فخر اور ایک تواضع مگر یہاں تواضع مراد ہے اور اس کی تائید کہ ایک ہی لفظ دو معنوں میں استعمال ہو سکتا ہے خود قرآن مجید کے دوسرے موقع سے بھی ہوتی ہے چنانچہ ایک جگہ مقبولین کی مدح میں ان کا مقلد ارشاد ہے۔ رَبَّنَا اِنَّا سَمِعْنَا مُنَادِیًا یُنَادِیْ بِلَا یَمَانٍ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّکُمْ فَاَمَّا زُبٰنَا فَآغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَکَفِّرْ عَنَّا سَیِّئَاتِنَا۔ یعنی لے لے ہم سے ایک منادی کو سنا کہ وہ ایمان کے لیے ندا دیتا ہے کہ اپنے پروردگار پر ایمان لاؤ فَاَمِنَّا پس ہم ایمان لائے۔ لے لے پروردگار پس بخش دیجئے ہمارے گناہ اور دور کر دیجئے ہماری برائیاں دیکھیے یہاں اَمِنَّا تواضع انکسار و افتقار کے لیے ہے جس کو ذوق سلیم اور سیاق و سباق صاف بتلا رہا ہے۔ اب دوسری آیت لیجئے جو اسی لفظ کو کبر و عجب کے طور پر استعمال کرنے پر دال ہے فَآلَکُمُ الْاَنْحِرَابُ اَمَّا قُلُوبُکُمْ تَوَّضَعُوْا وَلٰکِنْ قُوْلُوْا اَسْلَمْنَا لَا یَہْدٰی ہٰہاں بھی وہی اَمِنَا ہے مگر یہاں اس کو رد کیا گیا ہے جس کا سبب وہی ہے کہ دعویٰ اور فخر سے کہتے تھے چنانچہ بعد دلی آیت اس پر صریح دال ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے یَمُنُّوْنَ عَلَیْکَ اَنْ اَسْلَمُوْا قُلُوبُکُمْ لَآ تَمُنُّوْا عَلٰی رَاسِلَاْمِکُمْ بَلِ اللّٰهُ یَمُنُّ عَلَیْکُمْ اَنْ هٰذَا کُمْ بِلَا یَمَانٍ اِنْ کُنْتُمْ صَادِقِیْنَ۔ یعنی وہ لوگ آپ پر احسان رکھتے ہیں اپنے اسلام لانے کا۔ فرما دیجئے کہ احسان نہ رکھو مجھ پر اپنے اسلام کا بلکہ خدا کا احسان ہے کہ اس نے تمہیں ایمان کی ہدایت کی بشرطیکہ تم اس قول میں سچے ہو۔ غرض — یہاں ان کا اَمِنَا کہنا دعویٰ اور فخر کے طور پر تھا۔ اس کے جواب سے صاف طور پر معلوم ہو گیا کہ واقعی خدا کا احسان ہے جو اس نے ہمیں نیک کام کی ہدایت کر دی۔ اسی طرح یہاں بھی فرمایا۔ وَقَالَ رَاشِدٌ مِنْ الْمُشْرِکِیْنَ تَوَّابِعِیْ دَعْوَتِ اٰلِی لَہٰ کی یہ ہوئی تو اب کل تین چیزیں ہوئیں۔ ایک مقصود یعنی دعوت الی اللہ اور دوسرے کے کہل یعنی عمل صالح اور تواضع و افتقار و اعتراف و فرما برداری۔ امد دعوت الی اللہ ص ۲۹۔ م ۱۲۱ وَقَالَ رَاشِدٌ مِنْ الْمُشْرِکِیْنَ کی دوسری تفسیر یہ ہے کہ فخر اور لذت کے طور پر اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کرنا ہو نہ یہ کہ اس کو اپنے اس عنوان اور لقب کے اظہار میں کوئی جھجھک یا شرم معلوم ہو اور یہ شرم نہ تو قولاً اعلان اسلام میں اور نہ ہی اپنے عمل سے اپنے اسلام کے اظہار میں ہو۔ الحاصل داعی میں دعوت کے ساتھ عمل صالح اور ساتھ تواضع اور انکسار اور اعتراف فرما برداری بھی ضروری ہے اپنی دعوت اور خدمت پر فخر نہ کرے اس لیے کہ سب کام خدا کی توفیق سے ہوتا ہے اس لیے اپنے اوپر نظر نہ کرنی چاہیے۔ اب آگے بقیہ آیات کا ترجمہ اور تفسیر بیان کیے دیتا ہوں۔

وَلَا تَسْتَوِی الْحَسَنَةُ وَالْمَسِيئَةُ یعنی اچھائی اور برائی برابر نہیں۔ یہاں سوال ہوتا ہے کہ

اور پر تو دعوت الی اللہ کا ذکر تھا یہاں یہ بیان ہے کہ نیکی بدی برابر نہیں ہے آخر اس جملہ کو سیاق و سباق سے کیا مناسبت ہے۔ آگے ارشاد ہے اِذْ فَعَّمْ بِالَّتِي هِيَ اَحْسَنُ یعنی مدافعت کیجئے اس طریقہ سے جو اچھا ہو یہ بھی بے جوڑ سا معلوم ہوتا ہے کہ اس میں اخلاق کی تعلیم ہو رہی ہے جواب یہ ہے کہ اصل تعلق تو دعوت الی اللہ کے معمول سے اِذْ فَعَّمْ بِالَّتِي هِيَ اَحْسَنُ کا ہے اس طرح سے کہ جو شخص دعوت کے لیے کھڑا ہوتا ہے عموماً اس کی مخالفت ہوتی ہے لوگ بڑبڑا کہتے ہیں۔ ممکن ہے کہ اس وقت اس میں ہیجان پیدا ہو اور یہ بھی بدی کے بدلہ بدی کر بیٹھے اس لیے ایسے واقعات کے پیش آنے سے پہلے ہی سے تعلیم فرماتے ہیں کہ اخلاق درست کرو اپنے میں ضبط و صبر پیدا کرو یہ معنی ہوئے۔ اِذْ فَعَّمْ بِالَّتِي هِيَ اَحْسَنُ کے معنی اِذْ فَعَّمْ اَللّٰهُ لَكَ بِالْحَسَنَةِ کہ کوئی برائی کرے تو اسے نیکی کر کے دفع کر دو پس اصل تعلق تو جملہ اِذْ فَعَّمْ کا ہے باقی لَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ بِالسُّوءِ ۱۰ یہ اس کی تہید ہے یعنی بدلانا تو مقصود ہے اِذْ فَعَّمْ بِالَّتِي هِيَ اَحْسَنُ کا مگر تہید میں پہلے ایک قاعدہ کلیہ بتاتے ہیں کہ دیکھو نیکی اور بدی اثر میں برابر نہیں ہوتی یعنی اگر برائی کا انتقام برائی سے لے لیا تو اس کا اثر اور ہوگا اور اگر مال دیا تو اس کا اثر اور ہوگا اور وہ اثر یہ ہوگا کہ خَادَ اللّٰذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَاَنْتَ وَلِيٌّ حَنِيمٌ جس شخص کے وہ تمہارے درمیان میں عداوت تھی۔ وہ ایسا ہو جائے گا جیسے لڑکھا دوست۔ مطلب یہ کہ دعوت الی اللہ کے لیے اس کی بھی ضرورت ہے مخالفین بھڑکیں نہیں۔ کیونکہ اگر بھڑکے گا تو اس کا شر اور بڑھے گا پہلے بھی عداوت کرتا تھا تو اب کھلی ہوئی کرے گا۔ تو اس عداوت سے اور شر سے بچنے کی تدبیر یہ ہے کہ مال دو اور انتقام لینے کی نکر نہ کرو۔ تو دشمن دوست بن جائے گا۔ اور پھر وہ گرتھیں مدد بھی نہ دے گا تو تمہاری کوششوں کو رد کے گا بھی نہیں۔ اور دعوت الی اللہ کا کام مکمل ہو جائے گا۔ یہاں اس کے متعلق ایک شبہ ہے کہ ہم بعض جگہ دیکھتے ہیں کہ باوجود اس رعایت کے بھی وہ دوست نہیں بنتا بلکہ وہ اپنے شرف و فساد میں اسی طرح سرگرم رہتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں بقاعدہ عقلمند ایک شرط ملحوظ ہے وہ یہ کہ بشرط سلامۃ الطبع کہ وہ شر سے اس وقت باز رہے گا جبکہ سلیم الطبع ہو اور اگر سلامت طبع کی قید نہ ہو تو اس وقت یہ جواب ہے کہ دلی صمیم نہیں فرمایا بلکہ کَاَنْتَ وَلِيٌّ حَنِيمٌ۔ فرمایا ہے تشبیہ کا حاصل یہ ہے کہ کچھ نہ کچھ شر ہی میں کی رہے گی اور اگر تم انتقام لو گے تو گو اس وقت وہ عدم قدرت کی وجہ سے خاموش ہو جائے مگر درپردہ کینہ مضر رکھے گا اور حتی الامکان لوگوں سے تمہارے خلاف سازش کرے گا جس کو غلطی سے آدمی کبھی یوں سمجھ جاتا ہے کہ انتقام صلح ہوا۔ تو ایک دب یہ بتایا تبلیغ کا کہ صبر و ضبط سے کام لیا جائے اور جو ناگوار امور مخالفین کی طرف سے پیش آویں انہیں برداشت کیا جائے اور یہ مدافعت سینۃ بالسنۃ چونکہ کام تھا نہایت مشکل اس لیے اس کی ترغیب کے لیے فرماتے ہیں وَ مَا يُقَاتِلُهَا رَاۤءَ السُّيُوفِ صَٰبِرٌ ۱۱ اور یہ بات انہی لوگوں کو نصیب ہوتی ہے جو بڑا صاحب نصیب ہے تو اس مدافعت کی ترغیب دو وجہ سے دلائی گئی ہے ایک باعتبار اخلاق کے کہ ایسا کرنے سے صابرین میں شمار ہوگا اور ایک باعتبار جوہ ثواب کے ایسا کرو گے تو اجر عظیم کے مستحق ہو جاؤ گے اب اس میں یک مانع بھی تھا۔

یعنی دشمن شیطان جو ہر وقت لگا ہوا ہے، اس کا بھی علاج ہوتا ہے۔ اِمَّا يَنْزِعُكَ مِنَ الشَّيْطَانِ نَزْعًا فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ اگر آپ کو شیطان کی طرف سے دوسو سوائے تو اللہ کی پناہ مانگ لیا کیجئے یعنی بعض اوقات مخالفین کی باتوں پر شیطان غصہ دلاتے ہیں اور اس وقت صبر کے چھوٹ جانے کا اندیشہ ہے تو ایسے وقت کے لیے فرماتے ہیں فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ خدا کی پناہ میں چلے جاؤ یہ مطلب نہیں کہ صرف زبان سے اَعُوْذُ بِاللّٰهِ پڑھ لیا کرو۔ مطلب یہ ہے کہ خدا سے دل سے دعا کرو کہ وہ شیطان کے دوسو سے کو دور کر دے، اور صبر پر استقامت دے۔ رَبَّنَا هَٰؤُلَاءِ اشْتَرَيْنَا مِنْكَ ثَمَنًا ضَالِيًا وَلَوْ عَفُوًّا فَارْجِنَا یعنی وہ تمہاری زبان سے پناہ مانگتے کو بھی نہیں گے اور دل سے پناہ مانگنے کو بھی جانیں گے اور پھر تم کو پناہ دیں گے اور مدد کریں گے اور شیطان کو دفع کر دیں گے ان آیات میں حق تعالیٰ نے پورے پورے آداب اور کلمات دعوت الی اللہ کے اور اس کے طریقے سب بتلا دیئے انتہی کلام اس مضمون کی افادیت کے پیش نظر تمہارا اور تلمذ ذال یہ تمام کلمات وعظ الدعوت الی اللہ از ص ۱۷۷ سے نقل کیے گئے ہیں حضرت تارمین اصل کی مراجعت فرمائیں۔

وَمِنْ آيَاتِهِ اَنْتَ تَرَى الْاَرْضَ خَاشِعَةً فَاِذَا

اور ایک اس کی نشانی یہ کہ تو دیکھتا ہے زمین کو دلی پڑی، پھر جب

اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَاءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ اِنَّ الَّذِي

اتارا ہم نے اس پر پانی، تازی ہوئی اور ابھری۔ بے شک جس

اَحْيَاها لَنَحْيِي الْمَوْتٰى اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝۳۹

نے اس کو جلايا، وہ جلا دے گا مردے، وہ سب چیز کر سکتا ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا لَا يَخَفُوْنَ عَلَيْنَا ط

جو لوگ ٹیڑھے دھنتے ہیں ہماری باتوں میں ہم سے چھپے نہیں۔

اَفَمَنْ يُلْقٰى فِي النَّارِ خَيْرٌ اَمْ مَنْ

بھلا ایک جو پڑتا ہے آگ میں، بہتر یا ایک جو

يَاْتٰى اِمْنًا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ اِنَّهٗ بِمَا

آدے کا، سچ کر اس سے دن قیامت کے، کرتے جاؤ جو چاہو، بیشک جو

تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ۝۳۰ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِالذِّكْرِ لَمَّا

کرتے ہو وہ دیکھتا ہے۔ جو لوگ منکر ہوئے سمجھوتے کے۔ جب ان

جَاءَهُمْ وَإِنَّهُ لَكِتَابٌ عَزِيزٌ ۝۳۱ لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ

پاس آئی۔ اور یہ کتاب ہے نادر۔ اس پر جھوٹ کا دخل نہیں

بَيْنَ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ تَنْزِيلٌ مِّنْ حَكِيمٍ

آگے سے نہ پیچھے سے۔ اتاری ہے حکمتوں والے سب

حَسِيدٌ ۝۳۲ مَا يُقَالُ لَكَ إِلَّا مَا قَدْ قِيلَ لِلرُّسُلِ

غیبوں سرا ہے کی۔ تجھ سے وہی کہتے ہیں، جو کہہ دیا ہے سب رسولوں سے

مِنْ قَبْلِكَ ۝۳۳ إِنَّ رَبَّكَ لَذُو مَغْفِرَةٍ وَذُو عِقَابٍ

تجھ سے پہلے۔ تیرے رب کے ہاں معافی بھی ہے، اور سزا بھی ہے

أَلِيمٌ ۝۳۴ وَلَوْ جَعَلْنَاهُ قُرْآنًا عَجَبًا لَقَالُوا لَوْلَا

دکھ والی۔ اور اگر ہم اس کو کرتے قرآن اُدپری زبان کا، تو کہتے اس کی باتیں

فُصِّلَتْ آيَاتُهُ عَاجِبِيٍّ وَعَرَبِيٍّ ط قُلْ هُوَ الَّذِي

کیوں نہ کھوی گئیں۔ اُدپری زبان اور عرب کا آدمی، تو کہہ یہ ایمان

أَمَنُوا هُدًى وَشِفَاءً ط وَالَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ

دالوں کو سوجھ ہے اور روگ کا دفع۔ در جو یقین نہیں لاتے

فِي أَذَانِهِمْ وَقُرْءٌ هُوَ عَلَيْهِمْ عَسَىٰ أُولَٰئِكَ

ان کے کانوں میں بوجھ ہے اور یہ ان کو ندھاپا۔ ان کو

يُنَادُونَ مِنْ مَّكَانٍ بَعِيدٍ ۝۳۵ وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَىٰ

پکار رہی ہے دور کی جگہ سے۔ اور ہم نے دی تھی موسیٰ



اَلْكِتَابَ فَاخْتَلَفَ فِيهِ ط وَلَوْ لَا كَلِمَةُ سَبَقَتْ

کو کتاب ، پھر اس میں پھوٹ پڑی ۔ اور اگر نہ ہوتی ایک بات جو پہلے تھی

مِنْ رَبِّكَ لَقَضَىٰ بَيْنَهُمْ ط وَإِنَّهُمْ لَفِي شَكٍّ

پکی تیرے رب سے ، تو ان میں فیصلہ ہو جاتا ۔ اور وہ دو حوکی میں ہیں اس سے جو

مِنْهُ مُرِيبٌ ۝۲۵ مِّنْ عَمَلٍ صَالِحًا فَلِنَفْسِهِ وَمَنْ

ہمیں نہیں دیتا ۔ جس نے کی بھلائی سو اپنے واسطے ۔ اور جس نے

أَسَاءَ فَعَلِيَهَا ط وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيدِ ۝۲۶

کی بھائی وہ بھی اسی پر ۔ اور تیرا رب ایسا نہیں کہ ظلم کرے بندوں پر ۔

بیان دلائل قدرت و تنبیہ تہدید برائے ملحدین در آیات احکام خداوندی

قال الله تعالى : وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْتَ تَرَى الْآرْضَ الْفَاسِقَةَ بِظُلَامٍ لِّلْعَبِيدِ ۝

(ربط) گذشتہ آیات میں دعوت الی اللہ کے مضمون کے ضمن میں معاندین کے مقابلہ اور ان کی رکاوٹوں کا ذکر تھا اب ال آیات میں حق تعالیٰ شانہ اپنی قدرت کی ایسی نشانیاں ذکر فرما رہے ہیں جن کو تصور کر کے دائمی الی اللہ کو کسی بھی مرحلہ پر یاس نہ ہونا چاہیے۔ کیونکہ طبعی طور سے یہ ممکن ہے کہ دائمی الی اللہ مخاطبین کی بے بسی غفلت عناد اور بغاوت کا رنگ دیکھ کر یاس ہو جائے تو اس کو یہ بتایا جا رہا ہے کہ اللہ رب العزت کی قدرت کی یہ نشانیاں دیکھنی چاہیئے کہ زمین بھر ہو چکنے کے بعد بارش کے پانی سے زندہ ہو جاتی ہے اور ایسی خشک اور بے آب و گیاہ زمین بارش برسنے کے بعد بسا اوقات سرسبز و شاداب ہو جاتی ہے سبزہ اور پھواریاں اس میں اٹھ بٹھانے لگتی ہیں تو اسی طرح یہ بہت ممکن ہے جو مخاطبین آج تک وعظ و نصیحت کا اثر نہیں قبول کر رہے ہیں وہ کسی بھی وقت وحی الہی جو قلوب کے لیے حیات و شادابی کا سامان ہے اسے اپنے قلوب کو شاداب بنالیں گے۔ اس وجہ سے یاس نہ ہونا چاہیئے۔ اسی کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی کہ ایسے مجرمین جو اللہ کے دین میں تحریف کرتے ہیں وہ خود سے چھپے ہوئے نہیں ہیں۔ اور اس سلسلے میں جو کچھ بھی ذہنی گرفت اور اذیت آپ کو پہنچے اس پر صبر کیجیے۔ یہ بات آج کوئی نئی بات نہیں۔ انبیاء سابقین کے ساتھ ایسا ہی معاملہ ہوتا رہا ہے ایسے مجرمین کا جرم بیشک اس امر کا

موجب ہے کہ وہ جلد ہی حق تعالیٰ کے عذاب اور قہر سے ہلاک کر دیئے جائیں لیکن خدا کا یہ قانون طے ہو ہو چکا ہے کہ ان کو مہلت دی جائے تاکہ دنیا دیکھ لے کہ اللہ کا دیں وہ سچا دین ہے کہ مخالفین کی عداوت سے اس کو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ تو ارشاد فرمایا۔

اور اللہ کی قدرت کی عظیم نشانیوں میں سے یہ بھی ایک عظیم نشانی ہے کہ اسے مخاطب تو دیکھنا ہے

زمین کو کہ دبی دہانی پڑی ہے۔ پھر جب ہم نے اس پر پانی برسایا تو لہلہانے لگی۔ ابھرنے اور پھلنے پھولنے لگی۔

میشک جس پر دردگار تھے اس خشک و بجز زمین کو زندہ کیا۔ یقیناً وہی مردوں کو بھی زندہ کرنے والا ہے

بے شک وہ ہر چیز پر بڑی قدرت والا ہے۔ تو اسی طرح قیامت میں مردوں کو زندہ کرے گا اور قدرت کاملہ

سے وہ دنیا میں بھی مردہ قلوب کو حیات بخش کر ان کو ایمان و معرفت اور تقویٰ و طاعت کی سزا دانی

سے سزا دے گا۔ بنا سکتا ہے۔ حق تعالیٰ شہاد کے یہ دلائل قدرت یقیناً ایسے واضح ہیں کہ ان کو کس

کو ہر ایک شخص کو چاہیے کہ اس کی طاعت و بندگی کے لیے سرنگوں ہو جائے لیکن حیرت اور افسوس کا مقام

ہے کہ پھر بھی بہت سے لوگ اللہ کی آیات میں کج روی اختیار کرتے ہیں۔ سو ایسے محمدؐ کو کس لینا چاہیے کہ

بے شک جو لوگ ہماری آیتوں میں کج روی اختیار کرتے ہیں وہ ہم سے چھپے ہوئے نہیں ہیں۔ ہم ان کو خوب

دیکھ رہے ہیں اور ان کو سزا دینے پر بھی ہم قادر ہیں تو بھلا یہ بتاؤ جو شخص آگ میں ڈالا جائے جیسا کہ

ان کفرین و مجرمین کو ڈالا جائے گا وہ اچھا ہے یا وہ شخص جو قیامت کے روز نہایت ہی امن و سکون

کی حالت میں آئے۔ یہ ہے قانون خداوندی اور اس کا فیصلہ لہذا اگر وہ جی چاہے۔ بے شک جو کچھ تم کر رہے

ہو وہ خوب دیکھ رہا ہے کہ ایسے مجرمین کس طرح اللہ کی باتوں اس کی نشانیوں اور احکام میں کج روی اختیار

کرتے ہیں۔ اور آیات اللہ کا مطلب اپنی خواہشات کے مطابق گھڑ لیتے ہیں تو بلاشبہ ایسے سرکش و باغی اللہ

کی گرفت سے نہیں بچ سکتے۔ وہ جہنم میں ڈالے جائیں گے۔ جہاں ان کا بہت بڑا حشر ہوگا اور ظاہر ہے کہ

ایسا شخص اور وہ سیم افطرت انسان جو اپنی سلامتی اور فطرت سے اللہ کی باتوں کو سنے، ماننے اور ان پر عمل

کرے۔ یقیناً برابر نہیں ہو سکتے۔ بے شک جن لوگوں نے اللہ کے پیغام نصیحت کا انکار کیا جب کہ ان کے

پاس وہ پہنچ چکا۔ وہ درحقیقت اپنی کج روی عناد اور حق کے ساتھ بغاوت ہی کی وجہ سے انکار و رد گردانی

کرتے ہیں۔ خود پیغام خداوندی میں کسی طرح کی بھی کوئی کمی نہیں وہ تو یقیناً ایک بہت ہی با وقعت بلند پایہ

کتاب ہے کہ ہرگز نہیں آ سکتا ہے کوئی باطل اس تک نہ اس کے سامنے سے اور نہ اس کے پیچھے سے یہ

نازل کی ہوئی کتاب ہے اس پر دردگار کی طرف سے جو بڑی حکمتوں والا نہایت پسندیدہ قابل تعریف ہے۔

اپنی ذات و صفات کے لحاظ سے ایسی بلند پایہ حکمتوں سے لبریز کتاب پر بھی اگر یہ بد نصیب ایمان

نہ لائیں تو اسے ہمارے پیغمبر آپؐ اس پر غم نہ کیجئے اور نہ مایوس ہو ان منکرین کی طرف سے نہیں کہی جا رہی

ہیں یہ باتیں آپؐ کو مگر وہی جو آپؐ سے پہلے رسولوں کو کہی گئیں تو جس طرح انہوں نے ان باتوں کو

برداشت کیا آپؐ بھی برداشت کریں اور اس امر سے بھی تسلی حاصل کیجئے کہ بے شک آپؐ کا رب

بڑی مغفرت فرمانے والا ہے۔ اگر کوئی شخص بغاوت و سرکشی سے باز آجائے اور بہت ہی دردناک سزا والا ہے۔ اگر کوئی باز نہ آئے تو آپ کو پریشان و غمگین نہ ہونا چاہیے مطیعین و فرمانبرداروں کے واسطے رحمت و مغفرت کا دروازہ کھلا ہوا ہے اور مجرمین و نافرمانوں کے واسطے سزا اور عذاب کی کوئی کمی نہیں۔ اور یہی بات ان معترضین و مخالفین کی کہ قرآن کا کچھ حصہ عجی زبان میں کیوں نہیں نازل کیا گیا تو اگر ہم اس قرآن کو عجی بناتے اور اس کے کچھ حصے یا کئی کو عجی زبان میں نازل کرتے تو پھر یہ لوگ یوں کہتے کیوں نہیں صاف صاف بیان کی گئیں اس کی آیتیں۔ ہم تو عربی ہیں۔ سب عجی زبان کیونکر سمجھیں اور یوں کہتے کیا عجیب بات ہے یہ قرآن عجی ہے۔ اور رسول عربی ہے آپ کہہ دیجئے اے ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم یہ قرآن تو یقین کرنے والوں کے واسطے ہر نیک کام اور سعادت و صلاح کے لیے اور شفا ہے۔ ان تمام بیماریوں کے لیے جو بڑے کاموں سے دلوں میں پیدا ہو جائیں جو لوگ اس کے باوجود بھی اس قرآن پر ایمان نہیں لاتے ہیں تو درحقیقت ان کے کانوں میں ڈاٹ ہے جس کی وجہ سے کوئی نصیحت و حکمت کی بات سننے ہی پر قادر نہیں اور وہ ان کے تہ بمراد تو جہ نہ ہونے کی وجہ سے چھپا ہوا ہے۔ عناد و تعصب نے ان کی آنکھیں چندھیادی ہیں۔ جس کی وجہ سے انہیں قرآنی حقائق اور معارف نظر نہیں آ رہے ہیں جس طرح آفتاب کی روشنی خفاش کی آنکھوں کو اندھا کر دیتی ہے تو یہ لوگ گویا پکارے جا رہے ہیں کسی دور جگہ سے کہ آواز اگر سنائی بھی دے تو سمجھ میں نہیں آ سکتا کہ کیا کہا جا رہا ہے۔ بالکل اسی طرح یہ لوگ قرآن کریم کے مضامین اس کے حقائق اور بیغام نصیحت سمجھنے سے قاصر و محروم ہیں اور یہ بات اور کفار کہہ کر روشنی کوئی غمی اور عجیب بات نہیں اللہ کے رسولوں کے ساتھ منکرین ہمیشہ سے ایسا ہی کرتے چلے آئے ہیں۔ چنانچہ ہم نے موسیٰ کو کتاب دی تو اس میں بھی اختلاف کیا گیا۔ کسی نے مانا، در کسی نے نہیں مانا کسی نے کج روی اختیار کی اور کسی نے سلامتی طبع کا ثبوت دیا۔ تو آپ کو ان کفار قریش کی ایسی روش پر مغموم نہ ہونا چاہیے اور اگر ایک بات آپ کے رب کی طرف سے ملے نہ ہو چکی ہوتی اور وہ یہ کہ دنیا میں ان کو مہلت دینا ہے اور آخرت کا عذاب ان پر دائمی مستط کیا جائے تو ان کا فیصلہ ہو چکا ہوتا اور عذاب سے ہلاک کر دیئے جاتے اور یہ لوگ تو دیکھ اس عذاب کی طرف سے ایسے شک میں پڑے ہوئے ہیں جو ان کو تردد میں ڈالنے والا ہے اللہ نے تو بس یہ قانون طے کر دیا ہے کہ جو شخص نیک کام کرے تو وہ اسی کے فائدے کے لیے ہے اور جو کوئی شخص بُرا کام کرے اس کا وبال اسی پر ہے اور اے ہمارے پیغمبر آپ کا پروردگار تو ذرہ برابر بھی بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے کہ وہ کسی کی نیکی اور طاعت کو ضائع کر دے یا کسی کو بلا جرم اور معصیت کے عذاب میں ڈال دے۔ عدل و انصاف سے ہر ایک کے ساتھ وہی معاملہ ہوتا ہے جس کا وہ مستحق ہو۔

عہ سعید بن مسیب سے منقول ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر اللہ کی مغفرت اور درگزر نہ ہوتا کسی کی زندگی خوشگوار نہ رہتی۔ اور اگر اس کی وعید و عقاب نہ ہوتا تو ہر شخص بے خوف ہو جاتا۔

الحاد فی الدین اور تحریف

إِنَّ الَّذِينَ يُلْحِدُونَ فِي أَيْمَانِنَا حَقَّ تَعَالَى شَاءَ لَهُ أَنْ يَأْتِيَهُمْ مِنْ لَدُنْهِ عَذَابٌ عَظِيمٌ۔ نافرمانی کے متعدد مراتب ہیں ایک درجہ کفر کا ہے کہ اللہ ہی پر ایمان نہ لائے۔ قیامت کا۔ اور اللہ کے رسولؐ کا انکار کرے۔ ایک درجہ یہ ہے کہ ایمان لا کر احکام خداوندی کی تعمیل نہ کرے نہ فرائض ادا کرتا ہو اور نہ معاصی سے اجتناب کرتا ہو۔ ایک درجہ یہ ہے کہ اللہ کی باتوں کو اپنی اغراض کے مطابق بنانے کے لیے اس کے کلام کو اصل مفہوم اور مقصد سے پھیر کر اپنے مقصد پر منطبق کرنا ہو تو اس تیسری نوع کی نافرمانی اور منافقت کو الحاد کہتے ہیں۔

حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے منقول ہے فرمایا الاحاد وضع الکلام علی غیر مواضع یعنی کلام کو اس کے اصل مقصد سے ہٹا کر دوسرے کسی مقصد پر منطبق کرنا۔ اور اس کے مفہوم کو بدل دینا۔ اسی کو تحریف بھی کہا جاتا ہے۔

امفاظ کو برقرار رکھتے ہوئے مراد بدل دینا تحریف معنوی ہے۔ اسی کا نام بروایت ابن عباسؓ تاویل فاسد بھی ہے۔

اہل کتاب اور یہود کے قرآن کریم نے جملہ دیگر بیوب کے یہ بھی ایک عظیم عیب فرمایا ہے۔ یُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَنْ مَوَاضِعِهِمْ يَهْدُونَ لِقُلُوبِ الْغُلَىٰ كَمَا يَكُونُ خُودُ بِي وَدَعْدِهِ فَرَايَا جِيحَ ارشاد ہے۔ اِنَّا نَحْنُ مُرَاتِلَا الْبَدِ كَرَفَا لَنَا لِحَاظُ قُطُوبِ كَيْتِ مِثْ تُوِيْهِ اَمَكَانِ نَرْهَا كَقُرْآنِ كَرِيمِ مِثْ كُوِيْهِ تَحْرِيفِ كَرْهِيْهِ۔ البتہ تحریف معنوی کو نیوالے محمدین ہو سکتے تھے کہ قرآن کریم کے مضامین اور معانی میں تحریف کریں چنانچہ ایسا ہوا اور مخرنین و محمدین نے اس طرح کی تحریفات کا ارتکاب کیا تو ان پر بطور وعید فرمایا گیا کہ وہ ہم سے پوشیدہ نہیں ہیں۔

منکرین حدیث اور زائفین بہت سی آیات و احکام میں یہی روش اختیار کرتے ہیں۔ مثلاً قَامَتِ الصَّلَاةُ کا مفہوم محض اللہ کی یاد آیتاء زکوٰۃ سے مراد پاکی اور اخلاقی عظمتوں کا حصول وغیرہ وغیرہ۔ اسی چیز کو ایئمہ مفسرین تفسیر بالرائے کہتے ہیں۔

شیخ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے علامہ ابن النقیب کا ایک کلام نقل کیا ہے جس میں انہوں نے تفسیر بالرائے کی صورتوں کو واضح فرمایا ہے۔

جملة ما تحصل في معنى	کہ حدیث تفسیر بالرائے کی شرح میں عمومی
حدیث التفسیر بالرائے	طور پر جرا قوال حاصل اور مفہوم ہوتے ہیں
خمسة اقوال احدها التفسیر	وہ پانچ ہیں ایک یہ کہ تفسیر بالرائے یہ ہے کہ

مَنْ عَرِضَ حُصُولُ الْعِلْمِ الَّتِي
تَجُوزُ مَعَهَا التَّسْوِيرُ - وَالثَّانِي
تَفْسِيرُ الْمُتَشَابِهِ الَّذِي
لَا يَعْلَمُ إِلَّا اللَّهُ الثَّالِثُ
التَّسْوِيرُ لِمَذْهَبِ الْفَاسِدِ
بِأَنْ يَجْعَلَ الْمَذْهَبَ أَصْلًا
وَالْتَفْسِيرَ تَابِعًا فَيُرَدُّ إِلَيْهِ
بِأَيِّ طَرِيقٍ أَمَكُنْ
وَأَنْ كَانَتْ ضَعِيفَةً
السَّرَابِ التَّسْوِيرُ أَنْ
مَرَادُ اللَّهِ كَذَلِكَ الْقَطْعُ
مَنْ غَيْرِ دَلِيلٍ -

الخامس التفسير بالاستحسان
للشعوى الخ

.. ..
.. ..
.. ..

یہی وہ چیز ہے جس کو خداوند عالم نے قرآن کریم میں بھی واضح فرمادیا ہے۔

وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ
إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ
أُولَئِكَ كَانَ عَنْهُمْ مَسْعُودًا -

(سورۃ بنی اسرائیل)

اور اسی طرح فرمایا گید

وَمِنَ النَّاسِ مَن يُجَادِلُ
فِي اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَلَا هُدًى
وَلَا كِتَابٍ مُّتِينٍ شَارَفِي
عَلَيْهِمْ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ
لَمَّا فِي الدُّنْيَا خُذْ حِجْرِي وَنَذِيرُهُمْ

انسان ان علوم کو حاصل کیے بغیر تفسیر قرآن
کرے۔ جن کے حاصل کیے بغیر تفسیر کرنا جائز
ہی نہیں ہے۔ درود سرے ان مشابہات
کی تفسیر اور بحث اور تحقیق جن کی مراد اللہ
کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ تیسرے یہ کہ مذہب
فاسد اور باطل کی حمایت کے لیے تفسیر کرے
جس کی صورت یہ ہو کہ اپنے اس مسلک اور
مذہب کو اصل قرار دے پھر آیت قرآن کی
تفسیر کو اس مذہب اور مسلک کی طرف پھیرے
اور اس پر منطبق کرے۔ جہاں تک بھی اس کو
قدرت و امکان ہو اگرچہ ایسی تاویلات بعیدہ
اختیار کرنے کیلئے سند ضعیف ہی کیوں نہ ہو جو صحیح
یہ کہ بلا کسی ثبوت اور سند (اپنی رائے سے) یہ دعویٰ
کرے کہ بس اللہ کی مراد یہی ہے پانچویں صورت یہ کہ
اپنی پسندیدہ خواہشات کے مطابق تاویل کرے
اور ان ہی کی طرف آیات قرآنی کو پھیرے۔ اور
ان پر منطبق کرے۔

اور اے مخاطب مت درجہ ہو تو اس چیز کے
جس کا تجھے کوئی علم نہیں ہے شک انسان کے
کان و رنگاہ اور دل یہ سب کے سب قیامت
کے روز باز پرس کیے جائیں گے۔

اور لوگوں میں سے بعض ایسے ہیں جو اللہ کے
بارے میں جدوں و خصوصت کرتے ہیں جبر کسی علم اور
ہدایت اور روشن کتاب کے۔ جھکائے ہوئے
ہے اپنے بازو و کبر و غرور سے، تاکہ (لوگوں کو
اللہ کی راہ سے گمراہ کر دے) ایسے شخص کے لیے

يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَذَابُ الْحَرِيقِ۔ دنیا میں ذلت دروائی ہے اور قیامت میں

ہم اس کو جلتی ہوئی آگ کے عذاب کا مزہ چکھائیں گے (سورۃ الحج)

اللہ کے ساتھ اور اس کے بارے میں جدال و خصومت یہی ہے کہ اللہ کی طرف ایسے امور کی نسبت کرے جو اس کی منشا اور اس کے دین کے خلاف ہیں اور جن کو وہ پسند نہیں فرماتا گو یا یہ روشن نظری اور فکری اعتبار سے اللہ رب العزت سے مقابلہ اور خصومت کرتا ہے اور اللہ کے ساتھ خصومت و جدال کرنے والا انسان اپنا رخ حق سے پھیر کر باطل کی طرف مائل کرنے والا ہوتا ہے۔ تو بالکل اس کی یہی تصویر ہوتی ہے اپنے بازو پھیرے ہوئے عز و کبر سے جس کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ لوگوں کو اللہ کی راہ سے جھٹکائے ایسے ہی ظالموں اور خواہشات نفسانیہ کو اپنا معبود بنالینے والوں کے لیے یہ وعید نازل ہوئی ہے۔

وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوَاهُ
بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللَّهِ
إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ
الظَّالِمِينَ۔ اور اس شخص سے زیادہ کون گمراہ ہوگا جس نے اپنی خواہشات کی پیروی کی بغیر اللہ کی طرف سے کسی ہدایت کے اللہ ایسے ظالموں کی رہبری نہیں کرتا۔

علامہ نظام الدین مینا پوری تفسیر عزرائب القرآن میں فرماتے ہیں کہ یہ بات جان لینی چاہیے کہ دیانت اور تقویٰ کا تقاضا یہ ہے کہ قرآن و حدیث میں ہرگز ایسی کوئی تاویل اختیار نہ کی جائے جن سے ان حقائق کا ابطال ہوتا ہو جن کی تفسیر و تشریح اور تحقیق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت صحابہؓ اور سلف صالحین نے کی جیسے معاد جسمانی، حشر و نشر، جنت و جہنم، صراط، میزان، سماں، نعماد جنت، حور و مقصورات، انہار و اشجار وغیرہ بلکہ لازم اور ضروری ہے کہ ان تمام چیزوں کو انہی کیفیات، اور احوال کے ساتھ مان جائے جن احوال و کیفیات سے یہ چیزیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت اور منقول ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ ان حقائق کو برقرار رکھتے ہوئے دوسرے بعض لطائف و اسرار اور رموز کی طرف اشارہ کر دیا جائے جو ان ہی حقائق و رموز سے اخذ و مستنبط ہوں جن کو شراعی علیہ السلام نے بیان فرمایا ہے اسی نوع کے جو رموز و لطائف حضرات عارفین اور صوفیاء کی تفاسیر میں منقول ہوئے ہیں۔ وہ محض ایک تمثیل و تشبیہ اور اشارہ کا درجہ ہوتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے عام کائنات میں جو حقائق خارج اور نفس الامر (یعنی عام صورت) میں پیدا فرمائی ہیں ان کی کوئی نہ کوئی مثال اور نظیر عالم معنی میں ہوتی ہے (انتہی کلام)۔

بلکہ عالم معنی میں تو انسان کے اعمال و افعال کی بھی مثالی صورتیں ہوتی ہیں جس کا قرینہ وہ حدیث ہے جس میں فرمایا گیا ہے۔ مرد صالح اور مؤمن کے سامنے اس کی قبر میں سول و جواب کے بعد ایک حسین جلیل شکل ظاہر ہوگی تو یہ شخص پوچھے گا تو کون ہے تیرا چہرہ تو فیروز کی مخبری کر رہا ہے وہ شکل جواب دے گی انا عسلک الصالح کریم تو تیرا عمل صالح ہوں۔ اور فاجر و بدکار شخص کے سامنے ایک شکل ظاہر ہوگی جو نہایت ہی قبیح اور ہیبت ناک ہوگی جس کو دیکھ کر یہ کافر فاجر آدمی دریافت کرے گا تو جواب

دیا جائے گا۔ اما عملات الخبیث کہیں تیرا عمل خبیث ہوں۔ غرض قبر میں ظاہر ہونے والی یہ حسن و جمیل شکل اور قیام و مصیبت ناک صورت اعمار کی صورتیں ہوں گی۔

بہر کیف تفسیر بارائے کی ان پانچ صورتوں کے علاوہ ایک شکل یہ ہے کہ قرآن وحدیث کے ایسے معنی بیان کرنا جس سے ان حقائق کا ابطال اور رد مانم آتا ہو جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا اور شریعت نے اس کو متعین کیا۔

یہ شکل بھی تفسیر بارائے کے ساتھ ملتی ہے کہ کسی آیت کے کوئی ایسے جدید معنی اختراع اور ایجاد کیے جائیں جس کی طرف نہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی اشارہ فرمایا ہو اور نہ ہی صحابہ وسلف صالحین اور ائمہ متقدمین میں سے کسی کا ذہن اس عجیب وغریب معنی کی طرف متوجہ ہوا ہو تو یہ تفسیر وتشریع بھی اصول شریعت کے لحاظ سے مجاہد اور تحریف ہے۔ اس لیے کہ یہ کیونکر ممکن ہے کہ قرآن کے یہ معنی نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سمجھے اور صحابہ اور ائمہ مفسرین جن کی زندگیاں ہی قرآن وحدیث کی خدمت میں گزاریں کیا وہ بھی اس مفہوم کو نہ سمجھ سکے۔ اور ناگاہاں چودہ سو برس کے بعد یورپ کی یونیورسٹیوں سے تربیت پا کر آنے والوں پر یہ معنی اور عجیب وغریب حقائق منکشف ہونے لگے اور یہ لوگ نہایت ہی بے باکی کے ساتھ پیغمبر خدا اور صحابہ دائمہ اور علماء اسلام کے مد مقابل ان کی تعیبات کو مٹانے اور مسخ کرنے کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے۔ جن حقائق کو قرآن میں اللہ اور اس کے رسول نے ثابت کیا ان کے رد کرنے کے لیے کبھی سائنس اور فلسفہ کا ہمارا سے رہے ہیں کبھی ادیانہ عبارتوں سے نہایت عیاری اور چالاک کی سے عامۃ المسلمین کے ذہنوں کو پراگندہ اور مرعوب کر رہے ہیں۔ بہر کیف تمام امت کا اس پر اجماع ہے اور شریعت کے اصول سے یہ بات طے شدہ ہے صحابہؓ و تابعین اور ائمہ مفسرین کے نزدیک قرآن کریم اور آیت کلام اللہ کی جو تفسیر متفق علیہ ہے اس سے خروج اور عدول بلاشبہ ضلالت اور گمراہی ہے کچھ نئے تعلیم یافتہ لوگ ان جدت پردازوں کو کمال سمجھتے ہیں حالانکہ یہ کمال نہیں بلکہ یہ تو ضلال ہے۔

فقہاء اور متکلمین ایسے علماء اور تفسیر بارائے کو نیوالے کو زندیق ہی کہتے ہیں اور زندیق کے معنی یہ بیان کیے گئے کہ جو شخص اسلام اور شریعت کے الفاظ بولتا ہو مگر مراد اسلام و شریعت کے خلاف لیتا ہو تو ایسے شخص کو اصطلاح شریعت میں زندیق کہتے ہیں۔

خداوند عالم سب مسلمانوں کو قرآن کریم اسی طرح سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے جس طرح کے اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سمجھایا۔ اور اس پر عمل کی توفیق سے ہمارے قلوب کا تزکیہ اور تطہیر فرمائے جس کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث فرمائے گئے۔ آمین یا رب العالمین۔
الحمد لله رب العالمین جو میوں پر اسے کی تفسیر مکمل ہوئی۔

إِلَيْهِ يَرْدُ عِلْمُ السَّاعَةِ ۖ وَمَا تَخْرُجُ مِنْ

اس کی طرف حوالہ ہے خبر قیامت کی - در کوئی سوے نہیں جو نکلے ہیں

ثَرَاتٍ مِّنْ أَكْمَامِهَا وَمَا تَحْمِلُ مِنْ أُنْثَىٰ وَلَا

اپنے غلاف سے اور گاہ نہیں رہتا کسی مادہ کو، اور نہ وہ جننے جس کی

تَضَعُ إِلَّا بِعِلْمِهِ ۖ وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ إِيَنَّ شُرَكَاءِي ۚ قَالُوا

اس کو خبر نہیں - اور جس دن اُن کو پکارے گا کہاں ہیں میرے شریک، بولیں گے

أَذْنُكَ ۚ مَا مِنَّا مِنْ شَهِيدٍ ۚ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَا كَانُوا

ہم نے تجھ کو کہہ سنایا، ہم میں کوئی نہیں قرار کرتا - اور چوک گیا ان سے جو پکارتے

يَدْعُونَ مِنْ قَبْلُ وَظُنُّوا مَا لَهُمْ مِنْ مَّحِصٍ ۚ

تھے پہلے - اور اٹکے کہ ان کو نہیں کہیں خلاصی -

لَا يَسْمُرُ إِلَّا نَسَانُ مِنْ دُعَاءِ الْخَيْرِ وَإِنْ مَسَّهُ

نہیں تھکتا آدمی مانگنے سے بھلائی اور اگر گم جاوے، سکو

الشَّرْفِ يُوَسُّ قَنُوطٌ ۚ وَلَكِنْ أَذَقْنَاهُ رَحْمَةً مِّنَّا

برائی تو اس توڑے نا امید ہو کر - اور اگر ہم بکھادیں اس کو کچھ اپنی مہر،

مِنْ بَعْدٍ ضَرَاءٌ مَّسَّتْهُ لَيَقُولَنَّ هَذَا إِلَىٰ مَا

پیچھے ایک تکلیف کے جو اس کو لگی تھی تو کہنے لگے گا یہ ہے میرے مانق اور

أَظُنُّ السَّاعَةَ قَائِمَةً ۚ وَلَكِنْ رُّجِعْتُ إِلَىٰ رَبِّي إِنَّ

میں نہیں سمجھتا قیامت اٹھن ہے - اگر میں پھر گیا اپنے رب کی طرف، بیشک

لِي عِنْدَهُ لِلْحُسْنَىٰ فَلَنُنَبِّئَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِمَا

مجھ کو ہے اس کے پاس خوبی - سو ہم بتادیں گے منکروں کو جو نہوں نے کیا ہے۔

عَمِلُوا وَلَنْدِيقَهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِيظٍ ۝۵۰ وَإِذَا

اور چکھا دیں گے ان کو ایک گھاڑھی مار - اور جب

أَنعَمْنَا عَلَى الْإِنْسَانِ أَعْرَضَ وَنَأْبَحْأَنِيهِ ۚ وَإِذَا

ہم نعمت بھیجیں انسان پر ، مٹا جاوے اور موڑ لے پنی کروٹ - اور جب

مَسَّهُ الشَّرُّ فَذُوْ دُعَاءٍ عَرِيضٍ ۝۵۱ قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ

لگے س کو برائی تو دعائیں کرے چوڑی - تو کہہ بھلا دیکھو تو اگر

كَانَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ ثُمَّ كَفَرْتُمْ بِهِ مِنْ أَضَلِّ مِمَّنْ

یہ ہو اللہ کے پاس سے ، پھر تم نے اس کو نہ مانا ، اس سے بہکا کون ؟

هُوَ فِي شِقَاقٍ بَعِيدٍ ۝۵۲ سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَ

جو دور چلتا جاوے مخالف ہو کر - اب ہم دکھا دیں گے ان کو اپنے نونے دنیا میں

فِي أَنْفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ ۖ أَوَلَمْ يَكُنْ

در آپ ان کی جان میں - جب تک کھل جاوے ان پر ، کہ یہ ٹھیک ہے - کیا

بِرَبِّكَ أَنَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ۝۵۳ إِلَّا إِلَهُمُ فِي

تیرا رب تھوڑا ہے ہر چیز پر گواہ ! سنتا ہے - وہ دعو کے میں ہیں

مُرِيَةٍ مِّنْ لِّقَاءِ رَبِّهِمْ ۖ إِلَّا إِلَهُهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيطٌ ۝۵۴

اپنے رب کی ملاقات سے - سنتا ہے : وہ بگیر رہا ہے ہر چیز کو -

احاطہ علم خداوندی و بیان ذلت و ناکامی مجرمین در روز قیامت

مع تجھیل و تحقیق اہل ضلال

قال اللہ تعالیٰ - اَلْكَسْبُ يُرَدُّ عِلْمُ السَّاعَةِ - اَلْاَلَا تَعْلَمُ اَنَّ شَيْءًا مُّحِيطٌ -



(رابطہ) گذشتہ آیات میں منکرینِ توحید درمالت اور قرآنِ کریم میں طعن و اعتراض کرنے والوں کا ذکر تھا اور ان پر دہید و تنبیہ تھی۔ بس ان آیات میں مجموعی طور پر ان کی تحقیق و تبجیل کی جا رہی ہے اور یہ کہ اللہ رب العزت سے کوئی چیز مخفی نہیں۔ اسی ذیل میں مشرکین مکہ قیامت کے بارے میں تمسخر اور انکار کے رنگ میں جو دریافت کرتے تھے کہ وہ قیامت کب آئے گی؟ اس کا بھی جواب دیا گیا کہ اس کا علم خدا ہی کی طرف لوٹایا جاسکتا ہے وہی جانتا ہے کہ کب آئے گی تو فرمایا اسی پروردگار کی طرف لوٹایا جاسکتا ہے قیامت کا علم۔ بس اسی خالق کو قیامت کے وقوع کا علم ہے مخلوق کو اس کا کوئی علم نہیں اور ظاہر ہے کہ اگر مخلوق کو قیامت کے آنے کا علم نہ ہو تو اس سے یہ کیسے لازم آسکتا ہے کہ قیامت آنے والی نہیں ہے جیسا کہ یہ منکرین استدلال کرتے ہیں۔ اور قیامت تو کیا ہر چیز کا علم اللہ ہی کو ہے تمام کائنات اسی کے حاطہ علم میں گھری ہوئی ہے حتیٰ کہ وہی پروردگار جانتا ہے جو پھل اپنے خوشوں اور پھلوں سے نکلے ہیں۔ اور اس حمل کو جو کوئی عورت اٹھائے ہوئے ہو۔ اور نہ ہی کوئی عورت بچہ جنمتی ہے مگر اسی کے علم سے کہ کیا ہوگا کیسا ہوگا کب ہوگا غرض یہ سب کچھ اللہ ہی کے علم میں ہوتا ہے اور قیامت تو وہ دن ہوگا کہ اس میں پروردگار پکارے گا ان مشرکین کو اور کہے گا کہاں ہے وہ میرے شریک جن کو تم نے میری عبادت اور الوہیت میں شریک ٹھہرایا تھا اب ان کو لاؤ تاکہ وہ اس مصیبت و پریشانی سے تم کو نجات دلا دیں۔ جواب دیں گے۔ اے پروردگار ہم تو آپ سے یہی کہتے ہیں کہ اب ہم میں سے کوئی بھی اس کی گواہی دینے یا دعویٰ کر لے والا نہیں ہے کیونکہ اب سب حقائق روشن ہو گئے اور وہ تمام معبودان سے غائب ہوں گے جن کو یہ پہلے پکارا کرتے تھے۔ اور یہ لوگ سمجھیں گے کہ اب ان کے واسطے کوئی بچاؤ نہیں ہے۔ ایسا انسان جس کے دل میں نہ ایمان ہو اور نہ اعتقاد توحید مال کی خواہش اور طلب سے کبھی نہیں تھکتا بلکہ حرص میں ضائع ہوتا رہتا ہے اور یہ بات کفر و مصیبت کے آثار لازمہ میں سے ہے جو انسانی طبیعت پر ہر کیف مرتب ہو کر رہتی ہے۔ ساتھ ہی اس کی اخلاقی خرابی اور گندگی کا یہ اثر ہوتا ہے کہ اگر اس کو کوئی تکلیف پہنچے تو ناپسندیدہ بدحواس ہو جاتا ہے۔ غرض مال کا لالچ اخلاقی خرابیوں میں مبتلا اپنے رب سے بدگمان یہ ہیں وہ آثار خبیثہ جو کفر و شرک پر مرتب ہو کر رہتے ہیں اور انہی آثار خبیثہ میں سے بھی ہے اگر ہم ایسے انسان کو کسی مہربانی کا مزہ چکھا دیں بعد کسی مصیبت کے کہ جو اس کو پہنچی تھی۔ تو یہ کہنے لگتا ہے کہ یہ تو میرا حق ہی ہے۔ مجھ کو یہ ملنا ہی چاہیے تھا۔ کیونکہ میں تو بہت لائق اور باکمال ہوں میں نے تو اپنی قابلیت سے ایسی ہی تدبیر اختیار کی تھیں تو میری حسن تدبیر کا یہی نتیجہ ہونا چاہیے تھا۔ ادھر پھر اپنی اس خود فریبی میں مبتلا غرور و مستی کی حالت میں یوں کہتا ہے اور میں تو نہیں سمجھتا کہ روز قیامت آئے والے ہیں اور اگر مجھ کو میرے رب کی طرف لوٹنا بھی دیا گیا تو اس کے پاس میرے واسطے بہت ہی بہترین حالت ہوگی یہ بیہوش لوگ اپنے مونہوں سے اب اس قسم کی باتیں کر رہے ہیں۔ لیکن یاد رکھو یقیناً ہم ان منکروں کو خوب بتا دیں گے ان کے وہ تمام کام جو انہوں نے کیے اور ضرور بالضرور ہم ان کو سخت عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔ اور

ایسے انسان کی یہ بھی ایک عجیب فطرت ہے کہ ہم جب اس پر اعام فراتے ہیں تو وہ سبے رخ کر لے ہے اور اپنا پہلو بچانے لگتا ہے اور ظاہر ہے کہ نعمتوں میں منعم سے منہ موڑ لینا انتہائی کینہہ پن ہے۔ اور پھر جب اس کو تکلیف پہنچے تو لمبی چوڑی دعاؤں والا ہو جاتا ہے۔ یہ اس کی غایت بے صبری، دنیا میں انہماک اور حُب مال حرص اور نفس کی خواہشات میں مبتلا ہونے میں بدترین آثار ہیں جو اللہ کی نافرمانی اور کفر و شرک کی باعث انسان میں پیدا ہو جاتے ہیں۔ ان حقائق اور کفر و شرک کے مفاسد۔ یوں کرتے ہوئے ان منکرین سے نہایت ہی نرمی اور تطف کے انداز میں آپنا کہہ دیجئے اگر یہ قرآن جس کا کلام الہی ہونا اس کی معجزانہ شان علوم الہیہ اور حکمتوں سے لبریز ہونے آخرت اور غیب کی خبروں پر مشتمل ہونے کے باعث اظہر من الشمس ہے ایسی صورت میں کہ ہم اس پر ابھی تک ایمان نہیں لائے۔ میں کہتا ہوں عقل اور فطرت کے لحاظ سے سوچو اور اس پر غور کر کے جواب دو کہ اگر یہ قرآن جیسا کہ حقیقت ہے۔ اللہ کی طرف سے ہو اور پھر بھی تم اس کا انکار کرو تو بھلا بتاؤ اس شخص سے زیادہ اور کون گمراہ ہو سکتا ہے جو انتہائی مخالفت میں پڑا ہوا ہے حق کے قبول کرنے سے سوچو اور عقل سے کام لےو تاکہ حق واضح ہو جائے اور قبول حق میں طبعاً کوئی تامل نہ ہو تو ہم اس مقصد کے لیے عنقریب ان کو دکھا دیں گے۔ اپنی قدرت کی نشانیاں آفاق عالم میں یا ان کے اطراف و اکناف میں اور خود ان کی ذات میں بھی یہاں تک کہ ان کے سامنے یہ ظاہر ہو جائے گا کہ بے شک یہ قرآن حق ہی ہے اور یہ مجبور ہو جائیں گے کہ اس کی حقانیت کو دل سے مانیں گو عناد کی وجہ سے انکار کرتے رہے۔ چنانچہ ان کے قرب رجوار میں ظاہر کیے جانے والے دلائل میں غزوہ بدر اور اس میں مسلمانوں کی فتح و کامیابی تھی۔ حالانکہ اس لیے سر و سامانی میں ظاہری اسباب کے لحاظ سے یہ لگان بھی نہیں ہو سکتا کہ مسلمانوں کو کافروں کے مقابلہ میں فتح حاصل ہو جائے گی۔ اور خود ان کی ذات اور وجود میں ایسے بیشتر دلائل موجود ہیں جن کے باعث ان کو ایمان لانے اور قرآن کریم کی حقانیت تسلیم کرنے میں کوئی تامل نہیں ہونا چاہیے۔ تو کیا یہ بات آپ کے رب کو ثبوت اور شہادت کے درجے میں کافی نہیں ہے کہ وہ ہر چیز کا شاہد ہے۔ وہ ہر چیز کو دیکھتا اور جانتا ہے اور ایسے علیم و خبیر سے بڑھ کر کس کی شہادت ہو سکتی ہے اور اس رب کی شہادت میں آپ کی نبوت و رسالت کی گواہی بھی ہے اور اللہ کا گواہ ہونا بہت بڑی بات ہے جیسے کہ ارشاد ہے وَ کُنَّا بِآبَادِنِیْ شَہِیْدًا عَقْلًا ایسے دلائل و شراہد کے بعد چاہیے تو یہ تھا کہ منکرین، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان لاتے اور جو کچھ آپ قیامت کے متعلق کہتے ہیں۔ اس کو مانتے لیکن خبردار ہو جاؤ یہ لوگ تو شک و تردد ہی میں پڑے ہوئے ہیں اپنے پروردگار سے قیامت کے روز ملاقات کرنے سے یاد رکھو وہ پروردگار تو ہر چیز کا پورا پورا احاطہ کیے ہوئے ہے۔

کائنات کی کوئی چیز اس کے علم سے باہر نہیں ہے۔ ہر شخص کے اعمال و احوال بھی اس کے احاطہ علم میں گھرے ہوئے ہیں۔ لہذا قیامت کے روز ہر ایک کے عمل کے مطابق اس کو بدل دیا جائے گا اور جب کہ ہر چیز اس کے علم میں ہے تو اصل قیامت کے آنے کا علم بھی اسی کو ہے تو منکرین کا یہ سوال

نہایت ہی لغو بات ہے کہ قیامت کب آئے گی۔ بس اس کا علم اور جواب اسی رب کی طرف لوٹنا یا جملے گا جس کا علم ہر چیز کو محیط ہے۔ سُبْحٰنَہٗ اٰیٰتِہٖا کی تفسیر میں حافظ عماد الدین بن کثیرؒ فرماتے ہیں مراد یہ ہے کہ ہم ایسے دلائل اور حجتیں قائم کریں گے جن سے یہ بات ظاہر ہو جائے گی کہ قرآن اللہ کا کلام منزل ہے جو اس کے رسول پر اتارا گیا جن میں سے بعض دلائل تو خارجہ ہوں گے جو عالم کے کناروں یا کفار قریش کے قرب و جوار میں ظاہر ہوں گے۔ چنانچہ فتوحات اسلام کی اشاعت اور تمام ادیان و مذاہب پر اس کے غلبہ نے اس حقیقت کو ظاہر کر دیا اور فِیْ اَنْفُسِہُمْ سے انسان کی تخلیق اور اس کی زندگی میں قدرت خداوندی کے عجیب نمونے اور اس کے احوال مختلفہ مراد ہیں۔

دلائل آفاق و انفس

آیت مبارکہ سُبْحٰنَہٗ اٰیٰتِہٖا فِی الْاَفَاقِ وَ فِیْ اَنْفُسِہُمْ اس امر کو واضح کرتی ہے کہ حق تعالیٰ شانہ کی خالقیت و قدرت اور وحدانیت نیز اثبات قیامت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کے دلائل دو قسم کے ہیں ایک قسم دلائل کی متکلمین کے یہاں دلائل انفس کہلاتی ہے اور دوسری قسم دلائل آفاق۔ حضرات ائمہ متکلمین ان دونوں قسموں کی تفصیل و تحقیق فرماتے ہیں۔ ان تفصیلات کی تو یہاں گنجائش نہیں۔ اجمالاً یہ سمجھ لیا جائے کہ دلائل انفس سے مراد انسانی زندگی اور اس کے جملہ احوال و کیفیات ہیں کہ انسان جب بھی اپنی ذات و صفات اور وہ تمام عوارض و کیفیات جو اس پر واقع ہوتی ہیں غور کرے تو اس کو اس بات پر یقین کرنا پڑے گا کہ ضرور اس کا کوئی خالق ہے اور وہ واحد و یکتا ہے وہی اس کا سبب ہے جس کی عظمت و کبریائی کی کوئی حد نہیں۔ دلائل انفس کے تتبع اور تلاش کے لیے حق تعالیٰ شانہ نے انسانی فکر کو دعوت دی اور فرمایا وَ فِیْ اَنْفُسِکُمْ اٰیٰتٌ لِّکُمْ اِنْ کُمْ لَبَّیْضُونَ یعنی اے انسانو! خود تمہارے نفسوں میں بہت نشانیاں ہیں (جن کے ذریعے تم اپنے رب کو پہچان سکتے ہو)۔ تو کیا پھر بھی تم نہیں دیکھتے ہو۔

انسانی ہستی حق تعالیٰ کی خالقیت اور کمال قدرت کی ایسی زندہ دلیل ہے کہ دنیا کا بڑے سے بڑا فلسفی اس دلیل کے معارضہ اور مقابلہ کی طاقت نہیں رکھتا۔ ظاہر ہے کہ انسان امتداد میں محدود محض تھا اس کو نہ کسی قسم کا حسی وجود حاصل تھا۔ اور نہ عقلی وجود۔ خدا ہی نے اس کو وجود کا خلعت عطا کیا۔ اس مضمون پر قرآن کریم کی سیکڑوں آیات مشتمل ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں کتاب منازل العرفان فی علوم القرآن از ص ۳۳ تا ص ۴۹

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کا استدلال

حجتہ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ اپنے رسالہ ”حجتہ الاسلام“ میں فرماتے ہیں: ”کون شخص

ہے جو بینہ جاتا ہو کہ ایک زمانہ وہ تھا کہ ہم پردہ عدم میں مستور تھے۔ اور عنقریب پھر وہی ایک زمانہ نے والا ہے کہ ہم اس پردہ عدم میں جا چھپیں گے۔ ہمارا وجود دو عدموں میں اس طرح گھرا ہوا ہے جس طرح نور زمین شب گزشتہ اور شب آئندہ کی دو ظلمتوں میں محصور ہے زمین پر نور کی یہ آمد و رفت باواز بند کہہ رہی ہے کہ یہ نور زمین کا ذاتی نہیں ہے بلکہ مستعار اور عطا و غیر ہے۔ کیونکہ اگر یہ نور زمین کا ذاتی ہوتا تو کبھی زائل نہ ہوتا پس اس طرح موت و حیات کی کشمکش اور وجود و عدم کی آمد و رفت اس امر کی واضح دلیل ہے کہ کائنات کا وجود ذاتی نہیں ہے۔ ورنہ عدم و زوال کو کبھی قبول نہ کرتا۔ بلکہ جس طرح زمین کی روشنی آفتاب کا فیض ہے اور پانی کی گرمی مثلاً آگ کا فیض ہے۔ اسی طرح ہمارا وجود بھی کسی ایسی ذات کا فیض اور عطیہ ہو گا کہ جس کا وجود اصلی اور خاندان زاد ہو اور وجود اس کی ذات کے لیے اس طرح لازم ہے جیسے آفتاب کے لیے نور اور آگ کے لیے حرارت اور چار کے عدد کے لیے زوجیت اور عین کے لیے فردیت لازم ہے یہ ناممکن ہے کہ آفتاب ہو اور نور نہ ہو آگ ہو اور حرارت نہ ہو اسی موجود اصلی ازلی اور دائمی کا نام اللہ تعالیٰ ہے خدا اور واجب الوجود ہے یہی وہ حقیقت ہے جس کو قرآن کریم کی اس آیت نے بخوبی واضح کر دیا:

كَفَيْتَ تَكْفُرُونَ يَا ذُنُوبَ
كُنْتُمْ أَصْنَائًا فَآخِيَائُكُمْ تَمُوتُ
لِيُمِيتَكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ ثُمَّ إِلَيْنَا
تَرْجَعُونَ (بقرہ)

کیسے تم اللہ سے کفر کرتے ہو حالانکہ تم پہلے موجود
نہ تھے، اسی خدا نے تم کو وجود و حیات عطا کی
پھر وہی تم کو موت دیگا۔ پھر تمہیں زندہ کرے گا۔
پھر تم سب اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

حکیم فروریوس کا مقالہ ہے کہ جو امور ہدایت عقل سے ثابت ہیں مجملہ ن کے ایک مسئلہ ثبوت صانع کا بھی ہے جتنے حق پسند حکماء گذرے ہیں۔ وہ سب اس مسئلہ کی بجاہت کے قائل تھے اور جو لوگ ثبوت صانع کی بجاہت کے قائل نہیں۔ وہ اس قائل ہی نہیں کہ ان کا ذکر کیا جائے یا ان کو حکماء کے زمرہ میں شمار کیا جائے۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ اپنے فوائد قرآن کریم میں فرماتے ہیں اگر قدرت کی طرف سے قلوب بنی آدم میں ابتدا ہی سے معرفت خداوندی اور اس کی ربوبیت کی تخم ریزی نہ ہوتی اور انسانی حیات کا سب سے زیادہ اساسی اور جوہری عقدہ کا حل ناخن عقل و فکر کے سپرد کر دیا جاتا تو یقیناً یہ مسئلہ بھی منطقی استدلال کی بھول بھلیاں میں پھنسکر صرف ایک نظری مسئلہ ہی بن کر رہ جاتا۔ جس پر سب کا تو کیا اکثر آدمی بھی متفق نہ ہو سکتے۔ جیسا کہ تجربہ شاہد ہے کہ فکر و استدلال کی ہنگامہ آرائیاں اکثر اتفاق سے زیادہ اختلاف پر منتج ہوا کرتی ہیں۔ اس لیے قدرت نے جہاں غور و فکر کی قوت اور نور و حی و الہام کے قبول کرنے کی استعداد بنی آدم میں دویمت فرمائی وہیں اس اساسی و بنیادی عقیدہ کی تعلیم سے بھی فطرۃً بہرہ ور و رمانوس بنا دیا۔ جس کے اجمال میں کل آسمانی ہدایات کی تفصیل پٹی ہوئی تھی۔ اور جس کے بغیر مذہب کا کوئی ستون کھڑا نہیں رہ سکتا تھا۔ اسی ازلی، درخانی تعلیم کا یہ اثر ہے کہ آدم

کی اولاد ہر قرن اور گوشہ میں حق تعالیٰ کی ربوبیت پر کسی نہ کسی حد تک متفق رہی ہے اور جن محدود دے فرد نے کسی عقل اور روحانی بیماری کی وجہ سے عام فطری احساس کے خلاف آواز بلند کی وہ انجام کار دنیا کے سامنے بلکہ خود اپنی نظروں میں بھی ذلیل اور اسی طرح جھوٹے ثابت ہوئے جیسے بنجار اور صفر میں مبتلا رہنے لہذا خوشگوار غذاؤں کو تلخ اور بد مزہ بتانے میں جھوٹا ثابت ہوتا ہے۔

بہر حال ابتدائے آفرینش سے لے کر آج تک ہر طبقہ اور درجے کے انسانوں کا خدا تعالیٰ کی ربوبیت کبریٰ پر عام اتفاق و اجماع اس بات کی نہایت قوی اور واضح دلیل ہے کہ یہ عقیدہ افکار و عقول کی تنگ و دو سے پہلے ہی خالق حقیقی کی طرف سے اولاد آدم کو بلا واسطہ تلقین فرما دیا گیا ہے۔ ورنہ فکر و استدلال کے راستہ سے ایسا اتفاق پیدا ہونا ممکن نہ تھا۔ قرآن کریم کی یہ خصوصیت ہے کہ اس نے ان آیات میں انسانی فطرت میں رچے ہوئے اس عقیدہ پر روشنی ڈالی۔ یہ صحیح ہے کہ ہم کو یہ یاد نہیں کہ اس بنیادی عقیدہ کی تعلیم کب و کہاں دی گئی۔ اور کس ماحول میں ہم اس عقیدہ سے مانوس ہوئے۔ لیکن جس کسی انشاء پر دانہ اور صاحب بیان انسان کو زمانہ طفولیت میں ملے ہوئے والے ان تمام مراحل کا علم نہیں اور نہ ہی قوت حافظہ میں ان چیزوں کے نقوش مستحضر ہیں۔ تاہم وہ یقین کرتا ہے کہ ضرور کسی معلم نے اس کو ابتداء عمر میں یہ الفاظ بولنے سکھائے اور ان الفاظ کے لکھنے کی تربیت دی تب ہی تو یہ اس طرح رواں دواں بول رہا ہے اور لکھ رہا ہے۔ اسی طرح بنی نوع انسان کا عقیدہ ربوبیت الہی پر متفق ہونا اس کی کھلی شہادت ہے کہ یہ چیز ابتداء فطرت اور خلقت میں ضرور کسی معلم کے ذریعے ان تک پہنچی ہے۔

غرض انسانی فطرت اور انسان میں ودیعت رکھے ہوئے عظیم ترین دلائل قدرت دلائل انفس ہیں۔ ان میں خود و فکر خود انسانی فطرت اور اس میں ودیعت رکھے ہوئے کمالات ہی میں خود و فکر کرنا ہے۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں۔ امام ملازکی کی تفسیر علامہ حسین جسر طرابلسی کا رسالہ حیدر فی حقیقتہ لولائتہ الاسلامیہ و حقیقتہ الشریعۃ الحمدیہ۔ (منار العرفان فی علوم القرآن تا لیت نا چیز محمد مالک کاندھلوی)

خالق حقیقی کی حقیقت اور قدرت پر استدلال کے لیے دلائل کی دوسری قسم دلائل آفاق ہیں۔ دلائل آفاق سے مراد کائنات عالم آسمان و زمین اور ان کے درمیان جملہ موجودات و مخلوقات چاند سورج ستارے بحر و برادران کے تہوں میں مستور و مخفی عجائب ہیں ان مخلوقات اور ان کے عجائب احوال جو عقول انسانی کو حیرت میں ڈالنے والے ہیں ان سے استدلال کرنا۔ یہ دلائل آفاق سے استدلال کی دوسری نوع ہے، دنیا کا بڑے سے بڑا فیلسوف اور طبیعات کا ماہر بھی ان احوال کا مشاہدہ کر کے ان کو مادی اسباب و علل پر محمول کرنے سے عاجز ہے۔ ان موجودات کے مشاہدہ اور ان میں پیدا ہونے والے تغیرات سے خالق حقیقی پر ایمان لانا ہر عاقل کے لیے عقل کا قطعی فیصلہ معلوم ہوتا ہے اس موضوع

عہ از تحقیقات شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ۔

پر بھی قرآن کریم نے بڑے بسط و تفصیل سے کلام کیا۔ اور خلق سموت و ارض کے دلائل سینکڑوں آیات میں ذکر فرما دیئے۔

تفصیل کے لیے کتاب منازل العرفان فی علوم القرآن حاضر فرمائیں۔

وَإِذَا آتَيْنَا عَلَى الْإِنْسَانِ مِنْ آيَاتِنَا قَالَ هَؤُلَاءِ إِلَّا أَنْشَاءِ الْفِتْنَةِ يَحْمِلُونَهَا فَنَكُفُّ عَنْهُ وَلَهُ الْحُكْمُ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذُنُوبِهِمْ
منعم کو پہچاننے کی بجائے اس سے بے رخی اختیار کرے اور بیگانہ بن جائے۔ حالانکہ انعام کا تقاضا ہے کہ منعم سے تعلق ہو۔ منعم کی فرمانبرداری کرے اور منعم کی ناراضگی کا خوف ہو۔ اور انعام کے یہ آثار حیوان پر بھی ظاہر ہوتے ہیں جو انسانی شعور اور احساس سے عاری ہوتا ہے انسان اگر ایسی دوسرا اختیار کرے تو بلاشبہ کہا جاسکتا ہے کہ ایسے انسان نے اپنا درجہ جانوروں سے بھی زیادہ نیچا کر لیا۔ اور لفظ فَدُودُ عَادٍ عبرتیں سے وہ دعا مراد نہیں جو تفرغ و نزاری اور انابت الی اللہ کی صورت میں ہو بلکہ یہ دعا اس کا جزع و فزع اور اللہ کی شکایت کرنا۔ بے صبری اور بے قراری کا مظاہرہ ہے۔ بہر کیف ان الفاظ میں ایسے انسان کی غایت درجہ دانت اور کینہ پن بیان کیا گیا کہ انعامات کے حصول پر غرور و تکبر اور خدا سے بے نیازی بلکہ بغاوت کا رنگ اختیار کر لے۔ اور جب کوئی تکلیف پہنچے تو بے صبری کے ساتھ رب العالمین کی بارگاہ میں شکوہ کرنے لگے تو جو شخص امن و عیش میں کفر اور کفران اور تکلیف میں بے صبری اختیار کرے۔ اس سے بڑھ کر دنیا میں کوئی انسان ذیل و کینہ ہو سکتا ہے۔ حق تعالیٰ نے ان کلمات میں ایسی مذموم خصلت سے بچنے کی تلقین فرمائی۔

أَلَمْ نَهْدِكُمْ سَبِيلًا تُحِبُّوهُ وَتَرْضَوْنَ الْقَوْلَ وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ

امین امین یارب العالمین

ترجمہ بحمد اللہ تفسیر سورۃ حکم السجدۃ یوم الاثنين ۲۳ ربیع الاول ۱۴۰۱ھ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

سُورَةُ الشُّرَىٰ

سورۃ اشوری کہیہ ہے اور مفسرین کا اسی پر اتفاق ہے جس کی تہین آیات اور پانچ رکوع ہیں۔ ابن عباسؓ جابرؓ اور عکرمہؓ سے منقول ہے فرمایا یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔ اس سورۃ کو سورۃ خسہ عسقی بھی کہا جاتا ہے۔ علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں اس سورت میں بعض ائمہ مفسرین کے قول کے مطابق چار آیتیں ایسی ہیں جو مکہ مکرمہ میں نازل نہیں ہوئیں۔ ان کا نزول بعد ہجرت مدینہ منورہ میں ہوا وہ آیات خَلَقَ لَكُمْ أَسْمَاءَكُمْ عَلَيْهَا أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ سے جو تھی آیت تک ہیں۔ بعض دیگر

مفسرین جیسے مقاتل بن حیان وغیرہ نے بیت اَمْ يَقُولُونَ اِفْتَرَىٰ كَذِبًا قرار دیا۔ کسی نے دَنْوُ
نَسَطَ اِلَيْهَا الْبُزْقَ لِحَبَّارٍ کو نیز مکہ کہا۔ اس سورت کا مضمون سورہ حمزہ
المجددہ کے مضمون سے مربوط ہے۔ کیونکہ اس میں بھی مضامین زیادہ تر اثبات رسالت وحی الہی اور عظمت
قرآن کے بیان پر مشتمل ہیں اور اسی کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی ہے کہ کفار مکہ کی ایذا
ان کی بیہودہ روش پر رنج نہ فرمائیں۔

آیات ۵۳ = ۴۲ = سُورَةُ الشُّورَىٰ مَكِّيَّةٌ = ۶۲ = رُكُوعَاتُهَا

سورۃ شوریٰ مکی ہے اور اس میں تین آیتیں اور پانچ رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا

حَمْدٌ ۱ عَسَقٌ ۲ كَذٰلِكَ يُوحٰى اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِیْنَ

اسی طرح وحی بھیجتا ہے تیری طرف اور تجھ سے

مِنْ قَبْلِكَ ۱ اللّٰهُ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ۳ لَّهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ

یہاں کی طرف اللہ زبردست حکمت والا - اسی کا ہے جو کچھ ہے آسمان

وَمَا فِی الْاَرْضِ ۱ وَهُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ ۲ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ

میں اور زمین میں - اور وہی ہے سب سے اوپر بڑا - قریب ہے کہ آسمان

یَتَفَطَّرْنَ مِنْ فَوْقِهِنَّ ۱ وَالْمَلَائِكَةُ یُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ

پھٹ پڑیں اوپر سے ، اور فرشتے پاک بولتے ہیں خوبیاں

رَبِّہُمْ ۱ وَیَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِی الْاَرْضِ ۱ اِلَّا اِنَّ اللّٰهَ

اپنے رب کی ، اور گناہ بخشواتے ہیں زمین والوں کے ۔ سُنَّتا ہے وہی ہے

هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ۵ وَالَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِہٖ

سوانہ کرنے والا مہربان - اور جنہوں نے پکڑے ہیں اس کے سوا

أُولِيَاءَ اللَّهِ حَفِظْتُ عَلَيْهِمْ وَمَا أَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيلٍ ①

بھن شد کو وہ یاد میں ، در سمجھ پر نہیں ان کا ذمہ ۔

وَكَذَلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لِتُنْذِرَ أُمَّ

اور اسی طرح تار ہم نے سمجھ پر قرآن عربی زبان کا ، کہ تو ڈر سنا دے

الْقُرَى وَمَنْ حَوْلَهَا وَتُنْذِرَ يَوْمَ الْجُمُعِ لِأَرْبَابِ

بڑے گاؤں کو ، اور اس پاس و سوں کو در خبر سنا دے جمع ہونے کے دن کی

فِيهِ فَرِيقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيقٌ فِي السَّعِيرِ ② وَلَوْ

اس میں دھوکا نہیں ، یک فرقہ بہشت میں ، اور ایک فرقہ گہ میں ۔ اور اگر

شَاءَ اللَّهُ لَجَعَلَهُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَلَكِنْ يَدْخُلُ مَنْ

چاہتا تھا ، تو سب لوگوں کو کرتا ایک ہی فرقہ پروردہ داخل کرتا ہے جس کو

يَشَاءُ فِي رَحْمَتِهِ وَالظَّالِمُونَ مَا لَهُمْ مِنْ وَلِيٍّ وَ

چاہے اپنی ہر میں ۔ اور گنہگار جو ہیں ان کا کوئی بہن رفیق

لَا نَصِيرٌ ③ أَمْ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِهِ أُولِيَاءَ ۚ فَاللَّهُ

نہ مددگار ۔ کیا انہوں نے پکڑے ہیں اس سے در سے کام مانگتے ؟ سو اللہ

هُوَ الْوَلِيُّ وَهُوَ يُحْيِي الْمَوْتَى وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ

جو ہے وہی ہے کام نمانے و در وہی جاتا ہے مردے ، در وہ ہر چیز کو

قَدِيرٌ ④ وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيهِ مِنْ شَيْءٍ فَحُكْمُهُ إِلَى

سکتا ہے ۔ اور حس است میں بھونے ہوتم رگ کوئی چیز ہو ، اس کی چکوتی ہے

اللَّهِ ذَلِكُمُ اللَّهُ رَبِّي عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ ⑤

اللہ پر حوالہ وہ اللہ ہے رب میرا ، اسی پر مجھ کو بھروسہ ، اور ایک طرف میری رجوع ۔



فَاطَرُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ جَعَلَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ

بنا نکلنے والا آسمان کا اور زمین کا۔ بنا دیئے تم ہی میں سے جوڑے،

أَزْوَاجًا وَمِنَ الْإِنْعَامِ أَزْوَاجًا يَذُرُّكُمْ فِيهِ

در چوپایوں میں سے جوڑے۔ بکیر، ہے تم کو اسی طرح

لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ۝

نہیں اس کی طرح کا سہ کوئی۔ اور وہی ہے سُننا دیکھنا۔ اسی

مَقَالِيدُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ

پاس ہیں کنجیاں آسمانوں کی اور زمین کی۔ پھیلا دیتا ہے روزی جس کو

يَشَاءُ وَيَقْدِرُ إِنَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۝

چاہے، اور ماپ دیتا ہے۔ وہ ہر چیز کی خبر رکھتا ہے۔

اثبات وحی الہی مع بیان عظمت رب کبریا و عید بہ شرک نافرمانی

نال الله تعالى۔ حم عسق الی إِنَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ۔

(در بطن) گذشتہ سورت کے مضامین کا حاصل مخالفین کے اعتراضات کا رد اور ان پر توجہ و تنبیہ تھا۔ اب اس سورت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور وحی الہی کی عظمت کو ثابت کیا جا رہا ہے۔ درسی کے ضمن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی جا رہی ہے۔ و مخرجین و منکرین پر توجہ و عید بھی ہے کہ یہ اپنے افغان قبیلک مزے سے ہرگز نہیں بچ سکتے۔ رستاد ہے۔

حم عسق اللہ رب العزت ہی اس کی مراد خوب جاننے والا ہے۔ اصول دین اور احکام شریعت کی تعین اور تحقیق کے لیے جیسے آپ پر یہ سورت نازل کی جا رہی ہے اسی طرح لے ہمارے پیغمبر ہم آپ پر وحی تارنے ہیں دران پیغمبروں پر بھی جو آپ سے پہلے گذرے۔ یہ وحی اس خدا کی طرف سے ہے جو بڑی عزت والا زبردست حکمت والا ہے۔ اس پر دردگار کی شان یہ ہے کہ اس کے واسطے وہ سب کچھ ہے جو آسمانوں میں اور زمین میں ہے وہی سب سے برتر اور بڑی عظیم شان والا ہے اس کی

عظمتِ شان کو اگر کوئی منکر و کافر نہ جانے تو نہ جانے لیکن اس کی عظمتِ شان کی حقیقت تو یہ ہے کہ قریب ہے کہ
 آسمان اپنے اوپر سے پھٹ پڑیں۔ اس کی ہیبت و عظمت کو برداشت نہ کر سکتے کی وجہ سے جہلے اور وہ فرشتے
 جو آسمانوں میں ہیں پاکی بیان کرتے ہیں اپنے رب کی حمد و ثناء کے ساتھ اور استغفار کرتے رہتے
 ہیں زمین والوں کے لیے کیونکہ اللہ کا حق عظمت ادا کرنے سے ہر شخص قاصر ہے خواہ وہ کتنا ہی
 مابد و زائد اور مطیع و زامیر دار ہو اور اس لحاظ سے بندہ اپنے رب کا حق نہ داکر کے لامحالہ مستحق
 عقوبت ہے تو اس وجہ سے روئے زمین پر بسنے والوں کے لیے فرشتے معافی مانگتے رہتے ہیں کہ اے
 پروردگار تیرے حق میں بندوں سے جو کچھ تقصیر و کوتاہی رہ گئی تو اس سے درگزر فرما۔ آگاہ ہو جاؤ اے
 لوگو! اللہ بڑا ہی مغفرت و امانہا ہے کہ اہل ایمان کی تقصیرات اور گناہوں سے درگزر
 فرماتے ہوئے اپنے انعامات و رحمتوں سے نوازتا ہے۔ در کافروں کو بھی اس سے اپنی اسی شان
 غفوری و رحیمی سے یہ موقع دے دیا کہ جب بھی وہ کفر سے تائب ہو کر خدا کی بندگی کا رخ کریں اور
 ایمان لائیں تو ان کو دھتکارا نہیں جاتا۔ اے نبی کریم آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے نافرمانوں کو دیکھ
 کر رنج نہ کریں لیے لوگوں کی نافرمانی خدا کی شہن عظمت میں کوئی کمی نہیں کر سکتی۔ اور جن لوگوں نے خدا
 کو چھوڑ کر دوسرے معبود اور کارساز بنالئے ہیں۔ اللہ ان کو خوب دیکھ بھال کر رہا ہے جو نبی اس کی حکمت
 کے لحاظ سے مناسب وقت ہو گا خدا ان کو سزا دے گا اور وہ نہ خدا کے علم سے چھپے ہوئے ہیں اور نہ
 خدا کی گرفت سے بچ سکتے ہیں۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے کوئی ذمہ دار نہیں ہیں۔ آپ کا کام صرف
 اللہ کا پیغام پہنچا دینا ہے اور نہ ہی آپ کو یہ اختیار ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب چاہیں ان پر
 عذاب نازل کر دیں۔ اور ہم نے اسی طرح جلیا کہ یہ تمام احکام خداوندی آپ کے سامنے ہیں آپ کی
 طرف بذریعہ وحی بھیجا ہے۔ قرآن عربی تاکہ آپ وراثیں اُمّ القریٰ یعنی مکہ میں بسنے والوں کو اور ان

علہ عبد اللہ بن عباسؓ سے صحیح بخاری اور مسلم میں ہے کہ آسمانوں کا اوپر سے پھٹ پڑنا
 اللہ رب العزت کی عظمت اور ہیبت کے باعث بیان فرمایا گیا۔ علامہ آوسیؒ فرماتے ہیں شاید اس وجہ سے کہ
 کفر اور شرک کو دیکھ کر آسمان زمین کا ٹپ جاتے ہیں جیسا کہ سورہ مریم میں ہے تَكَادُ السَّمُوتُ يَنْفَطَرْنَ
 مِنْهُمْ وَتَشَقُّ الْأَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا أَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمَنِ وَلَكِنْ جَاءَ تَرْذِيلُ كِي رِوَايَتِ
 میں ہے طُتِ السَّمَاءُ وَخَلَّتْ أَبْوَابُهَا وَفُتِحَتِ السَّمَاءُ رُبْعَةُ أَصَابِعِ الْأَوَّلَى وَصَح
 حیدر بن ساجدؒ لہذا یعنی آسمان کراہتا ہے ناقابل برداشت بوجہ کی وجہ سے درخزوری ہے کہ وہ کراہے آسمان میں
 چار انگلی کے غصہ بھی کئی سی جگہ خالی نہیں کہ اس میں کوئی فرشتہ ایسا نہ ہو کہ وہ اللہ کے سامنے مجتہد میں نہ ہو تو عظمتِ خداوندی
 اور اس کی ہیبتِ جلال سے آسمان قریب کے پھٹ پڑیں۔ اور شرک و کفر سے پھٹ پڑنے کے قریب ہونا بھی اللہ رب العزت
 کی عظمت ہی کے باعث ہے۔ لہذا ان دونوں وجہوں میں کوئی اختلاف نہیں۔ ۱۲

لوگوں کو اس کے ارد گرد ہیں اور اس دن سے جو میدان حشر میں اولین و آخرین کے جمع ہونے کا ہے جس کے آنے میں کوئی شبہ نہیں جس میں بس یہی فیصلہ ہونا ہے کہ ایک گروہ جنت میں اور ایک گروہ جہنم میں اور سب کچھ اللہ کی حکمت اور اس کی تقدیر سے ہے۔ اور اگر اللہ چاہتا تو ان انسانوں کو ایک ہی امت بنا دیتا اور ان میں ایمان و کفر اور توحید و شرک کا فرق و اختلاف نہ ہوتا۔ لیکن یہ اللہ کی بے پایاں حکمتیں ہیں کہ وہ جس کو چاہتا ہے ایمان و ہدایت کے لیے اس کو اپنی رحمت میں داخل کر بیٹا ہے۔ اور جس کو چاہے اس کی بد نصیبی اور شقاوت کی وجہ سے محروم کر دے اور ایسے ظالموں کے واسطے نہ کوئی دوست ہوگا در نہ کوئی مددگار۔ در قیامت کے روز جو یوم الجمع ہے یہ ظالم بے کسر و سامانی اور بدحواسی کے عام میں عذاب خداوندی میں ڈال دیئے جائیں گے۔ حق تعالیٰ کی عظمت کو چھپانا چاہیے اور مشرکین و منکرین کو اس کے عذاب اور اس کی گرفت سے ڈرنا چاہیے۔ افسوس اس طرح کی بے خونی و جرات کس دہ سے ہے؟ کیا انہوں نے خدا کے عہدہ اپنے واسطے کچھ مددگار بنالیے ہیں۔ حالانکہ حقیقت تو یہ ہے کہ بس اللہ ہی جو مددگار و ولی ہے۔ وہی سب کا کارساز ہے بگڑی ہوئی بنانا تو کیا وہ تو مردوں کو زندہ کرتا ہے اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے الغرض توحید و شرک اور ایمان و کفر کا فرق دنیا میں اللہ نے اپنی حکمت سے مقدر فرمایا ہے کیونکہ دنیا دار الامتحان ہے اور آخرت دارالجزاء ہے۔ اس لیے بحکمت خداوندی ضروری تھا کہ دنیا میں دونوں چیزیں

۱۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باہر مجلس میں ہمارے سامنے تشریف لائے اور آپ کے ہاتھ میں دو کتابیں (دستاویزیں) تھیں آپ نے فرمایا کیا تم لوگ جانتے ہو یہ دو کتابیں کیسی ہیں۔ ہم نے عرض کیا نہیں۔ یا رسول اللہ مگر یہ کہ آپ ہمیں بتا دیں۔ آپ نے اس کتاب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے جو دائیں ہاتھ میں تھی۔ فرمایا۔ یہ رب العالمین کی طرف سے کتاب ہے۔ جس میں اہل جنت کے نام مسج ان کے ہاؤس کے ناموں کے اور قبائل کے ناموں کے اور پھر اخیر میں آخری میزان لگا دی گئی ہے جس میں نہ کوئی کمی ہوگی اور نہ کوئی اضافہ ہو سکے گا۔ پھر آپ نے اس کتاب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے جو بائیں ہاتھ میں تھی۔ فرمایا اس میں اہل جہنم کے نام ہیں، ان کے آباء، جہاد اور قبائل کے ناموں کے اور پھر اخیر میں آخری میزان لگا دی گئی کہ اب آئندہ اس میں نہ کمی ہوگی اور نہ اضافہ ہوگا۔ اس پر حضرات صحابہ نے عرض کیا تو پھر یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اب عمل کی کیا ضرورت باقی رہ گئی (اگر فیصلہ ہو چکا) آپ نے فرمایا۔ سید و اوقار لو کہ استقامت و پختگی کے ساتھ مسلسل عمل میں لگے ہو ورنہ عدل کے ساتھ شریعت کے راستے پر چلتے ہو۔ جنتی شخص کے لیے جنت کے کام کے ساتھ مہر لگا دی گئی اسی پر اس کا خاتمہ ہوگا۔ خواہ پہلے وہ کسی قسم کا بھی کام کر چکا ہو۔ اور جہنمی جہنم کے لیے طے ہو گیا۔ اس کے واسطے جہنم کے کام کی مہر لگا دی گئی ہے خواہ وہ پہلے کچھ بھی کر چکا ہو پھر آنحضرت نے اپنے ہاتھ میں لے کر فرمایا۔ معذبکم من العباد ایک ہاتھ سے ایک طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا مریئونی الجنتی بائیں ہاتھ سے دوسری طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔ مریئونی فی السعیر (جاس تریزی) اس موضوع کی تفصیلات مسئلہ تقدیر کے ذیل میں گذر چکیں۔ ۱۲۔ واللہ اعلم بالصواب

مقرر کی جانیں تاکہ آخرت میں مصیبتیں کو جزاء درجہ میں کو سزا دی جائے۔ دراصل رب، عزت سے کسی بھی شخص کا حال اور اس کا عمل پوشیدہ نہیں، اس لیے اے لوگو! سن لو تم جس کسی بات پر بھی اختلاف کرو گے پس اس کا فیصلہ اللہ ہی کی طرف ہے۔ اسی کی بارگاہ سے ہر چیز کا فیصلہ صادر ہوگا یہی ہے خدا جو میرے رب ہے جس میں تو اس کی پیم بھروسہ کرتا ہوں اور اسی کی طرف ہر حالت میں رجوع کرتا ہوں میں تمہاری مخالفت سے نہ ڈرتا ہوں اور نہ تمہاری کسی قسم کی دلجوئی کے لیے تمہاری طرف مائل ہو سکتا ہوں۔ وہ پروردگار تو آسمانوں و زمین کا پیدا کرنے والا ہے جس نے تمہارے واسطے تمہاری ہی جنس سے جوڑے بنائے اور اسی طرح موشیوں میں سے جوڑے انوع و اقسام کے بنائے، دوران جوڑوں کے ملانے اور ازدواجی صورت پیدا فرمادینے کے ذریعے تمہیں پھیلا دیا ہے۔ نسلاً بعد نسل۔ یقیناً وہ پروردگار اپنی ذات و صفات میں ایسا کامل اور برتر ہے اس کا کوئی مثل نہیں ہے اسی کے اختیار میں ہیں کجیاں آسمانوں اور زمین کی۔ اسی کے تصرف میں تمام کائنات ہے جب چاہا کسی چیز کو خواہ رزق ہو عمل بدایت و گمراہی ہو راحت و تکلیف ہو نفع و نقصان صحت و بیماری ہو۔ عزت و ذلت ہو ان سب چیزوں کی گنجین اسی کے قبضہ قدرت میں ہیں۔ اگر وہ کسی چیز کو کھول دے تو کوئی دوسرا بند نہیں کر سکتا۔ اور اگر بند کر دے تو کھول نہیں سکتا یہ سب باتیں دلائل سے ثابت ہیں۔ جن کے انکار کی مطلقاً کوئی گنجائش نہیں اسی کے قبضہ میں رزق ہے۔ جس کے واسطے چاہے رزق پھیلا دے۔ اور جس کے واسطے چاہے تنگ کر دے بے شک وہی ہر چیز کو خوب جانتے والا ہے۔ جانتا ہے کہ جس کو رزق زیادہ دیا تو کس حکمت سے دیا۔ اور جس پرنگی کی تو کس حکمت سے کی۔

مَنْ حَوْلَهَا أَوَامُّ الْقُرَىٰ كَالْمُهْمُومِ

معموم مفسرین اُمّ القری سے مکہ مکرمہ مراد لیتے ہیں کیونکہ مکہ مکرمہ عرب کی سرزمین میں قدیم ترین شہر اور قوم عرب کا اصل موطن و مسکن تھا اس وجہ سے مکہ مکرمہ کو ام، مقری کہا گیا اور تاریخ قدیم میں اسی نام سے اس کو ذکر کیا گیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سمعیل علیہ السلام اور حضرت ہاجرہ کو اسی وادی میں چھوڑا تھا جیسے آیت رَبَّنَا آتِنَا ذُرِّيَّتِنَا حَسْبُكَ مِنْ دُرِّ بَيْتِي يٰوَادِّ عَجَبُ ذِي دُرِّ عِجٍ میں مکہ مکرمہ کی بادی کی تفصیل گزر چکی۔

اس آیت مبارکہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا جانا کہ آپ ڈرائیں مکہ میں بسنے والوں کو لوگوں کے اطراف دکان میں بسنے والوں کو نہ صرف مصلیٰ اللہ علیہ وسلم کی عمومی بعثت کے منافی تھیں سب سے تمام عالم کے لیے دائمی و بنیہ و نذیر ہیں تو اس آیت میں تخصیص ام، مقری و من حولہا کی یا تو اہل مکہ اور قریب و جوار میں رہنے والوں کی اہمیت کی وجہ سے ہے یا یہ معنی کہ اولاً آپ ان کو ڈرائیں پھر تمام دنیا کے انسانوں کو جیسے کہ اہتمام میں آیت ذَا نَبْدٍ رَّعِشٍ يٰوَادِّ عَجَبُ ذِي دُرِّ عِجٍ میں قرأت دار عشرہ و قبیلہ والوں کو ڈرانے

کا حکم نازل ہوا، امام راغب فرماتے ہیں مکہ مکرمہ کو ام القریٰ اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ کوفہ ارضیٰ اور تمام روئے زمین کے واسطے یہ حصہ زمین، صل نقطہ مرکز یہ ہے۔ جیسا کہ بعض روایات میں ہے کہ پانی کی سطح پر اللہ رب تعالیٰ نے پہلے پہلے کی طرح یہ مکہ اجماعاً ظاہر فرمایا اور پھر اسی سے ساری زمین بچھائی در پھیلائی گئی تو تمام آبادی عالم اور خطہ زمین کے لیے یہی جگہ اصل ہوئی اور اصل کو اُم یعنی ماں کہا جاتا ہے۔ امام بخاری اور شیخ قشیری نے بھی اسی کو اختیار فرمایا اور یہ کہ کعبہ شرفۃ الارض یعنی زمین کی ناف ہے اور تمام دنیا اس کے ارد گرد پھیلائی گئی اگرچہ جانب شمال میں آبادی راند ہے۔ بہ نسبت جنوب کی جانب کے۔

آیت مبارکہ اِنَّ اَوَّلَ بَنِيٓ اٰدَمَ الَّذِيٓ ذُكِّرَ عَنْ سَمٰوٰتِہٖٓ اَنۡ يَّكُوۡنَ مِّنۡ دُوۡنِہٖٓ اِلَّا نُوۡحٌ اَوۡ اِبْرٰہِیۡمُ اَوْ اِسْحٰقُ اَوۡ یٰحٰقِبُ اَوۡ اٰدَمُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا اِنَّہٗمۡ کَانَ اٰمَنًا
کی تفسیر میں حافظ ابن کثیرؒ در ابن جریر طبریؒ سے یہی بیان کیا کہ روئے زمین کی آبادی کی اصل یہی زمین مکہ ہے جہاں کعبہ اللہ ہے۔ علامہ یاقوت حمویؒ نے ابن عباسؓ سے ایک روایت کا یہ مضمون بیان کیا ہے کہ آسمان و زمین کے پیدا کرنے سے پہلے اللہ کا عرش پانی پر تھا۔ اللہ نے ایک ہوا چلنی جس نے پانی کی لہروں کو شوق کیا اور پانی کی سطح پر ایک بلبہ نمودار ہو جو تہ کی شکل کا تھا پھر اسی سے اللہ نے تمام زمین کو مرکب فرمایا اور بنایا اور سطح زمین کو پانی پر بچھا دیا۔ متعدد روایات سے ثابت ہے کہ زمین کا جو مکہ اسب سے پہلے، اللہ نے پیدا فرمایا وہ جگہ کعبہ اللہ کی ہے تو یہ جگہ روئے زمین کے واسطے نقطہ مرکز یہ ہوا۔ اس تکوینی مرکزیت کے ساتھ اللہ نے اس کو شریعی مرکزیت بھی عطا کر دی۔ کہ روئے زمین کے انسانوں کو اسی کی طرف عبادت کا حکم دیا۔ حضرت آدم علیہ السلام کے لیے اسی جگہ جنت سے موتیوں کا خیمہ اتارا گیا تھا جس کا انہوں نے طواف کیا۔ پھر اسی جگہ بیت اللہ کی عمارت قائم ہوئی۔ تفصیل کے لیے ناچیز کی کتاب تاریخ الحرمین ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سر زمین مکہ میں آمد اور اس کی آبادی

تاریخی روایات سے ثابت ہے کہ طوفان نوح علیہ السلام کے بعد جب حضرت نوحؑ کی اولاد زمین پر پھیلی تو حضرت مسیح علیہ السلام سے تقریباً دو ہزار دو سو سینتالیس برس قبل شہر بابل اور اس کے برج کی بنیاد رکھی گئی۔ یہ شہر ملک عراق میں دریائے دجلہ اور فرات کے درمیان دو آب میں واقع تھا۔ در بقوں بعض۔ فرات کے کنارے پر تھا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام جو تاریخ کے بیٹے تھے جن کو آذہ بھی کہا جاتا ہے۔ قصبہ ہواز میں پیدا ہوئے جو شہر بابل کے کنارے واقع تھا اور بعض کا خیال ہے خاص شہر بابل میں پیدا ہوئے وہاں کلدانی قوم آباد تھی جو ست پرست تھے۔ اور بت بنانا کر بیجا کرتے تھے حضرت ابراہیمؑ کے باپ بھی بت پرست بلکہ بت تراش تھے اس زمانہ میں ایک بڑی تعداد لوگوں کی ستاروں کی پوجا کیا کرتی تھی۔ حضرت ابراہیمؑ کو خداوند عام نے ابتدائی سے رشد و ہدایت سے نوازا تھا۔ بت پرستی اور ستاروں کی پوجا کی بڑی شد و مد سے مخالفت کیا کرتے تھے۔ اور ان لوگوں کی دلائل و حقائق سے تسخیل و تہمیت بھی

کیا کرتے تھے جس کی تفصیل گزشتہ پاروں کی تفسیر میں گذر چکی ہے۔ قصہ نمرود اور ایسے بعض واقعات کے بعد اللہ رب العزت کی وحی سے آپؐ سمیع اور ان کی والدہ ہاجرہ کو دادی مکہ کی طرف لے کر روانہ ہو گئے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام اس وقت شیر خوار بچے تھے۔ حضرت ابراہیمؑ ان کو یہاں چھوڑ کر شام کی طرف روانہ ہو گئے ایک مشک میں پانی اور کچھ کھجوریں چھوڑ کر گئے۔ پانی جب ختم ہو گیا اور پیاس کی شدت سے اسماعیل علیہ السلام تڑپنے لگے۔ اور اسی حالت میں حضرت ہاجرہ پانی تلاش کرنے کے لیے صفا و مروہ پہاڑوں پر چکر لگائے گئیں تو ساتویں چکر پر اسماعیلؑ کی جگہ پر پانی دیکھا اور ڈری ہوئی آئیں۔ یہ زم زم کا چشمہ اللہ نے ظاہر فرمایا۔ اسی کی یاد گار سعی بن اصفاد المروہ کی صورت میں مقرر کر دی گئی۔ تفصیل کے لیے احادیث و کتب تاریخ کی مراجعت فرمائی جائے۔ تو جب چاہ زم زم میں ایک کثیر مقدار میں پانی دیکھ کر اس غیر آباد بنجر دادی میں ایک قافلہ نے قیام کرنے در یہاں سکونت کی درخواست کی۔ تو ہاجرہ علیہا السلام نے تنہائی کے خیال سے ان کو اجازت دیدی کہ بہتر ہے کہ یہاں کچھ لوگ آباد ہو جائیں۔ اس طرح، بتداء میں یہ ایک چھوٹا سا گاؤں آباد ہوا۔ یہ قبیلہ جرحم تھا۔ اہل یمن سے یہ لوگ تھے۔ حضرت اسماعیلؑ نے انہی لوگوں سے عربی زبان سیکھی۔ اور ان کے بڑے ہونے پر اس قوم نے اسماعیل علیہ السلام کو اپنا سردار بنادیا اور فرستہ یہ مختصر گاؤں ایک عظیم شہر مکہ مکرمہ ہو گیا۔

شَرَعَ لَكُمْ مِنَ الدِّينِ مَا وَصَّى بِهِ نُوحًا

راہ ڈال دی تم کو دین میں، وہی جو کہہ دیا تھا نوح کو،

وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهِ

وہ جو حکم بھیجا ہم نے تیری طرف اور وہ جو کہہ دیا ہم نے

إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَى وَعِيسَى أَنْ أَقْبِلُوا

ابراہیم کو، اور موسیٰ کو اور عیسیٰ کو یہ کہ قائم رکھو

الدِّينَ وَلَا تَتَفَرَّقُوا فِيهِ كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِينَ

دین اور پھوٹ نہ ڈالو اس میں۔ بھاری پڑتا ہے مشرک دلوں کو، جس طرف تو

مَا تَدْعُوهُمْ إِلَيْهِ اللَّهُ يَجْتَبِي إِلَيْهِ مَنْ يَشَاءُ وَ

ملاتے ہیں انکو۔ اللہ چاہے اپنی طرف جس کو چاہے۔ اور راہ دیتا ہے اپنی طرف

يَهْدِي إِلَيْهِ مَنْ يُنِيبُ ۝ وَمَا تَفَرَّقُوا إِلَّا مِنْ بَعْدِ

اس کو جو رجوع مانے ۔ اور بھٹ جو ڈالی سو سمجھا چکے

مَا جَاءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ ۖ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ

پیچھے ، آپس کی ضد سے ۔ اور اگر نہ ہوتی یہ بات جو نکل گئی

مِنْ رَبِّكَ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى لَّفُضِيَ بَيْنَهُمْ ۖ وَإِنَّ

ہے تیرے رب سے ، ایک ٹھہرے وعدے تک تو فیصلہ ہو جاتا ان میں ۔ اور جن

الَّذِينَ أُوْرَثُوا الْكِتَابَ مِنْ بَعْدِهِمْ لَفِي شَكٍّ مِنْهُ

کو اچھ گئی ہے کتاب ان کے پیچھے ، وہ دھوکے میں ہیں اس سے جو

مُرِيْبٌ ۝ فَلِذَلِكَ فَادْعُ ۚ وَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ وَلَا

چھین نہیں دیتا ۔ سو تو اسی طرف بلا ۔ اور قائم رہ جیسا فرما دیا ۔ اور نہ

تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ ۚ وَقُلْ أَمَنْتُ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ مِنْ

چل ان کے چاؤں پر ۔ اور کہہ میں یقین لایا ہر کتاب پر ، جو

كِتَابٍ وَأُمِرْتُ لِأَعْدِلَ بَيْنَكُمُ ۖ اللَّهُ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ لَنَا

اتاری اللہ نے ۔ اور مجھ کو حکم ہے کہ انصاف کروں تمہارے بیچ ، اللہ رب ہے ہمارا اور تمہارا ۔

أَعْمَالُنَا وَأَعْمَالُكُمْ ۚ لَا حِجَّةَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ ۖ اللَّهُ

ہم کو ملنے ہیں ہمارے کام اور تم کو تمہارے کام ۔ کچھ جھگڑا نہیں ہم میں اور تم میں ۔ اللہ

يَجْمَعُ بَيْنَنَا ۚ وَإِلَيْهِ الْمَصِيرُ ۝ وَالَّذِينَ يَحَابُّونَ

اکٹھا کرے گا ہم سب کو در اسی کی طرف پھر جانا ہے ۔ اور جو لوگ جھگڑا ڈالتے

فِي اللَّهِ مِنْ بَعْدِ مَا اسْتَجِيبَ لَهُ حُجَّتُهُمْ دَاحِضَةٌ

ہیں اللہ کی بات میں ، جب خلق اس کو مان چکی ، ان کا جھگڑا ڈگ رہا ہے

عِنْدَ رَبِّهِمْ وَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ وَلَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ ①

ان کے رب کے ہاں۔ اور ان پر غصہ ہے اور ان کو سخت مار ہے۔

مقصد و حیدر جملہ ادیان سماویہ توحید خداوندی و قیام عدل و انصاف

قال اللہ تعالیٰ - شَرَعَ لَكُمْ مِنَ الدِّينِ ... الى ... وَلَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ (ربط) سورہ شوریٰ کی ابتدا حق تعالیٰ شانہ کی عظمت و کبریائی در توحید کے بیان سے تھی اسی کے ضمن میں وحی الہی کا اثبات تھا۔ اور کفر و شرک کا رد اور ابطال اب ان آیات میں ذکر فرمایا جا رہا ہے۔ انقدرت العزت نے جس قدر بھی پیغمبر مبعوث فرمائے۔ حضرت نوح علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ بن مریمؑ تک اور جتنے ادیان و مذاہب مقرر فرمائے ان سب کا مقصد و حیدر صرف توحید خداوندی ہے۔ بلکہ جملہ ادیان کی بھی تعلیم تھی۔ اور ہر پیغمبر کی بھی ہدایت تھی۔ اب اسی تعلیم ہدایت کو لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے ہیں۔ اس لحاظ سے آپؐ کی دعوت کوئی نئی دعوت نہیں۔ آپؐ کی تعلیمات کوئی نئی تعلیمات نہیں بلکہ جملہ تعلیمات و ہدایت سماویہ کا لباس و جوہر اور ان کی تکمیل ہیں۔ اس بنا پر کسی کتابی اور آسمانی مذہب رکھنے والے کو آپؐ کی رسالت پر ایمان لانے میں اصولاً کوئی تامل نہ ہونا چاہیے۔ اور آپؐ کا پیغام تمام امتوں کے درمیان وحدت و اتفاق کا پیغام ہے۔ اس وجہ سے بھی آپؐ کے پیغام کو قبول کرنے میں کسی کو حذاف و تردد نہ ہونا چاہیے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا۔ مقرر کر دیا ہے اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے تمہارے واسطے وہی دین جس کا حکم اللہ نے نوح (علیہ السلام) کو کیا جس کی بنیاد توحید خداوندی ہے اور ہر نبی نے اپنی قوم کو اس کی دعوت دی۔ اور جس چیز کہ ہم نے آپؐ کو وحی بھیجی۔ اور جس چیز کا ہم نے حکم دیا۔ ابراہیمؑ اور موسیٰؑ اور عیسیٰؑ (علیہم السلام) کو اور ان کی امتوں کو وہ یہ تھا کہ اللہ کا یہ دین قائم رکھو۔ اور خدا کی توحید پر قائم رہو۔ اور اس کے سوا کسی کی بندگی نہ کرو۔ اس کے تمام احکام، فواد ان پر عمل کرو۔ در یہ کہ اس میں تفرقہ نہ ڈالو تمام انبیاء کی تعلیمات جب کہ ان بنیادی اصول میں متحد تھیں تو عقل کا تقاضا تو یہ تھا کہ اس دعوت کو قبول کیا جاتا۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کر مبعوث ہوئے اور شرک و بت پرستی سے اجتناب کیا جاتا مگر مشرکین پر یہ بات یعنی دعوت توحید بہت گراں اور ناگوار ہے جس کی طرف آپؐ ان کو بلاتے ہیں لیکن اللہ اپنی طرف کھینچتا ہے اسی کو جس کو چاہے اور اپنے ملک اسی کو رسالتی عطا کرنا ہے جو اس کی طرف رجوع کرے یعنی اللہ ہی کی مشیت سے اجتناب و انتساب ہوتا ہے اور توفیق ایمان سے نوازا جاتا ہے اور توفیق ایمان کے بعد جس کو رجوع اور نابت الی اللہ نصیب ہو اسی پر طاعت و بندگی اور قرب کے راستے کھلتے ہیں۔

اور اہم سابقہ کا بہ تفرق و اختلاف حق میں کسی قسم کے غنا و التباس کے باعث نہ تھا بلکہ ان لوگوں نے نہیں اختلاف کیا مگر اس کے بعد کہ ان کے پاس علم آچکا تھا۔ محض باہمی حسد اور بغض کی وجہ سے ایسی مذموم حرکت اور بدترین روش کا تقاضا تو یہ تھا کہ عذاب خداوندی ان پر مستط ہوتا اور یہ ہلاکت کہ دیئے جاتے لیکن اگر ایک فیصلہ آپ کے رب کی طرف سے پہلے نہ ہو چکا ہوتا، ایک متعین وقت تک جہت کا تو ان کے درمیان فیصلہ کر دیا جاتا۔ عذاب خداوندی نازل ہو جاتا اور دنیا دیکھ لیتی کہ حق سے اختلاف کرنے والوں کا کیا انجام ہوتا ہے مگر اللہ نے اپنی حکمت سے یہ طے کر لیا تھا کہ دنیا در الامتحان ہے اسی طرح حق و باطل کی کشمکش جیتی رہے۔ قیامت قائم ہونے پر ایسے مجرمین در حق سے اختلاف کرنے والوں کو جہنم کے عذاب میں ڈالا جائے گا اور بے شک ان ہم سابقہ کے بعد اب جن لوگوں کو کتاب الہی کا ورثہ بنایا اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت دعوت ہونے والے وہ اس کتاب کی طرف شک ہی میں گرے ہوئے ہیں جو ان کو تردید میں ڈالنے والا ہے۔ اے ہمارے پیغمبر آپ ان منکرین کے انکار اور مشرکین کے شرک سے سنجیدہ نہ ہوں اور نہ ہی ہمت باری میں آپ تو اسی چیز کے لیے جس کی وحی آپ کو کی گئی اور اس کا حکم نوح کو ابراہیم و موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام کو کیا گیا۔ دعوت دیتے رہیے اور اسی پر مضبوطی کے ساتھ قائم رہیے جیسا کہ آپ کو حکم کیا گیا۔ اور ان کی خواہش کی پیروی نہ کیجیے۔ اس خیال سے کہ ان کی بعض خواہشات گرامان لی جائیں تو شاید یہ لوگ ایمان لے آئیں اور بلکہ آپ تو یہ اعلان کر دیجیے کہ جب کہ یہ لوگ کسی طرح بھی ایمان لانے کے لیے تیار نہیں ہیں تو میں تو ایمان لا چکا ہوں اس چیز پر جو اللہ نے اپنی کتاب سے نازل کی ہے لہذا سے منکر و اور کا فروغ تم یہ توقع نہ رکھو کہ میں تمہاری کسی خواہش کو پورا کرنے میں اللہ کے کسی حکم کی نافرمانی یا اس کو نظر انداز کروں گا۔ اور مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں تمہارے درمیان عدل قائم کروں۔ انصاف کروں۔ حق اور باطل کے درمیان فرق کر کے حق پر تمہیں آدہ کروں اور خود اس پر قائم رہوں۔ اس لیے کہ یہ کیونکر ممکن ہو سکتا ہے کہ میں تم کو حق کی دعوت دیتے ہوئے خود حق سے انحراف کر جاؤں اور تمہاری باطل خواہش اور خوشنودی کو پور کرنے کا ارادہ کروں۔

اللہ ہی ہمارا رب ہے اور وہی تمہارا بھی رب ہے۔ اب جب کہ تم کسی طرح حق قبول کرنے کو تیار نہیں تو بس ہمارے واسطے ہمارے اعمال ہیں اور تمہارے اعمال تمہارے واسطے ہیں۔ لہذا جیسے تمہارے اعمال ہوں گے۔ ان کا انجام بھی ویسا ہی ہوگا۔ اب کوئی جھٹ بازی اور خفوت کی گجائش نہیں۔ ہمارے تمہارے درمیان۔ اللہ ہم سب کو قیامت کے روز جمع کرے گا۔ جس میں کوئی شبہ نہیں ہے اور اسی کی طرف لوٹنا ہے۔ وہاں پہنچ کر سب پر حقیقت کھل جائے گی۔ ایمان و کفر اور توحید و شرک کا انجام نظر آ جائیگا اور اس وقت مجرمین و مشرکین کو سوائے حسرت و ندامت کے اور کچھ بھی چارہ کار نہ ہوگا۔ اور جو لوگ اللہ کے دین کے بارے میں جھٹ بازی کرتے ہیں بعد اس کے کہ اہل عقل کی طرف سے اس کو قبول کر لیا گیا اور

سیمِ اُخترت نسات ایمان لپکے تو ب ایسے لوگوں کی حجت ان کے رب کے نزدیک باطل ہے اور ان پر خدا کی طرف سے غضب نازل ہونے والا ہے۔ اور ان کے واسطے دنیوی عذاب اور غضبِ خداوندی کے علاوہ آخرت میں بڑی سخت عذاب ہے کیونکہ اللہ کے دین کی سچائی اور اس کی کتاب کی حقانیت ظاہر ہو چکی۔ سمجھ دار لوگ ایمان لپکے، درہست سے وہ لوگ جو اگرچہ مذہبی تعصب اور عناد کی وجہ سے ایمان نہیں مانے، مگر کتاب الہی کی سچائی اور حقانیت کا اقرار کرتے ہیں۔ اس بنا پر اب حجت پوری ہو گئی۔ اس اس کے بعد جو لوگ بھی خواہ مخواہ جھگڑائے ڈالتے ہیں یا ایمان لانے والوں سے الجھتے ہیں ان کے واسطے ظاہر ہے کہ عذابِ خداوندی دنیا اور آخرت میں ہوگا۔

ابتداء تشریع احکام اور جملہ انبیاء علیہم السلام کا اصول شرائع میں اتفاق

حضرت آدم علیہ السلام کے بعد سب سے پہلے وہ رسول جن سے تشریع حکام کا سلسلہ شروع ہوا وہ حضرت نوح علیہ السلام ہیں۔ اور سب سے آخری نبی جن پر سلسلہ نبوت و رسالت ختم ہوا اور کائنات نبوت کی تکمیل ہوئی وہ خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں حضرت نوح علیہ السلام سے قبل دنیا میں ایمان و کفر، توحید و شرک کا اختلاف نہ تھا۔ دس قرن اسی طرح گذرے۔ سب سے پہلے رسول شرک کا مقابلہ کرے والے حضرت نوح علیہ السلام ہی ہیں۔ اسی وجہ سے ایک حدیث میں ہے اول رسول بعثت الی، لا دھض نوح حکم سب سے پہلے رسول جو زمین والوں کے واسطے بھیجے گئے وہ نوح ہیں۔ مراد یہ ہے کہ وہ پہلے رسول تھے کفر و شرک کے مقابلہ کے لیے۔ جیسا کہ آیت مبارکہ کان الناس امةً واحدةً قد بعثت اللہ النبیین مبشیرین و منذرین سے معلوم ہوتا کہ آدم علیہ السلام کے وقت سے ایک ہی سچا دین رہا۔ ایک مدت کے بعد جب لوگوں نے دین میں خلافت ڈال کر اللہ تعالیٰ نے انبیاء کو مبعوث فرمایا ہوا ایل ایمان و عاقبت کو تو سب نجات کی بشارت سناتے تھے در ایل کفر و معصیت کو عذاب سے ڈرتے

حضرت نوح علیہ السلام درن کے بعد جس قدر بھی رسول دنیا میں آئے اور کتابیں نازل کی گئیں وہ سب اصول میں ایک تھے۔ کیونکہ راستہ ایک ہی تھا۔ (توحید و عبادتِ خداوندی) البتہ فروع میں تفاوت و اختلاف ہونا جاسیٹھا۔ حضرت شیخ البند مولانا محمود احسن قدس سرہ نے فرمایا اس کی مثال ایسی ہے۔ جیسے کہ تندرستی ایک ہے۔ اور بیماریاں بے شمار۔ جب ایک مرض پیدا ہوا تو اسی کے موافق دوا اور پرمیز مقرر کیا گیا۔ پھر جب دوسرا مرض پیدا ہوا تو دوسری دوا اور پرمیز اس کے موافق تجویز ہوا۔ پھر سب سے آخر میں ایسا طریقہ در قاعدہ مقرر فرمادیا جو سب بیماریوں سے بچائے اور سب کے برے کفایت کرے وہ طریقہ اسلام ہے۔ جس کے بے نبی، خرافان صلی اللہ علیہ وسلم بھیجے گئے اور وہ نسخہ روحانی قرآن شریف

ہے۔ جو قیامت تک آنے والوں کے لیے پیغام شفاء ہے۔
 حضرت نوحؑ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان جتنے انبیاء و رسول آئے ہیں وہ لوگوں کے لیے
 موعظہ و نصیحت عینی علیہ السلام میں بھی زیادہ مشہور اور ان کے مذہب کے پیرو دنیا میں کثیر تعداد میں ہونے
 اس وجہ سے اس آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی اور آپؐ کے دین کی تشریح ان انبیاء علیہم السلام
 کے شرافت کی شرکت اور مشابہت کے ساتھ بیان کی گئی۔ نیز اس وجہ سے بھی کہ ان ادیان سے تعلق رکھنے والوں
 کو آپؐ کا دین قبول کرنے میں کوئی تاثر باقی نہ رہے۔ جب کہ آپؐ کی کتاب کتب سابقہ کی تصدیق
 کر رہی ہے۔ اور ان انبیاء سابقین کی تعلیمات و ہدایات بنیادی اصول کے لحاظ سے متفق و متحد ہیں تو پھر
 ان انبیاء پر ایمان لانے والے ان کتب سابقہ کے ماننے والے یہود و نصاریٰ کو عقلاً و طبعاً آپؐ پر ایمان
 لانے کے کسی طرح بھی گریز نہ کرنا چاہیے۔

اللَّهُ الَّذِي أَنْزَلَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ وَالْمِيزَانَ وَمَا

الذودہ ہے جس نے کتاب کو حق پر اور ترازو - اور

يُذَرِّكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ قَرِيبٌ ۝ يَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِينَ

کو کیا خبر ہے شاید وہ گھڑی پاس ہو - شتابی کرتے ہیں اس کی

لَا يُؤْمِنُونَ بِهَا وَالَّذِينَ آمَنُوا مُشْفِقُونَ مِنْهَا وَأَنتَ

جو یقین نہیں رکھتے اس پر - اور جو یقین رکھتے ہیں ان کو اس کا ڈر ہے ، اور

يَعْلَمُونَ أَنَّهَا الْحَقُّ ۝ أَلَا إِنَّ الَّذِينَ يُمَادُّونَ فِي

جانتے ہیں کہ وہ ٹھیک ہے - سنا ہے جو لوگ جھگڑتے ہیں میں گھڑی

السَّاعَةِ لَفِي ضَلَالٍ بَعِيدٍ ۝ اللَّهُ لَطِيفٌ بِعِبَادِهِ

کے آنے میں وہ بے گمراہ ہیں صریح - اللہ نرمی رکھتا ہے اپنے بندوں پر

يَرْزُقُ مَنْ يَشَاءُ وَهُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيزُ ۝

رزق دیتا ہے جس کو چاہے - اور وہ ہے زور آور و زبردست۔

بیان نزول کتاب با حق و صداقت و نزول میزان بر عدل و انصاف

قال اللہ تعالیٰ: اَللّٰهُ الَّذِیْ اَنْزَلَ اِلَیْکَ الْکِتٰبَ بِالْحَقِّ ... اِلٰی ... وَهُوَ لَفَوْحٌ مِّنْ عِزِّیْ .
 رابطہ گزشتہ آیات کا حاصل یہ تھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی انبیاء سابقین اور
 اولوالعزم رسولوں کی وحی کی طرح ہے۔ اور آپ کا دین بھی اصولاً وہی دین ہے۔ آپ کی کتاب بھی
 جملہ کتب سابقہ کے علوم کی حامل و مصدق ہے۔ اب ان آیات میں یہ فرمایا جا رہا ہے کہ حق تعالیٰ
 نے اپنی کتاب حق و صداقت کے ساتھ نازل فرمادی ہے۔ اور یہ کتاب الہی درحقیقت حق و صداقت
 کو تو لے کر ترازو ہے اس ترازو میں حق و باطل کو تولتا جاتا ہے جیسے مادی ترازو میں مادی اشیاء تولی
 جاتی ہیں اور پورے تول سے عدل و انصاف قائم کیا جاتا ہے اسی طرح یہ کتاب الہی ایک طرف حقوق
 خداوندی صحیح طور پر ادا کرنے کے لیے معیار ہے تو دوسری طرف حقوق العباد کو بھی عدل و انصاف سے
 ادا کرنے کا ایک محکم ضابطہ اور مکمل دستور ہے حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی پر آمادہ کرنے والی
 قوت و صلاحیت ایمان بالآخرت ہے۔ سی یقین کے باعث انسان اپنے اللہ کے حقوق و در بندوں
 کے حقوق ادا کر سکتا ہے۔ اور حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی ہی دراصل ہر انسان کا اپنی ذات
 کے ساتھ عدل و انصاف کا قائم کرنا ہے۔ کیونکہ ان حقوق کا اتلاف حقیقت میں اپنی ذات پر ظلم کرنا
 ہے تو ارشاد فرمایا جا رہا ہے۔

اللہ ہی ہے جس نے اس کتاب یعنی قرآن کو اتارا حق کے ساتھ اور ترازو کو یعنی عدل و انصاف
 مقرر فرمایا تو حسب یہ کتاب اللہ کی ہے تو اللہ پر ایمان کا مقتضی یہی ہے کہ اس کے احکام کی اطاعت
 ہو اور حقوق اللہ کی ادائیگی کے ساتھ حقوق العباد میں عدل و انصاف قائم کیا جائے۔ جیسے ترازو میں
 کوئی چیز بڑا بر تولی جائے۔ یہی نجات کا ذریعہ ہے کہ قرآن پر ایمان لایا جائے۔ محض ضد کا قائل ہونا
 یا اس پر ایمان کا دعویٰ کافی نہیں تا وقتیکہ اس کے قانون و دستور عدل و انصاف پر عمل نہ کیا
 جائے۔ منکرین کا بلا دلیل معارضہ اور حجت بازی اور قیامت کا ذکر بڑے سوال کرنا کہ وہ کب آئے گی
 بے معنی اور لغو بات ہے آپ اس پر رنجیدہ نہ ہوں۔ اور آپ کو کیا معلوم شاید یہ کہ قیامت
 قریب ہو اگر وقوع قیامت کا وقت معلوم نہیں تو اس سے یہ کیونکر تصور کیا جاسکتا ہے کہ سنے دلی
 ہی نہیں جیسے کہ یہ منکرین کہتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ جلد ہی قیامت کے آنے کا مطالبہ کرتے ہیں وہ لوگ
 جو اس پر ایمان و یقین نہیں رکھتے کیونکہ ان کو قیامت کی عظمت و ہیبت کا اندازہ نہیں ہے درجہ
 لوگ اس کا یقین رکھتے ہیں وہ تو اس سے کاسپتے درجہ جانتے ہیں کہ وہ حق ہے اور واقع ہو کر رہے گی۔
 خبردار ہو جاؤ جو لوگ قیامت کے بارہ میں جھگڑتے ہیں وہ انتہائی گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں جو

گمراہی کا ایسا آخری مقام ہے کہ حق در یقین سے بہت ہی دور ہو چکا تو اب کہا تو قیاس کی جائے کہ ایسے بد نصیب پھر حق کی طرف رجوع کر لیں گے اور رہا یہ امر کہ منکرین اور نافرمان دنیا میں عیش و عشرت کر رہے ہیں مال و دوست و رزق کی کمی نہیں تو اصل یہ ہے کہ آئندہ اپنے بندوں پر بہت ہی مہربان ہے کہ مجرموں کو بھی دنیا میں روزی اور راحت دیتا ہے۔ جس کو چاہے وہ رزق دیتا ہے۔ کیونکہ وہ تو رب ہے۔ اور شان ربوبیت تقاضا کرتی ہے کہ ہر جاندار کو روزی عطا فرمائے۔ خواہ وہ مومن ہو یا کافر۔ انسان ہو یا حیوان وہ بڑی ہی قوت و عزت والا ہے۔ جس کے فیصلہ اور تقسیم کو کوئی رد نہیں کر سکتا۔ اسی طرح آخرت میں بھی اس کے فیصلے کو کوئی نہیں توڑ سکتا۔ مجرمین کو آخرت میں عذاب اور سزا سے کوئی بچانے والا نہ ہوگا۔ اس لیے ان کفار و مجرمین کو دنیا کی نعمتوں سے مغرور نہ ہونا چاہیے اور اس دھوکہ میں نہ پڑنا چاہیے کہ اس زندگی کے بعد دوسری زندگی میں بھی ان کا یہ مال و دولت لٹکے کچھ کام آسکے گا یا یہ اسی طرح آرام و راحت میں رہیں گے۔ اللہ رب العزت اپنی شان عظیمی کے باعث نیک و بد سب ہی کو رزق عطا فرماتا ہے۔ رزق اور دنیوی راحتوں کی زیادتی اس بات کی دلیل نہیں کہ وہ شخص اللہ کی نظروں میں بھی پسندیدہ ہے حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور عمرؓ سے اللہ یطیع کی تفسیر میں یہ منقول ہے کہ اللہ رب العزت اپنے بندوں کے ساتھ بہت ہی انعام اور مہربانی کا معاملہ فرماتے والا ہے کہ ان کے حق اور استعداد سے زائد ان کو عطا فرماتا ہے بعض مفسرین نے فرمایا اللہ کا لطف و کرم بندوں کے ساتھ یہ ہے کہ ایک جانب ان کو منافع پہنچا رہا ہے دوسری جانب ان سے بلائیں اور مصیبتیں ٹال رہا ہے۔ یہ بھی اس کا لطف و کرم ہے کہ بندوں کو ان کے حوائج و ضروریات سے بہت زائد عطا فرماتا ہے اور ان کو احکام کا ماموران کی طاقت سے بہت کم کا فرمایا جاتا ہے۔ در نہ تو یہ ہو سکتا تھا کہ انسانی قوتی جس قدر عملی محنت برداشت کر سکیں۔ اتنی محنتوں کا ان کو مامور کر دیا جاتا۔ سبحان اللہ کیا لطف و کرم ہے کہ عطا میں تو ضرورت و حاجت کو نہیں دیکھا جا رہا ہے بلکہ اس سے بڑھ کر دیا جا رہا ہے۔ و اعطاعت میں جس قدر انسان کی ہمت ہو سکتی ہے اس سے بہت کم کا مامور بنایا جا رہا ہے جیسا کہ ارشاد ہے۔ نالین یسر یہ نہیں کہ جس قدر طاقت بشری اتنا ہی مکلف کر دیا جاتا۔ اور پھر ان پابندیوں میں بھی خطا اور نسیان سے درگزر کا ضابطہ عفو مقرر فرما دیا گیا

خوفِ آخرت ایمانِ معرفت کا ثمرہ ہے

آخرت کا خوف ظاہر ہے کہ ایمان و یقین ہی پر مرتب ہو سکتا ہے۔ جو شخص قیامت پر ایمان رکھتا ہوگا اسی کا دل قیامت کی ہیبت سے کانپے گا اور جس کو قیامت کا یقین نہیں وہ اس کے ذکر

مے روح المعانی ۲۵۷ - تفسیر مظہری ۸۶ -

سی کو مذمتی شمار کرے گا۔ در اسی طرح کی بے وقعتی اس بات کا باعث بنے گی کہ وہ قیامت کا فکر دلانے سے اہل ایمان اور ان کی دعوت فکر کو شل کر دے کہ جسے اُوجھڑی سے وہ قیامت جس سے تم ڈرا رہے ہو۔ اسی سہزاد اور تسخیر کی کیفیت کو قرآن کریم کے یہ لفظ نقل کر رہے ہیں یَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِهَا لَيْكُنَ ان کے بالمقابل جو اہل ایمان ہیں وہ اس سے مرذوب ہیں اور وہ ان کے کانپتے ہیں جَوْذَ لَئِنْ اَمْسَى مُشْفِقُونَ مِنْهَا میں بیان فرمایا گیا۔ اور یہ خوف ظاہر ہے کہ اعتقاد قیامت ہی ہو سکتا ہے لفظ مُشْفِقُونَ استفاق سے مشتق ہے لغت میں اشفاق کے معنی کسی چیز کے اندیشہ اور خوف سے دل کا کانپنا۔ قلب کا یہ اضطراب و خوف ایک توقیامت کے واقع ہونے کے اعتقاد پر ہوگا۔ دوسرے اس عقیدہ اور تسخیل پر جو ایمان اور عمل صالح قیامت کے روز کام آتے ہیں کہیں وہ رد نہ کر دیئے جائیں۔ یہ سرکہ عارفین و کامل مایمان اہل اللہ کو شتیاق موت اور عقابِ خداوندی وہ شوقِ طبعی ہوتا ہے۔ اور یہ خوف جس کا ذکر کیا گیا یہ خوف اعتقاد ہی ہے اس وجہ سے معلوم ہوا کہ خوفِ آخرت شوقِ موت و عقابِ رب کے منافی نہیں۔ پھر یہ کہ شوق کا باعث اقلدب کا تصور ہوتا ہے۔ در خوف کا منشاء قیامت کی ہمیت اور اپنے اعمال کے ضیاع کا اندیشہ ہے اور یہ جائز ہے کہ ایک ہمت سے قلب میں جذبہ شوق وارد ہو تو دوسری ہمت سے خوف سے اضطراب ہو۔ یہی وہ حقیقت ہے جس کو حدیث میں بیان فرمایا گیا۔ من احب لقاء الله حب الله لقاءه۔ کہ جو شخص اللہ کی ملاقات محبوب رکھے گا اللہ بھی اس کی ملاقات کو پسند فرمائے گا۔ اسی کیفیت کو قرآن کریم کی اس آیت میں فرمایا۔ قُلْ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ هَآؤُا إِن رَّعِمْتُمْ أَنَا كُمْ كَرِيهًا كَرِيهًا مِنْ دُونِ النَّاسِ فَتَمَنَّوْا الْمَوْتَ إِن كُنْتُمْ صَادِقِينَ۔ تو یہاں ادلیا۔ اللہ کی پہچان اور خصوصیت ہی یہ بیان کی گئی کہ وہ موت و لقاءِ خداوندی کے شائق و آرزو مند ہوں اور ولایت کا صدق نمائے موت ہی ہے۔ اس حقیقت کو پیش نظر رکھتے ہوئے وہ بات بھی حل ہو گئی جو احوالِ قبور کے سلسلہ میں بیان کی گئی کہ بعض مردہ جب مردہ پروردگار کے قاصدوں یعنی نکیر و منکر کا جواب صحیح دیدے گا تو کہے گا۔ رَبِّ ارْحَمْنِي السَّاعَةَ کر لے پروردگار قیامت اجلہ ہی ہی قائم کر دیجئے۔ تو یہ خوفِ آخرت کے منافی نہیں۔ کیونکہ یہ اشتیاق اس کو جنت کی نعمتوں کی بشارت سن کر حاصل ہوگا۔ اور اس بشارت کے بعد خوف و اضطراب کا جو منشاء تھا وہ ہوجکا ہوگا۔ یا یہ کہ یہ شوقِ عام برزخ اور احوالِ آخرت کے نکساف پر ہے۔ در جو خوفِ ایمان کی خصوصیت بیان کی گئی۔ وہ دیوی زندگی۔ یعنی عالمِ دنیا میں ہے بہر کیف مومن کی زندگی خوفِ آخرت و رشوقِ لقاءِ خداوندی متضاد جذبوں سے معمور رہتی ہے اور یہ کیفیت در اصل یَزُجُّونَ وَرَحْمَتُكَ دَايِمًا قُورَ عَذَابُكَ کی پوری پوری ترجمان ہوتی ہے۔

مَنْ كَانَ يُرِيدُ حَرْثَ الْآخِرَةِ نَزِدْ لَهُ

جو کوئی چاہتا ہو آخرت کی کھیتی ۔ بڑھادیں ہم اس کو

فِي حَرْثِهِ وَمَنْ كَانَ يُرِيدُ حَرْثَ

اُس کی کھیتی - اور جو کوئی ہو چاہتا دُسیہ کی

الدُّنْيَا نُؤْتِيهِ مِنْهَا وَمَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ

کھیتی - اس کو دیں ہم اس میں سے - اور اس کو نہیں آخرت میں

مِنْ تَصِيبٍ ۲۰ أَمْ لَهُمْ شُرَكَاؤُا شَرَعُوا لَهُمْ مِّنْ

کچھ حصہ - کیا ان کے اور شریک ہیں جو راہ ڈالی ہے انہوں

الَّذِينَ مَا لَمْ يَأْذَنُ بِهِ اللَّهُ وَلَوْلَا كَلِمَةُ الْفَصْلِ

نے لکے واسطے دیں کی؟ جس کا حکم نہیں دیا اللہ نے - اور اگر نہ ہوتی بات فیصلہ کی

لَقَضَىٰ بَيْنَهُمْ وَإِنَّ الظَّالِمِينَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۲۱

تو فیصلہ ہو جاتا ان میں - اور بے شک جو گناہگار ہیں ان کو دکھ کی مار ہے -

تَرَى الظَّالِمِينَ مُشْفِقِينَ مِمَّا كَسَبُوا وَهُوَ وَاقِعٌ

تو دیکھئے، گناہگار ڈرتے ہوں گے اپنی کمائی سے - اور وہ پڑتا ہے

بِهِمْ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فِي رَوْضَةٍ

ان پر - اور جو یقین مانے، اور بھلے کام کیے باطن میں ہیں

الْجَنَّةِ لَهُمْ مَا يَشَاءُونَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ذَلِكَ هُوَ الْفَضْلُ

بہشت کے - ان کو ہے جو چاہیں اپنے رب کے پاس - یہی ہے بڑی

الْكَبِيرُ ۲۲ ذَلِكَ الَّذِي يُبَشِّرُ اللَّهُ عِبَادَهُ الَّذِينَ آمَنُوا

بزرگی - یہ خوشخبری دیتا ہے اللہ اپنے ایماندار بندوں کو - جو کرتے

وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا

ہیں بھلے کام - تو کہہ - میں مانگتا نہیں تم سے اس پر کچھ نیکم

الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ وَمَنْ يَقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهُ

دوستی چاہیے مانتے ہیں ۔ اور جو کوئی کما دے گا نیکی ، ہم اس کو بڑھ

فِيهَا حَسَنًا ۚ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ شَكُورٌ ﴿۲۳﴾

دیں گے اس کی خوبی ۔ بے شک اللہ معاف کرتا ہے حق مانتا ۔

ترغیبِ آخرت و تنبیہ از طلب دنیا و مخرمین و ظالمین

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى - مَنْ كَانَ يُرِيدُ حَرْثَ الْآخِرَةِ ... إِلَى ... إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ شَكُورٌ -

(ربط) گزشتہ مضمون حق تعالیٰ نے سنا کی شان رزاقی اور لطیفی پر ختم فرمایا گی جس سے بتانا مقصود تھا کہ دنیوی رزق کی تقسیم، اللہ رب اعزت کے محض رزاق ہونے پر ہے رزق کی کمی اور زیادتی اللہ کے نزدیک پسندیدہ اور ناپسندیدہ ہونے پر مبنی نہیں ہے۔ اب ان آیات میں یہ ذکر فرمایا جا رہا ہے کہ انسان کی سعادت اسی میں مضمر ہے کہ وہ طالبِ آخرت بنے۔ اور اسی کو اپنی زندگی کا اصل مقصود سمجھے۔ طلبِ دنیا انسانی زندگی کا مقصد نہیں۔ اس لیے جو شخص اپنی فکر طلبِ آخرت بنائے گا خدا کی مدد توفیق اور رحمت شامل ہوگی، اور اس کی کوشش کو قبول فرمایا جائے گا۔ اور اس میں برکت دی جائے گی۔ لیکن اس کے برعکس اگر اس کا مقصود زندگی دنیا ہی کمانا ہے تو ہم اس کو اگرچہ دنیا دے تو دیں گے مگر آخرت میں اس کا کوئی حصہ نہیں ہوگا۔ تو رشاد فرمایا جو شخص ارادہ کرتا ہے آخرت کی کھیتی کا تو ہم اضافہ کرتے ہیں اس کے واسطے اس کی کھیتی میں کہ طالبِ آخرت کے اعمال قبول کئے جاتے ہیں اور اس کے ثمرات اجر و ثواب اور انعام کے اس پر مرتب ہوتے ہیں اور اس پر اضافہ اور برکت سے نواز جاتا ہے۔ اعمالِ حسنہ اور عبادت میں بھی ترقی ہوتی رہتی ہے اور اجر و ثواب میں بھی زیادتی ہوتی رہتی ہے جس طرح ایک تنم اور دانہ زمین میں بویٹے جانے کے بعد اس کا سلسلہ نشوونما ہوتا ہے تا آنکہ وہ بلندی کے آخری مقام تک پہنچ جائے۔ اسی طرح اعمالِ صالحہ آخرت کی کھیتی ہے جیسا کہ ارشاد ہے مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَلِهَا۔ یعنی جو شخص ایک نیکی کا کام کرے اس کے واسطے اس سے دس گنا ناز و ثواب ہے لیکن جو شخص دنیا کی کھیتی کا طالب ہو تو ہم دیدیتے ہیں اس کو دنیا میں سے اور پھر آخرت میں اس کے واسطے کوئی حصہ نہیں۔ بہر کیف اللہ کا مشرور کیا ہوا۔ یہ دین حق ہے جس کی بنیادی تعلیم اور ہدایت اخلاص ہے۔ ہر عمل صرف اللہ ہی کے لیے اور آخرت ہی کے واسطے ہونا چاہیے۔ صرف ایسا ہی عمل قابلِ قبول ہے۔ اور مشرور بھی ہے۔ اخلاص عمل عقیدہ توحید کے بغیر ممکن نہیں۔

جو لوگ توحیدِ خداوندی کے قائل نہیں اور انہوں نے شرک جیسے ناپاک اعتقاد سے اپنے قلب کو آلودہ کر رکھا ہے وہ بتائیں کہ کیا ان کے واسطے کچھ شرکاء ہیں کہ جو انہوں نے خدا کے ساتھ تسخیر کر رکھے ہیں تو کیا ان شرکاء نے ان کے واسطے ایسا دین مقرر کیا ہے جس کی اللہ نے اجازت نہیں دی۔ ظاہر ہے کہ نہ خدا کے ساتھ کوئی شریک ہے اور نہ ہی یہ ممکن ہے کہ خدا کے سوا دوسرے معبود بنائے کوئی دین تسخیر کر لیں جو یقیناً خدا کی اعانت سے نہیں ہو سکتا۔ اس وجہ سے ایسے مشرکین کے من گھڑت خیالات اور رسوم کو یہ کہنا کہ یہ اللہ کا دین ہے محض مبہل اور بے معنی بات ہے۔ یہ بات بلاشبہ ایسی تھی کہ فوراً ہی اللہ کے عذاب سے ان مجرمین اور گت خوں کو تباہ کر دیا جاتا مگر یہ اللہ کی طرف سے ڈھیل اور مہلت ہے اور اگر اللہ کا یہ قول قبضل طے شدہ نہ ہوتا کہ ایسے مجرموں کو دنیا میں مہلت دی جائے گی در آخرت میں عذاب شدید میں مبتلا ہونا پڑے گا تو ان کے درمیان فیصلہ کر دیا جاتا۔ اور ان کا کام تمام ہو جاتا اور بے شک ظالموں کے واسطے بڑا ہی دردناک عذاب ہے۔ اس وقت تک حال یہ ہو گا کہ اے مخاطب تو ان ظالموں کو دیکھ لگا کر کانپ رہے ہوں گے ان اعمال سے جو انہوں نے کئے۔ اور وہ عذاب ان پر ضرور مستط ہو کر رہے گا۔ جس سے وہ کسی بھی صورت سے نہ بچ سکیں گے۔ یہ حشر تو منکرین و کافرین کا ہو گا۔ اور اس کے برعکس جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کیے وہ جنتوں کے باغات میں ہوں گے ان کے واسطے ہر وہ چیز ہوگی جو وہ چاہیں گے چنے پر در در گار کے پاس یہی ہے بہت بڑی فضیلت اور نعام و اکرام یہی ہے وہ جس کی بشارت دے رہا ہے۔ اللہ اپنے بندوں کو جو ایمان لائے اور نیکی کے کام کیے۔

مجرمین کو تنبیہ اور عذابِ آخرت سے ڈرانا اور ان کے بالمقابل مومنین و مطہعین کو ثوابِ آخرت اور نعماءِ جنت کی بشارت سنانا انتہائی اخلاص اور ہمدردی ہے اگر اس کے باوجود بھی ایسے لوگ جن کی عقلیں بھی بیمار اور قلوب گندہ ہیں وہ اللہ کے پیغمبر کے اخلاص و ہمدردی پر یقین نہیں رکھتے تو اسے پیغمبرِ پست کہہ دیجئے۔ اے لوگ! میں تم سے اس مشفقانہ نصیحت اور ہمدردانہ وعظ اور تبلیغ و دعوت پر کسی معاوضہ کا سوال نہیں کرتا ہوں۔ اور اس پر کوئی بدلہ نہیں چاہتا مگر صرف اس محبت کا جو قرابتِ داری میں ہوتی ہے کہ تم میرے ساتھ اس قرابتِ نسبتی کا جو مجھے قریش کے ہر قبیلہ اور شاخ کے ساتھ حاصل ہے لیاؤ کہ تم ان کم ایذا تو نہ پہنچاؤ اور اس حق قرابت کے باعث میری طرف رُخ کر دو اور توجہ سے میری بات سنو۔ اگر تم میری مدد نہیں کرتے تو کم از کم ایذا تو نہ پہنچاؤ۔ اور جب کہ میں تم سے کسی مالی صلہ اور معاوضہ کا طالب بھی نہیں تو یہ میرا انتہائی اخلاص اور تعین قرابت اس کا باعث ہونا چاہیے کہ میری بات پر غور کرو۔ اور اس کو قبول کرو۔ حق نبوت نہیں مانتے تو حق قرابت کا لحاظ کرو۔ جو عقل اور فطرت کا تقاضا ہے۔ اور میں تم کو پھر یہی بات ہمدردی اور نصیحت کے طور پر کہتا ہوں جو شخص بھی کوئی نیکی کا کام کرے گا۔ اللہ رب العزت کا یہ پیغام ہے کہ ہم تم کے واسطے اس کی نیکی میں، جو ثواب کا اضافہ کرتے ہیں بے شک اللہ تو بہت ہی درگزر کرنے والا اور قدر دان ہے کہ اگر اعمال میں کسی طرح کی

تفسیر دیکھتا ہی رہے ہو جائے تو درگزر فرماتا ہے۔ اور جو کچھ بندہ نیکی کرتا ہے اکودہ سر ہوتا ہے وہ قدر دہ ہے۔ بل ایمان و عمل صالح کو انعامات و اجور سے محروم نہیں رکھتا۔

الْمُودَّةُ فِي الْقُرْبَىٰ کی تفسیر

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کفار مکہ کو یہ خطاب بالکل ایسا ہی ہے جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو فرمایا تھا۔ **يَا قَوْمِ لِمَ تَقُولُونَ لِغُفَّارٍ لِّذُنُوبِهِمْ تَتَذَكَّرُونَ أَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ بَرَئِينَ** یعنی اے میری قوم تم مجھے کیوں ستاتے ہو۔ حالانکہ تمہیں معلوم ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں تمہاری طرف بھیجا ہوا تو اس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا اے میری قوم میں تم سے اس دعوت تبلیغ اور پیغام نصیحت پر کوئی معاوضہ تو نہیں چاہتا البتہ صرف استاچا ہوتا ہوں کہ تم سے جو قرابت و رشتہ داری ہے۔ اس کے باعث میری طرف کچھ رخ کر دو۔ اور میری بات سنو۔ مجھے ایذا نہ پہنچاؤ۔ اگر ایمان نہیں لاتے تو میرے حال پر مجھ کو چھوڑ دو تاکہ میں خدا کا یہ پیغام درمروں تک پہنچا دوں۔

قرابت کا تقاضا تو یہ تھا کہ تم میری اطاعت کرتے۔ گرا طاعت نہیں کی تو یذا و سسانی سے تو باز رہاؤ۔ فرمیں تمہارا عزیز و قریب ہوں کوئی دشمن تو نہیں۔ اس لیے میری بات سنو۔ وراں پر توجہ کرو۔ قوت نیکی نہ داری بد ممکن۔ برو جو خود مستمید ممکن۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں **إِلَّا الْمُودَّةُ فِي الْقُرْبَىٰ** کے ہی معنی منقول ہیں۔

قریش مکہ کی طرف سے جب ایذاؤں اور رکاوٹوں کی یہ نوبت آگئی کہ آپؐ ظاہر اسباب میں پیغام خدا ددی لوگوں تک پہنچانے پر قادر نہ رہے تو آپؐ اسی کیفیت کو اس طرح فرمایا کرتے۔ **مَنْعُونِي أَنْ أَبْلُغَ كَلَامَ رَبِّي** مجھے تو قریش کے لوگوں نے اس بات سے مجبور کر رکھا ہے کہ میں اپنے رب کا پیغام لوگوں تک پہنچا دوں۔ تو اس صورت حال میں اس آیت کا نزول ہو جس میں آپؐ نے حق قرابت کا احساس دلاتے ہوئے یہی چاہا کہ کلام رب اور پیغام خداوندی پہنچانے میں تم میری دشمنی سے باز رہاؤ۔ ابن جریر طبری حافظ عماد الدین ابن کثیر بغوی امام رازی اور حافظ جلال الدین سیوطی غرض جملہ کا برائے مفسرین اور امت کے تمام محدثین بالعموم یہی مطلب بیان کرتے ہیں۔ عام شعبی ضحاک علی بن ابی طلحہ عوفی اور یوسف بن ہریر رحمۃ اللہ نے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے یہی معنی بیان کیے ہیں۔ یہ مفسرین میں سے مجاہد قتادہ اور عکرمہ نے اسی کو اختیار کیا۔ (تفسیر ابن کثیر جلد ۱) سعید بن جبیرؓ نے فرمایا۔ میں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا وہ فرماتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش مکہ کو فرمایا۔

لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَىٰ شَيْءٍ أَجْرًا إِلَّا أَنْ لَا تَوُدُّوا دُونِي فَنُفِىَ الْمُودَّةُ فِي الْقُرْبَىٰ لِنَفْسِ أَبِي
مِنْكُمْ وَتَحْفَظُوا الْقُرَابَةَ الَّتِي بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ۔ یعنی میں تم سے کسی قسم کا کوئی معاوضہ نہیں چاہتا

بجز اس کے کہ تم مجھے ایذا نہ پہنچاؤ۔ میری اس فراہمیت کی وجہ سے جو تم سے ہے اور تم اس قرابت کا لحاظ کر دو جو میرے اور تمہارے درمیان ہے۔ (تفسیر ابن کثیر جلد رابع)۔

۱۱۔ ام بیعتی نے دلائل میں شعبی سے روایت کیا ہے کہ (ایک زمانہ تھا کہ) لوگ کثرت سے اس آیت کے بارے میں ہم سے دریافت کرتے، اور حجت بازی کرتے۔ ہم نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی خدمت میں مکہ کو بھیجا کہ یہ صورت حال ہے آپ اس آیت کی مراد بیان فرمائیں تو ابن عباسؓ نے اس کی مراد میں یہ فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب قریش کی تمام شاخوں سے ملتا تھا کوئی شاخ ایسی نہ تھی کہ جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب نہ ملتا ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت و تبلیغ پر جو قریش مکہ نے انکار کیا آپ کو جھٹلایا عداوت اور ستانے پر نہ گئے تو اس پر آپ نے فرمایا اے لوگو! میں تم سے کچھ نہیں طلب کرتا۔ بجز امداد فی قرنیٰ۔ اس لیے تم میری قرابت کا لحاظ کر دو اور مجھے ایذا نہ پہنچاؤ و قدرت دو کہ میں اپنے رب کا پیغام لوگوں تک پہنچا دوں۔ (تفسیر روح المعانی جلد ۲۵)

المغرض اس تفسیر سے یہ ظاہر ہو گیا کہ: اَلَا لَمَوْدَّةٌ بَيْنِي وَبَيْنَ الْقُرْنِیِّ «میں استثناء استثناء متصل نہیں بلکہ استثناء منقطع ہے۔ استثناء متصل ہونے کی صورت میں تو مراد میں تم سے سب تبلیغ رسالت پر کوئی اجرت و معاوضہ نہیں مانگتا۔ بجز اس معاوضہ محبت قرابت کے یعنی تبلیغ رسالت کے معاوضہ سے مجھ کو بس یہ معاوضہ محبت قرابت مطلوب ہے مگر اس کے برعکس روایات مذکورہ کی بنا پر یہ استثناء منقطع ہو گا جہاں مستثنیٰ مستثنیٰ مذکور کی جس سے نہیں ہوتا۔ اس کی مثال ایسی ہے اَلَا بُدُّ لِي مِنْهَا بَرْدًا وَ لَا شَرٌّ لِي مِنْهَا حَرًّا (میں اس سے نہیں ہوتا۔ اس کی مثال ایسی ہے اَلَا بُدُّ لِي مِنْهَا بَرْدًا وَ لَا شَرٌّ لِي مِنْهَا حَرًّا)۔ اَلَا لَمَوْدَّةٌ بَيْنِي وَبَيْنَ الْقُرْنِیِّ «میں استثناء منقطع ہے۔ اس لیے کہ مودت فی قرنیٰ جس اجرت سے نہیں ہے جس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ یہ نہیں کہا جاسکتا کہ مودت فی القرنیٰ تبلیغ رسالت کا کسی قسم کا معاوضہ ہے اور آیت کی مراد صاف طور سے یہی ہے کہ میں تم سے کسی قسم کی اجرت کا طالب نہیں بلکہ صرف اس محبت کو یاد دلانا ہوں جس کا میں بحق قرابت مستثنیٰ اور امیدوار ہوں۔ اور ظاہر ہے کہ اس محبت کا یاد دلانا بھی اپنی کسی منفعت کے لیے نہیں ہے بلکہ یہ بھی صرف تمہارے ہی نفع کے لیے ہے اور یہ بات قطعی ہے کہ حق قرابت کو یاد دلانا یہ کوئی اجرت و معاوضہ نہیں کہلایا جاسکتا۔

۱۲۔ الفاظ آیت کی دلائل اسی مراد کو متعین کر رہی ہے تمام اہل سنت حضرت اور ائمہ مہرین نے اسی کو اختیار کیا۔ جیسا کہ بیان کیا گیا۔ نیز آیت میں لفظ فی القرنیٰ بھی اسی معنی کی تائید کر رہا ہے۔ جس کا غلط ترجمہ یہی ہے کہ مگر وہ محبت جو قرابت داری میں ہو یوں نہیں فرمایا گیا۔ اَلَا لَمَوْدَّةٌ بَيْنِي وَبَيْنَ الْقُرْنِیِّ «اگر عنوان ہوتا تو احتمال ہو سکتا تھا کہ اس کی یہ تائید کی جاسکے۔ اہل قرابت کی محبت کا اگرچہ اس تقدیر پر یہ معنی

بھی فطری راست سے عید ہوتے تو فی القرآن کے عنوان نے اس اصحاب بعید کو بھی ختم کر دیا۔ اور وہی مرد متعین ہو گئی جو روایات مذکورہ کے حوالے سے ذکر کی گئی۔ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی قدس اللہ سرہ ۱۔ ہے ترجمہ قرآن فتح الرحمن میں لکھتے ہیں۔

گوئی طلبہ از شہر تبلیغ قرآن بیچ مزد سے لیکن باید کہ پیش گیر یہ دوستی در میان خویشاوندوں : در پھر اس پر حاشیہ میں یہ دواتے ہیں یعنی با من صلہ رحمی کنید و ایذا نہ رسانید کہ میرے ساتھ صلہ رحمی کرو اور ایذا نہ پہنچاؤ۔ اور حضرت شاہ مجدد القادری اپنے ترجمہ قرآن میں لکھتے ہیں تو کہہ میں مانگتا نہیں اس پر کچھ نیگ (صلہ) مگر دوستی چاہیے مانتے ہیں : اور حاشیہ میں تحریر فرماتے ہیں۔ یعنی قرآن پہنچانے پر نیگ نہیں مانگتا مگر قرابت کی دوستی یعنی میں تمہارا بھائی ہوں ذ۔ ست کا مجھ سے بدی نہ کرو۔ اسی طرح حضرت شاہ رفیع الدین صاحب بھی اپنے ترجمہ میں لکھتے ہیں کہ نہیں مانگتا میں تم سے و پر اس کے کچھ بد لا مگر دوستی بیچ قرابت کے۔

فرقہ شیعہ کی اختراع کردہ تفسیر

فرقہ شیعہ اس آیت کی یہ مشہور و معروف اور جملہ ائمہ مفسرین کی اختیار کردہ تفسیر کو حوالہ الفاظ کی دلالت سے پوری پوری مطابقت رکھتی ہے۔ چھوڑ کر جداگانہ تفسیر کرتے ہیں کہتے ہیں کہ اِلَّا الْمُؤَدَّۃُ فِي الْاُخْرٰی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت داروں سے محبت کرنا مراد ہے اور آیت کا مطلب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ اپنے نبیؐ کو حکم دیتا ہے کہ تم لوگوں سے یہ کہہ دو کہ تم سے اپنی تعلیم دعوت اور تبلیغ پر کوئی اجرت و معاوضہ نہیں مانگتا البتہ صرف یہ مانگتا ہوں کہ میرے قرابت داروں سے محبت کرو اور میری قرابت واسلے صرف چار ہیں۔ فاطمہؓ علیہا السلام، حسنؓ، حسینؓ رضی اللہ عنہم۔ یہ عجیب فلسفہ ہے کہ قرابت کے تمام رشتہوں کو خارج کر دے دیا جائے حتیٰ کہ آپؐ کی تین دیگر ص جزادیاں بھی آپؐ کے چچا حضرت عباسؓ اور ان کی اولاد بھی قرابت داروں کی فہرست سے خارج ہوں۔ یہ کیف شیعہ فرقہ کی تفسیر کی رو سے جرت رسالت قرابت داروں کی اور ان میں سے بھی صرف چار کی محبت ہے۔ پھر یہ کہ قرابت داروں کی محبت بھی محض محبت کے معنی کے لحاظ سے نہیں بلکہ یہ کہ میرے بعد ان کو اور ان کی اولاد کو خلیفہ اور بادشاہ بناؤ۔ جس کا حاصل دنیا یہ سمجھ سکتی ہے کہ آپؐ یہ فرمانا چاہتے ہیں۔ میری محنت و جانفشانی سے جو غلبہ اقتدار حاصل ہو یعنی یہ حکومت اس طرح مجھ کو مل جائے وہ نسبتاً بعد

عہ من افادات حضرت مولانا الشیخ محمد ادیب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ
واسعۃ حسب ضططت هذه الكلمات حين ما كنت اسمع منه تفسير هذه الآية المباركة على الله تعالى
درجاته في العلیین واسم علیہ من نعمہ ما هتق و باطنہ آمین یا رب العالمین

نسل میری اولاد ہی میں رہے باہر جانے نہ پائے۔ اہل حق کے قوس اور شیعہ فرقہ کی تفسیر میں فرق ظاہر ہے۔

(۱) پہلے قول کے لحاظ سے القرینی کا مفہوم قرابت ہے۔ جو لغت کی وضع کے مطابق ہے اور دوسرے قول کی رو سے قرینی کے معنی قرابت داروں کے ہوئے۔ حالانکہ اس معنی کے واسطے اہل عرب لفظ اَنْقَسَ مَاد جو جمع قریب ہے استعمال کرتے ہیں۔ جیسے کریم کی جمع کُرُماء لفظ القرینی تو اپنی وضع عربیہ کی رو سے یہ مفہوم نہیں ادا کرتا۔

(۲) اس کے علاوہ اصل قابل غور یہ امر ہے کہ آیت مبارکہ کا یہ مطلب تجویز کرنا سراسر شان نبوت اور منصب رسالت کے خلاف ہے بلکہ مقام نبوت کے تقدس و عظمت پر ایک ہتھان عظیم ہے۔ یہ شیوہ تو اہل دنیا اور خود غرض قسم کے لوگوں کو ہوتا ہے کہ کوئی کام کریں تو یہ چاہیں کہ اس کا فائدہ ان کی ادا مادی کو پہنچے۔ حالانکہ اس قسم کے اوہام و شکوک سے تو انبیاء علیہم السلام کی ذات پاک کو پاک رکھنے کے لیے یہ قانون مقرر کیا گیا کہ انبیاء علیہم السلام کا کوئی ترک نہیں ہوتا۔ اور ان کی ادا مادی و رشہ ان کے مال کے وارث نہیں ہوتے اور یہی وجہ ہے کہ ان کی ادا مادی حقی کر آزاد کردہ غلاموں پر صدقات حرم کر دیئے گئے۔ بہر کیف اگر یہ بات تصور کی جائے جو سب سے کہنے میں تو لامحالہ یہ ایک قسم کا معاوضہ ہو گا۔ خدمات نبوت کے انجام دینے پر جو قرآن کریم اور انبیاء علیہم السلام کے طرز کے سراسر منافی ہو گا۔ باریا قرآن کریم نے انبیاء علیہم السلام کی دعوت تبلیغ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔ لَا تَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِمْ أَجْرًا کہ میں اس پر کوئی معاوضہ نہیں چاہتا۔ اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اعلان کے صریح خلاف ہو گا جو قرآن کریم نے متعدد جگہوں پر ذکر فرمایا۔ مثلاً

- (۱) قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِمْ أَجْرًا إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِلْعَالَمِينَ (سورۃ النعام)
- (۲) وَمَا تَسْأَلُهُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِلْعَالَمِينَ (سورۃ یوسف)
- (۳) أَمْ تَسْأَلُهُمْ خَرْجًا فَخَرْجٌ رِيبَ حَيْثُ وَهُوَ خَيْرٌ لِّرَاقِقِينَ (المؤمنون)
- (۴) قُلْ مَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِنْ هُوَ إِلَّا مَن شَاءَ أَنْ تَعْبُدُوا رَبَّ سَمِيعًا (مہرقان)
- (۵) قُلْ مَا سَأَلْتُكُمْ مِنْ أَجْرٍ هُوَ لَكُمْ إِنِّي خَشِيتُ أَنْ تَكُونُوا عَلَى شَيْءٍ سَاهِدًا (سورۃ سبأ)
- (۶) قُلْ مَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ وَمَا أَنَا مِنَ الْمُسْأَلِينَ إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِلْعَالَمِينَ (سورۃ ص)
- (۷) أَمْ تَسْأَلُهُمْ أَجْرًا فَهُمْ مِنْ مَعْرُومٍ مُتَقَلِّبُونَ (سورۃ طور)

تو تمام آیات کے ہوتے ہوئے ایسا کوئی مطلب اختراع کرنا جس سے منصب رسالت کی ذمہ داریاں ادا کرنے پر جرت و نفع کا طلب کرنا لازم آتا ہو۔ کیونکہ صحیح ہو سکتا ہے۔ اگر بالفرض ایسا کوئی مضمون تصور کیا جائے تو یہ لازم آئے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا درجہ دوسرے انبیاء سے گھٹ جائے۔

نقل کیا گیا۔ وہ تفسیر جہد مفسرین کے نزدیک معتبر ہے۔ لہٰذا فی مقررہ کی کہ اور تفسیر حافظہ بن کثیر نے برداشت تبادہ حسن بھری سے بہ نقل کی ہے۔ اُمودۃ حب اقرنی۔ اے لَآ اَنْ نُّوَدُّوا اللّٰہَ نَعَالِیَ وَ اَنْ تَقَرَّرَ بِوِیْلِی السِّرِّ بِطَاعَتِہِ یعنی میں تم سے کوئی اجرت نہیں چاہتا، بجز اس کے کہ تم اللہ سے محبت کا معاملہ کرو و اس کا تقرب حاصل کرو طاعت و بندگی کے ذریعہ سے گویا یہ تشریح و تفسیر ہے۔ بِالْبَقِیِّ نَفْسِیْ بِکُمْ عِنْدَ سَادِیْ نَیْ، اَلَا مَنِ اَمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا، کِی مراد یہ کہ جس تم سے میں صرف اسی چیز کا طالب ہوں جو تم کو اللہ سے قریب کر دے۔ اور وہ اس پر ایمان لانا اور اس کی اطاعت و بندگی ہے۔

ذوی القربی کی محبت اہل سنت کے نزدیک ایمان کی بنیاد ہے

اہل سنت کا مسلک یہ ہے کہ اہل بیت رسول، صلّی اللہ علیہ وسلم کی محبت ایمان کی اس اور روح ہے۔ حضرت علی بن ابی طالب حضرت سیدہ، حضرت حسن، حضرت حسین اور جمد اہل بیت کی محبت فرض و لازم ہے۔ اور اہل بیت میں آپ کے عم محترم حضرت عباس بن عبد المطلب اور آپ کے چچا زاد بھائی حضرت عبد اللہ بن عباس اور دیگر قارب نبوی جو مشرف باسلام ہوئے سب داخل ہیں۔ ہر شخص کی محبت و عظمت اس کے مرتبے کے بقدر لازم ہے تو سوال طلب امر یہ ہے کہ اگر اس آیت کے باعث شیعوں کے نزدیک محبت کے یہ اطاعت لازم ہے تو بلا تخصیص تمام اقارب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت فرض ہونی چاہیئے۔ اور حضرت فاطمہ کے علاوہ دیگر تین صاحبزادیاں حضرت زینب، حضرت رقیہ اور حضرت ام کلثوم کی اطاعت بھی فرض ہونی چاہیئے۔ اور ان کے اصول سے حضرت فاطمہ کو امام بھی ہونا چاہیئے اور جب فاطمہ کی امامت ضروری ہوئی تو دیگر صاحبزادیوں کی بھی امامت کا درجہ فرض ہونا چاہیئے۔ اور ظاہر ہے کہ وہ اس کے قائل نہیں۔ پھر حال یہ آیت اگر اہل بیت کی محبت کو لازم کرتی ہے تو اہل سنت خود اس کے قائل ہیں بلکہ اہل تشیع کو اہل سنت پر اعتراض کا کوئی حق نہیں اگر پھر بھی اعتراض کریں تو یہ اعتراض کا کوئی حق نہ ہوگا بلکہ بہتان ہوگا اور اگر محبت سے اطاعت کے لازم کا دعویٰ کرتے ہیں تو ہم ان سے یہ پوچھیں گے کہ پھر جملہ اہل بیت کی اطاعت کی فرضیت کے کیوں قائل نہیں۔ اور اس کا جواب دو کہ بعض اہل بیت کی محبت کو فرض کہتے ہو اور بعض کی محبت سے گریز بلکہ نفرت کرتے ہو۔ اور اس کا جواب دو کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو ایک صاحبزادی سے شرف زوجیت کے باعث امام معصوم اور ضعیفہ بلا فصل ہوئے لیکن حضرت عثمان ذوالنورین دو صاحبزادیوں سے شرف زوجیت رکھنے کے باوجود نہ امام ہوئے نہ معصوم اور نہ مستحق محبت ہوئے بلکہ ان کا بغض و نفرت تشیع کی حقیقت اور روح بنا؛ ظاہر ہے کہ اس کا کوئی جواب قیامت تک نہیں دیا جاسکتا۔ اور

اس وجہ تفریق پر بجا طور پر یہ مطالبہ کیا جاسکتا ہے۔ فَتَوَّابٌ هَآئِذَا تَوَلَّىٰ ۖ كُنْتُمْ صَدِيقِينَ۔ اہل بیت کے بارے میں وہ تمام احادیث ملاحظہ فرمائی جائیں جو محدثین نے باب نصاب نصاب اہل بیت میں بیان فرمائی۔

أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا ۚ فَإِنْ يَشَأِ اللَّهُ

کیا کہتے ہیں اس نے انہما اللہ پر جھوٹ ۔ سو اگر اللہ چاہے

يَخْتِمَ عَلَىٰ قَلْبِكَ وَيَمْلَأِ اللَّهُ الْبَاطِلَ وَيُحِقِّ

نہر کو دے تیرے دل پر۔ اور مٹا دے اللہ جھوٹ کو، اور ثابت

الْحَقَّ بِكَلِمَاتِهِ ۚ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ﴿۲۳﴾

کرتا ہے سچ کو اپنی باتوں سے۔ اس کو معلوم ہے جو دلوں میں ہے۔

وَهُوَ الَّذِي يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ وَيَعْفُو

اور وہی ہے جو قبول کرتا ہے توبہ اپنے بندوں سے، اور معاف

عَنِ السَّيِّئَاتِ وَيَعْلَمُ مَا تَفْعَلُونَ ﴿۲۴﴾ وَيَسْتَجِيبُ

کرتا ہے برائیاں، اور جانتا ہے جو کرتے ہو۔ اور دعا سنتا ہے

الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَيَزِيدُهُمْ مِّنْ

ایمان والوں کی جو بھلے کام کرنے ہیں، اور بڑھتی دیتا ہے ان کو

فَضْلِهِ ۚ وَالْكَافِرُونَ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ ﴿۲۵﴾ وَلَوْ

اپنے فضل سے۔ اور جو منکر ہیں، ان کو سخت مار ہے۔ اور اگر

بَسَطَ اللَّهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهِ لَبَغَوْنَا فِي الْأَرْضِ

پھیلا دے اللہ روزی اپنے بندوں کو تو دھوم مٹاویں ملک میں،

وَلَكِنْ يُنْزِلُ بِقَدَرٍ مَّا يَشَاءُ ۚ إِنَّهُ بِعِبَادِهِ

پر نازل کرتا ہے ماسب کر جتنی چاہتا ہے۔ بیشک وہ اپنے بندوں

خَبِيرٌ بَصِيرٌ ۲۷

کی خبر رکھتا ہے۔

مذمت افتراء علی اللہ و محرومی بد نصیبان

از قبول حق و کامیابی مومنین

خَبِيرٌ بَصِيرٌ

قال اللہ تعالیٰ۔ اَمْ يَكْفُرُونَ خُبْرِي ... لی ... خَبِيرٌ بَصِيرٌ
 ربط گذشتہ آیات میں طالبین دنیا اور طالبین آخرت کا ذکر تھا اور یہ کہ انبیاء علیہم السلام دعوت
 حق آخرت کا فکر پیدا کرنے کے لیے کیسی محنت کرتے ہیں اور اخلاص و ہمدردی کے جذبہ سے ان کی
 غرض اس کے سوا اور کچھ نہیں ہوتی کہ اللہ کے بندہ حق و رہدایت قبول کر کے نجات و سعادت
 حاصل کر لیں۔ اب ان آیات میں ایسے معاندین و متکبرین کا ذکر ہے جو اپنے عناد و تکبر میں اس قدر
 غرق ہوتے ہیں کہ قبول حق تو درکنار وہ اللہ رب العزت پر افتراء و بہتان پر داندی سے بھی باز نہیں آتے۔
 تو ان کے رد کے ساتھ یہ بیان کیا جا رہا ہے۔ اللہ رب العزت یہی چاہتا ہے کہ حق اور باطل میں دنیا کے
 سامنے امتیاز کر دیا جائے۔ اور دلائل حق کے ذریعہ باطل کو مٹا دیا جائے۔ اسی مقصد کے لیے بعثت نبیاء
 ہے۔ اور اسی غرض کے لیے کتابیں اور صحیفے نازل کیے گئے اور ان سب کی تکمیل رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
 کی بعثت کے ذریعے کی گئی۔

ارشاد فرمایا گیا۔ یہ لوگ تو حق و صداقت اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو تسلیم کیا کرتے
 بلکہ یہ لوگ تو آپ کی نسبت یہ کہتے ہیں کہ انہوں نے خدا پر جھوٹ بہتان باندھا ہے کہ نبوت اور وحی
 الہی کا دعویٰ کر رہے ہیں۔ حالانکہ آپ کی زبان فیض ترجمان سے علوم و معارف خرق عادت کے طور پر
 معجزانہ انداز سے ظاہر اور جاری ہیں اور بطور خرق عادت معجزانہ شان سے ایسے علوم و معارف کا کسی زبان
 سے جاری ہونا یہ خود دیں ہے کہ وہ اللہ کی وحی اور اس کی طرف سے عطا کردہ علوم ہیں اور یہ بھی بات ثابت
 ہے کہ بارگاہ خداوندی سے علوم و معارف کی عطا صرف صادق و برگزیدہ ہی کو ہو سکتی ہے۔ جھوٹے
 اور افتراء پرداز پر باطنی علوم اور حکمتوں کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں۔ تو اگر اللہ چاہے تو آپ کے
 قلب پر مہر کر دے اور بند لگا دے جس کے بعد ایسے شخص کی زبان سے علم و حکمت کی کوئی بات ہی
 جاری نہ ہو مگر پھر بھی وحی الہی اور علوم و معارف کا یہ سلسلہ جاری رہنا آپ کی حقانیت کی دلیل ہے۔
 اور لہذا اسی طرح باطل کو مٹایا کرتا ہے اور حق کو ثابت و مضبوط کیا کرتا ہے۔ اپنے کلمات و احکام
 سے جو دلائل شرعیہ سے بھی و دلائل نمکونیہ و معجزات اس طرح ثابت کیے جاتے ہیں کہ کسی بھی منکر

کوئی کے قبول کرنے میں کوئی تاہل نہ رہے۔ بے شک وہ پروردگار دونوں کی باتیں اور احوال بھی خوب جاننے والا ہے۔ اس لیے اللہ رب العزت سے کسی کے نہ اقوال و افعال مخفی ہیں اور نہ ہی عقائد وہ سب پر مطلع ہے اور اس پر سزا دینے کی بڑی قدرت رکھتا ہے۔

وہ پروردگار جس طرح معاندین و مخالفین کے ہر عمل اور عقیدہ خیال کو جانتا ہے اسی طرح وہ مطیعین و فیہین کو بھی جانتا ہے۔ چنانچہ وہ تو بہ قول کرتا ہے اپنے بندوں سے اور درگزر کرتا ہے ان کی برائیوں و خطاؤں سے۔ وہ وہ سب کچھ جانتا ہے جو تم کرتے ہو کہ کونسا قول و عمل اخلاص کے ساتھ اور کون سی بات محض زہد اور بے غلامی ہے۔ لہذا اس پر ویسے ہی ثمرت مرتب ہوں گے۔ اور اللہ تعالیٰ قبول کرتا ہے ان لوگوں کی عبادت کو جو ایمان لائے اور نیکی کے کام کیے اور ان کو اپنے فضل سے ورنہ ثواب نہ دے بھی عطا کرتا ہے۔ جو ان کے عمل کے معیار اور درجہ سے بڑھ کر ہوتا ہے۔ ورنہ جو لوگ کافر ہیں ان کے واسطے بڑا ہی سخت عذاب ہے اور اگر اللہ تعالیٰ اپنے سب بندوں پر اس موجودہ صورت حال میں روزی کو پھیلا دیتا۔ اور کوئی کسی کا حاجت مند نہ رہتا تو لوگ بغاوت و فساد برپا کر دیتے زمین میں کیونکہ ایسی صورت میں نہ کوئی تابع رہتا ہے۔ ورنہ کوئی متبوع۔ بلکہ ہر ایک آمر مطلق بن جاتا جس کا نتیجہ ظاہر ہے کہ فساد کی صورت میں ظاہر ہوتا۔ اب اللہ نے اپنی توحیدنی حکمت سے ایک دوسرے کا محتاج بنا دیا حتیٰ کہ بادشاہ و امراء خدمت گزاروں کے محتاج ہو گئے۔ فقراء و غریب باجو اگرچہ اپنی کمائی میں امراء کے محتاج ہیں لیکن اس کے بالمقابل امراء بھی ان کے محتاج بنا دیئے گئے کہ ان کی خدمت و اعانت کے بغیر ان کی زندگی نہیں گذر سکتی۔ لیکن وہ اتار تا ہے رزق ایک اندازہ کے ساتھ جتنا بھی چاہے اپنی حکمت کے لحاظ سے اس حکمت کے پیش نظر اللہ نے رزق میں مخلوق کے درمیان تفاوت و درجات رکھا۔ جیسا کہ ایک حدیث میں ارشاد ہے إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى قَسَمَ بَيْنَكُمْ اخْلَاقَكُمْ كَمَا قَسَمَ بَيْنَكُمْ اَرْزَاقَكُمْ کہ اللہ نے تمہارے درمیان خلق کی بھی اسی طرح تقسیم کر دی ہے جیسے کہ تمہارے درمیان تمہارے رزق تقسیم کیے۔ بے شک وہ پروردگار اپنے بندوں کے احوال پر خوب مطلع ہے۔ اور خوب ان کو دیکھنے والا ہے۔

فَإِنْ يَشَاءِ اللَّهُ يُخَوِّتْهُمْ عَلَى قُلُوبِهِمْ كَمَا عُنَانُ فَرَضِ مَحَالٍ کے درجہ میں ہے جیسے کہ سُرُكَنْ لِيُخَوِّتْنَ عَمَلَهُمْ میں بفرض محال ہی یہ بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کرتے ہوئے بیان کی گئی مقصود محض ایک قانون الہی اور ایسی بات پر ہلاکت و تباہی کا مرتب ہونے والا نتیجہ بیان کرنا ہوتا ہے یعنی بفرض محال اگر آپ بھی اللہ پر جھوٹ و بہتان باندھتے تو اللہ رب العزت آپ کے دل پر مہر کر دیتا۔ اور اس کے بعد پھر فرشتہ یہ کلام معجز لے کر آپ پر نہ کرتا۔ اور سلسلہ وحی بند کر دیا جاتا۔ یہ بات بالکل وہی ہے جو اس آیت مبارکہ میں فرمائی گئی تھی۔ وَكَذَٰلِكَ نَسُخُ الْكُتُبَ الَّتِي كُنَّا نُنَزِّلُ بِهَا الْكُتُبَ وَنُفِذُ فِيهَا رُسُلَنَا لِيُخَوِّتَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ وَنُفِذُ فِيهَا رُسُلَنَا لِيُخَوِّتَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ وَنُفِذُ فِيهَا رُسُلَنَا لِيُخَوِّتَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ (بنی اسرائیل)

مگر اس لیے کہ درحقیقت یہ جو کچھ سب فرما رہے ہیں حق اور وحی الہی ہے اور بدباطنوں کا اس کے بارہ میں یہ کہنا محض بہتان ہے اس لیے یہ سلسلہ منقطع نہیں کیا جاتا بلکہ وحی الہی کا سلسلہ بدستور جاری رہے گا تا آنکہ اللہ تعالیٰ باطل کو مٹا کر دنیا کے سامنے ظاہر کر دے گا۔ اور حق کی حقانیت ثابت اور پختہ ہو جائے گی۔ حق کو ثابت کرنے والے ظاہر ہے کہ وہ دلائل و براہین میں جو دلائل آفاق اور دلائل انفس کی نوعیت سے دنیا کو دکھا دیئے گئے۔ جس کو قرآن کریم نے ارشاد فرما دیا ہے۔ سُبْحٰنَہُمْ اَیُّتِنَا فِی الْاَفَاقِ وَ فِیْ اَنْفُسِہُمْ حَتّٰی یُبَیِّنَ لَہُمْ اٰیٰتِہُ الْوَحٰیۃُ شَیْخُ الْاِسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ اپنے فوائد میں فرماتے ہیں کہ آیت ہذا کی تفسیر میں بہت اقوال ہیں اور اس تفسیر کی رد سے دیکھو اللہ! جب اطل جملہ مستنافہ ہوا۔ یعنی اس کا ماقبل جملہ۔ بَخِیْطُہُ عَلٰی قَدَمِکَ کے مضمون پر عطف نہیں بلکہ ایک مستقل مضمون ہے جو حق تعالیٰ کی طرف سے کلمہ اس کی حکمت تکوینیہ سے جو بات پیش آنے والی ہے اس کا بیان ہے کہ اللہ رب العزت باطل کو مٹا دے گا اور حق کو ثابت کرے گا۔ بعض حضرات مفسرین کی رائے میں اس کا عطف یختم کے اد پر ہے۔ لیکن اس عراب کی تقدیر میں قدرے تکلف ہے ھُوَ الَّذِیْ یَقْبَلُ التَّوْبَۃَ عَنْ عِبَادِہٖ میں کہاں سے تائب ہونے والوں کی توبہ کی قبولیت کا ذکر ہے اور ذِیْ عَفْوٍ عَنِ السَّیِّئَاتِ میں صغائر سے درگزر کا بیان ہے یا یہ کہہ دیجئے کہ ایک جز یعنی قبول توبہ کے وعدہ میں مستقبل کے گناہوں کی معافی کا بیان فرمایا گیا کہ بندے جب تائب ہوں گے خدا ان کے گناہوں کی مغفرت فرما دے گا۔ اور دوسرے جزِ ذِیْ عَفْوٍ عَنِ السَّیِّئَاتِ میں ماضی کے گناہوں کے متعلق فرمایا کہ خدا تعالیٰ تو اپنی شان رحیمی کے باعث درگزر فرماتا رہتا ہے۔ لیکن وعدہ عفو اور معاملہ درگزر سے کسی کو دھوکہ میں نہ پڑنا چاہئے اور اس کی گرفت و مواخذہ سے بے فکر نہ ہونا چاہیئے۔ کیونکہ وہ بندوں کے تمام احوال سے باخبر بھی ہے جو وہ کرتے رہتے ہیں تو آئندہ کی عمل زندگی میں مواخذہ کی فکر کو قائم کرنے کے لیے فرما دیا۔ وَ یُعَذِّبُہُمَا فَعَعْلٰوْنَ۔ وَ یَزِیْدُہُمْ مِّنْ نَّصْلِہِ کی تفسیر میں حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ اللہ رب العزت بندوں کی دعا قبول فرماتا ہے اور دعا و طلب سے بڑھ کر ان کو عطا فرماتا ہے اور بردیت شقیق بن مسلم عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس کی تفسیر میں یہ فرمایا گیا کہ اللہ رب العزت کا اپنے فضل سے ہلیمان اور تائبین کو نہ عطا فرماتا۔ شفاعت کا حق ہے اُن مذنبین کے لیے جو اپنے گناہوں کے باعث عذاب کے مستحق ہیں۔ وَ کُوْنُ بِسَطْرِ اللّٰہِ الْمَرْزُوقِ لِعِبَادِہٖ میں حق تعالیٰ نے اپنے بندوں کے واسطے تقسیم رزق میں معیار اپنی حکمت و مشیت کو بیان فرمایا کہ وہ اپنی حکمت سے جس کو جتنا ماننا ہے رزق عطا فرماتا ہے۔ جس میں یہ صورت ہوتی ہے کہ کسی کو زیادہ عطا فرماتا ہے اور غنی کرتا ہے تو اس کا غنا بھی حکمت کے مطابق ہوتا ہے۔ اور جس پر رزق کی تنگی فرماتا ہے اس پر فقر بھی حکمت خداوندی ہی سے ہوتا ہے۔ اور یہ بھی اس کی حکمت ہے کہ ایک زمانہ ایک شخص پر تنگی کا گزرتا ہے تو پھر اس کو

فراخی اور غنا عطا کر دیا جاتا ہے۔ کبھی اس کا عکس ہوتا ہے کہ ایک زمانہ فراخی و وسعت کا گذرا۔ پھر اس کو فقیر و تنگدست کر دیا گیا۔

آیت مبارکہ میں رزق کی وسعت کا یہ ذکر تمام بندوں کے حق میں ہے ورنہ بعض پر تو رزق کی وسعت متحقق ہے اور لو شیطیہ کا عنوان دلالت کرتا ہے کہ یہ بسط رزق متحقق نہیں ہوا تو مراد یہ ہوتی کہ اگر اللہ تعالیٰ سب پر رزق کی وسعت کر دیتا تو اس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ بغاوت و سرکشی کرنے لگتے۔ اور دنیا میں کوئی صالح اور مطیع نہ رہتا۔ اور اگر اس کے بالمقابل سب بندوں کو فقیر و محتاج بنا دیتا تو سب کے سب اپنے ضعف و عجز کی وجہ سے ہلک ہو جاتے اس وجہ سے تقسیم رزق میں بندوں کے درمیان فرق رکھا گیا ہے۔ احادیث میں ہے کہ جب حق تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی پست سے ان کی ذریت کو نکالا تو آدم علیہ السلام نے ان میں دیکھا کہ کچھ غنی ہیں اور کچھ فقیر تو عرض کیا لولا سقویت بین عبادک کہ لے پروردگار تو نے اپنے بندوں کے درمیان مساوات و برابری (رزق میں) کیوں نہ کر دی جواب دیا گیا احبت ان ۱ شکر یعنی میں نے یہ چاہا کہ میرا شکر ادا کیا جاسکے۔ اور یہ بات اسی پر موقوف ہے کہ تفاوت مراتب ہو۔ علامہ طیبیؒ کی رائے یہ ہے کہ عباد سے کل بندے مراد نہیں بلکہ اللہ کے وہ خاص بندے ہیں جن کو اللہ نے اپنی ولایت و قرب کی کرامت سے نرانا تھا کہ اللہ نے ان پر رزق کو نہیں پھیلا یا اگر ان پر رزق پھیلا دیا جاتا تو وہ بغاوت و سرکشی کا رنگ اختیار کر لیتے اور یہ بات اللہ رب العزت کی سنت ہے کہ وہ اپنے اولیاء مقربین کو غنا و تو نگر کی بجائے فقر و تنگدستی میں ڈال دیتا ہے۔ چنانچہ ایک حدیث کا مضمون ہے۔ اذ احب اللہ عبدا حماء الدنیا کما یغفل احدکم و یحیی سقیمہ المماء کہ اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کو محبوب بنا لیتا ہے تو اس کو دنیا در دنیا کی لذتوں سے اس طرح بچاتا ہے جس طرح کوئی شخص اپنے اس بیمار کو پانی سے بچاتا ہو جس کو پانی نقصان دینا ہو علامہ آوسی رحمۃ اللہ علیہ نے اس تفسیر کو پسند نہیں فرمایا۔ الفاظ کی دلالت سے پہلے بیان کردہ معنی بہتر ہیں۔ آیت کے ظاہری الفاظ اور اس امر پر کہ اللہ تعالیٰ اگر تمام بندوں پر رزق پھیلا دیتا تو لوگ زمین میں بغاوت و سرکشی کرنے لگتے۔ بعض حضرات کو یہ اشکال گذر کہ جس طرح غنا و تو نگر کی وجہ سے بغاوت کا احتمال تھا تو اسی طرح فقر بھی تو بغاوت و نافرمانی کا ذریعہ ہو سکتا ہے تو پھر غنا پر ہی کیوں بغاوت کا ذکر فرمایا گیا تو مختصری نے اس کا جواب دیا کہ فقر کے ساتھ بغاوت و سرکشی کم ہوتی ہے اور اکثر مادہ بغاوت، تو نگر و غنا سے پیدا ہوتا ہے تو اس وجہ سے بغاوت کو بسط رزق کے ساتھ مخصوص فرما دیا گیا۔ واللہ اعلم۔

(تفسیر روح المعانی ج ۲۵)

★

وَهُوَ الَّذِي يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِنْ بَعْدِ مَا قَنَطُوا

اور وہی ہے جو اُتارتا ہے مینہ ، پیچھے سے کہ اس توڑ مچکے ،

وَيَنْشُرُ رَحْمَتَهُ ۖ وَهُوَ الْوَلِيُّ الْحَمِيدُ ﴿۲۸﴾ وَمِنْ

اور پھیلاتا ہے اپنی مہر ، اور وہی ہے کام بنانیولا خوبوں سربراہ اور ایک

آيَتِهِ خَلْقُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَ

اس کی نشانی ہے بنانا آسمانوں کا اور زمین کا اور جتنے بکھرے

فِيهِمَا مِنْ دَابَّةٍ ۖ وَهُوَ عَلَىٰ جَمْعِهِمْ إِذَا

ہیں ان میں جانور ۔ اور وہ جب چاہے ان سب کو

يَشَاءُ قَدِيرٌ ﴿۲۹﴾ وَمَا أَصَابَكُمْ مِنْ مُصِيبَةٍ

اکٹھا کر سکتا ہے ۔ اور جو پڑے تم پر کوئی سختی ،

فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُوا عَنْ كَثِيرٍ ﴿۳۰﴾ وَمَا

سربلہ اس کا جو کمایا تمہارے افعال نے ، اور معاف کرتا ہے بہت ، اور

أَنْتُمْ بِمُعْجِزَيْنِ فِي الْأَرْضِ ۚ وَمَا لَكُمْ مِنْ دُونِ

تم تمھارے والے نہیں بھاگ کر زمین میں ۔ اور کوئی نہیں تم کو اللہ کے

اللَّهِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ ﴿۳۱﴾ وَمِنْ آيَاتِهِ الْجَوَارِ فِي

سوا کام بنانے والا ، نہ مددگار ۔ اور ایک اس کی نشانی ہے چلتے

الْبَحْرِ كَالْأَعْلَامِ ﴿۳۲﴾ إِنْ يَشَأْ يُسْكِنِ الرِّيمَ فَيُظِلُّنَّ

جہاز دریائیں جیسے پہاڑ اگر چاہے تھام دے باز ، پھر رہ جاویں

رَوَاكِدَ عَلَىٰ ظَهْرِهِ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ

سارے دن ٹھہرے اُسکی پیٹھ پر ۔ مقرز اس میں پتے ہیں ہر ٹھہرنے والے کو

شُكُورٍ ۳۳) أَوْ يُوقِنُ بِمَا كَسَبُوا وَيَعْفُ عَنْ كَثِيرٍ ۳۴)

جو حق مانے۔ ! تباہ کر دے ان کو ان کی کمائی سے، اور معاف بھی کرے بہتوں کو۔

وَيَعْلَمُ الَّذِينَ يُجَادِلُونَ فِي آيَاتِنَا مَا لَهُمْ مِنْ

درجان یوں جو جھگڑتے ہیں ہماری قدرتوں میں۔ کہہیں ان کو بھاگنے

مُحِصٍ ۳۵) فَمَا أُوتِيتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَمَتَّاعٌ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا

کی جگہ۔ سو جو بلا ہے تم کو کچھ چیز ہو، سو برتنا ہے دنیا کے جتنے۔

وَمَا عِنْدَ اللَّهِ خَيْرٌ وَأَبْقَى لِلَّذِينَ آمَنُوا وَعَلَىٰ

اور جو اللہ کے ہاں ہے بہتر ہے، اور رہنے والا، واسطے ایمان والوں کے جو

رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ۳۶)

اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں۔

پیغامِ بشارت و رحمت برائے بندگانِ خدا در حالت

یأس و ناامیدی و ذکرِ وائل قدرت

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى - وَهُوَ الَّذِي يُنَزِّلُ الْغَيْثَ إِلَى وَعَلَىٰ يَتِيمِهِمْ يَتَوَكَّلُونَ .

رابطہ گزشتہ آیات میں ایسے مجرمین و نافرمانوں کی مذمت تھی جو خداوندِ عالم پر جھوٹ بہتان باندھتے ہوں و ان کی ناکامی و محرومی کا بیان تھا اب ان آیات میں اللہ رب العالمین اپنی ایک خاص رحمت و عنایت کا ذکر فرما رہے ہیں کہ پروردگارِ عالم اپنی مثالِ ربوبیت سے کس طرح اپنے بندوں پر مایوسی کے عالم میں بھی اپنی رحمت فرماتا ہے اس مضمون سے ایک طرف تو مجرمین کے بالقابلِ مطیعین کے لیے رحمت و عنایت کا بیان ہے دوسری طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قلبِ مبارک سے اس رنج و غم کو دور کرنا ہے جو کفار و مجرمین کی بے ادبست و نافرمانی سے پیدا ہو رہا تھا۔ اسی طرح اہل ایمان کو بھی تسلی مقصود تھی کہ ایک طائفہ کی مخالفت سے نہ پریشان ہوں اور نہ ہی مایوس ہوں کیونکہ اللہ رب العزت

کی شانِ رحیمی کا یہ عام ہے کہ مایوسی کی حالت میں بارشیں برساکر مردہ زمین کو زندہ اور بنجر علاقہ کو شاداب بنادیتا ہے۔ اور اس کی قدرت کاملہ کی جو نشانیاں دنیا کے سامنے ظاہر ہیں۔ ان کو دیکھ کر یقین کر لینا چاہیے۔ تو فرمایا اور وہی خدا ہے ایسا مہربان و کریم کہ بارشیں برساتا ہے بعد اس کے کہ لوگ ناسیب ہو چکے ہوں مٹے اور بکھیرتا ہے اپنی رحمت سارے عالم پر جس سے ہر قسم کے پھول میوے اور غلے اور نباتات پیدا ہوتے ہیں جو تمام انسانوں اور حیوانوں کی غذا اور منفعت کا سامان ہے اور وہی کارساز لائق حمد و ستائش ہے۔ اور بخدا اس کی قدرت کی نشانیوں میں سے آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا ہے۔ درہر اس جاندار چیز کا پیدا کرنا ہے جس کو ان کے درمیان متحرک بنایا۔ اور پھلدار اور جس طرح اللہ نے ان تمام چیزوں کو پیدا کیا اور اپنی قدرت کے ذریعے ایک ہی امر یعنی امر کو بین سے سارے عالم میں بکھیر دیا وہی خداوند عالم ان سب کو جمع کرنے پر بھی بڑا ہی قادر ہے جب بھی وہ چاہے اور وہ پروردگار جس طرح خالق منعم قادر ولی کارساز ہے اور ہر حالت میں قابلِ حمد و ثناء ہے۔ بندوں سے عفو و درگزر شانِ رحیمی اور کریمی کے باعث فرماتا ہوا اسی طرح وہ منتقم اور صاحبِ جلال بھی ہے اور بندوں کے اعمال و افعال پر جیسے، انتقام عالمِ آخرت میں ہے دنیا میں بھی پروردگار نے اپنے بندوں کے واسطے انتقام کا سلسلہ جاری فرمایا اس بنا پر ہر ایک کو ہی اعتقاد رکھنا چاہیے کہ وہی ہر چیز کا خالق و پیدا کرنے والا ہے خواہ کوئی چیز خیر ہو یا شر راحت ہو یا تکلیف اور جو کچھ اے لوگو! تم کو مصیبت پہنچی ہے وہ ان ہی اعمال کی وجہ سے ہے جو تمہارے ہاتھ انجام دیتے ہیں۔ اور یہ مصیبت جو بطور مکافات عمل واقع ہوتی ہے یہ نہیں کہ ہر برائی کا بدلہ ہو بلکہ وہ پروردگار تو درگزر فرمالتا ہے بہت سی باتوں سے اور دنیاوی مصائب بہت ہی کم اعمال کا بدلہ ہوتے ہیں اور جب پروردگار عالم بندوں کے اعمال پر مواخذہ فرمائے تو تم ہر گز نہیں عاجز کر سکتے ہو اس کو زمین میں رہتے ہوئے زمین ہی میں انسان کے پاس مادی وسائل ہیں جن کے ذریعہ وہ اپنے سے آفات و مصائب کوٹانے کی کوشش کیا کرتا ہے تو جب اس عالم اسباب میں بھی وہ عذابِ خداوندی اور اس کی گرفت کو نہیں ملا سکتا تو آسمانوں کی بلائیں باعالمِ آخرت کے مصائب و سزاؤں کو کہاں لاسکتا گا۔ اور نہیں ہے تمہارے واسطے خدا کے سوا کوئی حامی و مددگار اور اس کی قدرت کی نشانیوں میں سے سمندر میں چلنے والے جہاز و کشتیاں ہیں جو پہاڑوں کی طرح سمندر میں نمایاں اور بلند نظر آتی ہیں ظاہر ہے ان کا سمندر کی سطح پر چلنا خدا کی قدرت کی نشانیوں میں عظیم تر نشانی ہے۔ اگر وہ چاہے تو ہوا کو ٹھہرا دے تو وہ سب جہاز و کشتیاں ٹھہر جانے والی ہو جائیں سمندر کی سطح پر۔ تو یہ سب کچھ اس کی قدرت ہے کہ

عہ اس کثیر نے قتادہ سے روایت کیا کہ ایک شخص نے عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ اے امیر المؤمنین
نقطہ ہو رہا ہے اور بارشیں نہیں برستی تو اس پر یہ آیت تلاوت فرمائی۔ ۱۲

ہوا چلتا ہے۔ درجہ زدن کشتیاں پانی کی سطح پر چلتی ہیں۔ بے شک اس میں قدرت کی نشانیاں ہیں۔ ہر صبر اور شکر کرنے والے مؤمن کے لیے جہاں وہ پروردگار ہواؤں کے ذریعہ جہازوں، درکشتیوں کو رداں و دال رکھتا ہے اور اس طرح مخلوق کے منافع اس سے دستہ ہیں تو یہ اس کی عنایت و رحمت ہے خواہ وہ ان ہواؤں کے ذریعہ مخلوق پر انعام و کرم فرمائے یا اگر وہ چاہے تو ان ہی ہواؤں کو تیز و تند بنا کر ان کے ذریعہ ان جہازوں کو ہلاک و تباہ کرے ان اعمال کی وجہ سے جو انہوں نے کیے ہیں۔ اور وہ تو بہت سے لوگوں سے درگزر فرماتا ہے اور وہ پروردگار جس طرح لوگوں کی بد اعمالیاں اور برائیاں جانتا ہے اس طرح وہ ان بد مزاج و رکیں و لوگوں کو بھی جانتا ہے جو ہماری آیتوں میں جھگڑتے ہیں۔ حال یہ ہے کہ ان کے واسطے کوئی بچاؤ نہیں۔ نہ دنیا میں کوئی غذا کے مؤاخذہ سے بچ سکتا ہے اور نہ ہی آخرت میں۔ یہ مجرم و باغی دنیا کی دولت اور مادی وسائل سے دھوکہ میں مبتلا ہیں۔ اور ان کی یہ سب کچھ نخوت و بغاوت دنیاوی زندگی ہی پر غرور کی وجہ سے ہے۔ سولے لوگوں کو جو کچھ بھی تم کو دنیا کی چیزوں میں سے دیا گیا سو وہ محض چند روزہ زندگی کا سامان ہے۔ عارضی نفع اٹھانے کے لیے انسان کی زندگی فانی ہے۔ اور سارا عالم بھی اسی طرح فانی ہے اس لیے ہر ایک کی زندگی کے خاتمہ کے ساتھ ہی یہ سارا ساز و سامان بھی ختم ہو جائے گا اور جو کچھ اجر و ثواب اور نعمتیں اللہ کے یہاں ہیں وہی بہتر ہیں اور پائیدار ان لوگوں کے واسطے جو ایمان لائے اور اپنے پروردگار پر بھروسہ کرتے ہیں۔ اس لیے عقل کا تقاضا ہے کہ دنیا کی فکر اور طلب کو چھوڑ کر آخرت کی فکر اور طلب میں لگ جانا چاہیے اور دنیاوی مال و دولت سے معزور ہو کر خدا کے ساتھ بنادوست کا طرز نہ اختیار کرنا چاہیے۔ آیت ۱۰ ص ۱۰ اَصَابَكُمْ مِّنْ مَّصِیْبَةٍ کی تفسیر میں حضرت شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ تحریر فرماتے ہیں یعنی جیسی نعمتیں ایک خاص اندازہ اور خاص اوقات و احوال کی رعایت سے دی جاتی ہیں۔ مصائب کا نزول بھی خاص اسباب و ضوابط کے ماتحت ہوتا ہے مثلاً بندوں کو جو کوئی سختی اور مصیبت پیش آئے اس کا سبب قریب یا بعید بندوں ہی کے بعض اعمال و افعال ہوتے ہیں ٹھیک اسی طرح جیسے ایک آدمی غذا وغیرہ میں احتیاط نہ کرنے سے خود بیمار پڑ جاتا ہے بلکہ بعض اوقات ہلاک ہو جاتا ہے یا بعض مرتبہ والدہ کی بد پرہیزی بچہ کو مبتلائے مصیبت کر دیتی ہے یا کبھی کبھی ایک عملہ والے یا شہر والوں کی بے تدبیری اور حماقت سے پورے محلہ اور شہر کو نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔ یہی حال روحانی اور مادی بد پرہیزی اور بے تدبیری کا سمجھ لوگو یا دنیا کی ہر مصیبت بندوں کے بعض اعمال ماضیہ کا نتیجہ ہے اور مستقبل میں ان کے لیے تنبیہ اور امتحان کا موقع بہم پہنچاتی ہے۔ اور یہ اس پر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت بندوں کے بہت سے گناہوں سے درگزر کرتی ہے۔ اگر ہر جرم پر گرفت ہوتی تو زمین پر کوئی تنفس بھی باقی نہ رہتا۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ یہ خطاب عاقل و باغ لوگوں کو ہے گناہ ہوں یا نیک۔ مگر نبی اس میں داخل نہیں (اور چھوٹے بچے بھی شامل نہیں) ان کے واسطے اور کچھ ہوگا۔

در سختی دنیا کی بھی آگنی اور قبر اور آخرت کی بھی۔

غرض مصائب کے نزول کا راز اور اس کی حکمت بتادی گئی اور یہ بھی الفاظ کی دلالت سے ظاہر ہو گیا۔ مصائب کا موم ہے خواہ دنیاوی ہوں یا قبر و آخرت کی۔

ایک حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب کسی بندے کے گناہ زائد ہو جائیں در اس کے پاس کوئی چیز ان گناہوں کے کفارہ کے واسطے نہ ہو تو اللہ تعالیٰ اس کو کسی غم اور فکر میں مبتلا کر دیتا ہے تاکہ اس کے گناہوں کا کفارہ ہو جائے۔ بحوالہ تفسیر ابن کثیر ج ۴۔

ضمائم سے منقول ہے۔ فرمایا ہم نہیں سمجھ سکتے کہ اگر کوئی شخص قرآن کریم پڑھ کر بھوں جائے تو بجز اس کے کوئی وجہ نہیں کہ اس کے کسی گناہ کی بدولت اس نعمت سے محرومی واقع ہوئی ہے۔ اور پھر یہ آیت تلاوت کی اور افسردگی کے لہجہ میں فرمایا۔ اور کون سی مصیبت اس سے بڑھ کر ہو سکتی ہے کہ قرآن کریم بھلا دیا جائے۔ اَللّٰهُمَّ احْفَظْنَا مِنْهُ وَ زُرُقْنَا تِلَاوَتَهُ اِنَّا دَالِيْل وَاَطْرَافِ التَّهَار وَاَجْعَلْهُ لَنَا حِجَّةً يَارَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔ آمین مرحمت یا ارحم الراحمین۔



وَالَّذِينَ يَحْتَنِبُونَ كِبِيرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشِ

وہ جو بچتے ہیں بڑے گناہوں سے ۔ اور بے حیائی سے

وَإِذَا مَا غَضِبُوا هُمْ يَغْفِرُونَ ﴿۳۸﴾ وَالَّذِينَ

اور جب غصہ آوے وہ معاف کرتے ہیں ۔ اور جنہوں سے

اسْتَجَابُوا لِرَبِّهِمْ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَأَمْرُهُمْ شُورَىٰ

حکم مانا اپنے رب کا ۔ در کھڑی کی نماز ۔ اور ان کا کام ہے مشورہ

بَيْنَهُمْ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ ﴿۳۹﴾ وَالَّذِينَ إِذَا أَصَابَهُمُ

سے آپس کے ۔ در ہمارا دیا کچھ خرچ کرتے ہیں ۔ اور وہ لوگ کہ جب ہودے

الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُونَ ﴿۴۰﴾ وَجَزَاءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ

ان پر چڑھائی تو وہ بدلہ لیتے ہیں ۔ در بُرائی کا بدلہ برائی دہی

مَثَلُهَا فَمَنْ عَفَا وَأَصْلَحَ فَأَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ إِنَّهُ لَا

ہے ۔ پھر جو کوئی معاف کرے اور سزا دے، سو اس کا ثواب ہے اللہ کے ذمے،

يُحِبُّ الظَّالِمِينَ ۝ وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهِ فَأُولَٰئِكَ

بیشک اس کو خوش نہیں آتے گنہگار۔ اور جو کوئی بد رے اپنے ظلم پر، سزا پر

مَا عَلَيْهِمْ مِنْ سَبِيلٍ ۝ إِنَّمَا السَّبِيلُ عَلَى الَّذِينَ

بھی نہیں الاہنہ ۔ الاہنا قرآن پر، جو ظلم

يُظْلِمُونَ النَّاسَ وَيَبْغُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ

کرتے ہیں لوگوں پر، اور دھوم اٹھاتے ہیں ملک میں ناحق،

أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ

ان لوگوں کو ہے دکھ کی مار ۔ اور البتہ جس نے سہا اور معاف کیا

إِنَّ ذَلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ ۝

بیشک یہ کام ہمت کے ہیں ۔

بیانِ اوصافِ اہل ایمان تقویٰ و حسن اخلاق معاشرت

قال اللہ تعالیٰ۔ وَالَّذِينَ يُجْتَنِبُونَ كَبَائِرَ الْإِثْمِ... الخ۔ لَمِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ۔
 دربط، گزشتہ آیات میں دنیوی زندگی کا فانی ہونا بیان فرمایا گیا تھا اور یہ کہ دنیا کی مام نعمتیں اور
 لذتیں درحقیقت ایک دھوکہ ہے اس میں پڑ کر انسان کو آخرت سے غفلت نہ اختیار کرنی چاہیے
 اب ان آیات میں اہل ایمان و تقویٰ و رحمت کے بزرگوار ہندوں کے اوصاف بیان کیے جا رہے ہیں ایسے اوصاف جن کے پیش کیے
 طرف ان کی زندگی کا وہ رخ جو اللہ کے ساتھ ہے وہ بھی نہایت اعلیٰ اور اعلیٰ معلوم ہوتا ہے دوسری
 طرف حسن اخلاق اور معاشرت کی عظمت و برتری ظاہر ہو رہی ہے۔ فرمایا اور وہ لوگ جو ایمان
 توکل کی صفت سے متصف ہونے کے ساتھ پرہیز کرتے ہیں بڑے گناہوں سے اور بے حیائی کی

باتوں سے۔ اور جب ان کو عفتہ آئے تو وہ درگزر کرتے ہیں۔ اور حقیقت یہ ہے کہ جن لوگوں نے اپنے رب کے حکم فرمانبرداری کی اور نماز کی پابندی کی اور ان کے معاملات، آپس میں مشورہ سے طے ہوتے ہیں۔ اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے وہ خرچ کرتے ہیں۔ اور جب ان پر ظلم و زیادتی ہو تو وہ صرف بدلہ ہی لیتے ہیں۔ نہ کہ جذبہ انتقام میں حد سے بڑھ جائیں۔ درنظر ہر ہے کہ برائی کا بدلہ دلیسا ہی، بُرائی کا معاملہ کر لینا ہے جیسا کہ کہا گیا، لیکن اگر کوئی شخص معاف کر دے اور باہمی معاملہ درست کر لے۔ سب جانے انتقام لینے کے تو بیشک اس کا ثواب اللہ کے ذمہ ہے بے شک اللہ تعالیٰ ظالموں کو پسند نہیں کرتا۔ اور جو شخص بدلہ لے اور اپنے اوپر ظلم ہونے کے بعد نہ کوئی زیادتی کرے بدلہ لینے میں تو بے شک ایسے لوگوں پر کسی قسم کا مواخذہ نہیں۔ بے شک مواخذہ ان لوگوں پر ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور زمین میں ناحق سرکشی اور تکبر کرتے ہیں تو یقیناً ایسے لوگوں کے لیے بُرا ہی دردناک عذاب ہے۔ اور جو شخص صبر کرے اور معاف کر دے تو بے شک یہ کام بڑی ہی پختگی اور ہمت کے کاموں میں سے ہے۔ تو جو لوگ ان اوصاف کے ساتھ متصف ہوں گے خدا کے یہاں ان کا بہت بلند مقام ہوگا۔

ان آیات میں حق تعالیٰ نے اہل ایمان کے جو اوصاف حمیدہ بیان فرمائے ان میں عقائد، فرائض، عبادات، معاملات و معاشرت اور محاسن اخلاق کی تمام عظمتوں اور خوبیوں کو جمع فرما دیا۔ اور ان اوصاف کے ضمن میں یہ بات ظاہر فرمادی گئی کہ ایمان اور کمالات ایمان ہی دراصل وہ خوبیاں ہیں جن کی بدولت آخرت کی سعادت و فلاح کے ساتھ معاشرتی فلاح اور بلند باں بھی انسان کو حاصل ہو سکتی ہیں۔ ظالم سے ظلم کا بدلہ لینا درست ہے لیکن زیادتی اور تعدی کسی طرح جائز نہیں اور اگر صبر و عفو سے کام لے تو بہت ہی بہتر ہے۔ جیسے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ مبارکہ سے معلوم ہوا کہ فتح مکہ کے بعد تمام سردارانِ قریش کو جو ہمیشہ آنحضرت اور صحابہؓ کو ستائے میں پیش پیش رہے۔ مسلمانوں سے مقابلہ کے لیے میدان کا رزار میں آتے رہے عام معافی کا اعلان فرما دیا اور جس طرح حضرت یوسفؑ اپنے ظالم بھائیوں کو باوجود قدرتِ انتقام کے یہ کہہ کر معاف کرتے رہے لَا تَغْرِبْ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ۔ آج کے دن تم پر کوئی ملامت و مواخذہ نہیں اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان سب کو اعلانِ عفو و درگزر سے نوازتے رہے۔

حافظ ابن کثیرؒ نے فضیل بن عیاضؒ کے ایک خادم عبد الصمد بن یزیدؒ سے نقل کیا کہ میں نے فضیل بن عیاضؒ سے سنا کہ وہ فرمایا کرتے تھے کہ جب تمہارے پاس کوئی شخص کسی کی شکایت لے کر آئے تو تم یہ کہہ دیا کر دے میرے بھائی اس کو معاف کر دو۔ اگر وہ یہ کہے کہ میرا دل گوارہ نہیں کرتا کہ میں اس کو معاف کروں تو پھر اس کو یہ کہو کہ اگر بدلہ ہی لینا ہے تو اس طرح تو جیسے اللہ نے اس کی اجازت دی۔ ابوہریرہؓ کی حدیث میں ہے کہ ایک شخص ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بڑا بھلا کہہ رہا تھا۔ اور ان کی شان میں توہین کر رہا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہیں تشریف فرما تھے۔ اور یہ باتیں سن کر تعجب

فرار ہے تھے اور مسکرا رہے تھے۔ جب وہ شخص بہت ہی زیادتی کرنے لگا اور مد سے بڑھا تو ابو بکرؓ نے اس کی کسی بات کا جواب دیا اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ناگواری ہوئی اور مجلس سے اٹھ کر تشریف لے جانے لگے۔ ابو بکرؓ فوراً ہی دوڑے اور آپ کے سامنے حاضر ہو کر عرض کرنے لگے یا رسول اللہ وہ شخص مجھ کو گالیاں دے رہا تھا اور آپ بیٹھے رہے۔ لیکن جب میں نے اس کی کسی بات کا جواب دیا تو آپ ناگواری سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ اے ابو بکرؓ جب تک تم خاموش رہے تو فرشتہ تمہارے ساتھ تھا جو تمہاری بات کا جواب دے رہا تھا۔ لیکن جب تم اس پر غضبناک ہوئے تو فرشتہ اٹھ کر چلا گیا۔ اور تمہارے درمیان شیطان آگیا۔ اور ظاہر ہے کہ میں ایسا نہیں تھا کہ شیطان کے ساتھ کسی مجلس میں بیٹھا رہوں۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا۔ اے ابو بکرؓ تین چیزیں برحق ہیں ایک یہ کہ جس کسی پر بھی ظلم کیا جائے پھر اس سے چشم پوشی اور درگزر کرے محض اللہ کے لیے تو اللہ اس کو عزت و سر بلندی عطا فرمائے گا۔ اور اس کی مدد فرمائے گا۔ اور جو شخص بھی عطا و بخشش کا دروازہ کھولے گا تو اس پر اللہ کی طرف سے برکت و فراخی کا دروازہ کھلے گا اور جو شخص سوال اور بھیک مانگنے کا دروازہ کھولے گا تو اس کے واسطے اللہ کی طرف سے قلت و تنگی ہی کا دروازہ کھلے گا۔

حلم درگزر اور صبر و عفو انسانی کمالات میں عظیم ترین کمال ہے

حضرت شاہ ولی اللہ قدس اللہ سرہ فرماتے ہیں کہ ان آیات میں حق تعالیٰ نے صحابہ کرام اور مہاجرین و انصاریوں کے اوصاف و احوال کو صراحتاً اور حشرات خلقاء راشدین کی خصوصیات کو اشارۃً ذکر فرما دیا ہے۔ بتداء میں مہاجرین و انصاریوں کے وصف ایمان اور توکل کو بیان فرمایا کہ نہایت ہی عسرت و تنگی میں ہجرت کی اور محض اسلام کی خاطر اور اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ محبت کی وجہ سے اپنا وطن گھر بار چھوڑا اپنے عزیز و اقرباء حتیٰ کہ اہل دعیال، تجارت، مال و دولت اور جائیداد سب کچھ اللہ کے لیے چھوڑا اور محض تادیر مطیع رہا پھر دوسرے ہوئے ہجرت کے لیے قدم اٹھایا اور عرصہ دراز تک مشکلات و شدائد کا مقابلہ کرتے رہے اس وصف کے بعد آیت اَلَّذِیْنَ یُحِبُّونَ اللہ میں وصف عفت و عدل کی طرف اشارہ ہے اس لیے کہ تہذیب نفس — قوت ہیمیہ (شہویہ) اور قوت سبعیہ (قہر و غضب) کو عقل کے تابع کیے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی۔ اس آیت کے عموم میں انصار اور ان کے اتباع بھی شامل ہیں اور اَلَّذِیْنَ یُحِبُّونَ اللہ کی خصوصیت کے ساتھ صدیق اکبرؓ کی طرف اشارہ ہے کیونکہ اپنے رب کی دعوت پر لبیک کہنے والوں میں وہ سب سے مقدم اور سب سے پیشو ثابت ہوئے۔ اجابت حق تسلیم و انقیاد اور اقامت صلوٰۃ آپ کا معروف اور نمایاں وصف تھا اور اقامت صلوٰۃ کا یہ نمایاں وصف اس امر کا باعث بنا کہ آپ نے مرض الوفاست میں انہی کو اپنی جگہ امانت کے لیے

مور فرمایا۔ اگرچہ حضرت عائشہؓ بار بار اس کو ملاتی رہیں۔ لیکن آپؐ برابر یہی فرماتے مرو۔ مائیکر
یصلن بالثاس یعنی پھر پوکر کو۔ وہ لوگوں کو نہ پڑھائیں۔

ور لفظ كَمْزُهُمْ شُورَى بَيْنَهُمْ میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ ہے کیونکہ آپؓ
کا معروف وصف شوری تھا آپؓ اپنے زمانہ خلافت میں کوئی امر بدون فقہا صحابہؓ کے مشورہ کے نافذ نہیں کیا کرتے
تھے اسی وجہ سے ملت اسلامیہ کا عظیم ترین سرمایہ وہ ذخیرہ اجماعیات ہے یعنی وہ امور ہیں جن پر فاروق اعظمؓ
کے زمانہ میں اجماع ہو چکا تھا۔ وَاعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَإِنَّ رِثْلَ خُمُسِهِ لِلرَّسُولِ
وَلِأَيِّ الْقُرْبَىٰ۔

ساتھ ہی یہ بھی ظاہر ہو رہا ہے کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے جماعیات اللہ کے نزدیک صحیح اور پسندیدہ
بلکہ قابل مدح و تحسین ہیں اور یہ ایسا وصف ہے جس کو حق تعالیٰ نے بطور مدح ذکر فرمایا۔ اور جَمْعًا رَزَقْنَاهُمْ
يُفْقُونَ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ ہے یہی ان کا امتیازی وصف تھا اور اسی اتفاق فی سبیل اللہ
کے باعث بشارت عظیم سے فائز ہوئے۔

اور وَالَّذِينَ إِذَا أَصَابَهُمُ الْبَغْيُ فَهُمْ عَلَىٰ كَرَمٍ اللہ وجہ پر منطبق ہے کیونکہ آپؐ نے اپنے
عہد خلافت میں باغیوں سے بغاوت پر جہاد و قتال کیا۔ اور آیت سَبَّحْتُمْ سَبِّحْتُمْ سَبِّحْتُمْ مَثَلًا سے انتقام
کی اجازت دی گئی مگر عفو اور اصلاح چشم پوشی اور درگزر کہ افضل، و رہنمائی کیا گیا عجب ہیں کہ اس لفظ وَاصْلًا
سے حضرت حسنؓ کی طرف اشارہ ہو۔ کیونکہ انہوں نے امیر معاویہؓ کے ساتھ صلح فرمائی۔ اور حدیث میں ہے کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسنؓ کے تعلق ارشاد فرمایا تھا۔ إِنَّ سَخِي هَذَا سَيِّدٌ وَصَلِّهِ اللَّهُ بِهِ
بَيْنَ فِئَتَيْنِ عَظِيمَتَيْنِ۔ یعنی یہ میرا فرزند مردار ہے اور عنقریب اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے مسلمانوں کے
دو عظیم گروہوں کے درمیان صلح کرائے گا اور چونکہ لفظ وَاصْلًا مسلمانوں کے درمیان اتفاق واقع ہونے اور
باہمی نزاع و تفرق اٹھ جانے پر دلالت کرتا ہے اس لیے اس میں ایک لطیف اشارہ حضرت معاویہؓ کی امارت
حکومت کی طرف بھی ہے۔ کیونکہ وَاصْلًا کا مقام مدح میں ذکر کرنا اس کی دلیل ہے کہ وہ صلح عند اللہ صحیح اور معتبر ہوگی
تو اس طرح اس مصاحبت کے نص قرآنی کے اشارہ سے حق ہونا معلوم ہوا ہے۔ وَرَأَيْنَا لِسَبِّحِ عَلَى الَّذِينَ
يُظْلَمُونَ سے اشارہ امراء بنی امیہ کی جانب ہے جن کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ
میری امت کی ہلاکت چند نرگس کے ہاتھ سے ہوگی اور غیر میں وَ لَعَنَ صَبْرًا وَ عَقْرًا ذَلِكُمْ لَعْنٌ
عَزِيزٌ مُّؤْوَرٌ۔ سے اسے ثابت قدم علماء ربانین کی طرف اشارہ ہے جنہوں نے امراء و سلاطین کے جور و ظلم
پر صبر کیا۔ اور اس اندیشہ سے کہ امت انتشار و افراق کا شکار نہ ہو جائے مسلمانوں کو امیر وقت کے مقابلہ
میں تلوار اٹھانے سے منع کیا اور باوجود کراہت کے اطاعت قبول کی۔ اور اس گروہ کے سرخیل اور امام علی بن
الحسینؑ رحمہ اللہ عنہ و عن ابائہم الکرم (حضرت قارمین تفصیل کے لیے زلزالہ الخفاء از ص ۵۹۲ ملاحظہ فرمائیں)

وَمَنْ يُضِلِلِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ وَلِيٍّ مِّنْ بَعْدِهِ ۖ وَتَرَى

اور جس کو لہ نہ دے اللہ، تو کوئی نہیں اس کا کام بنایا والا اس کے سوا۔ اور تو دیکھے

الظَّالِمِينَ لَمَّا رَأَوْا الْعَذَابَ يَقُولُونَ هَلْ إِلَىٰ مَرَدٍّ

گنہگاروں کو، جس وقت دیکھیں گے عذاب، کہیں گے کسی طرح پھر جانے کی بجی

مِّنْ سَبِيلٍ ۚ وَتَرَاهُمْ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا خَشِيعِينَ

ہوگی کوئی راہ؟ اور تو دیکھے ان کو سامنے لائے گئے ہیں آگ کے،

مِنَ الدُّلِّ يَنْظُرُونَ مِنْ طَرْفٍ خَفِيٍّ ۚ وَقَالَ الَّذِينَ

نرے آنکھیں زت سے، دیکھتے ہیں چھپی نگاہ سے۔ اور کہتے ہیں جو

أَمَنُوا إِنَّ الْخَاسِرِينَ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنفُسَهُمْ وَأَهْلِيَهُمْ

ایماندار تھے، مقرر توئے والے وہی ہیں جنہوں نے گنوائی اپنی جان، اور اپنا گھر

يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۚ إِلَّا إِنَّ الظَّالِمِينَ فِي عَذَابٍ مُّقِيمٍ ۝۳۵

قیامت کے دن۔ سنا ہے! گنہگار پڑے ہیں سزا کی مار میں۔

وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ أَوْلِيَاءٍ يَنْصُرُونَهُمْ مِّنْ دُونِ اللَّهِ

اور کوئی نہ ہوئے ان کے حمایتی جو مدد کرتے ان کی اللہ کے سوا۔

وَمَنْ يُضِلِلِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ سَبِيلٍ ۚ ۝۳۶ اِسْتَجِيبُوا

اور جس کو بھٹکا دے اللہ اس کو کہیں نہیں راہ۔ اور اپنے

رَبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَ يَوْمٌ لَا مَرَدَّ لَهُ مِنَ اللَّهِ

رب کا حکم، اس سے پہلے کہ آدے ایک دن، جو پھرنا نہیں اللہ کے ہاں سے۔

مَا لَكُمْ مِّنْ مَّلَاجٍ يَوْمَئِذٍ وَمَا لَكُمْ مِّنْ نَّكِيرٍ ۝۳۷

نہ لے گا تم کو بھٹاؤ اس دن، اور نہ ملے گا الپ ہو جانا۔

فَإِنْ أَعْرَضُوا فَمَا أَرْسَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ حَفِظًا ۖ إِنَّ

پھر اگر وہ مٹا دیں تو سمجھ کو نہیں سمجھا ہم نے ان پر نگہبان ۔ تیرا

عَلَيْكَ إِلَّا الْبَلَاغُ ۖ وَإِنَّا إِذَا أَذَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنَّا

ذمہ بھی ہے پہنچا دینا ۔ اور ہم جب چکھاتے ہیں آدمی کو اپنی طرف سے

رَحْمَةً فَرِحَ بِهَا ۚ وَإِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ مِّنَّا قَدْ مَتَّ

بہر، اس پر مسکھتا ہے ۔ اور اگر پہنچتی ہے ان کو بُرائی کچھ بدر اپنی کمائی کا ۔

أَيِّدِيهِمْ فَإِنَّ الْإِنْسَانَ كَفُورٌ ۝۳۸ ۚ لِلَّهِ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَ

تو انسان بُرا ناشکر ہے ۔ اللہ کا راج ہے آسمانوں میں اور

الْأَرْضِ ۖ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ ۖ يَهَبُ لِمَن يَشَاءُ إِنَّا ثَا

رین میں ۔ پیدا کرتا ہے جو چاہے ۔ بخشتا ہے جس کو چاہے بیٹیاں ،

وَيَهَبُ لِمَن يَشَاءُ الذَّكَوْرَ ۝۳۹ ۚ أَوْ يَزْوِجُهُمْ ذُكْرَانًا

اور بخشتا ہے جس کو چاہے بیٹے ۔ یا ان کو دیتا ہے جوڑے بیٹے

وَإِنَّا ثَا ۚ وَيَجْعَلُ مَن يَشَاءُ عَقِيمًا ۖ إِنَّهُ عَلِيمٌ

اور بیٹیاں ، اور کرتا ہے جس کو چاہے بالیجھ ، وہ ہے سب جانتا

قَدِيرٌ ۝۴۰

کر سکتا ۔

تباحثِ حال و محرومی و ذلتِ کفار روزِ قیامت

و بیانِ کمزوریِ فطرتِ انسانی

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى . وَمَنْ يُضِلَّ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ وَرَاقٍ ۚ وَمِنْ بَعْدِهِ إلخ ۔ اِنَّكَ عَلِيمٌ قَدِيرٌ

آپ اس غم میں اپنے کو ہلاک نہ کریں۔ اور زائد فکر پریشانی میں نہ پڑیں۔ قدرتِ العزت کائنات کا مالک و رافع ہے اسی کے قبضہ قدرت میں ہر چیز ہے جس طرح انواع و اقسام مخلوقات میں پیدا کیں ان میں تفاوت مرتبہ دکھا خیر و شر کی تقسیم کی۔ اسی طرح رب العزت نے انسانوں میں عقائد و اعمال کے لحاظ سے بھی تقسیم فرمادی کوئی راہِ راست پر ہے۔ اور غیر کے کاموں میں لگا ہوا ہے اور کوئی گمراہی پر ہے۔ در فواش و معاصی میں مبتلا ہے۔ بے شک اللہ ہی کے واسطے ہے سلطنت آسمانوں اور زمین کی جو چاہے پیدا کرے جس کو چاہتا ہے بیٹیاں عطا کرتا ہے۔ اور جس کو چاہتا ہے بیٹے عطا کرتا ہے۔ یا جن کے واسطے چاہے بیٹے اور بیٹیاں دونوں کو جمع کر دیتا ہے اور جس کو چاہے بے اولاد کر دیتا ہے بیشک وہ بڑا ہی جاننے و مابڑی ہی قدرت والا ہے تو بالکل سہی طرح ہر انسان میں جیسے افعال و خصال چاہے وہ پیدا فرمادیتا ہے اور جس طرح کسی کو عقیقہ و بے اوماد بنانا اسی کی قدرت ہے اسی طرح کسی انسان سے ہر طرح کی خیر اور نفع کی توقع ختم ہو جانا یہ بھی اللہ ہی کی قدرت کا کرشمہ ہے۔

وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُكَلِّمَهُ اللَّهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْ

اور کسی آدمی کی حد نہیں کہ اس سے باتیں کرے اللہ، مگر اشارہ سے یا

مِنْ وَرَائِ حِجَابٍ أَوْ يُرْسِلَ رَسُولًا فَيُوحِيَ بآذَنِهِ

پر وہ کے پیچھے سے یا بھیجے کوئی پیغام لانے والا، پھر پہچا دے اُنکے حکم

مَا يَشَاءُ إِنَّهُ عَلَىٰ حَكِيمٍ ۝۵۱ وَكَذَٰلِكَ أَوْحَيْنَا

سے جو چاہے وہ سب سے دُور ہے حکمتوں والا۔ اور اسی طرح بھیجا ہم نے

إِلَيْكَ رُوحًا مِّنْ أَمْرِنَا ۖ مَا كُنْتَ تَدْرِي مَا الْكِتَابُ وَ

تیری طرف ایک فرشتہ اپنے حکم سے۔ تو نہ جانتا تھا کہ کیا ہے کتاب اور

علیٰ بغویؒ نے اس کی تفسیر میں بیان کیا ہے جیسے حضرت وطعہ السلام کہ ان کی صرف بیٹیاں تھیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کہ ان کے صرف بیٹے تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی داماد میں بیٹیوں کا نبوت نہیں ملتا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولاد میں بیٹے اور بیٹیاں جمع کی گئیں۔ اگرچہ آپ کے خاتم الانبیاء ہونے کی وجہ سے آپ کے صاحبزادوں میں سے کوئی زندہ نہیں رہا۔ کیونکہ ممکن تھا کہ کسی صاحبزادے کی موجودگی کی وجہ سے آپ کے بعد لوگ ان کو آپ کے قائم مقام پیغمبر کہنے لگتے۔ اور اللہ کے پیغمبروں میں حضرت یحییٰؑ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام وہ پیغمبر گندے کہ جن کی کوئی ولاد ہی نہ تھی۔ ۱۲

لَا إِلَهَ إِلَّا يَمَانٌ وَلَكِنْ جَعَلْنَاهُ نُورًا نَهْدِي بِهِ مَنْ

نہ ایمان ۔ پر ہم نے رکھی ہے یہ روشنی، اس سے راہ دہتے ہیں جس کو

نَشَاءُ مِنْ عِبَادِنَا وَإِنَّكَ لَتَهْدِي إِلَى صِرَاطٍ

چاہیں اپنے بندوں میں ۔ اور تو البتہ سجداتا ہے سیدھی

مُسْتَقِيمٌ ﴿۵۱﴾ صِرَاطِ اللَّهِ الَّذِي لَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي

راہ ۔ راہ اللہ کی، جس کا ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور

مَا فِي الْأَرْضِ ۚ إِلَّا إِلَى اللَّهِ تَصِيرُ الْأُمُورُ ﴿۵۲﴾

زمین میں ۔ سنا ہے : اللہ ہی تک پہنچ ہے کاموں کی ۔

اثبات رسالت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بتحقیق اقسام وحی

قَالَ اللَّهُ تَعَالٰی وَمَا كَانَ لِمَنْ يَلِشْرَ أَنْ يُكَلِّمَهُ اللَّهُ..... إلخ۔۔۔۔۔ تَصِيرُ الْأُمُورُ
(اربط) اس سورت کا آغاز وحی کے مضمون سے تھا درمیان میں دلائل نبوت و توحید بحث و نشر
قیامت جزاء و سزا اور مجرمین و مطیعین کے احوال کا بیان فرمایا گیا اب سورت کا اختتام پھر مضمون وحی سے
فرمایا جا رہا ہے تاکہ سورت کے مضمون کا آغاز و راس کی انتہا باہم مربوط ہو جائے اور ربط کی یہ خصوصیت
اکثر سورتوں کے مضامین میں پائی جاتی ہے۔ اور علماء کے نزدیک کلام اللہ کی یہ بھی ایک بجز انہ شان ہے، ان آیات میں
مسند نبوت کی تحقیق و روحی کے اقسام کی تفصیل بیان کر کے مخالفین اور بالخصوص یہود کے ایک شبہ کا جواب دینا بھی
ہے۔ یہود کہا کرتے تھے کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے پیغمبر ہوتے تو اللہ تعالیٰ ان سے بلا واسطہ اس طرح بمکلام ہوتے
جس طرح موسیٰ علیہ السلام سے کوہ طور پر اللہ بمکلام ہوا تھا۔

انام فرمائی نے اس کا سبب نزول اسی اعتراض کو بیان کیا ہے کہ یہودیوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا
آپ اللہ تعالیٰ سے براہ راست کلام کیوں نہیں کرتے ۔ اور کیوں نہیں بالمشافہ اللہ کو دیکھتے ہو اگر
آپ نبی ہیں تو موسیٰ علیہ السلام کی طرح براہ راست کلام کریں اور موسیٰ علیہ السلام کی طرح اللہ کو دیکھیں۔ جب تک آپ
یہ نہیں کریں گے ہم آپ کی بات پر یقین نہیں کریں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا۔

موسیٰ علیہ السلام نے تو خدا کو نہیں دیکھا (یہ تم غلط کہتے ہو اور سی طرح انہوں نے اللہ سے براہ راست

بلا واسطہ تو کلام نہیں کیا بلکہ از پس پردہ کلام ہوا تھا۔ اور یہ آیات نازل ہوئیں وَ مَا كَانُوا لِيُشِيرُوا
(قرطبی ص ۵۳ ج ۱۴)

تران آیات میں اقسام وحی کی تحقیق کرتے ہوئے یہود کی اس بات کا بھی رد کیا جا رہا ہے کہ حضرت موسیٰ
عیدہ السلام نے خدا کو دیکھا در بلا واسطہ کلام کیا تھا اور ارشاد فرمایا جا رہا ہے۔ وَ مَا كَانُوا لِيُشِيرُوا اور کسی بھی آدمی کے یہ
یہ ممکن نہیں ہے۔ کہ دنیا میں خدا تعالیٰ اس سے بلا واسطہ یا بالمشاذ اس کے رد و رد اس سے کلام کرے۔ مگر یا تو اشارہ
کے کہ باطنی طور سے بحالت بیدری بطریق الہام اس کے دل میں کسی چیز کا القا کر دے یا بحالت خوب سکون خواب
میں کوئی چیز دکھلا دے یا بتلا دے خواہ یہ القاء الفاظ کے ساتھ ہو یا صرف معنی کے ساتھ یا یہ کہ پردے کے پیچھے
کلام کرے کہ کلام تو سُنائی دے مگر مستحکم نظر نہ آتا ہو یا یہ کہ اللہ تعالیٰ کوئی قاصد بھیج دے فرشتوں میں سے کسی
فرشتے کو جو کسی آدمی کی شکل میں ظاہر ہو کر پھر وہ اللہ کی وحی پہنچا دے اس کے حکم سے وہ سوچا ہے عرض ہی تین
صورتیں ہیں جو خداوند عالم کی اپنے پیغمبر سے ہم کلامی کی ہو سکتی ہیں۔ ان تین صورتوں کے علاوہ اور کوئی شکل نہیں کہ دنیا
میں خدا تعالیٰ کسی بشر کے ساتھ اس شکل میں کلام کرے۔ بلکہ شک اللہ تعالیٰ نہایت ہی بلند مرتبہ والا بڑا ہی عظیم ہے
در جس طرح ہم نے در پیغمبروں کی طرف وحی بھیجی ہے اسی طرح ہم نے اپنے حکم سے سب کی طرف روح بدیت
یعنی قرآن کو بذریعہ وحی بھیجا وہ قرآن کریم جو قلوب کے واسطے روح ہے کہ جیسے بدن کی حیات بغیر روح کے ممکن
نہیں اسی طرح دلوں کی حیات و زندگی قرآن کریم ہے۔ اور یہ قرآن آپ کی نبوت کی واضح دلیل ہے اُنکے
کہ آپ تو اس قرآن کے نازل ہونے سے پہلے اُمی ہونے کی وجہ سے جانتے نہ تھے کہ کتاب کیا ہے اور نہ
یہ جانتے تھے کہ ایمان کیا ہے جس کی طرف اب آپ دنیا کو دعوت دے رہے ہیں لیکن ہم نے جانا ہے کہ
قرآن کو نور ہدایت جو آپ پر بذریعہ وحی نازل کیا گیا۔ جس کے ذریعے ہم راستہ دکھاتے ہیں اپنے بندوں میں سے جس
کو چاہتے ہیں جو تمام عالم کے واسطے نور ہدایت اور نور معین ہے کہ اس میں ذرہ برابر بھی شبہ نہیں کیا جاسکتا جیسے کہ آفتاب
عالم تاب کی روشنی میں کوئی بین آدمی ذرہ برابر شبہ نہیں کر سکتا۔ ظاہر ہے کہ ایسے نور معین کا منکرنا دینا ہی ہو سکتا ہے۔
بلکہ شک لے پیغمبر آپ اس نور ہدایت کے ذریعے مخلوق خدا کو سید راستہ کی طرف رہنمائی کرتے ہیں جو
اللہ خدا کا راستہ ہے جس کے واسطے ہر وہ چیز ہے جو آسمانوں میں ہے اور ہر وہ چیز جو زمین میں ہے وہ سب
کا خالق و مالک ہے آگاہ ہو جاؤ خدا ہی کی طرف طلائع کے تمام امور لوٹتے ہیں۔ اسی کے حکم سے ہر چیز ہوتی ہے
اور ہر امر کا فیصلہ اور عمل کا انجام بھی اسی کی طرف سے ہے۔ اہل ایمان و ہدایت اور نیکوں کو وہی جزا دے گا اور
جو لوگ راہ حق اور ہدایت سے برگشتہ ہوں گے ان کو سزا دے گا۔ اس سے مروری ہے کہ ہادی برحق کی اطاعت
کرد اور ان کے احکام کی پیروی کرو۔ اسی میں نجات و کامیابی ہے۔

وحی کا مفہوم

امام غنیم نے مفردات میں لفظ وحی کا مفہوم بیان کرتے ہوئے فرمایا اشارة سر یعتنی حفصة

یعنی پوشیدہ اور مخفی طور سے ایک سرح اشارہ اور رمز۔ لفظ خفیہ سے تو ظاہر کیا کہ وحی الہی کا تحقق نہ ہری حواس کے ادراک اور احساس سے نہیں یہ باطنی درکات اور شعور سے تعلق رکھنے والا امر ہے۔ وہ عطف سرایت کی دولت یہ بتا رہی ہے کہ وہ یک آن میں عرش الہی سے تلب پیغمبر پرورد ہو جاتی ہے اور فی خفیہ کا ہی یہ نتیجہ تھا کہ مجلس میں حضرت صی بہ موجود ہوتے اور نزل وحی ہو جاتا اس طرح کہ کسی کو کوئی خبر بھی نہ لگتی۔ اکثر ایسا ہی ہوتا تھا۔ اگرچہ بعض اوقات اللہ کا فرشتہ نظروں کے سامنے محسوس ہوتا اور وہ کوئی کلام کرتا تو دوسرے بھی اس کو سنتے جیسے کہ حدیث ایمان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں جبریل امین کا زور د شخص کی شکل میں آنا اور ان کے سوالات کا قصہ مذکور ہے۔

لفظ وحی اگرچہ اپنے مشتقات کے استعمال اور اصل وضع کے لحاظ سے عموم رکھتا ہے اور غیر انبیاء کے واسطے بھی استعمال کیا گیا۔ مثلاً وَ اَنْحَسْنَا اِلَیْ اُمَمٍ مُّوَسَّیْ اَنْ اَرْضِیْ عِیْنِیْ بَلْکَ اِنْسَانًا کَ سَوَاکَ کے لیے بھی استعمال ہوا مثلاً وَ اَوْحِیْ رَبُّنَا اِلَیْ اَنْحَلِ حَتّٰی کَرِیْطِیْنِ کے بارے میں بھی فرمایا گیا اِنَّ الشَّیْطَانَ طِیْنٌ لَّیْزٌ حُوْنٌ اِلَیْ اَوْ اَلِیْہِمْ اور یٰوَحِّیْ بَعْضُہُمْ اِلَیْ بَعْضٍ بَلٰی اَصْطِلَاحِ شَرِیْعَتِ کی رو سے وحی نبیاء کے ساتھ مختص ہے۔ وحی صرف کسی کلام یا پیغام اور امر خداوندی کا نام ہوگا جو بارگاہ خداوندی سے اس پیغمبر کو دیا جائے۔ اس لحاظ سے وحی کا مفہوم الہام اور انشاء بانی وغیبی سے متنازع جدا ہوگا۔

حقیقت نبوت اور وحی

حق تعالیٰ نے انسان میں دو قوتیں ودیعت رکھی ہیں۔ ایک قوت ملکیت و روحانیہ اور دوسری قوت جسمانیہ و جسمیہ جس طرح اطباء و حکماء کو قوت جسمیہ کے امراض کے علاج اور اس کی تربیت کے لیے پیدا فرمایا گیا اسی طرح حضرات انبیاء و صلحاء کو قوت روحانیہ کے علاج و تربیت کے لیے مبعوث فرمائے گئے۔ انبیاء علیہم السلام جو صورت جسمانیہ اور اپنے مادہ کے لحاظ سے اگرچہ بشر ہوتے ہیں لیکن اس بشریت کے باوجود ان کی بتری قوت قوت ملکیت کے تابع اور اس کی محکوم ہوتی ہے جیسے کہ ہمیشہ میں ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رشاد فرمایا کہ انسان کے ساتھ شیطان لگا ہوا ہے اور اس کو معصیت کی طرف بلاتا ہے اور اس پر آمادہ کرتا ہے۔ لیکن جو قرین مجھ پر مسلط کیا گیا ہے وہ میرا صلیح و مستفاد اور تابع ہے نہ یہ مفسد و مخالفین کہ وہ مجھ کو خیر کے سوا اور کسی چیز کا حکم نہیں کرتا۔ یہ حضرت کسی وقت بشریت سے منسلک ہو کر ملاء اعلیٰ میں پہنچ جاتے ہیں اور اس حالت میں ملاء اعلیٰ سے جو کچھ علوم و ہدایات ان پر انشاء فرمائی جاتی ہیں اسی کو وحی کہا جاتا ہے۔ ورس نسلانی حادث کے ختم ہو جانے کے بعد وہ علوم و ہدایات نے کہ بندگان خدا کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ اس میں کبھی یہ صورت ہوتی ہے کہ وحی کے وقت گھنٹہ کی س گونج سنائی دیتی ہے اور کبھی فرشتہ کی صورت نظر آتی ہے جو اسکی اصلی صورت ہو اور کبھی کسی بشر کی شکل میں منسلک ہو کر وہ سامنے آتا ہے اور وہ فرشتہ اللہ کا کلام پہنچا دیتا ہے اور یہ اخذ وحی نہایت ہی ندرت

الہام کی مختلف صورتیں ہیں کبھی ایسا ہوتا ہے کہ من جانب اللہ براہ راست قلب پر القاء ہوتا ہے اس کو علم لدنی کہتے ہیں، کما قال تعالیٰ شانہ وَعَلَّمَكَ مَا مَنَّكَ لَكَدْنَا عَلَّمَكَ مَا مَنَّكَ حِجَّةَ الْإِسْلَامِ امام غزالی قدس اللہ سرہ فرماتے ہیں۔

واعلم اللدنی هو انذی لا واسطة
فی حصولہ بین النفس و بین الباری
وانما هو كالنصوء من سراج الغیب
یقع علی قلب صاف فارغ لطیف
(کذا فی الرسالة اللدنیہ ص ۲۵)

علم لدنی وہ ہے کہ جس کے حصول میں نفس
اور حق تعالیٰ کے درمیان کوئی واسطہ نہ ہو۔
علم لدنی بمنزلہ روشنی کے ہے کہ سراج غیب
سے قلب صاف و شفاف پر واقع
ہوتا ہے۔

حضرت ہریرہ بسطامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ منکر ہیں علم لدنی سے یہ فرمایا کرتے تھے
قد اخذتم علمکم میتا عن
میت ونحن احذنا علمنا عن الحي الذي
لا يموت (کذا فی البیواقیۃ فی الجواهر ص ۹۱)

تم نے (خطاب بہ علماء ظاہر) علم میتا عن
میت حاصل کیا ہے اور ہم نے علم حی لا
یموت سے لیا ہے۔

اور کبھی ظاہر اعلیٰ اور ملک الہام کے توسط سے کوئی چیز قلب میں القاء کی جاتی ہے اس کو نقاد فی القلب
اور نفث فی الروح کہتے ہیں، ملک الہام قلب میں القاء کرتا ہے مگر نظر نہیں آتا۔

کما قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم
ان روح القدس نفث فی روعی
ثم نفس تستكمل ررقتها
(المحدث)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا روح القدس
یعنی جبریلؑ نے میرے قلب میں یہ ڈالا ہے کہ
کوئی نفس اس وقت تک ہرگز نہ مرے گا
جب تک کہ وہ اپنا رزق پورا نہ لے لے۔

وقال تعالیٰ اِذْ يُوحِي رُوحَنَا
إِلَى الْمَلِيكَةِ أَرْنَىٰ مَعَكُمْ فَتِیَّتُوا
الَّذِينَ آمَنُوا (سورۃ انفال)

جب کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں کی طرف وحی
بھیجتے تھے کہ میں تمہارے ساتھ ہوں سو تم
مسلمانوں کے دلوں کو، بت اور قائم رکھو۔

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد واعظ اعظم اذہ فی قلب کل مؤمن جیسا کہ امام احمد بن حنبل
اور امام ترمذی نے نو اس بن سمعان سے روایت کیا ہے اس واعظ اللہ سے یہی الہام الہی بواسطہ الملك
مراد ہے جیسا کہ حافظ ابن تیمیہ نے مدارج السالکین میں ذکر کیا ہے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ فرشتہ متشکل
بشر ہو کر شفاً اور عیاناً مخاطبت اور کلام کرتا ہے۔ کما قال تعالیٰ۔

وَإِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يَا مَرْيَمُ إِنَّ اللَّهَ
اصْطَفٰكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفٰكِ
عَلٰی نِسَاءِ الْعٰلَمِیْنَ۔

اور جس وقت کہ فرشتوں نے کہا کہ اے مریم
اللہ نے تجھ کو پسند کیا ہے اور تجھ کو پاک بنایا ہے
اور جہان کی عورتوں پر تجھ کو فضیلت دی۔

وَقَالَ تَعَالَى - إِذْ قَالَتِ الْمَلَائِكَةُ يَا مَرْيَمُ إِنَّكِ أَنْتِ مُبَشَّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِنْهُ اسْمُهُ الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِهًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ -

وَقَالَ تَعَالَى - وَادْعُ كُفْرًا فِي الْكِتَابِ مَرْيَمَ إِذِ اتَّيَدَتْ مِنْ أَهْلِهَا مَا كَانَ شَرْقًا فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُونِهِمْ حِجَابًا فَأَرْسَلْنَا إِلَيْهَا رُوحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا كَسِرَّ سَوِيًّا دَلَّتْ إِلَى الْغُودِ بِالرَّخِيصِ مِنْهُ إِنْ كُنْتَ تَقِيًّا قَانَ إِسْمًا أَنَا يُسُوْلُ رَيْلِكَ لَا هَبْ لَكَ عَلَامًا رَكِيًّا (سورۃ مریم)

.. :-

و قد کا ست الملائکۃ نخاصب
عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ
بالسلام فلما اکتوی تزلت
خطابہ فلما تزلت الکی عاد الیہ
خطاب ملکی۔

وقال ابو عمر کان ای عمران
بن حصین من فضلاء الصحابة
وفقها نهم يقول عنه اهل البصرة
انه كان يرى الحفظة وكانت تكلمه
حتى اکتوی (کدانی الامانہ ص ۳۵)

جب کہا فرشتوں نے کہ سے مریم اللہ تعالیٰ کو
بشارت دیتا ہے اپنے ایک حامی کلمہ کی جس
کا نام مسیح عیسیٰ بن مریم ہوگا جو دنیا و آخرت میں
صاحب وجہت ہوگا۔

اور ذکر کرد کتاب میں مریم کا جبکہ وہ شرقی
مکان میں پنہ و گول سے عیجہ ہوئیں پس
ایک پردہ بنایا۔ پس بھیجا ہم نے ان کے پاس
ایک فرشتہ جو آدمی کی شکل میں ان کے سامنے
ظاہر ہوا حضرت مریم بولیں کہ اللہ کی پناہ تجھ
سے کہ تو اللہ سے ڈرتا ہے کہا کہ جی ایں نیست
کہ میں تو ترے رب کا مرندہ ہوں اس لیے
آیا ہوں کہ تجھ کو لڑکا دے جاؤں۔

فرشتے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ
کو سلام کیا کرتے تھے مگر جب وہ داغ گولنے
لگے تو فرشتوں نے سلام چھوڑ دیا پس جب انہوں
نے داغ لینا چھوڑ دیا تو فرشتے پھر مخاطبت اور
سلام کرنے لگے۔

ابو عمر بن عبد البر فرماتے ہیں کہ عمران بن حصین
بڑے جلیل القدر تھے اور فقہاء صحابہ میں سے
تھے اہل بصرہ خود حضرت عمران سے ناقل ہیں
کہ وہ کراۓ کا تمہین کو دیکھا کرتے تھے۔ اور
ان سے باتیں کرتے تھے یہاں تک کہ داغ لینا۔

حجۃ الاسد مام غزالی قدس اللہ سرہ احیاء العلوم میں فرماتے ہیں کہ قلب کے دو دروازے ہیں۔
ایک عالم ملکوت اور علماء اعلیٰ کی طرف ہے اور دوسرا عالم شہادت کی طرف۔

ظاہری علوم اور معارف ظاہری باب یعنی حواس خمسہ ظاہرہ سے قلب میں داخل ہوتے ہیں۔
اور عالم ملکوت اور علماء اعلیٰ کے علوم باطنی دروازہ سے قلب میں آتے ہیں۔

وردی الحسن عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حسن نصیری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے

عہ مدارج السالکین ص ۲۵ ۱۴

علیہ وسلم العلم علمان
 فعلم باطن فی القلب مدلت
 العلم التافع و سئل بعض العلماء
 عن العلم لب ظ فقال هو سر
 من سرار اللہ تعالیٰ یقذفہ
 اللہ تعالیٰ فی قلوب احبائه لم
 یطلع علیہ ملکاً ولا بشر
 وقد قال صلی اللہ علیہ وسلم
 ان من اثنی محدثین ومعلمین
 ومکملین وان عمر منهم و
 قرأ من عباسی و ما اُرسلنا من
 قبلك من رسول ولا نبی ولا محدث
 والمحدث هو المؤمن والمعلم
 هو الذی نکشف له فی باطن
 قلبه من جهة الداخل لا من
 جهة المحسوسات الخارجة
 وکان الوبزید وغیره یقول
 لیس العالم الذی یحفظ
 من کتاب فاذا نسى ما حفظه
 صار جاهلاً نعم العالم الذی
 یاخذ علمه من ربہ ای وقت
 شاء بلا حفظ ولا درس وهذا هو
 العلم الربانی والیہ الاشارة
 بقوله نعلمنا کما من لدنا
 علمنا مع ان کل علم من لدنہ ولكن
 بعضها بواسطہ تعیم الخلق فلا یستوی ذلک
 علما لدنیاً واللذی الذی یفتح فی ستر
 القلب من غیر سبب مألوف من خارج کھ

روایت فرماتے ہیں کہ آنحضرت نے یہ ارشاد
 فرمایا کہ علم دو ہیں ایک ظاہری اور ایک باطنی
 اور آخرت میں علم باطن ہی نفع دیتا ہے۔ بعض
 علماء سے علم باطن کے متعلق دریافت کیا
 گیا تو یہ فرمایا کہ وہ ایک سر ہی ہے جس کو
 حق تعالیٰ اپنے محبوبین کے دلوں میں ڈالتے
 ہیں اور اس پر کسی فرشتہ اور بشر کو بھی مطلع
 نہیں فرماتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
 ارشاد فرمایا کہ میری امت میں سے محدث
 و معلم اور مکمل ہوں گے۔ اور عمر ان میں
 سے ہیں۔ اور ابن عباس کی قرات میں
 ہے۔ وَمَا أُرْسِلْنَا مِنْ قَبْلِكَ
 مِنْ رَسُولٍ وَلَا نَبِيٍّ وَلَا مُحَدِّثٍ
 اور محدث وہ طہم من الشہ ہے کہ جس کے باطن
 قلب میں ان حواس ظاہرہ کے علاوہ علوم و
 معارف کے یہ کوئی رستہ کھل گیا ہو۔ ابوزید
 رحمۃ اللہ علیہ یہ فرمایا کرتے تھے کہ وہ شخص
 عالم نہیں جو کسی کتاب کو یاد کرے، اس لیے کہ
 اگر وہ اس کو بھول جائے تو جاہل رہ جائیگا۔
 عالم حقیقہ وہ ہے کہ جو اپنے رب سے
 جس وقت چاہتا ہے علم حاصل کرتا ہو بغیر
 حفظ اور تدریس کے اور یہی علم ربانی ہے
 و رَعَلَمْنَا کَمَا مِنْ لَدُنَّا عَلَمْنَا مِنْ اسی
 طرف اشارہ ہے۔ اگرچہ ہر علم اللہ ہی کے پاس
 سے ہے مگر بعض علم تعیم حق کے واسطے سے
 حاصل ہوتا ہے اس کو علم لدنی نہیں کہتے۔ علم
 لدنی وہ ہے کہ جو بغیر کسی خارجی سبب کے خود بخود
 قلب میں من جانب اللہ آتا ہو۔

حجۃ الاسد مقدس سرہ یک اور مقام پر فرماتے ہیں کہ حوض میں پانی نہ آنے کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ نہر وغیرہ سے پانی لایا جاوے۔ دوسرے یہ کہ کسی حوض کو کھود کر اس کو آست سے صاف کر کے کسی میں کوئی چشمہ جاری کر دیا جائے اور یہ پانی بہ نسبت نہر کے پانی کے نہایت صاف اور شیریں و لذیذ ہوگا اسی طرح قصب بھی بمنزلہ حوض کے ہے تو کبھی علم اس میں حواس کی نہر کے لایا جاتا ہے اور کبھی بذریعہ علوت و عزلت، مچہدہ و ریاضت قلب کو کھود کر صاف کر دیا جاتا ہے۔ اس وقت خود اندروں قصب ہی سے علم کے چشمے جاری ہو جاتے ہیں اور تحصیل علوم میں حواس طاہرہ کی ضرورت بالکل باقی نہیں رہتی۔ حجۃ الاسلام رسالہ لدنیہ میں فرماتے ہیں۔ مگر اس باطنی باب کا افتتاح تحصیل علوم و اصلاح و تقویٰ اور ریاضت صادقہ اور مجاہدہ و کیرہ اور مراقبہ صحیحہ اور تفکر پر موقوف ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو علم پر عمل کرے اللہ تعالیٰ اس کو ان چیزوں کا علم عطا فرماتے ہیں جن کو وہ نہیں جانتا اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو چالیس روز خلاص کے ساتھ عبادت کرے اللہ تعالیٰ علم و حکمت کے چشمے اس کے قصب سے اس کی زبان پر جاری فرما دیتے ہیں۔ اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ایک گھڑی تفکر اور مراقبہ ساٹھ سال کی عبادت سے بہتر ہے۔ پس متفکر جب صحیح راستہ پر چلے تو وہ عند اللہ اولیاء باب میں سے ہو جاتا ہے اور عالم غیب سے ایک روزن اُس کے قلب میں کھل جاتا ہے اس وقت یہ شخص پورا عالم در عاقل اور ملہم اور مؤید من اللہ ہوتا ہے۔

كما قال النبي صلى الله عليه وسلم من عمل بما علم الله تعالى بعلمه وقال صلى الله عليه وسلم من حلس الله اربعين صباحا اضره الله تعالى يتا ببح الحكمة من قلبه على لسانه و قال النبي صلى الله عليه وسلم نمك ساعة خير من عمادة ستين سنة. فالتفكر ذا سلك سبل الصواب يصير من ذوى الالباب و تنفتح روزنه من عالم الغيب في قلبه يصير عالما كاملا عاقلا مهيما مؤيدا رساله لدنيه ص ۷۷

الہام انبیاء اور الہام اولیاء میں فرق

حافظ تور بشی رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ الہام انبیاء اور الہام اولیاء میں فرق ظاہر ہے انبیاء کا الہام قطعی ہوتا ہے جس طرح انبیاء کرم معصوم عن الخطاء ہوتے ہیں اسی طرح ان کا الہام بھی معصوم عن الخطا ہوتا ہے بخلاف الہام اولیاء کے کہ وہ عینی ہوتا ہے، اور خطا سے معصوم نہیں ہوتا اور یہ فرق ایسا ہی ہے عیاں۔ انبیاء اور اولیاء کے رویہ صالح میں۔ انبیاء کا رویہ صالح وحی ہوتا ہے اولیاء کا نہیں۔

امام ربانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے ایک مکتوب میں فرماتے ہیں۔

والہام کہ اولیاء راہست مقتبس از نوار اور اولیاء کا ہام انوار نبوت سے ماخوذ
ہوتی است و از برکات و فیوض متابعت ہوتا ہے اور انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام
انبیاء است علیہم الصلوٰۃ و التسلیات ہی کی متابعت کے فیض اور برکت سے ہوتا
(مکتوب ۲۳ جلد ۳ ص ۵۷) ہے۔ فافہم واستفہم۔

یعنی جس طرح مؤمنین کا ایمان اور ان کی دیگر صفات مثلاً زہد و ورع۔ قناعت و توکل۔ رضا و تسلیم
وغیرہ انبیاء کرام ہی کے ایمان اور صفات کا ایک عکس ہوتا ہے۔ مؤمنین کے ایمان و ران کے زہد
در ورع کو انبیاء کرام کے ایمان اور زہد و ورع سے کوئی نسبت نہیں ہوتی۔

اسی طرح اہام مؤمنین کو اہام بیاء سے کوئی نسبت نہیں ہوتی۔ ہام مؤمنین تو اہام انبیاء کا ایک
افی سا پرتو اور عکس ہوتا ہے۔ یہ کہاں اس کے ہمسر ہو سکتا ہے من الشری من الشریا۔

نیز ہام اولیاء فقط کسی بشارت یا تقسیم پر مشتمل ہوتا ہے۔ اور ہام انبیاء میں اسروہی و احکام الہیہ
جو بندوں کے متعلق ہوں وہ ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ انبیاء پر اپنے اہام کی تبلیغ واجب ہے اور اولیاء
پر نہیں بلکہ اس کا اخفاء ولی ہے۔ جب تک کوئی ضرورت شرعیہ و دینیہ دلی نہ ہو۔

دلی و ہام کی تحقیق و تفصیل میں حضرت والد محترم کا یہ کلام نہایت جامع اور اسرار و حکمت پر مشتمل
تھا جو بہینہ ناظرین کیا گیا۔ بحمد اللہ قد تم قفسیں سورۃ الشوریٰ جوہر السبب ۱۵ ص شہر
جمادی الثانیۃ ۱۴۱۸۔ والحمد علیٰ ذلک حمد اکشید اللہم وفقی لا تمام
ہذا التفسیر لمبارک و لیسرہ لی بفضلک یا ارحم الراحمین۔

ایاتہا ۱۹ = ۲۳ = سُورَةُ الزُّخْرُفِ مَكِّيَّةٌ = ۶۳ = رُكُوعَاتُهَا ۷

سورۃ زحرف کی ہے اور اس میں نو اسی آیتیں اور سات رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

ترجمہ اللہ کے نام سے، جو بڑا مہربان نہایت رحم والا۔

حَمْدٌ ۝ وَالْكِتَابِ الْمُبِينِ ۝ اِنَّا جَعَلْنَاهُ قُرْءَانًا عَرَبِيًّا

قسم ہے اس کتاب و نوح کی ۔ ہم نے رکھا اس کو قرآن عربی زبان کا،

عہ بحوالہ علم الکلام حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

تَعْلَمُ تَعْقِلُونَ ۳ وَإِنَّهُ فِي أُمِّ الْكِتَابِ لَدَيْنَا

شاید تم بوجھو اور یہ بڑی کتاب میں ہم پاس ہے۔

لَعَلَّ حَكِيمٌ ۴ أَفَنَضْرِبُ عَنْكُمُ الذِّكْرَ صَفْحًا أَنْ

اوسکا حکم کیا بھر دیں گے ہم تمہاری طرف سے یہ سمجھتی ہوڑ کر

كُنْتُمْ قَوْمًا مُّسْرِفِينَ ۵ وَكَمْ أَرْسَلْنَا مِنْ نَّبِيِّ فِي

اس سے کہ تم ہو لوگ جو حد پر نہیں رہتے۔ اور بہت بھیجے ہیں ہم نے نبی

الْأَوَّلِينَ ۶ وَمَا يَأْتِيهِمْ مِنْ نَّبِيِّ إِلَّا كَانُوا بِهِ

بہلوں میں۔ اور نہیں آتا لوگوں کو کوئی پیغام لانے والا، جس سے

يَسْتَهْزِءُونَ ۷ فَأَهْلَكْنَا أَشَدَّ مِنْهُمْ بَطْشًا وَمَضَىٰ

ٹھٹھا نہیں کرتے۔ پھر کھپا دیئے ہم نے ان سے سخت زور داسے، اور چلی آئی

مَثَلُ الْأَوَّلِينَ ۸ وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ

ہے حقیقت پہلوں کی۔ اور اگر تو ان سے پوچھے کس نے بنائے آسمان

وَالْأَرْضِ لَيَقُولُنَّ خَلَقَهُنَّ الْعَزِيزُ الْعَلِيمُ ۹ الَّذِي

اور زمین؟ تو کہیں بنائے اس زبردست جبردار نے۔ وہی ہے

جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ مَهْدًا وَجَعَلَ لَكُمْ فِيهَا سُبُلًا

جس نے بنا دی تم کو زمین بھونا، اور رکھ دی تم کو س میں راہیں

تَعْلَمُ تَهْتَدُونَ ۱۰ وَالَّذِي نَزَّلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً

شاید تم رہ پاؤ۔ اور جس نے اتارا آسمان سے پانی

بِقَدَرٍ فَأَنْشَرْنَا بِهِ بَلْدَةً مَيِّتًا ۱۱ كَذٰلِكَ نُخْرِجُونَ ۱۲

اپ سزا پھر اُٹھارا ہم نے اس سے ایک دیس مردہ۔ اسی طرح تم کو نکالیں گے۔ اور

الَّذِي خَلَقَ الْأَمْزَاجَ كُلَّهَا وَجَعَلَ لَكُمْ مِنَ الْفُلْكِ

جس نے بنائے سب چیز کے جوڑے، اور بنا دیئے تم کو چوپائے اور کشتی،

وَالْأَنْعَامِ مَا تَرْكَبُونَ ﴿١٢﴾ لِيَسْتَوُوا عَلَى ظُهُورِهِ ثُمَّ

حس پر سوار ہوتے ہو۔ تاکہ چڑھ بیٹھ اس کی پیٹھ پر، پھر

تَذْكُرُوا نِعْمَةَ رَبِّكُمْ إِذَا اسْتَوَيْتُمْ عَلَيْهِ وَتَقُولُوا

یاد کرو اپنے رب کا حسان، جب بیٹھ چکو اس پر، اور کہو

سُبْحَانَ الَّذِي سَخَّرْنَا هَذَا وَمَا كُنَّا لَهُ مُقْرِنِينَ ﴿١٣﴾

پاک ذات ہے وہ جس نے جس میں دیا ہمارے یہ اوجھن تھے اس کے مقابل ہونیوالے۔

وَإِنَّا إِلَىٰ رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُونَ ﴿١٤﴾ وَجَعَلُوا لَهُ مِنْ عِبَادِهِ

اور ہم کو اپنے رب کی طرف بھر جانا ہے۔ اور ٹھہرائی ہے نہوں نے اسکو اور اس کے

جُزْءًا إِنَّ الْإِنْسَانَ لَكَفُورٌ مُّبِينٌ ﴿١٥﴾

بندوں سے۔ تحقیق انسان بڑا ناشکر ہے صریح۔

سورۃ زخرف بھی کئی سورتوں میں ہے۔ اور کئی آیات و سورتوں کی طرح اس کے مضامین بھی باہموم توحید و رسالت کے دلائل پر مشتمل ہیں۔ اور شرک کی دلائل عقل و فطرت سے تردید کی گئی۔ اس کی نوسنی آیات اور سات رکوع ہیں۔

گزشتہ سورۃ شوریٰ کی ابتدا اثبات وحی سے تھی اور یہاں اس کی انتہا بھی ہوئی کہ رسالت و نبوت کو ثابت کرتے ہوئے وحی الہی کی قسموں کی تحقیق و تفصیل بیان فرمائی گئی۔ اب اس سورت کی ابتدا سورۃ سابقہ کی نہایت کے ساتھ مربوط ہے کہ ابتدا سورت میں کتاب الہی کی عظمت بیان کی جا رہی ہے کہ وہ کتاب مبین ہے اور قرآن کریم کلام عربی ہے جس کے عربی ہونے کی وجہ سے، بل عرب اس کے عجاظ و حقیقت کو بخوبی سمجھ سکتے ہیں۔ اور اس طرح ان کو قرآن کریم پر ایمان لانے اور اس کو کلام الہی ماننے میں کوئی تاثر نہ ہونا چاہیے۔

بیان عظمت و حقانیت کلام ربّانی و وعید بر روش مجرّمین و ملحدین

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى خَمَّ وَ الْكِتَابِ الْعَبِيِّ ... اَلْاِنْشَانِ لَكْفُوْرٌ مُّبِيْنٌ ۝
 ربط: گذشتہ سورۃ کا اختتامی مضمون وحی الہی کی تحقیق اور نزول وحی کی صورتوں پر تھا۔ اب اس سورت کی ابتداء وحی الہی اور کتاب ربّانی کی عظمت اور اوصاف عالیہ کے بیان سے کی جا رہی ہے۔ فرمایا

خَمَّ خدا تعالیٰ ہی اس کی سر د خوب جانتا ہے۔ قسم ہے اس کتاب کی جو واضح ہے جس کی روشنی اور وضاحت جہل اور گمراہوں کی تاریکی بھی دور کرنے والی ہے۔ جس کتاب کو بنایا ہے ہم نے قرآن عربی امید ہے کہ اسے مخاطبہ اہم اس کے عربی زبان میں ہونے کی وجہ سے سمجھ کر وہ حق ہے ورنہ کی طرف سے ایک جامع کتاب ہدایت ہے اور بیشک یہ قرآن عربی لوح محفوظ میں ہمارے پاس ہمیشہ سے ہے جو نہایت ہی بلند پایہ بڑا ہی مستحکم اور محفوظ حکمتوں سے بریز رہا ہے کیا پھر تم سے ہم اعراض کر لیں ذکر و نصیحت کرنے سے اس بنا پر کہ تم سے گزر جانے والے ہو کہ ہم تمہیں نہ نصیحت کریں۔ اور نہ تمہاری برائیوں پر تنبیہ و وعید نازل کریں۔ نہیں ایسا نہیں ہوگا بلکہ ہم زجر و تنبیہ بھی کریں گے۔ وعظ و نصیحت بھی کریں گے خواہ تم حد سے تجاوز کرنے والے ہو اور یہ بات تمہاری اے کفار مکہ آج کوئی نئی بات نہیں بلکہ یہ دستور تو پورے زمانوں سے چلا آ رہا ہے۔ اور ہم نے کتنے ہی رسول بھیجے یہی قوموں میں وہ اللہ کا پیغام لے کر ان قوموں میں مبعوث ہوتے رہے۔ اور نہ تا ان کے پاس کوئی بھی رسول اللہ کے رسولوں میں سے مگر یہ کہ وہ اس کے ساتھ مذاق کرتے۔ تو کسی کے مذاق و تمسخر سے اللہ ربّ العزت اپنی ہدایت کے نزول کو نہیں روکتا۔ پھر ہم نے ہلاک کر ڈالا ان میں سے سخت زور والوں کو بھی۔ اور چلی آئی ہے یہ مثال اور ایک عبرت ناک تابہ رخ پہلے لوگوں کی۔ اللہ ربّ العزت کے رسول کے مسکین و کمزورین کے یہ عبرت ناک واقعات حق تعالیٰ کی قدرت و وہیت اور عظمت کی کھلی ستائیاں ہیں۔ ان کو دیکھ کر کوئی بھی خدا کی قدرت و خالقیت کا انکار نہیں کر سکتا۔ اور یہ منکرین بھی اگرچہ اپنی زمانوں سے انکار کرتے ہوں لیکن ان کے دل اقرار کرتے ہیں۔ چنانچہ اگر تم ان سے سوال کرو کہ کس نے آسمانوں و زمین کو پیدا کیا ضرور یہی کہیں گے کہ اس پروردگار نے جو بڑی ہی عزت، فہر دست علم والا ہے۔ کیونکہ ہر مخلوق اپنے خالق کی عظمت بھی بتا رہی ہے۔ اور اس کے علم و حکمت کی بھی واضح دلیل ہے۔ وہی پروردگار جس نے اے انسانو! زمین کو تمہارے واسطے بکھونا بنایا۔ اور بنائے اس زمین میں تمہارے واسطے راستے تاکہ تم اپنے منافع اور حوش کے لیے ایک جگہ سے دوسری جگہ راستہ پاسکو در سہولت سے سفر کر سکو اور وہ پروردگار ایسا مہربان

اے مستحکم و مضبوط اور حکمتوں سے لبریز کائنات اس بات کی طرف مت رہ ہے کہ لفظ حکیم اس جگہ دونوں معنی پر مشتمل ہے۔

ہے جس نے آسمان سے پانی اتارا اندازے کے مطابق کہ جہاں قننا پانی چاہا برسا یا۔ پھر اس پانی کے ذریعہ شاداب کر دیا ایک مرد دھگکہ کو جو بے آب و گیاہ بخر علاقہ تھا پانی نے برس کر اس کو سرسبز و شاداب بنا دیا تو جھڑن مردہ زمین سے سبزہ اور غنہ اُگ رہا ہے اور مردہ زمین کی تہوں کے اندر سے نباتات اور سبزے نمودار ہو رہے ہیں زمین کی تہ میں دبے ہوئے تخم اور دانے زمین میں مل جانے اور مٹی مٹی ہو چکنے کے بعد پھر ہی طرح نباتات و سبزہ کی شکل میں رونما ہو رہے ہیں جو پیسے موجود تھے تو اسی طرح لے لوگو۔ تم بھی اپنی قبروں سے نکالے جاؤ گے اگرچہ تم زمین میں دفن ہونے کے بعد زمین کے اجزائے مختلفہ ساتھ ساتھ طوطا ہو جاؤ ریزہ ریزہ ہو جاؤ۔ لیکن پھر تیار نکلن اور ٹھہرا ہر تخم سے دوبارہ درخت اور سبزہ کے نمودار ہونے کی طرح ہو گا اور وہ پروردگار جس نے جوڑے بنائے ہر چیز کے مثلاً مردہ وہ یک دہد اچھا بڑا سیاہ سفید خشک و تر، گرم و سرد اور نافع و مضر، دریا دیا کشتیوں در چوپایوں کو ایسا کہ تم ان پر سو رہو تھے ہو۔ اور ان پر تم بردبحر کا سفر کرتے ہو اور کشتیوں اور خاں خاں کو اس طرح بنایا ہے کہ تم ان کشتیوں اور جہازوں کی پشت پر برابر جم کر بیٹھ سکو پھر تم اپنے رب کی نعمت کو یاد کیا کرو جب تم ان پر سوار ہوا کرو اور کہا کرو اپنے پروردگار کی نعمت کا شکر ادا کرتے ہوئے۔ پاکی ہے اس ذات کی جس نے سحر و تباہ کر دیا۔ ہمارے وسطے اس کو اور ہم نوٹ تھے ایسے کہ اس کو قبول لانے والے ہوتے۔ ظاہر ہے کہ یہ طاقتور حیوان درودہ تمام شعیب جو کائنات کی طاقتوں کو پانی و درگ کی قوتوں سے چلتی ہوں اسان ضعیف کیا مجال تھی ان کو اپنے قابو میں لاسکتا۔ ورنہ انسانو! تم اپنے اس دیوی مفر کے وقت اصل منزل کی طرف دایسی کا تصور کرتے ہوئے یہ سوچا کرو کہ دنیا کی یہ زندگی بھی یک سفر ہے و اس سفر سے اصل حقیقی منزل کی طرف ہی لوٹ ہے اور کہا کرو۔ بے شک ہم تم اپنے رب ہی کی طرف یقیناً دایسے ہوئے داسے ہیں۔ یہ دال قدرت

لے چنانچہ کتاب الاذکار والا دعیہ میں یہ حدیث ہے کہ آنحضرتؐ نے سفر شروع کرتے وقت سوری پر سو رہونے کے بعد یہ کلمات دعائیہ پڑھنے کی ہدایت فرمائی۔ عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم جب سواری پر سوار ہوتے تو تین بار تکبیر فرماتے اور تین بار سبحان اللہ فرماتے اور ایک بار لا اِلهَ اِلَّا اللہ اور ایک روایت میں ہے کہ لا اِلهَ اِلَّا اللہ بھی تین بار فرماتے اور پھر یہ بیت مبارکہ سُبْحَانَ الَّذِي سَخَّرَ لَنَا ہمتے۔ اس کے بعد یہ کلمات فرماتے اَللّٰھُمَّ فِی اسْئَلَاتِ فِی سَفَرِیْ هَذَا مِنَ الْجِبْرِ وَالْتَقْوِیْ وَ مِنْ الْعَمَلِ الْحَسَنِ وَ تَرْخِیْ اَللّٰھُمَّ هَوِّنْ عَلَیَّ السَّفَرَ وَ اَطْوِلْ لَیَّ الْبَعْدِ ثُمَّ قَرَأَتْ اَصْحَابُ فِی السَّفَرِ وَ خَلِیْفَةُ فِی الْاَصْلِ اَللّٰھُمَّ اَصْحِبْ فِی سَفَرِیْ هَذَا وَ غَسْبَ فِی اَهْلَانَا یعنی اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اپنے سفر میں نیکی اور تقویٰ کا اور عمل میں سے ایسے عمل کا جو تجھے پسند ہو لے اللہ ہم پر یہ سفر آسان کر اور اس کے بعد کو تو پیٹ دے مختصر کر دے۔ اے اللہ تو ہی ساتھی ہے ہمارے سفر میں اور خلیفہ ہے ہمارے بل میں لے اللہ تو ہمارے ساتھی ہے ہمارے سفر میں۔ و خلیفہ و نگران رہے ہمارے بل میں۔ ۱۲

اور ان بات منظرہ بد شہ اس بات کا موجب تھے کہ لوگ اللہ کی خالقیت در میں کی وحدانیت کو پہچانتے در اس پر ایمان ماتے لیکن افسوس بہت سے انسانوں نے، پنی بدنصیبی اور محرومی کا ثبوت دیا، در اللہ کے نے اس کے بندوں میں سے ہی اولاد کو ٹھہرایا۔ جیسے نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ بن مریم کو خدا کا بیٹا قرار دیا۔ جو صریح شرک ہے۔ در حق تعالیٰ کی الہیت و وحدانیت کا انکار ہے۔ نے شک انسان بڑا ہی حکم کھدنا شکر در نافرمان ہے سب نے اس کے کہ حق تعالیٰ کی نعمتوں کو پہچن کر اس کا شاکر و مطیع ہونا اس نے نافرمانی و گستاخی کا طریقہ اختیار کیا کہ اللہ کے واسطے او را تسبیح و تہلیل۔

نصاری نے تو ایک بیٹا تجویز کیا تھا مشرکین مکہ نے مزید یہ ظلم کیا کہ بیٹیاں تجویز کر دیں۔ جب کہ خود ان لوگوں کو بیٹیوں سے عار معلوم ہوتا ہے۔ اولاد چونکہ باپ کے وجود کا ایک جز ہوتا ہے تو خداوند عام کے لیے تجویز اولاد کو اس عنوان سے تعبیر کیا کہ رَحْمَتُكَ اَسَدٌ وَعَبْدُكَ رِجْسٌ اور ظاہر ہے یہ عقیدہ اس امر کو موجب ہے کہ خداوند عام کو ایک مرکب شئی تصور کیا گیا۔ اور مرکب چیز ملائمہ حادث ہوتی ہے۔ تو اس طرح تجویز اولاد اس امر کو مستلزم ہوئی کہ خداوند عالم کی خالقیت و قدرت ہی کا انکار ہے۔ پھر یہ کہ ولاد اور باپ میں یقیناً مشابہت اور مجانست ہوتی ہے۔ دونوں ایک جنس کے نہ ہوں تو والد و مولود کیونکر ہو سکتے ہیں۔ تو اس طرح خدا کے واسطے مثال اور بظاہر بھی گویا تجویز کر دیئے۔ جو اس کی شان صمدیت کے منافی ہے پھر یہ بھی ہے کہ اولاد کا رشتہ عالم کائنات میں ایک طرح کی احتیاج پر مشتمل ہے تو اولاد کی تجویز خداوند عام کے محتاج ہونے کو ثابت کرنے والی ہے جو کسی طرح بھی ممکن تصویر نہیں۔ تو پھر کیونکر اس لغو اور محققانہ عقیدہ خدا کے لیے اختیار کیا جاتا ہے تو اس سے بڑھ کر انسان کی ناشکری اور نافرمانی کی کیسا دلیل ہو سکتی ہے۔

أَمِ اتَّخَذَ مِنَّا يَخْلُقُ بَنَاتٍ وَأَصْفَكُمْ بِالْبَنِينَ ۝١٦

کیا رکھ لیں۔ یعنی ہیدائش میں سے بیٹیاں؛ اور تم کو دیئے چُن کر بیٹے۔

وَإِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُمْ بِمَا ضَرَبَ لِلرَّحْمَنِ مَثَلًا ظَلَّ

اور جب ان میں کسی کو خوشخبری ملے اس چیز کی ، جو رخصت پر نام دھرا ، سارے دن رہے

وَجْهَهُ مُسْوَدًّا ۖ وَهُوَ كَظِيمٌ ﴿١٤﴾ أَوْ مَنْ

اس کا منہ سیہ ، اور وہ دل میں گھٹ رہا۔ وریا شخص

يُنشَوْنَ فِي الْحَلِيَّةِ وَهُوَ فِي الْخَصَامِ

کہتا ہے کہ میں ، در حلقے میں ہست

غَيْرُ مُبِينٍ ⑤ وَجَعَلُوا الْمَلَائِكَةَ الَّذِينَ هُمْ عِبْدُ

مذکورہ کے ۔ اور ٹھہرایا فرشتوں کو جو بندے ہیں

الرَّحْمَنِ إِنَّا ثَا طُ أَشْهَدُ وَآخِلَقَهُمْ طُ سَكْتُبُ شَهَادَتَهُمْ

رحمن کے عورت ۔ کیا دیکھتے تھے ان کا بننا ؟ اب کچھ رکھیں گے اکی گواہی ۔

وَيَسْأَلُونَ ⑥ وَقَالُوا لَوْ شَاءَ الرَّحْمَنُ مَا عَبَدْنَاهُمْ طُ

اور ان سے پوچھ ہوگی ۔ اور کہتے ہیں اگر چاہتا رحمن ، ہم نہ پوجتے ان کو ۔

مَا لَهُمْ بِذَلِكَ مِنْ عِلْمٍ إِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ ⑦ طُ

کچھ خبر نہیں ان کو اس کی ۔ یہ سب انگلیں ددڑاتے ہیں ۔

أَمْ آتَيْنَاهُمْ كِتَابًا مِنْ قَبْلِهِ فَهُمْ بِهِ مُسْتَمْسِكُونَ ⑧ طُ

کیا ہم نے کوئی کتاب دی ہے ان کو اس سے پہلے ؟ سو یہ س ہر مضبوط ہیں ۔

بَلْ قَالُوا إِنَّا وَجَدْنَا آبَاءَنَا عَلَىٰ أُمَّةٍ وَإِنَّا عَلَىٰ

بلکہ کہتے ہیں ہم نے پائے اپنے باپ دادے ایک راہ پر اور ہم بھی کے

آثَرِهِمْ مُهْتَدُونَ ⑨ وَكَذَلِكَ مَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ

قدموں پر ہمیں رہ پائے ۔ اور اسی طرح جو بھیجا ہم نے تجھ سے پہلے

فِي قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيرٍ إِلَّا قَالَ مُتْرَفُوهَا إِنَّا وَجَدْنَا

ڈر سمسے والا کسی گاؤں میں ، سو کہنے لگے وہاں کے سودہ لوگ ، ہم نے پائے

آبَاءَنَا عَلَىٰ أُمَّةٍ وَإِنَّا عَلَىٰ آثَرِهِمْ مُّقْتَدُونَ ⑩ طُ

اپنے باپ دادے ایک راہ پر اور ہم انہی کے قدموں پر چلتے ہیں ۔ وہ لو ،

أَوْ لَوْ جِئْتُمْ بِآهْدَىٰ مِمَّا وَجَدْتُمْ عَلَيْهِ آبَاءَكُمْ طُ

اور جو میں لادوں تم کو اس سے زیادہ سوجھ کی راہ جس پر تم نے پائے اپنے باپ دادے ،

قَالُوا إِنَّا بِمَا أُرْسِلْتُمْ بِهِ كُفْرُونَ ﴿۲۴﴾ فَأَنْتَقِمْنَا مِنْهُمْ

تو ہمیں کہنے لگے ہم کو تمہارے ہاتھ بھیجا نہ ماننا ۔ پھر ہم سے ان سے بدلہ لیا۔

فَأَنْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِينَ ﴿۲۵﴾

سو دیکھ آخر کیس ہوا جھٹلانے والوں کا ؟

تفصیح و تزیین بر عناد و مخالفت مشرکین انکار از قبول حق

قال الله تعالى: أَمِ اتَّخَذَ صِمْتًا بَلَدًا... الخ... كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِينَ۔
 ربط لگہ شدہ آیت میں وحی نبی اور کافر ربانی کی عظمت اور حقانیت کے بیان کے ساتھ تمہیں د
 محمد بن کی غلط روش اور یہودہ خصلتوں پر وعید تھی اب ان آیت میں مشرکین کا عناد اور ان کی منیت کا
 بیان ہے اور یہ کہ ان کی منکرانہ روش کس قدر گستاخانہ ہے کہ خدا کے واسطے دل تو دل سمجھ کر رہے ہیں
 اور پھر یہ کہ اس سلسلہ میں جیٹیاں خدا کے لیے سمجھ کر رہے ہیں حاکمانہ یہ لوگ خود اپنے پیچھے کے تصور کو انتہائی
 عار اور اس کی خبر دی جائے تو عہد اور غم میں انکا مسہ کا ما ہو جاتا ہے اسی کے ساتھ یہ بھی ذکر دیا جا رہا ہے کہ
 قبول حق سے انکا بعض عصبیت کی وجہ سے بے کہ وہ اپنے آپاؤ اجداد کے طریقہ کو چھوڑنا گوارا نہیں کرتے تو
 ارشاد فرمایا کیا اس پر درد گار نے خیار کر لیا ہے۔ اپنی منقولات میں سے اپنے واسطے سیول کو اور تم کو منتخب و
 مخصوص کر دیا میثوں کے ساتھ کہ تم اپنے واسطے تو بیٹیاں گوارا نہ کرو اور خدا کے واسطے ان کو سمجھ کر دیا تاکہ جب
 کہیں بھی ان میں سے کسی کو بٹ رست سنائی جائے اس چیز کی جس کو نبیوں نے رحمن کے واسطے نمونہ بنا رکھا ہے
 تو غصہ کے مار سے اس کا منہ سیاہ ہو جاتا ہے دن بھر اور رات یہ ہے کہ وہ دل میں گھٹ رہا ہے اور بیچ و تاب
 کھانا ہے یہ تو عجیب الحقائق فیصلہ اور مفحکہ خیز تصور ہے تو کیا وہ بڑی جو پرورش پاتی ہے ازب و زینت
 زیوریں اور وہ جو خصوصیت میں اپنے مدعا کو بھی ظاہر کرنے والی نہیں ہے۔ وہ اس قابل ہے کہ اس کو خدا کی
 اولاد و اس کا نمونہ قرار دیا جائے ظاہر ہے کہ زیبائش و آرائش میں نشوونما یا جسمانی ضعف اور قوائے
 بدنہ کے نقصات کی علامت ہے کیونکہ جسمانی زیب و زینت اور آرائش انسان کی عملی صلاحیتوں کو
 ناقص بنانے والی ہے وہ اپنے مدعی کو ظاہر و ثابت نہ کر سکتا یہ تو نئے فکر یہ اور عقل کی کمزوری کی علامت
 ہے۔ چنانچہ یہ کمزوری عورتوں میں واضح طور پر پائی جاتی ہے گویا بات طویل کریں گی سکس نہ تو اپنے مقصد کو مدنی
 کر سکیں گی اور نہ مخالف کی بات کا معقول جواب اور رد کر سکیں گی۔ اور ٹھہر یا نبیوں نے درشتوں کو جو
 اللہ رحمت کے مد سے ہیں عورتیں کس قدر غلط و رجحان سے ہے کہ خدا کے درشتوں کو خدا کی بیٹیاں قرار دیا جائے۔

کیا یہ لوگ موجود تھے ان کی تخلیق کے وقت۔ اب ہم کھڑے رہیں گے اس کی گواہی اور ان سے باز پرس کی جائیگی۔ کہ تم نے اولاً تو خدا کی داد تجویز کی اور پھر فرشتوں کو مؤنثوں کی صف میں سے جا کر کھڑا کر دیا ہے حالانکہ وہ نہ جس مذکر ہیں اور نہ مؤنث۔ درجہ چھ جانے گا کہ تمہاری اس بات کی کیا دلیل ہے بجائے اس کے کہ اسنی اک اطفالہ اور یہودہ بات پر شرمندہ ہوتے اور یہ کہنے لگے گر لہ چاہتا تو ہم ان بتوں کی عبادت نہ کرتے جب نہ ہر چیز پر قادر ہے اور ہر بات جانتا ہی ہے تو اس نے ہماری یہ بات جلنے کے باوجود جب ہم کو ہمیں روکا تو معلوم ہوا کہ ہمارا یہ سب عمل اس کی مرضی سے ہے۔ درجہ چھ ہے۔ حالانکہ ان کو اس کی کچھ بھی خبر نہیں کہ اس چیز کی وجہ سے سان کے اپنے اختیار و ارادہ سے کہے ہوئے کام اچھے نہیں ہو سکتے۔ غیر و شریک اللہ کے دادہ اور قدرت سے ہے لیکن انسان اپنے اعمال و افعال کا ذمہ دار ہے۔ گران کا یہ فلسفہ درست قرار دے لیا جائے تو ہر ظالم و غوٹوار اپنے ہر عمل کے درست ہونے کے واسطے یہی استدلال پیش کرنے لگے گا کہ جب خدا نے مجھے اس کام سے نہیں روکا تو معلوم ہوا کہ یہ کام اچھا ہے اور ظاہر ہے کہ دنیا کا کوئی صاحب عقل اس فلسفہ کو تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں ہو سکتا۔ یہ تو سب اسکل اور تخمین کی باتیں کرتے ہیں۔ خود انہوں نے اپنی طرف سے کھڑے رکھی ہیں کیا ہم نے ان کو کوئی کتاب دے رکھی ہے اس سے پہلے وہ اس کو مضبوطی سے پکڑے ہوئے ہیں کوئی نوشتہ پیغام یا دلیل عقلی تو کیا ہوتی بلکہ وہ تو یہ کہنے لگتے ہیں جنگ ہم نے پایا ہے اپنے باپ دادوں کو ایک طریقہ پر اور ہم انہی کے نشانات قدم سے رہ پاتے ہیں اور جس طرح یہ منکرین و منکرین اپنے باپ دادوں کی اتباع کرتے ہوئے اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال رہے ہیں۔ اسی طرح یہ کہے کہ حسب بھی ہم نے آپ سے پہلے کسی کو روکنا کہ بھیجا اللہ کے عذاب سے ڈرانے والا کسی بستی میں تو وہاں کے عیش پرستوں نے یہی کیا کہ ہم نے تو پایا ہے اپنے باپ دادوں کو ایک طریقہ پر اور ہم تو بس انہی کے قدموں پر چلتے ہیں۔

اللہ کا وہ پیغمبر ہمیشہ ان منکرین کی بات پر بولتا تو کیا اگر میں تمہارے پاس اس سے زیادہ ہدایت کی چیز ہے آؤں۔ جس پر تم نے اپنے باپ دادوں کو پایا ہے۔ تو بھی تم میرا انکار کر دو گے اور اس بے دلیل اور عقل و فطرت کے خلاف بات کے مقابلہ میں رشد و ہدایت کی یہ معقول بات نہیں مانو گے تو انہوں نے بس یہی جواب دیا ہم تو اس چیز کا انکار کرنے میں جو تم دے کر بھیجے گئے ہو تو ہم نے اس بات پر اس سے انتقام لیا۔ درجہ چھ ہے کہ ایسی گستاخیاں کب تک برداشت کی جاسکتی ہیں۔ سوائے مخاطب تو دیکھو کیسا ہوتا ہے ابھام اللہ کے رسولوں کو جھٹلنے والوں کا درمذہب و منکرین یعنی قوم عاد و ثمود وغیرہ کے واقعات تاریخ عام ہو چکے ہیں ان کو ہر شخص با لخصوص اہل عرب خوب جانتے ہیں تو ان عبرت ناک واقعات سے تنویر یہ کہا۔ قریش عبرت حاصل کر سکتے ہیں۔



وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ إِنَّنِي بَرَاءٌ مِّمَّا

اور جب کہا : ابراہیم نے اپنے باپ کو اور اس کی قوم کو میں الگ ہوں ان

تَعْبُدُونَ ۚ إِلَّا الَّذِي فَطَرَنِي فَإِنَّهُ سَيَهْدِينِ ۚ وَجَعَلَهَا

پہنچا دے جنکو پوجتے ہو۔ مگر جس نے مجھ کو بنایا ، سو وہ مجھ کو راہ دے گا ۔ اور یہی بات پیچھے

كَلِمَةً بَاقِيَةً فِي عَقِبِهِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ۚ بَلْ مَتَّعْتُ هَؤُلَاءِ

چھوڑ گیا اپنی اولاد میں ، شاید وہ رجوع رہیں ۔ کوئی نہیں پرہیز کرنے والے

وَأَبَاءَهُمْ حَتَّىٰ جَاءَهُمُ الْحَقُّ وَرَسُولٌ مُّبِينٌ ۚ وَ

دیا انکو اور ان کے باپ دادوں کو یہاں تک کہ پہنچا اس کو دین سپا ، اور رسول کھول ستار ہوا ۔ اور

لَمَّا جَاءَهُمُ الْحَقُّ قَالُوا هَذَا سِحْرٌ وَإِنَّا بِهِ كَافِرُونَ ۚ وَ

جب پہنچا انکو سچا دیں ، کہنے لگے ، یہ جادو ہے ، اور ہم نہ مانیں گے ۔ اور

قَالُوا لَوْلَا نُزِّلَ هَذَا الْقُرْآنُ عَلَىٰ رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ

کہتے ہیں کیوں نہ اترا ، قرآن کسی بڑے مرد پر ان دو سیتوں

عَظِيمٍ ۚ أَهَمُّ يَقْسِمُونَ رَحِمَتُ رَبِّكَ ۚ نَحْنُ قَسَمْنَا

کے ۔ کیا وہ : جنتیں ہیں تیرے رب کی ہر ؟ ہم نے بانٹی ہے

بَيْنَهُمْ مَّعِيشَتَهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ

ان میں روزی کی دیا کے جیتے ، اور اونچے کیے درجے

فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُم بَعْضًا سَخِرِيًّا ۚ وَ

ایک کے ایک سے ، کہ ٹھہرتا ہے ایک دوسرے کو کیرا ۔ اور

رَحِمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ ۚ وَلَوْلَا أَنُ يَكُونُ

تیرے رب کی ہر بہتر ہے ان چیزوں سے جو جیتے ہیں ۔ اور گریہ نہ ہوتا کہ

النَّاسُ أُمَّةٌ وَاحِدَةٌ لَّجَعَلْنَا لِمَنْ يَكْفُرُ بِالرَّحْمَنِ

لوگ ہر عادی ایک دین پر، تو ہم دیتے ان کو جو منکر ہیں رحمن سے،

لِيُؤْتِيَهُمْ سُقْفًا مِّنْ فَضْلِهِ وَمَعَارِجَ عَلَيْهَا يَظْهَرُونَ ﴿۳۳﴾

ان کے گھروں کو چھت دیجے گے، در سیریاں جن پر پڑھیں -

وَلِيُؤْتِيَهُمْ آبَوَابًا وَسُورًا عَلَيْهَا يُتَكُونُونَ ﴿۳۴﴾ وَزُخْرَفًا ۚ

اور ان کے گھروں کو دروازے اور تخت، جن پر لگ بیٹھیں - اور سونے کے اور

إِنَّ كُلَّ ذٰلِكَ لَمَّا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةُ

یہ سب کچھ نہیں مگر برتنا دنی کے جیتے - اور پھلا گھر

عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِينَ ﴿۳۵﴾

تیرے رب کے ہاں انہیں کو ہے جو ڈر رکھیں -

بیان استقامت ابراہیم علیہ السلام پر توحید خداوندی نفرت و برائتِ اشرک

قال اللہ تعالیٰ - وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ لِأَبْنَيْهِ وَقَةً مِّمَّا... الی - عِنْدَ رَبِّنَا لِلْمُتَّقِينَ ۚ
(وسط، گذشتہ آیات میں مشرکین و منکرین کے عناد و تعصب اور ان کے قبولِ حق سے انکار و نفرت کا بیان تھا۔ اب ان آیات میں حضرت ابراہیم علیہ السلام جن کا لقب ہی صیغہ مسلم تھا ایک رنگ بیان کیا جا رہا ہے کہ وہ کس طرح توحید پر مضبوطی کے ساتھ قائم تھے اور انہوں نے اسی جذبہ توحید میں اپنی قوم اور اپنے باپ سے بھی نفرت و برائت کا اعلان کر دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ توحید و شرک دو متناقض چیزیں ہیں۔ ظاہر ہے کہ جس کے دل میں یہاں توحید کا رنگ رچ گیا ہو وہ شرک اور مشرکین سے نفرت و بیزاری ہی اختیار کرے گا۔ یہی اسوہ برہانی آیات میں بیان کرتے ہوئے حق تعالیٰ شاعرانہ کیس حکمت نکوینی کا بھی ذکر ہے جس کے باعث اس نے دنیا میں ایمان و سرور و ہدایت و خدمت کی تقسیم فرمائی و ارشاد فرمایا۔ و جب کہ ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ کو در قوم کو کہ لے و گو، بینک میں بیزر ہوں نہ چیزوں سے جن کی تم عبادت کرتے ہو و تم سے ان کو اپنا معبود بنا رکھا ہے مگر میں ذات سے کہ

مجھ کو پیدا کیا جس میں تو اسی کی عبادت کرتا ہوں وہی میرا کیا مجھ کو رہ دکھاتا ہے۔ اور اسی بات کو ابراہیم علیہ السلام نے ایک باقی رہنے والا پیغام بنا کر چھوڑ دیا اپنی اولاد میں تاکہ وہ رجوع کریں۔ اسی مجھ کو دوسری طرف رہا ہے تو یہ تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ اسوہ درانی کی میراث ان کی اولاد اور آئے والی نسلوں میں باقی رہتی۔ لیکن ایسا نہ ہو بلکہ یہ ہوا کہ میں نے ان کو دیوی ساز و سامان اور راستوں سے متبع کیا اور ان کے بزرگوں کو یہاں تک کہ ان کے پاس حق گیا۔ اور ایسا رسول جو ہر بات کھول کر بیاں کر دینے والا ہے۔ جس نے سچ دین پیش کیا۔ واضح دلیل سے حق ثابت کیا قرآن کریم کی آیات پڑھ کر سنائیں حق و باطل کے فرق دران کے ثمرات کو نہایت صفائی سے بیان کر دیا جس کے بعد کوئی گنہگار نہ تھی کہ ایسے رسول مبین پر لوگ ایمان نہ لاتے۔ وہ اس کے دین سے اعراض و انحراف کرتے مگر افسوس انہوں نے اعراض نہ کیا اور جب ان سے پاس حق پہنچا تو انہوں نے کہا یہ تو حادوس ہے دوسرے اس کو ماننے والے نہیں ہیں۔ وہ کہا کیوں نہ تار گیا یہ قرآن دونوں بستیوں داؤں میں سے کسی بڑے سرد پر کر وہ سرد اور وہ درد و نعمت نہ ہوتا تو ہم اس کی پیروی کر لیتے۔ اب کسی فقیر اور معمولی آدمی کی کیونکر اتباع کریں۔ اسے ہمارے پیغمبر کو کیا یہ برگ تقسیم کرتے ہیں آپ کے رب کی رحمت کو کہ نبوت و رسالت کا منصب ان کی رہنے اور مرضی کے مطابق تقسیم کیا جائے۔ دنیا کے مال و دوست، سرداری اور عزت و جاہت سے نبوت و رسالت کا کوئی تعلق نہیں تقسیم دنیا کا خدا کے یہاں اور قانون ہے۔ و نبوت و رسالت سے سر فرزانے کا معیار دوسرا ہے۔ اور جس طرح دنیا کی نعمت تقسیم کرنے میں ہم ہی قادر و مختار ہیں اس میں کسی کے مشورہ اور مرضی کے پابند نہیں۔ اسی طرح رسالت و نبوت کی عطا میں بھی ہم ہی مختار مطلق ہیں جس کو چاہیں اس منصب سے نوازیں۔ نعمت خود دیوی یا خودی اور روحانی ہو اس کی عطا و تقسیم میں کسی کا کوئی دخل نہیں۔ چنانچہ ضابطہ ہی ٹھہرا ہوا ہے کہ ہم ہی نے تقسیم کیا ہے ان کی روزی کو دنیا کی زندگی میں اور بند کر دینے بعضوں کے درجے بعضوں پر کہ کسی کو غنی بنایا اور کسی کو فقیر کسی کو عزت و مال تو کسی کو نیچے مرتبہ دال۔ یہ سب کچھ اس غرض سے کیا کہ بعض دوسرے کو اپنا تابع اور مددگار بنالے تاکہ دنیوی نظام صحیح اسلوب برتے نہ رہے۔ اگر ہر ایک کو برابر کر دیتا تو کوئی کسی کی بات نہ مانتا نہ تابع نہ ہوتا۔ اور نہ کوئی کسی کی خدمت کرتا اور ظاہر ہے کہ اگر ایسا ہوتا تو نظام معیشت درہم برہم ہو جاتا تو فرق مراتب دنیوی مال و دوست میں مقتضائے حکمت تھا تو اسی کے مطابق دنیا کی دولت تقسیم کی گئی۔ کسی کو زائد دیا جانا اس بات کی دلیل نہیں کہ خدا کے ہاں اس کی قدر و منزلت زائد ہے۔ صل عزت اور خیر کی چیز رحمت خداوندی ہے۔ جو علوم ہوتے ہیں۔ اور وہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ سے حاصل ہوتے ہیں۔ تو اسے مخاطب تیرے رب کی رحمت بہتر ہے۔ ان چیزوں سے جو یہ دنیا والے جمع کرتے ہیں۔ نبوت و رسالت کا شرف دیوی مال و دولت اور عزت و جاہ سے کہیں بڑھ کر ہے۔ اس لیے یہ عیسا درست نہیں کہ نبی اور رسول کسی بستی کا دولت مند شخص ہی ہونا چاہیے۔ بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ اگر اس بات کا اندیشہ نہ ہوتا کہ سب لوگ ہی ایک ہی جماعت ہو جائیں تو ہم ان لوگوں کے لیے جو خدا نے، رحمت کے منکر ہیں۔ گھروں کی چشیں چاندی کی کر دیتے اور وہ میرے یہاں بھی چاندی کی

کی بنا دیتے جن پر وہ چڑھیں۔ اور ان کے گھروں کے دروازے اور وہ تخت جن پر وہ ٹکیہ لگا کر بیٹھتے ہیں۔ یہ سب کچھ چاندی کی بنا دیتے اور سونے کے غرض مکانوں کی چھتیں، سیڑھیاں دروازے تخت و چوکیاں سب کچھ سونے چاندی کے بنا دیتے لیکن اس قدر زیب و زینت کو دیکھ کر انسانی طبائع کا متاثر ہونا اور ان چیزوں کی طرف مائل ہو جانا قریب تر تھا۔ جس کا نتیجہ یہی ہوتا کہ دنیا کے تمام لوگ آخرت سے ترک تعلق کر کے صرف دنیاوی ساز و سامان اور زیب و زینت ہی کے ہو کر رہ جاتے اور یہ بات حکمت خداوندی کے خلاف تھی۔ اس وجہ سے کافروں کو بھی دنیا کی درست کم دی گئی۔ اور اصل ہی ہے یہ سب کچھ ہیں ہے۔ مگر صرف دنیا کی زندگی میں برتنے کا سامان جس سے چند روزہ تمتع ہی ہو سکتا ہے۔ اور آخرت کی تمام نعمتیں رخصتیں۔ عزتیں! اسے مخاطبِ برے رب کے ہاں صرف تقویٰ والوں ہی کے لیے ہے۔ دنیا کی شادابی اور بہار میں سب شریک ہیں۔ مگر آخرت کی دائمی درلود نعمتیں ایمان و تقویٰ والوں کے واسطے مخصوص ہیں۔

حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے اگر دنیا اللہ کے نزدیک پچھر کے پر کے برابر بھی حیثیت رکھتی تو اللہ تعالیٰ کا ذکر اس میں سے ایک گھونٹ بھی نہ چکھاتا۔

صحیحین میں ہے کہ، زوجِ مطہرات نے جس زمانہ میں نفقہ کی زیادتی کا مطالبہ کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مطالبہ سے ناراض ہو کر ایک ماہ تک کے لیے ازواجِ مطہرات سے طے جلفے بات چیت سے پرہیز کرنے کی قسم کھائی تھی۔ اور بانا خانہ پر مقیم تھے تو عمر فاروقؓ جب وہاں حاضر ہوئے اور یہ دیکھا کہ آپؐ کھڑی چٹائی پر لیٹے ہوئے ہیں۔ جن کی پتیوں نے آپؐ کے پہلو مبارک پر نشان ڈال رکھا ہے تو اس منظر کو دیکھ کر آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ و عرض کیا یا رسول اللہؐ یہ قبہ د کسری جس حال میں ہیں ظاہر ہے کہ (جن کے پاس دنیا کی نعمتوں کی کوئی حد و انتہا نہیں) اور آپؐ اللہ کے برگزیدہ پیغمبر ہیں (جو اس حالت میں ہیں) تو آپؐ اپنی امت کے لیے دعا کر دیجئے کہ اللہ ان کو فراخی عطا کر دے۔ روایات میں ہے کہ آپؐ عمر فاروقؓ کی یہ بات سنتے ہی چونک کر آگے کو ہو بیٹھے۔ اور دوبار آپؐ نے یہ فرمایا اے اللہ! شدت انت با بن الخطاب (کر لے ابن خطاب تو ابھی تک ہی ہیں پر اب ہوا ہے)۔ یہ لوگ تو وہ ہیں کہ دنیا کی مذمتیں انہیں دنیا میں جلدی ہی دے دی گئیں۔ جس کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں اور یکہ حدیث میں یہ ہے کہ کیا تم راضی نہیں ہو کہ ان کے واسطے دنیا ہو اور ہمارے واسطے آخرت ہو۔

وَمَنْ يَعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمَنِ

اور جو کوئی آنکھیں پڑا دے رحمن کی یاد سے

نَقِیْضٌ لِّهٖ شَیْطٰنًا فَهُوَ لَهُ قَرِیْنٌ ۝۳۶ ۚ وَ اِنَّهُمْ

ہم اس پر تعین کریں یکہ شیطان پھر وہ رہے اس کا ساتھی۔ و وہ ان کو

لِيَصُدُّوهُمْ عَنِ السَّبِيلِ وَيَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ مُهْتَدُونَ ﴿۳۰﴾

روکتے ہیں راہ کے ، اور یہ سمجھتے ہیں کہ ہم راہ پر ہیں ۔

حَتَّىٰ إِذَا جَاءَنَا قَالَ يَلَيْتَ بَيْنِي وَبَيْنَكَ بَعْدَ

یہاں تک کہ جب آدھے ہم پاس آجے ، کسی طرح مجھ میں اور تجھ میں فرق ہو

الْمَشْرِقَيْنِ فَيَبُوءُ الْقُرَيْنِ ﴿۳۱﴾ وَلَنْ يَنْفَعَكُمُ الْيَوْمَ

مشرق مغرب کا سا ، کہ بُرے ساتھی ہے ۔ اور کچھ فائدہ نہیں تم کو آج کے دن ،

إِذْ ظَلَمْتُمْ أَنْتُمْ فِي الْعَذَابِ مُشْتَرِكُونَ ﴿۳۲﴾ أَفَأَنْتَ سَمِعَ

جب تم ظالم ٹھہرے اس سے کہ تم ہمارے میں شامل ہو ۔ سو کیا تو سنا دے گا

الصَّمَّ أَوْ تَهْدِي الْعُمْى وَمَنْ كَانَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ﴿۳۳﴾

بہروں کو؟ یا ٹھہارے گا اندھوں کو؟ اور صرغِ عُمی میں بھٹکتوں کو؟

فَمَا نَذَرْنَا مِنْكَ فَإِنَّا مِنْهُمْ مُنْتَقِمُونَ ﴿۳۴﴾ أَوْ نُرِيكَ

پھر اگر کہیں ہم تجھ کو لے گئے ، تو ہم کو ان سے بدلہ لینا ۔ یا تجھ کو دکھا دیں ،

الَّذِي وَعَدْنَاهُمْ فَإِنَّا عَلَيْهِمْ مُّقْتَدِرُونَ ﴿۳۵﴾ فَاسْتَمْسِكْ

جو ان کو وعدہ دیا ہے ، تو یہ ہمارے بس ہیں ۔ سو تو مضبوط رہا کہہ

بِالَّذِي أُوحِيَ إِلَيْكَ إِنَّكَ عَلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ﴿۳۶﴾

جو تجھ کو حکم آیا ۔ تو ہے بیشک سیدھی راہ پر ۔

وَإِنَّهُ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ وَسَوْفَ تُسْأَلُونَ ﴿۳۷﴾

اور یہ مذکور رہے گا تیرا اور تیری قوم کا اور آگے تم سے پوچھا ہوگی ۔

وَسْأَلُ مَنْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُسُلِنَا أَجَعَلْنَا

اور پوچھ دیکھ ، جو رسول بھیجے ہم نے تجھ سے پہلے ، کہیں ہم نے رکھے ہیں

تو اگر ہم آپ کو دنیا سے اٹھائیں تو پھر بھی ان کا سر اس پر عذاب کر رہے گا۔ یہ وہ عذاب جس کا وعدہ ہم نے کیا ہے۔ آپ کو دنیوی حیات میں دکھ دیں۔ تو بھی کوئی عیب نہیں۔ بہر کف ہم ان سے ضرور انتقام لینے والے ہیں اور یہ مجرم انتقام دہندی سے کسی بھی حالت میں نہیں بچ سکتے۔ تو آپ مضبوطی سے ہکڑے رکھنے سے اللہ کے کام اور دین کو جو آپ کی طرف وحی کیا گیا۔ بے شک آپ سچے راستہ پر ہیں۔ آپ اپنے کام میں لگے رہیں۔ عرض کرنے والے اگر اذعان کرتے ہیں تو اس پر غم نہ کیجئے اور بے شک یہ قرآن آپ کے لیے اور آپ کی قوم کے لیے بڑے شرف کی چیز ہے۔ آپ کے لیے تو ظاہر ہے۔ اس وجہ سے کہ رب العالمین نے اس کلام کے ساتھ آپ کو مخاطب بنایا۔ درجوت و رسالت کا منصب عظیم عطا فرمایا۔ اور آپ کی قوم کے لیے اس لیے کہ وہ آپ کے توسط سے کلام الہی و خطاب ربانی کے مخاطب بنے پھر تاکہ جو کچھ قرآنی تعلیمات ہیں وہ عزت و برتری کی حامل ہیں۔ لہذا جس کسی کو اس نعمت سے سرفراز کیا گیا درحقیقت اس کو بڑے عظیم اعزاز دیا گیا جو دنیا اور آخرت کی تمام عظمتوں اور عزتوں کا ضامن ہے۔ اور جیسے عظیم نعام سے نوازے جانے والوں کو جسے فکر ہو مانا جلیبے اس وجہ سے جان لینا چاہیے کہ عنقریب تم سے سونے کا کھانے کا کلام ہی کا کیا حق ہو گا کیا یہ عمر سے

عدا مقصود یہ ہر کالے پیغمبر بعض وعدے تو ہم آپ کو آپ کی زندگی میں دکھا دیں گے اور بعض وعدے آپ کے بعد ظہور پذیر ہوں۔ خدا نے جو وعدے کیے ہیں وہ ضرور بالضرور پورے ہوں گے۔ کوئی دیر سے کوئی سویر سے چنانچہ ایسا ہی واقع ہوا کہ بعض وعدے آپ کی زندگی میں پورے ہو گئے جیسے فتح خیبر و مکہ کا اور بعض وعدے جیسے فارس اور روم کی فتح کا وعدہ سویر آپ کے زمانہ حیات میں واقع نہیں ہوا۔ بلکہ آپ کی وفات کے بعد خلفاء راشدین کے زمانہ میں پورا ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بتداء بشت سے تاحین وفات فارس و روم کی فتح کا وعدہ دیتے۔ و فرماتے رہے کہ اللہ تعالیٰ اس دین کو کیا اہل فسی و امصار اور کیا اہل بادیر صحر عرض سگھروں میں سپاؤں گا۔ جو بہت اور جو ہذلت بعزت توبہ کہ شرف اسلام ہو گئے و مدت یکروزہ اور خراج دیتے ہوئے اسلام کے باج گزاد نہیں گئے اور طبرستان کے فتح فارس اور روم کی فتح کا وعدہ زمانہ نبوت سدا سعادت میں ظہور پذیر نہیں ہو بلکہ آپ کی وفات کے بعد خلفاء راشدین کے زمانہ میں پورا ہوا اور جس کے ہاتھ پر لہر کے وہ وعدے پورے ہوں جن کا اللہ نے اپنے نبی سے وعدہ کیا تھا۔ وہی اس کے نبی کا خلیفہ خاص ہے۔

بہر حال معلوم ہو کہ اس آیت میں جو لفظ مّا وراق واقع ہوا ہے وہ ترویج اور تردد کے لیے نہیں بلکہ توزیع و تقسیم کے لیے ہے کہ تکمیل وعدہ کی قسمیں متعدد ہیں۔

اور جملہ کلمات کذکرنا کذکرنا کے معنی یہ ہیں کہ اے پیغمبر جماعت قریش میں سے جندوہ لوگ ہو گئے جو ظاہر و باطن کی شرافت سے مشرف و ممتاز ہو کر آپ کے دین کے مددگار ہوں گے۔ و آپ کے بعد آپ کے خلیفہ ہوں گے۔ اور اعداء مکرمہ اللہ کریں گے۔

حق تبلیغ کا سول ہو گا۔ اور امت سے اس پر عمل کرنے کا سوال ہو گا۔ اور آپ ان سب پیغمبروں سے پوچھ لیجئے جن کو ہم سے آپ سے پہلے رسول بنا کر بھیجا یعنی ان کی کتابوں اور ان پر ایمان رکھنے والوں سے کہ کیا ہم نے جس کے سوا اور کچھ معبود بنائے ہیں۔ جن کی عبادت کی باقی ہو ظاہر ہے کہ تمام پیغمبروں کی تعلیم اور ہدایت توحید کی بنیاد پر ایک رہی ہے کسی دین و شریعت میں اور کسی نبی کی تعلیم میں خدا کے سوا کسی معبود کا کوئی تصور ہی نہیں۔ تو پھر آخر مشرکین کہنے لگے خدا کے ساتھ ان بتوں کو عبادت میں کیوں شریک کر لیا ہے۔ درنصاریٰ نے تین خداؤں کا عقیدہ رکھا اور یہود نے بھی بہت سے رب بنائے۔ غرض تمام بنیاد سابقین کی تعلیمات و ایمان کی تاریخ صرف توحید خداوندی ہے۔ پھر کفار مکہ اور یہود و نصاریٰ کیوں نہیں آپ کی ہدایت و تعلیم کی پیروی کرتے۔

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مُوسَىٰ بِآيَاتِنَا إِلَىٰ فِرْعَوْنَ

اور ہم نے بھیجا موسیٰ کو اپنی نشانیاں دے کر فرعون

وَمَلَائِكِهِ فَقَالَ إِنِّي رَسُولُ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿۳۶﴾

اور اس کے سرداروں پاس، تو کہا میں بھیجا ہوں جہان کے صاحب کا۔

فَلَمَّا جَاءَهُمْ بِآيَاتِنَا إِذَا هُمْ مِنْهَا

پھر جب آیا ان پاس ہماری نشانیاں وہ تو گئے اُن پر

يَضْحَكُونَ ﴿۳۷﴾ وَمَا لِيُريَهُمْ مِّنْ آيَةٍ إِلَّا هِيَ أَكْبَرُ مِنْ

منسنے - اور جو دکھاتے گئے ہم انکو نشانی سو دوسری سے بڑی -

أُخْتِهَا وَآخَذْنَاهُمْ بِالْعَذَابِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿۳۸﴾ وَ

اور پکڑا ہم نے ان کو تکلیف میں، شاید وہ باز آویں - اور

قَالُوا يَا أَيُّهُ السَّحِرُ أَدْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عِهْدَ عِنْدَكَ

کہنے لگے سے جادو گر : پکار ہمارے واسطے اپنے رب کو جیسا سکھا رکھا ہے تجھ کو

إِنَّا لَمُهْتَدُونَ ﴿۳۹﴾ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمْ الْعَذَابَ إِذَا هُمْ

ہم مقرر رہے پر آویں گے۔ پھر جب اٹھا ہم نے ان پر سے تکلیف، تبھی وہ

تسلیم دینا مقصود تھا کہ ایسے لوگوں کے اعراض و مخالفت سے اللہ کے دین کو ہرگز کسی طرح کا نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ اب اسی مناسبت سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر فرمایا جا رہا ہے کہ جب وہ اللہ کی نشانیاں نے کر فرعون کے سامنے آئے تو فرعون کی مخالفت اور مقابلہ اور فرعون کی تمام طاقت حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ذرہ برابر بھی نقصان نہ پہنچا سکی۔ نتیجہ یہی ہوا کہ حق غالب آیا اور فرعون کی تمام طاقتیں پارہ پارہ ہوئیں۔ تو ارشاد فرمایا اور بیشک ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنے دلائل و معجزات کے ساتھ فرعون اور اس کی قوم کے سربر آوردہ لوگوں کی طرف بھیجا تو انہوں نے ان لوگوں کے پاس اگر بھی کہا لے لوگو! بے شک میں رب العالمین کی طرف سے رسول ہوں تمہاری ہدایت کے واسطے مجھے بھیجا گیا ہے۔ لیکن جب موسیٰ علیہ السلام فرعون اور فرعون کی قوم کے پاس ہماری نشانیاں اور معجزات لے کر آئے تو وہ لوگ ناگہاں ان پر ہنسنے لگے اور ان نشانوں کا مذاق بنانا شروع کر دیا۔ تاکہ عقل کا تقاضا تو یہ تھا کہ وہ ان دلائل و معجزات پر غور کر کے ان کو قبول کرتے اور ان کے در بعد ہدایت حاصل کرتے۔ اور ہم تو جو بھی نشانی دکھاتے وہ دوسری سے بڑھ کر ہوتی ظاہر ہے کہ سب نشانیاں قبول حق کے واسطے کافی تھیں۔ مگر ان کا اعراض اور نافرمانی کا درجہ بڑھتا ہی گیا۔ اور پھر جب یہ کسی طرح باز نہ آئے تو ہم نے ان کو عذاب میں پکڑا۔ شاید یہ رجوع کر لیں۔ حق کی طرف۔ باز تو کیا آتے اٹا اور سرکشی بڑھتی گئی اور کہنے لگے لے لے جو دو گرو دعا کر دیجئے ہمارے واسطے اپنے رب سے اس چیز کی جس کا اس رب نے مجھ سے وعدہ کر رکھا ہے۔ یعنی وہ قہر و عذاب جس کا وعدہ کیا گیا ہے۔ آپ اس کو دور کرنے کے واسطے اپنے رب سے دعا کیجئے اگر ایسا ہو گیا۔ تو بے شک ہم ہدایت قبول کر لیں گے۔ اور ایمان سے آئیں گے۔ لیکن جب ہم سے ان سے عذاب بٹا دیا تو ناگہاں پھر وہ وعدہ ٹوٹنے والے ہو جاتے اور بار بار انہوں نے اپنی فطرت کا مظاہرہ کیا کہ جو نبی تکلیف اور مصیبت کی گھڑی ختم ہوتی فوراً اپنے قول و قرار سے پھر گئے۔ درنوست بدبختی کی یہاں تک پہنچی کہ فرعون نے اپنی قوم میں بیکار اللہ کے پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی توہین و تمخیر کرتے ہوئے کہا اے میری قوم کیا میرے پاس نہیں ہے میری سلطنت اور یہ نہریں جو میرے مملکت کے نیچے بہہ رہی ہیں تو کیا تم یہ سب کچھ نہیں دیکھ رہے ہو۔ بھلا میں ہوں بہتر اس شخص سے جس کو کوئی عزت نہیں۔ اور وہ نہیں ہے ایسا کہ صاف بول سکے۔ تو میں مال و دولت و عزت میں بھی اس سے یقیناً بڑھ کر ہوں اور وجاہت و شخصیت میں بھی میرا مقام بلند ہے اگر وہ دعویٰ کرتا ہے کہ وہ خدا کا پیغمبر ہے تو پھر کیوں نہ اس پر ڈاں دینے لگے سونے کے گنگن یا کیوں نہ لگے اس کے ساتھ فرشتے صاف بستہ ہو کر غرض میں طرح کی بے معنی اور بھل باتوں کے ذریعہ اس فرعون نے اپنی قوم کی عقل کھودی پھر قوم نے اس کی پیروی کی۔ حالانکہ دنی عقل رکھنے والے کو بھی حان بینا چاہیے تھا کہ یہ سب کچھ ان کو بے وقوف بنانے والی باتیں ہیں۔ بے شک یہ لوگ نافرمان تھے۔ جب فطرت میں خبیث رچا ہوا اور عمل نادرمانی کا ہو تو پھر یقیناً اس قوم کا یہی شیوہ ہونا چاہیے تھا کہ حقیقت اور عقل کو مائے طاق رکھ کر فرعون کی باتوں میں آکر

عنه ان آدبت تسع اور قوم نئی، مرنیل کے مذہب کی تفصیل سورہ اعراف میں گزر چکی۔ ۱۱

حق نہیں۔ پھر جب ان لوگوں نے اپنی اس باغیانہ رکشش سے ہم کو غصہ دلایا تو ہم نے ان سے بدھ لیا تو ان سب کو ہم نے ڈبو دیا۔ جب کہ فرعون مع اپنی جماعت کے حضرت موسیٰؑ اور بنی اسرائیل کے تاقب میں نکلا تھا تو دریا میں اسٹرب العرت نے جو راستہ حضرت موسیٰؑ اور ان کے ساتھیوں کے گزرنے کا بنایا تھا اسی راستہ پر ان فرعونوں کو ڈال کر غرق کر ڈالا۔ پھر بنادیا ان کو دنیا سے گزر جانے والا اور نمونہ عبرت کر دیا بعد میں آنے والوں کے لیے تاکہ بعد میں آنے والی نسلیں یہ عبرت ناک واقعہ من کر اس طرح کی سرکشی اور بغاوت سے باز آئیں۔ ور خدا کے پیغمبر کی اطاعت کریں۔

وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا إِذَا قَوْمُكَ

اور جب کہاوت لائیے مریم کے بیٹے کی تو بھی قوم تیری

مِنْهُ يَصُدُّونَ ۝۵۰ وَقَالُوا ءَالِهَتُنَا خَيْرٌ أَمْ

گتے ہیں اس سے چلانے۔ اور کہتے ہیں ہمارے ٹھاکر بہتر ہیں یا

هُوَ مَا ضَرَبُوهُ لَكَ إِلَّا جَدَلًا بَلْ هُمْ قَوْمٌ خِصْمُونَ ۝۵۱

وہ؟ یہ نام جو دھرتے ہیں تجھ پر، سب جھگڑنے کو۔ بلکہ یہ لوگ ہیں جھگڑا۔

إِنْ هُوَ إِلَّا عَبْدٌ أَنْعَمْنَا عَلَيْهِ وَجَعَلْنَاهُ مَثَلًا لِّبَنِي

وہ کیا ہے؟ ایک بندہ ہے کہ ہم نے اس پر فضل کیا اور کھڑا کیا بنی اسرائیل

إِسْرَائِيلَ ۝۵۲ وَلَوْ نَشَاءُ جَعَلْنَا مِنْكُمْ مَلَائِكَةً فِي الْأَرْضِ

کے واسطے۔ اور اگر ہم چاہیں نکالیں تم میں سے فرشتے، رہیں زمین میں

يَخْلُقُونَ ۝۵۳ وَإِنَّهُ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا وَ

تمہاری جگہ۔ اور وہ نشان ہے اس گھڑی کا، سو اس میں دھوکا نہ کرو، اور

اتَّبِعُونَ ط هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ ۝۵۴ وَلَا يَصُدُّكُمْ الشَّيْطَانُ

میرا کہا مانو۔ یہ ایک سیدھی راہ ہے۔ اور نہ روکے تم کو شیطان۔

إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ ﴿۶۲﴾ وَلَمَّا جَاءَ عِيسَىٰ بِالْبَيِّنَاتِ

وہ تمہارا دشمن ہے صریح ۔ اور جب آیا جیسے نشانیاں لے کر ،

قَالَ قَدْ جِئْتُكُمْ بِالْحِكْمَةِ وَلِأُبَيِّنَ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِي

بولتا میں لایا ہوں تمہارے پاس پکی باتیں ، اور بتانے کو بعض چیز جس

تَخْتَلِفُونَ فِيهِ ۚ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا ﴿۶۳﴾ إِنَّ اللَّهَ هُوَ

میں تم جھگڑتے تھے ۔ سو ڈرو اللہ سے ، درمیرا کہا ، اور بے شک اللہ جو ہے

رَبِّي وَرَبُّكُمْ فَأَعْبُدُوهُ ۖ هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ ﴿۶۴﴾

وہی ہے رب میرا اور رب تمہارا ۔ اس کی بندگی کرو ، یہ ایک سیدھی راہ ہے ۔

تردید خصوصت مشرکین در بارۂ توحید و دعوت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام

قال الله تعالى: وَلَمَّا جَاءَ عِيسَىٰ بِالْبَيِّنَاتِ ۖ قَالَ قَدْ جِئْتُكُمْ بِالْحِكْمَةِ وَلِأُبَيِّنَ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِي تَخْتَلِفُونَ فِيهِ ۚ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا ۖ إِنَّ اللَّهَ هُوَ رَبِّي وَرَبُّكُمْ فَأَعْبُدُوهُ ۖ هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ

اربط ، سابقہ مضامین انبیاء سابقین کی تعلیم کے بیان پر مشتمل تھے کہ ہر پیغمبر کی دعوت و تعلیم توحید ہی رہی ہے ۔ دراب نبی آخر زمان محمد رسول اللہ نے بھی اسی توحید کی دعوت دی ہے تو پھر کفار قریش کو اس دعوت پر کیا تاویل اور اعتراض ہے اور وہ دعوت توحید جس پر ہر پیغمبر کا اتفاق رہا کیوں نہیں اس کو قبول کرتے ۔ اب ان آیات میں کفار کے ایک معاندانہ اعتراض کا جواب دینا مقصود ہے جس کا منشا نصاریٰ کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو معبود بنانا تھا اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے یہ بیان کیا گیا کہ اللہ کے جس پیغمبر یعنی مسیح بن مریم کے قصہ کو تم اپنے شرک کی دلیل قرار دے رہے ہو تو خود ان مسیح بن مریم کی تعلیم تو محض توحید تھی ۔

بعض احادیث میں ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش سے یہ فرمایا تھا ۔ لیس احد یعبد من دون الله فیہ حیل یعنی اللہ کے سوا جو بھی معبود ہے اس میں کوئی خیر نہیں تو اس پر جنہوں نے کہا پھر تو اس میں عیسے (علیہ السلام) بھی دخل ہیں ۔ کیونکہ ان کو بھی نصاریٰ نے معبود بنایا تھا ۔ اور آپ ان کی تعریف کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ نبی صالح تھے ۔ تو اس پر یہ آیات نازل ہوئیں ۔ جواب کا حاصل یہ ہوا کہ اس عموم میں عیسے (علیہ السلام) داخل نہیں ہو سکتے ۔ کیونکہ وہ تو شرک کی تردید کرتے تھے

در توحید کے داعی تھے۔ اب اگر ان کی مرضی اور دعوت کے خلاف کوئی قوم ان کو معبود بنالے تو یہ ان کی غیریت کے منافی نہیں۔ غیریت کی نفی اس صورت میں ہوگی۔ جب کہ اس شخص میں ان معبودوں کی مرضی اور دعوت کو دغ ہو اور نہ کبھی انہوں نے اس شرک سے بیزاری اور نفرت کا اظہار کیا ہو اور نہ ہی روکا ہو لیکن جس نے نفرت و بیزاری ظاہر کی ہو روکا ہو۔ تردید کی ہو اور اس کے برعکس توحید ہی کی دعوت دی ہو تو وہ کیونکر اس میں داخل ہو سکتا ہے۔ بعض روایات میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ آیت پڑھی۔ اِنَّكُمْ وَ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ كَخَصْبٍ جَهَنَّمِ یعنی اے مشرک! تم اور وہ تمہارے معبود جن کی تم عبادت کرتے ہو اللہ کو چھوڑ کر جہنم کا ایندھن ہیں۔ تو یہ لوگ کہنے لگے۔ اچھا حضرت جیسے بھی تو نصاریٰ کے معبود تھے۔ کیونکہ نصاریٰ نے ان کو معبود بنایا تھا۔ تو پھر بتاؤ تمہارے خیال میں ہمارے معبود ایسے ہیں یا عیسیٰؑ یا اشد فرمایا۔ اور جب کبھی بھی مثال بیان کی جانے مریم کے بیٹے (عیسیٰ علیہ السلام) کی تو اسی وقت آپ کی قوم میں سے جلانے لگتی ہے۔ اعتراض در خصوصیت کرتے ہوئے اور کہنے لگتے ہیں بتائیے کیا ہمارے معبود بہتر ہیں یا وہ۔ وہ خود جانتے ہیں کہ ان کا یہ استدلال یا خصوصیت بھل اور بے معنی ہے تو نہیں پیش کرتے ہیں ابن مریمؑ کو آپ کے رد پر دگر بعض جھگڑنے کے واسطے۔ اور یہ بات کوئی وقتی یا عارضی نہیں بلکہ یہ لوگ تو ہیں ہی جھگڑاؤ ان خصوصیت در جھگڑا کرنے والے مشرکین کا ابن مریمؑ کو اپنے معبودوں کے درجہ میں قرار دے کر پیش کرنا قطعاً غلط اور پیورہ جھگڑا ہے وہ تو دعویٰ توحید تھے شرک سے قطعاً بیزار و متنفر تھے۔ وہ تو صرف ایک بندے تھے جن پر ہم نے انعام کیا۔ اور بنایا تھا ہم نے ان کو ایک مثال بنی اسرائیل کے واسطے کہ بنی اسرائیل کے لیے بیکہ ہدایت اور نمونہ توحید تھے۔ اور سابقہ تاریخ میں بنی اسرائیل نے جو شرک و بت پرستی کی مختلف قسمیں جاری کر رکھی تھیں ان کا رد اور انزال کر دیں۔

یہ بات بیشک درست ہے کہ عیسیٰ بن مریمؑ میں بہت سے آثار فرشتوں کے تھے لیکن ان شمار کی وجہ سے ان کو معبود بنالینا کیسے ممکن تھا۔ حالانکہ فرشتے خدا اللہ کی مخلوق ہیں اور اگر ہم چاہیں تو بنا دیں تم میں سے فرشتے زمین میں جو تمہاری جگہ ہوں اور تمہاری نسل میں سے ہو کہ بعد میں زمین پر بسیں جیسا کہ ہر ایک نسل پہلی نسل کے بعد بسا کرتی ہے۔ تو ہم کو سب طرح قدرت ہے تو اگر مریمؑ کے بیٹے عیسیٰ (علیہ السلام) بغیر باپ کے پیدا ہوئے اور اس طرح ان کو اللہ نے فرشتوں کا سانچہ بنا دیا جن کے نہ باپ ہیں اور نہ ماں یا ان کو آدم علیہ السلام کی طرح پیدا فرمایا تو نہ آدمؑ خدا اور خدا کے بیٹے ہوئے در نہ فرشتے معبود ہو سکتے ہیں تو پھر عیسیٰ بن مریمؑ کو نصاریٰ کا معبود بنالینا کیونکہ اندرونی عقل صحیح ہو سکتا ہے اور وہ بیشک ایک نشان ہے قیامت کے واسطے تو اس میں ہرگز کوئی شبہ نہ کرو۔ اور میری بات مانو یہی ایک سیدھا راستہ ہے۔ اور ہرگز ایسا نہ ہو نا چاہیے کہ شیطان تم کو روکے۔ اس سیدھا راستے سے وہ تو تمہارا کھلا دشمن ہے۔

عرض یہ کہ حضرت عیسیٰ بن مریمؑ کی حقیقت تو یہ ہے کہ وہ مریمؑ کے بیٹے اور خدا کے بندے تھے۔ نہ خدا تھے اور نہ خدا کے بیٹے۔ اور ان کی تعلیم و ہدایت میں سراسر توحید ہی تھی۔ مگر نصاریٰ نے کس قدر ظلم کیا کہ ان کو معبود بنایا۔

اور توحید کے سبب انہیں شرک کو اختیار کیا۔

در جب آیا عیسیٰ نشانیاں در دلائل سے کر تو کہا اے میری قوم میں سے گر آیا ہوں تمہارے پاس حکمت کی باتیں اور اس لیے کہ کھوں کہ بتادوں میں تم کو بعض وہ باتیں جن میں تم اختلاف کر رہے ہو۔ اور باہم جھگڑ رہے ہو۔ سو اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ وہ محکم و مضبوط بات جو ہر قسم کی حکمت سے سریز ہے۔ یہ ہے کہ بیشک حرف اللہ ہی ہے جو میرا بھی معبود ہے اور تمہارا بھی معبود ہے۔ پس اسی کی عبادت کرو۔ یہی سیدھا راستہ ہے۔ ہر کیف یہ تھی پیغمبر مسیح بن مریم علیہ السلام جن میں توحید خداوندی کی دعوت تھی۔ اور شرک سے نفرت و بیزاری کا اعلان تھا۔ اس کے بعد جو انگریزوں نے ان کو معبود بنایا تو یہ چیز ان کی فضیلت و خیریت اور عبدیت و بندگی پر کیسے ترانداز ہو سکتی ہے۔

تفسیر

♦ "وَإِنَّهُ لَعِلْمٌ لِلسَّاعَةِ" ♦

اور مسئلہ نزول عیسیٰ بن مریم علیہا السلام

جمہور مفسرین کے نزدیک قرآن مجید کی ضمیر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف راجع ہے یعنی عیسیٰ بن مریم بے شک ایک علامت ہیں قیامت کے لیے۔ اور اس سے مراد ان کا آسمان سے نزول فرمانا اور زمین پر آنا ہے تو ان کا یہ آنا منجملہ علامات قیامت کے ایک عظیم نشانی بنایا گیا۔ ترجمان قرآن حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور ہریدہ ابوالعالیہ ابوماکب عکرمہ بن بصری قتادہ شحاک مجاہد رضی اللہ عنہم اور جملہ ائمہ مفسرین کا اسی پر اتفاق ہے کہ ان کے ضمیر عیسیٰ علیہ السلام کی طرف راجع ہے۔ تفسیر درمنثور میں مجاہد سے مروی ہے۔

قال "آیۃ السَّاعَةِ" خروج عیسیٰ بن مریم قیل یوم القیامت۔
مریم قیل یوم القیامت کی نشانی حضرت عیسیٰ بن مریم کا قیامت سے پہلے تشریف لانا۔

حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ یہی تفسیر صحیح ہے۔ ظاہر ہے کہ کسی صحابی سے اس کے خلاف کوئی تفسیر جب منقول نہیں تو ایسی صورت میں حبر امت اور بحر اُمت ترجمان القرآن ابن عباسؓ کی تفسیر کے مقابلہ میں کونسی تفسیر قابل قبول ہو سکتی ہے تفصیل کے لیے تفسیر ابن جریر (۲۵-۵۴) مطبوعہ میریہ تفسیر ابن کثیر (۶-۱۴۶) مطبوعہ میریہ المدر المستور (۲-۲۰) طبع مصر عقیدۃ الاسلام فی حیات عیسیٰ

سے تفسیر ابن کثیر جلد ۴ - ۲

علیہ السلام (ص) مرخص ہو۔ عقیدۃ الاسلام (ص ۵) میں جناب امام العصر حضرت نور شاہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

ذا تواترت الاحادیث بنزولہ و
تواترت الآثار وھو انما در صحت
نظم الایۃ فلا یجوز تفسیر بغیرہ
جب عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کی حدیث
و آثار متواتر ہیں اور قرآن کریم کی آیت کا
واضح مفہوم بھی یہی ہے تو اس کے علاوہ کوئی
اور تفسیر صحیح نہ ہوگی۔

وَاِنَّ مِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اِكْثٰثٍ يُؤْمِنُوْنَ
بِهٖ قَبْلَ مَوْتِہُمْ وَیَوْمَ الْقِیٰمَةِ یَكُوْنُوْنَ
عَنْہُمْ شٰہِدًا (فسار ۱۵۹)
اور کوئی شخص بھی اہل کتاب میں سے نہ رہے گا
مگر وہ عیسٰی علیہ السلام پر ان کی موت
سے قبل ایمان لائے گا۔

”موت“ کی ضمیر میں نزاع ہے۔ ابن جریر نے ابن عباسؓ، مجاہدؓ، عکرمہؓ، ابن سیرینؓ، حمادؓ وغیرہ
کی تفسیر کے مطابق اس کی تصحیح و ترجیح فرمائی ہے کہ ”موت“ کی ضمیر راجع ہے عیسیٰ علیہ السلام کی طرف اور مقصود
یہ ہے کہ نزول عیسیٰ علیہ السلام کے وقت جتنے اہل کتاب ہوں گے عیسیٰ علیہ السلام کی وفات سے پہلے سب
ایمان لے آئیں گے اور اسی قول کو ابن جریرؓ اپنی تفسیر میں ”اولیٰ ہذا الاقوال بالصحة“ قرار
دیتے ہیں۔ ابن کثیرؒ اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

وھذا القول ھو الحق کما سنینہ
بالدلیل القاطع ان شاء اللہ...
یہی قول حق ہے جیسا کہ آگے دلیل قطعی کے
ساتھ اس کو بیان کریں گے۔ انشاء اللہ

اور پھر فرماتے ہیں حاصل یہ کہ حق تعالیٰ شانہ نے حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کی ذات کو ایک
خاص نشان بنایا تھا۔ اور حق تعالیٰ کی قدرت عظیم کے دلائل میں بہت بڑی دلیل تھی۔
حاصل یہ ہے کہ ان کا پہلی مرتبہ آنا خاص بنی اسرائیل کے لیے ایک نشان تھا کہ بغیر باپ کے پیدا ہوئے
در ماں کی گود ہی سے بولنا شروع کیا اور اللہ کی ربوبیت اپنی عبدیت کے اقرار اور اعتراف سے بولنے
کا آغاز فرمایا اور پھر نبوت و رسالت طے کے بعد عجیب و غریب معجزات دکھائے اور پھر جب دشمنوں
نے ان کے قتل کا ارادہ کیا تو اللہ نے ان کو زندہ آسمان پر اٹھالیا۔ تاکہ اپنے باپ آدمؑ کی طرح
چند روز آسمان پر رہیں اور زمانہ آئندہ میں قیامت کے قریب آسمان سے زمین پر نازل ہوں اور ان کا یہ
دوبارہ آنا قیامت کا نشان ہوگا۔ چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ کے پیدا ہوئے، اس اعتبار سے وہ
من و جہر اپنے باپ آدمؑ کا نمونہ بنے کہ جو بغیر ماں اور باپ کے پیدا ہوئے ان مَثَلِ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰہِ
کے مَثَلِ اٰدَمَ اور باپ کی طرح چند روز کے لیے آسمان پر چھ گئے۔ اور آیات قرآنیہ اور احادیث صریحہ
سے حضرت آدمؑ کا آسمان سے زمین پر بہوٹ و نزول قطعی طور پر ثابت ہے۔
اسی طرح قیامت کے قریب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے زمین پر نزول و بہوٹ۔ اپنے باپ

آدمؑ کے بیسوط کا نمونہ ہوگا اور اس طرح آسمان سے بیسوط اور نزول قرب قیامت کی علامت ہوگا اس کے نزول سے لوگ سمجھ لیں گے کہ قیامت بالکل قریب آگئی ہے آیات قرآنیہ سے اور حدیث نبویہ سے تفصیلاً یہ امر قطعی طور پر ثابت ہے کہ دجال لعین کے خروج کے بعد حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ افضل الصلوة والسلام آسمان سے نزول فرمائیں گے اور دجال کو قتل فرمائیں گے اور زمین کو دجاں اور اس کے متبعین کی خباثت و فساد سے درہود دیں گی ناپاکیوں اور گندگیوں سے پاک کریں گے جس طرح عیسیٰ علیہ السلام اسی جسد عنفری کے ساتھ آسمان پر گئے ہیں۔ اسی جسد عنفری کے ساتھ آسمان سے نازل ہوں گے اور یہ مسئلہ اجماعی ہے۔ کسی کا اس میں اختلاف نہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول میں ایک بڑی حکمت یہ ہے کہ جب نقراض عالم کی مدت قریب ہوگی تو عیسیٰ علیہ السلام چونکہ بنی آدمؑ میں سے ہیں اور بعض اعتبارات سے اپنے باپ آدم علیہ السلام کا نمونہ ہیں۔ اس لیے اول ان کو خدا تعالیٰ نے کفار کے شر سے بچا کر ایک مدت معینہ کے لیے آسمان پر اٹھالیا۔ اور چونکہ کوئی انسان آسمان پر فوت نہ ہوگا۔ بلکہ زمین ہی پر مرے گا۔

لہذا جب عیسیٰ علیہ السلام کی جل مقدرہ اور مدت حیات اختتام کو پہنچے گی تو اللہ تعالیٰ ان کو آسمان سے زمین پر نازل کرے گا۔ تاکہ ان کی موت زمین پر آئے اور جس نبی آخر الزمان کی بشارت دینے کے لیے وہ مبعوث ہوئے تھے۔ جیسا کہ ارشاد ہے۔ وَ مَبِیَّنًا لِّآدَمَ مَسْئُولٍ تَآتٰی مِنْ بَعْدِی اٰمُودٌ۔ (ہی کے قدموں میں دفن ہونے کی سعادت نصیب ہوگا چنانچہ قیامت کے قریب دجال کے قتل کے لیے آسمان سے نازل ہوں گے اور پھر کچھ عرصہ بعد مدینہ منورہ میں جا کر وفات پائیں گے اور روضہ اقدس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب مدفون ہوں گے۔ در بعض مؤرخین مثلاً علامہ مہروری کی نقوش سے معلوم ہوتا ہے کہ حجرہ شریفہ میں جو ایک قبر کی جگہ باقی ہے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک سے آگے یعنی آپ کے قدمین شریفین سے سمت مشرق میں واقع ہے۔

(دیکھو تفسیر قرطبی ص ۱۵ جلد ۱۶ دُر الدلیر ص ۴۲۵ جلد ۲، و تفسیر ابن جریر و تفسیر ابن کثیر جلد ۱۲ و درغوثی) ان تمام تفاسیر میں صحابہ و تابعین سے اس آیت کی یہی تفسیر منقول ہے اور اس کے خلاف کسی سے منقول نہیں اور سورہ نساء کے اخیر میں قَدْ اِنْ مَتَّ اَهْلًا اَلْکَلْبِ اِلَّا لَیْسُوْا مَتَّ سِہ قَتْلَ مَوْتِہ۔ کی تفسیر میں نزول عیسیٰ علیہ السلام کی طرف حضرت والد صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ نے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ۔

ابن کثیرؒ نے اسی کو قول حق قرار دیا اور فرمایا کہ دلیل قطعی سے یہی ثابت ہے۔

علامہ الزیلعیؒ نے نزول عیسیٰ علیہ السلام احادیث متواترہ سے ثابت ہے جن کی تعداد ایک سو سے متجاوز ہے۔ ایٹم محدثین نے تو ان احادیث کو بھی متواتر فرمایا ہے جو تیسٹس سے پچاسٹس تک شمار کی گئی ہیں۔

حافظ ابن کثیرؒ اور شیخ جلال الدین سیوطیؒ نے احادیث نزول کو اخبار متواترہ سے تعبیر کرتے ہوئے یہ واضح فرمایا کہ یہ تمام احادیث قطعی الثبوت اور قطعی الدلالت ہیں۔ اس لحاظ سے مسئلہ نزول مسیح دین کے لوازم اور ضروریات میں سے ہوا جس پر ایمان کے بغیر قانون شریعت سے کوئی شخص مسلمان نہیں سمجھا جاسکتا۔

فقہ اکبر صفحہ ۱۳ میں امام ابو حنیفہؒ کا ارشاد ہے۔

وخرج الذجال ویا جوج و
ما حوج و طلوع الشمس
من معربھا ونزول عیسیٰ
علیہ السلام من السماء و سائر
علامات القیامۃ علی ماوردت بہ الاخبار
الصحیحۃ حق کاشن واللہ تعالیٰ ینہدی من
یشاکر فی صراط مستقیم۔

خروج دجال اور خروج یا جوج و ما جوج
اور آفتاب کا مغرب سے طلوع اور
حضرت عیسیٰؑ کا آسمان سے نزول اور باقی
علامات قیامت جن کا احادیث صحیحہ میں ذکر
آیا ہے۔ یہ اور وہ سب حق ہیں اور ضرور ہر
کر رہیں گی اور اللہ جس کو چاہتا ہے سیدھا
راستہ دکھاتا ہے۔

امام اعظمؒ کی اس عبارت میں نزول کے ساتھ من السماء کا لفظ ملاحظہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ عیسیٰ بن مریمؑ کا نزول آسمان سے ہوگا۔ نیز یہ اس بات پر بھی دلالت کرتا ہے کہ وہ اس جسد عنفری کے ساتھ آسمان سے نازل ہوئے۔

قال الامام البیهقی اخبرنا ابو عبد اللہ الحافظ انا ابو بکر بن
اسحاق انا احمد بن ابراہیم ثنا ابن کثیر حدثنی اللیث عن
یونس بن ابی شہاب عن نافع مولى ابی قتادۃ الانصاری قال فی
کتاب الاسماء والصفات۔

ان ابی ہریرۃ قال قال رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیف انتم
اذا نزل ابن مریم من
السماء فیکم و ما معکم
منکم۔ (رواہ البیهقی فی
کتاب الاسماء والصفات)۔

امام بیہقیؒ سند صحیح کے ساتھ روایت کرتے
ہیں کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہاری
خوشی کا کیا حال ہوگا جبکہ عیسیٰ بن مریمؑ تمہارے
درمیان آسمان سے اتریں گے اور تمہارا امام
خود تم میں سے ہوگا۔

امام بیہقیؒ نے اس حدیث کو اس سند کے ساتھ ذکر فرمایا اور یہ سند صحیح ہے۔ اس کے بعد امام
بیہقیؒ فرماتے ہیں۔

وقال رواہ البخاری فی الصحیح عن یحییٰ
کر اس حدیث کو امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ نے

بن یکیں و اخرجه مسلم من وجه آخر
عن یونس و تمنا از نزوله من السماء
بعد ان رفع اليه (کتاب الاسماء والصفات
ص ۴۲۴ طبع مصر) باب قوله تعالى عز وجل
يعيسى عليه السلام ورائي متوقفاً و
رافعاً الى الآخرة۔

بھی روایت کیا ہے اور جزایی
نیست کہ نزوں سے مراد
آسمان سے اترنا ہے جیسا کہ رفع سے
آسمان پر اٹھایا جانا مراد ہے۔

بخاری اور مسلم کی روایت میں گزشتہ لفظ من لسماء کا موجود نہیں مگر اصل حدیث بخاری اور مسلم
میں موجود ہے۔ اس لیے امام بیہقی نے اس حدیث کو بخاری اور مسلم کی طرف منسوب کیا۔ اور بتا دیا کہ
حدیث میں صرف نزول من السماء ہی مراد ہو سکتا ہے۔ اس کے سوا اور کوئی معنی مراد نہیں ہو سکتے۔

وعن ابن عباس مرفوعاً قال
الذجال اول من يتبعه سبعون
الفا من اليهود عليهم السيجان۔
الى قوله قال ابن عباس قال
رسول الله صلى الله عليه وسلم
فعند ذلك ينزل عيسى بن
مریم من السماء على رجل ابيض
اماماً هادياً وحكماً عادلاً (المحدث،
رکن العمال ص ۲۶۸)۔

ابن عباس سے روایت ہے کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے پہلے
جو لوگ دجال کا اتباع کریں گے وہ ستر ہزار
یہودی ہوں گے ان کے سروں پر طیسان ہوں
گے۔ ابن عباس فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس وقت جبکہ دجال خروج
کریگا تو اس وقت عیسیٰ بن مریمؑ کوہ افرات پر آسمان
سے نازل ہوئے اور وہ اس امت کے حق میں امام
اور ہادی اور حاکم منصف ہوں گے

یہ ابن عباس کی مفصل روایت کا ایک ٹکڑا ہے جس میں صراحتاً لفظ آسمان کا موجود ہے اور امام قرطبیؒ
نے سی حدیث کو اپنی تفسیر میں بروایت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ ذکر کیا ہے اس میں بھی من السماء کا لفظ صراحتاً
موجود ہے۔ و ذکر الثعلبی و ازخشری و غیر ہما ص حدیث ابی ہریرہؓ ان انشی صلی اللہ علیہ
وسلم قال یُنزل عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام من السماء علی ثیاب من
الارض المقدسة یقال لها فیک۔ الی آخر الحدیث تفسیر قرطبی ص ۱۴ ج ۱۔

حاصل یہ ہے کہ اس آیت قرآنیہ کَعَذْرَ لِقَاعَةٍ میں امشہ کی تفسیر عیسیٰ بن مریمؑ کی طرف
راجح ہے جو ایک ذات معین کا علم ہے اور قیامت کے قریب ان کے نزول کی خبر دی گئی ہے اور یہی
تمام امت کا اجماعی عقیدہ ہے جیسا کہ عقیدہ طحاویہ اور شرح عقیدہ سفالینہ میں صراحتاً مذکور ہے۔ جس
طرح حضرت عیسیٰؑ کا اسی جسم عنقریب کے ساتھ رفع آسمانی قطعی اور یقینی ہے اسی طرح قیامت کے نزدیک اسی عیسیٰ بن مریمؑ کا
جنم کی ولادت اور نبوت کا قرآن میں ذکر ہے اسی جسم عنقریب کے ساتھ آسمان سے نزول بھی قطعی اور یقینی ہے۔

لہذا کسی لمحہ در نہدلیق کا یہ کہنا کہ مسیح خود نہیں آئیں گے بلکہ ان کا کوئی مشین اور تمبیہ آئے گا۔ یہ آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ میں صریح تحریف ہے۔ بے شمار احادیث میں نہایت تفصیل اور صراحت کے ساتھ عیسیٰ بن مریمؑ کے نزول کا ذکر ہے اور عیسیٰ بن مریمؑ ایک ذات معین کا علم اور نام ہے جو فلسطین میں پیدا ہوئے تھے۔ جس سے ذات معین کے علاوہ کوئی دوسرے شخص مراد نہیں ہو سکتا غنم شخصی کو بلاوجہ نکرہ بنانا قطعاً جائز نہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آنے والے مسیح کی تعین و تشخیص میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔ یہاں تک کہ ان کے اترنے کا مقام بھی متعین کر دیا کہ وہ دمشق ہے۔ جسے سارا عالم جانتا ہے مگر مرزا کہتا ہے کہ اس سے قادیان مراد ہے۔

نیز احادیث نبویہ اور اقوال صحابہ و تابعین سے بھی ثابت نہیں کہ وہ کسی خطہ زمین میں پیدا ہوں گے یا کوئی اور شخص حضرت عیسیٰ بن مریمؑ کے ہم صودت یا ہم صفت ہندوستان کے کسی خطہ میں پیدا ہوگا۔ اور نگر یزوں کا باج گران ہوگا اور وہ مثل مسیح مکیسی کے ہیٹ سے پیدا ہوگا۔ اور نگر یزوں کی کچھریوں میں گھسٹنا پھرے گا۔

اشکال | مرزا کہتا ہے کہ لفظ نزول جو بحق مسیح آیا ہے اس سے آسمان سے اترنا مراد نہیں بلکہ پیدا ہونا مراد ہے۔

جواب | یہ بالکل غلط ہے نزول کے معنی نفث میں پیدائش کے نہیں نیز حدیث نزول میں یہ بھی وارد ہوا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام دو رنگین کپڑے پہنے دو فرشتوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے دمشق کے جامع مسجد کے منارہ شرقیہ پر اتریں گے۔ سو اگر بقول مرزا نزول کے معنی پیدائش کے ہوں تو حدیث کا مطلب ہوگا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دو رنگین کپڑے پہنے ہوئے دو فرشتوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے دمشق کے منارہ شرقیہ پر پیدا ہوں گے اور ظاہر ہے کہ یہ معنی بالکل مہمل ہیں اور سراسر غلط ہیں۔ اور اگر بقرض محال یہ مان لیا جائے کہ مسیح بن مریمؑ تو وفات پا گئے۔ اب ان کی جگہ دوسرا مسیح پیدا ہوگا۔ تو اس دوسرے شخص پر لازم ہے کہ وہ اپنے مسیح ہونے کی دلیل پیش کرے اور تلافی کرے کہ وہ کس دلیل کی بنا پر اپنے کو مسیح کہتا ہے محض حضرت عیسیٰ بن مریمؑ کی وفات سے تو کسی کا مسیح ہونا ثابت نہیں ہو سکتا۔ محض کسی نبی کی موت سے کسی زندہ کی نبوت ثابت نہیں ہو سکتی۔ جب تک کہ وہ زندہ اپنی نبوت کی دلیل نہ پیش کرے مثلاً اگر کوئی شخص یہ دعویٰ کرتا ہے کہ میں ہندوستان کا شاہ جہان، یا عالمگیر ہوں اور دلیل یہ بیان کرتا ہوں کہ شاہ جہان اور عالمگیر مرچکے ہیں تو محض شاہ جہان اور عالمگیر کی وفات سے تو اس کی بادشاہت ثابت نہیں ہو سکتی اور اگر یہ کہے کہ میں ان کا شہ اور ضبیہ ہوں تو سوال یہ ہوگا کہ کس چیز میں آپ شاہ جہان اور عالمگیر کے مشابہ ہیں۔ مرزا نے قادیان ذات میں حضرت عیسیٰ کے مشابہ ہے۔ اور نہ صفائیں۔ دعویٰ ہی دعویٰ ہے کہ میں مسیح ہوں یا انکا ظل در بوز ہوں جس پر دلیل کوئی نہیں اور اگر محض لفظ ظل اور لفظ بروز بڑھا دینے سے نبوت اور رسالت اور سببیت کا دعویٰ جائز ہے تو پھر اس طرح تو دعویٰ الوہیت بھی جائز ہونا چاہیے کہ کوئی یہ کہے کہ میں خدا نے تعالیٰ کا ظل اور بروز ہوں اور اس کی صفات کا مظہر ہوں۔

اطلاع | یہ تمام تفصیل والدہ محترم حضرت مولانا محمد ادریس صاحب قدس سرہ کی کتاب **القول المحکم فی نزول عیسیٰ بن مریمؑ**، در اس موضوع پر دیگر تالیفات و مضامین سے

سے ماخوذ ہے حق تعالیٰ والد مروح کے عوم سے اُمت کو ہمیشہ مستقیض فرماتا رہے اور ان کے درجات بلند فرمائے۔ اُمین۔

فَاخْتَلَفَ الْأَحْزَابُ مِنْ بَيْنِهِمْ فَوَيْلٌ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا

پھر پھٹ گئے فتنے ان کے بیچ سے۔ سو خرابی ہے گنہگاروں کو،

مِنْ عَذَابٍ يَوْمَ الْيَوْمِ ۖ هَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا السَّاعَةَ

آفت سے دکھ والے دن کی۔ اب یہی راہ دیکھتے ہیں اسی گھڑی کی

أَنْ تَأْتِيَهُمْ بَغْتَةً وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ۖ الْآخِلَاءُ

کہ آنکھڑی ہو نا ہر اچانک اور ان کو خبر نہ ہو۔ بیٹھے دوست ہیں

يَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ إِلَّا الْمُتَّقِينَ ۖ يَعْبَادُ

اس دن دشمن ہوں گے، مگر جو ہیں ڈر والے۔ لے بند میرے!

لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ وَلَا أَنْتُمْ تَحْزَنُونَ ۖ الَّذِينَ

نہ ڈرے تم پر آج کے دن، اور نہ تم غم کھاؤ۔ جو

آمَنُوا بِآيَاتِنَا وَكَانُوا مُسْلِمِينَ ۖ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ أَنْتُمْ

یقین لائے ہماری باتوں پر اور رہے حکم بردار۔ چلے جاؤ بہشت میں تم

وَأَزْوَاجُكُمْ تَحْبَرُونَ ۖ يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِصِحَافٍ مِّنْ

اور تمہاری عورتیں کہ تمہاری عزت کریں۔ لیے پھرتے ہیں ان پاس رکابیاں سونے

ذَهَبٍ وَأَكْوَابٍ ۖ وَفِيهَا مَا تَشْتَهِيهِ الْأَنْفُسُ وَتَلَذُّ

کی اور آنکھوں سے، اور وہاں ہے جو دل چاہے، اور جس سے

الْأَعْيُنُ وَأَنْتُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ۖ وَتِلْكَ الْجَنَّةُ

آنکھیں آرام پادیں۔ اور تم کو ان میں ہمیشہ رہنا۔ اور وہی بہشت ہے

الَّتِي أَوْثَقْتُمُوهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٤١﴾ لَكُمْ فِيهَا

جو میراث پائی تم نے بدلے ان کاموں کے جو کرتے تھے ۔ تم کو ان میں

فَاِكْهَةٌ كَثِيرَةٌ مِنْهَا تَأْكُلُونَ ﴿٤٢﴾ إِنَّ الْمَجْرِمِينَ فِي

میسرے میں بہت ان میں سے کھاتے ہو ۔ البتہ جو گنہگار ہیں

عَذَابٍ جَهَنَّمَ خَالِدُونَ ﴿٤٣﴾ لَا يَفْتَرِعْنَاهُمْ وَهُمْ فِيهِ

دوزخ کی مار میں ہیں ہمیشہ رہتے ۔ نہ ہلکی ہولی ہے ان پر اور وہ اسی میں

مُبْلِسُونَ ﴿٤٤﴾ وَمَا ظَلَمْنَاهُمْ وَلَكِنْ كَانُوا هُمُ الظَّالِمِينَ ﴿٤٥﴾

پڑے ہیں نا امید ۔ اور ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا ، لیکن تھے وہی بے انصاف ۔

وَنَادُوا اِيْلَيْكَ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ قَالَ اِنَّكُمْ مُّكْشُونَ ﴿٤٦﴾

اور پکاریں گے اے مالک : کہیں ہم کو فیصل کر چکے تیرا رب ۔ وہ کہے گا ، تم کو رہنا ہے ۔

لَقَدْ جِئْتُمْ بِالْحَقِّ وَلَكِنَّ اَكْثَرَكُمْ لِلْحَقِّ كِرْهُونَ ﴿٤٧﴾

ہم لائے ہیں تمہارے پاس سچا دین ، پر تم بہت لوگ سچے بات سے بُرا مانتے ہو ۔

اَمْ اَبْرَمُوا اَمْ رَاْنَا مُبْرَمُونَ ﴿٤٨﴾ اَمْ يَحْسَبُونَ اَنَّا لَا

کیا انہوں نے ٹھہرائی ہے ایک بات تو ہم بھی کچھ ٹھہرا دیں گے ۔ کیا خیال رکھتے ہیں کہ ہم نہیں

نَسْمَعُ سِرَّهُمْ وَنَجْوَاهُمْ طَبْلٰی وَّرُسُلَنَا لَدَيْهِمْ يَكْتُوبُونَ ﴿٤٩﴾

جاننے ان کا بھیجہ اور مشورہ ۔ کیوں نہیں اور ہمارے بھیجے ان کے پاس ہیں لکھتے ۔

قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِيْنَ ﴿٥٠﴾

تو کہہ اگر ہو رحمن کی اولاد ! تو میں سب سے پہلے پوجوں ۔

سُبْحٰنَ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا

پاک ذات ہے وہ رب آسمانوں کا اور زمین کا صاحب تخت کا ان باتوں سے

يَصِفُونَ ﴿٨٢﴾ فَذَرَهُمْ يَحْضُوا وَيَلْعَبُوا حَتَّىٰ يُلَاقُوا

جو بناتے ہیں۔ اب چھوڑ دے ان کو بک بک کریں، اور کھیلیں، جب تک کہ

يَوْمَهُمُ الَّذِي يُوعَدُونَ ﴿٨٣﴾ وَهُوَ الَّذِي فِي السَّمَاءِ

اپنے اس دن سے، جس کا ان کو وعدہ ہے۔ اور وہی ہے جسکی بندگی ہے آسمان میں

إِلَهُ وَفِي الْأَرْضِ إِلَهُ ۚ وَهُوَ الْحَكِيمُ الْعَلِيمُ ﴿٨٤﴾ وَ

اور جس کی بندگی ہے زمین میں۔ اور وہی ہے حکمت والا سب جانتا۔ اور

تَبَارَكَ الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا

بڑی برکت ہے اس کی جس کا راج ہے آسمانوں میں اور زمین میں اور جو

بَيْنَهُمَا وَعِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿٨٥﴾

ان کے بیچ ہے۔ اور اسی پاس ہے خبر قیامت کی۔ اور اسی تک پھر جاؤ گے۔

وَلَا يَمْلِكُ الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ الشَّفَاعَةَ إِلَّا

اور اختیار نہیں رکھتے جن کو یہ پکارتے ہیں، سفارش کا، مگر

مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ﴿٨٦﴾ وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ

جس نے گواہی دی سچئی، اور ان کو خبر تھی۔ اور اگر تو ان سے پوچھے کہ

مَنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُولُنَّ اللَّهُ فَأَنَّى يُؤْفَكُونَ ﴿٨٧﴾ وَقِيلَ لَهُ

ان کو کس نے بنایا؟ تو کہیں گے اللہ نے، پھر کہاں سے الٹ جاتے ہو؟ قسم ہے رسول کے

يَرَبِّ إِنَّ هَؤُلَاءِ قَوْمٌ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿٨٨﴾ فَأَصْفَحْ عَنْهُمْ

اس کہنے کی، کہ ملے رب! یہ لوگ ہیں کہ یقین نہیں لاتے۔ سو تو مڑ آ ان کی طرف سے،

وَقُلْ سَلَامٌ ۖ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ ﴿٨٩﴾

اور کہہ، سلام ہے، اب آخر کو معلوم کر لیں گے۔



تنبیہ بر مخالفت الحق و بیان انعام و اکرام مطہرین و ذلت ناکامی مجرمین

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى - فَأَخْلَفَ الْاَخْلَافَ مِنْ بَيْنِهِمْ الى فَسَوْفَ يَعْتَمُونَ

(ربط) آیات سابقہ میں مشرکین مکہ کے یک لغو اور بھل، اعتراض کا جواب دیتے ہوئے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کی دعوت توحید کا ذکر تھا اور یہ کہ ان کی زندگی کو اللہ نے اپنی قدرت کی ایک عظیم نشانی بنایا تھا۔ جب تک زمین پر رہے اللہ کی نشانیاں دکھاتے ہوئے اپنی قوم کو توحید ہی کی دعوت دی۔ اور جب قیامت کے قریب آسمان سے نزول فرمائیں گے تب بھی وہی دعوت توحید دیتے ہوں گے۔ ان کی تعلیم و ہدایت میں نہ کوئی ایہام تھا اور نہ اس سے اختلاف کی کوئی گنجائش تھی۔ ب ان آیات میں اہل کتاب کے مختلف گروہوں اور ان کی حق سے مخالفت کا بیان ہے۔ اور ساتھ اس پر تنبیہ کی جا رہی ہے کہ ایسے لوگوں کو اپنے انجام سے ہرگز غافل نہ ہونا چاہیے۔ تو فرمایا۔

پھر مختلف گروہ ہو گئے ان کے درمیان حالانکہ اہل کتاب کو ایک ہی دین پر متفق ہونا چاہیئے تھا لیکن یہود ان کے منکر ہوئے اور نصاریٰ قائل ہوئے۔ مگر قائل ہونے اور عقیدت رکھنے کے باوجود خود نصاریٰ میں بہت سے فرقے ہو گئے۔ کسی نے حضرت مسیحؑ کو خدا کا بیٹا قرار دیا۔ کسی نے ان کو تین خداؤں میں سے ایک کہا۔ اور کسی نے کہا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيحُ بْنُ مَرْيَمَ کہ اللہ تو مسیح ہی ہے۔ سو ہلاکت ہے ان ظالموں کے لیے ایک دردناک دن کے عذاب سے۔ قدرت کی شانیاں اور مجرمین پر مختلف اوقات میں قہر و عذاب کا نزول تو اس امر کے لیے کافی تھا کہ ایسے لوگ عبرت حاصل کر لیتے لیکن انہوں نے ایسے لوگ کسی طرح بھی اپنی بافیانہ روش نہیں چھوڑتے تو کیا یہ بس قیامت ہی کا انتظار کر رہے ہیں کہ ان پر وہ ناگہان آجائے در حال یہ کہ ان کو خبر بھی نہ ہو کہ قیامت آرہی ہے۔ قیامت کا دن جس بے چینی اور گھبراہٹ کا دن ہوگا اس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ وہ دن تو ایسا ہوگا تمام دوست اس دن ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے۔ بھڑان لوگوں کے جو تقویٰ دلے ہیں ہر دوست اپنے دوست و دوست سے بیگانہ و بیزار ہوگا۔ ابتداء اہل ایمان و تقویٰ دنیا کی دوستی کو وہاں بھی یاد رکھتے ہوئے اپنے دوستوں کو پہچانتے ہوں گے اور یاد کرتے ہوں گے۔ تو ایسے ایمان و تقویٰ والوں کو پروردگار

عہ اس آیت کی تفسیر میں حافظ ابن کثیرؒ نے حضرت علیؑ سے ایک روایت میں آنحضرتؐ سے بیان فرمایا کہ دو دوست ایماندار ہوں گے۔ اور دو دوست کافر۔ مؤمن دوستوں میں سے جب ایک کا انتقال ہوا اور اس کو جنت کی بشارت سنائی گئی تو اس نے اپنے دوست کو یاد کیا اور کہا کہ سارے پروردگار فلاں میرا دوست مجھ کو تیری اطاعت و بندگی کا اور تیرے رسولؐ کی فرمانبرداری کا حکم کرتا تھا اور مجھ کو میرا پروردگار کا اور میرا پروردگار اور مجھ کو میں تجھ سے ملاقات کرنے والا ہوں تو اے اللہ! تو میرے اس مؤمن دوست کو (بقیہ حاشیہ) لکھے صفحہ ۳۱۷

عالم کی طرف کہا جاتا ہوگا۔ اے میرے بندو کوئی خوف نہیں تم پر آج کے دن اور نہ ہی تم غمگین ہو گے میرا یہ پیغام میرے ان بندوں کے واسطے ہے جو ہماری آیتوں پر ایمان لائے اور ہمارے فرمانبردار رہے۔ ان کو ہماری طرف سے یہ بشارت ہے کہ داخل ہو جاؤ جنت میں تم اور تمہاری بیویاں اس طرح کہ تم عزت و اکرام اور راحت و مسرت کے ساتھ ہو گھمائے جاتے ہو گے۔ ان پر پیالے یار کا بیاں سونے کے در آنکھو سے در وہاں ان کے واسطے ہم وہ چیز ہوگی۔ جس کے لیے ان کا دل چاہے اور ہر وہ چیز جس سے انھیں لذت حاصل کریں۔ وہ لذتیں جو اہل ایمان کو آخرت میں عطا کی جائیں گی۔ اور اے میرے بندو۔ تم ان جنتوں میں ہمیشہ رہو گے۔ اور یہ جنتیں جن کا تمہیں وارث بنایا گیا ہے۔ ان اعمال کی وجہ سے جو دنیا میں کیا کرتے تھے۔ تمہارے واسطے ان میں بہت سے بھل اور بیوسے جن کو تم کھاتے رہے گے۔ اس کے برعکس بحرین و نارمانوں کی ذلت و معصیت کا یہ عالم ہوگا کہ بے شک یہ بحرین و نرمان کے عذاب میں ہمیشہ بند رہنے والے ہوں گے اس حال میں کہ وہ عذاب ان سے کسی وقت ہلکا ہوگا اور نہ منقطع ہوگا بلکہ مسلسل اسی شدت و عظمت کے ساتھ جاری رہے گا۔ اور وہ اسی میں رہیں گے۔ تمام امیدوں کے ختم ہو جانے کے بعد مایوسی کے عالم میں یہ سب کچھ ملاحظہ ان کے اعمال اور نافرمانیوں کا انجام ہے۔ اور ہم نے تو ان پر کوئی ظلم نہیں کیا۔ لیکن وہی اپنے اوپر ظلم کرنے والے تھے۔

اہل جہنم جب ہر طرف سے مایوس ہو چکیں گے اور کسی طرح اس بات کی امید نہ رہے گی کہ یہ عذاب تل جائے۔ یا کم از کم ہلکا کر دیا جائے تو اس بے قراری میں دار و غار جہنم کی طرف متوجہ ہوں گے اور پکاریں گے۔ اے مالک اب ہم میں حاقبت برداشت نہیں۔ کہیں کہ ہم پر فیصلہ کر دے آپ کا رب کہ ہمارا کام تمام ہی کر دیا جائے کہ یہ عذاب یا تو ہمارا نقص ہی ختم کر دے یا ہم پر موت ہی آ جائے تاکہ مر کر ہی اس مصیبت

رہنمہ حاشیہ گذشتہ صفحہ کا) میرے بعد گزری ہے محفوظ رکھنا یہاں تک کہ تو اس کو ایسی ہی نعتیں دکھا دے جیسی نعتیں تو نے مجھے دکھائیں۔ اور تو اس سے ایسے ہی راضی ہو جائے جیسے تو مجھ سے راضی ہوا۔ اس بات پر اس سے کہا جائے گا کہ اگر تیرا ساتھی ایسا ہی ہے تو اس کے واسطے بھی یہی نعتیں ہیں۔ پھر جب دوسرا ساتھی اس کا انتقال کرے گا۔ تو دونوں کی رد میں جمع ہوں گی اور ہر ایک دوسرے کو کہے گا کہ تو میرا کتنا اچھا ساتھی کتنا اچھا ساتھی اور کتنا عزیز دوست ہے در اس کے بالمقابل کافر دوستوں میں سے ایک کا انتقال ہوا اور اس کو جہنم کی خبر دی گئی تو وہ کہے گا کہ اے پروردگار میرا فلاں دوست مجھے تیری اور تیرے رسول کی معصیت کی ترغیب دیتا تھا اور مجھے شر پر آمادہ کرتا اور خیر سے روکتا تھا اور کہتا تھا کہ میں تجھ سے نہیں ملوں گا۔ تو اے اللہ تو اسکو ہدایت سے محروم رکھ اور ایسا عذاب دے جیسا تو نے مجھے دیا اور یہ کافر اپنے دوست پر غصہ ہوگا۔

اور اس پر لعنت و ملامت کرنا ہوگا۔ ابو ہریرہؓ سے روایت ہے آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ اگر دو شخصوں کے درمیان اللہ کے لیے محبت ہو ان میں سے ایک مشرق اور دوسرا مغرب میں ہو تو بھی اللہ ان دونوں کو قیامت میں جمع کرے گا۔

سے چھٹکارا نصیب ہو جائے۔ انک جواب دے گا۔ ایک طویل وقت گزرنے کے بعد جب کہ عذاب کی شدت کے علاوہ جواب کے انتظار کی بھی مزید بے چینی ہوگی۔ آگاہ ہو جاؤ سبے شک تمہیں یہاں ہمیشہ رہنا ہے اب پیچھے چلانے سے کوئی فائدہ نہیں۔ ہم تو تمہارے پاس حق لیکر آئے۔ لیکن تم میں سے بہت لوگ حق سے نفرت ہی کرتے رہے۔

کفار مکہ کو چاہیے کہ ان باتوں کو سُنکر خدا کے عذاب سے ڈریں اس کی نافرمانی اور اس کے پیغمبر کی مخالفت وعدہ سے باز آجائیں اگر ایسا نہیں کرتے تو پھر سوچ لیں کیا انہوں نے ٹھیرالی ہے کوئی بات؟ اگر اس پر یہ بھروسہ کر کے سمجھ رہے ہوں کہ ہم کامیاب ہو جائیں گے اور اللہ کے پیغمبر کو ناکام بنادیں گے۔ اگر ایسا ہے تو پھر شُرعینا چاہیے۔ ہم بھی کوئی بات ٹھیرتے ہیں۔ اور ظاہر یہ ہے کہ ان کی تدبیر اور سازش اللہ کی تدبیر پر ہرگز غالب نہیں آسکتی۔ کیا یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ ہم نہیں سُنتے ہیں۔ ان کے خفیہ ساز اور ان کی آپس کی سرگوشیوں کو۔ بے شک ہم خوب جانتے ہیں۔ اور خوب سُنتے ہیں۔ اور ہمارے قاصد تو ان کے پاس ہر وقت موجود رہتے ہیں جو ان کی ہر بات اور عمل لکھتے رہتے ہیں۔ ہمارے سے ان کی کوئی بات چھپی نہیں رہ سکتی۔ یہ بات دلائل قطعیہ سے روزِ روشن کی طرح واضح ہے کہ خدا ایک ہے۔ اس کا نہ کوئی بیٹا ہے اور نہ اس کا کوئی شریک ہے۔ اس لیے ایک اور طریقہ سے ان مشرکین مکہ پر حجت پوری کرنے کی عرض ہے آپ کہہ دیجیے اگر بالفرض رحمن کے واسطے کوئی اولاد ہوتی تو میں، جو تاسب سے پہلے اس کو پوجنے والا اور اس کو خدا کے ساتھ شریک قرار دے لیتا لیکن تم دیکھتے ہو کہ میں سولے اللہ رب العزت کے اور کسی کی عبادت نہیں کرتا اور پھر اے نصاریٰ اور عرب کے مشرک تم کیسے خدا کے واسطے اولاد تجویز کرتے ہو۔ خبردار ہرگز ایسا ممکن نہیں بلکہ پاکی ہے آسمانوں اور زمین کے رب کی جو رب ہے عرشِ عظیم کا۔ پاکی ہے ہر اس عیب اور شرک کی بات سے جو یہ بیان کرتے ہیں۔

اس صورتِ حال میں کہ ان بد نصیبوں کی آنکھیں نہ کسی عبرت ناک واقعات سے کھلتی ہیں۔ اور نہ ہی دلائل و حقائق سے ان کے دل مطمئن ہوتے ہیں۔ تو چھوڑو ان کو یہ اپنی ان ہی یہودہ باتوں میں منہمک رہیں۔ اور لہو و لعب میں پڑے رہیں۔ یہاں تک کہ یہ ملاقات کر لیں اپنے اس دن سے کہ جس کا ان سے وعدہ کیا جا رہا ہے۔ کسی بد نصیب کے انکار سے حق تعالیٰ کی ربوبیت اور شانِ کبریا کی ہر کوئی اثر نہیں پڑتا وہ پروردگار معبود ہے آسمان میں اور وہی معبود ہے زمین میں بھی اور وہی ہے بڑی حکمت رکھنے والا باخبر اور بڑی برکت و عظمت والی ہے وہ ذات جس کے واسطے آسمانوں اور زمین کی سلطنت۔ درجہ کچھ ان کے درمیان ہے اس کی بھی۔ اور اسی کو ہے قیامت کا علم اور اسی کی طرف سب لوگوں کو لوٹنا یا جائے گا۔ اس عظمت و کبریا اور قدرت کاملہ اور تمام کائنات پر اس کی سلطنت و حکمرانی کے ہوتے ہوئے اگر چند احمق انسان خدا کی الوہیت کا انکار کریں یا ذیوی مال و متاع کے نشہ میں مغرور و دبست ہو کر یہودہ باتیں کریں تو اس سے نہ اللہ کی وحی پر کوئی اثر پڑ سکتا ہے۔ اور نہ کوئی اس کے پیغمبر کو نقصان پہنچا سکتا ہے۔

اصل نقصان تو ان ہی مجرموں کا ہو گا کہ جب حق تعالیٰ کی گرفت میں آئیں گے۔ تو کوئی نہ سچانے والا ہو گا۔ اور نہ کوئی سفارش کر سکے گا۔ اور جن مجرموں کی یہ مشرکین عبادت کرتے تھے ان کے وہ معبود خود ان سے بیزار و متنفر ہوں گے اور حال یہ ہو گا کہ ہمیں قدرت رکھیں گے سفارش کی وہ معبود جن کو یہ پکارا کرتے تھے۔ اللہ کو چھوڑ کر مگر ہاں وہ جس نے گو ہی دی حق کی اور حال یہ ہے کہ وہ جانتے تھے۔ وراہل ایمان بیشک۔ اپنے بھائیوں کے آخرت میں کام آئیں گے۔ اور ان کی شفاعت بھی کر دیں گے۔

عجیب بات ہے کہ حق تعالیٰ کی توحید والہیت کا انکار کرنے والے خود اس سے اور اپنی فطرت سے اس کے معترف ہیں کہ دراصل اللہ ہی کائنات کا خالق و مالک اور اس کا نظام چلانے والا ہے۔ چنانچہ اور اگر تم ان سے پوچھو کہ ان کو کس نے پیدا کیا تو کہیں گے اللہ نے پیدا کیا ہے۔ تو پھر یہ لوگ کہاں بھٹک رہے ہیں۔ اللہ کے پیغمبر نے دعوت توحید میں کوئی کمی نہیں کی ہر طرح سے سمجھایا۔ حقائق و دلائل پیش کیے لیکن ہر دلیل و معجزہ پر اس حریف دعوے ہی کرتے رہے۔ یہاں تک کہ لو بت پہنچی کہ خدا کا پیغمبر حسرت و مایوسی کے عالم میں حق تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنی بے بسی کا شکوہ کرنے پر مجبور ہوا۔ اللہ نے اپنے پیغمبر کی مخلصانہ التجا اور درد بھری آواز کی قسم کھاتے ہوئے اپنی رحمت و نصرت کی بشارت سنائی اور فرمایا۔ اور قسم ہے رسول کے اس کہنے کی کہ اسے میرے پروردگار۔ یہ قوم تو ایمان لانے کو تیار ہی نہیں تو اسے ہمارے پیغمبر آپ ان باتوں پر نہ سجدہ نہ ہوں اور ان سے درگزر کیجئے اور کہہ دیجئے سلام ہے اور عنقریب ہی یہ لوگ معلوم کر لیں گے کہ دنیا میں کس طرح ذلیل ہوتے ہیں اور آخرت میں کیسے عذاب و مصائب میں مبتلا ہونا ہو گا۔ حق تعالیٰ نے ان کلمات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی اور ان مجرموں کے ایمان نہ لانے پر جو صدمہ اور رنج تھا اس کو کم کرے کی تلقین کے ساتھ طیف نواز سے یہ بشارت دے دی گئی آپ کے دشمنوں اور مخالفوں کو اپنی اس عداوت و مخالفت کا انجام معلوم ہو جائے گا۔ وراہی آنکھوں سے اپنی ذلت و ناکامی اور اللہ کے پیغمبر کی فتح و نصرت کا مشاہدہ کریں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اللہ رب العزت نے قریش مکہ پر غلبہ عطا فرمایا یہود اور اہل کتاب بھی ذلیل و ناکام ہوئے۔ یہاں تک کہ مکہ اور خیبر فتح ہوا یہود ذلیل ہوئے غلام بنے اور جلاوطن ہوئے۔ اور اس طرح اللہ کا یہ لکھا ہوا فیصلہ کتب اللہ لا یغیبنہا و برزخ دنیا کی نظروں کے سامنے آکر رہا۔

والحمد لله على ذلك صدق الله وعده و
نصر عبده و هزم الأحزاب وحده قد تم بحمد الله تعالى
تفسير سورة الزخرف يوم الاثنين ۱۱ من شهر رجب
سنة ۱۴۱۸ اللهم وفقني لاتمام هذا التفسير المبارك بفضلك
ورحمته انك تهدي من تشاء الى صراط مستقيم۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

سُورَةُ الدُّخَانِ

سورۃ الدخان بھی مکی سورتوں میں سے ہے۔ اس سورت کی انتہائی آیات اور نین رکوع ہیں۔ یہ سورت ان اہم اور عظیم سورتوں میں شمار کی گئی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز میں پڑھا کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو ان میں سے سورتوں میں شامل کیا ہے جو نظائر کہلاتی ہیں اور ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مضمون کی مشابہت کی وجہ سے ماکر دو دو سورتیں ایک ایک رکعت میں پڑھا کرتے۔

ابن مردویہؒ نے ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جو شخص جمعہ کی شب میں یا جمعہ کے دن سورت الدخان کی تلاوت کرے اللہ تعالیٰ اس کے واسطے جنت میں ایک محل بنادیتا ہے۔ بیہقیؒ نے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ جو شخص جمعہ کی شب میں خم الدخان اور سورت یسین کی تلاوت کرے تو صبح کو وہ اس حال میں اٹھے گا کہ اس کے گن ہوں کی مغفرت کر دی گئی ہوگی اور ایک روایت میں یہ ہے کہ صبح کو اٹھے گا اس حال میں کہ ستر ہزار فرشتے اس کے واسطے دعائے مغفرت کرتے ہوں گے۔

(رابط) گزشتہ سورت کے اکثر مضامین قرآن حکیم کی حقانیت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے اثبات پر مشتمل تھے۔ قرآن حکیم کے کلام الہی ہونے پر دلائل و براہین کے سلسلہ کے بعد منکرین و مجرمین کی سزاؤں اور ان کے عبرتناک احوال کا ذکر تھا اور اسی پر سورت کا مضمون ختم فرمایا۔ اب اس سورت کا آغاز بھی قرآنی عظمت کے مضمون سے ہو رہا ہے اور یہ کہ اس کا نزول جس مبارک رات میں ہوا وہ کیسی عظیم برکتوں والی رات تھی اور اس شب مبارک کی کیا خصوصیات ہیں تو جو کتاب الہی خود عظمت والی ہو اور جس زمانہ میں اتاری جائے وہ بھی برکتوں والا زمانہ ہو تو بلاشبہ اس پر ایمان اور اس کے احکام کی اطاعت و فرمانبرداری بھی ہر خیر و برکت کا موجب ہوگی۔



آیاتھا ۵۹ = ۳۲ = سُورَةُ الدُّخَانِ يَكِينٌ ۶۲ = رُكُوعَاتُهَا ۳

سورہ دخان کئی ہے اس کی آٹھ آیتیں اور تین رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ کے نام سے، جو بڑا مہربان نہایت رحم والا۔

حَمْدٌ ۱ وَالْكِتَابِ الْبَيِّنِ ۲ اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةٍ مُّبَارَكَةٍ

قسم ہے اس کتاب واضح کی۔ ہم نے اس کو اتارا ایک برکت کی رات میں،

اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِيْنَ ۳ فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ ۴

ہم ہیں کہہ سنانے والے۔ اسی میں جدا ہوتا ہے ہر کام جانچا ہوا۔

اَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَا ۵ اِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ ۶ رَحْمَةً مِّنْ

حکم ہو کر ہمارے پاس سے۔ ہم ہیں بھیجنے والے۔ ہر ہے تیرے

رَبِّكَ ۷ اِنَّهُ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ۸ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ

رب کی۔ وہی ہے سُناتا جانتا۔ رب آسمانوں کا اور

الْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ ۹ لَا اِلَهَ اِلَّا

زمین کا۔ اور جو ان کے پہنچے۔ اگر تم کو یقین ہے۔ کسی کی بندگی نہیں

هُوَ یَحٰی وَیَسِیْرُ ۱۰ رَبُّكُمْ وَرَبُّ اَبَائِكُمُ الْاَوَّلٰیْنَ ۱۱

سوائے اُنکے، جلاتا ہے اور راتا ہے رب تمہارا اور رب تمہارے گئے باپ دادوں کا۔

بَلْ هُمْ فِیْ شَكٍّ یَّلْعَبُوْنَ ۱۲ فَارْتَقِبْ یَوْمَ تَأْتِی السَّمٰوٰتُ

کوئی نہیں! وہ دھوکے میں ہیں کھیلتے۔ سو تو راہ دیکھ جس دن کہ لادے آسمان

بِدُخَانٍ مُّبِیْنٍ ۱۳ یَغْشٰی النَّاسَ ۱۴ هٰذَا عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۱۵

دھواں صریح۔ جو گھیر لے لوگوں کو۔ یہ ہے دکھ کی مار۔

رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ إِنَّا مُؤْمِنُونَ ﴿١٢﴾ اِنِّیْ لَهْمُ

اے رب کھول دے ہم سے یہ آفت، ہم یقین لاتے ہیں۔ کہاں نے ان کو

الذِّکْرٰی وَقَدْ جَاءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّمِّیْنَ ﴿١٣﴾ ثُمَّ تَوَلَّوْا عَنَّهُ

سمجھا؟ اور آچکا ان پاس رسول کھول سنا بوالا۔ پھر اس سے پیٹھ پھری۔

وَقَالُوا مُعَلَّمٌ مَّجْنُوْنٌ ﴿١٤﴾ اِنَّا كَاَشِفُوْا الْعَذَابَ قَلِيْلًا

اور کہنے لگے، سکھایا ہے باؤلا۔ ہم کھوتے ہیں عذاب تھوڑے دنوں،

اِنَّا کَاَشِفُوْا الْعَذَابَ قَلِيْلًا ﴿١٥﴾ یَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْکُبْرٰی اِنَّا

تم پھر دی کرتے ہو۔ جس دن پکڑیں گے ہم بڑی پکڑ، ہم

مُنْتَقِمُوْنَ ﴿١٦﴾

پہلے لینے والے ہیں۔

بیان عظمت کتاب اللہ و برکات زمانہ نزول قرآن مع دعوت ایمان

و بدیہی محرومین و اشقیاء از سعادت خداوندی

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی - حَمْدٌ وَّ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ... اِلٰی... رَاْنَا مُنْتَقِمُوْنَ ۝

(ربط) گزشتہ سورت کا مضمون تو حید و رسالت کا اثبات تھا اور اس سے اختلاف و عراض کرنے والے مجرمین کی بدیہی کا ذکر کرتے ہوئے ان کے افسوس ناک عبرت ناک انجام کا بیان تھا، و اسی موضوع پر سورت کا مضمون ختم فرما دیا گیا تھا کہ اگر ان واقعات کو شکر بھی قریش کے لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں لاتے تو ان کو سوچ لینا چاہیے کہ ایسا ہی عبرت ناک انجام ان کا بھی ہوگا۔ ساتھ ہی آپ کو تسلی دینا بھی مقصود تھا کہ قریش کمزور کی مخالفت و دشمنی سے آپ کو رائد پریشان نہ ہوں، در تمام محبت کے ساتھ فرما دیا گیا تھا۔ وَقُلْ سَلَامٌ عَلٰی سُلٰلَةِ فِرْعٰوْنَ یَعْتَصِمُوْنَ تو اسی مناسبت سے اب اس سورت کی ابتداء قرآن کی عظمت و حقانیت سے ہو رہی ہے اور یہ بتایا جا رہا ہے کہ اس کتاب الہی کی حقانیت و عظمت اس طرح بھی جاسکتی

ہے کہ وہ ذات جس نے یہ کتاب نازل کی وہ بھی بڑی عظمتوں والی ذات ہے اور جس زمانہ و رسمت میں اس کو نازل کیا گیا اس کی برکتوں اور عظمتوں کی بھی کوئی متباہ نہیں۔ تو جب اس کتاب کو نازل کرنے والی ذات ہی باعظمت ہے اور زمانہ نزول بھی برکتوں اور عظمتوں کا زمانہ ہے تو ظاہر ہے کہ اس کتاب ابھی کی عظمت و بلندی کی کوئی حد و انتہا ہی نہیں ہو سکتی تو ارشاد فرمایا۔

تم اللہ رب العزت ہی اس کی مراد خوب جاننے والا ہے۔ قسم ہے اس کتاب کی جو نہایت ہی واضح اور روشن ہے جس کے نور ہدایت سے سارے عالم روشن و منور ہوا جس کے علوم ہدایت و معرفت نے لوگوں کو خلافت و گمراہی کی تاریکی سے نکال کر ایمان و معرفت کی روشنی بخشی۔ اس کتاب الہی کی عظمتوں کا یہ حال ہے کہ بے شک ہم نے اس کو اتنا سہے لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر ایک برکت والی رات میں جو کہ شب قدر ہے پھر تہریج ۲۳ سال کی مدت تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوتا رہا و یہ رست ایسی مبارک ہے کہ اس کی عبادت ہزار مہینوں کی عبادت سے بھی بڑھ کر ہے۔ بے شک ہم لوگوں کو گاہہ کر دینے دے ہیں اسی رات میں جدا ہوتا ہے اور سچے کر دیا جاتا ہے ہر کام جانچا ہو جو حق تعالیٰ کی طرف سے محکم و طے شدہ اور حکمتوں سے معمور ہوتا ہے محکم ہو کر ہماری جانب سے،

بے شک ہم ہیں بھیجنے والے فرشتوں کو ہر کام پر جو ان کے مناسب ہے اور احکام خداوندی کی اس وحی کے ساتھ جو جسٹل امین کھڑے یعنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر بھیجی جاتی رہی رحمت بنا کر لے ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے پروردگار کی طرف سے بیشک وہی سننے والا جاننے والا ہے اس لیے تمام عالم کے حالات سے باخبر ہے۔ اور وہ دنیا والوں کی پکار بھی سننے والا ہے تو اس نے اپنی حکمت سے خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام انبیاء و مرسلین کے بعد خاتم الانبیاء بنا کر مبعوث فرمایا اور آپ پر قرآن کریم نازل کر کے آپ کو رحمت عالمین بنایا۔ جو رب ہے آسمانوں اور زمینوں کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے جس کی ربوبیت و خالقیت کا ثبات کے ایک ایک ذرہ سے ظاہر ہے جس کے مشاہدہ سے تم سمجھ سکتے ہو اگر تم یقین کرنے والے ہو قرآن روشن اور واضح دلائل سے تم بخوبی جان سکتے ہو کہ نہیں ہے کوئی بندگی کے لائق سوئے اس کے۔ وہی ہے جو چلا ہے اور مارتا ہے۔ وہی ہے پالنے والا تمہارا۔ اور تمہارے آباؤ اجداد کا جو پہلے گزرنے والے ہیں۔ ان واضح نشانیوں اور قطعی دلائل کا

عنه ان الفاظ میں یہ اشارہ مقصود ہے کہ لفظ صدیق کا لازمی اور متعدی دونوں معنی میں استعمال درست ہے اور یہ بات اہل عرب کے نزدیک معروف ہے۔

عنه ترجمہ میں لفظ جدا ہوتا ہے حضرت شیخ الہند کا اختیار کردہ لفظ ہے جس سے طے کر کے بھی معلوم ہوتے ہیں جیسے روایات سے یہ تفصیل معلوم ہوتی ہے اسی وجہ سے لفظ "اور طے کر دیا جاتا ہے" درمیان میں بڑھا دیا گیا۔ واللہ اعلم۔
عنه مفسرین کی ایک رائے کی مطابق مرسلین کا تعلق فرشتے میں اسی کو ملحوظ رکھتے ہوئے ترجمہ کیا گیا ہے۔ دوسری رائے کے مطابق مرسلین کا مفعول رسل یعنی انبیاء کرام علیہم السلام ہیں جن کو اللہ رب العزت نے احکام دیکر بندوں کی طرف بھیجا۔ ۱۲

تقاضا تو یہ تھا کہ لوگ خدا کی غایت کو پہچان کر اس کو مانتے اس کی توحید والوہیت پر ایمان لاتے لیکن پھر بھی یہ مشرکین و منکرین نہیں مانتے اور نہ ایمان لاتے ہیں بلکہ وہ تو دھوکہ میں پڑے ہیں۔ یہی طرح کہیں تماشے میں لگے ہوتے ہیں کہ ہر نصیحت اور عبرت کی بات ہنس مذاق میں ارادیتے ہیں اور ان کی یہ لہو لعب میں انہماک کی زندگی یہ بتاتی ہے کہ ان کو خدا کے سامنے پیشی کا کوئی تصور ہی نہیں چاہیے تو یہ تھا کہ یہ مشرکین و منکرین گورے ہوئے واقعات سے عبرت حاصل کرتے اور یہ دیکھ کر اللہ کے رسولوں کو جھٹلانے والوں کا کیسا برا انجام ہوا۔ آپ پر ایمان لے آتے لیکن اس غفلت و لاپرواہی کی روکش لے جب ان کی طرف سے مایوسی پیدا کر دی ہے تو پھر انتظار کر اس دن کا کہ لے کر آئے آسمان ایک کھلا ہوا دھول جو لوگوں کو ڈھانک لے جس کے بعد واضح بھی ہو جائے گا درہر ایک کو یہی کہنا پڑے گا کہ یہ ہے دردناک عذاب جس کے واقع ہونے پر بے چینی و بے قراری کے عالم میں ہر ایک کی زبان سے جاری ہو گا کہ ہمارے رب کھول دے ہم پر سے یہ عذاب اور اسے دور کر دے ہم ایمان لاتے ہیں۔ کہاں ہے ان کے واسطے عبرت و نصیحت حالانکہ اس سے قبل ان کے پاس آپ کا ایک ایسا رسول جو کھلی ہوئی شان والا تھا یا وہ رسول جو کھول کھول کر ان کو اللہ کے احکام و نشانیاں بتا بیوا لہذا تھا تو جب ایسے واضح شان والے رسول اور واضح نشانیوں سے عبرت حاصل نہ ہوئی تو اب کیا اس عذاب یا نشانی کو دیکھ کر عبرت و نصیحت ہوگی۔ چنانچہ یہ لوگ تو ایسے رسول کے آجانے کے بعد بھی پھر اس سے روگردانی کرتے رہے اور کہا کہ یہ تو ایک سکھایا پڑھایا ہوا شخص دیوانہ ہے جس کو کوئی شخص آکر پڑھا جاتا ہے جیسے کہ ارشاد ہے اِنَّمَا يُعَلِّمُهُ بَشَرٌ اور خود یہ بخون ہے کہ جنوں و دیوانگی میں یہ باتیں کہتا ہے الغرض جب ایسے رسول عظیم اور معجزات ظاہرہ کے بعد یہ لوگ ایمان نہیں لاتے تو اس دھوئیں کے عذاب کو دیکھ کر کیا ایمان لائیں گے۔ تو ظاہر ہے کہ ان کا یہ وعدہ اِنَّمَا مَوْعِدُهُمْ حَقُّی اور سچا وعدہ نہیں بلکہ محض ایک مصیبت کو ٹلانے کے لیے حیلہ اور بہانہ ہے۔ مگر خیر پھر بھی ہم حجت پروری کرنے کے لیے کھولے دیتے ہیں اس عذاب کو تھوڑی مدت تک کے لیے لیکن ہم جانتے ہیں کہ یقیناً تم پھر لوٹنے والے ہو اپنی پہلی ہی حالت کی طرف اور وہی حرکتیں کر دو گے جو پہلے کرتے رہے ہو حقیقت یہ ہے کہ جس دن ہم بڑی سخت پکڑ کے ساتھ پکڑیں گے تو اس روز ہم پورا پورا انتقام لینے والے ہوں گے اور یہ قانون خداوندی ہے کہ جرم کی اصل سزا اور بدلہ سے پہلے کچھ تنبیہ و تہدید کے سرے گزارے جاتے ہیں تاکہ اگر کسی میں کچھ بھی صلاحیت اور سعادت کا اثر ہے تو وہ باز آ جائے اور یہ قانون خداوندی اور طریق سزا بھی دراصل حق تعالیٰ کی طرف سے حجت کو پورا کر دینا ہے۔

تفسیر آیت دُخان

فَاَرْقُبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُحَانٍ مُّبِينٍ کی تفسیر میں مفسرین نے حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کی روایات بیان کی ہیں تفسیر در مشور، روح المعانی اور طائفة

بن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں ان روایات کو تفصیل سے ذکر کیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آیت مبارکہ میں جس دخان کا ذکر ہے وہ دخان ہمیں گندہ چکا ہے یا آئندہ پیش آنیوالے دھند اور علامات قیامت میں سے کسی علامت کا بیان ہے صحت سے یہی دو قول منقول ہیں۔ بعضوں نے پہلا قول اختیار کیا ہے۔ اور بعضوں نے دوسرا۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی رائے یہ ہے کہ یہ دخان مبین قیامت کے قریب پیش آنے والی علامت ہے جو تمام لوگوں پر پھیل جائے گا مگر اہل ایمان کے حق میں تو یہ محض خفیف زکام کی طرح ہوگا اور کافروں، منافقوں کی ناک میں درکانوں کے ذریعہ دماغ کے اندر گھس کر انکو بیہوش کر ڈالے گا جیسے کہ بن ابی حاتمؒ نے ابوسعید خدریؓ سے روایت کیا کہ قیامت کے قریب یہ دھواں لوگوں پر چھا جائے گا۔ مومن کو تو صحت نہ کام کی سی کیفیت ہوگی اور کافر کے دماغ میں گھس کر اس کو بے ہوش کر دے گا۔ علیہ

حدیث بن اسید انفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ ہمیں جھانکا اور یہ فرمایا جب کہ ہم آپس میں قیامت کا ذکر کر رہے تھے کہ:

لا تقوم الساعة حتى تداء عَشْرُ	قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب
آيات طُلُوعِ الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِهَا	تک کہ تم یہ دس نشانیاں نہ دیکھ لو۔ سورج
وَالدَّخَانِ وَالْدَّابَّةِ وَخُرُوجِ يَاجُوجَ	کا طلوع مغرب سے، دھوئیں کا ظاہر ہونا اور
وَمَا جُوجَ وَخُرُوجِ عِيسَى بْنِ مَرْيَمَ	دابہ الارض کا نکلنا اور یاجوج و ماجوج کا ظاہر
وَالدَّجَالِ وَثَلَاثَةِ حُسُوفٍ خُصِفَ	ہونا اور عیسیٰ بن مریم کا نزول اور دجال کا نکلنا
بِالْمَشْرِقِ وَخُصِفَ بِالْمَغْرِبِ وَ	اور تین واقع زمین کے دھسنے کے زلزلوں کے
خُصِفَ بَعْجَازَةُ الْعَرَبِ وَنَارُ قَعْرِجَ	ساتھ ایک مشرق میں اور ایک مغرب میں اور ایک
مِنْ قَعْرِ عَوْنٍ تَسُوقُ النَّاسَ تَبِيَّتِ	ہویرہ عرب میں۔ اور ایک آگ جو عون کے علاقہ
مَعَهُمُ حَيْثُ بَاتُوا وَثَقِيلَ مَعَهُمُ	کے وسط میں سے نکلے گی جو لوگوں کو ہشکاتی ہوگی
حَيْثُ قَالُوا - (صحیح مسلم)	اور وہ راست کو بھی ان کے ساتھ رہے گی

جہاں وہ رات گزاریں گے اور وہیں کو بھی ان کے ساتھ رہے گی جہاں وہ وہیں گزاریں گے۔ اور ایک روایت میں حضرت خذلیفہؓ سے یہ ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دس آیات میں دخان (دھوئیں) کا ذکر فرمایا تو لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ان کے دماغ میں یہ آیت تلاوت فرمائی۔ فَأَرْقَبَتْ يَوْمَ مَاتِي السَّحَابُ بِدُخَانٍ مُبِينٍ يَغْشَى النَّاسَ۔ اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ یہ دھواں مشرق و مغرب کے مابین پھیل جائے گا اور چالیس روز تک باقی رہے گا جیسے

علیہ - تفسیر ابن کثیر ج ۴ - روح المعانی ج ۲۴ -

علیہ - تفسیر ابن کثیر ج ۴ -

س قول کے باعث بن حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول یہ تھا کہ اس آیت میں دھوئیں سے مراد وہ علامات قیامت والا دھواں نہیں ہے بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ قریش نے جب اسلام سے روگردانی کی اور کسی طرح بھی تمزدوسر کشتی سے باز نہ آئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے انتہائی رنج اور صدمہ کے باعث یہ کلمات جاری ہوئے۔ اللہ ہم علیہم بسنین کسی یوسف یعنی لے لے اللہ تو ن فریش مکہ پر ایسی شدت و سختی کے سال مسقط کر دے جیسے یوسفؑ کے زمانہ میں اہل مصر پر تو اس کے بعد قریش کے لوگ انتہائی فاقہ اور قحط کی مصیبت میں مبتلا ہوئے۔ نو بہت مردار کا گوشت اور چمڑوں کے کھانے کی آگئی۔ ہڈیاں بال کر پینے لگے۔ کمزوری کا یہ عام ہو گیا کہ جب بھی آسمان کی طرف سر اٹھا کر دیکھتے تو کمزوری اور نقابت سے آنکھوں کے سامنے ایک بادل اور دھواں سا نظر آتا۔ اور مزید یہ ہوا کہ اسی سال پیامہ کا مردار شامہ بن اثال شرف اسلام ہو گیا تو جو امداد اور غلہ کی فراہمی وہاں سے ہوئی تھی وہ اس نے بند کر دی تو مزید قحط و فاقہ کی مصیبت بڑھ گئی۔ تو دخان مبین یہ آنکھوں کے سامنے چھا جانے والا اندھیرا اور غبار کی طرح کا منظر ہے جو غایت کمزوری سے محسوس ہوتا ہے۔ روایات سے یہ بھی ثابت ہے کہ خود عبداللہ بن مسعودؓ کے سامنے جب عبداللہ بن عباسؓ کی تفسیر کا ذکر کیا گیا تو اس کی تردید فرمائی۔ چنانچہ مسروقؓ (جو عبداللہ بن مسعودؓ کے مخصوص تلامذہ میں سے ہیں) فرماتے ہیں ہم ایک روز کوفہ کی مسجد میں پہنچے ابواب کندہ کے نزدیک تو وہاں دیکھا کہ ایک شخص دھڑک رہا ہے۔ اور یَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ دُخَانًا مُبِينًا کے متعلق بیان کر رہا ہے کہ گوگو! تم جانتے ہی ہو کہ یہ دخان مبین کیا ہے؟ سنو! یہ دخان مبین (دھواں) قیامت کے روز ظاہر ہوگا جو کفار و منافقین کی آنکھوں، ناک، اور کانوں میں بھر دیا جائے گا (جس سے وہ بے ہوش ہو جائیں گے) لیکن مؤمن کے لیے صرف ایک ن کام کی سی کیفیت ہوگی تو مسروقؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس حاضر ہوئے اور ان سے یہ تفسیر نقل کی وہ سن کر چونک گئے اور اٹھ بیٹھے اور فرمایا کہ حق تعالیٰ شانہ نے اپنے پیغمبر کو یہ خطاب فرمایا ہے قُلْ مَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ قُلْ مَا أَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّمِينَ۔ یعنی آپؐ یہ اعلان فرما دیجئے کہ میں امر و جی اور تبلیغ رسالت پر کسی قسم کے معاوضہ کا سوال نہیں کرتا اور نہ ہی میں تکلف کرنے والوں میں سے ہوں۔ مراد یہ تھی کہ اگر کوئی بات وحی الہی نہیں تو پھر میں خود اپنی طرف سے بنا کر پیش کرنے والا نہیں ہوں تو اسی کے مطابق کسی کو یہ بات زیب نہیں دیتی کہ صحیح اور تحقیقی علم کے بغیر کوئی بات کہے۔ ابن مسعودؓ یہ کہتے ہوئے فرماتے لگے کہ یہ بھی علم کا ایک شعبہ ہے کہ انسانی جس بات کو نہ جانتا ہو اس کے بارہ میں یہ کہہ دے "لَا أَعْلَمُ"۔

اچھا اب میں تم کو بتانا ہوں کہ آیت مبارکہ کی کیا مراد ہے اور یہ کس واقعہ کی طرف اشارہ ہے وہ یہ کہ قریش کے لوگ جب اسلام سے مسلسل نفرت و بیزاری ہی اختیار کرتے رہے اور رسول اللہؐ کے مقابلے میں نافرمانی ہی کرتے رہے تو آپؐ نے ان کے حق میں بد دعا فرمائی سے اللہؐ ان پر یوسفؑ کے زمانہ کی طرح قحط و شدت کے سال مقدّر فرما تو ان پر فاقہ اور قحط مسقط ہوا اور نو بہت ہڈیوں اور مزار کھانے کی آگئی اور یہ لوگ فاقہ میں اس قدر کمزور ہو گئے کہ جب نظر اوپر اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھتے تو دھواں ہی دھواں نظر آتا تو یہی وہ چیز ہے

جس کو ان الفاظ میں ذکر فرمایا گیا۔ فَازْتَحَتْ يَوْمَ ثَلَاثِي الْمَسَامِيرُ بِدُخَانٍ مُبِينٍ يَغْشَى النَّاسَ هَذَا عَذَابٌ أَلِيمٌ۔ قریش کے لوگ جب اس مصیبت سے بدحواس ہو گئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آپ تو مکارم اخلاق در صلہ رحمی کرنے والے ہیں۔ آپ بارش کے لیے دعا فرمادیجئے تو مضر کے واسطے یہ لوگ ہلاک ہوئے جارہے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمادی تو کچھ سیرانی ان کو حاصل ہو گئی۔ یہ سیرانی وہ ہے جس کا ذکر ان الفاظ میں ہے۔ اِنَّا كَاَشْفُو الْعَذَابِ قَلِيلًا اَلَا تَتَذَكَّرُونَ۔ کہ یہ مصیبت ہم دور کر دیتے ہیں تھوڑے وقت کے لیے مگر بے شک تم پھر لوٹنے والے ہو اسی نافرمانی اور کفر کی جانب۔ ابن مسعودؓ فرماتے لگے کیا عذاب قیامت دور ہو سکتا ہے مگر اس دخان میں کو احوال قیامت اور قیامت کے عذاب پر محمول کیا جائے تو یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کیونکہ یہاں یہ تصریح ہے کہ ہم یہ عذاب دور کیے دیتے ہیں۔ اور قیامت کا کوئی عذاب اور شدت دور نہیں ہو سکتی۔ تو معلوم ہوا کہ یہ عذاب قیامت کے متعلقات میں سے نہیں ہو سکتا۔ فرمایا، الغرض جب پھر ان پر خوش حالی ہوٹ آئی تو اس پر اللہ نے یہ فرمایا بَوْمَ رَبِّطُشْ اَلْبَطِشَةُ اَلْكَبْرُوزِ اور یہ گرفت عذہ بدر کی گرفت ہے (جو قدرت خداوندی کی طرف سے انتقام تھا) ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ پانچ چیزیں گزر چکی ہیں۔ الدخان۔ الروم۔ القمر۔ الزمزم۔ البطشہ۔ امام بخاری اور امام مسلم نے صحیحین میں اس مضمون کو متعدد سندوں کے ساتھ تخریج فرمایا ہے علیہ در ایک روایت سند صحیح کے ساتھ یہ مذکور ہے کہ آپ کی اس دعا پر جب قریش کے لوگ نفروفاقہ اور قحط کی مصیبت میں مبتلا ہوئے تو ابوسفیانؓ اور کچھ اہل مکہ آپ کے پاس گئے اور کہنے لگے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کا تو یہ خیال ہے کہ آپ رحمت بنا کر مبعوث کیے گئے ہیں اور آپ کی قوم ہلاک ہونے جارہی ہے تو دعا کر دیجئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی اس پر بارش برسی اور قحط کے آثار دور ہوئے اور مسلسل سات روز اس طرح بارش کا سلسلہ جاری رہا کہ آسمان نظر نہ آتا تھا۔

علامہ آلوسیؒ اس روایت کو نقل کر کے بیان فرماتے ہیں کہ ظاہر مضمون سے تو یہ معلوم ہوتا ہے جیسا کہ ابن کثیر نے اپنی تاریخ میں تصریح کی ہے کہ یہ قصہ مکہ مکرمہ میں پیش آیا (یعنی مکی زندگی میں قبل از ہجرت) اور یہ آیت بھی مکہ کے بعض روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ قصہ ہجرت کے بعد کا ہے اور ابوسفیانؓ کا مدینہ منورہ جا کر درخواست کرنا مذکور ہے۔ تو بہت ممکن ہے کہ اس قسم کا واقعہ اہل مکہ پر دو مرتبہ پیش آیا ہو علیہ

علیہ امام احمد بن حنبلؒ نے اپنی مسند میں یہ مضمون تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے امام ترمذیؒ اور امام نسائیؒ نے اسکو روایت کیا۔ ابن جریرؒ و درہمؒ ابی حاتمؒ بھی متعدد سندوں سے اس کو بیان کرتے ہیں۔ مسروقؒ کی طرح عبد اللہ بن مسعودؓ کے دور سے تمثیل خاص اہمیت نے بھی اس آیت کی تفسیر اسی طرح کی ہے مجاہدؒ ابوالاحیاءؒ ابی ہریرہؒ رضی اللہ عنہ کی تفسیر بھی اسی کی تائید کر رہی ہیں۔ یہ سب اسی کے قائل ہیں کہ دخان کا واقعہ گزر چکا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۴) علیہ روح المعانی ج ۲۵۔

مفسرین کی ایک جماعت نے عبداللہ بن عباسؓ کی تفسیر کو ترجیح دیتے ہوئے اس کے قرائن و نویدات کو ذکر کیا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۴ میں تفصیل ملاحظہ فرمائیں)

علامہ آلوسیؒ ابن عباسؓ اور ابن مسعودؓ کی تفسیر پر کلام فرمانے کے بعد ان میں کہتے ہیں الفاظ آیت سے ظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ دخان کو اسی معنی پر محمول کرنا زیادہ بہتر ہے جو ابن مسعودؓ نے اختیار کیے اور مضمون کا ربط اس طرح سمجھا جاسکتا ہے۔ حق تعالیٰ شانہ نے قرآن حکیم کا نزول یلۃ مبارکہ میں ذکر فرمایا کہ یہ ظاہر فرمایا کہ یہ کتاب الہی بڑی ہی برکتوں اور رحمتوں والی کتاب ہے۔ چاہیے تھا کہ اہل مکہ اس کتاب سے مستفیع ہوتے اور جس ذات سرِ پادِ رحمت پر یہ کتاب اتری اس سے بھی مستفیع ہوتے لیکن انہوں نے وہ شک اور کفر میں مبتلا رہے اور اپنی جبلتی بد نصیبی سے لہو لعب ہی میں پڑے رہے تو اس کے بعد مناسب یہی تھا کہ ان کی ذلت و محرومی اور بد حالی کا مضمون لایا جاتا چنانچہ فَارْزُقْكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُبِينٍ سے ان کے فقر و مصیبت اور ذلت کا حال بیان فرمادیا گیا علہ اور ساتھ ہی اس مہلت کا بھی تذکرہ کر دیا گیا جو انکو دی گئی۔

تفسیر لیلۃ مبارکہ

لیلۃ مبارکہ کی تفسیر میں بعض مفسرین شبِ برات یعنی شعبان کی پندرہویں رات بیان کرتے ہیں۔ کیونکہ ان آیات میں فِتْنًا يُفْتَسِقُ لَنْ أَقْبَلَ حَكِيمٌ بطور قرینہ اسی کی تائید کر رہا ہے یعنی اس رات میں ہر چیز کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔ اور احادیث میں شعبان کی پندرہویں رات کی یہی خصوصیت ذکر فرمائی گئی ہے کہ اس رات میں ہر پیدا ہونے والا بچہ اور ہر فوت ہونے والا انسان اس کا رزق، عمل خیر و جملہ احوال طے کیے جاتے ہیں جیسے حدیث جامع ترمذی میں مذکور ہے۔ لیکن یہاں لیلۃ مبارکہ کی تفسیر لیلۃ برات سے کرنا اس سے مشکل ہے کہ اس رات میں حق تعالیٰ نے نزول قرآن کا بھی ذکر فرمایا اور قرآن کا نزول ہر ملاحد دوسری آیات کی تصریح سے معلوم ہوا، رمضان مبارک اور لیلۃ القدر میں ہے جیسے کہ سورۃ بقرہ میں ارشاد ہے۔ شَهِدُوا رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ اور سورت القدر میں ہے إِنَّ أَوَّلَ نَزْلِهِ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ وَمَا أَذْرَاكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ اور جمہور مفسرین کے نزدیک یہی متعین ہے کہ شبِ قدر میں قرآن کریم لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر اتارا گیا اور پھر تیس سال کی مدت میں بتدریج آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اترا گیا۔ تو اس وجہ سے اس موقع پر لیلۃ مبارکہ سے لیلۃ برات مراد لیا جانا مشکل ہے۔

حضرت استاذ مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں تطبیق کی صورت یہ ہو سکتی ہے کہ یہ کہا جائے کہ سال بھر کے متعلق قضاء و قدر کے حکیمانہ اور اعلیٰ فیصلے اسی عظیم الشان رات میں طے کیے جاتے ہوں۔

اور لوح محفوظ سے نقل کر کے (جس میں ہر چیز ازل سے لکھی ہوئی ہے جیسے کہ ارشاد مبارک ہے) اَخْصَيْنَاهُ فِيْ اِمَامٍ مُّبِيْنٍ ان فرشتوں کے حوالے کر دیئے جاتے ہیں۔ جو شعبہ ہائے تکوینیات میں کام کرنے والے ہیں۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ لیلۃ البرأت یعنی شبان کی پندرھویں راست ہے لیکن ہے کہ وہاں سے کام کی ابتداء اور شب قدر میں انتہاء ہوتی ہو۔ واللہ اعلم علیہ

تو اسی بنیاد پر سمجھا جاسکتا ہے کہ لیلۃ البرأت میں نزول قرآن کا فیصلہ اور اس کو نون لاکھ کے حوالہ کرنا ہو جو تکوینی طور پر اس کو نازل کرنے پر مامور کیے گئے اور لیلۃ القدر میں اس امر تکوینی کا نفاذ اور تحقیق یعنی لوح محفوظ (جہاں یہ کلام الہی ہمیشہ سے تھا اور بلکہ اس وقت سے تھا جب کہ زمین و آسمان کی تخلیق بھی نہیں ہوئی تھی) سے آسمان دنیا پر اتارا گیا تو اس طرح ایک نزول یعنی تکوین۔ لیلۃ البرأت میں ہوا اور ایک نزول لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر شب قدر میں ہوا اور کوئی تعجب نہیں کہ اس سورت مبارکہ کی ان آیات میں دونوں قسم کے نزول کی طرف اشارہ ہو کہ شب برأت میں فیصلہ نزول از لوح محفوظ اور شب قدر میں لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر اتر جانا مراد ہو۔



وَلَقَدْ فَتَنَّا قَبْلَهُمْ قَوْمَ فِرْعَوْنَ وَ

اور جانچ چکے ہیں ہم ان سے پہلے، فرعون کی قوم کو، اور

جَاءَهُمْ رَسُولٌ كَرِيْمٌ ۝۱۴ اَنْ اَدُوْا اِلَىٰ عِبَادَةِ اللّٰهِ اِنِّیْ

آیا ان پاس رسول عزت والا۔ کہ حوالے کر دو میرے، بندے خدا کے۔ میں

لَكُمْ رَسُولٌ اٰمِيْنٌ ۝۱۵ وَاَنْ لَا تَعْلُوْا عَلٰی اللّٰهِ اِنِّیْ

تم پاس آیا ہوں بھیجا مستبر۔ اور یہ کہ چڑھے نہ جاؤ اللہ کے مقابل میں

اَتِيْكُمْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ۝۱۶ وَاِنِّیْ عٰذْتُ بِرَبِّیْ وَرَبِّكُمْ

لاتا ہوں تم پاس ایک سند کھلی۔ اور میں پناہ لے چکا ہوں اپنے اور تمہارے رب کی،

علیہ فوائد قرآن کریم، از حضرت شیخ الاسلام علامہ عثمانی رحمہ

علیہ ان الفاظ میں جامع ترمذی کی اس حدیث کی طرف اشارہ ہے جس میں حق تعالیٰ شانہ کا آسمانوں اور زمین کی پیدائش سے ہزار سال قبل فرشتوں کے سامنے قرآن کریم کی سورہ طہ اور سورہ یس تلاوت فرماتے کا ذکر ہے۔

أَنْ تَرْجُمُونَ ۚ وَإِنْ لَمْ تُؤْمِنُوا إِلَيَّ فَأَعْتَزَلُونِ ۚ

اس سے کہ مجھ کو سنگسار کرو۔ اور اگر تم یقین نہیں کرتے مجھ پر تو مجھ سے پرے ہو جاؤ۔

فَدَعَا رَبَّهُ أَنْ هُوَ لَآءِ قَوْمٍ مُّجْرِمُونَ ۚ فَاسْرِ بِعِبَادِي

پھر پکارا اپنے رب کو کہ یہ لوگ گناہگار ہیں۔ پھر نے نکل رات سے میرے

لَيْلًا إِنَّكُمْ مُّتَّبِعُونَ ۚ وَاتْرُكِ الْبَحْرَ رَهْوًا إِنَّهُمْ

بند دل کو، البتہ تمہارا پیچھا کریں گے۔ اور چھوڑ جا دو دریا کو تھم رہا۔ البتہ وہ

جَنْدٌ مُّغْرَقُونَ ۚ كَمْ تَرَكَوْا مِنْ جَنَّتٍ وَعَيْوْنَ ۚ

شکر ڈوبنے والے ہیں۔ کتنے چھوڑ گئے باغ اور بچنے۔

وَزُرُوعٍ وَمَقَامٍ كَرِيمٍ ۚ وَنِعْمَ كَانُوا فِيهَا فِكْهِينَ ۚ

اور کھیتیال اور گھر خاصے؟ اور آرام جس میں تھے باتیں بناتے؟

كَذَلِكَ ۚ وَأَوْرَثْنَاهَا قَوْمًا آخَرِينَ ۚ فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ

اسی طرح۔ اور وہ سب ہاتھ لگایا ہم نے ایک اور قوم کو۔ پھر نہ رویا ان پر

السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ وَمَا كَانُوا مُنْظَرِينَ ۚ

آسمان اور زمین اور نہ ہی ان کو ڈھیل۔

عبرت ناک انجام قوم مجرمین و ہلاکت و بربادی فرعون لعین

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: وَلَقَدْ فَتَنَّا قَبْلَهُمْ... الی... وَمَا كَانُوا مُنْظَرِينَ

ا ربط گزشتہ آیات میں قرآن کریم کی عظمت اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے والوں پر وعید تھی اور ان کی نافرمانی و استکبار کرنے پر ہلاکت و تباہی سے ڈرایا گیا تھا تو اسے ان آیات میں اس کی مناسبت سے قوم فرعون کی سرکشی و نافرمانی کا ذکر کرتے ہوئے اس کے عبرت ناک انجام کو بیان کیا جا رہا ہے۔

جو دنیا کے مغرور و سرکشوں کی عبرت کے لیے کافی ہے اور اس تاریخی حقیقت کو دیکھ کر ایسے لوگ یہ سمجھ
 ہیں کہ خداوند ذوالجلال کی گرفت کیسی شدید ہوتی ہے اور اس کا انتقام کیسا شدید اور ہولناک ہوتا ہے ارشاد
 فرمایا اور سبے شک آزمایا ہے ہم نے ان قریش مکہ سے پہلے قوم فرعون کو اور چکا تھا ان کے پاس ایک
 رسول بڑی عزت والا یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام جن کی رسالت و نبوت ہی دراصل فرعون اور اس کی قوم
 کے واسطے ایک امتحان تھی کہ وہ موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانا سہے یا نہیں لہذا یہ رسول یہ پیغام لے کر فرعون کے
 پاس پہنچا کہ حوالہ کر دو میرے، لہذا کے بندوں کو میں ان کو جہاں چاہوں لے جاؤں درجوا حکام خداوندی اس کے
 بندوں کے متعلق میں ہیں، ان کو وہ احکام سکھا دوں تاکہ وہ دین و دنیا کی سعادت حاصل کر سکیں۔ یقیناً میں
 تمہارے واسطے اللہ کا بھیجا ہوا قابل، عناد رسول ہوں اور میری تمہیں، ایک پیغام ہے کہ اللہ کے مقابلہ میں ہرگز سرکشی
 مت کر یقیناً میں لا رہا ہوں تمہارے پاس ایک واضح نشانی اور سند دین میں بات پر کہ میں خدا کا برگزیدہ
 اور رسول، میں ہوں یعنی عصا اور ید بیضا کا معجزہ جو اللہ نے مجھے عطا کیا ہے جس کو دیکھنے کے بعد کسی کو بھی
 میری رسالت کے ماننے اور خداوند تعالیٰ پر ایمان لانے میں ہرگز کوئی تاثر نہ ہونا چاہیے۔ اور میں پناہ لے چکا
 ہوں اپنے رب کی اور تمہارے رب کی اس بات سے کہ تم مجھ کو سسگسار کرو۔ لہذا ان میں تمہاری دھمکیوں
 سے سرخوب ہو سکتا ہوں اور نہ ہی مجھ کو تمہاری طرف سے کسی قسم کی ایذا کا کوئی ڈر ہے میرا پروردگار جب
 میرا حامی و مددگار ہے اور اس نے مجھ کو یہ وعدہ کر لیا ہے کہ فَلَا يَصِلُونَ إِلَيْكُمْ مَا كَرِهَ اللَّهُ مُبْدِيهِ وَلَئِنْ
 يَدْعَوْاكُمْ لِمَعَظِمَةٍ مِّنْكُمْ فَاصْبِرْ لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوفًا وَمَتَّعْنَاكَ إِذْ دَعَاكَ لِمِثْلِ هَٰذَا ذُرِّيَّتَكَ بِإِذْنِ اللَّهِ لَعَلَّكَ تَتَّقِي
 نہیں مانتے اور مجھ پر ایمان نہیں لاتے تو پھر مجھ سے جدا رہو۔ مجھ کو میرے حال پر چھوڑ دو تاکہ میں اپنی قوم
 کو تولے جاؤں اور اس میں تم میری ماہ نہ روکو مگر ایک طویل عرصہ تک جب فرعون کی شقاوت و بدبختی اور
 نادرمانی کا مقابلہ کرتے رہے تو بالآخر اپنے پروردگار کو پکارا کہ اے میرے پروردگار یہ لوگ تو بڑے ہی مجرم
 ہیں اور اپنی سرکشی سے کسی طرح باز نہیں آ رہے ہیں تو میں اب میرے اور ان کے درمیان فیصلہ فرما دیجئے بارگاہ
 کبریائی میں کیا دیر ہو سکتی ہے۔ خدا کے پیغمبر نے مجبور دے پس ہو کر مظلومیت کے عالم میں اپنے رب کو پکارا فوراً
 ہی دعا کی قبولیت کے ساتھ حکم ہوا تو اچھا نکل جاؤ راست کے وقت میرے بندوں کو لے کر یہ صرہ ہے کہ بے شک
 تمہارا پیچھا کیا جائے گا یہی تم بغیر فرعون کو اطلاع کیے راتوں رات بنی اسرائیل کو لے کر نکل جاؤ۔ ظاہر ہے کہ معلوم
 ہونے پر وہ تعاقب کرے گا اور جو سمندر راستہ میں پڑے گا تم اس سمندر کو چھوڑ جانا ٹھہرا ہوا جو تمہارے
 عصا مارنے سے خشک ہو جائے گا۔ اور تم اس پر سے عبور کر جاؤ گے لیکن یہ فکر نہ کرنا وہ اسی طرح خشک رہے
 گا تو اس پر سے فرعون کا لشکر بھی گزر کر تم کو اور بنی اسرائیل کو پکڑ لے گا۔ نہیں بلکہ یقیناً وہ تو ایک ایسا
 لشکر ہو گا جس کو ڈبو دیا جائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کو لے کر اس سمندر
 سے عبور کر گئے تو اسی راستہ کو فرعون اور اس کے لشکر نے اختیار کیا اور وہ سب کے سب اس میں ڈبو دیئے
 گئے جیسا کہ پہلے گزر چکا۔ وَ أَتَجِدِنَا مُؤْمِنِينَ وَ مَن مَّعَنَا أَجْمَعِينَ ثُمَّ عَرَفْنَا الْخَاسِرِينَ۔ خداوند عالم

کے قبر و عذاب سے تباہ ہونے والے ان لوگوں نے کس قدر چھوڑے باغات اور چشمے اور کھیتیاں اور عورت کے ٹھکانے اور نعمتیں۔ عیش و عشرت کا سامان جن میں یہ مست تھے۔ یہ سب کچھ اللہ نے قوم فرعون سے چھین کر بنی اسرائیل کو سطا کر دیا اور مصر کی سرزمین اپنی تمام شادابیوں پھلوں اور پھولوں کے ساتھ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کو دے دی گئی۔ یوں ہی ہوتا ہے خدا کی طرف سے مجرمین کی ہلاکت و بربادی کا انجام چنانچہ ہم نے فرعونوں کو ہلاک کر ڈالا اور وارث بنا دیا ان سب چیزوں کا ایک دوسری قوم یعنی بنی اسرائیل کو۔ بارگاہ خداوندی میں یہ اس درجہ مغفوض و قابل نفرت قوم تھی۔ ان کی ایسی عبرت ناک تباہی ہو گئی لیکن پھر نہ رویا ان پر آسمان اور نہ زمین اور نہ ہی ان کو کسی قسم کی مہلت دی گئی بلکہ آنا لانا ہلاک اور برباد کر دیئے گئے۔ یعنی یہ قوم ایسی قابل نفرت تھی کہ مخلوقات خداوندی میں سے کوئی بھی مخلوق ان کی بربادی پر رنجیدہ نہ ہوئی اس لیے کہ نہ تو کوئی ان کے اعمال صالحہ تھے کہ آسمان پر چڑھتے ہوں اور اب آسمان سے محرومی پر غم کرے اور نہ زمین پر کوئی جگہ بیسی تھی جہاں انہوں نے اللہ کی عبادت کی ہو کہ زمین اس سے محرومی پر روئے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کوئی بھی بندہ ایسا نہیں ہے کہ اس کے واسطے آسمان میں دو دروازے نہ ہوں ایک دروازہ جس سے اس کا رزق اترتا ہے اور دوسرا دروازہ جس سے اس کا عمل چڑھتا ہے تو جب بندہ مومن مر جاتا ہے تو اس پر یہ دونوں دروازے روتے ہیں اور آپؐ نے یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی **فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ وَمَا كَانُوا مُنظَرِينَ**۔

حافظ ان کیلئے نے اپنی تفسیر میں سعید بن جبیر سے روایت کیا ہے۔ بیان کیا کہ ایک شخص عبد اللہ بن عباس کے پاس آیا اور کہنے لگا اے ابوالعباس (یہ کیفیت تھی عبد اللہ بن عباس کی) کیا آپ نے اللہ تعالیٰ کا یہ قول دیکھا ہے **فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ**۔ بھلا آسمان و زمین بھی کسی پر روتا کرتے ہیں؟ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ نے جواب دیا۔ بے شک اور فرمایا کہ کوئی بھی شخص ایسا نہیں کہ اس کے واسطے آسمان میں ایک دروازہ نہ ہوتا ہو جس سے اس کا رزق اترتا ہے اور ایک دروازہ جس سے اس کا عمل چڑھتا ہے اور عمل نہ چڑھنے پر یہ دروازے بند کر دیتے ہیں اسی طرح زمین کا وہ حصہ جہاں وہ بندہ نماز پڑھتا تھا جب اس پر وہ مومن کی نماز اور عبادت نہیں رہتی تو وہ روتا ہے اور فرعون کی قوم وہ تھی جس کے واسطے نہ تو کوئی عمل صالح تھا کہ آسمان روتا اور نہ زمین پر ان کے کوئی آثار صالح تھے کہ وہ روتی اسی لیے ارشاد فرمایا گیا۔ **فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ**۔

ایک روایت میں ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ مومن کی موت پر زمین چالیس روز تک روتی ہے جس

میں مگر یہ مضمون کسی سند صحیح سے ثابت نہیں حافظ علامہ الدین ابن کثیرؒ نے اسکی تصریح کی۔ مراد یہ ہے کہ چالیس روز تک رونے کی مدت کا ثبوت کسی سند صحیح اور قابل اعتبار روایت سے نہیں ہے۔

بجائے جب اس آیت کی تفسیر کی اور کسی نے ازراہ تعجب کہا۔ اچھا کیا زمین بھی روتی ہے فرمایا تمہیں اس پر کیا تعجب ہے وہ کیوں نہ روئے گی جب کہ اس زمین پر سے وہ بندہ گزر گیا جو اس کو رکوع و سجود سے آمادہ رکھتا تھا اور کیا ہوا آسمان کو؟ کہ وہ اس بندہ کے مرنے پر نہ روئے جس کی تکبیر اور تسبیح و تحمید کی آوازیں اس میں گونجتی تھیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بنو اسرائیل کو لے کر بحرِ قزح سے عبور اور قومِ فرعون کی غرقابی کی تفصیل سورہ اعراف اور سورہ شعراء میں گزر چکی ہے۔ حضرت قارین مراجعت فرمائیں۔

وَلَقَدْ نَجَّيْنَا بَنِي إِسْرَءِيلَ مِنَ الْعَذَابِ الْهَيْنِ ۖ ﴿٣٠﴾

اور ہم نے نکالا بنی اسرائیل کو ، ذلت کی مار سے ۔

مِنْ فِرْعَوْنَ ۚ إِنَّهُ كَانَ عَلِيًّا مِّنَ الْمُسْرِفِينَ ۖ ﴿٣١﴾ وَلَقَدْ

جو فرعون سے تھی ۔ بے شک وہ تھا چرھہ ربا ، حد سے بڑھنے والا ۔ اور انکو

اخْتَرْنَاهُمْ عَلَىٰ عِلْمٍ عَلَی الْعَالَمِينَ ۚ ﴿٣٢﴾ وَآتَيْنَاهُمْ مِّنْ

ہم نے پسند کیا جان بوجھ کر ، جہان کے لوگوں سے ۔ اور دیں ان کو نشانیاں ،

الْآيَاتِ مَا فِيهِ بَلَاءٌ مُّبِينٌ ۚ ﴿٣٣﴾ إِنَّ هَؤُلَاءِ لَيَقُولُونَ ۖ ﴿٣٤﴾

جن میں مدد تھی صریح ۔ یہ لوگ کہتے ہیں ۔

إِنَّ هِيَ إِلَّا مَوْتَتُنَا الْأُولَىٰ وَمَا نَحْنُ بِمُتَحَرِّينَ ۖ ﴿٣٥﴾

اور کچھ نہیں ہمارا یہی مرنا ہے پہلا اور ہم کو پھر اٹھنا نہیں ۔

فَاتُوا يَا بَنِيَّ إِن كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۚ ﴿٣٦﴾ أَهْمٌ خَيْرٌ أَمْ

بھلائے آؤ ہمارے باپدارے اگر تم سچے ہو ۔ اب یہ بہتر ہیں یا

قَوْمُ تَبِعَ ۚ وَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ أَهْلَكْنَاهُمْ إِنَّهُمْ

تبع کی قوم ؛ اور جو ان سے پہلے تھے ۔ ہم نے اُن کو کھادیا وہ

كَانُوا مُجْرِمِينَ ﴿۳۸﴾ وَمَا خَلَقْنَا السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا

تھے گنہگار ۔ اور ہم نے جو بنایا آسمان اور زمین ، اور جو

بَيْنَهُمَا لِعَيْنِينَ ﴿۳۹﴾ مَا خَلَقْنَاهُمَا إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَكِنَّ

ان کے بیچ ہے کھیل نہیں بنایا ۔ ان کو بنایا ہم نے ٹھیک کام پر ، پر

أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿۴۰﴾

بہت لوگ نہیں سمجھتے ۔

نجات کامیابی بنی اسرائیل مع بیان بعث بعد موت

قال الله تعالى: وَلَقَدْ تَجْنَيْنَا بَنِي إِسْرَءِيلَ اِلٰی اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ۝
 (ربط) گزشتہ آیات کا مضمون قوم مجرمین کے عبرت ناک انجام اور فرعون لعین کی ہلاکت اور تباہی کا
 تھا تو اب ان آیات میں اس کے بالمقابل یہ بیان فرمایا جا رہا ہے کہ حق تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کے ساتھیوں
 کو کس طرح نجات دلائی عطا فرمائی اور اسی کے ساتھ ان دلائل کو بھی ذکر کیا جا رہا ہے جو بعث بعد از موت
 کو ثابت کرنے والے ہیں۔ اور ان شہادت اور لغو اعتراضات کو بھی رد کیا گیا جو منکرین کیا کرتے تھے۔ رشاد
 فرمایا! اور بے شک ہم نے نجات دی بنی اسرائیل کو ایک ذلت کے عذاب سے جو فرعون کی طرف سے
 ان پر مسلط تھا۔ یقیناً وہ بہت ہی سرچڑھا ہوا تھا بڑھ جانے والوں میں سے تھا کہ وہ اپنی غرور و سرکشی
 میں دنیا کے مغروروں اور متکبروں سے بڑھ کر تھا اور اس کی سرکشی ہر ظلم و تعدی کے حدود آگے بڑھتی تھی۔
 اور ہم نے ان کو یہ قوی دی تھی جانتے ہوئے جہان کے لوگوں پر یعنی ہم جانتے تھے کہ قوم بنی اسرائیل
 میں کتنی کمزوریاں اور کس کس طرح کے نقائص و عیوب ہیں لیکن محض اپنے انعام و اکرام کے باعث لوگوں
 پر فضیلت و برتری بخشی تھی اور دیں ہم نے ان کو ایسی نشانیاں جن میں واضح طور پر ان کی مدد تھی اور محض
 انعام خداوندی تھا اور ان کو سن و سلوی جیسا پاکیزہ رزق عطا کیا پھر فرعون کی غلامی اور اس کی ذلت سے
 نکالا اور اس کی سلطنت و دولت کا وارث بنایا تو یہ انعامات نہایت ہی واضح تھے اور محض انعامات خداوندی
 تھے کہ بنی اسرائیل میں کوئی خوبی نہ تھی کہ وہ انعامات سے نوازے جاتے بلکہ اس کے بالمقابل ان میں تو
 بہت سے عیوب تھے تو ہم نے ان کے عیوب و نقائص کو جانتے ہوئے اور دیکھتے ہوئے بھی یہ نعمتیں
 دی تھیں یہ وقعات ہر قوم کے واسطے بلاشبہ سامان عبرت ہیں اور ایسے مضبوط دلائل ہیں کہ قدرت خداوندی

پرایمان نہیں اور قیامت پر یقین کریں مگر عجیب بات ہے۔ قریش کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں لاتے بلکہ انکار کرتے ہوئے یہ لوگ کہتے ہیں بس اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ یہی ہے ہمارا سرنا پچھلی مرتبہ اور ہم دوبارہ نہیں اٹھائے جائیں گے۔ بس یہی دنیوی موت آخری موت ہے اس کے بعد نہ کوئی قیامت ہے اور نہ کوئی صور بھونکنا ہے نہ اٹھنا ہے اور نہ پھر ہوش ہونا ہے۔ یہ منکرین اپنے اس عناد و انکار پر پوری قوت کے ساتھ جیسے ہوئے اسی طرح کا مطالبہ کرنے لگے جیسا کہ پچھلے منکرین اپنے انبیاء سے کیا کرتے تھے تو اچھا اگر دوبارہ زندہ ہونا ہے تو ہمارے باپ دادوں کو لے آؤ زندہ کر کے اگر ہو تم سمجھو۔ تب ہم یقین کریں گے کہ تم ٹھیک کہتے ہو۔ حق تعالیٰ ایسے بد نصیبوں کو تنبیہ کرتے ہوئے فرماتا ہے بتاؤ کیا یہ بہتر ہیں قوت و شوکت میں یا قوم تبع جو مین کی نہایت ہی طاقت و رقوم اور مادی ساز و سامان سے پوری طرح آراستہ تھی اور وہ قومیں جو ان کے پہلے گزریں مثلاً عاد و ثمود ہم نے ہلاک کر ڈالا ان سب کو ان کی نافرمانیوں اور بد اعمالیوں کی وجہ سے بے شک وہ بڑے ہی گنہگار تھے آخر ہر انسان کو یہ سوچنا چاہیے کہ ہم نے اتنا بڑا پرکار خانہ عالم کس لیے بنایا یہ حقیقت ہے کہ اور ہم نے جو کچھ آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان پیدا کیا۔ ہم نے اس طرح نہیں بنایا ہے کہ ہم فعل عبث کرنے والے ہیں اور یہ سب کچھ محض کھیل تماشا ہے بلکہ یہ کائنات ایک حکمت کے ساتھ پیدا کی گئی ہے اور ہم نے آسمان اور زمین کو مگر ایک قوی اور مضبوط حکمت کے ساتھ جابجائے تو یہ تھا یہ لوگ اس حقیقت و حکمت کو سمجھتے مگر ان قوموں کے کثر لوگ نہیں سمجھتے اور حقائق و دلائل سے چشم پوشی کرتے ہوئے اس عناد و انکار پر ڈٹے رہتے ہیں اور یہی حال اب کفار کفر کا ہے کہ ہر دلیل کے باوجود قیامت اور بعث بعد موت پر ایمان لانے کے واسطے تیار نہیں حالانکہ یہ بات قطعی اور لازم التسلیم ہے کہ جو قادر کسی چیز کو پہلی مرتبہ پیدا کرنے پر قادر ہے وہ بلاشبہ اس کے عادہ پر قادر ہے تخلیق کائنات کے سلسلہ میں خدا کی خالقیت کا اقرار کرنے کے بعد یہ ناقابل فہم منطوق ہے کہ قریش مکہ قیامت پر ایمان نہ لائیں۔

قوم تبع

حافظ ابن کثیر اپنی تفسیر میں ذکر فرماتے ہیں کہ قوم تبع میں کی ایک قوم تھی جو قوم سبا کہلاتی تھی اس قوم کو اللہ تعالیٰ نے بے شمار انعامات سے نوازا تھا مگر یہ اپنی سرکشی پر قائم رہی جس کے نتیجہ میں خداوند عام نے اس کو تباہ و برباد کر ڈالا ان کے شہر اجڑ گئے باغات اور کھیتیاں بخر ہو گئیں جس کا ذکر قرآن کریم نے سورہ سبا میں تفصیل سے کیا تو اس قوم کا تاریخی حوالہ قریش کہ کی عبرت و تنبیہ کے لیے فرمایا گیا اور یہ قوم تبع عرب تحطان تھے جب کہ قریش عرب عدنان تھے تبع میں کے بادشاہ کا لقب ہوتا تھا جیسا کہ کسریٰ شاہ فارس کو اور قیصر شاہ روم کو اور فرعون بادشاہ مصر کو اور سحاشی شاہ حبشہ کو کہتے تھے۔

یمن میں اس لقب سے بہت سے بادشاہ گزرے جس تبع کا یہاں ذکر ہے اس کا نام بعض روایات میں اسعد بیان کیا جاتا ہے اور بعض احادیث سے اس کا ایمان لانا بھی ثابت ہے۔ واللہ اعلم۔

قوم تبع اگرچہ بالعموم اپنے تاریخی اقدار میں کا فر گزری اور ان کا بادشاہ فرعون اور قیصر و کسریٰ کی طرح کا فر ہوتا تھا لیکن اہل یمن کے بعض فرما زدا اور تبع کا یمن سے نکل کر بلاد سمرقند میں جدنے کا بعض تواریخ میں ذکر ملتا ہے اور یہ کہ یہ تبع شاہ یمن جب یمن سے نکلا اور سمرقند وغیرہ پہنچا تو اس زمانہ میں اس کا ملک نہایت وسیع اور مضبوط ہو چکا تھا اور رعایا بھی بڑی تعداد میں تھی اس نے حیرہ شہر آباد کیا تھا ایام جاہلیت میں جب اس کا گور مدینہ منورہ سے ہوا تو اس نے اہل مدینہ سے قتال کا ارادہ کیا اہل مدینہ نے مقابلہ کیا اور اس کے باوجود کہ دن کے وقت اس کے ساتھ قتال کرتے اور جب رات ہوئی تو مہمان نوازی کرتے اس طرز عمل پر یہ بادشاہ شرمایا اور قتال کے ارادہ سے باز آیا۔ اور مدینہ منورہ میں بسنے والے یہودیوں میں سے ان دو علماء کو اپنا مصاحب بنا لیا۔ جنہوں نے اس کو نصیحت کی تھی کہ لے تبع تیرا بہ طرز صحیح نہیں اور تو ہرگز اس شہر کے باشندوں پر غالب نہیں آسکتا کیونکہ یہ شہر اس نبی آخر الزمان کی ہجرت گاہ ہے جو اخیر زمانہ میں مبعوث ہوں گے تو شاہ تبع اس ارادہ سے باز آگیا تھا اور ان دونوں کو اپنا مصاحب بنا کر اپنے ساتھ لے کر روانہ ہو گیا۔ پھر یہ بادشاہ جب مکہ کی طرف پہنچا تو وہاں بھی حملہ کرنے کا ارادہ کیا تو ان دونوں نے اس کو اس سے بھی منع کیا اور کہا کہ یہ اللہ کا گھر ہے جسے براہیم خلیلؑ نے بنایا تھا اور اس کعبہ کی بہت ہی بڑی شان ہوگی ان ہی نبی آخر الزمان کی وجہ سے تو بادشاہ یسئیر بیت اللہ کی عزت و تکریم و تعظیم کرنے لگا۔ طواف کیا اور قسمی غلاف چڑھایا اور جب یمن کی طرف لوٹنے کا ارادہ کیا تو اہل مکہ کو یہودی مذہب قبول کرنے کی دعوت دی اس وقت حضرت مرسل علیہ السلام کا دین ہی آسمانی ہدایت کا دین تھا اور حضرت مسیح بن مریم علیہا السلام کی بعثت نہیں ہوئی تھی تو اس وقت اہل یمن بالعموم اس بادشاہ تبع کے ساتھ یہودی ہو گئے تھے محمد بن اسحاقؒ نے اس قصہ کو تفصیل سے بیان کیا ہے ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تاریخ میں بعض مزید چیزیں ذکر کیں۔ تبع کے بارہ میں بعض روایات ابن عباسؓ اور کعب اجازؓ سے مروی ہیں کہ اس نے دین حق قبول کر لیا تھا۔

حضرت سعید بن جبیرؓ سے منقول ہے تبع نے خانہ کعبہ پر غلاف چڑھایا جس سے قبل بیت اللہ پر غلاف کا دستور نہیں تھا۔ بعض تاریخی نقول سے ثابت ہے کہ اس نے اپنی قوم پر تین سو پچیس برس حکومت کی اور قوم حمیر میں اس سے زیادہ کوئی طویل العمر نہیں ہوا اور یہ بھی منقول ہے کہ یہ بادشاہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے تقریباً سات سو سال قبل مرا ہے اور یہ بھی ذکر کیا گیا کہ جب ان دو علماء یہود نے مدینہ منورہ کے بارہ میں یہ بتایا کہ یہ شہر رسول آخر الزمان کی ہجرت گاہ ہے اور وہ اس شہر میں آکر رہیں گے جن کا نام احمد و محمد ہوگا۔ تو اس نے آپکی شان میں چند اشعار کہے۔

رَسُولُ اللَّهِ بَارِئُ النَّسَمِ

لَكُنْتَ وَزِيلُ ابْنِ عَمٍ

شَهِدْتُ عَلَى أَحْمَدِ أُمَّةٍ

فَلَوْ مَدَّ عَمْرِي إِلَى عَمْرَةٍ

وَجَاهَدْتُ بِالْجَبَفِ اَعْدَاءَهُ وَخَرَجْتُ عَنْ صَدْرِهِ كُلِّ غَمٍ
یعنی میں گواہی دیتا ہوں احمد کے بارہ میں کہ وہ اس پروردگار کے رسول ہیں جو کائنات کا خالق ہے اور اگر میری عمر ان کے وقت تک دراز کر دی جائے تو میں ان کا وزیر اور چچا زاد بھائی ہوتا اور میں تلوار اٹھا کر ان کے دشمنوں کے ساتھ جہاد کرتا اور ان کے دل سے ہر غم و پریشانی کو دور کرتا۔

بعض تاریخی نقول سے یہ بھی ثابت ہے کہ مدینہ کے بعض علماء یہود نے اس علم و معرفت کی بناء پر کہ یہ سرزمین حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت گاہ ہے مدینہ میں قیام کی اجازت طلب کی تو شاہ تتبع نے سب کو اجازت دی ان کو بہت سال مال و دولت بھی دیا اور ایک خاص مکان تیار کرایا کہ نبی آخر الزمان جب ہجرت کر کے آئیں تو وہ اس مکان میں قیام پذیر ہوں اور ایک خط بھی لکھا جس میں آپ سے ملاقات کی تمنا کا اظہار تھا اور مذکورہ اشعار بھی اس میں تھے۔ حضرت ابوالیوب انصاریؒ اسی عالم کی اولاد میں تھے اور یہ مکان وہی سہ ہے جو جمع نے کسی غرض سے بنوایا تھا چنانچہ خدا کے حکم سے وہ ادنیٰ اسی مقام پر آکر ٹھہرے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوالیوب انصاریؒ کے یہاں مقیم رہے۔

شیخ زین الدین مراعی بیان کیا کرتے تھے کہ اگر یہ کہہ دیا جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں ابوالیوب انصاریؒ کے مکان پر نہیں اترے تھے بلکہ اپنے مکان پر اترے تھے تو بے جا نہ ہوگا۔ گویا ابوالیوب انصاریؒ کا قیام تو اس مکان میں آپ کے انتظار میں تھا۔

إِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ مِيقَاتُهُمْ أَجْمَعِينَ ۚ يَوْمَ لَا يُغْنِي مَوْلًى

تحقیق فیصلے کا دن ۔ وعدہ ہے ان سب کا ۔ جس دن کام نہ کرے کوئی

عَنْ مَوْلًى شَيْئًا وَلَا هُمْ يُنصَرُونَ ۚ إِلَّا مَنْ رَحِمَ

رفیق کسی رفیق کے کچھ اور نہ ان کو مدد پہنچے ۔ مگر جس پر مہر کرے

اللَّهُ إِنَّهُ هُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ۚ إِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّومِ ۚ

اللہ ۔ بے شک وہی ہے زبردست رحم والا ۔ مقرر درخت سیہند کا ۔

طَعَامُ الْأَثِيمِ ۚ كَالْمِلِّ يَغْلَى فِي الْبُطُونِ ۚ كَغَلِيِّ

کھانا سہ گنا ہگار کا ۔ جیسے پگھلا تانبہ ۔ کھوتا ہے پیٹوں میں جیسے کھوتا

عن تفسیر ابن کثیر تاریخ بن عساکر۔ فتح الباری جلد ۷

علمہ روض الاناف بحوالہ السیرت لمصطفیٰ جلد اول حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ ۲

الْحَمِيمُ ۴۷ خُذُوهُ فَاعْتِلُوهُ إِلَى سَوَاءٍ الْجَحِيمِ ۴۸ ثُمَّ صَبُّوا

پانی ۔ پکڑو اس کو ، اور دھکیل لے جاؤ بیچوں بیچ دوزخ کے ۔ پھر ڈالو

فَوْقَ رَأْسِهِ مِنْ عَذَابِ الْحَمِيمِ ۴۹ ذُقْ إِنَّكَ أَنْتَ

اس کے سر پر جلتے پانی ۲ عذاب یہ کچھ ۔ تو ہی ہے بڑا

الْعَزِيزُ الْكَرِيمُ ۵۰ إِنَّ هَذَا مَا كُنْتُمْ بِهِ تَمْتَرُونَ ۵۱

عزت والا سردار ۔ یہ وہی ہے جس میں تم دھوکا رکھتے تھے ۔ بے شک

الْمُتَّقِينَ فِي مَقَامِ آمِينَ ۵۲ فِي جَنَّتٍ وَعُيُونٍ ۵۳

دُر دالے ، گھر میں ہیں آمین کے ۔ باغوں میں اور چشموں میں ۔

يَلْبَسُونَ مِنْ سُنْدُسٍ وَإِسْتَبْرَقٍ مُتَقَبِّلِينَ ۵۴ كَذَلِكَ تَقُفُ

پہننے میں پر شک ریشمی ، پتل اور گاڑی ایک دوسرے سامنے ۔ اسی طرح ۔

وَزَوْجَتُهُمْ يَحْوِي عَيْنٍ ۵۵ يَدْعُونَ فِيهَا بِكُلِّ فَاكِهَةٍ

اور بیاہ دیں ہم انکو گوریاں بڑی آنکھوں والیاں ۔ منگواتے ہیں ۔ وہاں ہر سوہ خا طر جمع

آمِينَ ۵۶ لَا يَذُوقُونَ فِيهَا الْمَوْتَ إِلَّا الْمَوْتَةَ الْأُولَىٰ ۵۷

کے ۔ نہ چکھیں گے وہاں مرنا ، مگر جو پہلے مر چکے ،

وَوَقَّعَهُمْ عَذَابِ الْجَحِيمِ ۵۸ فَضْلًا مِّنْ رَبِّكَ ذَٰلِكَ هُوَ

اور بچایا ان کو دوزخ کی مار سے ۔ فضل سے تیرے رب کے ۔ یہی ہے

الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۵۹ فَإِنَّمَا يَسَّرْنَاهُ بِلِسَانِكَ لَعَلَّهُمْ

بڑی مراد یعنی ۔ سو یہ قرآن آسان کیا ہم نے تیری بولی میں ، شاید وہ

يَتَذَكَّرُونَ ۶۰ فَارْتَقِبْ إِنَّهُمْ مُّرْتَقِبُونَ ۶۱

یاد رکھیں ۔ اب تو راہ دیکھ ، وہ بھی رہ سکتے ہیں ۔



تہدید تنبیہ روز قیامت بیان نجا و کامیابی مومنین متقین

قال اللہ تعالیٰ - اِنَّ يَوْمَ الْقِيَامِ ... الى ... فَارْتَقِبْ اَنْفُسَكُمْ فَسَوْفَ يُعْتَبُونَ
 رابطہ گزشتہ آیت میں مجرمین کی سزاؤں اور ان کے عبرت ناک انجام کا بیان تھا جس کے بعد ان کے
 بالمقابل مطیعین کے انعام و اکرام کا ذکر فرمایا گیا تو اب ختام مضمون پر مزید یوم آخرت کی عظمت و مصیبت
 کا بیان فرماتے ہوئے اہل ایمان و تقویٰ پر حق تعالیٰ کے جو انعامات ہوں گے ان کا ذکر کیا گیا۔

اور کا فردنا فرماں کیسی شدت و تکلیف اور مصیبتوں میں مبتلا ہوں گے اس کو بھی واضح کرتے ہوئے
 فیصلہ فرمایا گیا کہ اصل کامیابی اور کامرانی حق تعالیٰ پر ایمان لانے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر
 یقین کرنے میں ہے اور یہ سب باتیں قرآن کریم اور وحی الہی پر ایمان لانے ہی پر موقوف ہیں تو اخیر میں
 قرآن کریم کی حقانیت بیان کرتے ہوئے زبان عربی میں نہایت آسان اور سہل تعبیرات کے ساتھ نازل
 کیے جانے کی حکمت بیان کر دی گئی اور اس پر ایمان نہ لانے والوں کو یہ دھمکی بھی دے دی گئی کہ اگر وہ ایمان نہیں
 لاتے تو پھر عذاب خداوندی کا ان کے واسطے انتظار کریں تو ارشاد فرمایا۔

بے شک فیصلہ کا دن یعنی روز قیامت ان سب کا ایک مقرّر کردہ وقت ہے کہ سب کا حساب و کتاب
 بیک وقت ہی ہو جائے گا یہ دن وہ ہو گا کہ جس میں کون دوست کسی دوست کو کچھ کام نہ آئے گا اور نہ ہی وہ
 مدد کیے جائیں گے مگر وہ شخص جس پر اللہ رحم کرے۔ پس وہی اس دن کے عذاب اور پریشانی سے بچ سکے گا
 ورنہ کسی کو کسی ذریعہ نہ کوئی مدد مل سکے گی اور نہ کوئی کسی کے کچھ کام آئیگا۔ یقیناً وہی بڑی قوت والا مہربان ہے
 اس کی مہربانی اس قدر غالب ہے کہ ہر چیز پر محیط ہے اور وہ اپنی مشیت رحیمی کے ساتھ اتنا زبردست اور طاقت
 والا ہے کہ اس کی رحمت کو کوئی روک نہیں سکتا بے شک درخت زقوم کھانا ہے گنہگار کا وہ اپنی شدت تلخی
 کے علاوہ ایسا ہے۔ جیسے پنگھلا ہوا تانبا ایسا سخت گرم ہو گا کہ کھولتا ہو گا بیٹوں میں جیسے کھولتا ہو گا گرم پانی ان
 نکالیف و آلام کے ساتھ حکم ہو گا فرشتوں کو جو عذاب جہنم پر مامور ہوں گے کہ پکڑو اس کو اور دھکیل کر
 لے جاؤ اس دہکتی ہوئی آگ (جہنم) کے بیچ میں پھر ڈالو اس کے سر پر کھولتے پانی کا عذاب جو دماغ سے اتر کر
 آنتوں کو کاٹتا ہوا ہر نکل پڑے گا (اعاذنا اللہ) اس دردناک عذاب اور ایسے شدید عذاب میں مبتلا
 ہونے والے مجرم کو تہدید و تحقیر کے ساتھ کہا جائے گا لے چکھ لے بے اس عذاب و ذلت کا مزہ تو ہی ہے
 وہ بڑی عزت و کرامت والا کہ اپنے اس عذر و نہایت کی وجہ سے اللہ کے سامنے سر جھکانے اور اللہ کے
 پیغمبر کی فرمانبرداری سے انکار کرتا رہا۔ اب دیکھ لے وہ تیری عزت و سرداری کہاں گئی یہی تو ہے بے شک
 لے مجرمو! وہ آخرت اور عذاب آخرت جس کے بارہ میں تم دھوکے ہی میں پڑے ہوئے تھے اور بے محابا

خدا کے پیغمبر کا انکار کرتے تھے اور دعویٰ کرتے تھے کہ جب ہم مر کر خاک ہو جائیں گے تو پھر زندہ اٹھنا ہے اور نہ حشر ہے اور نہ قیامت و عقاب یہ سزائیں اور ذلت و رسوائی تو مجرمین کے واسطے ہوگی۔ مگر اس کے برعکس یقیناً تقویٰ والے امن و چین کی جگہ میں ہوں گے باغات اور چشموں میں ہر قسم کی نعمتوں و راحتوں میں ہوں گے۔ پہنتے ہوں گے پوشاک نرم و لطیف اور گاڑھے ریشم کی کہ بعض پوشاک نرم و باریک ہوگی اور بعض دیزان نعمتوں اور عزتوں کے ساتھ حالت یہ ہوگی کہ ایک دوسرے کے سامنے رُخ کرنے والے ہوں گے یہ نہیں کہ ایک دوسرے سے اعراض کرے یا نفرت و بغض کی وجہ سے ایک دوسرے سے منہ موڑے جو کہ انسانی زندگی میں ایک آزار ہے تو ہر نوع کی الجھن اور کلفت کے پاک مخلصانہ اور دوستانہ انداز میں ایک دوسرے کی طرف مائل ہوں گے رُخ اور توجہ کرنے والے ہوں گے اے مخاطبوسن! لو ایسا ہی ہے حال ہمارے انعامات اور نوازشوں کا جو ہم اہل ایمان اور تقویٰ پر کرتے ہیں اور ہم ان متقین، بٹونین کے ساتھ ان کے جوڑے ملا دیں گے۔ ایسی حوروں کے جو بڑی آنکھوں والیاں ہوں گی۔ ان پر نعمتوں کی فراخی اور ان کے اکرام و عزت کا یہ مقام ہوگا۔ طلب کرتے ہوں گے ان جنتوں میں ہر قسم کا میوہ اور پھل نہایت ہی اطمینان اور سکون کی حالت کے ساتھ۔ ہر در اور خوف و پریشانی سے مامون ہوں گے۔ نہ چکھیں گے وہاں موت کا مزہ مگر بس وہی موت جو پہلے آپھی اور یہ کس قدر انجام ہے خداوند عظیم کا کہ بچالیا ان کو جہنم کے عذاب سے جو محض فضل ہے۔ اے مخاطب تیرے رب کی طرف سے دگر نہ کوئی بھی اپنے عمل اور تقویٰ سے مستحق نہیں ہے کہ ایسے انعامات سے نوازا جائے اور یہ بھی اللہ کا واقعی فضل و کرم ہے کہ جو انسان اپنی فطری اور طبعی کمزوریوں سے طرح طرح کی خطاؤں اور غلطیوں کا مرتکب ہوتا ہے اس کو عذاب جہنم سے بچا دے۔

بلاشبہ یہ بہت ہی بڑی کامیابی ہے جو قرآنی مضامین اور روحی اہلی کے ذریعے دنیا کے سامنے بیان کر دی گئی کیا ان حقائق کو اسے ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے یہ مخاطبین اولین قریش مکہ نہیں سمجھتے ہم نے تو اس قرآن کو نہایت ہی آسان کر دیا ہے آپ کی زبان عربی میں شاید یہ لوگ نصیحت حاصل کر لیں اس کے باوجود بھی اگر یہ باز نہیں آتے۔ دشمنی اور مخالفت پر ڈٹے رہیں تو پھر انتظار کیجئے ان کی شقاوت و نافرمانی کے بُرے انجام کا حقیقت یہ ہے کہ وہ بھی راہ نک رہے ہیں اس بات کی کہ آپ پر کوئی افتاد پڑے اور ناکامی کا منہ دیکھنا پڑے لیکن اللہ کے فضل سے حق کو غلبہ ہوگا اور مجرمین و منکرین ذلیل و ناکام ہوں گے۔

درخت زقوم

درخت زقوم جس کا ترجمہ اہل لغت سینڈ کا درخت کرتے ہیں یہ نہایت ہی بدبودار تلخ اور زہریلا ہوتا ہے اس درخت کو انڈر ب، العزت نے اپنی قدرت سے دوزخ کے اندر لگایا ہے جو دوزخ کی آگ اور شعلوں سے نشور نما پاتا ہے جو غالموں اور کافروں کے لیے عذاب جہنم کی مصیبتوں میں ایک خاص

مصببت کے درجہ میں رکھا گیا ہے دوزخی جب بھوک سے بیقرار ہوں گے تو ان کو یہ کھانے کے واسطے دیا جائے گا۔ جس کی بدبو اور تلخی کی وجہ سے یہ ممکن ہی نہ ہو گا کہ اسے خلق کے نیچے اتارا جاسکے۔

اس کا ذکر سورہ صافات میں گزر چکا ہے حضرت واد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر کی مراجعت فرما لی جائے۔ (یعنی معارف القرآن ہذا کی جلد ۷)

دنیا کے درختوں میں یہ درخت نہایت بدبودار اور بد مزہ اور بد شکل ہوتا ہے اور ایسا نہ ہر پلا ہوتا ہے کہ اگر بدن سے چھو جائے تو تمام بدن میں زہر سرایت کر جائے اور وہ ہلاک ہو جائے۔

حافظ ابن کثیر اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں درخت زقوم جہنم میں ایک ایسا درخت ہے جس کی شاخیں تمام جہنم میں پھیلی ہوئی ہیں جس طرح کہ شجرہ طوبیٰ جنت کا وہ درخت ہے جس کی شاخیں تمام جنت میں پھیلی ہوئی ہیں۔

بخاری کی روایت میں ہے کہ شجرۃ الزقوم ایسا تلخ اور بد مزہ ہے کہ اگر اس کا ایک قطرہ بھی زمین پر گر پڑے تو تمام دنیا میں بسنے والوں کی زندگی برباد کر دے۔ علیہ

شیخ الاسلام حضرت الاستاذ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اپنے فوائد قرآن کریم میں فرماتے ہیں کہ دوزخ کے اس درخت زقوم کو سیہنڈ کا درخت کہا جاتا ہے محض کسی ادنیٰ مشابہت کی وجہ سے اس نام سے تعبیر کیا گیا ہے ورنہ دوزخ کے سیہنڈ کی کیفیت اللہ ہی کو معلوم ہے جس طرح کہ نعل جنت اور جنت کے پھل ان ناموں سے تعبیر کیے گئے ہیں جو دنیا کے پھل ہیں محض اشتراک اسمی کی وجہ سے ورنہ ظاہر ہے کہ دنیا کے پھلوں کو جنت کے پھلوں سے کوئی نسبت نہیں جنت کے پھل کو ڈرہا کر ڈرہا کر درجہ بڑھ کر ہاں اسی طرح دنیا کے زقوم سے جہنم کا زقوم بلاشبہ کر ڈرہا کر ڈرہا کر درجہ بڑھ کر ہے۔ علیہ

درخت زقوم کا آگ میں اگنا کوئی قابل تعجب امر نہیں ممکن ہے اس کا مزاج ناری ہو جیسے بعض کبرے آگ میں پلتے ہیں اور سہتے ہیں۔

سہارن پور یو۔ پی کے کپٹی باغ میں ایک درخت تھا جس سے آگ کے شعلے نظر آتے تھے اور کچھ درخت ایسے تھے جن کی نشوونما آگ کے ذریعے ہوتی تھی۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس اللہ سرہ اپنی تفسیر بیان القرآن میں فرماتے ہیں کہ ایک مجلس میں احقر اور دو صاحب علم ہندی الاصل مکی المسکن ایک مجمع میں تھے ان دو حضرات میں سے کسی ایک نے کہا کہ میں زقوم کا پھل کھایا جاتا ہے جس کو بر شوئی کہتے ہیں اور قرآن سے وہ طعام اہل نار کا معلوم ہوتا ہے تو ایسی لذیذ چیز سے وعید کیا ہوئی۔

حضرت حکیم الامت فرماتے ہیں میں نے کہا قرآن شریف میں شجرۃ الزقوم آیا ہے شجرۃ الزقوم نہیں آیا

اور شجرہ ماکول نہیں ہے (تو یہ ممکن ہے کہ پھل کی کیفیت سے درخت کی کیفیت اور حالت جدا ہو) اور ان دونوں صاحبوں اور اہل مجلس نے اس جواب کو بہت پسند کیا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ یہ بیان کر کے ارشاد فرماتے ہیں کہ اس جواب کی اس وقت ضرورت ہے جب بر شومی (در حقیقت) اسی زقوم کا پھل ہو اور اگر کوئی دوسری ذرا ہے تو موصول بھی ساقط ہے علیہ

شیخ الاسلام حضرت عثمانی نے اپنے نواد میں یہ فرمایا کسی نے یہ کہا زقوم فلاں لغت میں کھجور اور مکھن کو کہتے ہیں بعض عرب انہیں سامنے رکھ کر ایک دوسرے کو بلاتے ہیں کہ آؤ زقوم کھائیں علیہ (واللہ اعلم بالصواب) کوئی تعجب نہیں کہ حضرت تھانویؒ کی مجلس میں زقوم کا پھل کھانے کا ذکر کیا ہو وہ اسی طرح کا ہو۔ (واللہ اعلم بالصواب)

اہل جنت کا ہر خوف اور تکلیف مامون ہوتا

دنیا دار الفناء اور دارالمن ہے کہ یہاں نہ کسی چیز کو دوام ہے، نہ کسی کو آلام و مصائب سے کلی طور پر تحفظ ہو سکتا ہے بلکہ کسی نہ کسی طرح سے تکلیف اور پریشانیوں میں مبتلا ہونا لازم دنیا میں سے ہے اس کے با مقابل جنت دارالخلد ہے وہاں کی ہر راحت اور نعمت دائمی ہے اور وہاں ہر خوف و زل سے محفوظ ہے اس لیے فرمایا لَا يَذُقُونَ فِيهَا الْمَوْتَ کہ جنتی جنت میں کسی موت کا مزہ نہ چکھیں گے بس جو موت ان کو دنیوی زندگی میں آگئی وہ آگئی اب مزید کسی موت کا اندیشہ ان کو پریشان نہ کرے گا۔

صحیح بخاری، صحیح مسلم و دیگر کتب حدیث میں روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ موت کو ایک مینڈھے کی شکل میں لایا جائے گا اور جنت و دوزخ کے درمیان حد فاصل دیوار پر اس کو کھڑا کر دیا جائے گا (جہاں سے اس کو جنتی اور جہنمی دونوں دیکھ سکیں گے) اور پھر اس کو ذبح کر کے اعلان کر دیا جائے گا یا اهل الجنة خلود فلا موت و یا اهل النار خلود فلا موت یعنی اے اہل جنت بس اب دوام ہے (تبار سے لیے) اس لیے آئندہ کوئی موت نہیں اور اہل نار نہیں بھی دوام ہے بس اس کے بعد اب کوئی موت نہیں اس اعلان کے سننے پر اہل جنت کی سرسرت کی کوئی انتہا نہ رہے گی اور اہل نار کی حسرت و بے قراری کا عالم عجیب ہو گا۔

ابو اسحاقؒ نے بروایت ابو مسلم الاغرؒ ابو سعید خدریؒ اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جنتی جب جنت میں داخل ہو جائیں گے تو اعلان کیا جائے گا۔

یا اهل الجنة ان لکم ان تصحوا فلا تسقموا ابدًا وان لکم ان تعیشوا فلا تموتوا ابدًا وان لکم ان تنعموا فلا تبسوا ابدًا وان لکم ان تسبوا فلا تهزموا ابدًا

کرے اہل جنت (نگاہ ہو جائی بے شک
تہا سے واسطے (اب) یہ ہے کہ تم تندرست
رہو گے کبھی بیمار نہ ہو گے اور تم ہمیشہ زندہ
رہو گے کبھی نہیں مرو گے اور یہ کہ تم ہمیشہ
خوش رہو گے کبھی سختی اور تنگی میں نہیں پڑو گے
اور تمہارے واسطے یہ بھی ہے کہ تم ہمیشہ نوجوان
اور مضبوط رہو گے کبھی بوڑھے اور کمزور نہ ہو گے

الحمد لله تفسیر سورہ دخان بتوفیق خداوندی مکمل ہوئی۔ فلعنہم واللعنة۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سُورَةُ الْجَاثِيَةِ

آیاتہا ۳۵ = سورۃ الجاثیہ مکیہ = ۶۵ رکوعا ۴

سورۃ جاثیہ مکی ہے اور اس میں سینتیس آیتیں اور چار رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا

۱ تَنْزِيلُ الْكِتَابِ مِنَ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ ۲ اِنَّ

آپ کا کتاب کا ہے اللہ سے جو زبردست ہے حکمت والا۔ بے شک

۳ وَفِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۴ وَفِي

سمانوں میں اور زمین میں بہت پتے ہیں ماننے والوں کو۔ اور تمہارے

۵ خَلْقِكُمْ وَمَا يَبُتُّ مِنْ دَابَّةٍ اٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُوقِنُوْنَ ۶

بنانے میں اور جتنے بکھرتا ہے جانور پتے ہیں ایک لوگوں کو جو یقین رکھتے ہیں۔

وَ اخْتِلَافِ الْيَلِّ وَالنَّهَارِ وَمَا أَنْزَلَ اللَّهُ مِنَ السَّمَاءِ

اور بدلنے میں رات دن کے ، اور جو اتاری اللہ نے آسمان سے

مِنْ رَزْقٍ فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَتَصْرِيفِ

رزقی پھر پلایا اس سے زمین کو مر گئے پیچھے اور بدلنے میں

الرَّيْلِ آيَةٌ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ﴿٥﴾ تِلْكَ آيَاتُ اللَّهِ نَتْلُوهَا

باقول کے ، پتے ہیں ایک دگر کو جو سمجھتے ہیں ۔ یہ باتیں ہیں اللہ کی ، ہم سناتے ہیں

عَلَيْكَ بِالْحَقِّ فَبِأَيِّ حَدِيثٍ بَعْدَ اللَّهِ وَآيَاتِهِ

سمجھ کو ٹھیک ۔ پھر کون سی بات کو اللہ اور اس کی باتیں چھوڑ کر

يُؤْمِنُونَ ﴿٦﴾ وَيْلٌ لِّكُلِّ أَفَّاكٍ أَثِيمٍ ﴿٧﴾ يَسْمَعُ آيَاتِ

مانیں گے ؟ خرابی ہے ہر جھوٹے گناہگار کی ۔ کہنے باتیں

اللَّهِ تُتْلَى عَلَيْهِ ثُمَّ يُصِرُّ مُسْتَكْبِرًا كَانَتْ لَمْ يَسْمَعْهَا

اللہ کی ، اس پاس پڑھی جاویں ، پھر ضد کرے غور سے ، جیسے وہ سنی نہیں ۔

فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ﴿٨﴾ وَإِذَا عَلِمَ مِنْ آيَاتِنَا شَيْئًا

سو خوشی سنا اس کو ایک دکھ کی مار کی ۔ اور جب خبر پاوے ہماری باتوں میں کسی چیز کی ،

يَأْتِخْذَهَا هَزْوًَا أُولَئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ ﴿٩﴾ مِنْ

اس کو ٹھہراوے ٹھٹھا ۔ ایسوں کو ذلت کی مار ہے ۔ پرے

وَرَأَيْتَهُمْ جَهَنَّمَ ۚ وَلَا يَغْنِي عَنْهُمْ مَا كَسَبُوا شَيْئًا وَلَا

ان کے دوزخ ہے ۔ اور کام نہ آوے گا ان کو جو کمایا تھا کچھ اور نہ

مَا اتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ أَوْلِيَاءَ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ

دہ جو پکڑے تھے اللہ کے سوا رفیق ۔ اور ان کو بڑی

عَظِيمٌ ۝ هَذَا هُدًى ۝ وَالَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ

مار ہے ۔ یہ سوچا دیا ۔ اور جو منکر ہیں اپنے رب کی باتوں سے ۔

لَهُمْ عَذَابٌ مِّن رَّجْزٍ أَلِيمٌ ۝

ان کو مار ہے ایک بلا کی دکھ والی ۔

بیان عظمت کتاب خداوندی ذکر دلائل قدرت و تنبیہ بر اعراض و انحراف

قال اللہ تعالیٰ ۔ حَمْدُهُ كُنْزٌ مُّبِينٌ ۝ يَكْتُبُ مِنَ اللّٰهِ الْغَيْبُ مَا لَمْ يَكُنْ عَلِيمٌ ۝ اَلِیْ۔ مِّن رَّجْزٍ اَلِیْمٌ ۝
(در ربط) گزشتہ سورت کا مضمون ان اوصاف کے بیان پر ختم کیا گیا تھا۔ جو انسانی فوز و فلاح و سعادت کے ضامن ہیں اور یہ کہ قرآن کریم عربی زبان میں آسان و سہل بنا کر نازل کیا گیا اب اگر اس کے بعد بھی لوگ ہدایت قبول نہ کریں تو یہ انکی محرومی اور بد نصیبی ہے تو اس مناسبت سے سورہ جاثیہ کی ابتداء عظمت کتاب خداوندی سے کی جا رہی ہے اور ساتھ دلائل قدرت کا بھی بیان ہے کہ قادر مطلق کی قدرت و عظمت کو دیکھ کر اس کی کتاب کی عظمت کو بھی پہچان سکیں۔ ساتھ العاتات کا بھی ذکر ہے اور قادر مطلق منعم حقیقی کی نافرمانی پر تنبیہ و وعید بھی۔ تو ارشاد فرمایا۔

ختم۔ اتارنا ہے اس کتاب کا اللہ کی طرف سے جو زبردست ہے حکمتوں والا جس کی عزت و کبریائی، در حکمتیں اس کتاب الہی میں رہنما ہیں اور تمام کائنات الشرب العزت کی الوہیت و وحدانیت کی گواہ ہے۔ یقیناً آسمانوں میں اور زمین میں بڑی بڑی نشانیاں ہیں ماسنے والوں کے لیے اور کائنات کی دوسری بے شمار نشانیوں کا تو کیا کہنا اے انسانو! خود تمہارے پیدا کرنے میں اور جس قدر بھی پھیلارکھے ہیں جانور ہر ایک میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کے واسطے جو یقین نائیں کہ انسان خود اپنی ساخت اور دوسرے حیوانات پر غور کرے تو پروردگار کی معرفت اور اس کی قدرت کو سمجھانے کی ہزار ہا نشانیاں اور دلائل مل جائیں گے۔ اور رات دن کے بدلنے میں اور جو کچھ اللہ نے آسمان سے رزق اتارا کہ بارش برسانی پھر اس سے زمین کو زندہ تر و تازہ و شاداب کیا اس کے مرنے کے بعد اور ہواؤں کو ٹھانے میں نشانیاں ہیں۔ ان لوگوں کے لیے جو عقل سے کام لیتے ہیں کہ اگر ذرا بھی غور کریں تو ان کو اس بات کا کامل یقین حاصل ہو جائے کہ یہ تمام کام صرف اسی زبردست طاقت اور حکمت و دے پروردگار کے قبضہ قدرت میں ہے جو کیا ہے اور عقل اس کا فیصلہ کرتی ہے۔ اور مشاہدہ اس کی تصدیق کرتا ہے اس ذات عزیز و حکیم کے سوا یہ چیزیں کسی کے بس میں نہیں ابھی نشانوں کو کہا جا رہا ہے کہ یہ ہیں اللہ کی نشانیاں جو ہم آپ کو سنار ہے ہیں

ٹھیک ٹھاک دران دلائل و حقائق کا سننا اور مشاہدہ کرنا اس بات کا موجب ہے کہ ہر بات کا یقین کریں اور اس پر ایمان لائیں جب یہ چیز اس قدر واضح ہے تو پھر کون سی بات ہے اللہ اور اس کی نشانیوں کے بعد ایسی کہ یہ اس پر ایمان لائیں گے۔ حقائق اور دلائل کو تسلیم کرنے سے اکثر انسان کا عناد اور اس کی ضد مانع ہوتی ہے تو ایسی صورت میں یہ سمجھ لینا چاہیے کہ کت و بربادی ہے ہر جھوٹے افراد پر دانا گنہگار کے لیے کہ سنا ہے اللہ کی آیتوں کو جو اس کے سامنے تلاوت کی جاتی ہیں مگر پھر بھی وہ اپنے کفر و نافرمانی پر اصرار کرتا ہے۔ تکبر کرتے ہوئے اس طرح کہ گویا اس نے سنا ہی نہیں ہے تو اگر اس نافرمان انسان کے غرور و تکبر کا یہی حال ہے تو پھر اسے ہمارے پیغمبر اس کو خوشخبری سننا دین ایک دردناک عذاب کی اور اگر کسی وقت ہماری نشانیوں میں کوئی نشانی جان لیتا ہے اور مجبور ہو جاتا ہے کہ اس کو ماننے کو بنا لیتا ہے اس کو مذق تو یہ لوگ ایسے ہی ان کے واسطے بڑا ہی ذلت کا عذاب ہے۔ اللہ کے احکام و اس کی آیات کے ساتھ تسویر اللہ کے دین کی اہانت و تحقیر ہے ہی سزا ہوگی کہ ان پر ذلت و خواری کا عذاب مسلط کر دیا جائے گا اور ان کے پیچھے جہنم ہے کہ دنیا کی زندگی اس میں حائل ہے جو ان ہی دار دنیا سے کوئی کریں گے۔ جہنم کا عذاب ان پر مسلط اور ان کو محبط ہوگا اور کام نہ آنے گا ان کے واسطے ذرہ برابر جو انہوں نے اپنی زندگی میں کمایا۔ اور نہ کام آئیں گے جنکو انہوں نے۔ پناہ لی بنایا تھا خدا کو چھوڑ کر بلکہ ان کے اولیاء اور معبود خود اپنی اپنی مصیبت میں مبتلا ہوں گے اور ان کے واسطے بڑا ہی زبردست عذاب ہے۔ یہ ہے سامان ہدایت حوالہ کی نشانیوں کے بعد اس کے دلائل قدرت پر مشتمل ہے لیکن جو لوگ اپنے رب کی باتوں دلائل قدرت۔ احکام و نشانیوں کا انکار کریں ان کے واسطے بڑا ہی دردناک عذاب ہے اس وجہ سے کہ انہوں نے عقل و فطرت کے خلاف حق سے انکار و انحراف کیا اور اپنے خالق کی نافرمانی کی اور ظاہر ہے کہ بغاوت و نافرمانی کا تو ایسا ہی انجام ہونا چاہیے۔

دلائل قدرت کی تفصیل اور ان کے انواع کی تحقیق گزر چکی۔

نیز دلائل آفاق و انفس کی بحث منازل العرفان فی علوم القرآن میں قدرے وضاحت کے ساتھ کی گئی ہے ان آیات کی تفسیر کے لیے اس کی مراجعت فرمال جائے۔

اللَّهُ الَّذِي سَخَّرَ لَكُمُ الْبَحْرَ لَتَجْرَىٰ أَلْفُكُ فِيهِ

اللہ وہ ہے جس نے بس میں دیا تبار سے دریا کہ چلیں اس میں جہاز

يَا مِرَّةً وَلِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ وَلِعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿٦﴾

اس کے حکم سے ، ، در تلاش کرد اس کے فضل سے ، اور شاید تم حق انو ۔

وَسَخَّرَ لَكُم مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مِّنْهُ ط

اور کام لگائے تمہارے، جو کچھ ہیں آسمانوں میں اور زمین میں سب، سب کی طرف سے۔

إِنِّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝۲

اس میں پتے ہیں ایک لوگوں کو جو دھیان کرتے ہیں۔

قُلْ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَغْفِرُوْا لِلَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ

کہہ دے ایمان والوں کو کہ معاف کریں ان کو جو امید نہیں رکھتے

اَيَّامَ اللّٰهِ لِيَجْزِيَ قَوْمًا بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝۳

اللہ کے دنوں کی، کہ وہ سزا دے ان لوگوں کو، بدلہ اسکا جو کھاتے تھے۔ جس نے

عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖۚ وَمَنْ اَسَاءَۙ فَعَلِيْهَا ثُمَّ اِلٰى

بھلا کیا تو اپنے واسطے۔ اور جس نے بُرا کیا، تو اپنے حق میں۔ پھر اپنے

رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ ۝۴

رب کی طرف پھیرے جاؤ گے۔

دلائل قدرت و تکوینی انعامات خداوندی

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی اَللّٰهُ الَّذِیْ سَخَّرَ لَكُمْ الْبَحْرَ... اِلٰی... ثُمَّ اِلٰی رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ ۝

(در ربط) گزشتہ آیات حق تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں پر مشتمل تھیں جن سے پروردگار عالم کی الوہیت و وحدانیت کو ثابت کرتے ہوئے اعرض و انحراف کرنے والوں پر وعید تھی اب مزید چند دلائل کا ذکر کرتے ہوئے بعث بعد الموت اور قیامت کو ثابت فرمایا بار بار ہے۔ ارشاد خداوندی ہے۔

اللہ ہی ہے جس نے تمہارے بس میں کر دیا ہے سمندر کو تاکہ چلیں اس میں جہاز اس کے حکم سے حالانکہ سمندر جیسی ہیبت ناک مروجوں پر جہازوں اور کشتیوں کا چننا مادی اسباب کے لحاظ سے متوقع

نہ تھا اب بحری سفر انسان کو رہا ہے تجارت بھی۔ سیر و سیاحت بھی اور شکار بھی ہے اس کی تہوں میں سے موتی اور سیر کے قیمتی جواہرات بھی نکالے جا رہے ہیں۔ پھلیوں کو دوا اور غذا میں استعمال کیا جا رہا ہے تو یہ بے شمار منافع اور فوائد خالق کائنات کی قدرت اور اس منعم حقیقی کے عظیم تر دلائل اور شواہد ہیں اور یہ سب کچھ اس لیے بھی کہ تلاش کرو اس کے فضل سے اور امید ہے کہ تم اپنے اس منعم حقیقی کا شکر ادا کرو۔ ان تمام انعامات کو دیکھ کر انسانی فطرت کا یہی تقاضا ہے کہ منعم سے قلب میں محبت ہو اور جذبہ طاعت و فرمانبرداری اور حق انعام ادا کرنے کے واسطے مستعد ہو جائے اور کام میں لگا دیا تمہارے واسطے ہر اس چیز کو جو آسمانوں اور زمین میں ہے اس طور سے یہ سب کچھ اسی کی طرف سے ہے۔

اسی نے ان سب چیزوں کو پیدا کیا اور ان جملہ مخلوقات میں معرفت کرنے اور ان سے منتفع ہونے کی تم میں صلاحیت پیدا کی اور ان کو تمہارے سامنے مسخر و تابع کر دیا ورنہ ایک معمولی جانور بھی انسان سے بہت زیادہ طاقت رکھتا ہے اور ممکن نہ ہو سکتا تھا کہ انسان خود اپنی طاقت سے جانور پر سوار ہو کر اس کو جہاں چاہے لیے پھرے۔ بے شک ان سب باتوں میں بڑی ہی نشانیاں ہیں ایسے لوگوں کے واسطے جو غور و فکر کرتے ہوں تو غور و فکر کرنے والے یقیناً یہ بات سمجھ لیں گے کہ جب ہمارے خالق نے یہ تمام کائنات ہمارے لیے اور ہمارے کام میں سب چیزوں کو نگار رکھا ہے تو انعام کا یہی تقاضا ہے کہ ہم کو اس کے کام میں لگ جانا چاہیے اور یہ بھی سمجھنا چاہیے کہ دنیا میں انسان کی یہ زندگی حیات مستعار ہے حقیقی زندگی آخرت کی زندگی ہے اس کے واسطے بھی چاہیے کہ عمل کا کچھ ذخیرہ مہیا کیا جائے۔

ایسے دلائل اور حقائق حقیقی کی قدرت کاملہ کی نشانیاں اور اس کے بے پایاں انعامات کے باوجود بھی جو لوگ اپنے منعم حقیقی اور خالق کائنات کے ساتھ اپنی زندگیوں کا رشتہ وابستہ نہیں کرتے اہل اللہ کے دلوں میں ان سے تمکد اور تنفر پیدا ہونا ایک ایمانی تقاضا ہے غصہ اور جذبہ انتقام کا ابھرنا بھی طبعی تاثر ہے تو ان جذبات پر قابو پانے کے لیے صبر و تحمل کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا۔ کہہ دو اے ہمارے پیغمبر ایمان والوں کو کہ درگزر کریں وہ ان لوگوں سے جو امید ہی نہیں رکھتے ہیں۔ اللہ کے دنوں کی کہ سزاوے اللہ ایک قوم کو ان اعمال کی جو وہ کرتے تھے۔ جس کا یہ نتیجہ ہے کہ نہ اس کی رحمت کی امید ہے اور نہ اس کے عذاب کی فکر ہے۔ اور اس بات کا احساس ہے کہ اللہ اپنے اور اپنے دین کے دشمنوں کو خاص سزا دے گا اور ان کو ناکام و ذلیل کرے گا اور جو اس کے دوست ہیں اور اس کے دین کے قبول کرنے والے ہیں ان کو اپنے انعام و اکرام سے نوازے گا نیز ان کو کامیاب فرمائے گا۔ ہمارے یہاں تو یہ قانون طے ہو چکا کہ جس کسی شخص نے نیکی کا کام کیا پس وہ اسی کے واسطے ہے نافع و باعث عزت اور جس کسی نے بُرا کام کیا تو اس کا وبال اسی پر ہے۔ پھر یہ بھی جان رکھو کہ تم سب اپنے پروردگار کی طرف لوٹائے جاؤ گے وہاں پہنچ کر ہر شخص اپنے اعمال صالحہ کا اجر و ثواب دیکھ لے گا اور اعمال خبیثہ کی سزا اور عذاب بھی دیکھ لے گا غرض ہر شخص کی نیکی اور بدی اس کے سامنے آجائے گی۔

إِسْرَءِيلَ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ وَرَزَقْنَاهُمْ مِّنَ

اسرائیل کو کتاب اور حکومت اور پیغمبری اور کھانے کو دیں

الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَى الْعَالَمِينَ ۝۱۱ وَآتَيْنَاهُمْ بَيِّنَاتٍ

ستھری چیزیں اور بزرگی دی ان کو جہاں پر ۔ اور دیں ان کو کھلی باتیں

مِّنَ الْأَمْرِ فَمَا اخْتَلَفُوا إِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْعِلْمُ

دین کی ۔ پھر پھوٹ جو ڈالی، تو سمجھ آچکے پیچھے آپس کی

بَغْيًا بَيْنَهُمْ إِنَّ رَبَّكَ يَقْضِي بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ فِيمَا

صند سے ۔ تیرا رب چکوٹی کرے گا ان میں قیامت کے دن جس بات

كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ۝۱۲ ثُمَّ جَعَلْنَاكَ عَلَى شَرِيعَةٍ مِّنَ

میں وہ جھگڑتے تھے ۔ پھر تجھ کو رکھا ہم نے ایک رستے پر

الْأَمْرِ فَاتَّبَعُهَا وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ۝۱۳

اس کام کے سوا تو اسی پر چل، اور نہ چل جاؤں پر نادانوں کے ۔

إِنَّهُمْ لَن يَغْنَوْا عَنْكَ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا وَإِنَّ الظَّالِمِينَ

وہ کام نہ آویں گے اللہ کے سامنے کچھ ۔ اور بے انصاف

بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ وَاللَّهُ وَلِيُّ الْمُتَّقِينَ ۝۱۴ هَذَا

ایک دوسرے کے رفیق ہیں ۔ اور اللہ رفیق ہے ڈر والوں کا ۔ یہ

بَصَائِرُ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِّلْقَوْمِ يُوْقِنُونَ ۝۱۵

سوچھ کی باتیں ہیں لوگوں کے واسطے، اور راہ کی، اور مہر ہے ان لوگوں کو جو یقین لاتے ہیں

أَمْ حَسِبَ الَّذِينَ اجْتَرَحُوا السَّيِّئَاتِ أَنْ نَجْعَلَهُمْ

کیا خیال رکھتے ہیں جنہوں نے کلائی ہیں برائیاں کہ ہم کر دیں گے ان کو برابر

كَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَوَاءٌ مَّحْيَاهُمْ وَ

ان کے جو یقین لائے اور کیے بھلے کام ؟ ایک سالانہ جینا اور

مَمَاتِهِمْ سَوَاءٌ مَا يَحْكُمُونَ ﴿۲۱﴾

مَرَاتِ - برے دعوے ہیں جو کرتے ہیں -

انعام نبوی و اخروی قوم بنی اسرائیل و بغاوت و نافرمانی ایشان

قال الله تعالى: وَلَقَدْ آتَيْنَا بَنِي إِسْرَٰئِيلَ الْكِتَابَ ... إلخ ... سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ

(ربط) قبل آیات میں حق تعالیٰ شانہ کی قدرت کی نشانیوں کا بیان چل رہا تھا اور یہ کہ اللہ رب العزت کے کس قدر انعامات ہیں کہ اس نے اپنے بندوں ہی کے فوائد و منافع کے لیے ساری کائنات پیدا کی اور کائنات پر ان کو تصرف کرنے کی صلاحیت اور قدرت بھی عطا فرمائی جس کا ثمرہ اور نتیجہ یہی ہونا چاہیے تھا کہ انسان اپنے رب کا فرمانبردار ہوتا تو اس مقصد اور حقیقت کی توضیح کے لیے قانون جہاں دوسرا بھی ذکر فرما دیا گیا تھا تو اب ان آیات میں بنی اسرائیل کا تذکرہ ہے کہ پروردگار عالم نے کیسے انعامات سے ان کو نوازا لیکن اس بد نصیب قوم نے اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کی ناشکری کی اور اس کی نازل کی ہوئی ہدایت و رحمت سے محرومی اختیار کی اور علی بغاوت و سرکش کو اپنی زندگی کا شعار بنایا۔ ارشاد فرمایا۔

اور بے شک دی ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب اور سلطنت و پیغمبری اور ان روحانی انعامات و اعزاز و کرامت کے ساتھ عطا کیں ان کو کھانے کے لیے پاکیزہ چیزیں اور فضیلت و برتری دی ان کو تمام جہان پر کہ کسی قوم اور خاندان میں اللہ نے اس وقت اس قدر فضیلتیں، دروین دنیا کی عزتیں جمع نہیں فرمائیں تھیں جتنی کہ بنی اسرائیل کو دیں کتاب تورات دی پھر حکومت و سلطنت یا قوت فیصلہ و حکمت سے نوازا کہ دین کی باتیں سمجھیں اور دوسروں کو اس کی طرف دعوت دیں اور جو قانون الہی دے دیا گیا اس کے مطابق وہ نظام حکومت قائم کریں اور پھر سب باتوں کے علاوہ انہیں کھن نشانیاں اور دلائل یا حکام دیں دیئے جس کا تقاضا تو یہ تھا کہ وہ متحد ہو کر اللہ کے احکام کی پیروی کرتے اور باہم کسی قسم کا اختلاف نہ کرتے مگر افسوس کہ انہوں نے باہم اختلاف نہیں کیا مگر بعد اس کے کہ ان کے پاس علم آچکا تھا اور سمجھ چکے تھے کہ علم و ہدیت یہ ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تورات کی تعلیمات سے ہمیں عطا کیا اور یہ

اختلاف صرف آپس میں ضد اور عناد کی وجہ سے تھا اور اصل کتاب ہدایت کو چھوڑ کر بے شمار فرقے بن گئے تھے۔ لیکن ظاہر ہے کہ نفسانیت اور ضد و عناد کی وجہ سے حق سے بغاوت اور مخالفت حق و باطل کو ملبس و مشتبہ نہیں کر سکتی۔

بے شک آپ کا رب فیصلہ کر دے گا ان کے درمیان قیامت کے روز اس بات کا جس میں وہ اختلاف کرتے تھے۔ بنی اسرائیل کی یہ تاریخ ان کی سرکشی اور نفسانیت و عناد کے باعث باہم فرقہ وارانہ کشمکش کا دور گزر جانے کے بعد پھر بنا دیا ہم نے آپ کو پیغمبر و مادی دین کے ایک دستور پر بس آپ اسی کی اتباع و پیروی کیجئے اور مت چینیئے ان لوگوں کی خواہشوں پر جو نادان ہیں اگر کسی وقت جذبہ ہمدردی یا مصلحت کے خیال سے آپ ان کی کسی بات کو بالفرض پوری کرنے کا ارادہ کریں تو آپ کو اس بات سے آگاہ ہونا چاہیئے کہ وہ ہرگز خدا کے یہاں آپ کے دوزخ برابر بھی کام نہ آئیں گے۔ اور کسی بھی فرد گزشتہ پر اگر خدا کا کوئی قہر کسی کی طرف متوجہ ہو تو اس کو کوئی بھی دفع نہیں کر سکتا مؤمن مطیع کا کافر نافرمان سے اور باغی و مجرم سے کسی قسم کی مرافقت ممکن ہی نہیں ہر ایک کا راستہ ہدایت ہے۔

اور بے شک ظالم و مجرم ایک دوسرے کے رفیق و مددگار ہیں اور اللہ مددگار ہے تقویٰ والوں کا اس لیے ایمان و تقویٰ والوں کو اپنے خدا پر بھروسہ رکھنا چاہیئے اور ظالم کی خواہشات و افکار کا قطعاً نہ لحاظ کرنا چاہیئے اور نہ ان کی روشیں اختیار کرنی چاہیئے ان کا راستہ ظلم و بغاوت کا راستہ ہے اور اہل ایمان کا راستہ فرمانبرداری و اطاعت کا راستہ ہے اور اس پر چلنے والوں کا خدا سبھی اور مددگار ہے تو پھر کسی کی مخالفت دشمنی کی کیا پرواہ یہ ہیں بصیرت و عبرت کی باتیں دنیا کے تمام انسانوں کے واسطے اور ہدایت کا سامان ہے اور رحمت ایسی قوم کے واسطے جو یقین رکھتی ہو تو ان بصیرت افروز باتوں اور حقائق پر مشتمل نصیحتوں سے لوگوں کو ہدایت حاصل کرنی چاہیئے اور صراطِ مستقیم پر چل کر دین و دنیا کی رحمت و برکت کا مستحق بننا چاہیئے یہ انسان کی عملی زندگی میں حق و باطل ہدایت و گمراہی اور عدل و ظلم کا راستہ قطعی مختلف ہے یہ ناممکن ہے کہ حق و ہدایت کی پیروی کرنے والا مؤمن اور باطل و گمراہی میں مبتلا ہونے والا انسان برابر ہو ایسا تصور ہرگز بھی نہ کرنا چاہیئے مگر اہل مکہ ایسی واضح اور روشن حقیقت سمجھنے سے قاصر رہے بلکہ ان کے نفس

سے دین و دنیا کی رحمتوں اور برکتوں کی طرف اشارہ ہے۔ اسی کے ساتھ ان کلمات سے یہ بھی ظاہر ہو رہا ہے کہ قانونِ شریعت تین چیزوں کا مجموعہ ہے بصیرت ہدایت و رحمت ترتیب طبعی بھی ایسی ہی ہے انسان کی پہلے آنکھیں کھلتی ہیں تو صحیح راستہ نظر آتا ہے اور منزل مقصود پہچان کر اس کی طرف چلنا شروع کر دیتا ہے تو بصیرت راستہ نظر آنا ہوا اور ہدایت منزل تک پہنچانے والے راستہ پر چل پڑتا ہے اور رحمت حصول مقصد اور وصول منزل پر مرتب ہونے والے ثمرہ کا نام ہے۔

نے ان کو ایسی گمراہی میں ڈالنا کہ شعور و احساس تک باقی نہ رہا تو کیا ایسے لوگوں نے جو برائیاں کما رہے ہیں یہ گمان کر لیا ہے کہ ہم ان کو براہِ برکت دیں گے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیکی کے کام کیے اس طرح کہ ان کا جینا اور مرنا برابر ہو جائے۔ اگر کسی قسم کا کوئی تصور اور گمان ہے تو بہت ہی بڑا ہے یہ فیصلہ جو کر رہے ہیں کون عقل والا یہ سوچ سکتا ہے ایک بدکار انسان اور ایک مرد صالح خدا کے نزدیک برابر ہو گا اور اس مجرم کے ساتھ وہی انعام اکرام کا معاملہ کیا جائے گا جو بدکار نظام و مجرم کے ساتھ ہرگز نہیں آخرت میں تو کیا بری ہو سکتی ہے۔ دنیا کی زندگی میں بھی یہ ممکن نہیں مومن کو دنیا میں بھی حیاتِ طیبہ نصیب ہوتی ہے اور حق تعالیٰ کی طرف سے عزت و نصرت سے نوازا جاتا ہے اور بدکار انسان دنیا میں بھی ذلیل ہوتا ہے اور آخرت میں بھی ناکام و محروم رہتا ہے۔ عرض نیکی اور بدی کا فرق دنیا میں بھی نظر آتا ہے اور آخرت میں بھی اسی طرح نظر آئے گا اس لیے کسی نہ فرماؤ مجرم کو ہدی در ظاہر عیش و عشرت کو دیکھ کر دھوکہ میں نہ پڑنا چاہیئے۔

ان آیات میں حق تعالیٰ شانہ نے بنی اسرائیل پر فائزہ کو وہ احکامات کا ذکر کرتے ہوئے ان کی مجرمانہ نافرمانیاں اور بغاوت کا بیان اہل کتاب کو تنبیہ کے لیے فرمایا اور اس لیے بھی کہ اہل کتاب کو ان باتوں سے صبر و ہمت حاصل ہو۔

ابن کثیر و علامہ آلوسی نے ائمہ مفسرین سے سنا کہ کبھی یہ روایت نقل کی ہے کہ کفار قریش میں سے عقبہ شیبہ اور ولید بن عقبہ نے حضرت علی بن ابی طالب اور حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور دوسرے بعض مسلمانوں سے ایک روز یہ کہا کہ خدا کی قسم تمہارا دین کوئی بہتر دین نہیں اور نہ تم ہم سے افضل ہو ہمارا حال تم سے بدرجہا بہتر ہے۔ اگر وہ بات سنی آخرت و قیامت ہو بھی گئی تو وہاں بھی ہم تم سے افضل اور بہتر ہوں گے جیسا کہ ہم دنیا میں تم سے افضل ہیں تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اَمْ حَسِبَ الَّذِينَ اجْتَرَحُوا السَّيِّئَاتِ جَسَاسًا قَالُوْنَ خُذُوْنَا وَاَنَا خَاسِرُونَ۔ خداوندی بیان کر دیا گیا کہ مجرم و فرمانبردار برابر نہیں ہو سکتے۔

اسی کے ساتھ یہ بھی غرض ہے کہ ہر مؤمن کو اپنی زندگی کے ہر مرحلہ پر یہی تصور و اعتقاد اپنے قلب و دماغ کی گہرائیوں میں رچاتے ہوئے اپنی کوتاہیوں اور غفلت سے ڈرتے رہنا چاہیئے اور اعمال صالحہ کے لیے زیادہ سے زیادہ جدوجہد کرتا رہے۔

ابن ابی شیبہ کی روایت میں ہے کہ ربیعؑ ایک دفعہ تہجد کی نماز میں جب اس آیت پر سے گزرے اور اسکو تلاوت کیا تو یہی آیت بار بار لوٹاتے رہے حتیٰ کہ صبح ہو گئی حضرت فضیل بن عیاضؒ خود اپنے نفس کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کرتے کاش مجھے معلوم ہو جاتا کہ ان دو فریقوں میں سے میں کس فریق میں شامل ہوں۔
اللہم ارزقنا حلاوة الایمان وبشاشة آمین یا رب العالمین۔

انسانی زندگی شریعت اور شارع کی محتاج ہے

ثُمَّ جَعَلْنَاكَ عَلَىٰ شَرِيعَةٍ مِّنَ الْأُمُورِ ۖ إِنَّكَ عَلَىٰ هَذِهِ لَبَاقٍ

انسانی زندگی شریعت اور شارع کی محتاج ہے اس لیے کہ انسان اپنی ذات سے خود ہر کام انجام نہیں دے سکتا تاہم فقیر اس کی مدد دوسرے نہ کر ہی اسی واسطے انسانی حیات مدنیت واجتماعیت کے ساتھ وابستہ ہے۔

اور یہ بات ظاہر ہے کہ لوگوں کی ضرورتیں اغراض اور خواہشات مختلف ہوتی ہیں اور طبعا ہر شخص اپنی خواہش پوری کرنا چاہتا ہے اور اپنی غرض کو دوسرے کی غرض و مقصد پر مقدم رکھتا ہے تو ایسی صورت میں ہر ایک اپنی غرض و خواہش کو پورا کرنا چاہے گا اور جبکہ اغراض و خواہشات متناقض ہیں تو یقیناً نزاع و فساد کا برپا ہونا لازم ہے اس وجہ سے انسانی حیات اس بات کی محتاج ہوتی کہ اس کے واسطے ایک ایسا قانون ہدایت ہو جو سرتاپا رحمت ہو جو عدل و انصاف کا پیکر ہوتے ہوئے اغراض و خواہشات نفس سے پاک ہو اور ظاہر ہے کہ اس ضرورت و احتیاج کو کوئی انسانی دستور اور قانون پورا نہیں کر سکتا کیونکہ انسانی فہم اور ادراک و شعور اول تو ناقص پھر یہ کہ اغراض و خواہشات نفس کی آمیزش سے پاک نہیں ہو سکتے پھر طبائع اور مزاج کا بھی عظیم اختلاف و فرق تو ایسی صورت میں صرف وحی الہی اور قانون خداوندی ہی انسان کے واسطے رہنما اصول اور باعث رحمت و عافیت ہو سکتا ہے جو حضرات انبیاء علیہم السلام دنیا کی ہدایت کے واسطے لے کر آئے، دورانِ مجلہ علوم ہدایت و رحمت کا مجموعہ اور لباب و جوہر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ شریعت ہوئی جس کو ان الفاظ میں یاد فرمایا جا رہا ہے۔ ثُمَّ بَعَثْنَاكَ عَلَىٰ شَرِّ رِجَالٍ مِّنَ الْأَكْثَرِيَّةِ

وَخَلَقَ اللَّهُ السَّمَوَاتِ وَ

اور بنائے اللہ نے آسمان اور

الْأَرْضِ بِالْحَقِّ وَلَيُجْزَىٰ كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ وَ

زمین جیسے چاہیں، اور نا بدلہ پاوے ہر کوئی اپنی کسائی کا، اور

هُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿۲۲﴾ أَفَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَهَهُ هَوَاهُ

ان پر ظلم نہ ہو گا - بھلا دیکھ تو! جس نے ٹھہرایا اپنا حاکم اپنی چاڑ کو

وَأَضَلَّهُ اللَّهُ عَلَىٰ عِلْمٍ وَخَتَمَ عَلَىٰ سَمْعِهِ وَقَلْبِهِ وَجَعَلَ

اور راہ سے کھویا اس کو اللہ نے جانتا، بوجھتا، اور مہر کی اس کے کان پر اور دل پر، اور ڈالی

عَلَىٰ بَصَرِهِ غِشْوَةً ۖ فَمَنْ يَهْدِيهِ مِنْ بَعْدِ اللَّهِ ۖ

اُس کی آنکھ پر اندھیری - پھر کون راہ پر لاوے اس کو اللہ کے سوا؟

أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ﴿۲۳﴾ وَقَالُوا مَا هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا

کیا تم سوچ نہیں کرتے ؟ وہ کہتے ہیں ، وہ نہیں ، یہی ہے ہمارا جینا دُنیا کا ،

نَمُوتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَا إِلَّا الدَّهْرُ وَمَا لَهُم

ہم مرتے ہیں اور جیتے ہیں اور مرتے ہیں ہم سو زمانے سے ۔ اور ان کو کچھ

بِذَلِكَ مِنْ عِلْمٍ إِنْ هُمْ إِلَّا يَظُنُّونَ ﴿۲۴﴾ وَإِذَا تُتْلَىٰ

خبر نہیں اس کی ۔ نری انگلیں دوڑاتے ہیں ۔ اور جب سنائیے

عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا بَيِّنَاتٍ مَّا كَانَ حُجَّتَهُمْ إِلَّا أَنْ قَالُوا

ان کو ہماری آیتیں کھلی ، اور جھگڑا نہیں ان کو ، مگر یہی کہتے ہیں

اَسْتَوِيَٰ بِآبَائِنَا إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿۲۵﴾ قُلِ اللَّهُ يُحْيِيكُمْ

وہ آؤ ہمارے باپ دادوں کو اگر تم سچے ہو ۔ تو کہہ ، اللہ جلاتا ہے تم کو

ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يُجْمَعُكُمْ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَمَةِ لَا رَيْبَ

پھر اسے گا تم کو پھر اکٹھا کرے گا تم کو قیامت کے دن تک سس میں کچھ شک

فِيهِ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴿۲۶﴾ وَلِلَّهِ مُلْكُ

نہیں ، پر بہت لوگ نہیں سمجھتے ۔ اور اللہ کا راجہ ہے

السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ يُومِذُ

آسمانوں میں اور زمین میں ۔ اور جس دن اٹھے گی قیامت ، اس دن

يَخْسِرُ الْمُبْطِلُونَ ﴿۲۷﴾ وَتَرَىٰ كُلَّ أُمَّةٍ جَاثِيَةً كُلُّ

حزب ہوں گے جھوٹے ۔ اور تو دیکھے ہر فرقہ زانو پر بیٹھے ہیں ۔ ہر

أُمَّةٍ تُدْعَىٰ إِلَىٰ كِتَابِهَا الْيَوْمَ تُجْزَوْنَ مَا كُنتُمْ

فرقہ بلایا جاتا ہے اپنے دھڑ پر ، آج ہر پارٹے جیسا تم کرتے

تَعْمَلُونَ ﴿۲۸﴾ هَذَا كِتَابُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ إِنَّا

تھے ۔ یہ ہمارا دفتر ہے، بولتا ہے تمہارے کام ٹھیک ۔ ہم

كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿۲۹﴾ فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا

کھڑتے جاتے تھے جو کچھ تم کرتے تھے ۔ سو جو یقین لائے ہیں،

وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَيَدْخُلُهُمْ رَبُّهُمْ فِي رَحْمَتِهِ ذَلِكَ

اور بھلے کام کیے، سو ان کو داخل کرے گا ان کا رب اپنی مہربانی۔ یہ

هُوَ الْفَوْزُ الْمُبِينُ ﴿۳۰﴾ وَأَمَّا الَّذِينَ كَفَرُوا أَفَلَمْ تَكُنْ

جو ہے یہی ہے صریح مراد حق ۔ اور جو منکر ہوئے کہا تم کو سنائی

اِيْتِي تَتْلَىٰ عَلَيْكُمْ فَاسْتَكْبَرْتُمْ وَكُنْتُمْ قَوْمًا مُّجْرِمِينَ ﴿۳۱﴾

نہ جاتی تھیں باتیں میری؟ پھر تم نے غرور کیا، اور ہو رہے تم لوگ گنہگار ۔

وَإِذَا قِيلَ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَالسَّاعَةُ لَا رَيْبَ

اور جب کہیں کہ وعدہ اللہ کا ٹھیک ہے اور اس گھڑی میں دھوکا نہیں،

فِيهَا قُلْتُمْ مَا نَدْرِي مَا السَّاعَةُ إِنَّ نَظْنَ إِلَّا

تم کہتے ہو، ہم نہیں سمجھتے کیا ہے وہ گھڑی، ہم کو آتا ہے تو ایک

ظَنًّا وَمَا نَحْنُ بِمُتَّقِينَ ﴿۳۲﴾ وَبَدَا لَهُمْ سَيِّئَاتُ

خیال سا، اور ہم کو یقین نہیں ہوتا ۔ اور کھلیں اُن پر برائیاں

مَا عَمِلُوا وَحَاقَ بِهِمْ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ ﴿۳۳﴾

اُن کاموں کی جو کیے تھے اور اُلٹ پڑی ان پر جس چیز کے ٹھٹھا کرتے تھے۔

وَقِيلَ الْيَوْمَ نَنْسِفُكُمْ كَمَا نَسِيتُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ

اور حکم ہوا کہ آج ہم تم کو بھلائیں گے جیسے تم نے بھلا دیا ہے اس دن کا ملنا،

جو حق و صداقت کے ساتھ ہر بات دنیا کے سامنے پیش کرتی ہے اس کتاب پر عمل نجات و کامیابی کا باعث ہے اور خدا کے احکام و امتوشن کو دینا اس کے انعامات و رحمتوں سے محرومی ہے۔ ارشاد فرمایا اور پیدا کیا اللہ نے آسمانوں اور زمین کو ٹھیک انداز کے ساتھ کہ جیسے چاہیے تھا ایسے پیدا کیا جس میں بڑی عظیم حکمتیں اور بلند پایہ مصلحتیں ہیں ان میں سے ہر چیز اللہ رب العزت کی قدرت کی عظیم نشانی اور اس کی لوہیت و وحدانیت کی کھلی دلیل ہے۔

اور یہ ساری کائنات آسمان و زمین بیکار و بربست نہیں بنائے گئے بلکہ اس وجہ سے کہ بدل دیا جائے ہر انسان کو ان کے اعمال کا جو وہ کرے اور یہ حقیقت ہے ان پر کوئی ظلم نہیں کیا جائے گا تخلیق کائنات میں عمل کی مکافات کے نمونے رکھ دیئے گئے جن کو دیکھ کر ہر انسان یہ سمجھ سکتا ہے کہ نیکی کا انجام فلاح و کامیابی اور بدی کا انجام تباہی و بربادی ہے کھتی کرنے والا جو بوتا ہے وہی کاٹتا ہے۔

گدَم از گدَم بر وید جو ز جو از مکافات عمل غافل مشو

کا سبق ہر کھیتی سبزہ اور درخت انسانوں کو سکھاتا ہے راہ ہدایت سے بھٹکانے والی اصل چیز انسان کا نفس اور نفس کی خواہشات ہیں تو اسے مخاطب کیا تو نے دیکھ لیا اس شخص کو جس نے اپنی خواہش کو ہی اپنا معبود بنالیا ہے جس طرف اس کی خواہش لے جانا چاہتی ہے اسی طرف چل پڑتا ہے حق و صداقت ظاہر ہونے اور اس کو سمجھنے کے باوجود بھی حق کی پیروی نہیں کرتا اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ گمراہ کر دیا اللہ نے اس کو اس کی اپنی شقاوت کی وجہ سے اور مہر لگا دی اس کے کان پر اور اس کے دل پر اور پردہ ڈال دیا اس کی نگاہ پر تو اللہ کی طرف سے اس محرومی اور بد نصیبی کے بعد کون ایسے شخص کو ہدایت دے سکتا ہے

لے مخاطب کیا پھر بھی تم غور و فکر نہیں کرتے ہو افسوس کہ جب انسان حق و صداقت سے اعراض کر کے اپنی تمام تر صلاحیتوں کو ضائع کر ڈالتا ہے نہ دلائل و حقائق کو دیکھتا ہے اور نہ ہی عبرت ناک واقعات سے عبرت نصیحت حاصل کرتا ہے تو پھر اس کے احساسات، ادراک و شعور سب کچھ اسی دنیوی زندگی تک محدود ہو کر رہ جاتے ہیں اور ایسے لوگ کہتے ہیں یہ کچھ نہیں بجز ہماری اس دنیا کی زندگی کے بس ہم مرتے ہیں اور جیتے ہیں۔ اور یہ سلسلہ موت و حیات کا بس اسی طرح جاری ہے اور ہم کو سوائے زمانہ عہ کے اور کوئی چیز نہیں مارتی یہ زمانہ

عہ۔ اس آیت مبارکہ میں ان منکرین خدا کے یہودہ نظریہ کا رد ہے جو خدا کی خالقیت اور قدرت کا انکار کرتے ہیں اور کائنات کی ہر چیز کو زمانہ اور زمانہ کی تاثیر اس کے انقلابات کی طرف منسوب کر دیتے ہیں کہ سب کچھ زمانہ ہی ہے اور اس کی پشت پر نہ کسی خالق و قادر مطلق کی طاقت و ارادہ کا رفر ہے اور نہ ہی زمانہ کا کوئی خالق ہے اسی وجہ سے اس فرقہ کو دھرتی کہا جاتا ہے۔

”دھرتی“ لغت میں طویل زمانہ کو کہا جاتا ہے امام راغب فرماتے ہیں دھرتی اصل میں بقاء عالم کی مدت کا نام ہے اس کی ابتداء سے لے کر فنا و انقضاء تک۔ لیکن دھرتی کا بالعموم مدت طویلہ پر اطلاق کیا جاتا ہے بعض ائمہ لغت (دقیقہ) لکھتے ہیں (دقیقہ)

ہی سب کچھ انقلابات و تبدیلیاں ماتا ہے یہی مؤثر و کارساز ہے اور زمانہ کے انقلابات و تغیرات کی پشت پر کوئی بھی قدرت و طاقت کارفرما نہیں یہ ہے۔ ان کا عقیدہ اور حال یہ ہے کہ ان کو کچھ بھی خبر نہیں یہ تو محض انکس و تخمین ہی ہے جو یہ گمان کر رہے ہیں کہ اگر اس قسم کے بد نصیب لوگوں نے اپنی عقل و دانائی اور فکر و تدبیر کی صلاحیتوں کو بالائے طاق رکھ دیا تھا تو کم از کم یہی کرتے کہ اللہ کی آیتوں ہی کو شکر کچھ حق و ہدایت کی طرف رخ کر لیتے مگر افسوس ایسا نہ ہوا بلکہ اسی شقاوت و بغاوت پر قائم رہے اور جب ان کو ہماری آیتیں سنائی جاتی ہیں تو ان کی جنت اور دہل اس کے سوا کچھ نہیں ہوتی کہ وہ کہنے لگتے ہیں لے آؤ ہمارے باپ دادا کو زندہ کر کے اگر تم سچے ہو اس دعویٰ میں کہ قیامت آئے گی اور قیامت کے روز اللہ تعالیٰ سر دوں کو زندہ کر کے اٹھائے گا۔ اے ہمارے پیغمبر آپ ان سے کہہ دیجئے اللہ ہی تم کو زندگی دیتا ہے وہی پھر تم کو مارتا ہے اور وہی پھر تم سب کو جمع کرے گا قیامت کے دن تک جس میں کوئی شبہ نہیں اور ظاہر ہے ایسی مدلل اور شبہ سے پاک حقیقت ہر ایک کو تسلیم کرنی چاہیئے اور اس پر ایمان لانا چاہیئے لیکن کفر لوگ نہیں سمجھتے ہیں کہ جس پروردگار نے ایک مرتبہ زندگی عطا کی ہے اس کو مارتے کے بعد دوبارہ زندگی عطا کر دینا کیا مشکل ہے اور ہر ایک کو ایک جگہ اٹھا کر دینا اس کی قدرت کے آگے کوئی دشوار

(بقیہ حاشیہ) کا خیال ہے کہ دم مصدر ہے دھر دھر کے لیے جس کے معنی غیب کے ہیں۔

یہ فرقہ قدرت خداوندی کا انکار کرتے ہوئے کہا کرتا تھا کہ دنیا میں جو کچھ ہوتا ہے زمانہ ہی کرتا ہے۔ نہ کوئی موت و حیات کا مالک ہے نہ ملک الموت ہے اور نہ کوئی حکم خداوندی ہے بس انسان دنیا میں ایسے اکراتے ہیں۔ در یوں ہی مڑ جاتے ہیں۔ ان کی موت و حیات کسی کے حکم و ارادہ کے تابع نہیں یہ فرقہ حوادث و آفات اور عزت و ذلت نفع نقصان کو بھی دھر کی طرف منسوب کرتا تھا یہی وجہ ہے کہ ایسے منکرین اور دہریوں یا ان کے اثرات سے متاثر ہو کر لوگوں کے اشعار و قصائد زمانہ کے ظلم و ستم کی شکایات سے بھرے ہوتے ہیں۔

فلاسفہ کے نزدیک زمانہ حرکت ملکیت کا نام ہے تو اس نوع کے لوگ فلک کو بُرا بھلا کہہ کر اپنا دل ٹھنڈا کرتے ہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی کی مخالفت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا لا تسبوا اللہ فان اللہ هو اللہ کہ زمانہ کو گالیاں نہ دیا کہ اللہ ہی کی قدرت و ارادہ زمانہ اور زمانہ کے تغیرات ہیں ایک حدیث میں آپ نے اس کی مخالفت فرمائی کہ کوئی شخص یہ کہے "افسوس زمانہ کی بد نصیبی دنا کامی یا نحو موت"۔ اور ایک حدیث قدسی کا مضمون ہے حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ابن آدم مجھے تکلیف پہنچاتا ہے زمانہ کو بُرا کہتا ہے حالانکہ زمانہ تو میں ہی ہوں میرے ہی قبضہ میں راست دن ہے جس طرح چاہوں زمانہ کو لوٹا یا پلٹا مارتا ہوتا ہوں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

(روح المعانی جلد ۲۵، تفسیر ابن کثیر جلد ۴)

چیز نہیں۔ عالم میں بکھرے ذرات۔ رتی ہوائیں اور سمندر کی موجوں کو جو پروردگار ایک جگہ جمع کرنے پر قادر ہے وہی قادر مطلق ہر انسان کو دوبارہ زندہ کر کے میدان حشر میں جمع کر لے گا اور اللہ ہی کے لیے ہے سلطنت آسمانوں اور زمین کی جس طرح چاہے وہ آسمانوں اور زمین میں اپنا حکم جاری و نافذ فرما دے دنیا کی کوئی طاقت اس کا حکم نہیں پھیر سکتی جس طرح کہ ساری کائنات ہوا کا زرخ اور اس کا جھونکا نہیں تبدیل کر سکتی چاند سورج کی رفتار نہیں روکی جاسکتی بالکل اسی طرح اللہ کا ہر ارادہ اور فیصلہ اس سے اگلے حکم دارادہ کو کوئی طاقت نہیں روک سکتی۔ اور جس دن قیامت قائم ہوگی اس دن خسارہ میں پڑے ہوں گے جھوٹے اور باطل پرست لوگ ذلت و عاجزی کا یہ مقام ہوگا۔ اور تو دیکھے گا ہر قوم کو کہ گھٹنوں کے بل بیٹھے ہوں گے اور ذلت و خواری کی وجہ سے ایک حرف بھی منہ سے نہ ہوگی۔ ہیبت و رعب طاری ہوگا۔ ایسی حالت میں ہر امت کو بلایا جاتا ہوگا اس کے نامہ اعمال کی طرف کر لے مجرم و اجسار اور اپنے نامہ اعمال کے مطابق بدلے لو کہہ جاتا ہوگا آج تمہیں بدلہ دیا جا رہا ہے ان اعمال کا جو تم کرتے تھے۔ ساتھ ہی یہ بھی حجت قائم کی جا رہی ہوگی کہ یہ ہے ہمارا دفتر جو تمہارے سامنے بول رہا ہے ٹھیک ٹھیک جس میں ذرہ برابر بھی کمی بیشی نہیں ہم تو لکھوا لیتے تھے وہ کام جو تم کرتے تھے۔ تو اب اس کا یہی انجام ہے کہ جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کیے تو ان کو ان کا رب دغل کر لے گا اپنی رحمت میں۔ جہاں ہر نوع کی نعمتیں اور رب العالمین کی مہربانیاں ہوں گی۔ یہی ہے روشن کامیابی لیکن جن لوگوں نے کفر کیا وہ بلاشبہ ناکام و ذلیل ہوں گے اور ایسے مجرموں، ناکاموں، در ذلیل انسانوں کو خطاب کیا جا رہا ہوگا کہ اے لوگو! کیا ایسا نہیں تھا کہ میری آیتیں تم کو سنائی جاتی تھیں مگر تم نے غور و فکر کی اور تم نافرمان و مجرم قوم رہے اور ایسے نافرمانوں اور مغرور و متکبر مجرموں کا حال تو یہ ہے کہ جب کہا جائے کہ اللہ کا وعدہ حق ہے اور جس طرح اس نے قیامت کا وعدہ فرمایا تو وہ ضرور قائم ہو کر رہے گی اور قیامت وہ حقیقت ہے کہ جس میں کوئی شک نہیں تو اے لوگو! تم کہتے

عہ یعنی ہیبت و عظمت خداوندی سے مرعوب ہو کر گھٹنوں کے بل بیٹھے ہو لے ہوں گے۔

حافظ ابن کثیر اس کی تفسیر میں ایک روایت بھی بیان کرتے ہیں کہ کافروں کے سامنے جب جہنم لائی جائے گی (ظاہر کی جائے گی) اس کے شعلے بھڑکتے ہوں گے اور آگ کے شعلوں کی آواز سمندر کے طوفانی تھپیڑوں کی طرح اٹھتے ہوئے جب نظر آئے گی تو کوئی بھی ایسا باقی نہ رہے گا کہ وہ گھٹنوں کے بل نہ بیٹھ جائے حتیٰ کہ براہیم علیہ السلام بھی یہی کہتے ہوں گے نفسی نفسی اے پروردگار میں آج تجھ سے کچھ نہیں مانگتا۔ نفسی نفسی حتیٰ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی یہی کہتے ہوں گے مجاہد کعب احبار اور حسن بصریؒ سے بھی اسی طرح منقول ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

(تفسیر ابن کثیر ج ۴)

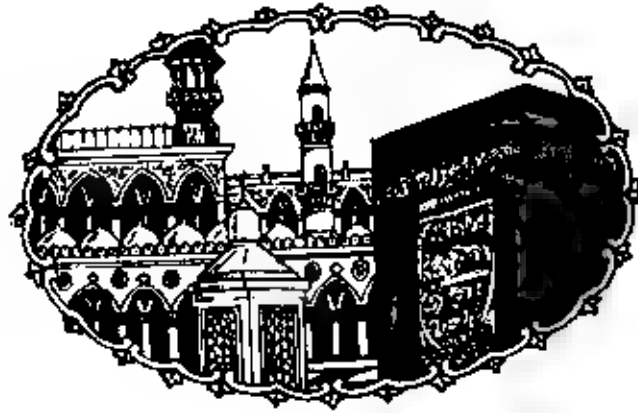
جو ہم نہیں جانتے کہ قیامت کیا ہے بس ہم تو زیادہ سے زیادہ گمان ہی کرتے ہیں۔ ایک قسم کا گمان کرنا اہم نہیں اس پر ہرگز یقین نہیں کہ عالم فنا ہو جانے کے بعد قیامت قائم ہوگی اور مردوں کو پھر دوبارہ زندہ کر کے حشر قائم کیا جائے گا اور نہ ہر ہو جائیں گی ایسے لوگوں کے سامنے ان کی وہ برائیاں جو انہوں نے اپنی زندگی میں کیں اور مسلط ہو جائے گا ان پر عذاب اس چیز کا جس پر مسخر و ملاق کرتے تھے۔ اور قرآن کریم میں جو وعید عذاب کی آیات نازل ہوتی تھیں دنیا میں ان کا مذاق اڑاتے تھے لیکن آخرت میں وہی وعید عذاب خداوندی ان پر مسلط ہوگا اور ان مجرموں کے واسطے اعلان کر دیا جائے گا آج کے دن ہم تمہیں بھلائے دیتے ہیں جیسے کہ تم نے اپنے اس دن کی طاقت کو بھلایا اور اب تمہارا ٹھکانا جہنم ہے اور تمہارا کوئی مددگار بھی نہیں مہماری یہ ذلت و رسوائی اور بے یاری و مددگاری یہ تم پر کس وجہ سے ہے کہ تم نے اللہ کی آیتوں کو مذاق بلایا اور دنیا کی زندگی نے تم کو دھوکہ میں ڈالے رکھا اور تمہیں یہ خیال بھی نہ آیا کہ خدا کے رو برو حاضر ہونا ہے سو آج نہ وہاں سے نکالے جائیں گے اور نہ ان سے کوئی معذرت و توبہ قبول کی جائے گی اور نہ ہی اس امر کا امکان اور موقع ہوگا کہ وہ کسی طرح خدا کو راضی کر لیں۔ پس اللہ ہی کے واسطے ہے ہر تعریف و ثناء جو رب ہے آسمانوں کا اور رب ہے زمین کا اور رب ہے تمام جہانوں کا اور اسی کے واسطے بڑی ہے آسمانوں میں اور زمین میں اور وہی زبردست حکمت والا ہے اس لیے اس کو نہ کسی کی اطاعت و فرمانبرداری کی حاجت ہے اور نہ کسی کی نافرمانی و بغاوت سے ڈر ہے اگر کفار و منکرین اس کی نافرمانی کریں تو اس کی شانِ کبریائی میں کوئی فرق نہیں آسکتا اور وہ نافرمانوں کو سزا دے تو اس کو کوئی طاقت روک نہیں سکتی اس کا مجرمین کو ذلیل دینا محض اس کی حکمت ہے۔ وہ جب چاہتا ہے ہر مغرور و متکبر کے مغرور و سرکش کو ایک آن میں تہہ و بالا کر ڈالتا ہے لہذا ہر انسان کو چاہیے کہ اس کی عظمت و بزرگی کے سامنے سراپا اطاعت و انقیاد بنارہے اس کے انعامات و احسانات کو پہچان کر انعامات خداوندی کا حق ادا کرنے کی کوشش کرے دنیا کی زندگی، ماں و دولت و عزت و جاہ پر مغرور ہو کر خدا کے ساتھ مقابلہ اور بغاوت پر آمادہ نہ ہونا چاہیے اور اس کے احکام سے بھی مک و کے واسطے غافل نہ ہونا چاہیے۔

ایک حدیث قدسی کا مضمون ہے۔ حق تعالیٰ شانہ نے ارشاد فرمایا اے کبریاءِ ردا فی العظمۃ ازارک فعن نازعنی واحد منہما قذفتہ فی النار (راہ مسلم) کہ کبریائی میری چادر ہے اور عظمت میرا تہہ بند ہے (یعنی جس طرح یہ لباس سارے بدن انسانی پر محیط ہے اسی طرح عظمت و کبریائی ذات خداوندی کا ہر جانب سے احاطہ کیے ہوئے ہے) لہذا جو شخص بھی ان دونوں میں سے کسی میں مجھ سے منازعت کرے گا میں اسے جہنم میں جھونک دوں گا۔ اعداؤنا اعدہ منہا وجعلنا مطیعین لا مرک یارب العلمین وحفظنا عن غضبک یا رحیم الراحمین وقنا عذاب الجحیم یا اکریم الاکرمین۔

مجاہد سے دیکھو اَلْکَیْسِیاء کی تفسیر میں حق تعالیٰ شانہ کی حاکمیت و سطنت بیان کی گئی
اور لفظ هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ذی خداوندی کی اس غلبہ و تدرت کی صفت کو بیان کر رہا ہے کہ اس
کے اسرار و ارادہ کو کوئی مغلوب نہیں کر سکتا اور لفظ حکیم یہ ظاہر کر رہا ہے کہ مجرموں کو جرائم کی سزا فوراً ہی نہ
دینا اور اس میں تاخیر و مہمت یہ سب کچھ اس کی حکمت پر موقوف ہے۔

الْحَمْدُ لِلّٰہِ
سورہ جاثیہ بتوفیقے خداوندی سے پوری
ہوئے خداوند عالم ہائے تفسیر کے
تکمیل سے اپنے تائید و توفیق سے فرمائے۔
میں سے یارب سے العالمین سے۔

الحمد لله پچیسواں سپارہ مکمل ہوا



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ط

سُورَةُ الاحْقَافِ

سورۃ احقاف مکیہ ہے جس کی پینتیس آیات اور چار رکوع ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور ابن زبیرؓ سے روایت ہے کہ یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی اور اسی روایت کے پیش نظر اکثر مفسرین نے اسکو مکہ قرار دیا ہے اور جملہ آیات کے بارہ میں بغیر کسی استثنائے ان کی یہی راستے ہے۔

بعض مفسرین آیت قُلْ اَوْفُوا بِعَهْدِكُمْ عَلٰی مَا تَعٰلٰی بِكُمْ نَذٰرًا کو مستثنیٰ کرتے ہوئے یہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت مدینہ منورہ میں نازل ہوئی طبرانی خوف بن مالک سے یہ بیان کرتے ہیں کہ آیت قُلْ اَوْفُوا بِعَهْدِكُمْ عَلٰی مَا تَعٰلٰی بِكُمْ نَذٰرًا میں عبداللہ بن سلام کے اسلام لانے کے قصہ میں نازل ہوئی ہے امام بخاری مسلم نسائی ابن جریر باسناد سعد بن ابی وقاصؓ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے یہ بیان کیا کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی بھی ایسے شخص کے بارہ میں جو زمین پر چلتا ہو یہ کہتے ہوئے نہیں سنا کہ یہ شخص اہل جنت میں سے ہے سوائے عبداللہ بن سلامؓ کے اور انھی کے متعلق قرآن کریم کے یہ الفاظ ہیں وَشَهِدَ شَآءِدًا مِّنْ نَّبِیٍّ اٰسَآءًا نَّبِیًّا اور عبداللہ بن سلامؓ کے اسلام لانے کا واقعہ مدینہ منورہ میں ہوا تھا۔

جن حضروں نے مکی آیات میں سے اس آیت کو بھی مستثنیٰ کیا ہے وَالَّذِیْ قَالَ لِبٰوَالِدِیْہِ اٰفِیْتُ تَکْفُلُنِیْ اَمْرًا نَّعٰی نے ایک مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سامنے جب یہ کہا کہ یہ آیت عبدالرحمن بن ابی بکرؓ کے بارہ میں نازل ہوئی جب کہ وہ اسلام لانے سے اعراض کر رہے تھے اور انکے والدین انکو اسلام کی دعوت دے رہے تھے تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اسکی بڑی سختی کے ساتھ تردید کی اور فرمایا کہ یہ آیت تو ابومروان کے متعلق نازل ہوئی تھی جبکہ مروان اس کی پشت میں تھا اس سورت کے زیادہ تر مضامین دلائل قدرت، قرآن کریم کی حقانیت اور اثبات حشر و نشر پر مشتمل ہیں۔

سورۃ احقاف کا نام اس مناسبت سے ہے کہ اس سورت میں قوم عاد کا ذکر ہے جن کی سرکشی اور نافرمانی کے باعث عذاب خداوندی نے انکو ہلاک و تباہ کیا تو انکی بستیاں سرزمین یمن کے علاقہ احقاف میں تھیں جیسے کہ ارشاد ہے وَاِذْ کُنَّا عَادًا زٰکٰثًا اِذْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مِّنْہٗ بِالْاَحْقَافِ اس سورت کی ابتداء قرآن کریم کی عظمت و حقانیت کے بیان سے ہے پھر شرک و بت پرستی کا رد ہے اور منکرین کے شبہات کا رد اور دلائل کے ساتھ حقانیت قرآن کو ثابت کیا گیا پھر انسانی زندگی کے دونوں رخ ہدایت و گمراہی کے بیان کیے گئے اخیر میں حضرت ہود علیہ السلام اور انکی قوم عاد کا قصہ ہے اور انکی ہلاکت کا بیان

ہے اس طرح اس سورت کے مضامین گزشتہ سورت کے مضامین کے ساتھ مربوط ہیں۔

✽ ✽ ✽

ایاتہا ۳۵ = سُوْرَةُ الْاَحْقَافِ فِکَيَّةٌ = ۶۶ رکوعا ۴

سورہ احقاف مکی ہے اسکی پینتیس آیتیں اور چار رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا

حَمْدٌ ۱ تَنْزِیْلُ الْکِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِیْزِ الْحَکِیْمِ ۲

اتنادا کتاب کا ہے اللہ سے جو زبردست ہے حکمت والا

مَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَا اِلَّا بِالْحَقِّ وَ

ہم نے جو بنائے آسمان و زمین اور جو انکے بیچ ہے سوا یک کام پر اور

اَجَلٍ مُّسَمًّی ۳ وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا عَمَّاۤ اُنْذِرُوْا مَعْزُوْنَ ۴

ایک مجھے دہرہ پر اور جو منکر ہیں ڈر سنایا نہیں دھیان کرتے

قُلْ اَرَاَیْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَرُوْنِیْ مَاذَا

تو کہہ بھلا دیکھو تو! جن کو پکارتے ہو اللہ کے سوا دکھاؤ تو مجھ کو انہوں نے

خَلَقُوا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْکٌ فِی السَّمٰوٰتِ اِیْتُوْنِیْ

کیا بنایا زمین میں؟ یا کچھ ان کو سا بھا ہے آسمانوں میں؟ لاؤ

بِکِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ هٰذَا وَاَثَرَةٍ مِّنْ عِلْمٍ اِنْ کُنْتُمْ

میرے پاس کوئی کتاب اس سے پہلے کی یا چلا آتا کوئی علم اگر ہو تم

صٰدِقِیْنَ ۵ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ یَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

سچے اور اس سے بہکا کون؟ جو پکارتے اللہ کے سوا

مَنْ لَا يَسْتَجِيبُ لَهُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ وَهُمْ عَنْ

ایسے کو کہ نہ پہنچے اسکی پکار کو دن قیامت تک اور ان کو خبر نہیں

دُعَايِهِمْ غَفُلُونَ ۝ وَإِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوا لَهُمْ أَعْدَاءً

ان کے پکارنے کی اور جب لوگ جمع ہوں گے وہ ہوں گے اُن کے دشمن

وَكَانُوا بِعِبَادَتِهِمْ كَافِرِينَ ۝ وَإِذَا تَلَّى عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا

اور ہوں گے اُن کے پرہیز سے منکر اور جب سنائے ان کو ہماری باتیں

بَيَّنَّتْ قَالِ الَّذِينَ كَفَرُوا لِمَ جَاءَهُمْ هَذَا سِحْرٌ

کھلی کہتے ہیں منکر بھی بات کو جب ان تک پہنچی یہ جادو

مُبِينٌ ۝ أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ ۖ قُلْ إِنِ افْتَرَيْتُهُ فَلَا

بے صریح کیا کہتے ہیں؟ یہ بنا لایا - تو کہہ اگر میں یہ بنا لایا ہوں تو تم

تَمْلِكُونَ لِي مِنَ اللَّهِ شَيْئًا ۖ هُوَ أَعْلَمُ بِمَا تُفِيضُونَ

میرا بعد نہیں کر سکتے اللہ کے سامنے کچھ اس کو خوب خبر ہے جن باتوں میں

فِيهِ كُفِّي بِهِ شَهِيدًا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ ۖ وَهُوَ الْغَفُورُ

لگے ہو وہ بس ہے حق بتانے والا میرے تمہارے بیچ اور وہی ہے گناہ بخشا

الرَّحِيمُ ۝ قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِنَ الرُّسُلِ وَمَا أَدْرِي

مہ بان تو کہہ میں کچھ یا رسول نہیں آیا اور مجھ کو معلوم

مَا يَفْعَلُ بِي وَلَا يَكُمُ إِنِ اتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَىٰ إِلَيَّ وَ

نہیں کیا ہونا ہے مجھ سے اور نہ تم سے؟ میں اسی پر چلتا ہوں جو حکم آتا ہے مجھ کو اور

مَا أَنَا إِلَّا نَذِيرٌ مُّبِينٌ ۝ قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ كَانَ

میرا کام یہی ہے ڈر سنا دینا کھول کر تو کہہ بھلا دیکھو تو! اگر یہ ہو

مِنْ عِنْدِ اللَّهِ وَكَفَرْتُمْ بِهِ وَشَهِدَ شَهِدٌ مِّنْ

اللہ کے ہاں سے اور تم نے اسکو نہیں مانا اور گواہی دے چکا ایک گواہ

بَنِي إِسْرَءِيلَ عَلَىٰ مِثْلِهِ فَأَمَنَ وَاسْتَكْبَرْتُمْ إِنَّ

بنی اسرائیل کا ایک ایسی کتاب کی بھر وہ یقین لایا اور تم نے غرور کیا بے شک

اللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ۝۱۰

اللہ راہ نہیں دیتا گنہگاروں کو

دلائل قدرت خداوندی و گمراہی منکرین قیامت و اثبات

رسالت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

قال اللہ تعالیٰ حمزة تنزیل الکتاب من اللہ العزیز الخلیفہ... ای... لا یهدی القوم الظالمین
 در ربط گذشتہ سورت کی آخری آیات میں قرآن کریم کی حقانیت کا بیان تھا اور یہ کہ قیامت ایک حقیقت
 ہے جس پر ایمان و یقین انسانی سعادت اور فوز و فلاح ہے اور دین، حکام دین کا تسخیر و مذاق جس طرح کہ
 منکرین و مکذبین کا شیوہ ہے بد نصیبی و بد بختی ہے حق تعالیٰ کی شان کبریائی کے مقابلہ میں کسی کو بھی
 برأت نہیں ہو سکتی کہ سر اٹھا سکے ارش و فرمایا جا رہا ہے ہم خداوند عالم ہی اسکی مراد خوب جانتا ہے
 قسم ہے اس کتاب ہدایت کی اتنا نا ہے اس کتاب عظیم کا اللہ ہی کی طرف سے جو زبردست حکمت
 والا ہے اسکی شان عظیمی کے باعث اس کتاب الہی کی ہر بات حکمت سے بھرپور ہے اور اسکی قوت
 و غلبہ کی وجہ سے اسکے کسی حکم یا فرمان کو ٹلایا نہیں جاسکتا۔ اسی ہدایت اور احکام کی تمام مخلوق کو دعوت
 دی گئی اور اسی کے واسطے عالم پیدا کیا گیا چنانچہ یہ حقیقت ہے کہ ہم نے نہیں بنائے آسمان اور زمین
 اور جو کچھ انکے درمیان ہے مگر ٹھیک ٹھیک اور حق کے ساتھ کہ ہر پیدا کی ہوئی چیز حکمت کے
 ساتھ ہے اور اس کا حق ہونا اور حق تعالیٰ کی خالقیت کا دلیل ہونا برحق ہے اور ایک مقررہ وقت
 کے ساتھ لہذا عالم کی ہر چیز اسی وقت تک کے لئے جسکے واسطے اللہ نے اسکو بنایا حتیٰ کہ خود عالم
 بھی اس وقت تک قائم رہے گا جب تک کے واسطے اللہ نے اسکو بنایا ہے اور جو لوگ منکر ہیں
 وہ ان باتوں سے بے رحمی کرتے ہیں جن سے ان کو ڈرا گیا نہ تنبیہ و تہدید کا خیال ہے نہ عبرت ناک

واقعات کی طرف کوئی توجہ اور نہ آخرت کی تیاری جو بھی وعید و نصیحت کی باتیں سنتے ہیں بے توجہی ہے اس کو مثال دیتے ہیں کہ وہ اسے ہمارے پیغمبر جیسا دیکھو تو کہ تم جن کو پکارتے ہو اللہ کو چھوڑ کر تم مجھے دکھلا کر انہوں نے کیا چیز پیدا کی ہے زمین سے یا انکے واسطے کچھ ترکست ہے سمائلوں اور آسمانوں کی کسی چیز میں خدا بد عالم نے تو سارا عالم بنا زمین و آسمان پیدا کیے شاذ ان معبودوں نے جن کو خدا کی العزیت و عبادت میں تم شریک کرتے ہو انہوں نے کیا پیدا کیا ہے کیا زمین کا کوئی ٹکڑا بنایا یا آسمان و آسمان کی کوئی چیز پیدا کی میرے پاس لے کر آؤ کوئی نوستہ یا مکھی ہوتی کتاب یا کوئی ثبوت اور نقل علم سے اگر تم سچے ہو تو ہرے کہ اس دعویٰ پر دیا میں کسی کی ہمت نہیں کہ جواب دے سکے اور ثبوت پیش کر سکے۔

اور یہ حقیقت ہے کہ اس شخص سے زیادہ اور کون گمراہ ہو گا جو اللہ کو چھوڑ کر ایسے معبود کو پکارتا ہے جو اسکو قیامت تک جواب نہیں دے سکتا اور جواب تو کیا وہ معبود تو اپنے عابدوں کی پکار سے ہی بے خبر ہیں بت پرستوں کے معبود بت ہوں یا مادہ پرستوں کے خیالی معبود کوئی بھی ان میں سے ایسا نہیں کہ خود اس میں ادراک اور شعور ہو تو جب ان معبودان باطلہ میں خود ہی ادراک و شعور نہیں تو اپنے عابدوں کی پکار کہاں سے سنیں گے اور انکی بات کیا پوری کریں گے فرشتوں اور انبیاء کو خدا اور معبود بنانے والے بھی خود اپنی آواز نہ فرشتوں کو سنا سکتے ہیں اور نہ انبیاء کو فرشتے اور انبیاء دہی سن سکیں گے جو خدا انہیں سنانے گا اور وہی کر سکیں گے جسکی اجازت خدا دے گا اور جب یہ لوگ مشرکین و کفار جمع کیے جائیں گے میدان حشر میں تو وہ اسکے معبودان کے دشمن ہوں گے اور انکی عبادت کا انکار کرنے والے ہوں گے بلکہ سخت بیزاری اور نفرت کا اظہار کریں گے اور ان کی بیزاری و نفرت اپنے عابدوں سے دشمنی کی صورت میں محسوس ہوتی ہوگی اور جب سنانی جاتی ہیں انکو ہماری واضح آیتیں اور کھلے احکام تو یہ منکر اس حق کو جو انکے سامنے آچکا کہتے ہیں کہ یہ تو صریح جادو ہے بجائے اسکے کہ آیات قرآنہ کی طرف توجہ اور ان سے عبرت و نصیحت حاصل کریں یہ کہہ کر مثال دیتے ہیں کہ یہ تو جادو ہے اور اس میں انکی یہ غرض بھی ہوتی ہے کہ آیات کو سن کر قلبی میلان جو ہوتا ہے تو اس سے لوگوں کے ذہنوں کو برگشتہ کرنے کے لیے یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ یہ جادو ہے اور دونوں کا میلان بھی جادو کا اثر ہے بلکہ یہ لوگ کبھی کبھی یہ کہتے ہیں یہ تو خود ہی انہوں نے بنایا ہے نہ خدا کی وحی ہے اور نہ یہ خدا کے رسول ہیں خدا پر بہتان لگایا ہے کہ یہ اس کی کتاب ہے تو کہہ دو اسے ہمارے پیغمبر اگر ہیں اس خدا پر کسی بات کا اقرار کر دوں اور کوئی کلام خود بنا کر تمہیں سناؤں اور یہ کہوں کہ یہ خدا کا کلام ہے تو ظاہر ہے کہ یہ بات خدا کے قہر اور غضب کو دعوت دینا ہوگی اور میں یہ کہے جسارت کر سکتا ہوں کہ انسانوں پر تو کبھی جھوٹ نہ لگاؤں اور خدا دینے عالم پر جھوٹ بہتان لگاؤں یقیناً ایسا اگر کیا تو خدا کا غضب نازل ہوگا تو پھر تم میرے واسطے کسی بات کی بھی قدرت نہ رکھ سکو گے اللہ کے سامنے وہ خوب جانتا ہے ان باتوں کو۔ جن میں تم گئے ہو تھے ہو لہذا

اس قسم کی بے ہودہ باتوں اور مہمل خیالات کے انجام سے غافل نہ ہو دوں دگار کافی ہے میرے درتہا سے درمیان گواہ ہونے کے لحاظ سے یقیناً وہ میرے اور تمہارے درمیان ایسا فیصلہ کر دے گا کہ تم خود اس کلام ربانی کی حقانیت اور میری نبوت و رسالت کا یقین کر لو گے اور وہی مغفرت کرنے والا ہر بان ہے اگر تم اب بھی باز آ جاؤ تو اسکی مغفرت و ہربانیاں تمہیں نوازنے کیلئے کافی ہیں کہ دو اسے ہمارے پیغمبر میں نہیں ہوں کوئی نزالا رسول رسولوں میں سے بلکہ اللہ کے رسول جس طرح دنیا میں اللہ کی ہدایات لیکر آتے ہیں بھی اس خدا کا بھیجا ہوا رسول ہوں اسکی وحی اور کلام مجھ پر نازل ہوتا ہے جس طرح اللہ کے پیغمبروں نے خدا کی توحید والوہیت کی طرف دعوت دی میں بھی تم کو خدا کی توحید کی دعوت دیتا ہوں شرک و کفر اور بت پرستی چھوڑ دینے کیلئے کہتا ہوں پھر آخر میری باتوں سے تم کیوں بدکتے ہو اور میری نبوت و رسالت کے ماننے اور قرآن کریم پر ایمان لانے میں کیا تاثر ہے میں اللہ کا رسول ہوں میرے ذمہ صرف اللہ کا پیغام اور اسکے احکام پہنچانا ہے میں اسکا ذمہ دار نہیں کہ اس کا انجام کیا ہو گا میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا ہو گا اور نہ یہ جانتا ہوں کہ تمہارے ساتھ کیا کیا جائے گا میری کامیابی و ناکامی بھی اللہ کے علم میں ہے اور یہ بھی اللہ کے علم میں ہے کہ تمہاری اس نافرمانی اور بغاوت کا انجام کیا ہو گا ان سب باتوں سے بے پرواہ ہو کر میں تو صرف اسی بات کی پیروی کرتا ہوں جسکی میری طرف وحی کی جاتی ہے اور میں تو صرف کھلے طور پر ڈرانے والا ہوں عذاب خداوندی اور آخرت کے انجام سے اللہ کا معاملہ جو کچھ میرے ساتھ اور تمہارے ساتھ دنیا میں ہو گا وہ تو تمہارے سامنے ہی جائے گا اور جو آخرت میں ہو گا اسکو بھی تم دیکھ لو گے ہم ہمارے پیغمبر کھدو بھلا یہ بتاؤ اگر یہ قرآن اللہ کے یہاں سے ہو اور تم اس کا انکار کرو اور بنی اسرائیل میں سے ایک گواہی دینے والا گواہی دے سکی مثل کتاب پر جیسے حضرت عبداللہ بن مسدوم وغیرہ اور یہ کہے کہ ایسی ہی وحی اللہ کی مونس و عینیٰ پر نازل ہوتی تھی اور انکو کتاب تورات و انجیل دی گئی جن میں اس قرآن اور صاحب قرآن و پیغمبر کی خبر دی گئی نشانیاں اور علامت بتاتی گئی اور خود یہ قرآن انکی تصدیق بھی کر رہا ہے پھر وہ قرآن پر ایمان لاتے اور تم غرور و تکبر ہی کرتے ہو قرآن اور صاحب قرآن پر ایمان لانے اور انکے سامنے اطاعت و فرمانبرداری کا سر جھکانے سے تو بھلا بتاؤ تمہارا کیا انجام ہو گا یہ تو صریح ظلم اور نا انصافی ہے اور اللہ تعالیٰ راہنمائی نہیں کرتا ہے ظالموں کو بلکہ وہ اپنی بد اعمالیوں کے باعث توفیق خداوندی سے محروم رہتے ہیں جس کا نتیجہ یہی ہے کہ وہ گمراہ ہی رہیں اور عذاب آخرت سے نیز دنیا کی ذلت سے نجات نہ پاسکیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان رسالت

آیت مبارکہ قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ اِنَّ مَنكُم مَّنْ كَذَّبَ بِمَا هُوَ صَاحِبُ الرُّسُلِ اِنَّ مَنكُم مَّنْ كَذَّبَ بِمَا هُوَ صَاحِبُ الرُّسُلِ

اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان لانے میں طرح طرح کے شکوک و اودام اور اعتراضات کرتے تھے تو فرمایا گیا آپ اس بات کا اعلان کر دیجئے کہ میں کوئی اوکھا اور عجیب رسول نہیں ہوں کہ تم کو میری نبوت پر ایمان لانے اور اس کو سمجھنے میں کوئی دشواری ہوئی بلکہ میری رسالت و نبوت اور وحی انبیاء سابقین کی طرح ہی ہے اسی عنوان میں ایک طرف مکذبین و منکرین کو قرآن کریم کے وحی الہی اور آپ کی شان رسالت کو سمجھنے کی دعوت دی جا رہی ہے تو دوسری طرف انبیاء سابقین کی تاریخ کی طرف بھی ذہنوں کو متوجہ کیا جا رہا ہے کہ اس قدیم تاریخ سے عبرت حاصل کریں کہ انکی قوموں نے جب انکو جھٹلایا تو عذاب خداوندی سے تباہ و برباد کر دیئے گئے تو اسے قریش مکہ تم بھی اپنے انجام سے غافل نہ رہو اسی کے ساتھ اہل کتاب کو بھی گویا مخاطب کر کے یہ بتایا جا رہا ہے کہ جب انبیاء سابقین کی نبوت اور ان پر نازل کی ہوئی کتابوں کو اہل کتاب پہچانتے ہیں تو بس انکو حقیقت وحی اور میری — رسالت کو بھی اسی طرح سمجھ لینا چاہیئے اسی حقیقت کو قرآن کریم کی اس آیت میں ظاہر فرمادیا گیا اِنَّا وَجَدْنَاهُ مُكْتَفٰی اَوْحٰیْنَآ اِلٰی نُوْحٍ وَنَبِّیِّنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ ۔

مَا اٰذَرٰنِیْ مَا یَفْعَلُ بٰنِیْ وَلَا بِکُمْ ۔ کی تفسیر میں شیخ الاسلام حضرت الاستاذ مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یعنی مجھے اس سے سروکار نہیں کہ میرے کام کا آخری نتیجہ کیا ہونا ہے میرے ساتھ اللہ کیا معاملہ کرے گا اور تمہارے ساتھ کیا کرے گا نہ میں اس وقت پوری پوری تفصیل اپنے اور تمہارے انجام کے متعلق بتلا سکتا ہوں کہ دنیا و آخرت میں کیا کیا صورتیں پیش آئیں گی ہاں ایک بات کہتا ہوں کہ میرا کام صرف وحی الہی کا اتباع اور حکم خداوندی کا امتثال کرنا ہے اور کفر و عصیان کے سخت خطرناک نتائج سے خوب کھول کر آگاہ کر دینا ہے آگے چل کر دنیا و آخرت میں میرے اور تمہارے ساتھ کیا کچھ پیش آئے گا اس کی تمام تفصیلات فی الحال میں نہیں جانتا نہ اس بحث میں بڑھنے سے مجھے کوئی مطلب — بندہ کا کام پیغمبر سے قطع نظر مالک کے احکام کی تعمیل کرنا ہے اور بس ۔

ان کلمات میں مَا اٰذَرٰنِیْ کی مراد دنیا و آخرت کے احوال کے تعلیم کے ساتھ فرمائی ہے اور اصل مقصد آیت کی ترمیم و تفسیر سے ان اشکالات کو رفع کر دیا جو بعض مفسرین کو اس لحاظ سے پیش آتے کہ آخرت کے بارے میں تو انجام کا علم آپ کو متعدد آیات اور وحی خداوندی سے ہو چکا تھا جن میں آپ کے درجات کی عظمت و برتری بیان کر دی گئی تھی حتیٰ کہ مقام محمود میں اٹھانے کی شارت دے دی گئی تو پھر مَا اٰذَرٰنِیْ کا مفہوم بلحاظ آخرت کیا ہوگا حضرت شیخ کے یہ کلمات متقدمین مفسرین اور ائمہ کو اس سلسلہ میں پیش آنے والے اشکالات اور ان کے دیتے ہوئے جوابات سے ذہن کو علیمہ رکھتے ہوئے اص مراد اور مقصد آیت کو متعین اور واضح کر رہے ہیں ۔

عبداللہ بن عباسؓ نے بلحاظ آخرت اسکی تفسیر میں یہ فرمایا کہ یہ آیت لِیُعْزِزَ لَکَ اللّٰہُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ دَیْنِکَ سے قبل نازل ہوئی تھی اسکے بعد پھر حق تعالیٰ نے اعلان فرمایا جس سے

ظاہر ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آخرت میں آپ کے ساتھ کیا معاملہ ہوگا یہ جان لیا۔
حافظ ابن کثیرؒ نے ضحاکؒ کے اسکی تفسیر میں بیان کیا کہ مجھے معلوم نہیں ہے کہ اس کے بعد مجھے کیا حکم دیا جائے گا اور کس چیز سے مجھ کو منع کیا جائے گا۔

حسن بھریؒ سے منقول ہے کہ یہ نفی علم معاذ اللہ آخرت کے انجام کے لحاظ سے نہیں کیونکہ آخرت کی عظمت و سیادت تو آپ کو بتادی گئی اور آپ نے اسکو جان لیا اب یہ نفی علم دنیا کے لحاظ سے ہے کہ میں نہیں جانتا کہ دنیا میں میرے ساتھ کیا کیا جائے گا میں اپنے وطن سے نکالا جاؤں گا جیسے کہ دوسرے انبیاء نکالے گئے یا قتل کر دیا جاؤں گا جیسا کہ دوسرے انبیاء کو بھی قتل کیا گیا اور اسی طرح میں یہ بھی نہیں جانتا کہ تمہارے ساتھ کیا کیا جائے گا کہ تم کو زمین میں دھنسیا جائے گا جیسا کہ پہلی امتوں کو دھنسیا گیا یا مسخ کیا جائے گا جیسا کہ بعضوں کو کیا گیا یا پتھر کی بارش کر کے ہلاک کر دیا جائے گا جیسا کہ بعض قوموں کو ہلاک کیا گیا اسی طرح یہ بھی نہیں جانتا کہ اسے لوگوں تم ایمان لاؤ گے یا کفر ہی پر قائم رہتے ہو۔ عذاب خداوندی سے تباہ کر دیتے جاؤ گے۔

رہا اس حدیث کا مضمون جو خادیر بن زیدؒ ام العلاء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی سند سے بیان کرتے ہیں یہ ام العلاءؒ ان صحابیات میں سے ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر بیعت کی تھی اور مہاجرین کی نصرت کا عہد کیا تھا تو جب انصار نے حضرات مہاجرین کو قرعہ اندازی کے ذریعہ اپنی اپنی برادری میں شریک کیا تو حضرت عثمان بن مظعونؒ کا قرعہ ان کے نام پر نکلا عثمان بن مظعونؒ بیمار ہوئے اور وفات پا گئے تو جب انکو غسل دینے کے بعد کفنا دیا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ام العلاءؒ بیان کرتی ہیں میری زبان سے یہ کلمات نکلے اے ابوالسائب (یہ کینٹ تھی عثمان بن مظعونؒ کی خدا کی رحمتیں تم پر ہوں میری گواہی ہے تمہارے متعلق کہ خدا نے تمہارا بڑا اکرام کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اور تمہیں کیا معلوم کہ خدا نے اسے ساتھ کیا معاملہ اکرام کا کیا ایک روایت میں یہ ہے کہ میں نے کہا یا رسول اللہ اگر ان کا اکرام نہ ہوا تو پھر اللہ کے یہاں کس کا اکرام ہوگا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے ام العلاءؒ بس ان پر انکے رب کی طرف سے یقین واقع ہو گیا یعنی موت آچکی اور مجھے انکے بارہ میں خیر کی امید ہے اور حالانکہ میں اللہ کا رسول ہوں لیکن نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے گا۔

تو یہ ان بشارات کے منافی نہیں ہے جو اکہٹ کے بارہ میں رفع درجات اور اس مقام محمود میں اٹھائے جانے کے متعلق ہے جس پر اوہیں و آخرین رشک کرتے ہوں گے مقصود آپ کا یہ تھا کہ احوال آخرت کی انواع تو بے شمار ہیں نفس نجات و جنت متعین ہونے کے باوجود وہاں کا کیا حال ہوگا کس قسم کا معاملہ ہوگا یہ کوئی نہیں جانتا۔

حضرت حکیم الامت مولانا تھانویؒ اس پر بطور فائدہ یہ فرماتے ہیں پس جب اپنے اور تمہارے

یہودیوں کے کثیر میں داخل ہوتے یہ انکی عید کا دن تھا ان لوگوں کو اس روز ہمارا دہاں پہنچنا کچھ پسند نہیں آیا آپؐ نے اندر جانے کے بعد فرمایا اسے یہودیو! مجھے وہ بارہ آدمی دکھاؤ جو گواہی دیتے ہوں کہ اِنَّهٗ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ تو آسمان کے نیچے جو بھی یہودی ہے اس سے اللہ تعالیٰ اپنا غضب دور فرما دے گا یہ سن کر وہ سب خاموش ہو گئے کسی نے کوئی جواب نہ دیا اسکے بعد آپؐ نے فرمایا تو بھی کسی نے جواب دیا آپؐ پھر تیسری مرتبہ فرمایا تب بھی کسی نے کوئی جواب نہ دیا اسکے بعد آپؐ نے فرمایا اچھا اگر تم جواب نہیں دیتے تو میں اللہ کا ہوں میں ہی عاقب ہوں اور میں ہی معنی ہوں خواہ تم ایمان لاؤ یا انکار کر دو یہ کہ اگر حضرت علیؑ علیہ السلام کنیت سے لڑتے لگے اور میں آپؐ کے ساتھ تھا ہم نکلنے ہی والے تھے کہ ایک شخص آپؐ کے پیچھے سے یہ کہتے ہوئے اسے محمدؐ ذرا آپؐ اسی جگہ ٹھہری آپؐ نے اس شخص کی طرف رخ کیا تو اس نے کہا اسے گردہ یہود تم لوگ مجھے کیسا سمجھتے ہو سب نے جواب دیا خدا کی قسم ہم میں سے کوئی شخص تم سے زیادہ کتاب اللہ کا نہ عالم ہے نہ تم سے زیادہ کوئی سمجھنے والا ہے اور نہ تمہارے باپ کے اور نہ تمہارے دادا کے۔

جب یہودی یہ کہہ چکے تو اس شخص نے کہا تو پھر میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمدؐ اللہ کے رحق رسول ہیں میں خدا کی قسم کھا کر گواہی دیتا ہوں کہ یہ وہی پیغمبر ہیں جن کو تم تو رات و انجیل میں پاتے ہو یہ سن کر سب یہودی غیظ و غضب میں مشغول ہو گئے اور کہنے لگے کہ تم جھوٹے ہو تم ہمارے میں سب سے برے اور سب سے بُرے آدمی کے بیٹے ہو راوی بیان کرتے ہیں کہ یہ عبد اللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے تو میں اور عبد اللہ بن سلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہاں سے باہر چلے گئے اس پر یہ آیت نازل ہوئی قُلْ اَدْعٰۤیْتُكُمْ اِنْ كُنْ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَكَفَرْتُمْ بِہٖ وَشَهِدْتُ شَہٰدًا مِّنْ بَيْنٰی اٰمِنُوْا وَاٰمَنُوْا اِلٰہِ الْخَلٰۤیْقِ علامہ آلوسیؒ نے اس روایت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا اس سے بھی معلوم ہوا کہ یہ بیت مدینہ منورہ میں نازل ہوئی۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَوْ

اور کہنے لگے منکر ایمان والوں کو اگر یہ

كَانَ خَيْرًا مَّا سَبَقُوْنَا اِلَيْہٖ وَاِذْ لَمَّ

کچھ بہتر ہوتا تو یہ نہ دوڑتے اس پر پہلے ہم سے اور جب لاہ

يَهْتَدُوْا بِہٖ فَيَقُوْلُوْنَ هٰذَا اِفْكٌ قَدِيْمٌ ۝۱۱

پر نہیں آتے انکے بتانے سے تو یہ اب کہیں گے یہ جھوٹ ہے مدت کا

وَمِنْ قَبْلِهِ كُتِبَ مُوسَىٰ إِمَامًا وَرَحْمَةً ۖ وَهَذَا

اور اس سے پہلے کتاب موسیٰ کی ہے راہ ذاتی اور ہر اور ایک یہ

کُتِبَ مُصَدِّقٌ لِّسَانًا عَرَبِيًّا لِّنَّذِرِ الَّذِينَ ظَلَمُوا ۚ

کتاب ہے اسکو سچا کرتی عربی زبان میں کہ ڈر سندے گنہگاروں کو

وَبُشْرَىٰ لِلْمُحْسِنِينَ ۚ إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ

اور خوشخبری نیکی دانوں کو مقرر جنہوں نے کہا رب ہمارا اللہ ہے

ثُمَّ اسْتَقَامُوا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۚ

پھر ثابت رہے تو نہ ڈر ہے ان پر اور نہ وہ غم کھادیں گے

أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ ۖ خَالِدِينَ فِيهَا ۖ جَزَاءً بِمَا كَانُوا

وہ ہیں بہشت کے لوگ سدا رہیں گے اس میں بدلہ اس کا جو کرتے

يَعْمَلُونَ ۚ وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ إِحْسَانًا

تھے اور ہم نے تقید کیا ہے انسان کو اپنے ماں باپ سے بھلائی کا

حَسَنَةً ۚ أُمُّهُ كَرِهًا ۖ وَوَضَعَتْهُ كَرِهًا ۖ وَحَمَلُهُ وَفِصْلُهُ

بہت میں رکھا اسکو اسل ماں نے تکلیف سے اور جنا اسکو تکلیف سے اور حمل میں رہنا اسکا اور دودھ

ثَلَاثُونَ شَهْرًا ۖ حَتَّىٰ إِذَا بَلَغَ أَشُدَّهُ وَبَلَغَ أَرْبَعِينَ

چھوڑنا تیس مہینے میں ہے یہاں تک کہ جب پہنچا اپنی قوت کو اور پہنچا چالیس برس

سَنَةً ۖ قَالَ رَبِّ أَوْزِعْنِي أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِي

کو کہنے لگا اے رب میرے میری قسمت میں کر کہ شکر کروں احسان تیرے کا جو مجھ

أَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلَىٰ وَالِدَيَّ وَأَنْ أَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضَاهُ

پر کی اور میرے ماں باپ پر اور یہ کروں نیک کام جس سے تیرا رضی ہو

وَأَصْلَحْ لِي فِي ذُرِّيَّتِي ۖ إِنِّي تُبْتُ إِلَيْكَ وَإِلَىٰ مِنَ

اور نیک دے مجھ کو اولاد میری میں نے توبہ کی تیری طرف اور میں ہوں

الْمُسْلِمِينَ ۝۱۵ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ نَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ أَحْسَنَ

عکبر دار وہ لوگ ہیں جن سے ہم قبول کرتے بہتر سے بہتر

مَا عَمِلُوا وَنَتَجَاوَزُ عَنْ سَيِّئَاتِهِمْ فِي أَصْحَابِ الْجَنَّةِ

کام جو کہتے ہیں اور معاف کرتے ہیں ہم برائیاں اُن کی جنت کے لوگوں میں

وَعَدَ الصَّادِقِ الَّذِي كَانُوا يُوعَدُونَ ۝۱۶ وَالَّذِي قَالَ

سچا وعدہ جو ان کو ملنا تھا اور جس شخص نے کہا

لِوَالِدَيْهِ أَفٍّ لَّكُمَا اتَّعِدْنِي أَن أُخْرَجَ وَقَدْ خَلَتِ

اپنے ماں باپ کو میں بیزار ہوں تم سے کیا مجھ کو وعدہ دیتے ہو کہ میں نکالا جاؤں گا

الْقُرُونُ مِن قَبْلِي وَهُمْ لَا يَسْتَفِيدُونَ اللَّهَ وَيْلَكَ أَمِنَ

قرنوں اور گزر چکی ہیں راقی سگتیں مجھ سے پہلے اور وہ دونوں فریاد کرتے ہیں اللہ سے کسے خراب تیری واپس

إِن وَعَدَ اللَّهُ حَقًّا ۖ فَيَقُولُ مَا هَذَا إِلَّا أَسَاطِيرُ

لا بے شک وعدہ اللہ کا ٹھیک ہے پھر کہتا ہے یہ سب نقلیں ہیں

الْأَوَّلِينَ ۝۱۷ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِي أُمَمٍ

پہلوں کی وہ لوگ ہیں جن پر ثابت ہوئی بات شامل اور فرقوں میں

قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِم مِّنَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ ۖ إِنَّهُمْ

جو گزرے ہیں ان سے پہلے جنوں کے اور آدمیوں کے بیشک وہ

كَانُوا خَسِرِينَ ۝۱۸ وَلِكُلِّ دَرَجَةٍ مَّا عَمِلُوا وَلِيُوفيَهُمْ

تھے نقصان میں آئے اور ہر درجے کے کئی درجے ہیں اپنے کئے کاموں سے اور تاپوسے

أَعْمَالَهُمْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿۱۹﴾ وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِينَ

انکو کام اُنکے اور ان پر ظلم نہ ہو گا اور جس دن لاتے جاویں گے

كَفَرُوا عَلَى النَّارِ أَذْهَبْتُمْ طَيِّبَاتِكُمْ فِي حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا

مگر آگ کے سرے پر صالحہ چیزیں تم نے اپنے مزے اپنے دنیا کے جیتے

وَأَسْتَمْتُمْ بِهَا فَالْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُونِ بِمَا

اور ان کو برت چکے اب - آج سزا پاؤ گے ذلت کی مار بدلہ اسکا

كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ

جو تم غرور کرتے تھے ملک میں ناحق اور اس کا جو تم

تَفْسُقُونَ ﴿۲۰﴾

بے حکمی کرتے تھے

بیان ذہنیت کفارہ دربارہ قبول ہدایت وانحراف

از حق و تحمین استقامت اہل ایمان

قال الله تعالى وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلَّذِينَ آمَنُوا... وَإِنَّمَا كُنْتُمْ تَفْسُقُونَ
(ربط) ماقبل آیات میں کتاب الہی کی عظمت بیان کرتے ہوئے کفار کے بے ہودہ اعتراضات
کا ذکر تھا اب ان آیات میں اسی طرح چند لغو اور باطل اعتراضات کا جواب دیتے ہوئے اہل ایمان
کی استقامت کا ذکر اور ان پر حق تعالیٰ شانہ کے خاص العامات بیان کیے جا رہے ہیں اسی کے ساتھ انسان
کی سعادت مندی اور اسکی حمد و ثناء اور بد نصیبی کا ایک معیار اور ضابطہ بھی بیان فرمایا جا رہا ہے ارشاد فرمایا۔
اور کہنے لگے کافر ایمان والوں کو اگر یہ دین بہتر ہوتا تو یہ لوگ اسکی طرف ہم سے پہلے بیعت
نہ کرتے کیونکہ ہم لوگ عزت والے اور عقل مند ہیں بہتر چیز کی طرف بیعت کرنا ہمارا ہی کام ہے
جب ہم نے اسکو قبول نہیں کیا اور اسکو قبول کرنے والے غلام اور لونڈی کمزور اور غریب ہیں جیسے

بطلان، صہیب، عمار، خباب اور سمیرہ رضی اللہ عنہم تو معلوم ہوا کہ یہ دین کوئی بہتر دین نہیں ظاہر ہے کہ کافروں کی یہ باتیں بہل اور خلاف عقل ہیں اور یہ لوگ جب اس دین حق کی ہدایت اور راہ نہ پاسکے تو آگندہ یہ کہیں گے یہ پرانا جھوٹ ہے کہ انبیاء سابقین بھی ایسا ہی کہا کرتے تھے وہ بھی خدا پر بہتان تھا یہ بھی خدا پر بہتان ہے اور یہ اسکے رسول نہیں حالانکہ اس سے پہلے تو موسیٰ کی کتاب تھی جو انکے واسطے پیشرا سیدھی راہ پر ڈالنے والی اور رحمت کا سامان تھی اور یہ کتاب قرآن کریم اسکی تصدیق کرنے والی ہے جو عربی زبان میں ہے اس وجہ سے اہل عرب اسکو بخوبی سمجھ سکتے ہیں اور ان پر اس کتاب الہی کی حقانیت کسی درجہ میں بھی پوشیدہ نہیں رہ سکتی اس وجہ سے کہ ڈراسے ظالموں کو اور خوشخبری سناتے نیکی کرنے والوں کو کتاب الہی اور وحی خداوندی سے یہ قانون ملے جو چکا ہے کہ بے شک جن لوگوں نے کہہ لیا دل کے اعتقاد اور ایمان و یقین کے ساتھ کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر اسی پر ثابت قدم رہے اور انکی عملی زندگی کے ہر شعبے سے حق تعالیٰ کی الوہیت و ربوبیت کے عقیدہ پر ثابت قدم رہتے کا ثبوت ملتا ہے تو ان پر نہ کوئی خوف و اندیشہ ہوگا اور نہ ہی وہ غلگین ہوں گے اطمینان و سکون اور ہر غم و صدمہ سے محفوظ یہ لوگ بہشت والے ہوں گے جو ہمیشہ جنت ہی میں رہیں گے یہ ان اعمال کا بدلہ ہوگا جو وہ اپنی زندگی میں کرتے تھے جو حق تعالیٰ اپنی رحمت سے انکو عطا فرمائے گا اس کتاب الہی میں جو کتب سماویہ کے واسطے مصدق ہے اور زبان عربی میں نازل کی گئی جس کو اہل عرب بخوبی سمجھ سکتے ہیں انسانی سعادت کے جملہ اصول بیان کر دیئے گئے ہیں جہاں اس کتاب الہی میں عقیدہ ربوبیت کے حقوق اور تقاضوں کو پورا کرنے کے احکام ان بندوں کے واسطے انارہے گئے جو اسکے رب ہونے کا اقرار کر چکے اسی کے ساتھ حقوق العباد بھی ادا کرنے کی ہدایت و تاکید فرما دی گئی وحی الہی ایک طرف رب کے حقوق ادا کرنے کا حکم دے رہی ہے تو دوسری طرف انسان کو اپنے مرنے کے حقوق ادا کرنے کے لیے کہا جا رہا ہے اور ہم نے حکم دیا ہے انسان کو اپنے ماں باپ کے ساتھ بھلائی کا باپ کے احسانات و انعامات انسان اپنے شعور کے عالم میں محسوس کر ہی لیتا ہے ماں کی شفقت و محبت اور اس کے انعام و احسان کو ہر انسان اس طرح سمجھ سکتا ہے کہ اسکی ماں نے اسکو پیٹ میں رکھا ایک مدت تک تکلیف کے ساتھ اور اسکو جنائے تکلیف سے کہ حالت حمل میں بوجھ برداشت کیا طرح طرح کی مشقتیں اور تکلیفیں بھی پیش آتیں پھر وضع حمل کے وقت بھی مشقت اور خطرہ کا مقابلہ کیا اور اس کا حمل اور دودھ کا چھڑانا تیس ہینے میں ہے یہاں تک کہ جب پہنچ گیا اپنی قوت کو کہ جسمانی قوتی کے لحاظ سے پوری توانائی اور طاقت آگئی اور پہنچا

ملکہ ترجمہ میں لفظ حالانکہ اختیار کرنا اس طرف اشارہ ہے کہ آیت ۱۷ میں قَوْلُہِ کتابِ مُوسٰی میں واو حالیہ ہے ۱۲

پالیس برس کی عمر کو جس پر پہنچ کر اسکی عقلی اور فکری صلاحیتیں بھی مکمل ہو گئیں تو یہ صاحبِ سعادت اور عقل و فہمت کے مطابق روش اختیار کرنے والا انسان اپنے پروردگار کی طرف رجوع کر کے کہنے لگا اے میرے رب مجھے اس بات کا حصہ عطا کر دے کہ میں تیری اس نعمت کا شکر ادا کر دوں جو تو نے مجھ پر فرمائی اور میرے ماں باپ پر اور مجھے اس امر کی توفیق عطا فرما کہ میں ایسا نیک کام کر دوں جسکو تو پسند کرے اور صالح بنادے تو میری اولاد کو میرے واسطے کہ دنیا میں بھی ان کے صلاح و تقویٰ اور سعادت مندی سے مجھے خوشی اور راحت حاصل ہو اور آخرت میں بھی اولادِ صالح کی نیکیوں سے میرے لئے اللہ کی عنایات اور رحمتوں میں اضافہ ہو میں آپ کی طرف اسے پروردگار رجوع کرتا ہوں اپنے گناہوں سے تائب ہوتے ہوئے اور جھک میں آپ کے فرمانبرداروں میں سے ہوں۔

یہ ہے وہ سعادت و صلاح کا نمونہ جو حقوق اللہ اور حقوق العباد ادا کرنے کی ہمہ وقت کوشش میں لگا ہوا ہے جو اپنی صلاحیت کے باعث اللہ رب العزت سے تین چیزوں کا طالب ہے ایک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے انعامات کے شکر کی توفیق عطا فرمائے دوسرے یہ کہ ایسے عمل کی توفیق سے فواید سے جو اسے پسند ہو اور اس عمل سے وہ ناضی ہو جائے تیسرے یہ کہ اولاد کو نیک اور صالح بنادے۔ یہی تین چیزیں درحقیقت سعادت بشر یہ ہیں اور اس سعادت اور خوبیوں سے متصف افراد اہل ایمان میں سے بارگاہِ خداوندی میں پسندیدہ افراد ہیں انکے بارہ میں رب العالمین کا یہ پیغام بشارت ہے کہ یہ ہیں وہ لوگ جن سے ہم قبول کرتے ہیں انکے وہ بہتر کام جو انہوں نے کیے اور درگزر کرتے ہیں ہم ان کی برائیوں سے اس طرح کہ وہ جنت والوں میں سے ہیں یہ اللہ کا وہ سچا وعدہ ہے جو ان سے ہمیشہ کیا جاتا تھا بلا شبہ ان کا مقام اللہ کے سچے وعدہ کے مطابق اہل جنت میں ہو گا اور بطورِ اکرام دخولِ جنت کے وقت اس کا اظہار کیا جاتا ہو گا یہ تو پیکرِ سعادت اور ایمان و تقویٰ کی خوبی سے متصف انسان کا حال ہے اور اس کے بالمقابل جو شقاوت و بدبختی میں مبتلا انسان ہو گا وہ ایسا شخص ہے جس نے اپنے ماں باپ کو کہا جب کہ اس کے ماں باپ ایمان و تقویٰ کی دعوت دیتے ہوں افسوس ہے تم پر کیا مجھ کو وعدہ دیتے ہو اور ڈراتے ہو میں نکالا جاؤں گا قبر سے یہ کیسے ہو سکتا ہے حالانکہ بہت سے قرن انسانوں کے جو مجھ سے پہلے گزر چکے ہیں ان میں سے کوئی بھی اب تک زندہ ہو کر نہیں آیا تو پھر میں کیونکر اس بات کا اعتبار کروں اس ناعاقبت اندیش بدبخت انسان کے شفق و محن ماں باپ جذبہ

۴۷ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارہ میں نازل ہوئی ہے کیونکہ ہاجرین و انصار میں سے صرف صدیق اکبر ہی ایک ایسے شخص ہیں جو خود بھی ایمان لاتے اور انکے والدین بھی اور انکی اولاد بھی فتح مکہ کے بعد انکے گھرانے میں ایک مرد بھی ایسا باقی نہ رہا تھا جو اسلام نہ لے آیا ہو۔

اخلاص و محبت میں اسکو سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں اور وہ دونوں اللہ سے فریاد کرتے ہوئے کہتے ہیں ہلاکت و بربادی ہو تیرے واسطے بس ایمان لے آئے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے اس بد بخت انسان کے ماں باپ اگرچہ نصیحت کرتے ہیں اللہ سے اسکی توفیق و ہدایت کا دعا بھی کرتے ہیں پھر اپنی عظمت و بزرگی کا حق ادا کرتے ہوئے ڈانشتے بھی ہیں مگر پھر کہنا ہے نہیں ہیں یہ سب باتیں مگر پہلوں کی نقل کی ہوتی کہانیاں جو ہم پر اسے دقتوں سے سنتے چلے آ رہے ہیں جن کا کوئی واقعی مصداق نہیں تو یہ ہیں وہ لوگ جن پر خدا کا فیصلہ عذاب ثابت ہو چکا ان استوں کے درمیان انکا شمار ہونے کی وجہ سے جو پہلے گزر چکے جنوں میں سے اور انسانوں میں سے یقیناً وہ لوگ خسارہ میں تھے کیونکہ اللہ سے فطری طور پر ایمان و ہدایت کا جو ہر ان میں ودیعت رکھا تھا اسکو ضائع کر دیا اور ہر ایک کے واسطے دو جہے ہیں اپنے کیے ہوئے کاموں کے مطابق اور یہ سب کچھ احکام خداوندی وحی الہی اور ہدایت و گمراہی کے اصول اور نجات و ہلاکت کے راز اس لئے نازل کر دیئے گئے تاکہ اللہ تعالیٰ پورا پورا بدلہ دیدے ان کے اعمال کا اور ان پر کوئی ظلم نہیں کیا جائے گا نہ کسی کی نیکی ضائع کی جائے گی اور نہ ہی یہ ہوگا کہ کسی کو بلا جرم کے سزا دی جائے قیامت برحق ہے وہ اگر رہے گی اور جس دن لائے جائیں گے کا فز آگ کے سلسلے جہنم کے کنارے تو انکو کہا جائے گا لیجا چکے ہو تم اپنے مزے دنیا کی زندگی میں اور ان سے تم نفع اٹھا چکے ہو لیکن اس دنیوی زندگی کو تم نے غفلت و لاپرواہی اور افراہی میں گزار دیا بس اب آج کے دن تم کو ذلت کے عذاب کی سزا دی جائے گی اس غرور و تکبر کی وجہ سے جو تم زمین یعنی دنیا میں کرتے تھے ناحق اور ان نافرمانیوں کی وجہ سے جو تم کرتے تھے اور ظاہر ہے کہ جھوٹی تسبیحی اور تکبر کی سزا یہی ہے کہ ذلت و رسوائی کا عذاب مسلط ہو۔

اَذْهَبْنٰمْ کی مراد ترجمہ کے الفاظ سے یہ ظاہر کی گئی کہ حاصل کر لیں دنیا کی لذتیں اور فائدہ راجحیں بعض ایتر مغضبین نے اذہب باب افعال سے ہونے کی وجہ سے ازالہ اور اضعاف کے معنی کہتے ہیں تو اس صورت میں ترجمہ یہ ہوگا کہ ضائع کر دیئے تم نے اپنے مزے یعنی صورت وہ نیکیاں اور بھلائیوں جو کہیں وہ اس بنا پر کہ ایمان کی روح ان اعمال میں موجود نہ تھی ضائع کر دیں اور آخرت میں ان کا کوئی ثمرہ اور فائدہ تو کیا ہوتا ان عذاب و ذلت کا سامنا کرنا پڑے گا۔

معہ جن وانس کی تعلیم اسی فرمان کے مطابق ہے جو ارشاد فرمایا گیا لَا تَلْمِزْنِمْ مِمَّ الْجَنَّةِ وَ النَّارِ اَجْمَعَيْنِ جو کہ حق تعالیٰ کی بندگی اور اسکی الوہیت پر ایمان لانے کے مکلف جن وانس دونوں ہیں جیسے کہ فرمایا گیا وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ۔ تو ان لوگوں کی طرح جو جنات منکر و نافرمان رہے وہ بھی کفار و مشرکین کی طرح جہنم کا اندھن بنے۔

فقہ حنفی میں امام ابوحنیفہؒ سے مدت رضاعت دھاتی ساں بیان کی گئی ہے تفسیر مدارک میں امام اعظمؒ سے اسکی تفسیر میں یہ ذکر کیا گیا وَ حَمْلُهُ بِالْأَكْلِ یعنی باہوں اور گود میں اٹھانا اور باہوں پر لٹے پھرتا جو کہ بالعموم شہ خوارگی کے زمانہ میں ہوتا ہے اور سورۃ بقرہ کی آیت یُضْعَفُ اَوْ يَلْدَاهُنَّ يَكُوْنُ لِيْنِ كَامِلِيْنِ میں دو سال کی مدت بلحاظ اجرت رضاعت بیان فرمائی گئی ہوگی کہ اس سے زائد مدت کی رضاعت کے مصارف والد کے ذمہ نہ ہوں گے اگر کسی مريض سے دودھ پلوانا ہے فتویٰ اگرچہ جمہور کے قول پر ہے مگر حرمت رضاعت کے مسئلہ میں اقیاط بھی ہے کہ امام صاحب کے قول پر عمل کیا جاتے۔

وَبَلَغَ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً میں انسان کی جوانی اور قوی کی مضبوطی بیان

فائدہ

کرتے ہوئے یہ فرمایا اور پہنچ گیا چالیس ساں کی عمر کو جو قوائے عقلیہ اور فکریہ کا کمال اور بس کا پوخ ہے انسان کا فہم اور فکر جس حالت پر چالیس برس کی عمر میں پہنچ جاتا ہے اسکے بعد بالعموم اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی کیونکہ اسکی نشوونما کا دور مکمل ہو چکا ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کو خلعت نبوت و رسالت چالیس برس کی عمر پر عطا فرمایا گیا۔

حافظ موصیٰؒ نے حضرت عثمانؓ کی روایت بیان کی فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے مسلمان بندہ جب چالیس برس کی عمر کو پہنچ جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کا حساب ہلکا فرما دیتا ہے اور جب ساٹھ برس کا ہو جاتا ہے تو اسکو رجوع الی اللہ کی صلاحیت و توفیق نصیب ہوتی ہے اور جب ستر برس کا ہو جائے تو آسمانوں میں ملائکہ اس سے محبت کرنے لگتے ہیں اور جب اسی برس کا ہو جائے تو اسکی خطاؤں کا کفارہ ہونے لگتا ہے اور اس کی نیکیاں اللہ تعالیٰ ثابت فرما دیتا ہے اور اگر نوے برس کا ہو گیا تو اسکے گناہوں کی مغفرت کے ساتھ اسکی شفاعت بھی اسکے گھروالوں کے لیے قبول کر لی جاتی ہے اور آسمان والے اسکو کہتے ہیں اسیر اللہ فی ارضہ بنے۔

وَالَّذِي قَالَ لِسَوْالِدٍ يُعِيْزُكَ تَرْجَمُ فِيْ جَوْثِقِ الْفَاظِ اِضَافَہ کے گئے ان سے یہ ظاہر ہو گیا کہ ان کلمات پہلے اس انسان کا ذکر تھا جو سعادت و تقویٰ کا پیکر ہے اسکے بعد شقاوت و بدبختی میں مبتلا ہونے والے انسان کا بیان ان کلمات سے فرمایا جا رہا ہے کہ ہر بدبخت انسان کا یہی شیوہ ہوتا ہے کہ جب اسکے ماں باپ اسکو رشد و ہدایت کی دعوت دیتے ہیں وہ انکی ہمدردانہ نصیحتوں کو ایسے ہی انداز سے ٹھکرا دیتا ہے۔

حن بصریؒ فرماتے ہیں یہ ہر اس کافر کا ذکر ہے جو اپنے ماں باپ کی نافرمانی کرتا ہو جو اس کو

ملہ تفسیر ابن کثیر جلد ۴ - اخوجه لحافظ الموصیٰ وروی عن غیر هذا الوجه فی سند الامام

احمد وعلی بن المحدثوں علی اسنادہ ۱۲

رشد و ہدایت کی دعوت دیتے ہوں اور وہ ماں باپ کی بات ٹھکرا رہا ہو اور سلسلہ انکار قیامت کرتا رہے اور کسی طرح کفر سے باز نہ آئے اس لئے یہ ضروری نہیں کہ اس آیت کا مصداق کسی عین شخص کو قرار دیا جائے۔

مردان کا دعویٰ یہ تھا کہ یہ آیت عبدالرحمن بن ابی بکرؓ کے بارہ میں نازل ہوئی ہے جس وقت کہ وہ خطبہ دے رہا تھا ابن ابی حاتم نے عبداللہ المدینی سے روایت کیا ہے کہ مردان جس وقت خطبہ دے رہا تھا وہی مسجد میں تھا وہ کہنے لگا کہ میں امیر المؤمنین یزید کے متعلق بہتر رائے رکھتا ہوں اگر امیر معاویہؓ نے اپنے بیٹے یزید کو خلیفہ نامزد کیا تھا تو ابوبکرؓ و عمرؓ نے بھی تو اپنا خلیفہ نامزد کیا تھا یعنی ابوبکرؓ نے عمر فاروقؓ کو متعین کیا تھا اور عمر فاروقؓ نے چھ حضرات کی مجلس شوریٰ منعقد کر کے ان ہی میں سے کسی ایک کو خلافت کے واسطے طے فرما دیا تھا لہذا یہ تو ابوبکرؓ و عمرؓ کا طریقہ اور انکی سنت ہوئی عبدالرحمن بن ابی بکرؓ کہنے لگے کیا یہ طریقہ اور میراث برحق کی نہیں ہے؟ خدا کی قسم ابوبکرؓ و عمرؓ نے نہ تو اپنی اولاد میں سے کسی کو خلیفہ بنایا اور نہ ہی اپنے خاندان کے کسی فرد کو اور فرمایا کیا تو وہ ابن العیین نہیں ہے کہ تیرے باپ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت لعنت فرمائی تھی جب تو اس کی پشت میں تھا یہ بات حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سن لی اور فرمایا اے مردان کیا تو عبدالرحمن بن ابی بکرؓ کے بارہ میں ایسا کہتا ہے تو جھوٹ بول رہا ہے خدا کی قسم یہ آیت ان کے بارہ میں نازل نہیں ہوئی یہ تو فلاں ابن فلاں کے متعلق اتنی ہے اور اگر میں چاہوں تو انکے نام بھی بتا سکتی ہوں اور روح المعانی ج ۲۶ تفسیر ابن کثیر ج ۴

سب سے بڑا قریبہ اس بات کا خود قرآن کریم کے وہ الفاظ ہیں جو اس آیت میں مردان کے دعویٰ کی تردید کر رہے ہیں کیونکہ اس مضمون کا اختتام "وَلَيْسَ الَّذِي جَاءَ بِكُمْ عَلَىٰ نَفْسِكُمْ بِمُؤْمِنٍ وَلَا مَدِينٍ" ہے یہ بتا رہا ہے کہ یہ ذکر ان بد نیت اور شقاوت کے پیکر بیٹوں کا ہے جو ماں باپ کے پیغام رشد و ہدایت کو ٹھکرا دیں اور زندگی میں کبھی قبول نہ کریں حتیٰ کہ کفر پر خاتمہ ہو جائے اور اس کا انجام ان ہی نافرمان قوموں کی طرح ہو جو گزر چکیں اور خدا کے عذاب کا فیصلہ انکے حق میں ہو گیا تو طاب ہزان، لفظ کا مصداق ہرگز ایسا کوئی فرد نہیں ہو سکتا جو ایمان کی سعادت سے مشرف ہوا ہو اور مشرف صحابیت نصیب ہوا ہو حجۃ الوداع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ کیا ہو نا ممکن ہے کہ ان خصائص و فضائل کے حامل فرد کو قرآن کریم اس طرح معذرت اور مجرمین کی فہرست میں درج کر دے اور عذاب کا فیصلہ بھی کر دیا جائے (واللہ اعلم بالصواب)

وَإِذْ نَادَىٰ أَخَاهُ هَارُونَ أَخَاهُ إِذْ نَادَىٰ قَوْمَهُ بِالْأَحْقَافِ

اور یاد کر عاد کے بھائی کو جب ڈرایا اپنی قوم کو احکاف میں

وَقَدْ خَلَّتِ النَّذْرُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ

اور گذر چکے تھے ڈرانے والے آگے سے اور پیچھے سے

أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا اللَّهَ إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ

کہ بندگی نہ کرو کسی کی اللہ کے سوا میں ڈرتا ہوں تم پر آفت سے ایک

عَظِيمٍ ۲۱) قَالُوا أَجِئْتَنَا لِنَاْفِكُنَا عَنْ آلِهَتِنَا فَأْتِنَا بِمَا

بڑے دن کی بولے کیا آیا ہے ہم پاس کر بیجھ سے ہم کو ہمارے ٹھاکروں سے سولے آہم

تَعِدُنَا إِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ ۲۲) قَالَ إِنَّمَا الْعِلْمُ

پر جو وعدہ دیتا ہے اگر ہے تو سچا کہا یہ خبر تو اللہ ہی کو ہے

عِنْدَ اللَّهِ وَأُبَلِّغُكُمْ مَا أُرْسِلْتُ بِهِ وَلَكِنِّي أَرٰكُمْ قَوْمًا

اور میں پہنچا دیتا ہوں جو کچھ دیا میرے ہاتھ لیکن میں دیکھتا ہوں تم لوگ

تَجْهَلُونَ ۲۳) فَلَمَّا رَأَوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ أَوْدِيَّتِهِمْ ۲۴)

نادانی کرتے ہو پھر جب دیکھا اُس کو ابر سامنے آیا انکے نالوں کے

قَالُوا هَذَا عَارِضٌ مُّسْطَرٌّ بَلْ هُوََا سْتَعْجَلْتُمْ بِهِ ۲۵)

بولے یہ ابر ہے ہم پر برسے گا کوئی نہیں یہ وہ ہے جسکی تم شکی کرتے تھے

رِيْمٍ فِيْهَا عَذَابٌ أَلِيمٌ ۲۶) تَدْمِرُ كُلَّ شَيْءٍ بِأَمْرِ رَبِّهَا

ہوا ہے جس میں دکھ کی مار ہے اکھاڑ مارے ہر چیز کو اپنے رب کے حکم سے

فَاصْبَحُوا لَا يُرٰى إِلَّا مَسٰكِنُهُمْ ۲۷) كَذٰلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ

پھر کل کورہ گئے کوئی نظر نہیں آتا سوائے ان کے گھروں کے یوں ہم سزا دیتے ہیں گنہگار

الْمُجْرِمِيْنَ ۲۸) وَلَقَدْ مَكَّنَّهُمْ فِیْمَا اِنْ مَكَّنَّاكُمْ فِیْهِ وَ

لوگوں کو اور ہم نے مقدور دیئے تھے ان کو جو تم کو مقدور نہیں دیئے اور

جَعَلْنَا لَهُمْ سَمْعًا وَابْصَارًا وَافِدَةً ۖ فَمَا أَغْنَىٰ عَنْهُمْ

ان کو دیتے تھے کان اور آنکھیں اور دل پھر کام نہ آئے انکو

سَمْعَهُمْ وَلَا ابْصَارَهُمْ وَلَا أَفِدَتُهُمْ مِّنْ شَيْءٍ ۚ إِذْ

کان انکے نہ آنکھیں ان کی نہ دل ان کے کسی چیز میں ، کرتے

كَانُوا بِحُكْمِ رَبِّهِمُ يَأْتِي اللَّهُ وَحَاقٍ بِهِمْ مَّا كَانُوا بِهِ

اس پر منکر ہوتے اللہ کی باتوں سے اور اللہ پڑی ان پر جس بات سے

يَسْتَهْزِءُونَ ﴿٢٦﴾

مُحَسَّاتِ کرتے تھے

تسلی نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام بر تکذیب کفار و مجرمین

قال تعالى - وَادْكُرْ حَاقًا ۖ اِنِّی مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ
(ربط) سعادت و شقاوت کا ایک بنیادی ضابطہ اور قبول ایمان و اعراض عن الحق پر مرتب ہونے والے ثمرات و نتائج کا ذکر کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی جا رہی ہے اہم سابقہ کا حال بیان کرتے ہوئے کہ کس طرح اللہ کے پیغمبر انکو ہدایت کی دعوت دیتے رہے بالآخر جب وہ اپنی بغاوت و سرکشی سے باز نہ آئے تو خدا تعالیٰ کے قہر و عذاب سے تباہ و برباد کر دیئے گئے فرمایا۔

اور یاد کرو عاد کے بھائی ہود علیہ السلام کو جب کہ ڈرایا انھوں نے اپنی قوم کو احکامات میں ہے کہ ان سے پہلے بھی بنی اپنی قوموں کو ڈراتے رہے اور بہت سے ڈرانے والے ان سے پہلے

ملکہ ہر پیغمبر جو کہ خود اپنی قوم میں مبعوث ہوتے اس بناء پر حضرت ہود علیہ السلام کو قوم عاد کا بھائی فرمایا گیا دیگر انبیاء کی طرح جیسے کہ ارشاد ہے وَ اِلٰی عَادٍ كَاٰهُمْ هُوَ ذَا الَّذِیْ نَسُوذَاْهُمْ هَاجًا ہود علیہ السلام سے پہلے اور انکے بعد بہت سے ڈرانے والے آئے جنہوں نے اپنی اپنی قوم کو عذاب خداوندی سے ڈرایا اور سب کا یہی ایک پیغام تھا اَعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوٰلٍ عَادٍ

گزر چکے تھے اور انکے پیچھے بھی سب کا پیغام یہی تھا کہ نہ بندگی کر دے کسی کی بھی سوائے اللہ کے میں ڈرتا ہوں تمہارا ایک بڑے ہیبت ناک دن کی آفت سے جس آفت کو نہ کوئی ٹلاسنے والا ہوگا اور نہ کسی کی دوستی اور سفارش کام دے گی یہ سب کچھ خدا کے پیغمبر نے کہا لیکن یہ لوگ کہنے لگے کیا تو ہمارے پاس آیا ہے ایسے کہ تو ہم کو اپنے معبودوں سے پھر دے کسی اور معبود کی طرف اگر یہی غرض ہے تو پھر لے آ ہمارے سامنے وہ چیز جس کا وہ دعویٰ کرتا ہے اور اس سے ہمیں ڈراتا ہے کہ تو بچوں میں سے ہے ہم اپنے آباؤ اجداد کے طریقہ پر قائم رہیں گے اور اپنے معبودوں کو ہرگز نہیں چھوڑیں گے اگر تو سچا ہے تو پھر وہ عذاب لے آ جس سے ڈراتا ہے خدا کے پیغمبر نے کہا یہ علم تو صرف اللہ ہی کے پاس ہے کہ عذاب کب نازل ہوگا میں تو تم کو دہی بائیں پہنچا دیتا ہوں جو دیکھو بھیجا گیا ہوں اور پیغمبر کا کام ہی صرف یہ ہے کہ اللہ کے احکام اور پیغام اسکی مخلوق کو پہنچائے تمہیں چاہیے تھا کہ تم اس بات پر یقین کرتے لیکن میں تم کو دیکھ رہا ہوں کہ تم نادانی کرنے والے لوگ ہو کیونکہ تمہارے یہ مطالبے بلاشبہ تمہاری نادانی و جہالت کی دلیل ہیں خدا کے پیغمبر کو عذاب نازل کرنے کی قدرت ہے اور نہ اختیار اور نہ اس کا علم کہ نافرمان قوم پر کب دنیوی عذاب نازل ہوگا اور کب تک ن کو جہالت ہے۔

پھر جب دیکھا اس ابر کو جو انکی وادیوں کی طرف آنے والا تھا تو — اسکو اپنی وادیوں کی طرف بڑھتا دیکھ کر خوش ہو کر کہنے لگے کہ یہ سامنے سے آنے والا بادل تو ہم پر برسے والا بادل ہے جس سے ہماری یہ ساری وادیاں اور ندی نالے بھر جائیں گے قبر خداوندی نے انکو جواب دیا نہیں بلکہ یہ تو وہ چیز ہے جس کو تم جلدی طلب کر رہے تھے ایک آندھی ہے جس میں دردناک عذاب ہے جو اکھاڑ پھینکے گی ہر چیز کو اپنے رب کے حکم سے چنانچہ وہ بادل بجائے میرا ہی کے عذاب خداوندی بن کر ان پر برسے لگا اور سات رات اور آٹھ دن مسلسل یہ غضبناک طوفانی آندھی عذاب خداوندی برساتی رہی جس نے درختوں کو جڑوں سے اکھاڑ پھینکا عمارتیں منہدم ہو گئیں، انسان اور بڑے بڑے طاقت ور جانور اس ہوا کے سامنے تنکوں کی حقیقت سے کچھ زائد نہ تھے۔

چنانچہ جب صبح کو یہ اٹھے تو کوئی چیز نظر نہ آئی تھی بجز انکے مکانوں کے جو کھنڈ راست کی صورت میں نظر آ رہے تھے جسکو دیکھنے والا ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ ہم اسی طرح سزا دیتے ہیں نافرمان قوم کو اس لئے قریش مکہ کو بھی چاہیے کہ وہ ان واقعات کو سن کر ہوشش میں آجائیں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بغاوت اور اللہ کی نافرمانی پر انکو ڈرنا چاہیے کہیں انکا بھی حشر ایسا ہی نہ

۱۔ بعض تاریخی نقول سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ سال ۱۰ پر نہایت ہی قحط اور خشکی کا تھا تو اور بھی اس بادل کو دیکھ کر توقعات باندھنے لگے۔

ایک روایت میں آتا ہے کہ حضرت ہود علیہ السلام نے جب یہ محسوس کیا کہ یہ آندھی عذابِ خداوندی لے کر آ رہی ہے تو ایک خط اپنے برکھنچہ یا اور ایک خط اس جگہ پر جہاں ٹوئیں تھے تو ان پر یہ ہوا نہایت لطیف و خوشگوار ہو کر لگ رہی تھی حالانکہ یہی ہوا قوم عاد کو انکی بستی درختوں اور مکانات کو اکھاڑ بھینک رہی تھی اور یہ نظر آ رہا تھا کہ ان پر تھروں کی بارش ہو رہی ہے۔

(ابن ابی شیبہ بحوالہ تفسیر روح المعانی)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ جب کبھی تیز ہوا چلنے لگتی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے اللہم انی اسألتک خیرھا وحیر ما فیھا وخیوما ارسلت بھہ واعدت من شہھا وشر ما فیھا وشرھا امرسلت بھہ کہ اے اللہ میں تجھ سے سون کرتا ہوں اس ہوا کی خیر کا اور ہر اس چیز کا جو اس میں ہو اور جسکے ساتھ اس ہوا کو چلا یا گیا اور اے اللہ میں پناہ مانگتا ہوں اسکے شر سے اور ہر اس برائی سے جو اس میں ہے اور جسکے ساتھ یہ بھیجی گئی اور جب آسمان پر بادل چھاتا تو آپ کے چہرہ انور کا رنگ فکر و پریشانی سے متغیر ہو جاتا اور اضطراب کی سی کیفیت میں کبھی آپ باہر نکلتے اور کبھی اندر داخل ہوتے اور آگے چلتے اور کبھی پیچھے ہٹتے اور جب بارش برسنے لگتی تو یہ آثار فکر و بے چینی کے آپ سے دور ہو جاتے تو حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ ایک روز میں نے دریافت کر لیا یا رسول اللہ یہ کیا بات ہے اور یہ کیفیت آپ پر کیوں واقع ہوئی ہے فرمایا اے عائشہ مجھے نہیں معلوم جب بادل آتا ہے تو یہ کیسا بادل ہوگا کہیں ایسا ہی تو نہیں جیسا کہ ایک قوم نے اس بادل کو دیکھ کر کہا یہ ابر تو ہم پر برے گا اور ہمیں سیراب کرے گا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد یہ تھی ان لوگوں کو کیا خبر تھی اس بادل میں کیسا خطرناک عذاب ہے نہ ہی اس کا تصور ہو سکتا تھا تو اسی وجہ سے میں ہر بادل کو دیکھ کر بے چین ہو جاتا ہوں کہ خدا جانے یہ عذاب و ہلاکت کوئے کر آ رہا ہے العیاذ باللہ یا اللہ کی رحمت رزق و برکت اور شادابی لے کر آ رہا ہے۔

مقام اختلاف

ائمہ مفسرین فرماتے ہیں کہ عاد کے بھائی حضرت ہود علیہ السلام تھے جن کو حق تعالیٰ نے عادِ ادلی کی طرف مبعوث فرمایا تھا انکی بستیوں مقام اختلاف میں واقع تھیں لفظ اختلاف حقف کی جمع ہے جو ریت

۱۔ روح المعانی ج ۲۶ -

۲۔ تفسیر ابن کثیر ج ۴ -

۳۔ صحیح مسلم جامع ترمذی، نسائی، ابن ماجہ و مسند عبد بن حمید بحوالہ تفسیر روح المعانی جلد ۲۶ -

کے پہاڑ کو کہتے ہیں حافظ ابن کثیرؒ نے طبقات الارض کے ایک ماہر امام ابن رید کا یہ قول نقل کیا عکرمہ سے منقول ہے کہ احقاف پہاڑوں اور غاروں کو کہتے ہیں عاد اولیٰ کی آبادیاں ایسی ہی سرزمین میں واقع تھیں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت موت میں ایک وادی کا نام احقاف ہے قتادہؒ کہا کرتے تھے کہ یہ بات مشہور ہے کہ عادین میں رہنے والی ایک قوم تھی جو ریگستانی علاقہ میں ساحل سمندر پر آباد ہوئی اور اسی کے قرب و جوار میں انکی بستیاں بھی آباد ہو گئیں۔

تولف ارض القرآن بلاد احقاف کے تحت یہ لکھتے ہیں کہ بیمار عمان بحرین حضرت موت اور مغربی یمن کے درمیان جو صحرائے اعظم الدھناہ یا ربیع خالی کے نام سے واقع ہے اگرچہ وہ آبادی کے قابل نہیں لیکن اس کے اطراف و جوار میں کہیں کہیں آبادی کے لائق کچھ صاف زمین ہے خصوصاً اس حصہ میں جو حضرت موت سے بحران تک پھیلا ہوا ہے گو اس وقت وہ بھی آباد نہیں تھا ہم ہمد قدیم میں اسی حضرت موت اور بحران کے درمیان حصہ میں عاد ارم کا مشہور قبیلہ آباد تھا جس کو خداوند عام نے اسکی نافرمانی کی پاداش میں نیست و نابود کر دیا تھا

وَلَقَدْ أَهَلَّكُنَا مَا حَوْلَكُمْ مِّنَ الْقَرْيٰ

اور ہم کھا چکے ہیں جتنی تمہارے آس پاس ہیں بستیاں

وَصَرَّفْنَا الْآيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۝۲۵ فَلَوْلَا نَصْرُهُمْ

اور پھر پھر سناتیں انکو باتیں شاید وہ پھر آویں - پھر کیوں نہ مدد پہنچے

الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قُرْبٰنًا اِلٰهَةً ۭ ط بَلْ

انکی جن کو پکڑا تھا اللہ کے درے درجہ پائے کو پوجنا؟ کوئی نہیں

ضَلُّوْا عَنْهُمْ ۚ وَذٰلِكَ اِفْكَهُمْ ۚ وَمَا كَانُوْا يَفْقَرُوْنَ ۝۲۸

گم ہوئے اُن سے اور یہی بھوسٹ تھا انکا اور جو باندھتے تھے

تذکرہ ہلاکت اُمم سابقہ برائے عبرت اہل مکہ

قال اللہ تعالیٰ وَلَقَدْ أَهَلَّكُنَّ مَا حَوْلَكُمْ لَعَلَّكُمْ اِلٰی وَمَا كَانُوْا يَفْقَرُوْنَ (رابطہ گزشتہ آیات میں قوم عاد کی ہلاکت و تباہی کا ذکر فرمایا گیا جس کے مقصد یہ ظاہر کرنا تھا کہ

انہوں نے اپنے پیغمبر کی نافرمانی کی انکے دین کا تسخیر و مذاق بنا باور غلبہ خداوندی کی وعید کو سن کر غمخوار ہو گئے کہ چھادہ عذاب ملے تو جس سے ڈرا رہے ہو تو اب اس مناسبت کے اجمالاً ان دوسری قوموں کی تباہی کا حوالہ دیا جا رہا ہے جو مکہ کے اطراف اور شام کے علاقہ میں بسنے والی تھیں اور یہ بتایا جا رہا ہے کہ انکے معبود کام آتے اور نہ انکے دماغ اور دل و دولت عذاب خداوندی تلاش کے توان و اتق سے قریش مکہ کو جنت حاصل کرنی چاہتے اور نبی کریم کی نافرمانی اور بغاوت باز آجھا چاہتے۔

ارشاد فرمایا اور بے شک ہم ہلاک کر چکے ہیں تمہارے اس پاس کی بہت سی بسیاں مثلاً قوم تمود اور قوم لوط کی بسیاں بھی اسی طرح تباہ کر دیں جیسے کہ عاد کی بستی تباہ کر دی گئی جو مکہ والوں کے قرب و جوار میں واقع تھیں اور ان علاقوں پر سے اہل مکہ کا تجارتی سفروں میں گزر ہوتا تھا اور ان کی ہلاکت کے واقعات عام طور پر لوگوں میں معروف تھے ہر ایک جانتا تھا اور ناریخی واقعات کے ذیل میں انکو بیان بھی کیا جاتا تھا ان کا حسرت ناک حال یہ تھا کہ اور پھر پھر کر ہم نے سنائیں انکو باتیں اور دلائل و نشانیوں بار بار دکھائیں شدید یہ کہ وہ لوٹ جائیں حتیٰ و ہدایت کی طرف لیکن نہ انکو نصیحتوں سے کچھ فائدہ پہنچا اور نہ دلائل و بینات سے حق کی طرف رجوع کیا جس کا انجام یہی ہوا کہ تباہ و برباد کر دیئے گئے تو کیوں نہ مرد کی انہوں نے جنکو انہوں نے اپنا معبود بنا لیا تھا قرب حاصل کرنے کے لیے خدا کو چھوڑ کر نہیں! مدد تو کیا کرتے بلکہ وہ تو ان سے گم ہو گئے اور قطعاً بے گانگی اختیار کر لی اور یہ ان کا صریح جھوٹ تھا اور جو کچھ وہ اپنی طرف سے گھڑتے تھے اور یہ بات یقینی ہے کہ من گھڑت باتیں اور جھوٹ نہ چلا کرتا ہے اور نہ کام آتا ہے تو اسی طرح جو مشرکین زندگی بھر شرک کرتے رہے اور اپنے تئوں کو یہ سمجھتے تھے کہ انکی عبادت خدا کا قرب حاصل کرنے کے لیے ہے جب میدان حشر ہو گا تو وہ سب معبود غائب ہوں گے اور انکے سارے جھوٹ اور من گھڑت افسانے ان کے سامنے وبال اور عذاب بن کر ظاہر ہو رہے ہوں گے ان مفابہن کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔

وَإِذْ صَرَفْنَا إِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُونَ الْقُرْآنَ

اور جب متوجہ کر دیئے ہم نے تیری طرف کئے لوگ جنوں میں سے سننے لگے قرآن

فَلَمَّا حَضَرُوهُ قَالُوا أَنصِتُوا فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا إِلَىٰ

پھر جب وہاں پہنچے بولے چپ رہو پھر جب تمام ہوا اٹھ گئے اپنی

قَوْمِهِمْ مُنْذِرِينَ ﴿۲۹﴾ قَالُوا يَقَوْمُنَا إِنَّا سَمِعْنَا كِتَابًا

قوم کو ڈر سناتے بولے اے قوم ہماری! ہم نے سنی ایک کتاب

أُنْزِلَ مِنْ بَعْدِ مُوسَىٰ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ

جو اتری ہے موسیٰ کے بعد سچا کرتی سب انبیوں کو

يَهْدِي إِلَى الْحَقِّ وَإِلَى طَرِيقٍ مُّسْتَقِيمٍ ۝۳۱ يَقَوْمَنَا

سو بھاتی سچا دین اور ایک راہ سیدھی سے قوم ہمارا

أَجِيبُوا دَاعِيَ اللَّهِ وَآمِنُوا بِهِ يَغْفِرَ لَكُمْ مِنْ ذُنُوبِكُمْ

مانو اللہ کے بلائے والے کو اور اس پر یقین لاؤ کہ بخشتے تم کو کچھ گناہ تمہارے

وَيُجْزِكُمْ مِنْ عَذَابِ أَلِيمٍ ۝۳۲ وَمَنْ لَا يُجِبْ دَاعِيَ

در بجاوے تم کو ایک دکھ کی مار سے اور جو کوئی نہ مانے گا اللہ کے

اللَّهُ فَلَيْسَ بِمُعْجِزٍ فِي الْأَرْضِ وَلَيْسَ لَهُ مِنْ دُونِهِ

بلائے والے کو تو وہ نہ تھکا سکے گا بھاگ کر زمین میں اور کوئی نہیں اسکو اسکے سوا

أَوْلِيَاءُ ۖ أُولَٰئِكَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۝۳۳ أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّ

مرد کار مدد کار وہ لوگ بھٹکتے ہیں حرج کیا نہیں دیکھتے کہ وہ

اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَلَمْ يَعْ

اللہ جس نے بنائے آسمان اور زمین اور نہ تھکا

يَخْلُقُهُنَّ بِقَدْرِ عَلَىٰ أَنْ يَحْيِيَ الْمَوْتَىٰ ۖ بَلَىٰ إِنَّهُ عَلَىٰ

ان کے بنائے ہیں وہ سکتا ہے کہ جلاوے مردے - کیوں نہیں؟ وہ

كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝۳۴ وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِينَ كَفَرُوا

ہر چیز کر سکتا ہے اور جس دن سامنے لائے منکروں کو

عَلَى النَّارِ ۖ أَلَيْسَ هَٰذَا بِالْحَقِّ ۖ قَالُوا بَلَىٰ وَرَبَّنَا قَالِ

آگ کے اب یہ ٹھیک نہیں؟ کہیں گے کیوں نہیں قسم ہے ہمارے رب کی کہا

فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ ﴿۳۴﴾ فَاصْبِرْ كَمَا

تو بھکھو مار۔ برد اس کا جو تم منکر ہوتے تھے سو تو ٹھہر رہ جیسے

صَبْرًا أُولُوا الْعِزْمَ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَهُمْ كَأَنَّهُمْ

ٹھہرے رہے بہت دالے رسول اور شتابی ذکر انکو واسطے یہ لوگ

يَوْمَ يَرُونَ مَا يُوْعَدُونَ لَمْ يَلْبَثُوا إِلَّا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ

جس دن دیکھیں گے جس چیز کا اُن سے وعدہ ہے جیسے ڈھیل نہ پاتی تھی مگر ایک گھڑی دن

بَلَعُ فَبَلَّ يَهْلِكُ إِلَّا الْقَوْمَ الْفَاسِقُونَ ﴿۳۵﴾

پہنچا دینا اب وہی کھیں گے جو لوگ بے حکم ہیں

اطاعت و قبول حق جماعت از جنات برکت استماع قرآن آیات مینا
وانجام معضین از دعوت داعی اللہ منکرین دین

قال الله تعالى وَإِذْ صَرَفْنَا إِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ النَّاسِ... إلَّا الْقَوْمَ الْفَاسِقُونَ
رابطہ اس سے قبل آیات میں انسانوں کے تہذیب و تمدن کی کئی باتیں بیان تھیں اب ان آیات میں جنوں
کی اطاعت و فرمانبرداری کا حال بیان کیا جا رہا ہے جس سے یہ بات ظاہر کرنی مقصود ہے کہ جنات
طبعی طور پر تہذیب و تمدن پر مشتمل ہوتے ہیں کیونکہ انکی تخلیق آگ سے فرمائی گئی لیکن اسکے باوجود ان میں سے
ایک جماعت نے جب قرآن حکیم کی طرف توجہ کی اور کان لگا کر آیات خداوندی سنیں تو انکی وہ تمام
سختی باطل موم بن گئی یہ محض برکت اس بات کی تھی کہ انہوں نے قرآن کریم کی طرف توجہ کی اور آیات
قرآنیہ سنی مگر افسوس اور حیرت کا مقام ہے کہ کفار مکہ انسان ہونے کے باوجود نہ تو رماتے ہیں اور نہ
ہی ان میں سعادت کے آثار محسوس ہوتے ہیں اور یہ صرف اسی وجہ سے کہ انکو کبھی قرآن کریم کی
طرف نہ توجہ ہوتی ہے اور نہ وہ آیات سنتے ہیں اس بنیادی فرق کو واضح کرتے ہوئے اخیر میں قیامت
کا مضمون بیان کیا گیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تنسیہ دی گئی یہ فرماتے ہوئے کہ مجرمین اسکے علم اور
نگاہوں سے چھپے ہوئے نہیں ہیں اور ہرگز بھی خداوند عالم کی گرفت سے نہیں بچ سکتے اور غیرہ کا یہابی

یقیناً حق کی ہوگی۔

ارشاد فرمایا اور جس وقت کہ متوجہ کر دیا ہم نے آپ کی طرف جنوں میں سے ایک جماعت کو جو کان لگا کر سنے لگے قرآن کو تو جب وہ وہاں پہنچے تو کہنے لگے ان میں سے بعض افراد اپنے ساتھیوں کو کہ خاموش رہو قرآن کا حق یہی ہے کہ جب تلاوت ہو تو سب سننے والے خاموش رہیں اور نہیں پھر جب ختم ہو اسلئے تلاوت کو لوگ اپنی قوم کی طرف انکو عذاب خداوندی سے ڈراتے ہوئے۔

کلام الہی کو سن کر اسکی بلاغت اور اسکی حقانیت کو پہچانا اور یقین حاصل ہو گیا کیلئے شک یہ کلام خداوندی ہے کہنے لگے اے ہماری قوم ہم نے سنی ایک کتاب جو موسیٰ کے بعد اتاری گئی ہے نصیریٰ کرنے والی ہے اپنے سے پہلے کتابوں کی جو راہنمائی کرتی ہے بچے دین اور سیدھے راستہ کی طرف اور ظاہر ہے کہ جو کتاب حقانیت اور راہ حق کی راہنمائی کرتی ہو نبیائے حق کی کتابوں کی تصدیق بھی کر رہی ہو تو بلاشبہ اس پر ایمان لے آنا چاہیے اور داعی حق کی دعوت پر لبیک کہنا یہ عقل اور فطرت کا تقاضا ہے اس لئے اے ہماری قوم مان لو اللہ کے داعی کی دعوت کو اور اس پر ایمان سے آؤ وہ پروردگار بخش دے گا تمہارے گناہوں کو اور پناہ دے گا تمہیں دردناک عذاب سے کیونکہ اللہ کے داعی کی دعوت قبول کر لینا اور اس پر ایمان لانا گزشتہ گناہوں اور گمراہیوں کا کفارہ ہے اور آئندہ عذاب آخرت سے بھی نجات کا ذریعہ ہے قبول حق اور پیغمبر خدا پر ایمان لانے میں خود ایمان لانے والے ہی کا فائدہ ہے اور اس سے اعراض و انحراف میں خدا کی شان عظمت والویت میں ذرہ برابر بھی کمی نہیں آسکتی چنانچہ یہ حقیقت ہے کہ اور جو اللہ کے داعی کو نہ ماننے کو اسکو سمجھ لینا چاہیے کہ وہ عاجز نہیں کر سکتا اللہ کو زمین میں اور نہ اس کے واسطے خدا کو چھوڑ کر کوئی مردگار ہو سکتے ہیں ایسے لوگ بڑی ہی صریح گمراہی میں پڑے ہوتے ہیں جنہوں نے نہ کلام خداوندی کی عظمت اور اسکی شان کو پہچانا نہ اسکی حقیقت کو سمجھا اور نہ کیا یہ سوچا کہ وہ کلام جو صحیح عقائد پاکیزہ اصول حق و ہدایت کا پیکر ہو خدا کی کتابوں کی تصدیق کرتا ہو وہ بلاشبہ اللہ کا کلام ہے اور اس کلام کو لاسنے والا خدا کا پیغمبر اور اس کا داعی ہے بن حقائق کو سمجھنے کے واسطے تو کائنات میں بے شمار دلیلیں موجود ہیں۔

کیا نہیں دیکھتے کہ وہ اللہ جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور نہیں تھکا انکے سامنے میں تو وہ خدا قدرت رکھنا ہے اس بات پر کہ مردوں کو زندہ کر دے بے شک وہ ہر چیز پر بڑی ہی قدرت رکھنے والا ہے لہذا اس قسم کے کسی دھوکہ میں نہ رہنا چاہیے کہ مگر کہاں زندہ ہوں گے جس اللہ کو زمین و آسمان جیسی عظیم مخلوقات پیدا کرنا کچھ مشکل نہ ہوا اس پروردگار کو مردوں کو دوبارہ زندہ کرنا کیا مشکل ہو سکتا ہے قیامت اور بعثت بعد الموت برحق ہے اور جس دن کا فرد کو پیش کیا جائے گا جہنم پر اور نکو دہکتی ہوئی آگ اور اس کے شعبے نظر آ رہے ہوں گے تو ان سے پوچھا جائے گا کیا نہیں ہے یہ حق کہیں گے بے شک! اور قسم ہے ہمارے رب کی اس اقرار و اعتراف کے بعد

پروردگار فرمائے گا تو پھر کچھ تو تم عذاب اس کفر و نافرمانی کی وجہ سے جو تم کرتے تھے۔
بہر حال یہ حقائق ہیں جن پر کائنات اور کائنات کی ہر چیز شاہد ہے اور اس حقیقت سے کسی طرح
بھی انکار ممکن نہیں کہ منکرین کو سزا ضرور ملتی ہے خواہ دنیا و آخرت دونوں میں یا آخرت میں اگر اللہ کی
حکمت کا یہی تقاضا ہو تو ہے ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم صبر کیجئے آپ بھی جیسا کہ صبر کیا بہمت واسلے
رسولوں نے جیسے حضرت نوح، حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام اور جلدی نہ کیجئے
انکے لئے زول عذاب کی۔

اگر مجرمین و منکرین کو ڈھیل اور مہلت دی جا رہی ہے تو وہ اللہ کی حکمت پر مبنی ہے عذاب
اگر رہے گا اگر دنیا میں نہ آیا تو آخرت کے عذاب سے تو کوئی منکر و کافر کسی طرح نہ بچ سکے گا اور
آخرت کا عذاب اس قدر ہولناک ہو گا کہ وہ دنیا کی ہر راحت و لذت کو بھلا دے گا صورت حال
یہ ہو گی یہ لوگ جس دن کہ وہ عذاب دیکھیں گے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا رہا محسوس کرتے ہوں گے
کہ نہیں ٹھہرتے ہیں مگر دن کی صرف ایک گھڑی اور دنیاوی عیش و عشرت کی ساری زندگی صرف ایک گھڑی محسوس ہوئے لگے گا اور
عذاب آخرت کا پہلا منظر ہی دنیا کی ساری لذتوں کو بھلا دے گا۔

یاد رہے کہ دنیا کی زندگی میں عذاب کی تاخیر سے جو یہ خیال کر رہے تھے کہ بہت دیر ہو گئی اور طویل
مدت گزر گئی مگر عذاب نازل نہیں ہوا مگر جب عذاب خداوندی نظر آنے لگا تو سمجھیں گے جہلت
اور ڈھیل تو ہم کو صرف دن کی ایک گھڑی ہی کے بقدر ملی ہے نہ یہ کہ کوئی طویل
زمانہ گزرا ہو۔

یاد رہے کہ عالم قبر کو وہ یہ سمجھنے لگیں گے کہ وہ ایک طویل مدت نہیں بلکہ صرف ایک گھڑی
ہی گزری ہے کہ مرنے کے بعد اب ہم پھر زندہ ہو کر خداوند عالم کے دربار و حاضر ہیں تو مرنے کے
بعد سے کہ عالم آخرت تک خواہ کتنی ہی طویل مدت گزرے مگر قبر میں رہنا صرف ایک
گھڑی ہی معلوم ہو گا جس طرح ایک انسان سونے کے بعد آنکھ کھلتے پر یہ نہیں محسوس کرتا کہ اس کے
سونے کے دوران کتنا وقت گزرا بلکہ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ آنکھ لگی اور بس پھر بیدار ہو گئے
نیند آنے اور بیدار ہونے میں کسی امتداد وقت کا احساس ہی نہیں ہوتا لہذا عالم قبر اور مرنے کے
بعد سے آخرت و قیامت میں اٹھنے کا مسئلہ بس ایسا ہی ہے جیسا انسان سویا اور اس کے بعد پھر
بیدار ہوا یہ پیغام ہے جو خدا کی طرف سے ایک رسول نے دنیا کو پہنچا دیا اب اسکے بعد ہلاک وہی
لوگ کہتے جائیں گے جو نافرمان ہیں اور جنہوں نے اللہ کے پیغمبر کے پہنچائے ہوئے پیغام کو نہ سنا نہ
اسکو مانا اور نہ اس پر عمل پیرا ہوئے۔

جنوں کا ایک گروہ کا قرآن کریم سننا

جنوں کی ایک جماعت کا ذکر جو ان آیات میں فرمایا گیا اسکی غرض تو یہ ہے کہ کفار مکہ بادجو یکہ ز قسم بنی آدم انہیں مخلوق ہیں اور خدا نے نوح بشر میں علم و بردباری اور تاثیر انفعال کی صلاحیت بہت زائد رکھی ہے اسکے بالمقابل نوح جن میں اس وجہ سے کہ وہ مخلوق ناری ہیں شدت و تمرد اور سرکشی و رخاچی تا ترست سے متاثر نہ ہونے کا وصف ان میں زائد ہے لیکن اس جماعت نے جب قرآن کریم کی طرف توجہ کی اور غور و فکر کے ساتھ سنا تو فوراً ہی حق کی طرف قلوب متیں ہو گئے اور قرآن کریم کی عظمت سے اس قدر متاثر ہوئے کہ اطاعت و فرمانبرداری کا سر جھکا دیا اور نہ صرف یہ کہ خود ہدایت قبول کی بلکہ اپنی قوم کی طرف بادی و راہنما اور داعی بن کر لوٹے تو اس قبضہ سے اہل مکہ کے عناد اور تمرد و سرکشی کا اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ وہ قرآن کریم اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے کس قدر متنفذ و برگشتہ تھے۔ جنوں کا یہ گروہ کون تھا اور کس وقت اور کہاں یہ واقعہ پیش آیا تو اس سلسلہ میں:

ایک روایت تو حافظ ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں یہ نقل کی ہے تو یہ واقعہ مقام ”نخلہ“ میں پیش آیا جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز عشاء ادا فرما رہے تھے اور یہ افراد نصیبین کے جنوں میں سے تھے جن کی تعداد سات تھی اس روایت کو ائمہ محدثین نے امام احمدؒ کے تفردات میں شمار کیا ہے۔

یہ بھی نے اپنی کتاب ”دلائل النبوة“ میں سعید بن جبیرؒ کی سند سے عبد اللہ بن عباسؓ کی روایت ذکر کی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنات کے سامنے خود کچھ نہیں پڑھا اور نہ انکو دیکھا اصل قبضہ یہ پیش آیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ اپنے اصحاب کے ساتھ بازار عکاظہ کی طرف جا رہے تھے اور یہ وہ زمانہ تھا کہ جنات و شیاطین اور آسمانوں کی خبروں کے درمیان رکاوٹ قائم کر دی گئی تھی اور جب بھی کوئی جن آسمانوں پر چڑھ کر غیبی خبروں کی طرف کان لگاتا تو شہاب ثائب اس پر ٹوٹ پڑتا اور جل کر راکھ کر دیتا تو جنوں میں اس صورت حال کے پیش آنے پر تشویش ہوتی اور باہم یہ کہنے لگے کہ ضرور کوئی نئی بات ایسی پیش آئی ہے جس کے باعث اب آسمانوں کی خبروں کا سننا ممکن نہیں رہا تو تلاش کے لیے جنوں کی جماعتیں روئے زمین کے اطراف مشرق و مغرب کی طرف نکل کھڑی ہوئیں ان میں سے ایک جماعت جس نے تہامہ (مکہ) کا رخ کیا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جب کہ آپ مقام نخلہ میں تھے بازار عکاظہ جلتے ہوئے اور اس وقت صحابہ کو صبح کی نماز پڑھا رہے تھے تو ناگہاں قرآن کریم کی آواز انکے کانوں میں پہنچی فوراً ہی متوجہ ہوئے اور غور سے سننے لگے جب آپ فارغ ہوئے تو کہنے لگے بس یہی وہ چیز ہے جو ہمارے اور آسمانی خبروں کے درمیان حائل ہوتی ہے قرآن کریم کی آواز انہیں نہایت ہی عجیب مثر اور دل کش معلوم ہوئی اسکی ہیبت و عظمت دلوں پر

چھاگئی اور اپنے دلوں میں ایمان و ایقان کا سیا جوہر لے کر لوٹے کہ اپنی قوم کو بھی رشد و صلاح کی دعوت دینے لگے جس کا ان کلمات میں ذکر ہے **لِقَوْمِنَا لِحَبِيبُنَا ذَا عِجَالٍ اللّٰہِ وَامِیْنُوْا بِہِ سِیِّئَہِ وَہِ قَصْرَہِ** ہے جس کو سورۃ جن میں **قُلْ اُوْحِیْ اِلَیَّ اَنْہُ اسْتَمَعَ لِقَوْلِ رَبِّیْ مِنَ الْجِنِّ فَقَالُوْا اِنَّا سَمِعْنَا قَوْلًا نَّجْمًا مِّنْ فَرٰیغٍ** فرمایا گیا۔

روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو انکی آمد کا اور قرآن کریم کے سننے کا علم نہیں ہوا تھا ایک درخت نے باذن اللہ کچھ اجمالی اطلاع آپ کو دی اور پھر اسکی تفصیل بذریعہ وحی آپ کو بتائی گئی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جنوں کی اس جماعت نے داعی بنیے کے بعد جنوں میں اسلام پھیلایا اور بہت بڑی تعداد میں جن مسلمان ہوئے اور حضور سے ملاقات کرنے اور دین سیکھنے کیلئے انکے وفود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

علامہ خفاجیؒ نے چھ مرتبہ جنوں کی آمد کو بیان کیا ہے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی سند سے لیلۃ الجن کا قصہ کتب حدیث میں معروف ہے فاروقی تفسیر ابن کثیر اور روح المعانی کی مراجعت فرمائی جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ایک دفعہ قصداً آپ جنوں کی طرف تشریف لے گئے اور انکو وعظ و نصیحت کے ساتھ دین کی تعلیم دی یہ تفسیر سورۃ الاحقاف بفضل اللہ تعالیٰ وحسن توفیقہ، اربع الاول سنۃ ہجری۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سُورَةُ مُحَمَّدٍ (صلی اللہ علیہ وسلم)

سُورَةُ مُحَمَّدٍ مدنی ہے جسکی اڑتیس آیات اور چار رکوع ہیں اس سُورۃ کا مدنی ہونا اکثر مفسرین کے نزدیک بالاتفاق ہے حضرت عبد اللہ بن عباسؓ اور قتادہؓ سے یہ منقول ہے کہ اس سُورۃ کی تمام آیات مدنیہ ہیں لیکن آیت **وَمَا یَنْفَعُ الْکَافِرِیْنَ** ہی **اَسْنَدُ** قُوَّةٌ مِّنْ قُوَّةِ رَبِّکَ اس وقت نازل ہوئی جب آپ ہجرت کرتے ہوئے مکہ مکرمہ سے نکل کر غار کی طرف تشریف لے جا رہے تھے اور مکہ مکرمہ پر الوداعی منظر ڈالتے ہوئے یہ فرما رہے تھے اے سر زمین مکہ تو مجھ کو روئے زمین میں سب سے زیادہ محبوب بستی ہے اور اگر یہ میرے باشندے مجھ کو بہاں سے نکلنے پر مجبور نہ کرتے تو میں ہرگز یہاں سے نہ نکلتا تو اس لحاظ سے اس آیت کو میکہ کہا جاسکتا ہے مفسرین کی اس اصطلاح کو پیش نظر رکھتے ہوئے کہ جو آیات مدنیہ

پہنچنے سے قبل نازں ہوتی وہ مکہ میں حتیٰ کہ سفر ہجرت کے دوران نازل ہونے والی آیات بھی مکہ ہی ہیں۔

اس سورت کی ابتداء ایک عجیب اور عظمت اعلان سے ہو رہی ہے کہ کافر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن ہیں جن کا مقصد زندگی لوگوں کو اللہ کی راہ سے روکنا ہے اور دعوت محمدیہ کا مقابلہ کرنا ہے ان کے اعمال برباد ہیں اسکے بعد مسلمانوں کو جہاد و قتال کا حکم ہے پھر مسلمانوں کی فتح و نصرت اور غلبہ و عزت کا معیار بیان کیا گیا اور یہ کہ مسلمان قوم اللہ کی نصرت کی کب سستی ہوتی ہے ساتھ ہی کفار مکہ کی تباہی کی مثال واضح کر دی گئی اسی کے ضمن میں منافقین کی سازشوں کا بھی ذکر ہو گیا پھر سورت کے اختتام پر مسلمانوں کو دعوت دی گئی کہ جہاد فی سبیل اللہ کے ذریعے عزت و کامیابی کا راستہ طے کریں سورۃ محمد کا دوسرا نام مفسرین نے سورۃ القتال بھی بیان کیا ہے کیونکہ اس سورت کا نزول سپہ مسلمان اور کفار منافقین کے درمیان ٹیڑھ کرنے ہی کے لئے فرمایا گیا ہے جس میں مختلف اسلوب اور پیرایوں میں سعداد و اشقیاء کے حالات اور ان کے مراتب و منازل بیان کیے گئے ہیں۔

ایات ۳۸ = ۴۷ = سورۃ محمد مائدہ ۹۵ رکوع ۴

سورۃ محمد مدنی ہے جس کی انیس آیات درج رکوع ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا

الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ أَضَلَّ

جو لوگ منکر ہوئے اور روکا اللہ کی راہ سے کھو دیئے اُس نے

أَعْمَاهُمْ ① وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَآمَنُوا

اُن کے کئے اور جو یقین لائے اور کئے بھلے کام اور مانا

بِمَا نَزَّلَ عَلَىٰ مُحَمَّدٍ وَهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَبِّهِمْ لَا كُفْرَ

جو اُنرا محمد پر اور وہی ہے سچا دین انکے رب کی طرف سے

عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَأَصْلَحَ بَالَهُمْ ② ذَلِكَ بِأَنَّ الَّذِينَ

اُن سے اُناریں اُنکی بُرائیاں اور سنوارا ان کا حال یہ اس پر کہ جو منکر ہیں وہ

كُفِّرُوا وَاتَّبَعُوا الْبَاطِلَ وَأَنَّ الَّذِينَ آمَنُوا اتَّبَعُوا

چلے جھوٹی بات پر اور جو یقین لائے انہوں نے

الْحَقِّ مِنْ رَبِّهِمْ ۖ كَذَلِكَ يَضْرِبُ اللَّهُ لِلنَّاسِ أَمْثَالَهُمْ ۝۳

مافی پچی بات اپنے رب کی طرف سے یوں بتاتا ہے اللہ لوگوں کو انکے احوال

فَإِذَا لَقِيتُمْ الَّذِينَ كَفَرُوا فَضَرْبَ الرِّقَابِ ۖ حَتَّىٰ إِذَا

موجب تم بھڑو منکروں سے تو گردنیں ہیں مارنی یہاں تک کہ جب

اَتَّخَذْتُمُوهُمْ فَشُدُّوا الْوَتَاقَ ۖ فَيَأْخُذُونَكُمْ بَعْدَ وَإِمَّا

کھنڈ ڈال چکے ان میں تو مضبوط باندھو قید پھر یا امن کرلو مجھے اور یا

فِدَاءٌ حَتَّىٰ تَضَعَ الْحَرْبُ أَوْزَارَهَا ۚ ذَٰلِكَ ۖ وَلَوْ يَشَاءُ

پھر وائی لیجو، جب تک کہ رکھ دے ڈائی ایسا راجھ یہ سن چکے اور اگر چاہے

اللَّهُ لَا أَنتَصِرَ مِنْهُمْ وَلَٰكِنْ لِّيَبْلُوَ بَعْضَكُمْ بِبَعْضٍ ۖ

اللہ، تو بدلے اُن سے ہر جانچنے کو تمہارے ایک سے دوسرے کو

وَالَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَلَن

اور جو لوگ مارے گئے شد کی راہ میں تو نہ

يُضِلَّ أَعْمَالَهُمْ ۝۴ سَيَهْدِيهِمْ وَيُصْلِيهِ

کھو دے گا انکے کیے انکو رہ دے گا اور سنوارے گا

بِأَلْفِهِمْ ۖ وَيُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ

ان کا حال اور داخل کریگا انکو بہشت میں

عَرَفَهَا لَهُمْ ۝۵

معلوم کروادی ہے ان کو

تنبیہ و تہدید بر کفر و انکار منکرین و بشارت بر اہل ایمان و مطیعین

قال اللہ تعالیٰ الذین کفروا وصعدوا عن سبیل اللہ... عَوْفَهَا لَمْ يَحْمَرْ
(ربط) گزشتہ سورت کا اختتام مجرمین کی ہلاکت و تباہی کے واقعات بیان کرتے ہوئے فرمایا گیا تھا اور مفسود اہل مکہ کو تنبیہ تھی کہ وہ ان واقعات سے عبرت حاصل کریں ساتھ ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی بھی دینا تھا کہ آپ اللہ کی مدد اور رحمت کا انتظار کریں حق بہر حال غالب ہو گا تو اس اہل سورت کی ابتداء کافروں اور منکروں کے اعمال کی بربادی کے بیان سے کی جا رہی ہے اور یہ کہ حق اور باطل کا فرق اس دنیوی زندگی میں بھی انسان کے سامنے آ کر رہے گا اور آخرت میں بھی باطل پرستوں کی تباہی اور عذاب اور اہل حق کی کامیابی و نجات قطعی اور یقینی ہے۔

ان مضامین کے ساتھ یہ بھی فرمایا جا رہا ہے کہ حق اور باطل کا معرکہ اسکا متقاضی ہے کہ اہل حق علامہ کلمۃ اللہ کے لئے باطل سے جہاد کرنے کے واسطے تیار ہو جائیں جہاد کا حکم ایک امتحان ہے جسکے ذریعہ مؤمنین و مطیعین کا ایشاد و اخلاص اور قربانی کا جذبہ معلوم ہو گا اور ساتھ ہی باطل پر حق کی فتح و کامیابی بھی تاریخ عالم میں ایک حقیقت بن کر دنیا کی نظروں میں آئے گی۔

فرمایا جن لوگوں نے کفر کیا اور دوسروں کو اللہ کے راستہ سے روکا انہوں نے اپنے اعمال برباد کر دیئے اگرچہ قبیل از اسلام انکے اعمال کتنے ہی بہتر ہوں سخاوت کی ہو غریبوں کی اعانت و امداد کی ہو یا خدمت خلق کی ہو جیسے کہ بہت سے ضریف الطبع لوگ جاہلیت میں کرتے تھے لیکن جب انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دین اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا تو سب نیکیاں اور خوبیاں برباد کر دیں ورجوگ ایمان لائے اور نیکی کے کام کیے اور مانا اس کتاب یا دین کو جو نازل کیا گیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور وہی تو حق ہے انکے پروردگار کی طرف سے تو اللہ نے انکی برائیاں مٹا دیں جو بھی کچھ انہوں نے جاہلیت کے زمانہ میں کر لی ہوں اور درست کر دیا ان کا حال جیسے کہ کسی بیمار کی بیماری دور ہو گئی تو اسب وہ اپنے نظام بدن کو محسوس کرے گا کہ درست ہو گیا ہے تو کفر کا مرض دور ہونے سے اعمال و احوال کی درستگی ہوتی ہی چاہیے یہ اس وجہ سے کہ کافروں نے پیروی کی باطل کی در ایمان والوں نے حق کا اتباع کیا جو انکے رب کی طرف سے ہے بس جو یہی قائم کر دیتا ہے اللہ تعالیٰ لوگوں کے واسطے اسکی مثالیں کہ منکرین و نافرمانوں کے واسطے انکے نمونے ہیں جنکے نقش قدم پر چل کر بعد اسے بھی گمراہ ہوتے ہیں اور اہل ایمان و مطیعین ایمان و یقین والوں کے واسطے نمونہ ہوتے ہیں جن کی پیروی کرتے ہوئے وہ نجات و کامیابی کے مستحق ہوتے ہیں اور یہی وہ معیار ہے جس پر اعمال کی بربادی یا احوال کی اصلاح موقوف ہے عالم دنیا میں جب حق تعالیٰ نے حق اور باطل کا مقابلہ

ان آیات میں کون سی آیت کس آیت کے بنے تاج ہے، اسکی تحقیق کیسے تفسیر احکام القرآن قاضی جصاص کی مراجعت فرمائیں۔

بعض ائمہ حنفیہ سے منقول ہے کہ آیت ”فَاِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَاِمَّا فِدَاءً“ سورہ راء کی آیت ”فَاِذَا اسْلَخَ الْاَمْسِلُ الْحُرْمَ فَاَقْتُلُوْا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُمُوْهُمْ وَخُذُوْهُمْ وَاْخْلُصُوْهُمْ وَ قُحِّدُوْا لِهَيْمٍ مِّنْكُمْ مَّرْصِدًا“ سے منسوخ کردی گئی بعض روایات میں عبد اللہ بن عباسؓ اور ضحاکؓ سے بھی اسی طرح نقل کیا گیا لیکن اکثر ائمہ مفسرین نسخ کے قائل نہیں ہیں اس موقع پر ان آیات میں باہم کوئی تعارض اور مفہوم کا کوئی اختلاف نہیں اور اس امر کی ضرورت نہیں ہے کہ کسی آیت کو منسوخ قرار دیا جائے ”فَاِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَاِمَّا فِدَاءً“ کا حکم جب کہ استحسان و خون ریزی کے بعد یہ تو بالاحوال یہ نوبت ”فَاَقْتُلُوْا الْمُشْرِكِيْنَ“ کے بعد ہی آئے گی۔

اور غزوہ بدر میں چونکہ اس وقت تک کفر کی شوکت پامال نہ ہوئی تھی اس وجہ سے فدیہ قبول کرنا مشیت خداوندی کے مطابق نہ ہوا تھا واللہ اعلم بالسواب۔

شیخ الاسلام حضرت شیخ عثمانیؒ اپنے فوائد میں تحریر فرمانے میں حق و باطل کا معرکہ تو رہتا ہی ہے جس وقت مسلمانوں اور کافروں میں جنگ ہو جائے تو مسلمانوں کو پوری مضبوطی اور ہمداری سے مقابلہ کرنا چاہیے باطل کا زور جب ہی ٹوٹے گا جب بڑے بڑے شریر مارے جائیں اس لئے ہنگامہ کار زار میں کس دہشتی و بزدلی اور تو لغت و تردد کو راہ نہ دو دشمنان خدا کی گردنیں مارنے میں کچھ باک نہ کرو کافی خون ریزی کے بعد جب تمہاری دھاک بیٹھ جائے اور ان کا زور ٹوٹ جائے اس وقت قید کرنا بھی کفایت کرتا ہے کما قال اللہ تعالیٰ مَا كَانَتْ لِیَنْتِفِیْ اَنْتَ یَكُوْنُ لَكَ اَمْسُوْی الْح یہ قید و بند ممکن ہے ان کے لئے تازیانہ عبرت کا کام دے اور مسلمانوں کے پاس رہ کر انکو اس بات کا بھی موقع ملے گا کہ وہ اپنی اور مسلمانوں کی حالت کا موازنہ کریں اور جانچیں اور تعلیمات میں غور کرنے کا بھی موقع ملے گا اس طرح ہو سکتا ہے کہ شدہ شدہ حق و صداقت کا راستہ اختیار کر لیں یا مسلمات سمجھو تو بدو ن معاوضہ کے رہا کر دو تو اس صورت میں ممکن ہے کہ بہت سے افراد تمہارے اس اسال سے اور غلبہ اخلاق سے متاثر ہو کر تمہاری طرف رغبت ہوں اور تمہارے دین سے محبت کرنے لگیں اور خود ہی مسترف باسلام ہو جائیں یا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان قیدیوں کے عوض ان مظلوم مسلمانوں کو رہا کرایا یا سکے جو کفار کے قید و بند میں مبتلا اور ظلم و ستم کا نشانہ بنے ہوئے ہیں تو یہ متعدد فوائد اس میں ہیں بہر حال ایسا جنگ کو ان کے وطن واپس کر دینے کی دو ہی صورتیں ہیں معاوضہ میں چھوڑنا یا بلا معاوضہ رہا کر دینا ان میں جو صورت امام کے نزدیک اصح ہو وہ اختیار کر سکتا ہے حنفیہ کے ہاں بھی فتح اقتدر اور شامی وغیرہ میں اس طرح کی روایات موجود ہیں ہاں اگر قیدیوں کو ایسے وطن واپس کرنا مسلمات نہ ہو تو پھر تین صورتیں ہیں

ذاتی بنا کر بطور رعیت کے رکھنا یا غلام بنالینا یا قتل کر دینا احادیث سے قیدی کو قتل کرے کا ثبوت صرف خاص خاص حالات میں ملتا ہے جبکہ وہ کسی ایسے سنگین جرم کا مرتکب ہوا ہو جسکی سزا قتل سے کم نہیں ہو سکتی تھی البتہ غلام یا رعیت بنا کر رکھنے میں کوئی رکاوٹ نہیں (فوائد عثمانی)

اس سورت کا موضوع جو کہ مومنین مخلصین اور منافقین و منکرین کے درمیان تمیز قائم کرنا اور انکی علامات و نشانیاں اس طرح ظاہر کرنا ہے کہ اہل ایمان اور منافق کے درمیان کسی طرح کا التباس باقی نہ رہے تو اس ضمن میں اشارۃً خلافتِ خاصہ اور اسکے لوازم کا بھی اظہار ہو رہا ہے کیونکہ ایک طرف بیان فرمایا جا رہا ہے

الَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا عَنْ رَبِّهِمْ آلِهَتَهُمْ سَبِيلَ اللَّهِ سَعَىٰ كَافِرٍ فِي مَا يَعْمَلُ

تو دوسری طرف وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَعَىٰ مَوْلَىٰ فِي مَا يَسْعَىٰ

دونوں فریق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں موجود تھے یہ الفاظ آیات انکے وجود پر دلالت کر رہے ہیں آیت کا عموم اگرچہ ہر مسلمان اور کافر و منافق کو شامل ہے مگر بلحاظ نزدیکی اشارہ اور تعریض ہے کہ یہ دونوں گروہ نزولِ آیت کے وقت موجود تھے اسکے بعد آیۃ مبارکہ اِنْ تَقَرَّرْ وَاللَّهُ يَنْصُرُكُمْ مِنْ اَمْرِ يَدْرُسُ کر رہی ہے کہ مسلمانوں کے گروہ کو چاہیے کہ وہ کافروں سے جہاد و قتال کرے اور حق کی حمایت و نصرت کے واسطے مستعد ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اسکی بدولت انکو دیا میں مظفر و منصور فرمائے گا اور آخرت میں نجات و مغفرت اور جنت کی بلند و بالا نعمتوں سے سرفراز فرما کر آخرت کا بھی اعزاز بخشے گا جس کے لیے

اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنَّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا اَنْهٰرٌ

سے فرمائی جا رہی ہے گویا واضح اعلان ہو رہا ہے کہ دنیا میں فتح و نصرت حاصل ہوگی اور آخرت میں جنت کی نعمتوں کا وعدہ پھر اس کے بعد جملہ مَنِ اَخْوَجْتَ اِلَيْهِ اَخْوَجْتَ اِلَيْهِ ذٰلِكَ لَكُمْ سُوْرَةٌ عَمَلِہِ کے مقابل اَمَّا عَلٰی بَيْتِنَا مِمَّنْ كَذَبَتْ عَنْ دَلٰلۃ سمجھ میں آیا کہ یہ ہمارے دین و دین میں جو نزولِ آیت کے وقت موجود تھے اور مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِي وُجِدَ الْمُتَّقُوْنَ فِيْهَا اَنْهٰرٌ

کا بیان ہے پھر اسکے بعد آیت فَمَنْ عَسَيْتُمْ رَاٰ اَنْ تُفْسِدُوْا فِيْهَا اَلَا تَذٰكُرُوْنَ

وَقَطِّعُوا اَرْضَكُمْ مِّنْ بَيْنِ يَدَيْكُمْ اِنْ تَقَرَّرْ وَاللَّهُ يَنْصُرُكُمْ مِنْ اَمْرِ يَدْرُسُ

تو صاف دیکھنا اور قطع رحمی کا سلسلہ عالم میں پھیل جائے گا اسکے بالمقابل جب مومنین مخلصین اور صالحین کی حکومت و اقتدار کا دور ہوگا تو اہل زمین امن و عافیت اور صلاح کی زندگی گزارنے لگیں گے چنانچہ خلافتِ راشدہ کے دور نے دنیا کے سامنے اس کا ثبوت پیش کر دیا منافقین و مفسدین ناکام و ذلیل ہوئے فتوحات سے اسلام کو اللہ نے غلبہ عطا فرمایا قیصر و کسریٰ کی حکومتیں اور طاقتیں پارہ پارہ ہو گئیں اور مسلمانوں کا افلاس انکی عزت اور ذلت غنا و خوشحالی اور غلبہ عزت سے تبدیل ہو گئی اور جو وعدے اہل ایمان و اخلاص سے کیے گئے تھے دنیا ہی میں اس کا مشاہدہ خلفاء راشدین کے دور میں ہو گیا یہ تاریخی حقیقت ہر صاحب عقل انسان کو اس پر مجبور کرتی ہے کہ وہ

معیار نصرتِ خداوندی و غلبہٴ مؤمنین و خسرانِ ہلاکتِ منکرین

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن كُنْتُمْ حُبِبْتُمْ إِلَى اللَّهِ إِلَى وَأَتَى السُّورَةَ
لَا مَسْئَلَةَ لَهُمْ

در ربط سابق مضمون مسلمانوں کو کافروں کے مقابلہ میں جہاد و قتال کی ترغیب و تشویق پر مشتمل تھا اور یہ کہ اہل حق پر یہ لازم ہے کہ باطل کو مٹانے کیلئے اپنی پوری قوت صرف کر دالیں جب تک وہ فریضہٴ جہاد ادا نہیں کریں گے عند اللہ بری الذمہ نہ ہو سکیں گے تو اب ان آیات میں مسلمانوں کی فتح و کامیابی اور میدانِ جہاد میں انکی ثابت قدمی کا معیار بیان فرمایا جا رہا ہے۔

فرمایا ہے ایمان والو اگر تم مدد کرو گے اللہ کی تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور میدانِ جہاد میں تمہیں ثابت قدم رکھے گا کہ اللہ کی مدد سے تمہارے قدم کبھی بھی نہیں ڈنگائیں گے اسلام اور طاعتِ خداوندی پر بھی قائم رہو گے اور یہ ٹہلی و اعتقادی جنگی ثبات قدمی اس طرح مسلمان کی زندگی میں سرایت کر جائے گی کہ میدانِ جنگ میں جب کافروں سے مقابلہ ہو گا تو وہاں بھی مضبوط و ثابت قدم رہیں گے اور اس کے برعکس جو لوگ کافریں انکے واسطے منہ کے بل گرانا ذلیل و مغلوب کرنا ہے اور بجائے اسکے کہ اچھے کام یا انکی دہ کوشتیں جو مسلمانوں کے خلاف ہوں کامیاب ہوں یہی فیصلہ ہے کہ انکے کیئے ہوئے کام برباد کر دیئے اس وجہ سے نہ تو انکے کوئی اچھے کام اور نیک عمل ان کے کام آئے اور نہ اسکے ساتھ جو کچھ انہوں نے اسلام اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف منست کی تدبیریں کیں وہ کادگر ثابت ہوئیں جسکا حاصل یہی ہے کہ بھرت اور دنیا ہر لحاظ سے انکے اعمال اور کوشتیں جہد و برباد ہوئیں اور یہ سب کچھ اس بنا پر ہے کہ انھوں نے نفرت کی اس چیز سے جو اللہ نے نازل کی تو ظاہر ہے کہ اسکا یہی انجام ہو کہ ان کے اعمال برباد کر دیئے حالانکہ اگر یہ خیر کے کام ایمان کے ساتھ کیئے جاتے تو اجر و ثواب کا ذریعہ ہو سکتے تھے جہاد کا حکم فرمانے کے بعد ان آیات میں رب العزت نے مسلمانوں کو خدا کے دین کی مدد کا حکم فرمایا اور ساتھ ہی بتا دیا کہ خود انکی کامیابی و فتح کا راز یہی ہے۔

اگر مسلمان من حیثِ اقوام زندہ رہنا چاہتے ہیں اور عزت کی زندگی مطلوب ہے تو انکو چاہئے کہ اعلانِ کلمۃ اللہ میں مصروف رہیں اور اپنی کوشتیں اسی مقصد کے واسطے وقف کر دیں اسی کی برکت سے وہ دشمنوں کے مقابلہ میں مضبوط و ثابت قدم رہیں گے اور یہی ملحوظ رکھنا چاہئے کہ اصل کامیابی آخرت کی ہے وہ صرف ایمان و تقویٰ

ملو حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ اللہ چاہے تو خود ہی کافروں کو مسلمان کر دے پر یہ بھی منظور نہیں جائیگا منظور ہے سوزندہ کی طرف سے کربان دہنی اور اللہ کی طرف سے کام بنانا۔ ۱۰

پر کوقوف ہے۔

تاریخ اسکی شاہد ہے دیکھ لیں تو کیا انہوں نے سفر نہیں کیا ہے زمین میں کہ دیکھ لیں کیسا انجام ہوا ان لوگوں کا جو ان سے پہلے تھے جب انہوں نے انکار کیا اور خدا کے رسولوں کا مقابلہ کیا تو ہلاکت و تباہی مسلط کر دی اللہ نے ان پر اور کافروں کے واسطے انکی مثالیں ہیں جو جنت کے واسطے کافی ہیں تو اب کفار مکہ بھی ان واقعات کو دیکھ کر عبرت حاصل کر سکتے ہیں اور ابھی وقت ہے کہ وہ ہدایت قبول کر لیں اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئیں یہ سب کچھ اس وجہ سے ہے کہ اللہ مولیٰ و مددگار ہے ایمان والوں کا اور بے شک جو کافر ہیں انکا کوئی مددگار نہیں حتیٰ کہ خود انکے معبود اور انکے ذرائع و وسائل بھی انکو عذاب خداوندی سے نہ بچا سکے نہ دنیا میں اور نہ آخرت میں۔

غزوہ اُحمد میں جب وقتی طور پر مسلمانوں کو کچھ پریشانی پیش آگئی تھی تو ابو سفیان بن حربؓ نے فائدہ اُٹھایا تھا لہذا العزری و لا عزری لکم۔ حضرات صحابہؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا یا رسول اللہ ہم کیا کہیں آپ نے فرمایا۔ کہہ دو اللہ مولانا و لا مولیٰ لکم۔

إِنَّ اللَّهَ يَدُّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جُنَتْ

مقرر اللہ داصل کرے گا ان کو جو یقین لائے اور کیئے بھی کام باغوں میں

تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ وَالَّذِينَ كَفَرُوا يَتَمَتَّعُونَ وَ

نیچے بہتی انکے ندیاں اور جو منکر ہیں برستے ہیں اور

يَأْكُلُونَ كَمَا تَأْكُلُ الْأَنْعَامُ وَالنَّارُ مَثْوًى لَهُمْ ۖ وَ

کھاتے ہیں جیسے کھادیں ڈھور اور آگ ہے گھر ان کا اور

كَأَيُّنَ مِنْ قَرْيَةٍ هِيَ أَشَدُّ قُوَّةً مِنْ قَرْيَتِكَ الَّتِي

کتنی تھی بستیاں جو زیادہ تھیں زور میں اس قریہ کی بستی سے جس

أَخْرَجَتْكَ أَهْلُكُنْهُمْ فَلَا نَاصِرَ لَهُمْ ۖ أَفَمَنْ كَانَ عَلَىٰ

نے تجھ کو نکالا۔ ہم نے انکو کھپا دیا پھر کوئی نہیں انکا مددگار بھلا ایک جو چلتا ہے

بَيْنَهُ مِنْ رَبِّهِ كَمَنْ زَيْنَ لَهُ سَوْءُ عَمَلِهِ وَاتَّبَعُوا

سو بھی راہ پر اپنے رب کی، برابر اسکے جسکو بھلا دکھایا اسکا برا کام اور چلتے ہیں

أَهْوَاءَهُمْ ۝ مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِي وُعدَ الْمُتَّقُونَ فِيهَا

اپنے چاؤں پر احوال اس بہشت کا جو وعدہ ہے ڈروالوں کو اس میں

أَنْهَرٍ مِنْ مَّاءٍ غَيْرِ آسِنٍ ۝ وَأَنْهَرٍ مِنْ لَبَنٍ لَمْ

نہریں میں پانی کی جو بو نہیں کرگیا اور نہریں ہیں دودھ کی جس کا مزہ

يَتَغَيَّرُ طَعْمُهُ ۝ وَأَنْهَرٍ مِنْ خَيْرِ لَذَّةِ النَّارِ لِلشَّارِبِينَ ۝ وَ

نہیں پھرا اور نہریں ہیں شراب کی جس میں مزہ ہے پینے والوں کو اور

أَنْهَرٍ مِنْ عَسَلٍ مُصَفًّى وَلَهُمْ فِيهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ

نہریں ہیں شہد کی جھاگ اُتار ہوا اور ان کو وہاں سب طرح کے میوے

وَمَغْفِرَةٌ مِنْ رَبِّهِمْ ۝ كَمَنْ هُوَ خَالِدٌ فِي النَّارِ وَسُقُوا

اور معافی ہے انکے رب سے برابر ایسے جو سدا رہتا ہے آگ میں اور پلایا ہے

مَاءٍ حَمِيمًا فَقَطَّعَ أَمْعَاءَهُمْ ۝ وَمِنْهُمْ مَنْ يَسْتَمِعُ

انکو کھوٹا پانی تو کاٹ نکل انکی آہیں اور بعضے ان میں ہیں کہ کان رکھتے

إِلَيْكَ حَتَّىٰ إِذَا خَرَجُوا مِنْ عِنْدِكَ قَالُوا لِلَّذِينَ أُوتُوا

تیری طرف یہاں تک کہ جب نکلیں ترے پاس سے کہتے ہیں انکو جنکو ہم

الْعِلْمَ مَاذَا قَالَ آنِفًا ۝ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ طَبَعَ اللَّهُ عَلَىٰ

ملا کیا کہا تھا اس شخص نے ابھی یہ وہی ہیں جن کے دل پر

قُلُوبِهِمْ وَاتَّبَعُوا أَهْوَاءَهُمْ ۝ وَالَّذِينَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ

بڑ رکھی ہے اللہ نے اور چھے ہیں اپنی چاؤں پر اور جو لوگ راہ پر آتے ہیں

هُدًى وَآثَهُمْ تَقْوَاهُمْ ۝ فَهَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا السَّاعَةَ

انکو اور بڑھی اس سے سچھ اور انکو اس سے ملا بچر چلنا اب یہی راہ دیکھتے ہیں اس گھڑی کی

أَنْ تَأْتِيَهُمْ بَغْتَةً فَقَدْ جَاءَ أَشْرَاطُهَا فَأَنَّى لَهُمْ

کہ آکھڑی ہو ان پر اچانک کیونکہ آچکی ہیں اسکی نشانیاں سو کہاں سے گی، نگو

إِذَا جَاءَتْهُمْ ذِكْرُهُمْ ۝۱۸ فَاَعْلَمُوا أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ

جب وہ آئینگی سمجھ پکڑنی سو تو جان رکھ کہ کسی کی بندگی نہیں سولتے اللہ کے

وَاسْتَغْفِرْ لِدُنْيِكَ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَاللَّهُ

اور معافی مانگ اپنے گناہ کو اور ایمان دار مردوں کو اور عورتوں کو اور اللہ کو

يَعْلَمُ مُتَقَلِّبَكُمُ وَمَشُواكُمُ ۝۱۹

معلوم ہے گشت تمہاری اور گھر تمہارا

جزا و انعامات اہل سعاد و محرومی بد نصیبی اہل شقاوت

قال الله تعالى إِنَّ اللَّهَ يُدْخِلُ الَّذِينَ آمَنُوا ... إلخ ... مُتَقَلِّبَكُمُ وَمَشُواكُمُ

اربط، گذشتہ آیات میں مسلمانوں کے غلبہ و کامیابی کا ایک راز بیان فرمایا گیا اور وہ غلبہ جس پر نصرت خداوندی انکے شامل حال ہوتی ہے اور اسی کے ساتھ تاریخی واقعات کا حوالہ دیتے ہوئے ظاہر کر دیا گیا کہ ہمیشہ سے قانون قدرت اسی طرح چلا آ رہا ہے کہ حق کو غلبہ ہوتا ہے اور باطل اپنے جملہ مادی وسائل اور ذرائع کے ناکام و مغلوب ہوتا ہے تو اب ان آیات میں اہل مکہ پر حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے ہونے والے انعامات کا بیان ہے اور یہ کہ انکو دنیوی کامیابی برتری اور عزت کے علاوہ آخرت میں جہنم کی بے پایاں نعمتوں سے نوازا جائے گا اور جو قومیں شقاوت و بدبختی کا شکار ہو گئیں انکے واسطے سوائے ذلت و ناکامی اور عذاب آخرت کے اور کچھ نہیں اور حقیقت یہ ہے کہ کافر کی حیات بے مقصد اور بے معنی ہے اس لحاظ سے ان کا دنیوی زندگی میں کھانا پینا مادی اسباب عیش و راحت سے تمتع یا سکل حیوانوں کی طرح ہے کہ حیوان کا بھی اس دنیوی زندگی کا کوئی مقصد حیات نہیں بس یہی دنیا کی زندگی اسکی زندگی ہے بالکل یہی حال کفار و منکرین کا بھی ہے۔

ارشاد فرمایا جا رہا ہے بے شک اللہ تعالیٰ داخل کرے گا ایمان والوں کو اور ان لوگوں کو جنہوں نے نیکی کے کام کئے ایسے باغات میں جنکے نیچے نہریں بہتی ہوں گی اور جو لوگ کافر ہیں وہ دیا

کے سازد سامان سے نفع اٹھ رہے ہیں اور کھا گئے ہیں جیسے کہ جو پائے کھاتے ہوں کہ انکو اس حیثیت دنیوی کے مابعد آخرت کا کوئی تصور ہی نہیں اور سمجھتے ہی نہیں کہ دنیوی حیات کس مقصد کیلئے انسان کو دی گئی ہے اور نیز ماں و دولت کی حرص بھی اچھے برے اور نفع نقصان میں انکو تمیز نہیں کرنے دیتی جس طرح جو پائے ٹہن نہیں کرتے کہ کیا چیز اچھی ہے اور کیا بُری بس چارہ کی حرص ہے اور ہر چیز پیٹ میں بھرے پیے جارہے ہیں تو ٹھیک ہے چند دن مزے اڑا میں مگر پس آگ ہی انکا ٹھکانا ہے جو انکے واسطے گویا سی طرح تیار کیا ہو ہے جیسے کسی انسان کے واسطے اس کا گھر بطور ٹھکانے کے تیار کیا جاتا ہے۔

اور کتنی ہی بستیاں تھیں گزری ہوئی تاریخ میں جنکے تذکرے موجود ہیں جو زیادہ طاقت ور تھیں بہ نسبت آپ کی اس بستی کے کہ جس نے نکالنا آپ کو اور آپ اس سرزمین سے ہجرت کر کے اب مدینہ منورہ جارہے ہیں کہ ہم نے انکو تباہ کر دیا پھر انکا کوئی مددگار نہ تھا اس لیے اہل مکہ کو اپنے زور اور طاقت پر گھمنڈ نہیں کرنا چاہیے یہ قوم عاد و ثمود اور مدین واسے توڑے ہی طاقتور تھے مالی وسائل بھی بہت تھے ہر قسم کا ساز و سامان تھا حتیٰ کہ پہاڑوں میں تراشے ہوئے محفوظ ترین مکانات تھے لیکن کیا کسی نے انکی کوئی مدد کرنی جب عذاب خداوندی آیا تو ایک ہی رات میں بستیاں کی بستیاں نیست و نابود ہو گئیں تو کیا وہ شخص جو اپنے رس کی طرف ایک واضح حجت اور صیح راستہ پر ہے وہ اس شخص کے برابر ہو سکتا ہے جسکے واسطے اسکے برے اعمال رچا دیئے گئے اور وہ ان ہی اعمال خبیثہ کو اچھا سمجھ رہا ہے اور وہ لوگ اپنی خوشداشت پر ہی چلتے ہیں ہرگز نہیں دونوں کہیں برابر نہیں ہو سکتے ظاہر ہے کہ جو شخص نہایت ہی — شرح صدر اور فہم و بصیرت کے ساتھ حق و صداقت کے کشادہ راستہ پر ہے روک ٹوک چل رہا ہو وہ اس شخص کے برابر کیسے ہو سکتا ہے جو متحیر و بہت و بدعوائی کے عالم میں ایک تاریک رستہ میں بھٹک رہا ہے اور ٹھوکریں کھا رہا ہے حتیٰ کہ وہ سبھاہ و سفید اور نیک و بد کی بھی تمیز نہ کر سکتا ہو۔ در خواہناست نفس کی پیروی میں ہر ایک چیز کو بھلی سمجھ رہا ہو حال اس جنت کا جسکا تقویٰ والوں سے وعدہ کیا گیا ہے یہ ہے کہ اس میں نہریں ہیں ایسے پانی کی جو متغیر و بدو دار نہیں ہوتا خواہ وہ کتنے ہی زمانہ تک رکھا رہے جس کا سبزہ شہد سے زیادہ شیریں اور رنگ دودھ سے زائد مفید ہے نہ ایک رنگ میں تغیر آتا ہے اور نہ اسکے مزے میں اور نہریں ہیں دودھ کی جسکے مزہ میں کوئی فرق نہیں آتا خواہ کتنا ہی وقت گزر جائے اور نہریں ہیں شراب بطور کی جس میں لذت ہے پینے والوں کے واسطے برخلاف دنیوی شربوں کے کہ ان میں کوئی لذت نہ مزہ

۱۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب آپ ہجرت کرتے ہوئے مکہ مکرمہ سے نکل کر مدینہ منورہ جارہے تھے اور مکہ سے نکلنے وقت اپنے چہرہ اور مکہ کی آبادی یعنی بیت اللہ کی طرف کیا اور فرمایا اے سرزمین مکہ تو مجھے کس قدر محبوب ہے خدا کی قسم اگر یہ تیری قوم مجھ کو نکلنے پر مجبور نہ کرتی تو میں ہرگز نہ نکلتا: ۱۲

نہ فرحت بلکہ بدبوگندگی اور قلب کی بے چینی اور دماغ کی مدہوشی اور جسمانی امراض کے سوا ان میں کچھ نہیں اور نہریں ہیں شمد کی جو جھاگ سے صاف کیا ہوا ہو جس میں تکرر کا تو کیا شائبہ ہو اس میں جھاگ تک بھی نہ ہوگا بلکہ اس کی طرح صاف اور چمکدار ہوگا۔

اور غرض ان کے واسطے اس جنت میں ہر قسم کے بھل ہوں گے کہ لطیف مسترد بات کے لطف و سرور کے ساتھ ماکولات میں بھی مفرح اور لذیذ بھل ہوں گے اور ان سب نعمتوں سے بڑھ کر یہ کہ مغفرت و معافی ہو گی ان کے رب کی طرف سے کہ جنت میں داخل ہونے کے بعد اس سے بھی قلب کو اطمینان ہو جائے گا کہ اب آئندہ کسی بات پر پردہ و رگاری کی طرف سے عتاب و عقاب نہ ہوگا ورنہ تو لسان کو ہر نعمت کے ہوتے ہوتے بھی نعمتوں کے زوال اور مصیبت کے نزول کا تصور فکر و غم کا موجب ہوتا ہے جس سے اہل جنت مایون کر دیتے جاتے ہیں گئے حق تعالیٰ کی طرف سے اعلان معافی اور اعلان خوشنودی فرما دینے کی وجہ سے وَرِضْوَانٍ مِّنَ لَّدُنِ الْكَبُورِ ذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ تو کیا یہ ایمان و تقویٰ والے جنکو ایسی عظیم اشیان نعمتوں سے نوازا جائے گا اس شخص کی طرح ہو سکتے ہیں جو ہمیشہ کے لیے آگ میں ہو اور ان کو کھولنا ہوا پانی پلایا جاتے گا جو انکی آنتوں کو بھی کاسٹ ڈاے (اعاذ باللہ منہ) یقیناً دونوں گروہ برابر نہیں ہر عقل والا سمجھ سکتا ہے بس اسی طرح اہل ایمان اور منکر بھی برابر نہیں اہل ایمان و تقویٰ اللہ کی دی ہوئی نعمتوں میں سرشار ہوں گے اور منکرین و کفار آلام و مصائب اور ناز و جہنم میں مبتلا ہوں گے۔

امام احمد بن حنبلؒ نے باسناد حکیم بن معاویہؒ عن ابیہ بیان کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمایا کرتے تھے بینک جنت میں پانی کے سمندر کے ساتھ ایک سمندر دودھ کا ہے اور ایک شہر اور ایک شراب بطور کا جن سے نہریں نکل رہی ہیں۔

اور ایک حدیث میں ہے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا اے لوگو! جب تم اللہ سے جنت کے لیے دعا مانگو تو فردوس کا سوال کیا کرو کیونکہ فردوس جس جنت کا درمیانی اور اعلیٰ ترین مقام ہے جس سے تمام نہریں جنت کی بہہ رہی ہیں اور اسکے اوپر عرشِ رحمن ہے۔

بہر حال اہل ایمان و تقویٰ یقین و توجہ کے ساتھ ان باتوں کو سن کر وحی الہی اور تعلیمات نبویہ کے آثار قبول کرتے ہیں اور روحانی ہدایات و معارف سے اپنے قلوب کو منور اور اپنی زندگیوں کو مزین بناتے ہیں اس کے بالمقابل ایک گروہ منافقین کا ہے جن کا یہ حال ہے اور بہت سے ان میں سے ایسے ہیں کہ جو کان لگاتے ہیں اے ہمارے پیغمبر آپ کی طرف اور آپ کی باتیں سنتے ہیں یہاں تک کہ جب وہ آپ کے پاس سے باہر نکلتے ہیں تو کہتے ہیں ان لوگوں سے جنکو علم دیا گیا اور وہ علم و رشد

ملے اس کا ثبوت شراب کے اثرات کے تجزیہ و تحقیق سے واضح طور پر موجود ہے اور یورپ کے لوگ جو شراب میں بدمست رہتے ہیں انکی صورت و شکل درحالت اس کا شاہد ہیں ۱۲

کے باعث ایمان سے مشرف ہوتے یعنی حضرات صحابہؓ سے کیا ہے یہ بات جو ابھی آپ نے کہی ہے اس ارشاد فرما ہوئے قول کی تحقیق و تفتیش کرتے ہوئے کہ یہ بھی کوئی ہم تو نہیں سمجھ سکے کیا کہا ہے تاکہ ارشاد است رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سننے والے ان سے متاثر نہ ہوں بلکہ جو تاثر ان پر ہوا ہو اس کو بھی تہذیب کی کیفیت میں بدل ڈالیں یہ وہ لوگ ہیں جنکے دلوں پر اللہ نے ہر لگا دی ہے اور وہ اپنی خواہشات کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں اور جب دلوں پر ہر لگ گئی تو اب کہاں انکو سمجھ اور ہدایت نصیب ہو سکتی ہے اور جن لوگوں نے ہدایت قبول کی خدا تعالیٰ انکی ہدایت میں اور اضافہ کرتا ہے اور خدا نے ان کو تقویٰ عطا کیا ہے اس وجہ سے جب بھی وہ پیغمبر خدا کا ارشاد سنتے ہیں انکے ایمان و تقویٰ میں اضافہ ہوتا ہے اور منافقین جب بھی اس طرح کی کوئی کوشش کرتے ہیں کہ انکے ایمان و اعتقاد کو کوئی ٹھیس پہنچے خدا تعالیٰ انکے برعکس انکو نور ایمان و تقویٰ میں اور زیادتی ہی فرماتا ہے یہ باتیں ایسی ہیں کہ انکو سن کر ہر منافق و منکر کو اپنے نفاق و کفر اور اسلام کے خلاف سازشوں اور مسلمانوں کے ساتھ ریشہ دوانیوں سے باز آ جانا چاہیے بلکہ دامل و حقائق کی روشنی میں ان لوگوں کو حق و ہدایت قبول کر لینا چاہیے مگر پھر انکو انکے نفاق و کفر میں نہ کوئی کمی ہے اور نہ ہی اس سے رجوع کرتے ہوئے نظر آرہے ہیں تو پھر کیا یہ صرف قیامت ہی کا انتظار کر رہے ہیں کہ ناگہاں ان پر آجائے ایسے منکروں کو قیامت دور نہ سمجھنی چاہیے اور نہ اسکا ذکر سن کر مذاق اڑانا چاہیے جس حقیقت تو یہ ہے کہ قیامت کی نشانیاں تو آچکی ہیں پھر بھی یہ لوگ نہ باز آتے ہیں اور نہ نصیحت قبول کرتے ہیں۔

تو کہاں سود مند ہوگا انکا نصیحت قبول کرنا جب کہ قیامت ان پر آ ہی جائے گی اس وقت تو قہر کے سب دروازے بند ہو چکے ہوں گے نہ کوئی توبہ قبول ہوگی نہ کوئی معذرت سنی جاسکے گی اور نہ ہی کسی کا ایمان قبول ہوگا جیسے کہ ارشاد باری تعالیٰ میں یہ قانون واضح فرما دیا گیا یَوْمَ يَأْتِيُكَ الْيَأْسُ وَيَذَلُّكَ لَا يُمْسِعُ نَفْسًا رَاجِيًا نَهَا كُمْ تَكُنْ أَمِنْتُ مِنْ قَبْلُ أَوْ كَسِبَتْ فِي رَاجِيًا نَهَا خَيْرًا كَيْونَكَ قِيَامَتِ كَقَرِيبَ عِلَامَاتِ مَثَلًا طُلُوعِ الشَّمْسِ مِنَ الْمَغْرِبِ سَ نَظَامِ عَالَمِ دَرَمِ بَرَمِ ہو جائے گا اور عام غیب نظروں کے سامنے مشاہدہ ہونے لگے گا تو پھر ایمان بالغیب ہی نہ رہے گا اور ایمان تو وہی ہے جو بالغیب ہو۔

بہر کیف یہ پیغام توحید اور دعوت ایمان منکرین و کفار سنیں یا نہ سنیں، مانیں یا نہ مانیں اسے ہمارے پرستار آپ جان لیجئے یہ بات کہ یقیناً وہ خدا تمہارا ایک ہی معبود ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں جیسا کہ آپ

سبحہ دو بہر کیف، عالم میں جو ”خا“ ہے اسکا ترجمہ کیا گیا ۱۲

بعض مفسرین کی رائے یہ ہے کہ یہ خطاب عام ہے اور بعض کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہے تو یہ الفاظ جیسا کہ آپ جانتے ہیں اسی قول کے پیش نظر ہیں یہ عم اگرچہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے سے تھا لیکن مقصود اسکے متصفیہ پر عس کی تلقین و تائید ہے۔

جانتے ہیں اسکی پر قائم رہتے اور استغفار کرتے رہتے اپنی تفسیر و تفسیر کے لئے اور تمام ایمان دار مردوں اور عورتوں کیلئے اور اللہ کو معلوم ہے تمہارا لوستا پلٹنا چلنا پھرنا اور تمہارا ٹھکانا تمہارا کوئی حال اس سے پوشیدہ نہیں اور نہ کسی کا انجام اور ٹھکانا کہ آخرت میں کیا ہے وہ بھی اس سے مخفی نہیں اسلئے نہ تو اہل ایمان کو مایوس ہونا چاہیئے اور نہ کفار پر عالم دنیا میں عذاب کی تاخیر سے پریشان ہونا چاہیئے اور نہ ہی یہ سمجھنا چاہیئے کہ جس مغلوبی اور مظلومی کے دور سے سمان آج گزر رہے ہیں وہ کبھی بدلے کا نہیں یہ سب باتیں اللہ کے علم محیط دازلی میں ہیں غرض عارضی اور وقتی احوال کو مستقل نہ سمجھنا چاہیئے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے امر بالاستغفار کی حقیقت

آیت مبارکہ **وَاسْتَغْفِرْ لِدُنْیَاكَ** میں استغفار کا حکم مفسرین کی ایک جماعت کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے تو اس صورت میں ”ذنب“ سے مراد امر خداوندی کی خلاف ورزی اور نافرمانی جیسی کوئی چیز ہرگز ممکن نہیں اسلئے کہ انبیاء علیہم السلام معصوم ہوتے ہیں اور عصمت انبیاء کا مسئلہ دین کے اصول مسلم میں سے ہے جیسا کہ سورۃ بقرہ کی تفسیر میں مسئلہ عصمت انبیاء پر حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دلائل کے ساتھ کلام فرمایا ہے اس وجہ سے لامحالہ لفظ ذنب سے مراد کوتاہی اور کسی یا منشاء خداوندی کی کسی اجتہادی مسئلہ میں پوری پوری مطابقت کا نہ ہونا سمجھا جائے گا قانون ہے حسنات اللابرار سیئات المقربین کہ عام نیکیوں کے حسنات و نیکیاں بارگاہ خداوندی کے مقربین کے حق میں خطا و تقصیر ہیں اصل حقیقت یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر لحظہ مدارج کی ترقی اور بندگی کا ہوتا ہے اور ہر آنے والی گھڑی گزرتے گھڑی کی نسبت عظمت و بلندی کے مقام پر پہنچانے والی ہوتی تھی اور آپ کے قلب و ذہن میں جن مدارج و مقامات کی آرزو ہوتی تھی ان تک آپ کا اپنے تخیل کے لحاظ سے یہ محسوس کرنا کہ نہیں عروج ہوا تقصیر کا درجہ ہے جسکو ذنب کے لفظ سے تعبیر کیا گیا اور اس پر گویا یہ حکم ہے اور اسی کی تعمیل میں آپ کا یہ دستور العمل تھا جس کو ارشاد فرماتے ہیں۔

إِنِّی لَا أَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ کُلَّ یَوْمٍ مَّائَۃَ مَرَّةٍ کہ ہر روز میں اللہ سے استغفار کرتا ہوں سو مرتبہ
مسند احمد بن حنبل جامع ترمذی امام مسلم بوداؤد و نسائی نے اغر مرنی سے روایت کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

لَا لَبَدَّتْ قَلْبِیْ وَإِنِّی لَا أَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ کُلَّ یَوْمٍ مَّائَۃَ مَرَّةٍ کہ میرے

عہ مسند احمد بن حنبل جامع ترمذی صحیح مسلم سنن نسائی

قلب پر ایک قسم کی رکاوٹ یا ٹکدر محسوس ہوتا ہے اور البتہ میں اللہ رب العزت سے استغفار کرتا ہوں ہر روز ایک سو مرتبہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانِ قل کرتے تھے آپؐ نے فرمایا جب بھی صبح کرنا ہوں تو کبھی ایسا نہیں ہوتا کہ میں سو مرتبہ استغفار نہ کر لوں معلوم ہوا کہ کل یوم سے ہر دن کی صبح کے وقت اسکی پابندی مراد ہے وگرنہ آپؐ کی تو ایک ایک مجلس میں ایک ہی دن میں متعدد بار ایک سو مرتبہ سے زائد استغفار کی تعداد ہو جاتی تھی جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ہم ایک ہی نشست میں آپؐ کے استغفار شمار کرتے تو سو مرتبہ سے زائد ہو جاتا تھا۔ اور یہ جو رکاوٹ یا مراتب عاید کی عروج و بندگی میں کمی کا ذکر حدیث میں وارد ہوا اسکی حقیقت یہ معلوم ہوتی ہے کہ بغیر خدا کی ظاہر اشتغال کے لحاظ سے دو جانبیں ہیں ایک اشتغال الی الحق اور دوسری جانب اشتغال مع الحق ہے اگرچہ آپؐ کا اشتغال مع الخلق بھی جو کہ امت کی تعلیم و تربیت کی صورت میں ہے اللہ ہی کے لیے ہے لیکن مورد اشتغال الی الحق سے بظاہر قفل نظر آتا ہے تو اسی کو آپؐ تفسیر و کوتاہی فرما رہے ہیں اور اسی پر سلسلہ استغفار ہے اور یہی وہ ہے جس کو **كُوِيَ اسْتَغْفِرُكَ** میں فرمایا گیا۔

وَيَقُولُ الَّذِينَ آمَنُوا لَوْلَا نُزِّلَتْ سُورَةٌ

اور کہتے ہیں ایمان والے کہوں نہ اُتری ایک سورت

فَإِذَا أُنْزِلَتْ سُورَةٌ مُّحْكَمَةٌ وَذِكْرٌ فِيهَا

پھر جب اُتری ایک سورت جاچکی ہوتی اور ذکر ہوا اس میں

الْقِتَالِ ۚ رَأَيْتَ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمُ

کافرائی کا تو تو دیکھتا ہے جیسے دل میں

مَرَضٌ يَنْظُرُونَ إِلَيْكَ نَظَرَ الْمَغْشَىٰ عَلَيْهِ مِنْ

رُجْءِ ہے تنکے ہیں تیری طرف جیسے نکلتا ہے کوئی بیہوش پڑا مرنے

الْمَوْتِ فَأُولَٰئِكَ لَمْ يَكُنْ لَهُمْ طَاعَةٌ ۚ وَقَوْلٌ مَّعْرُوفٌ فَإِذَا

کے وقت سو خرابی ہے انکی حکم ماننا ہے اور بھلی بات کہنی پھر جب

عَزَمَ الْأَمْرَ فَلَوْ صَدَقُوا اللَّهَ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ۖ فَهَلْ

تاکید ہو کام کی تو اگر سچے رہیں اللہ سے، تو ان کا بھلا ہے پھر تم

عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَ

سے یہ بھی توقع ہے اگر تم کو حکومت ہو کر خرابی ڈالو ملک میں، اور

تَقْطَعُوا أَرْحَامَكُمْ ۚ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فَأَصَمَّهُمْ

تورہ اپنے ناتے ایسے لوگ دیہی ہیں جنکو پھٹکارا اللہ نے پھر کر دیا

وَأَعَىٰ أَبْصَارَهُمْ ۚ أَفَلَا يَتَذَكَّرُونَ الْقُرْآنَ أَمْ

انکو بہرے، اور اندھی انکی آنکھیں کیا دھیان نہیں کرتے قرآن میں یا

عَلَىٰ قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا ۚ إِنَّ الَّذِينَ ارْتَدُّوا عَلَىٰ

دلوں پر لگ رہے ہیں انکے قفل، جو لوگ اُلٹے پھر گئے اپنی

أَدْبَارِهِمْ مِّنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَىٰ الشَّيْطَانُ

پیٹھ پر پیچھے اس سے کہ کھس چکی ان پر راہ، شیطان نے

سَوَّلَ لَهُمْ وَأَمْلَىٰ لَهُمْ ۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا لِلَّذِينَ

بات بنا تی انکے دل میں اور درگے وعدے دیتے یہ اس واسطے کہ انہوں نے کہا ان سے

كِرْهُو مَا نَزَّلَ اللَّهُ سَنُطِيعُكُمْ فِي بَعْضِ الْأَمْرِ ۚ

جو بیزار ہیں اللہ کے اُتارے سے ہم تمہاری بات بھی مانیں گے بعضے کام میں

وَاللَّهُ يَعْلَمُ أَسْرَارَهُمْ ۚ فَكَيْفَ إِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ

اور اللہ جانتا ہے ان کا مشورہ کرنا پھر کیا ہو گا؟ جب کہ فرشتے جان نکالیں گے

يَضْرِبُونَ وُجُوهَهُمْ وَأَدْبَارَهُمْ ۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ اتَّبَعُوا

انکی مارتے جاتے ہیں ان کے نہ پر اور پیٹھ پر یہ اس پر کردہ چلے اس راہ



مَا اسْخَطَ اللَّهُ وَكَرِهُوا رِضْوَانَهُ فَاحْبَطْ أَعْمَالَهُمْ ۝

جس سے اللہ بیزار اور نہ پسند کی اسکی خوشی پھر اُس نے اکارت کر دیتے انکے کیتے

جذبہ ایمان اخلاص مومنین و شناعیت اعتقاد و عمل منافقین

قال الله تعالى وَيَقُولُ الَّذِينَ آمَنُوا لَوْلَا نُزِّلَتْ سُورَةٌ ... اِلٰی ... فَاحْبَطْ أَعْمَالَهُمْ (درجہ) گذشتہ آیات میں سعادت مند اور اہل ایمان اور انکی مقبولیت عند اللہ کا ذکر تھا اور یہ کہ مومنین کا انجام ہلاکت و دین و دنیا کی ذلت و رسوائی کے علاوہ کچھ نہیں تو اب ان آیات میں یہ ذکر فرمایا جا رہا ہے کہ مومنین مخلصین کا جذبہ کس قدر پاکیزہ ہوتا ہے اور وہ اللہ کا دین قائم کرنے کیلئے کس طرح جہاد فی سبیل اللہ کی آرزو کرتے ہیں مگر اسکے برعکس منافق اور وہ لوگ جنکے دلوں میں روگ ہوتا ہے وہ کس کس طرح دین اور احکام دین کی پیروی کرنے سے گریز کرتے ہیں ایسے لوگوں کی بد اعمالیوں اور فساد فی الارض کو بیان کرتے ہوئے اس حقیقت کا پھر عادیہ کیا گیا انسانی سعادت اور کامیابی خدا اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی فرمانبرداری میں ہے چنانچہ ارشاد فرمایا۔

اور کہتے ہیں ایمان والے کیوں نہ اتاری گئی ایک سورت خاص طور سے جس میں جہاد کی جازت دے دی جائے اور احکام جہاد کی تفصیل بیان کر دی جائے حضرات صحابہؓ جہاد کی فریشت سے قبل اسکی تمنا اور طلب میں تھے جسکے لیے سب سے پہلے اُذُنِ رَلَّٰذِلِیْمَیْنِ یُنَادِلُکُمْ بِآئِتِہُمُ حُلِیْمُوۡا نَارِیْ کُنِیْ یہ تو جذبہ اہل ایمان کا تھا لیکن پھر جب نازل کی گئی ایک سورت جا بھی ہوئی جو آپؐ ٹھیک وقت پر اتاری گئی اور جس میں چھ تے احکام تھے اور اس میں ذکر ہوا قتال کا تو آپؐ دیکھیں گے ان لوگوں کو جنکے دلوں میں مرض ہے تو وہ حیرانی اور بدحواسی کے عالم میں آپؐ کی طرف دیکھتے ہیں اس شخص کی طرح دیکھنا جس پر موت کے وقت کی عشی طاری ہوتی ہو کہ خوفزدہ ہو کر پھٹی پھٹی سبہ رونق آنکھوں سے دیکھتا ہے جیسے کہتے وقت انسان کی آنکھوں کا نور جاتا رہتا ہے پس ہلاکت و بربادی ہے انکے واسطے جو فاق اور ضعف ایمان کی وجہ سے اسی طرح کی کیفیات میں مبتلا ہیں حکم ماننا اور بھلی بات کہنا ہی سعادت و نجات ہے پھر جب معاملہ سخت ہو جائے اور جہاد کے لیے قدم اٹھانا ضروری ہو جائے تو کامیابی اسی میں مضمر ہے کہ فرمانبرداری و اطاعت کا جو زبان سے اظہار کیا جا رہا ہے اس کی تکمیل عمل کریں ہیں انکے قول و قرار کی عملی تصدیق ہوگی یہ تو اگر وہ سچے رہتے اللہ کے ساتھ اپنے وعدوں اور اقرار میں تو انکے حق میں بہتر ہوتا تو اسے

علامہ آلوسیؒ کی لائے یہ ہے کہ فَإِذَا احْرَمَ الْأَمْرُ مِنْ اِذَا کا جواب کَلُّوْا مَدْفُوۡا اللّٰہُ ہے اس باتی حاشیہ صفحہ ۳۱۵ پر ہے

وہ لوگو! جو دل کی بیماری لفاق اور گندگی میں مبتلا ہونے کے باعث جہاد کی فرضیت کا حکم نازل ہوتے ہی اپنے اوپر موت کی سی گھٹن اور بدحواسی محسوس کرنے لگے جو کیا یہ بات متوقع نہیں ہے کہ اگر تم جہاد سے روگردانی کرو تو پھر نوہم بہ آجائے گی کہ تم زمین میں فساد برپا کرو گے اور قطع رحمی کرو گے کہ قرآنوں کو یا مال کر کے درانگی حق تلفی کر کے لحام عالم کو تباہ و برباد کر دو گے۔ سو گناہ بقیۃ ایسے ہیں کہ اللہ نے انکو اپنی رحمت سے دور کر دیا ہے اسی طرح ملعہ کہ انکو بہرا کر دیا حق کے سننے سے اور اندھا کر دیا ہے حقائق کے مشاہدے سے انکی آنکھوں کو اس وجہ سے نہ تو کوئی حق کی بات سننے کی توفیق ہو سکتی ہے اور نہ ہی حق اور دلائل و آیات کا مشاہدہ ممکن ہے اور یہی وہ ذرائع اور راستے ہیں جن سے انسان سعادت اور حق قبول کیا کرتا ہے اور ظاہر ہے حق تعالیٰ نے جو حواس انسان کو اسی غرض سے عطا کیے ہیں وہ ان کو کام میں لاتے اگر وہ ان کو اپنی بدنصیبی سے محفل کر دے تو یقیناً خدا کی رحمت سے دور ہو گا رحمت خداوندی کا مستحق انسان تو وہی ہے جو ہدایت اور حق قبول کرے۔

انسان کو اللہ نے جس طرح ظاہری بینائی اور بصارت عطا کی ہے اسکو قلب کی بینائی اور بصیرت بھی عطا کی ہے عقل و فکر سے نوازا ہے۔

نالیسے لوگ کیوں نہیں غور و فکر کرتے قرآن میں غور و فکر نہیں کرتے یا دلوں پر لگے ہوتے ہیں ان کے قلوب کہ انکی بد اعمالیوں اور غفلت کی وجہ سے دوں پر قفل پڑ گئے ہیں کہ نفیست اندر جانے کا راستہ ہی نہیں رہا ہے شک جو وگ اٹھ پھر گئے ہیں اپنی پیچھے پر بجائے دیکھ کہ حق و ہدایت کی طرف بڑھیں اور پیش قدمی کریں وہ پھر پشت کی طرف اٹھ جاہلیت و کفر ہی کی جانب لوٹ رہے ہیں بعد اسکے کہ انکو سیدھا راستہ واضح ہو چکا حقیقت یہ ہے شیطان نے انکے واسطے گمراہی رچا دی ہے انکے دلوں میں اور دور کی باتیں سمجھاتی کہ جہاد میں جانے سے تو ہو سکتا ہے جلد مر جائیں اور اگر نہ گئے تو دیر تک زندہ رہیں گے خواہ مخواہ جہاد میں جا کر مر جانے سے کیا نفعہ دور دراز کی باتیں اور امیدیں بھی دلوں میں رچائیں

ملحہ اس لفظ میں اشارہ ہے کہ فالتصویر کے معنی میں ہے نہ کہ تعقیب کے لیے کیونکہ ان لوگوں کا اندھا اور بہرہ منا مقدم ہے لَعَنَهُمُ اللہ سے بلکہ معون ہونا ان احوال پر مرتب ہے۔

ملحہ ”الشیطن مَسْوَلٌ لَّهُمْ وَ اٰمَلٰی لَّهُمْ“ میں شیطان کی طرف دو باتوں کی نسبت کی گئی ایک تسویل اور دوسرے امید تسویل کے معنی مزین کر دینے اور رچا دینے کے ہیں معنی شیطان نے بڑے اور قابل نفرت کاموں کو مزین کر کے انکے دلوں میں پسندیدہ اور قابل رغبت بنا دیا مراد یہ کہ ان کو ایسی حیل آرزوؤں اور امیدوں میں الجھا دیا کہ انکے پورے ہونے کی امید نہیں۔

اقتدار حکومت ایمان و اخلاص کے بغیر فساد عالم کا باعث ہے

فائدہ آیت مبارکہ فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ كُنْتُمْ لَافِقِينَ میں لفظ تو فی کا ترجمہ درود گردانی سے کیا گیا ہے جیسا کہ بعض ائمہ مفسرین کرام یہی مفہوم ذکر کرتے ہیں تو اعتراض درود گردانی کے معنی لینے کی صورت میں اَنْ تَفْسِدُوا فِى الْاَرْضِ کا مفہوم یہ ہوگا کہ اگر تم اللہ کی راہ میں جہاد سے اعراض درود گردانی کرو گے تو زمین میں فساد برپا ہو جائے گا اور عدل و انصاف قائم نہ رہ سکے گا بلکہ ظلم و استبداد اور حق تلفی و قطع رحمی کا سلسلہ شروع ہو جائے گا اس سے یہ نتیجہ ظاہر ہوا کہ جہاد فی سبیل اللہ و حقیقت دنیا میں قیام امن اور تحفظ حقوق کا ذریعہ ہے اس لیے کہ حقوق انسانی کا تحفظ صرف اللہ کے قانون میں ہے اور جہاد و اعلام کلمۃ اللہ اور دین خداوندی کے قائم کرنے ہی کے واسطے ہوتا ہے اسکے برعکس کفر ہر قسم کی بد امنی ظلم و حق تلفی کا باعث ہے اور آج کی دنیا میں یہ بات شاہدہ اور تجربہ میں بخوبی آچکی ہے دنیا کے امن و سکون کو تباہ کرنے والی ایسی طاقتیں سر زمین کفر ہی سے تمام عالم میں پھیل رہی ہیں اور اس امر کا اعتراف ہر صاحب عقل کرنے پر مجبور ہے کہ کفر ہی در حقیقت تمام فتنوں کا سرچشمہ اور امن عالم کو تباہ کرنے والا ہے ایک طرف کفر فساد عالم کا ذریعہ ہے تو دوسری طرف حق تلفی اور ظلم و استبداد کا بھی باعث ہے یعنی ائمہ مفسرین نے اِنْ كُنْتُمْ لَافِقِينَ کا ترجمہ ولایت سے مشتق قرار دیتے ہوئے حکومت ولایت کے حاصل کرنے کا کیا ہے یعنی اگر تم کو حکومت مل جائے حضرت شیخ الہند نے اپنے ترجمہ میں اسی کو اختیار فرمایا۔ تو اس صورت میں مراد یہ ہوگی کہ ایسے منافقین جن کا معاملہ یہ ہے کہ اللہ سے بھی کوئی بات سچی نہیں کرتے اگر حکومت و اقتدار حاصل کریں تو انجام یہ ہوگا امن عالم کو تباہ کر دیں گے اور لوگوں کے حقوق پا مال کرتے ہوئے قطع رحمی کرنے لگیں گے حکومت و اقتدار کا نقشہ بالعموم اعتدال و انصاف کی راہ سے بھٹکا دیتا ہے دنیا کی حرص، جاہ و مال، نفس پرستی، اغراض و خواہشات کی پیروی کا نتیجہ یہی ہوتا ہے کہ فتنے اور ہنگامے پھیلتے ہیں باہمی تعلقات انس و محبت اور اخوت کی فضا قطعاً ختم ہو جاتی ہے ان تمام برائیوں سے بچانے والی قوت ایمان و اخلاص ہے اس لیے اگر حکومت و اقتدار ان برائیوں سے محفوظ رہ سکتا ہے تو وہ ایمان و اخلاص ہی کی وجہ سے ممکن ہوگا ورنہ منافق قسم کے لوگوں کا اقتدار و حکومت عالم کی تباہی ہی کا موجب ہوگی۔

اَوَلَيْدَعَالِیْدِیْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ میں یہی ظاہر فرمایا جا رہا ہے کہ فساد فی الارض اور قطع علاقہ مخلوق خدا کو خدا کی رحمت سے دور اور محروم کر دینے والی ہے

۷۷ ملاحظہ فرماتیں روح المعانی تفسیر قرطبی اور ابن کثیر ۱۲ ص

صلہ رحمی کی تاکید و معاشرہ میں اس کے آثار و برکات

تفسیر کے سابقہ حصوں میں صلہ رحمی کے بارہ میں تفصیل سے کلام کیا جا چکا ہے صلہ رحمی حقوق قرابت کے ادا کرنے کا نام ہے قطع رحمی کرے والے کتاب اللہ میں بدترین مجرم قرار دیئے گئے اور صلہ رحمی اور حقوق قرابت ادا کرنے والوں کو مغفیلین و فائزین میں شمار فرمایا گیا۔

لفظ رحم وضع لغت کے لحاظ سے ماں کے پیٹ میں بچہ کے مقام خنثی کو کہتے ہیں کیونکہ تمام رشتہوں اور قرابتوں کا اصل منشاء یہی ہے اس وجہ سے رحم قرابت کا نام ہوا۔ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا جو شخص صلہ رحمی کرے گا میں اسکو اپنے قریب کروں گا اور جو شخص قطع رحمی کرے گا میں اسکو اپنے سے قطع اور جدا کر دوں گا۔

اور یہ بھی ارشاد ہے کہ میں دھن درہم ہوں رحم اور قرابت (کو میں نے اپنے نام میں سے نکالا ہے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ آپ نے فرمایا قطع رحمی اور ظلم کے علاوہ کوئی گناہ ایسا نہیں ہے کہ اسکی آخرت کی سزا کے علاوہ دنیا میں بھی اسکی سزا بعد از جلد دیتا ہو سٹہ حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص یہ چاہتا ہو کہ اسکے رزق اور اسکی عمر میں برکت ہو تو اسکو چاہیئے کہ وہ صلہ رحمی کرے اور صلہ رحمی یہ نہیں ہے کہ اگر کوئی عزیز و قریب قرابت کا لحاظ کرتا ہے تو اسکے ساتھ ایسا ہی حق قرابت کی ادائیگی کا معاملہ کیا جائے گا بلکہ صلہ رحمی کی حقیقت وہ ہے جسکو فرمایا گیا ایس الواصل بالملکائی و لکن الواصل الذی اذا قطعت رحمہ وصلیہا یعنی صلہ رحمی کرنے والا وہ شخص نہیں جو مکافات اور بدلہ کا معاملہ کر رہا ہو حقیقت میں صلہ رحمی کرنے والا تو وہ شخص ہے کہ جب اسکے ساتھ قطع تعلیق اور حقوق قرابت کی پامالی کا معاملہ کیا جائے تو یہ صلہ رحمی کرے اور اپنے اور جو حق قرابت عائد ہے اسکو ادا کرتا رہے۔

ظاہر ہے کہ معاشرہ میں اگر یہ خوبی عملی طور پر پھیل جاتے کہ ہر شخص اپنے حقوق کی وصولی اور مطالبہ کے جذبات و جہد سے بے نیاز ہو کر صرف اسی فکر میں لگ جاتے کہ مجھ پر جو حقوق دوسروں کے عائد ہیں جس طرح ممکن ہو اور جو بھی کچھ ہو ادا کر دوں گا تو بلاشبہ یہ طرز زندگی انسانی حیات کو امینان و راحت اور سکون و عافیت کا گہوارہ بنا دے گا۔

عہدہ ابن کثیر - جامع ترمذی ابو داؤد - ۱۲

عہدہ ابن کثیر - ۱۲

أَمْ حَسِبَ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ أَنْ لَنْ يُخْرِجَ

کیا خیال رکھتے ہیں؟ جنکے دل میں روگ ہے کہ لڑنا نہ کھولے گا
اللَّهُ أَضْغَانُهُمْ ۝۲۹ وَلَوْ نَشَاءُ لَمَرَيْنٰكُمْ فَلَعَرَفْتَهُمْ بِسِيْمِهِمْ

ان کے خیوں کے پیر اور اگر ہم چاہیں تجھ کو دکھا دیں نکو، سو پہچان تو چکا ہے تو انکے چہرے

وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِي لَحْنِ الْقَوْلِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ أَعْمَالَكُمْ ۝۳۰

سے اور آگے پہچان لے گا بات کے ڈھب سے اور اللہ کو معلوم ہیں تمہارے کام

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتَّىٰ نَعْلَمَ الْمُجْهِدِينَ مِنْكُمْ وَالصَّابِرِينَ ۝۳۱

اور البتہ تم کو جانچیں گے تا معلوم کریں جو تم میں لڑائی والے ہیں اور ٹھہرنے والے

وَنَبْلُوَنَّكُمْ أَخْبَارَكُمْ ۝۳۲ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَنْ

اور تحقیق کریں تمہاری خبریں جو لوگ منکر ہوئے اور روکا اللہ

سَبِيلِ اللَّهِ وَشَاقُّوا الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ

کی راہ سے اور صلاف ہوئے رسول سے بچھے اسکے کہ کس چکی ان پر

الْهُدَىٰ لَنْ يُضِلُّوا وَاللَّهُ شَهِيدٌ ۝۳۳ وَسَيَحْبِطُ أَعْمَالَهُمْ ۝۳۴

راہ نہ بگاڑینگے اللہ کا کچھ اور وہ اکارت کر دینگا انکے بچے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ

اے ایمان والو! حکم پر چلو اللہ کے

وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَ

اور حکم پر چلو رسول کے اور

لَا تَبْطُلُوا أَعْمَالَكُمْ ۝۳۵

ضائع مت کر د اپنے بچے

تہدید و تحذیر باظہار مکر و تدبیر منافقین و دشمنان اسلام و مسالین

قال اللہ تعالیٰ اَمْ حَسِبَ الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ ... اِلٰی . وَلَا تُنٰظِرُوْا اَعْمَالَكُمْ .
 (ربط) گزشتہ آیات میں جہاد کے حکم پر منافقین کے نہ ہونے روئے اور طرز عمل کا ذکر تھا اس بات میں انکو مخاطب کرتے ہوئے تنبیہ کی جارہی ہے اور آگاہ کیا جا رہا ہے کہ اللہ رب العزت سے انکی کوئی بھی بات مخفی نہیں ہے لہذا جب چاہے انکے رزق ختم کر سکتا ہے انکے نام، انکی عداوت اور نشانوں کے دریغ سے بھی مسلمانوں کو آگاہ کر سکتا ہے کہ یہ لوگ منافق اور اسلام و مسلمانوں کے دشمن ہیں ساتھ ہی اہل ایمان کو اس پر متوجہ کیا جا رہا ہے کہ دشمنان اسلام کے اس رویہ اور طرز عمل سے بے گہرائی بلکہ اسکو ایک طرح سے جہاد کا حصہ سمجھتے ہوئے ہمت کے ساتھ مردانہ مقابلہ کریں اور صبر و استقامت اختیار کریں اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طاعت میں لگے رہیں اسی میں کامیابی ہے ارشاد فرمایا۔

کیا گمان کر لیا ہے ان لوگوں نے جنکے دلوں میں روگ ہے کہ اللہ ظاہر نہیں کرے گا انکے کئے اور دل میں چھپے ہوئے وہ جزا بت حدود و عقاب جو مسلمانوں کے خلاف انکے دلوں میں بھرے ہوئے ہیں انکو برسرِ یہ خیال نہ کرنا چاہیے بلکہ انکو یہ سمجھ لینا چاہیے کہ انکے یہ سارے مکار اور زہر بہت جلد طشت از بام کر دیئے جائیں گے اور استخوان و آتش کی ایسی بھٹی میں انکو ڈالے گا کہ کھر اور کھوٹا لگ ہو جائے گا اور اگر ہم چاہیں تو آپ کو دکھلا دیں وہ لوگ اور ان منافقین کو مام بنام آپ کے سامنے ظاہر کر دیا جائے لیکن حکمت فردوزی یہ نہیں کہ سب منافقوں کو با شفا صہم آپ کو دکھلا دیا جائے دیئے تو آپ انکو پہچان چکے ہیں انکے چہروں کی نشانوں سے اور آئندہ ہیما نہیں گئے انکی گفتگو کے انداز سے اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے تمہارے اعمال، انسانوں کی نظروں سے تمہارے اعمال چھپ سکتے ہیں مگر اللہ سے کسی کا کوئی عمل پوشیدہ نہیں خواہ کتنے ہی پردوں میں وہ کام کیا جاستے اور البتہ ہم تم کو آزمائیں گے یہاں تک کہ ہم معلوم کر لیں دیکھ لیں اور دنیا کی نظروں میں بھی یہ بات سے آئیں کہ کون لوگ تم میں جہاد کرنے والے ہیں اور تم میں سے کون صابر اور ثابت قدم رہنے والے ہیں اور خوب جانچ لیں، تم تمہاری خبریں تاکہ ہر ایک کے ایمان، انقیاد اور طاعت و فرمانبرداری کا حال عملی طور سے ظاہر ہو جائے۔

بے شک جو لوگ منکر ہیں اور انہوں نے اللہ کی راہ سے دوسروں کو بھی روکا اور مخالفت کی اللہ کے

مع لفظ ”ویسے تو“ فَلَعَزَّ فَتَهُمْ میں حرف ”و“ کا ترجمہ ہے فاجونکہ تعقیب کے لئے استمال کی جاتی ہے اور یہاں بھی جس معرفت کا ذکر ہو رہا ہے وہ ایسی معرفت اور پہچان ہے جو حاصل ہو چکی اس بنا پر ”ویسے تو“ کا عنوان محاورہ کی رو سے اختیار کیا۔

رسول کی ۔ بعد اسکے کظاہر ہو چکی ہدایت اور سیدھی راہ ان پر تو ایسے لوگ ہرگز اللہ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے اور ضائع کر دے گا اللہ انکے سب کام اور انکی وہ تمام تر کوششیں جو اللہ اور اسکے رسول کے مقابلہ میں اور اسلام کو نقصان پہنچانے کیسے کریں گے وہ سب کوششیں بے کار ہوں گی اور اس سلسلہ میں جو وہ نام و نمود کے طور پر کچھ بہتر کام کریں گے اللہ تعالیٰ اسکو بھی برباد کر دیگا اس لیے اسے ایمان والو! تم اللہ کی اہمیت کرو اور فرمانبرداری کرو اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اور اپنے اعمال باطل نہ کرو کسی قسم کی برباد اور باطنی کھوٹ کی وجہ سے ۔

نفاق کے آثار کا چہرہ اور لب و لہجہ سے نمایاں ہونا

منافقین کا ذکر کرتے ہوئے ن آیات میں یہ فرمایا گیا کہ اگر ہم چاہیں تو آپ کو انکے چہرے دکھا دیں اور معین الشیخا ص کے ساتھ انکے سامنے آپ کو کر دیں مگر یہ بات حکمت الہیہ کے خلاف ہے اس وجہ سے صرف اتنی ہی بات پر اکتفا کی جاتی ہے کہ آپ انکے باطنی نفاق کے آثار و نشانات انکے ظاہری اعمال اور احوال میں جانچیں چنانچہ جب بھی اس حیثیت سے دیکھا جائے گا تو وہ پہچان لیتے جاتیں گے اللہ رب العزت نے مومن کو نور فرماست عطا کیا ہے وہ لب و لہجہ اور طرز گفتگو سے پہچان لے گا محض و منافق کی بات اور عمل کا رنگ ڈھنگ مختلف ہوتا ہے بعض روایات سے ثابت ہے کہ حق تعالیٰ شانہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بعض منافقین کے نام سے آگاہ کر دیا تھا اور جس وقت آپ کو انکے ناموں سے آگاہ کیا گیا تو آپ نے انکو اسی وقت نام بام ابی فہل سے پکار کر اٹھا دیا بعض احادیث میں یہ آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عذیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کچھ منافقین کے نام بتا دیئے اور اسی وجہ سے بعض دفعہ کبار صحابہ ان سے راستہ میں جب کبھی ملتے تو قسم دے کر پوچھتے کہ تمہیں خدا کی قسم بتا دو کہیں ہمارا نام تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منافقین میں نہیں ذکر فرمایا ۔

معرض ابتداء میں تو شخصی طور پر منافقین کو ظاہر و معین نہیں کیا گیا تھا بلکہ یہی بتایا گیا تھا وَلَقَدْ فَتَنَّا فِي الْحَنِّ الْقَوْلِ لیکن تفسیر درنثور کی ایک روایت سے جو حضرت عبداللہ بن عباس سے مروی ہے معلوم ہوا کہ بعد میں کچھ منافقین کے نام اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بتا دیئے چنانچہ فرماتے ہیں ۔

تَمَّ وَلَ اللّٰهُ تَعَالٰی النَّبِیَّ صَلٰی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَمَ بَعْدَ عَلٰی الْمُنَافِقِیْنَ فَكَانَ مَدْعُوًا بِاسْمِ التَّوْحَلِّ مِنْ اَهْلِ النِّفَاقِ کہ بعد میں اللہ رب العزت نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب منافقین بتا دیئے تو آپ منافقین میں کسی کا نام لے کر بعنوان

منافق پکارا کرتے۔

اور تفسیر روح المعانی میں حضرت انسؓ سے بیان کیا گانَ عَلَیْہِ السَّلَامُ یَعْرِفُہُمْ بِسِمَائِہُمْ یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انکی نشانی سے انکو پہچان لیتے تھے یہاں اس آیت میں ایک پہچان تو سابق بتائی فَلَعَرَفْتَهُمْ بِسِمَائِہُمْ اور ایک معرفت و پہچان مستقبل کے بارہ میں فرمائی گئی فَلَعَرَفْتَهُمْ فِی الْحَنِّ الْقَوْلِ کہ سب دلجمہ سے پہچان لیں گے ان دونوں میں کوئی اختلاف نہیں سابق پہچان باطن کے نفاق کا اثر ظاہر میں محسوس ہونا ایک امر ظنی کے درجہ کی چیز ہے اور لحن القول ایک حسی مشاہدہ ہے۔

اور رہا حضرت عزیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نام بنام منافقین کا بتا دینا تو وہ اشخاص معینہ کی حیثیت سے تھا جنکو گویا بارگاہ رب العالمین سے ملے کر دیا گیا تھا کہ یہ منافق ہیں انکے علاوہ باقی منافقین کے بارہ میں یہ فریاد یا گیا کہ آپ انکو انکے لب و لہجہ سے پہچان لیں گے۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ

جو لوگ منکر ہوئے اور روکا اللہ کی راہ سے

اللَّهِ ثُمَّ مَاتُوا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ

پھر مر گئے اور وہ منکر ہی رہے تو ہر گز نہ بخشے گا

لَهُمْ ۖ فَلَا تَهْنُوا وَتَدْعُوا إِلَى السَّلَامِ ۚ وَأَنْتُمْ الْأَعْلَوْنَ ۚ

انکو اند سو تم بے نہ ہوتے جاؤ اور پکارنے لگو صلح اور تم ہی رہو گے اوپر

وَاللَّهُ مَعَكُمْ وَلَنْ يَتْرَكُمْ أَعْمَالُكُمْ ۚ إِنَّمَا الْحَيَاةُ

اور اللہ تمہارے ساتھ ہے اور نقصان دہ دیکھنا تمکو تمہارے کاموں میں یہ دنیا کا جینا تو

الدُّنْيَا لَعِبٌ وَلَهُوَ ۖ وَإِنْ تَوَمَّنُوا وَتَتَّقُوا يُؤْتِكُمْ

کھیل ہے اور تماشا اور اگر تم یقین لاؤ گے اور بچ چلو گے دے گا تمکو

أَجُورَكُمْ وَلَا يَسْأَلُكُمْ أَمْوَالُكُمْ ۚ إِنِ يَسْأَلْكُمْ

تمہارے تنگ، اور نہ مانگے گا تم سے مال تمہارے اگر مانگے تم سے وہ مال

فِيحِفِّكُمْ تَبَخَّلُوا وَيُخْرِجَ أَصْغَانَكُمْ ۝ هَآأَنْتُمْ هَؤُلَاءِ

پھر تنگ کرے۔ تو انہیں ہو جاؤ اور کھول دے تمہارے دل کی جھلیاں۔ سنئے ہو تم لوگ

تَدْعُونَ لِتَنْفِقُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ فَمِنْكُمْ مَنْ يَبْخُلُ

تم کو بلاستے ہیں کہ خرچ کر اللہ کی راہ میں پھر تم میں کوئی ہے کہ نہیں دیتا

وَمَنْ يَبْخُلْ فَإِنَّمَا يَبْخُلُ عَنْ نَفْسِهِ وَاللّٰهُ الْغَنِيُّ

اور جو کوئی نہ دے گا سوز دے گا آپ کو اور اللہ بے نیاز ہے

وَأَنْتُمْ الْفُقَرَاءُ وَإِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبَدِّلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ

اور تم محتاج اور اگر تم پھر جاؤ گے بدلے گا کوئی لوگ

ثُمَّ لَا يَكُونُوا أَمْثَالَكُمْ ۝

سو ا تمہارے پھر وہ نہ ہوں گے تمہاری طرح کے

بیان انجام کفر و عناد از اسلام و تلقین صبر و استقامت برائے مؤمنین

مع بشارت غلبہ کامیابی حق

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی رَبِّ الَّذِیْنَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللّٰهِ رَبِّیْ لَا يَكُونُوا أَمْثَالَكُمْ
(رابطہ) اس سے قبل بیان چل رہا تھا کہ منافقین کا لہو ق چھپا نہیں رہ سکتا اور انکی سازشیں بھی ٹھنی نہیں
رہ سکتیں لہذا اور ان منافقین کی سازشیں اور مکر و فریب سب کچھ طشت از بام کر دیا جائے گا اب ان آیات
میں منکر دل اور اسلام کے دشمنوں کا انجام بد بیان کیا جا رہا ہے کہ انکے واسطے دیبا میں بھی ہلاکت ہے اور آخرت
میں بھی عذاب اور اسی کے ساتھ مسلمانوں کو صبر و استقامت کی تلقین فرماتے ہوئے انکو غلبہ و کامیابی کی
بشارت سنائی جا رہی ہے اور یہ بتایا جا رہا ہے کہ مسلمان قوم کی فتح و نصرت کس نیا پر قائم ہے انکو
چاہیے کہ دنیا اور دنیا کی زیب و زینت اور دھوکہ میں نہ پڑیں، علامہ رحمۃ اللہ کے لئے جہاد میں مصروف
میں اور کسی قسم کی بھی جانی اور مالی قربانی سے کوئی دریغ نہ کریں جو کچھ وہ اللہ کی راہ میں خرچ کریں گے لوٹ کر

اس کا فائدہ تصور سے بھی بالا و برتر ان ہی کو پہنچے گا اور اگر مال و دولت کی محبت میں بخل کریں گے اسکے نقصانات انہی کو برداشت کرنے پڑیں گے۔

ارشاد فرمایا ہے شک جن لوگوں نے کفر کیا اور اللہ کے راستہ سے دوسروں کو روکا پھر وہ مر گئے اسی حالت پر کہ وہ کافر ہی رہے تو اللہ تعالیٰ انکو ہرگز نہیں بخشے گا ایسے کہ کفر و منکر کی اللہ کے یہاں کوئی معافی اور مغفرت نہیں۔ بالخصوص جب کہ یہ کافر بھی رہے اور دوسروں کو بھی ایمان لانے سے روکتے رہے۔

کافروں کو کہ اسلام کا دشمن ہے اور دشمن اپنی بر طاقت اور تدبیر روستے کا دلایا کرتا ہے غلبہ حاصل کرنے کیلئے تو یقیناً وہ مسلمانوں کو نقصان پہنچانے میں کوئی دقیقہ نہیں چھوڑیں گے تو مسلمانوں کو چاہیے کہ کفار کے مقابلہ میں سست کمزور اور کم ہمت نہ بنیں اس لئے اسے مسلمانوں! تم کمزور اور بوسے نہ بنو اور جنگ کی سختیوں سے گھبرا کر تم پکارنے لگو صلح کی طرف جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تم اپنی کمزوری کی وجہ سے انکے غلبہ اور تسلط کو مان لو گے اور پھر ایسی صورت میں نہ بھی تم کافروں سے جہاد کر سکو گے اور نہ کفر کی قوت و شوکت کو توڑ سکو گے اور جب کفر کی قوت و شوکت نہ توٹ سکے گی تو پھر ایمان و ہدایت عالم میں کس طرح پھیلے گی اور اعلیٰ کلمۃ اللہ اور غلبہ دین اسلام کیونکر ہو سکے گا۔

تو اے مسلمانو! تم ہرگز نہ گھبراؤ اور تم ہی غالب رہو گے اور اگر تم صبر و استقلال کے ساتھ احکام خداوندی پر ثابت قدم رہو تو اللہ تمہارے ساتھ ہے اور ہرگز بھی وہ پروردگار تمہارے کاموں میں کوئی نقصان نہ ہونے دے گا تم مطمئن رہو جب وہ تمہارے ساتھ ہے تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ تم مغلوب ہو جاؤ اور تمہاری کوششیں کامیاب نہ ہوں اس لئے گھبرا کر کافروں کیساتھ بغیر جہاد و قتال کے صلح کی طرف مائل نہ ہوں اگر کسی وقت اسلام کی مصمت اور مسلمانوں کی بھلائی مصالحت میں نظر آئی تو اس پر وحی الہی سے تم کو مطلع کر دیا جائے گا اور اس میں پھر مضائقہ نہ ہوگا جیسے کہ صلح حدیبیہ کا واقعہ پیش آیا اور اس پر مصالحت نہ ہونے کی صورت میں جو عظیم خطرات و نقصانات تھے ان سے اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو بچانے کے لئے صلح کر لینے کی اجازت دی جبکہ پہلے متعدد غزوات ہو چکے تھے اور کافروں کو مسلمانوں کی قوت و ہمت کا اندازہ ہو چکا تھا۔

رہا ہر مقابلہ اور جہاد کی صورت پیش آنے پر صلح کی پیش کش کرنا اور عملاً جہاد کی کوششوں سے گریز کرنا دنیوی جیانت کے مرغوب ہونے کے آثار میں سے معلوم ہوتا ہے تو اسکے لئے یہ بات ہر وقت قلب کی گہرائیوں میں رہی چاہیے بس دنیا کی زندگی یک کھیں اور تماشا ہے اور اگر تم یقین لاؤ گے اور تقویٰ اختیار کرو گے تو وہ پروردگار تمہارے اجر تم کو دے گا اور وہ نہیں مانگتا تمہارے

بمذہب استاذ محترم شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے فرائد میں تحریر فرماتے ہیں آیت
بانی مائیدہ لکھے صفحہ ۲۷

حال اپنے کسی فائدہ کے لیے بلکہ یہ جو کچھ نفاق فی سبیل اللہ کا حکم ہے اول تو ماں میں سے بہت ہی مہموں مقدار کا ہے یہ نہیں کہ سارا ماں تم سے طلب کیا جا رہا ہے اور پھر جو تھوڑا بہت مانگا جاتا ہے اس کے اجور اور بدلے دنیا اور آخرت میں تم ہی کو لوٹا دیئے جاتے ہیں۔

مگر وہ سوال کرتے ہیں کہ تمہارے سارے مال کا جو تم کو دے رکھا ہے جس کا اسکو حق ہے پھر تم کو تنگ کرے اور مجبور کیا جاتے کہ کل مال ہی دینا ضروری ہے تم نخل کرنے لگو گے اور اس صورت میں اللہ تعالیٰ تمہارے دل میں چھپی ہوئی چیزوں کو ظاہر کر دے مال کی محبت تنگ دلی اور نخل جو انسان کی فطری کمزوری سے اسکے اندر چھپا ہوا ہوتا ہے تو کل مال طلب کرنے میں بہت سے لوگوں کے یہ مخفی عیب ظاہر ہوتے صرف چند ہی بالکمال مردانِ خدا ایسے ہوتے جو اپنا سب کچھ سمیٹ کر لے آتے اور صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح کہہ دیتے جو کچھ تھا سب لے آیا اور گھر دانوں کے واسطے اللہ اور ایکے رسول کو چھوڑ آیا ہوں اسیلئے اللہ کا یہ کس قدر احسانِ عظیم ہے کہ اتفاق فی سبیل اللہ جو درحقیقت خود انسانوں کے واسطے باعثِ خیر و فلاح اور برکت ہے اس میں صرف تھوڑے سے مال کو طلب کرتا ہے اور اس صورت سے انکی کوتاہیوں اور عیوب کی پردہ پوشی فرمانے والا ہو خیر دار ہو جو تم ایسے ہو کہ تمکو جب دعوت دی جاتی ہے اس بات کے لئے کہ تم خرچ کر د اللہ کی راہ میں تو کچھ لوگ تم میں سے وہ ہوتے ہیں کہ جو نخل کستے ہیں اور یہ نہیں سمجھتے کہ جو شخص بھی نخل کرے گا وہ حقیقت میں اپنے ہی لئے نخل کر رہا ہے اسیلئے کہ اس نخل کا نقصان خود اسی کو پہنچے گا اور جو برکات و فوائد اتفاق فی سبیل اللہ پر مرتب ہوتے ان سے اپنے آپ ہی کو محروم کر دیے والا ہو گا اور اللہ تو بے نیاز ہے اسے کسی کی حاجت نہیں اور نہ کسی کے خرچ کا وہ محتاج ہے اور تم ہی تو محتاج ہو اللہ

بقیه حاشیه صفحہ گذشتہ

وَرَبُّنَا يُنْفِقُ الْوَسْعَ الْوَسْعَ مِنْ دُونِ مَا نَحْسَبُ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۚ

حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں: حق تعالیٰ نے ملک فتح کرا دیئے مسلمانوں کو ٹھوڑے ہی دن دینی گروہ سے پیسہ خرچ کرنا پڑا پھر جتنا خرچ کیا تھا اس سے سو گنا ہاتھ لگا سی مہذب سے قرآن کریم میں کئی جگہ فرمایا اللہ تعالیٰ کو قرض دینا انتہی کلام ہے۔

رب العزت کے حتیٰ کہ تم اپنے وجود اور بقا، حیات میں سہرا یا احتیاج ہو اور ایک لمحہ کے لیے بھی خدا سے مستغنی نہیں ہو سکتے۔

اور اگر تم روگردانی کرو گے تو اللہ ایک دوسری قوم کو تمہاری جگہ لے آئے گا اور وہ پھر تمہاری طرح نہ ہوں گے کہ احکام خداوندی کی فرمانبرداری میں پس و پیش کریں اور مال و دولت کی محبت میں انفاق فی سبیل اللہ کا فرض انجام دینے میں کوتاہی کریں خدا کا دین کسی جماعت پر موقوف نہیں کہ جس کو وہی دین خدا کی حفاظت امانت کر سکتے ہیں انکے سوا اور کوئی یہ کام انجام نہیں دے سکتا یہ خیال باطل ہے وہ اپنی حکمت سے جس قوم و ربط کو چاہے اقامت دین اور اعلا کلمۃ اللہ کے لیے منتخب کرے اللہ یُخْتِیْبُ إِلَیْهِ مَنْ یَشَاءُ وَ یَهْدِیْ مَنْ یَنْیْبُ ۝

منت منہ کہ خدمت سلطاں بھی کنی
منت شناس از دکہ بخد مت بدانت

امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے وجود بابرکت کے لیے قرآنی بشارت

وَ اِنْ مَسَّکُوْا کا خطاب در حقیقت ان قاصرین و ضعفاء کے لیے تشبیہ و تہمید ہے جو اپنی فطری کمزوریوں یا حالات اور دیگر مصاع کے پیش نظر جہاد فی سبیل اللہ اور علامۃ اللہ کا مقدس فرض ادا کرنے میں کسی قسم کی کوتاہی رہیں اور حُب مال کے باعث خدا کی راہ میں خرچ کرنے میں بخل کریں تو ان کو تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا جا رہا ہے کہ خدا کو تم جیسوں کی اعانت اور مدد کی ضرورت نہیں وہ بے نیاز ہے اور تم ہی سہرا یا محتاج ہو اگر تم اپنی اس روش سے باز نہ آؤ گے تو خداوندِ عام تم جیسے گروہ کی جگہ اور کوئی گروہ اور جماعت لے آئے گا اور پھر وہ اپنے جان و مال اور علمی و عملی تمام تر قوتوں اور صلاحیتوں سے اللہ کا دین قائم کرنے میں مصروف ہو جائیں گے وہ ہدایت فراخ دلی سے اللہ کے احکام کی تعمیل کریں گے اور بے دریغ اسکی راہ میں خرچ کریں گے۔

حدیث میں ہے کہ اس آیت کو سن کر بعض صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ دوسری قوم کون سی ہے جس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے آپؐ نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ہاتھ رکھ کر فرمایا ”اسکی قوم“ اور فرمایا خدا کی قسم ایمان اگر تریا پر جلیہ پہنچے تو فارس کے لوگ اسکو وہاں سے بھی اتار لائیں گے۔“ الحمد للہ کہ حضرت صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے اس بے مثال ریشار اور جو شیں یمانی کا ثبوت دبا کر ان کی جگہ دوسری قوم کو لانے کی نوبت نہ آئی تاہم فارس والوں نے اسلام میں داخل ہو کر علم اور ایمان کا وہ شاندار مظاہرہ کیا اور علمی و دینی ایسی زبردست خدمات انجام دیں جنہیں دیکھ کر ہر شخص کو ناچار یہ اقرار کرنا

۱۴۔ ایک اور روایت ہے کہ انکی زبان پر ہاتھ مار کر فرمایا ۱۴

پڑتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹن گوئی کے موافق یہی قوم تھی جو بوقت ضرورت عرب کی جنگ پڑ کر سکتی تھی

ہزار با عمیار وائے سے قطع نظر کر کے ہمارا امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا وجود ہی اس پیش گوئی کے صدق پر کافی شہادت ہے بلکہ اس بشارت عظمیٰ کے کامل اور اولین مصداق امام صاحب ہی ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاه۔

شیخ جلال الدین سیوطیؒ نے مناقب ابو حنیفہؒ پر جو کتاب لکھی اس میں فرمایا ہے کہ اس سے مراد ابو حنیفہؒ اور ان کے اصحاب ہیں کیونکہ آہستہ آہستہ فارس میں کوئی جماعت علم کے اس مرتبہ پر نہیں پہنچ سکی جس پر امام ابو حنیفہؒ اور ان کے اصحاب پہنچے اور یہ حقیقت کہ فقہ حنفی پر نظر کرنے والا شخص یہ اعتراف کرنے پر مجبور ہو گا کہ واقعی حضرت امام ابو حنیفہؒ متل فقیہ اور استنباط احکام میں آسمان کے تارے توڑ کر لائے ہیں۔

الحمد لله ثم تفسير سورة محمد مصاح يوم الجمعة ٥ ربيع الاول
١٤٣٣ هـ في ليلة الحمد والمسلمة

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا

تفسير سورة الفتح

سورة الفتح کا مقام نزول

سورة فتح مدنی سورت ہے جسکی انتیس آیات اور چار رکوع ہیں
عبداللہ بن زبیر اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے اگرچہ یہ نقل کیا گیا کہ وہ اس بات کے قائل تھے کہ یہ سورت مدینہ منورہ میں نازل ہوئی لیکن تاریخی روایات و احادیث کثرت سے اسکی تصریح کر رہی ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ذی قعدہ سنہ ہجری میں مدینہ کے مقام سے واپس ہوئے تو یہ دور ان سفر نازل ہوئی خاص مدینہ میں نزول نہیں ہوا یہی روایت صحیح ہے امام بخاریؒ نے اپنی تاریخ میں یہی بیان کیا۔ ابن ابی شیبہؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کی یہی رائے ہے ائمہ محدثین کی ایک جماعت مثلاً ابو داؤد نسائی نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ہم لوگ جب

ذی لقمہ شد بجزی میں حدیبیہ سے واپس ہو رہے تھے قریش مکہ سے مصالحت و معاہدہ کرنے کے بعد تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر آثارِ وحی شروع ہوئے آپ نے فرمایا اللہ رب العزت نے آج کی رات مجھ پر ایک سورت نازل فرمائی ہے جو مجھے دنیا و مافیہا سے زیادہ محبوب ہے اور وہ سورۃ اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا جو امام احمد بروایت مجمع بن جابر بیان کرتے ہیں کہ حدیبیہ سے واپسی کے وقت یہ سورت مقام کراع الغمیم کے نزدیک نازل ہوئی جسکو آپ نے اپنی ناقہ پر سوار چلتے چلتے صحابہ کو تلاوت کر کے سنایا طبقات ابن سعد میں مقام نزول ضحجان پہاڑ بتایا ہے جو مکہ مکرمہ کے قریب پہاڑ کا نام ہے بہر کیف ان جملہ نقول اور روایات سے یہی ثابت ہے کہ سورۃ فتح حدیبیہ سے واپسی پر دورانِ سفر نازل ہوئی ہے مگر چونکہ جہور مفسرین کے نزدیک سورتوں اور آیتوں کے مکی اور مدنی ہونے کا یہی ضابطہ ٹھہرا ہے کہ قبل از ہجرت جو آیات و سورتیں اتریں وہ مکیہ ہیں اور جو بعد ہجرت کے نازل ہوئیں وہ مدنیہ ہیں خواہ وہ کسی جگہ بھی اتریں ہوں حتیٰ کہ حجۃ الوداع میں عرفات میں نازل ہونے والی آیت بھی مدنیہ ہوگی۔

گذشتہ سورۃ محمد کا مضمون کافروں اور دشمنانِ اسلام سے مقابلہ اور جہاد کا تھا جس میں منافقین کی سازشوں اور اسلام کے خلاف انکے مکر و فریب اور انکی ذلت و ناکامی کا بیان تھا تو اب اسکے بالمقابل اس سورت فتح میں مسلمانوں کے غلبہ اور کامیابی کا ذکر اور فتح مبین کی بشارت ہے اور اہل ایمان و اخلاص کے اوصاف اور نشانوں کو بیان کیا جا رہا ہے اور اخیر میں جو طبقہ اسلام کا دعویٰ کرنے کے بعد اعلانِ کلمۃ اللہ کے لئے قدم نہیں اٹھاتا جہاد کا عزم اور ہمت نہیں کرتا تو انکو دھمکی دی گئی تھی وَ اِنْ تَسْتَوِلُوْا يَسْتَبْدِلْ فَوْقَكُمْ غَيْرُوْكُمْ۔ تو اب اس سورت میں ان تمام احوال اور اوصاف کے متبادل چیز سامنے رکھ دی گئی اگرچہ مغلوبی ہے خدا اس کو فتح و کامیابی سے بدل رہا ہے اگر ایک قوم ضعیف ایمان یا نفاق کی وجہ سے اللہ رب العزت کے دین کی حفاظت نہیں کر سکی تو کوئی حرج نہیں خدا نے ان کے بدلے ایسے مخلصین و مؤمنین اور جانشینوں کا گروہ پیدا فرما دیا ہے کہ انکے ایمان و اخلاص اور تقویٰ کی برکتوں سے فتوحات اور فتحی تسلیے شانز کی عنایات سمائلوں کا دروازہ کھٹکھٹا رہی تھیں اور یہی واقعہ فتح عظیم کا ذریعہ اور شاعتِ اسلام کا وسیلہ بنا اور اس فتح کے ذریعہ سے قوم منافقین کے بدلہ اللہ تعالیٰ نے مخلصین و مؤمنین کی جماعت عطا فرمائی اور مکہ دار الکفر سے دارالایمان ہو گئی تو ان وجوہ سے سورۃ فتح کے مضمون یَسْتَبْدِلْ فَوْقَكُمْ غَيْرُوْكُمْ کی بشارت اور اعلان کی پوری پوری تصویر ہے ایک حدیث میں ہے کہ جب جبریل امینؑ یہ سورت لے کر اترے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مبارک باد دی جبریل کے پیغامِ تہنیت پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو مبارک باد دی اور یہ بشارت سنائی طبقات ابن سعد بحوالہ تفسیر روح المعانی جلد ۲۶، ایک روایت میں ہے کہ جو شخص یہ سورت رمضان المبارک کی پہلی رات میں پڑھے گا تو تمام سال خیر و برکت اور عافیت اسکے واسطے قائم رہے گی۔

مقاصد سورۃ الفتح

سورۃ فتح اپنے نام اور اپنے آغاز عنوان سے ہی فتح مبین کا پیغام ہے اور تہنیت ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام اور تمام اہل ایمان کے لئے اس سورۃ مبارکہ کے اہم مقاصد میں سے اس معاہدہ کا ذکر ہے جو صلح حدیبیہ کے عنوان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور کفار قریش کے درمیان طے پایا۔ یہی معاہدہ اسلام کی اشاعت و تبلیغ اور دین کی برتری اور غلبہ کا سبب بنا اور مسلمانوں کو اللہ رب العزت نے فتح مکہ کی نصرت سے نوازا جس پر *يَكُنْ تُحْمَدُونَ بِحَيِّ جَيْشِ اللَّهِ أَحْوَاحًا* کی بشارت مکمل ہوئی نیز اس سورت میں یہ بھی بتایا گیا کہ ایمان و تقویٰ تو مسلمانوں کو کس طرح اعلا رکھتے اللہ کے لئے جہاد پر آمادہ کرتا ہے اور مومنین کس حاشاری کے جذبے اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں۔

نیز بیعتہ الرضوان جیسے عظیم واقعہ کا ذکر ہے جس میں یہ ظاہر کیا گیا کہ حضرات صحابہ جو خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عہد کرنے والے ہیں ان کا کبسا عظیم مقام ہے کہ خدا تعالیٰ سے ان کو اپنی رضائے کی بشارت دینا ہی میں سنائی اسی کے ساتھ اس سورت کے مقاصد میں یہ بھی ہے کہ جہاد سے پہلو تہی کرنا اور لغو و مہمل اعذار پیش کر کے خود گھروں میں بیٹھ رہنا درحقیقت خود اپنے آپ کو ہلاکت اور دلت میں ڈالنا ہے۔

اہل ایمان کے انقیاد و اطاعت کا ذکر ہے حضرات صحابہ کو فضائل و کمالات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور مشرف صحبت کی برکت سے حاصل ہوتے اور یہ کہ دراصل وہی کمالات انسانی عظمتوں کے حامل ہیں تو یہ سورت مبارکہ ان بنیادی مقاصد پر مشتمل ہے۔

اہل حدیبیہ اور حضرات صحابہ کرام کے جو فضائل بیان فرمائے گئے ظاہر ہے کہ ان میں خلفائے راشدین بدرجہ اتم شامل ہیں بہر کیف اس سورت میں زیادہ تر مقصود دو چیزوں کو بیان کرنا ہے ایک یہ کہ جو صحابہ کرام اس سفر میں آپ کے ہمراہ تھے انکی جانشاری کی قدر افزائی کی جائے اور مغلوبانہ صلح کی وجہ سے جو انکے دل زخمی ہو رہے تھے ان پر صبر ہم رکھا جائے اسی وجہ سے خاص طور پر اہل حدیبیہ ہی کو مخاطب بنایا گیا اور ان ہی کو بشارتیں سنائی گئیں۔

دوسرا مقصود یہ ہے کہ جن اعراب نے اس سفر میں آپ کی معیت اور سرافقت سے پہلو تہی کی تھی انکو تنبیہ و تہدید کی جائے۔

مقصود اول یعنی اصحاب حدیبیہ کی قدر افزائی کے لئے طرح طرح کے عنون اختیار فرمائے کہیں ان سے فتح و نصرت کے وعدے فرمائے اور کہیں بیعت کے فضائل بیان کئے اور اپنی خوشنودی کی بشارت سنائی کہیں انکے اخلاص کی شہادت دی کہیں انکو غیبتوں کا مژدہ سنایا اور خیمہ کی غیبتوں

کو انکے واسطے مختص کر دیا اور کہیں انکو نزول سکینہ سے سرفراز فرمایا۔ اس سورت میں تین جگہ نزول سکینہ کا ذکر فرمایا اور سکینہ بقول امام شافعیؒ اصمیان و سکون قلب کا نام ہے جو ایمان کی آخری منزل ہے جس کے بعد استقلال و استقامت کے خلاف کوئی فتنہ صادر نہیں ہو سکتا اور یہ سکینت وہ نعمت ہے جو پیغمبر اللہ خدا اور خاصانِ خدا پر نازل ہوتی ہے کہیں یہ فرمایا کہ وصف تقویٰ کو اصحابِ حدیبیہ کیلئے لازم کر دیا جیسے کہ ارشاد ہے **وَلَوْ أَنَّهُمْ كَلِمَةً التَّقْوَىٰ** اور لازم اسی چیز کو کہا جاتا ہے جس کا مزدوم سے جُدا ہونا محال ہو تو معلوم ہوا کہ ان حضرات سے وصف تقویٰ کا جُدا ہونا محال ہے پھر یہ فرمایا کہ **وَكَاثِبُوا أَحَقَّ بِهَا وَأَعْلَىٰ** مزید کرام و اعزاز ہے کہ یہ حضرات ہی درحقیقت اسکے مستحق تھے اور اس پر **وَكَاثِبُوا أَحَقَّ بِهَا وَأَعْلَىٰ** شکی نہ ہو کیونکہ فرمایا کہ لگا دی کہ جیسے اللہ ہی کو علم ہے کہ اسکی رسالت کے لائق کون ہے اسی طرح اللہ ہی کو معلوم ہے کہ کون لوگ ان بشارتوں کے مستحق اور لائق ہیں۔

حضرت والد صاحب قدس اللہ سرہ سے میں نے ان آیات کی تفسیر میں یہ فرماتے ہوئے سنا کہ حضراتِ شیعہ بتلاتے ہیں کہ جب خدا ان سے راضی ہو گیا اور صفت تقویٰ کو انکے واسطے لازم کر دیا تو اب عصمت میں کیا کسر باقی رہ گئی شیعوں کو اگر ایسی کوئی آیت اپنے ائمہ کے متعلق مل جاتی تو نہ معلوم کیا کچھ کرتے آسمان و زمین سر ہراٹھا لیتے۔

مقصود دوم یعنی ساتھ نہ جانے والے اعراب و منافقین کی تہدید و تنبیہ! تو وہ بھی اس سورت میں بحد کمال فرما دی گئی۔ حتیٰ کہ ان کے دل میں چھپے ہوئے خیالات اور بہودہ آرزوؤں اور باطل منصوبوں کو ظاہر کر کے ان کو قیامت تک کے واسطے تمام عالم میں شرمندہ کیا اور جبر کی غمتوں سے محروم کر دیئے گئے۔

واقعہ حدیبیہ اور فتح مبین

عمرہ حدیبیہ اور واقعہ اعدیبیہ کے نام سے یہ قصہ معروف ہے جس کی تفصیل احادیث میں ہے سورۃ فتح دراصل عمرہ حدیبیہ کے ضمن میں پیش آنے والے واقعہ صلح اور معاہدہ کے سرار اور حکمتوں پر مشتمل ہے کہ اللہ رب العزت نے اس معاہدہ میں کیا انعامات فرمائے اور اپنی قدرت و حکمت سے اس معاہدہ کو فتح مبین بنایا۔

واقعہ حدیبیہ متعدد واقعات کا مجموعہ ہے جمہور مفسرین کی راستے یہی ہے کہ **إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا** میں صلح حدیبیہ کا واقعہ بیان فرمایا گیا ہے کیونکہ فتح کا مفہوم کسی بند چیز کو کھول دینا ہے تو صلح حدیبیہ کے ذریعہ اسلام کی ترقی اور فتوحات کے لیے جو دروازے بند تھے وہ کھل گئے اس بنا پر یہ صلح ہی اللہ کے کلام میں فتح مبین کے عنوان سے تعبیر کی گئی حتیٰ کہ بعض صحابہ تو فتح مکہ

کی بجائے صلح حدیبیہ ہی کو فتح تبیین کا مصداق کہا کرتے تھے جیسے کہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرمایا اے لوگو! تم تو فتح، فتح مکہ کو شمار کرتے ہو اور ہم تو صلح حدیبیہ کو ہی فتح سمجھتے ہیں اسی طرح حضرت جابرؓ اور برہہ بن عازبؓ بھی کہا کرتے تھے اور حضرت رابر بن عازبؓ یہ بھی فرماتے تھے ہم تو بیتہ الرضوان کو فتح سمجھتے ہیں۔

واقعہ حدیبیہ احادیث میں جس طرح ذکر فرمایا گیا اس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سترہ ہجری کی ابتداء میں خواب دیکھا کہ آپؐ صحابہؓ کے ہمراہ مکہ مکرمہ میں امن و امان کے ساتھ داخل ہو رہے ہیں اور آپؐ نے عمرہ کیا کچھ نے حلق کیا اور کچھ نے سر کے بال کم کرائے آپؐ نے یہ خواب صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے بیان کیا آپؐ نے اس خواب کو بیان فرماتے ہوئے کوئی مدت متعین نہیں فرماتی تھی کون سے سال کے بارہ میں دیکھتے کہ عمرہ کر کے واپس ہو رہے ہیں مگر شدت شوق میں یہی خیال کیا کہ اسی سال عمرہ اور حرم مکہ میں داخل ہونا نصیب ہو گا اور آپؐ نے بھی یہی قصد فرمایا کہ عمرہ کے لئے روانگی ہو جائے تو چودہ سو یا پندرہ سو صحابہؓ کی جماعت لے کر آپؐ ذی قعدہ سترہ ہجری میں مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہو گئے اور ہدی (قربانی کا جانور) بھی آپؐ نے ساتھ لے لیا جو حرم میں ذبح کیا جائے قریش مکہ کو جب یہ خبر پہنچی تو انہوں نے اہل مکہ کو جمع کیا اور یہ طے کیا کہ کسی طرح بھی آپؐ کو مکہ مکرمہ میں داخل نہ ہونے دیا جائے حالانکہ خود قریش کے لوگ حرم بیت اللہ کا بہت احترام کرتے تھے اور یہ جائز نہیں سمجھتے تھے کہ کسی کو بھی بیت اللہ کے طواف اور عمرہ سے روکا جائے حتیٰ کہ دشمن کو بھی نہ روکتے تھے مقام حدیبیہ پہنچ کر آپؐ کی ناقہ بیٹھنے لگی لوگ اسکو چوکا مارتے اور کوشش کرتے کہ یہ اٹھ کر چلنے لگے مگر وہ اٹھنے کا نام ہی نہ لیتی آپؐ نے فرمایا حبسھا حبس العبل کہ اس اونٹنی کو اسی ذات نے روک دیا ہے جو اچھوں کو روکنے والا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے نکوینی حکم سے یہ ناقہ رکی ہے اور آپؐ نے اس سلسلہ میں ارشاد فرماتے ہوئے یہ بھی فرمایا خدا کی قسم اہل مکہ مجھ سے جس بات کا بھی مطالبہ کریں گے جس میں حرمت اللہ کی تعظیم قائم رہے اور شاعر اللہ کی بے حرستی نہ ہو تو میں ضرور اسکو منظور کر لوں گا کیونکہ آپؐ سمجھتے تھے کہ اس سرملہ پر ضرور اہل مکہ کچھ نہ کچھ بائیں اپنی سوائیں گے اور دباؤ بھی ڈالیں گے الغرض آپؐ نے وہیں قیام فرمایا اسی کو آج کل ”شعبہ“ کہتے ہیں آپؐ نے اہل مکہ کی طرف قاصد روانہ فرمایا کہم لوگ لڑنے کے ارادہ سے نہیں آتے ہم تو صرف عمرہ کا غرض سے آئے ہیں ہم کو مکہ میں آنے دو ہم عمرہ کر کے واپس چلے جائیں گے قریش مکہ نے اس کا کوئی جواب نہ دیا انتظار کے بعد آپؐ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہی پیغام دیکر بھیجا اور ساتھ

سی ان مظلوم اور مغلوب مسلمان عورتوں اور مردوں کو جو کفار مکہ کی قدمد میں تھے یہ بشارت بھی بھیجی کہ عنقریب اللہ کے فضل سے اسلام کا غلبہ ہو گا اور مکہ میں کامیابی اور غلبہ کے ساتھ اسلام داخل ہو گا۔

حضرت عثمانؓ کی واپسی میں دیر ہوئی کفار مکہ نے انکو روک لیا ادھر یہ خبر مشہور ہو گئی کہ حضرت عثمانؓ تنہا کر دیتے گئے اس وقت آپؓ کو یہ خیال ہوا کہ شاید اب لڑائی اور مقابلہ کی فوجیت آئے گی تو آپؓ نے ایک درخت کے نیچے کھڑے ہو کر حضرات صحابہؓ کو بیعت کی دعوت دی کہ آپؓ کے دست مبارک پر جہاد کی بیعت کریں۔

قریش مکہ کو جب معلوم ہوا تو حضرت عثمانؓ کو واپس بھیج دیا اور کچھ روز ساء مکہ کا وفد آپؓ کے پاس صلح کی غرض سے آیا اور گفتگو کے بعد صلح نامہ تحریر کر کے اس پر طوفین کے دستخطوں کا معاملہ طے پایا شرائط صلح کے بارہ میں باہم بحث و تمحیص بھی ہوئی اور بعض شرائط صلح میں مسلمانوں کو اپنی مغلوبی اور پستی کا احساس ہو کر جو شش اور دلولہ بھی آ رہا تھا۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بوجی الہی حضرات صحابہؓ کو تسلی دی اور فرمایا کہ کوئی حرج نہیں ان باتوں کو مان لو آپؓ کے فرمانے پر مسلمانوں نے صبر و ضبط سے کام لیتے ہوئے وہ شرائط صلح مان لیں اور صلح نامہ تیار ہو گیا کفار کی طرف سے شرائط صلح میں سے ایک سہ تھی کہ آپؓ اس سال واپس چلے جائیں اور آئندہ سال غیر صلح حالت میں اگر عمرہ کریں اور قریقین دس سال تک ایک دوسرے پر کسی قسم کا حملہ اور جنگی اقدام نہ کریں گے اور اس مدت میں اگر کوئی مرد اہل مکہ میں سے آپؓ کے پاس مدینہ چلا جائے خواہ وہ مرد مسلمان ہی ہو تو آپؓ اسکو واپس کرنے پر مجبور ہوں گے اور اگر کوئی آپؓ کو گوں میں سے مکہ واپس آجائے گا تو ہم اسکو واپس نہ کریں گے اس آخری شرط پر صحابہؓ کو کافی تشویش تھی اور فاروق اعظمؓ بار بار یہ کہتے تھے کہ یا رسول اللہ ہم یہ ذلت اسلام میں کیوں قبول کریں مگر مصلحت آپؓ نے فرمایا نہیں اس میں بھی کوئی مصلافقہ نہیں اسکو بھی مان و۔ اور نہایت ہی حکیمانہ کلمہ ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی بد نصیب ہمارے میں سے دار الکفر آنا چاہتا ہے تو اسنے دو ایسے کہیں کیا ضرورت جبکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے بعید کرنے کا ارادہ کیا ہو یعنی جو مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں میں جانا چاہتا ہے تو جانے دو ایسے بد سخت کی ہیں کیا پرواہ ہے اور اگر کوئی مسلمان کفار کی قید و بند میں ہو گا اللہ تعالیٰ خود ہی اس کے واسطے راستہ خلاصی کا پیدا فرما دے گا۔

یہ حکیمانہ بات سن کر صحابہؓ کے دل مطمئن ہو گئے صلح کا تمام معاملہ طے ہو گیا دستخط ہو گئے اور آپؓ نے حدیبیہ ہی میں (کیونکہ وہ حصہ حدود حرم میں داخل تھا) ہدی کا جانور ذبح کیا اور احرام کھول دیا ورمذہ کی طرف روانہ ہو گئے اور راستہ ہی میں مقام کراع الغمیم یا ضحنان پر یہ سورت فتح نازل ہوئی

اس کے بعد آپؐ نے شہر بھری کے اداآئل میں خیر فتح کیا جو مدینہ منورہ کے شمال کی جانب واقع ہے یہود کا بڑا عظیم مرکز تھا خیر بر محمدؐ میں صرف وہی چودہ گویا پندرہ سو صحابہ تھے جو حدیبیہ کی بیعت الرضوان میں آپؐ کے دست مبارک پر بیعت کر چکے تھے پھر حسب معاہدہ شہر بھری ذی قعدہ عمرہ القضاء کے لئے تشریف لے گئے اور امن وامان کے ساتھ عمرہ ادا فرمایا عہد نامہ میں دس سال تک باہم ٹرائیوں کا سلسلہ بند کر دینے کا معاہدہ تھا لیکن قریش مکہ نے اس شرط کی خلاف ورزی کرتے ہوئے غرض عہد کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شہر بھری میں مکہ مکرمہ کی طرف فوج کشی فرمائی اور رمضان المبارک میں اسس کو فتح فرمایا تو حق تعالیٰ شانہ نے حدیبیہ میں جو بشارت فتح نازل فرمائی تھی وہ پوری ہو گئی

تفصیلات کتب سیرت سے ملاحظہ فرمائیں

معاہدہ حدیبیہ اسلام کی عزت و سربلندی اور فتح عظیم!

معاہدوں کی نزاکت بڑی ہی اہم ہوتی ہے۔ قوموں کے درمیان معاہدوں میں بسا اوقات طبعی جذبات اور قومی عظمت و وقار کا مسئلہ بڑی ہی رکاوٹوں کا باعث ہو جاتا ہے اور پھر یہ معاہدے صرف کسی موجودہ معاملہ اور وقتی مسئلہ کو حل کرنے کے واسطے نہیں ہوا کرتے بلکہ ایک طویل مستقبل کے مقصد اور نیشیب و فراز اور عواقب و نتائج پر نظر رکھتے ہوئے یہ دیکھنا پڑتا ہے کہ پائیدار عظمت و عزت اور اصل مقصد کی کامیابی کس صورت میں ہے اگر وقتی طور پر کوئی بات ظاہری مغلوبی اور ہستی کی ایسی مان لیجائے جس میں آئندہ کی عظمتیں اور غلبہ و کامیابی مضمر ہو تو بعینہٗ عزت کا تقاضہ یہی ہے کہ وقتی عزت و سربلندی یا اپنی بات رہ جانے کے مسئلہ کو بالائے طاق رکھ کر حقیقی عزت اور غلبہ کی جانب کو ترجیح دی جائے معاہدہ حدیبیہ میں آنحضرت کی معجزانہ تدبیر بے بناہ بعینہٗ عزت و عواقب پر صحیح نظر اور سیکے واسطے بہترین فیصلہ پھر یہ کہ طبعی جذبات پر قابو رکھنا صبر و استقامت جیسے اوصاف واضح طور پر نمایاں ہیں۔

شیخ الاسلام استاذ محترم حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ اسے فوائد میں تحریر فرماتے ہیں ان ہی کے کلمات میں ملاحظہ فرمائیے۔

”حدیبیہ“ کی صلح بظاہر ذلت و مغلوبی کی صلح نظر آتی ہے اور شرائط صلح بڑھ کر مادی النظر میں یہی محسوس ہوتا ہے کہ تمام جھگڑوں کا فیصلہ کفار قریش کے حق میں ہوا چنانچہ حضرت عمرؓ اور دوسرے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی صلح کی ظاہری صلح دیکھ کر سخت محزون و مضطرب تھے وہ خیال کرتے تھے کہ اسلام کے چودہ پندرہ سو مرد دشمن سپاہیوں کے سامنے قریش اور ان کے طرفداروں

کی جمعیت کیا چیز ہے کیوں تمام نزاعات کا فیصلہ تلوار سے نہیں کر دیا جاتا مگر رسول اللہ معلم کی انکھیں ان احوال و نتائج کو دیکھ رہی تھیں جو دوسروں کی نگاہوں سے اوجھل تھے اور اللہ نے آپؐ کا سینہ سخت سے سخت ناخوشگوار واقعات پر تحمل کرنے کے لئے کھول دیا تھا آپؐ بے مثال استغفار اور توکل و تحمل کے ساتھ انکی ہر شرط قبول فرماتے رہے اور اپنے اصحاب کو اللہ و رسولؐ کے لئے ہر شے تسلیم دیتے رہے یعنی اللہ اور اسکا رسول زیادہ جانتا ہے تا آنکہ یہ سورت نازل ہوئی اور خداوند قدوس نے اس صلح اور فیصلہ کا نام فتح مبین رکھا لوگ اس پر بھی تعجب کرتے تھے کہ یا رسول اللہ کیا یہ فتح ہے فرمایا ہاں یہ بہت بڑی فتح ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ صحابہ کی بیعت ہمدان اور معمولی چھیڑ چھاڑ کے بعد کفار معاندین کا مرحوب ہو کر صلح کی طرف جھکنا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا باوجود جنگ اور انتقام پر کافی قدرت رکھنے کے ہر موقعہ پر اغماض اور عفو و درگزر سے کام لینا اور محقق عظیم بیت اللہ کی خاطر انکے یہودہ مطالبات پر قسطنطینہ و افرختہ نہ ہونا یہ واقعات ایک طرف اللہ کی خصوصی مدد و رحمت کے متجلیات کا ذریعہ بننے تھے اور دوسری جانب دشمنوں کے قلوب پر اسلام کی اخلاقی اور روحانی طاقت اور پیغمبر علیہ السلام کی شان و غمیری کا رستہ بٹھلا رہے تھے گو عہد نامہ لکھتے وقت ظاہر بینوں کو کفار کی جیت نظر آتی تھی لیکن ٹھنڈے دل سے فرصت میں بیٹھ کر غور کرنے والے خوب سمجھتے تھے کہ فی الحقیقت تمام تر فیصلہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں ہو رہا ہے اللہ تعالیٰ نے اس کا نام فتح مبین رکھ کر متنبہ کر دیا کہ یہ صلح اس وقت بھی فتح ہے اور آئندہ کے لئے بھی آپ کے حق میں ہے شمار فتوحات ظاہری و باطنی کا دروازہ کھولتی ہے اس صلح کے بعد کافروں اور مسلمانوں کو باہم اختلاف اور بے تکلف ملنے جلنے کا موقعہ ہاتھ آیا کفار مسلمانوں کی زبان سے اسلام کی باتیں سننے اور ان مقدس مسلمانوں کے احوال و اطوار کو دیکھتے تو خود بخود ایک کشش اسلام کی طرف ہوتی تھی نتیجہ یہ ہو کہ صلح حدیبیہ سے فتح مکہ تک یعنی تقریباً دو سال کی مدت میں اتنی کثرت سے لوگ مشرف بہ اسلام ہوئے کہ کبھی اس قدر نہ ہوئے تھے خالد بن ولیدؓ اور عمر بن العاصؓ جیسے نامور صحابہ اسی دوران میں اسلام کے حلقہ ہجو گزشتہ بنے یہ جہول کو نہیں دلوں کو فتح کر لینا اسی صلح حدیبیہ کی اعظم ترین برکت تھی اب جماعت اسلام چاروں طرف اس قدر پھیل گئی اور اتنی بڑھ گئی تھی کہ مکہ معظمہ کو فتح کر کے ہمیشہ کے لئے شرک کی گندگی سے پاک کر دینا بالکل سہل ہو گیا حدیبیہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ صرف ڈیڑھ ہزار جانثار تھے لیکن دو برس کے بعد مکہ معظمہ کی فتح عظیم کے وقت دس ہزار کا لشکر جزا آپ کے ہمرکاب تھا۔

یہ تو یہ ہے کہ نہ صرف فتح مکہ اور فتح خیبر بلکہ آئندہ کی کل فتوحات اسلام کیلئے صلح حدیبیہ بطور اساس و بنیاد اور ذریعہ دیباچہ کے تھی اور اس تحمل و توکل اور تعلیم حرمانت اللہ کی بدولت جو صلح کے سلسلے میں ظاہر ہوتی جن علوم و معارف قدسیہ اور باطنی مقامات و مراتب کا فتح

باب ہوا ہو گا اس کا اندازہ تو کون کر سکتا ہے ہاں تھوڑا سا اجماع اشارہ حق تعالیٰ نے ان آیتوں میں فرمایا ہے یعنی جس طرح سلاطین دنیا کسی بہت بڑے فاتح جنرل کو خصوصی اعزاز و اکرام سے نوازتے ہیں خداوند قدوس نے اس فتح مبین کے صلہ میں آپ کو چار چیزوں سے سرفراز فرمایا جن میں پہلی چیز غفران الذنوب ہے۔ (بیشمارے ہمیشہ تک کی سب کوتاہیاں جو آپ کے مرتبہ رفیع کے اعتبار سے کوتاہی سمجھی جائیں بالکلیہ معاف ہیں۔ یہ بات اللہ تعالیٰ نے کسی در بندہ کے لیے نہیں فرمائی مگر حدیث میں آیا ہے کہ اس آیت کے نزول کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس در عبادت اور محنت کرتے تھے کہ راتوں کو کھڑے کھڑے پاؤں سوختے تھے اور لوگوں کو دیکھ کر رحم آتا تھا۔ صحابہ عرض کرتے یا رسول اللہ! آپ اس قدر محنت کیوں کرتے ہیں! اللہ تعالیٰ تو آپ کی سب اگلی پچھلی خطائیں معاف فرما چکا فرماتے۔ افلا اکون عبداً متکبورا تو کیا میں اس کا شکر گزار بندہ نہ بنوں، ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ بھی ایسی بشارت ہی بندہ کو سنائیں گے جو سن کر نڈر نہ ہو جائے بلکہ اور زیادہ خدا سے ڈرنے لگے شفاعت کی حویں حدیث میں ہے کہ جب حقوق جمع ہو کر حضرت مسیح کے پاس جائے گی تو وہ فرمائیں گے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ جو خاتم النبیین ہیں اور جن کی اگلی پچھلی سب خطائیں اللہ تعالیٰ معاف فرما چکا ہے۔ (یعنی اس مقام شفاعت میں اگر بالفرض کوئی تفسیر بھی ہو جائے تو وہ بھی عفو عام کے تحت میں پہلے ہی آپ کی سب بجز انکے اور کسی کا بر کام نہیں۔)

(کنزانی الفوائد العثمانیہ)

آیات ۲۹ = سُورَةُ الْفَتْحِ مَكِّيَّةٌ = ۱۱ رُكُوعَاتُهَا ۴

سورۃ فتح مدنی سورت ہے جس کی اسیس آیات اور چار رکوع ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا

إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا ۝ لِيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ

ہم نے فیصلہ کر دیا تیرے واسطے صریح فیصلہ :۔ تمہارا گناہ کرے تجھ کو اللہ جو آگے ہوئے

مِنْ ذُنُوبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ ۝

تیرے گناہ اور جو پیچھے رہے اور پورا کرے تجھ پر اپنا احسان اور

يَهْدِيكَ صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا ۝ وَيَنْصُرَكَ اللَّهُ نَصْرًا

چلا دے تجھ کو سیدھی راہ اور مدد کرے تجھ کو اللہ

عَزِيزًا ۝

زبردست مدد

پیغام تہنیت برائے سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم
بفتح مبین اعلان اتمام نعمت رب العالمین

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُبِينًا ۝ إِلَى ۝ نَصْرًا عَزِيزًا ۝

اربط! جیسا کہ گذشتہ سطور میں عرض کیا کہ سورۃ محمد یا سورۃ قتال کا موضوع اعلان کلمۃ اللہ کے لئے جہاد فی سبیل اللہ تھا اور یہ کہ اہل ایمان کو منافقین کی سازشوں سے نہ پریشان ہونا چاہیے اور نہ ہی اپنے مادی وسائل کی قلت سے ڈرنا چاہیے۔ اللہ رب اعزت ہر چیز پر قادر ہے، قویٰ کو ضعیف اور ضعیف کو قویٰ کر سکتا ہے غالب کو مغلوب و مفتوح اور مظلوم و بے سہارا قوم کو فتح و نصرت سے ہم کنار کر سکتا ہے تو اس سورۃ پاک میں مسلمانوں کو فتح مبین کی بشارت سنائی جا رہی ہے۔

فرمایا ہے شک ہم نے فیصلہ کر دیا ہے آپ کے واسطے فتح مبین کا جو کہ صلح حدیبیہ ہے جس سے ظاہری و باطنی فتوحات اور دینی و دنیاوی نعمتوں کا دروازہ کھول دیا گیا ہے صلح حدیبیہ جن رحمتوں نعمتوں اور کرامات کا آغاز ہے ان میں سے ایک یہ ہے کہ درگزر کرے آپ کے واسطے اللہ تعالیٰ آپ کی وہ تمام تقصیرات جو پہلے گزریں اور وہ جو بعد میں گذریں سب یسے اب آپ کی کسی بھی ایسی تقصیر پر جو قبل از نبوت ہوئی یا بعد از نبوت جو مقتضائے بشریت قبل از وحی پیغمبر سے محسوس ہے آپ سے نہ کوئی

علم۔ جمہور علماء کا قول یہی ہے۔ جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا۔ احمد بن حنبل۔ ابن سعد۔ ابو داؤد نے یہی بیان کیا اور اس روایت کی ابن المنذر ابن مردویہ نے تصحیح کی، بیہقی نے دلائل النبوة میں مجمع بنی جاریہ انصاری سے روایت کی ہے کہ قال شہدن مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الحدیبیۃ فلما انصر ما عنہا الی کواۡم اغیم فاذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عند کواۡم العمیم فاجتمع الناس الیہ فصر علیہم اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُبِينًا۔ الخ۔ ۱۲۔

مواخذہ ہوگا اور نہ سوال و جواب اور نہ ہی ان باتوں پر کوئی گرفت ہوگی جو آپ کے مقام عالی اور آپ کی آرزو سے کم تر ہوں کیونکہ آپ کی تو آرزو ہر لمحہ یہی تھی کہ درجہات زیادہ سے زیادہ بلند تر ہوں اور اللہ کا دین زائد سے زائد غالب اور بلند ہو اور صرف تفصیلات سے درگزر ہی نہیں بلکہ پورا کر دے آپ پر اپنا انعام ظاہری و باطنی اور مادی و روحانی انعامات میں جو اب تک آپ پر ہو چکے ہیں اور چلائے آپ کو سیدھی راہ پر کہ ہمیشہ ہدایت اور استقامت کی سیدھی راہ پر آپ سرفراز و شہود کے غیر محدود مراتب طے کرتے رہیں اور ابدان و قلوب پر اسلام کی حکومت قائم کرنے کی راہ میں آپ کے واسطے کوئی رکاوٹ حاصل نہ ہو سکے گی نہ اور مدد کرے اللہ آپ کی نہایت ہی مضبوط مدد۔ جس کو دنیا کی کوئی طاقت رک نہ سکے۔ اور جب وہ مدد و نظر و کامیابی آپ کے قدموں کے ساتھ ہوگی تو لوگ دین نہیں میں فوج در فوج داخل ہونے لگیں گے تو اس وقت آپ کا بس یہی وظیفہ ہوگا کہ اسے رب کی تسبیح و تحمید اور استغفار ہی میں منہمک ہو جائیں گے تو یہ بات اس وعدہ کی تکمیل اور تمہیم ہو جائے گی جو اس وقت فرمایا جا رہا ہے (لِيُغْفِرَ لَكَ اللَّهُ) (۱۰)

فتح مبین اور انعامات خداوندی

ان آیات میں فتح مبین کی بشارت سناتے ہوئے چار خصوصی انعامات کا بیان فرمایا اول مغفرت دوم اتمام نعمت۔ سوئم ہدایت صراط مستقیم۔ چہارم نصر عزیز۔ مغفرت ذنوب سے کنایہ ہے کہ آپ سے کسی قسم کا کوئی مواخذہ نہ ہوگا کیونکہ آپ سید البشر ہیں اور اولین و آخرین انبیاء کے سردار ہیں یہ کرامت و فضیلت ایسی ہے کہ کسی کو عطا نہیں کی گئی جس کا خاص طور پر ظہور قیامت کے روز شفاعت عظمیٰ کی صورت میں ہوگا جب کہ تمام پیغمبر نفسی کہتے ہوں گے اور ہر پیغمبر کو کسی نہ کسی امر پر مواخذہ کا اندیشہ ہوگا اگرچہ وہ تفسیر نہ تو گاہ ہوگی اور نہ کسی خلاف امر خداوندی کا ارتکاب ہوگا بلکہ یا تو وہ بات بغیر کسی وحی خداوندی یا قبل از وحی منشاء خداوندی سے کچھ مختلف واقع ہوگی کیونکہ انبیاء عظیم اسلام معصوم ہوتے ہیں اور عصمت کے منافی یہ امر ہے کہ صریح حکم خداوندی کے خلاف دیدہ و دانستہ کسی امر کا واقع ہونا۔ سو ظاہر ہے کہ یہ کسی بھی پیغمبر سے نہیں ہوا چہ جائیکہ سرور کائنات جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے! تو ارحم الراحمین نے خاتم النبیین کو لِيُغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ کی بشارت عظمیٰ سن کر ہر قسم کے مواخذہ سے مطمئن کر دیا

ملہ فوائد شیخ الاسلام حضرت علامہ عثمانیؒ رحمہ اللہ روح المعانی جلد ۲۶ -

حدیث شفاعت میں ہے کہ جب اہل محشر روزِ حشر کی شدت سے گھبرا کر اول حضرت آدم علیہ السلام کے پاس جائیں گے کہ وہ خدا کے حلیف اور پہلے رسول اور نبی ہیں اور ہمارے باپ ہیں تاکہ وہ ہمارے لیے شفاعت کریں تو حضرت آدم اپنی اُس لعزش کی بنا پر جو بھولے سے سرزد ہو گئی تھی معذرت کریں گے اور فرمائیں گے "لست لہذا" میں اس مقام اور مرتبہ کے لائق نہیں۔

مگر جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں یہ درخواست لے کر جائیں گے تو عیسیٰ علیہ السلام اول تو یہی عذر کریں گے "لست لہذا" کہ میں بھی مقام شفاعت میں کھڑے ہونے کا اہل نہیں در بدر اہل محشر کو یہ مشورہ دیں گے۔

وَلَيْتَ اَيُّنَا مُحَمَّدًا حَلِيًّا لِلّٰهِ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ عَبْدًا غَفَرَ اللّٰهُ لِحَمَائِلِهِمَا تَقْدِمُ
مِنْ دُنْيَاهُ وَمَا تَاخُرُ
صحیح بخاری ص ۱۰۸

باب قول اللہ وَحُوقُهُ يَوْمَ مَرَدِّ مَاصِرَةٍ
إِلَى رَبِّهَا مَظْطَرَّةٌ صحیح بخاری ص ۲۳۶ -

باب قول اللہ عَزَّ وَجَلَّ وَعَلَّمَ آدَمَ
الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا زَكَتَابُ التَّفْسِيرِ -

یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خطرہ نہیں کہ ان سے کسی تفسیر پر کوئی سوال اور مواخذہ ہو اللہ تعالیٰ نے لیغیر لکے اللہ مَا تَقْدِمُ مِنْ دُنْيَاكَ وَمَا تَاخُرُ کی بشارت سے کہ "نکو اس خطرہ اور اندیشہ سے ماموں اور مطمئن کر دیا ہے ہذا تم انکی خدمت میں حاضر ہو کر شفاعت کی درخواست کرو اور ایک روایت میں برافاظ آتے ہیں۔

فَيَا تَوْتُ مُحَمَّدًا حَلِيًّا لِلّٰهِ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ فَيَقُولُونَ
يَا مُحَمَّدُ اَنْتَ رَسُولُ اللّٰهِ
وَخَاتَمُ الْاَنْبِيَاءِ وَقَدْ غَفَرَ اللّٰهُ
لَكَ مَا تَقْدِمُ مِنْ دُنْيَاكَ
وَمَا تَاخُرُ اسْتَغْفِرُ لَنَا اِلٰهِي رَبَّنَا
الْاَسْتَوِي مَا نَحْنُ فِيْهِ
(صحیح بخاری تفسیر سورۃ ابراہیم)

سورۃ محمد کی تفسیر میں جیسا کہ گذر چکا ذنب سے اس آیت مبارکہ میں وہ بہو و نسیان مراد ہو سکتا

ہے جو محض نئے بشریت آپ کے کسی وقت مرت العرطہور میں آیا ہو مقصد آیت یہ ہے کہ آپ ہمارے محبوب ہیں آپ کو تسلی اور بشارت دی جاتی ہے کہ آپ کی ہر بات سے درگزر کیا گیا اور کسی بھی امر پر آپ سے سوال دیا تو اخذ نہ ہوگا یہ پہلا انعام ہوا۔

دوسرا انعام، اتمام نعمت، کہ عفو تقصیر پر درگزر ہی پر اکتفا نہ کیا جائے گا بلکہ اس نعمت بشارت کے بعد اور جس قدر بھی نعمتیں ہیں انکی بھی تکمیل و تقسیم فرمادی جائے گی اور ان نعمتوں میں سب سے بڑی اور عظیم تر نعمت یہ ہوگی کہ آپ کا دین کامل اور تمام ادیان پر غالب کر دیا جائے گا۔

تیسرا انعام، ہدایت مرابطہ مستقیم یعنی آپ کا دین اور شریعت ایسا سیدھا واضح اور ہموار راستہ ہوگا کہ اس پر چلنے میں کسی کو رکاوٹ ہوگی نہ کوئی ابہام و غمبانی رہے گا جس طرح کہ سورج کی روشنی میں سیدھے راہ پر چلنے والا مسافر بلا روک ٹوک ہولت کے ساتھ اپنا سفر طے کر رہا ہو۔

چوتھا انعام، نصر عزیز، کہ ایسی کامیابی اور غلبہ جو نہایت مضبوط و مستحکم ہو جو کسی کی مخالفت و مقابلہ اور بغاوت سے متاثر نہ ہو سکے اور اسلام کے واسطے اس طرح راستہ کشادہ ہو جائے گا کہ ہر کسی روک ٹوک کے لوگ فوج در فوج اسلام میں داخل ہونے لگیں گے اور جب فتح و نصرت اور غلبہ دین اور اشاعت و قبولیت اسلام کا یہ منظر آپ کے سامنے آجائے تو سمجھ لینا کہ آپ کی بعثت کا مقصد پورا ہو گیا اور اللہ تعالیٰ نے جس غرض کے واسطے دنیا میں آپ کو بعوض فرمایا تھا وہ غرض پوری ہو گئی تو بس مخلوق سے فارغ و یکسو ہو کر صرف اپنے خالق کی طرف رجوع کرنا اور اسی کی تسبیح و تہلیل میں مصروف ہو جانا جس کو سورہ نصر میں فرمایا۔ اِذَا جَاءَكَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ وَكَرَّ بِكَ الْتَأْسُ بِذِ خُلُوفٍ مُّبِينٍ اللَّهُ أَفْوَاجًا فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْ لَهُ إِنَّكَ تَوَّابٌ۔ اور جب دار دنیا سے روانہ ہو کر دار آخرت میں قدم رکھو تو رجیدہ و پریشان نہ ہونا کیونکہ ہم نے آپ کی ہر بات سے درگزر کر لیا ہے۔

اور جو فتح مبین اور نصر عزیز آپ کو عطا کی گئی اسکی تکمیل اور باقی ماندہ رفعت و ہندی کے مراتب آپ کے وصال کے بعد آپ کے جانشینوں کے ہاتھوں پورے ہو جائیں گے چنانچہ ایران اور شام کی سرزمین آپ کے خلفائے فتح کی اور قیصر و کسریٰ کے خزانے تقسیم کیے گئے یہ تھی اتمام نعمت جسکی خبر ان کلمات میں دے دی گئی تھی وَبَشِّرْهُمْ نَصْرَهُمْ عَلَى كُفْرِهِمْ اور یہی نصر عزیز کی تکمیل تھی جس کو وَبَشِّرْهُمْ نَصْرَهُمْ عَلَى كُفْرِهِمْ میں فرمایا گیا۔

آخر میں یہ حدیث کی صلیح فتح نمبر کا سبب بنی، دو سال بعد مکہ فتح ہو گیا حنین و طائف بھی فتح ہو گئے جس کے بعد کل حجاز، نجد اور یمن کے علاقوں میں اسلام کی حکومت قائم ہو گئی فتح روم و فارس کے ظاہری اور باطنی نعمتوں اور خیر کے دروازے کھل گئے۔

تاریخی روایات سے ثابت ہے کہ معاہدہ حدیبیہ کے فارغ ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شاہان

عالم کے نام دعوتِ اسلام کے خطوط روانہ فرمائے اور قیصر و کسریٰ اور عقوٹس شاہ مصر وغیرہ وغیرہ کی طرف خطوط دیکر قاصد روانہ کیئے، در اس صبح کی وجہ سے مشرکین کا مسلمانوں کے ساتھ اختلاط شروع اور کافروں کے دلوں پر جو قفس پڑے ہوئے تھے وہ کھنسا شروع ہوئے اور اسلام کی باتیں کافروں کے کانوں اور دلوں میں داخل ہونے لگیں نتیجہ یہ ہوا کہ تھوڑی سی ہی مدت میں بے شمار لوگ اسلام میں داخل ہو گئے در جو لوگ ہیں سب سے اسلام کے دشمن خونخوار بنے ہوئے تھے اب وہ اسلام کے عاشق جاشار بن گئے۔

قریش نے اسلام کی رفتار اور رفتار اور اسکے کردار سے اندرونی طور پر یہ سمجھ لیا کہ اب اسلام دبے والا نہیں اور جو لشکر حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے وہ کوئی بادشاہی فوج نہیں بلکہ وہ عاشقوں اور جاننازوں اور پروانوں کا کوئی لشکر ہے جن کے عشق کا یہ عالم ہے کہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کا پانی زمین پر نہیں گرتا بلکہ صحابہ کے ہاتھوں پر گرتا ہے جسکو وہ اپنے منہ پر مل بیٹھے ہیں اور جب حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم بولتے ہیں تو سناتے کا یہ عالم ہوتا ہے کہ گویا نیکے سر پر پرندے بیٹھے ہیں قریش نے یہ منظر دیکھ کر سمجھ لیا کہ یہ شخص کوئی بادشاہ نہیں بلکہ خدا کا کوئی برگزیدہ بندہ ہے جس پر محبوبیت ختم ہے اور یہ مسمان جو آپ کے گرد جمع ہیں انہر عاشقیت ختم ہے ان دیوانوں اور پروانوں کے جنگ کرنا آسان نہیں اسیلئے صبح پر آمادہ ہو گئے ہیں سال سے جو عداوت کا نشہ سر پر چڑھا ہوا تھا وہ ڈھیللا ہو گیا اور آج کل کی اصطلاح میں صلح کے معنی ہتھیار ڈال دینے کے ہیں قریش ظاہر میں بڑی کی باتیں کرتے تھے مگر دل سے خوفزدہ تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دل سے مطمئن تھے اور قریش کی ہر شرط کو منظور کرتے جاتے تھے اسیلئے کہ آپ جانتے تھے کہ یہ سب چند روزہ قہر ہے

هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ السَّكِينَةَ فِي قُلُوبِ

وہی ہے جس نے اتارا چین دل میں

الْمُؤْمِنِينَ لِيَزِدُوا إِيمَانًا مَعَ إِيْمَانِهِمْ ۖ وَلِلَّهِ جُنُودٌ

ایمان والوں کے، کہ اور بڑھے انکو ایمان اپنے ایمان کے ساتھ اور اللہ کے ہیں لشکر

السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ۝

آسمانوں کے اور زمین کے اور اللہ ہے خبردار حکمت والا

مذہب از افادات حضرت والد محترم سید المحدثین والمفسرین حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ۔

لِيَدْخُلَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ

باہر پنچادسے ایمان والے مردوں کو اور عورتوں کو باغوں میں نیچے بہتی

تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَيُكَفَّرُ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ ط

میں انکے نہریں، سدا رہیں ان میں اور اتارے ان سے انکی برائیاں

وَكَانَ ذَلِكَ عِنْدَ اللَّهِ فَوْزًا عَظِيمًا ۝ وَيُعَذِّبُ

اور یہ ہے اللہ کے ہاں بڑی مراد ملنی اور تاعذاب کرے

الْمُنَافِقِينَ وَالْمُنَافِقَاتِ وَالْمُشْرِكِينَ وَالْمُشْرِكَاتِ الظَّالِمِينَ

وغا باز مردوں کو اور عورتوں کو اور شرک والے مردوں کو اور عورتوں کو جو اٹکتے ہیں

يَا اللَّهُ ظَنُّ السَّوْءِ عَلَيْهِمْ دَائِرَةُ السَّوْءِ وَغَضِبَ اللَّهُ

اللہ پر بڑی اٹکیں انہیں پر بڑے پھیر مصیبت کا اور غصے ہوا اللہ

عَلَيْهِمْ وَلَعَنَهُمْ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَهَنَّمَ ط وَسَاءَتْ مَصِيرًا ۝

اُن پر اور انکو پھکارا اور رکھا انکے واسطے دوزخ اور بڑھانگہ پہنچے

وَلِلَّهِ جُنُودُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ط وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا

اور اللہ کے ہیں لشکر آسمانوں کے اور زمین کے اور ہے اللہ زبردست

حَكِيمًا ۝

حکمت والا

بَشَارَاتِ اہلِ حَبِیبِیۃ لِعِبَادِہِمْ دُنْیَوِیۃٍ وَآخِرِیۃٍ

قَالَ اللَّهُ تَعَالٰی هُوَ الَّذِیْ اَنْزَلَ السَّكِیْنَةَ فِیْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِیْنَ... اِلٰی... عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ
(اربط) گذشتہ آیات فتح میں کی بشارت کے ساتھ ان بشارتوں اور کرامتوں پر مشتمل تھیں جو

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مبارکہ کے ساتھ مخصوص تھیں اب ان آیات میں وہ کرامات اور
بشارتیں ذکر فرمائی جا رہی ہیں جو آپ کے ہمراہ رہنے والے حضرات صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم
اجمعین کے متعلق ہیں اور اس لحاظ سے کہ نصیبِ تقسیم الماشیاء نور کی نورانیت ظلمت و تاریکی
کے ہی مقابلہ میں پہچانی جاتی ہے تو اولاً اس حدیث کے فضائل بیان فرماتے گئے اور پھر بطور تکمیل مضمون
ان کے مقابل منافقین و متخلفین کی ذلت اور کمینہ پی بیان کیا جا رہا ہے۔

صحیح بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب سفرِ حدیبیہ سے واپس
ہوئے تو آپ پر یہ آیات نازل ہوئیں آپ نے ان آیات کے نزول پر فرمایا یہ نصیحتیں اور بشارتیں
جو اللہ نے مازل فرماتیں مجھے دینا دما فیہا سے زیادہ محبوب ہیں حضراتِ صحابہ یہ سن کر فرماتے تھے یا رسول
اللہ بہ النعمات و کرامتیں جو اللہ نے نازل فرمائیں تو وہ آپ کے واسطے ہیں اور وہ آپ کے ساتھ ہو گئے
گا لیکن ہماری عرض یہ ہے کہ وہ کیا چیز ہے جو اللہ ہمارے ساتھ کرے گا تو اس پر یہ آیات نازل ہوئیں
هُوَ الَّذِي أَنزَلَ السَّكِينَةَ ۖ الْآيَات

ارشاد فرمایا وہی ہے پروردگار جس نے سکنت و طمانیت کو تارا اہل ایمان کے دلوں میں
تاکہ ان کے ایمان میں اور اضافہ ہو جائے استقامت و یقین کامل کی صورت میں ان کے اصل ایمان کے
ساتھ کہ اس سکنت اور طمانیت قلب سے رسول اللہ کی بات پر دل مطمئن ہو گئے گو کہ بعض
باتیں بظاہر خلاف طبع تھیں اور ہو سکتا تھا کہ جس طرح کافر ضد پر ڈٹے ہوئے تھے یہ بھی ایسی ہی
ضد کی صورت اختیار کر لیتے مگر اس اطمینانِ قلب کی وجہ سے ان کے مراتبِ ایمان و عرفان
میں ترقی ہوئی۔

پہلے تو جہاد کی بیعت سے یہ ثابت کر دیا تھا کہ ہم اللہ کی راہ میں اپنی جانیں قربان کرنے کو تیار
ہیں ہر کیف یہ ایمان کا ایک عجیب رنگ تھا اسکے بعد جب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں
کے ابھرتے ہوئے مجاہدانہ جذبات کے خلاف اللہ کے حکم سے صلح منقولہ کر لی تو یہ تو ان کے ایمان
کا دوسرا رنگ تھا جو پہلے رنگ پر اضافہ ہوا کہ اپنے جذبات و خواہش کو مغلوب کرتے ہوئے
اللہ اور اسکے رسول سے اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ کے سامنے سر جھکا دیا ان کو اس ایمان و اقیاد کے ساتھ
اس پر یقین بھی حاصل ہو گیا کہ اللہ ہی کے لئے ہیں لشکر آسمانوں اور زمین کے اور اللہ ہی خبردار حکمت
والہ ہے اسکے علم سے دشمنانِ اسلام کی کوئی سازش اور مخالفت پوشیدہ نہیں اور وہ اپنی حکمت
سے جب چاہے گا۔ اپنے لشکر کو جہاد کے واسطے حکم دیدیگا اور جب اسکے لشکر میدانِ جہاد میں
آئیں گے جیسے کہ بدر و حنین میں تو پھر کسی کو مقابلہ کی تاب نہ ہوگی اور یہ سب کچھ اس وجہ سے کہ
پہنچا دے ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو ایسے باغوں و جنتوں میں جنکے سچے نہریں
ہستی ہوں جو ہمیشہ ان میں رہنے والے ہوں گے اور اس نعمتِ انعام و اعزاز کے علاوہ یہ بھی ایک خصوصی

انسان ہو گا کہ مٹا دے گا ان سے انکی برائیاں اور یہ ہے اللہ کے یہاں بڑی ہی کامیابی جو مخلصین و مطیعین اور مومنین صادقین کے حصہ میں آتی ہے اور اسکے برعکس منکرین و منافقین کے حق میں یہ مصیبت ہے کہ عذاب دے منافق مردوں ادعا باز مردوں اور منافق عورتوں ادعا باز عورتوں کو اور شرک کرنے والے مردوں اور شرک کرنے والی عورتوں کو تو گمان کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے بارہ میں بڑا گمان بیشک انھی پر ہو گئے گا بھرا انکی برائی کا اور خدا کا غضب ہے ان پر اور لعنت کی خدا نے ان پر اور تیار کی انکے واسطے جہنم اور وہ بہت ہی بڑا ٹھکانا ہے جہاں کی مصیبتوں اور تکالیف کی کوئی حد و انتہا نہیں ہے اور یہ تو ظاہر ہی ہے کہ اللہ کے واسطے ہیں تمام لشکر آسمانوں اور زمین کے اور اللہ زبردست حکمت والا ہے مگر اس وجہ سے منافقین و منافقات اور مشرکین و مشرکات عذاب خداوندی سے نہیں بچ سکتے جنکے خیالات نہایت گندے تھے اور انکے دلوں میں یہودہ آرزوئیں تھیں وہ سوچتے تھے مسلمان اگر لڑائی ہوئی تو ضرور ناکام ہوں گے کیونکہ نہ ان کے پاس فوج ہے نہ ساز و سامان، وطن سے دور ہوں گے مدد بھی نہ پہنچ سکے گی اسکے برعکس قریش مکہ طاقت ور ہیں ساز و سامان انکے پاس ہے وہ ضرور کامیاب ہوں گے تو ہم کیوں اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالیں کبھی یہ سوچتے کہ مسلمانوں کا یہ کہنا کہ ہم عمرے کے واسطے جا رہے ہیں یہ محض ایک دھوکہ ہے دراصل ان کا مقصد لڑائی ہے اور قریش مکہ پر حملہ کرنا ہے غرض اس طرح کے اوبام و خیالات میں تھے کہ اللہ رب العزت نے راہ کیا کہ ذیل کیا جاتے اور عذاب دیکھ دیں اور خودی میں مبتلا ہوں چنانچہ جس قدر انہوں نے پیش بندیاں کیں، احتیاط برتنا ان کی سب تدبیریں ضائع گئیں اور مصیبتوں کے چکر سے انکو اپنے گھیرے میں لے لیا یہ تو دنیا کا عذاب ہوا مزید عذاب آخری یہ کہ غضب خداوندی کے مستحق بنے خدا کی لعنت ان پر ہوئی اور عذاب جہنم جو

حذیر مکرر احادیث سے معلوم ہوا کہ اس سفر میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بھی ساتھ تھیں تو قرآن کریم نے انکے اکرام کو ملحوظ رکھتے ہوئے خاص طور پر مومنات کا لفظ بھی بول دیا در نہ تو بالعموم فضائل پر سورہ احکام میں ایک ہی عنوان اور صیغہ مذکور دونوں کو شامل ہوا کرتا ہے ۱۲

علمہ حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن قدس اللہ سرہ نے منافقین و منافقات کے ترجمہ میں یہ لفظ استعمال کیا جو نہایت ہی بیخ و بیز ہے اس وجہ سے بنی العوسین ذکر کر دیا گیا - ۱۲

متہ ان آیات میں دو جگہ وَلِلّٰہِ جُنُودُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فرمایا گیا یہی جگہ ان الفاظ سے یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ اللہ رب العزت ہی مخلوقات کے تمام کاموں کی تدبیر کرنے والا ہے اور وہ اپنی حکمت کے تقاضے سے جس طرح چاہتا ہے ہر امر طے فرماتا ہے اس بنا پر وہاں اللہ رب العزت نے اپنی صفت عَلَیْمًا حَکِیْمًا فرمائی لیکن یہاں مقصود مجرمین و نافرمانوں کو تہدید و جہک ہے اس وجہ سے اس موقع پر وصف عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ ارشاد فرمایا ۱۲ (روح المعانی)

ہمیشہ کیلئے ہے مقرر کر دیا گیا اللہ رب العزت بڑے ہی غلبہ اور طاقت والا ہے اسکے فیعلہ کو کوئی ردک نہیں سکتا ساتھ ہی وہ حکمت والا بھی ہے، مقتضائے حکمت جب بھی مناسب جانتا ہے مجرمین کو سزا دیتا ہے۔

حضرات صحابہؓ کے قلوب میں نزول سکینت کی بشارت

ان کے مومن کامل اور صاحب تقویٰ ہونے کا اعلان ہے

آیت مبارکہ **هُوَ الَّذِي أَنزَلَ السَّكِينَةَ فِي قُلُوبِ الْمُؤْمِنِينَ** کا مصداق بلاشبہ حضرات صحابہ اور بالخصوص وہی حضرات ہیں جو مدینہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے جب قرآن کریم نے واضح طور پر اس امر کی شہادت دے دی کہ اللہ رب العزت نے انکے دلوں میں سکینت و طمانینت نازل فرمادی تو ظاہر ہے کہ اس کے بعد ان افراد اور مقدس ہستیوں کے بارہ میں کسی طرح کی ایمان و یقین کی کمزوری کا تصور کرنا قرآنی شہادت الیماذ باللہ ٹھکانا ہے قرآن کریم نے شہادت دیدی کہ وہ تقویٰ، ایمان، عفت و پاکدامنی کے پیکر ہیں اور ایمان پر استقامت کا ان کو ایسا مقام حاصل ہے کہ ان کے قدم صراط مستقیم سے کسی بھی مرحلہ پر کسی بھی لمحہ نہیں ڈگمگا سکتے اور حتیٰ کہ تقویٰ اور پرہیزگاری کا وصف انکے لئے لازم ذات بنا دیا جیسا کہ ارشاد ہے **وَأَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوَىٰ** اور ساتھ یہ بھی فرمادیا گیا کہ اللہ رب العزت کے علم الہی کے لحاظ سے وہی اس کے تمام عالم میں سب سے زیادہ مستحق اور لائق تھے اور جب تقویٰ کمال ایمان اور استقامت و سکینت کا وصف ان حضرات کا لازم ذات و وصف ہو گیا تو بلاشبہ ان کا مقام و مرتبہ خداوند پر عام کے نزدیک اولیاء اور اسکے محبوب ہونے کا ہو گیا اب اس میں شبہ و تردد قرآن میں شبہ کرنا ہے اور اللہ کی شہادت میں شبہ و تردد بدترین جرم ہے۔

إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ﴿٨﴾

ہم نے تجھ کو بھیجا احوال بتانے والا اور خوشی اور ڈر سناتا

لِتُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَتُعَزِّرُوهُ وَتُوَقِّرُوهُ وَ

تاتم لوگ یقین لاد اللہ پر اور اسکے رسول پر اور اسکی مدد کرو اور اسکا ادب رکھو اور

تَسْبَحُوهُ بُكْرَةً وَأَصِيلًا ۝ إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا

اسکی پاکی بولو صبح اور شام اور جو لوگ ہاتھ ملائے ہیں مجھ سے وہ

يُبَايِعُونَ اللَّهَ يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ فَمَنْ نَكَثَ

ہاتھ ملائے ہیں اللہ سے اللہ کا ہاتھ ہے اوپر انکے ہاتھ کے پھر جو کوئی قول توڑے

فَإِنَّمَا يَنْتَكُثُ عَلَى نَفْسِهِ وَمَنْ أَوْفَى بِمَا عَاهَدَ عَلَيْهِ

سو توڑتا ہے اپنے بڑے کو اور جو کوئی پورا کرے جیسو قرار کیا اللہ

اللَّهُ فَسَيُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا ۝

ہے، دے گا اس کو بڑا

انعام بعثت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وحق تعظیم و توقیر

و عہد اطاعت و فرمانبرداری

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى إِنَّا أَوْسَلْنَاكَ شَاهِدًا أَنْ مُبَشِّرًا قَدْ نَبِئْنَا... إِلَى... فَسَيُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا۔
 رابطہ گذشتہ آیات میں فتح مبین کی بشارت کے ساتھ ان چار انعامات کا ذکر فرمایا گیا تھا جو
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کے ساتھ مخصوص تھے اب ان آیات میں اس انعام عظیم کا
 ذکر فرمایا گیا جو تمام امت پر بلکہ تمام انسانوں اور کل کائنات پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی
 بعثت و رسالت کے ذریعہ فرمایا گیا۔ اس انعام عظیم کے ذکر کے ساتھ رسول عظیم کے حقوق کا بھی اجمالاً
 تذکرہ فرما دیا گیا اور یہ کہ آپ پر ایمان اور بیعت کس قدر بلند پایہ فیصلت ہے کہ جو لوگ آپ سے
 بیعت کرتے ہیں وہ درحقیقت اللہ سے بیعت کر رہے ہیں اور جس وقت وہ بیعت کرتے
 ہوئے اپنا ہاتھ رسول خدا کے ہاتھ پر رکھتے ہیں تو اللہ کا ہاتھ اس کی شان بے جگہوں کے مطابق ایمان
 لانے والے مسلمانوں کے ہاتھ پر ہوتا ہے۔

ارشاد فرمایا ہے شک ہم نے آپ کو بھیجا ہے اے ہمارے پیغمبر گواہی دینے والا تمام انبیاء
 علیہم السلام کے حق رسالت ادا کرنے اور انکی قوموں کی نافرمانی کرنے پر اور بشارت سنانے والا

اہل ایمان و طاعت کے لئے اور ڈرانے والے نافرمانوں کو تاکہ اسے لوگو! تم ایمان لے آؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر اور اس کے رسول کی مدد کرو اور اس کی تعظیم و توقیر کرو اور پاکی بیان کرو اس اللہ کی جس نے یہاں رسول عظیم مبعوث فرمایا صبح اور شام نمازوں میں اور دیگر اوقات میں یقیناً جو لوگ بیعت کرتے ہیں آپ سے وہ اللہ ہی کے بیعت کر رہے ہیں اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں کے اوپر ہے جو جو شخص بھی اس عہد و پیمان کو توڑے گا تو بس اس کا توڑنا خود اسی پر وبال و مصیبت ہوگا اور جو شخص پورا کرے گا وہ عہد جو اس نے اپنے اللہ کے ساتھ کیا ہے نو ضرور عنقریب اللہ اس کو اجر عظیم دے گا اس لئے کہ عہد و پیمان کو پورا کرنا بہترین فضیلت اور موجب انعام ہے اور اس کے برعکس عہد توڑنا غداری ہے اور پھر مانہ کردار کا عملی ثبوت ہے جسکی سراسے انسان ہرگز نہیں بچ سکتا عہد شکنی اور غداری کی سزا دنیا میں بھی ملے گی اور آخرت میں بھی اور اہل انتقامت جس طرح آخرت میں انعام و اکرام کے مستحق ہونگے دنیا میں بھی حق تعالیٰ کے انعامات سے نوازے جاتے گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام امتوں اور انبیاء علیہم السلام کے حق میں گواہ ہونا سورہ نساء کی آیت **كَانَتْ رَدًّا جُنْتًا مِنْ نَحْنِ مُنَّةٍ شَهِيدٍ** کی تفسیر میں وضاحت سے بیان کیا جا چکا ہے جیسا کہ احادیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میدان حشر کا ذکر فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ہر پیغمبر اور اس پیغمبر کے ساتھ اسکی امت ہوگی امت سے جب یہ سوال ہوگا کیا ہمارا پیغام تم تک پہنچا تو وہ انکار کریں گے نبیاء علیہم السلام حق تعالیٰ تبارک و تعالیٰ کے پیغام پہنچا دینے کا اقرار کریں گے تو انکو گواہ پیش کرنے کے لئے کہا جائے گا اس پر حضور کرم صلی اللہ علیہ وسلم گواہی دیں گے کہ اسے اللہ آپ کے پیغمبر آپ کا پیغام اور ہر حکم اپنی اپنی امتوں کو پہنچا چکے۔

علیہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور دیگر اکثر حضرات صحابہ سے مروی ہے کہ **وَقُتِرَ رُؤُہُ** - **وَقُتِرَ رُؤُہُ** کی ضمیریں رسول کی طرف راجع ہیں اور **وَقُتِرَ رُؤُہُ** کی ضمیر اللہ کی طرف راجع ہے کیونکہ مرد اور تعظیم حقوق رسالت سے ہے اور ظاہر ہے کہ اعانت و مدد پیغمبر ہی کی ہو سکتی ہے اس کے احکام و دین کی اشاعت و مقاصد دین کی تکمیل کے لئے اس بنا پر یہ ممکن نہیں کہ **وَقُتِرَ رُؤُہُ** کی ضمیر کا مرجع اللہ ہو اور تسبیح و پاکی ذات کبریا کے لئے ہے اس وجہ سے **وَقُتِرَ رُؤُہُ** کی ضمیر اللہ کی طرف راجع ہے یہی وجہ ہے کہ جمہور کے نزدیک **وَقُتِرَ رُؤُہُ** پر وقف لازم ہے درآگے لفظ **وَقُتِرَ رُؤُہُ** جملہ مستانفر کے طور پر کلام مستقل ہے ۱۲

تفصیل کے لیے سورۃ نسا کی تفسیر کی مراجعت فرمائی جاتے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت اللہ سے بیعت ہے

بیعت کی صورت یہ ہوتی تھی کہ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر بیعت کرتے تھے اس کو فرمایا جا رہا ہے کہ صورت تو یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر بیعت کرنا ہے مگر یہ حقیقت ہے کہ یہ بیعت اللہ کے ساتھ ہے اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو یہ بیعت خدا ہی کی طرف سے اور اسی کی نیابت میں لے رہے ہیں اللہ کا پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) تو اللہ کے احکام ہی کی اطاعت کے لئے بیعت لے رہا ہے لہذا یہ بیعت حقیقت میں اللہ ہی سے ہے یہ وہی حقیقت ہے جسکو قرآن کریم کی اس آیت میں ارشاد فرمایا گیا۔ وَمَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ (سآء اسی طرح سورہ انفال میں ارشاد فرمایا گیا۔ وَمَا كَيْفَ تَرْفُتُ رَأْدَ رَحْمَتِكَ وَلَكِنَّ اللَّهَ رَحْمَنٌ (انفال)

دکھنی (انفال)

۵۴ (افعال)

یہ بیعت حدیثیہ میں اہل ایمان اور حضرات صحابہؓ کے تھیں جو پہلے سے اصل اسلام پر بیعت کر چکے تھے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایمان و اسلام پر بیعت کے علاوہ جہاد پر اور کبھی کسی اور امر خیر پر بھی بیعت لیتے تھے جیسے مجمع مسلم میں حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیعت ہے یا بیعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی النصح لیکل مسلم (میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی اس بات پر کہ ہر مسلمان کے ساتھ اخلاص و ہمدردی کروں گا)۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرماتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان حضرات صحابہ سے جو حدیبیہ میں ہمراہ تھے موت پر بیعت نہیں لی، کیونکہ مرنا تو مقصود نہیں بلکہ اس بات پر بیعت لی تھی کہ ہم میدانِ جہاد سے بھاگیں گے نہیں۔
امام احمد بن حنبلؒ نے فُسَيْوُتَيْهِ جَوَّاعَظِيْمًا کی تفسیر میں حضرت جابرؓ سے یہ حدیث روایت کی ہے۔

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
ارشاد فرمایا یقیناً کوئی شخص بھی جہنم میں
نہیں جائے گا ان لوگوں میں سے جنہوں
نے درخت کے نیچے بیعت کی (یعنی بیعت
الرضوان میں شامل ہونے والا کوئی بھی

عن جابر رضي الله عنه
عن رسول الله صلى الله
عليه وسلم انه قال
لا يدخل النار أحد من
مايع تحت الشجرة

(بن کثیر)

شخص جہنم میں نہیں جاتا گا)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حدیبیہ کے ہمسفر لوگوں میں سے نہ کسی نے بیعت کو توڑا اور نہ کوئی بیعت سے پیچھے رہا بجز ایک شخص جہنم قیس منافق کے یہ شخص منافق تھا جیسے کہ صحیح مسلم کی روایت میں وضاحت ہے جب بیعت لی جارہی تھی اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دست مبارک تھامے ہوئے تھے یہ شخص جہنم قیس اپنے بیٹھے ہوئے اونٹ کے پسٹ کے نیچے چھپ کر بیٹھا رہا بیعت ارضوان کی تفصیل انشا اللہ العزیز آیت لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنْكَ مُؤْمِنِينَ كُنْتَ تَحْتِ آسَةِ كِيٍّ تَوَفَّيْنَاكَ اللَّهُ تَعَالَى وَعَوْنَهُ

سَيَقُولُ لَكَ الْمُخَلَّفُونَ مِنَ الْأَعْرَابِ

اب کہیں گے تجھ کو پیچھے رہنے والے غنوار ہم لگے

شَغَلَتْنَا أَمْوَالُنَا وَأَهْلُونَا فَاسْتَغْفِرْنَا يَقُولُونَ

ہم گئے اپنے مالوں میں اور گھروں میں سو ہمارا گناہ بخشا کہتے ہیں

يَا لَيْسَتِهِمْ مَّا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ قُلْ فَمَنْ

اپنی زبان سے جو نہیں انکے دل میں تو کہہ کس کا

يَمْلِكُ لَكُمْ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا إِنْ أَرَادَ بِكُمْ ضَرًّا أَوْ

کچھ چاہے اللہ سے تمہارے واسطے اگر وہ چاہے تم پر تکلیف یا

أَرَادَ بِكُمْ نَفْعًا بَلْ كَانَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا ①

چاہے تم کو فائدہ بلکہ اللہ ہے تمہارے کام سے خبردار

بَلْ ظَنَنْتُمْ أَنْ لَنْ يَنْقَلِبَ الرَّسُولُ وَالْمُؤْمِنُونَ إِلَى

کوئی نہیں! تم نے خیال کیا کہ پھر نہ آویگا رسول اور مسلمان اپنے

أَهْلِيهِمْ أَبَدًا وَزُيِّنَ ذَلِكَ فِي قُلُوبِكُمْ وَظَنَنْتُمْ

گھر کبھی اور بھلا نظر آیا تمہارے دل میں یہ اور انکل کی تم نے

ظَنَّ السَّوْءَ ۖ وَكُنْتُمْ قَوْمًا بُورًا ۝۱۲ وَمَنْ لَّمْ يُؤْمِنْ

بُری اٹکیں اور تم لوگ تھے کھینے والے اور جو کوئی یقین نہ لادے

بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ فَإِنَّا أَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ سَعِيرًا ۝۱۳ وَ

اللہ پر اور اس کے رسول پر تو ہم نے رکھ ہی سکوں کے واسطے دہکتی آگ اور

لِلَّهِ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ يُغْفِرُ لِمَنْ يَشَاءُ

اللہ کا ہے راج آسمانوں کا اور زمین کا بخشے جسکو چاہے

وَيُعَذِّبُ مَنْ يَشَاءُ ۖ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا ۝۱۴

اور مار دے جسکو چاہے اور ہے اللہ بخشنے والا مہربان

سَيَقُولُ الْمُخَلَّفُونَ إِذَا انْطَلَقْتُمْ إِلَى مَغَائِمٍ

اب کہیں گے پیچھے رہ گئے جب چلو گے غیبتیں لینے کو چھوڑو ہم

يَتَّخِذُوا هَٰذِرُونَا نَتَّبِعُكُمْ يُرِيدُونَ أَن يُبَدِّلُوا

پس ہیں تمہارے ساتھ چاہتے ہیں کہ بدلیں

كَلِمَ اللَّهِ ۖ قُلْ لَّنْ تَتَّبِعُونَا كَذٰلِكُمْ قَالَ اللَّهُ مِنْ

اللہ کا کہا تو کہہ ہمارے ساتھ نہ چلو گے۔ تو نہیں کہہ دیا اللہ نے

قَبْلَ فَيَقُولُونَ بَلْ تَحْسُدُونَنَا ۖ بَلْ كَانُوا لَا يَفْقَهُونَ

پہلے سے پھر اب کہیں گے نہیں تم جلتے ہو ہمارے بھلے سے کوئی نہیں اب وہ سمجھتے نہیں

إِلَّا قَلِيلًا ۝۱۵ قُلْ لِّلْمُخَلَّفِينَ مِنَ الْأَعْرَابِ سُدُّعُونَ

رہے مگر تھوڑا کہہ دے پیچھے رہ گئے گنواروں کو آگے تم کو

إِلَى قَوْمٍ أُولَىٰ بِأَسْ شَدِيدٍ تَقَاتِلُونَهُمْ أَوْ يُسْلِمُونَ ۚ

ملا دیں گے ایک لوگوں پر بڑے سخت لڑ دیتے تم ان سے لڑو گے یا وہ مسلمان ہوں گے

فَإِنْ تَطِيعُوا يُؤْتِكُمُ اللَّهُ أَجْرًا حَسَنًا وَإِنْ تَتَوَلَّوْا

پھر اگر حکم مانو گے، دے گا تم کو اللہ بڑی اچھا اور بڑا پلٹ جاؤ گے

كَمَا تَوَلَّيْتُمْ مِنْ قَبْلُ يُعَذِّبُكُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ۝ لَيْسَ

جیسے پلٹ گئے پہلی بار مار دے تمکو ایک دکھ کی مار اندھے پر

عَلَى الْأَعْمَىٰ حَرْبٌ وَلَا عَلَى الْأَعْرَجِ حَرْبٌ وَلَا عَلَى

تکلیف نہیں اور نہ لنگڑے پر تکلیف اور نہ

الرَّيْضِ حَرْبٌ وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ

بیمار پر تکلیف اور جو کوئی حکم مانے اللہ کا اور اس کے رسول کا اس کو داخل کریگا

تَجْرَىٰ مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ وَمَنْ يَتَوَلَّ يَُعَذِّبْهُ عَذَابًا

باغوں میں جسکے نیچے بہتی ندیاں اور جو کوئی پلٹ جاوے اسکو مار دے

أَلِيمًا ۝

دکھ کی مار

تَبَاحٌ وَشَنَاعٌ مِّنَ الْمُتَخَلِّفِينَ وَبَيَانٌ حُكْمِ مُعْذَرِينَ

قَالَ اللَّهُ تَعَالَىٰ سَيَقُولُ لَكَ الْمُخَلَّفُونَ مِنَ الْأَعْرَابِ الْهٰذَا ... عَذَابًا أَلِيمًا .

اربط آیات سابقہ میں تو منین و مطیعین کا ذکر تھا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے کیے ہوئے عہد و پیمان پر قائم رہنے والوں کی فضیلت و مدح تھی تو اب ان آیات میں سنا تعین اور عہد و پیمان توڑنے والوں کی شناعت و تباہت بیان فرمائی جا رہی ہے اور یہ کہ اس طرح کے نفاق اور دھوکہ کا انجام کسی قدر بُرا ہے دنیوی ذلت و رسوائی کے علاوہ عذابِ آخرت بھی ہو گا البتہ حقیقتہً جو لوگ معذور ہیں ان پر اللہ کی طرف سے کوئی مواخذہ نہیں۔

علامہ آلوسی رحمہ اللہ نے تفسیر روح المعانی میں ان آیات کی تفسیر و توضیح میں اس صورت حال کا ذکر فرمایا ہے جن پر ان آیات کا مضمون مرتب ہے۔

احادیث صحیحہ اور مرسلہ کے بھی اسی کو ان آیات کا شان نزول بیان کیا گیا اس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ستر ہجری میں جب عمرہ کا ارادہ فرمایا تو غریب مین بادیہ نشینوں اور دیہات میں بسنے والے بعض قبائل کو بھی بلایا تاکہ وہ بھی آپ کے ہمراہ سفر میں شامل ہو جائیں آپ کو یہ خیال تھا کہ شاید قریش کے قبائل رکاوٹ ڈالیں اور مکہ مکرمہ میں داخل نہ ہونے دیں یہ ہو سکتا ہے کہ مقابلہ کی صورت پیدا ہو جائے کیونکہ غزوہ بدر اور غزوہ احزاب میں انکے بہت سے خویش واقارب مارے گئے تھے اور بہ احتمال غالب تھا کہ جذبہ انتقام میں آمادہ پیکار ہو جائیں اور اسی بات کو جنگ کا بہانہ نہ بنایا جلتے تو آپ کا جو اصل مقصد عمرہ کرنے کا ہے وہ فوت ہو جاتے گا اس لیے مناسب سمجھا کہ ایک کثیر جماعت آپ کے ساتھ ہوتا کہ قریش کو ایسی جرأت ہی نہ ہو اور پھر یہ کہ ان بادیہ نشینوں کی اہل مکہ کے ساتھ کچھ قرابتیں بھی وابستہ تھیں تو یہ توقع کہ شاید اس لحاظ میں قریش مکہ عمرہ کرنے سے باز نہ رہیں بہر کیف آپ نے جب اعراب کو طلب فرمایا تو بہت سوں نے تو پہلے ہی انکار کر دیا اور مختلف جیلے اور بہانے کر کے بیٹھے رہے البتہ ان میں سے جو با اخلاص مومن تھے وہ آپ کے ساتھ روانہ ہونے کے واسطے تیار ہو گئے جب مقام حدیبیہ میں پہنچے تو قریش اپنی جاہلانہ حیثیت اور خود شیش انتقام سے مغلوب ہو کر جنگ پر آمادہ ہو گئے (جیسا کہ پہلے گزر چکا) اس موقع پر کافی رد و قدح کے بعد مصالحت کی گئی جو بظاہر مغلوبانہ تھی اور بہت سے صحابہ کرام کو جذبہ جہاد کے باعث یہی خیال تھا کہ بجائے کسی معاہدہ اور صلح کے مقابلہ اور جہاد کیا جاتے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عشاق و جانثار مخلصین و مجاہدین کو صدمہ بھی گزرا جس پر حق تعالیٰ نے بذریعہ وحی یہ فرمایا کہ یہ معاہدہ کسی قسم کی شکست اور نفرتی نہیں بلکہ یہ تو "فتح مبین" ہے اس معاہدہ میں بہت سی مصلحتیں متوجہات اور فوائد ہمارے علم میں ہیں جبر فتح ہو گا۔ مکہ فتح ہو گا۔

خبر و مکہ اور حنین کی غنیمتیں اے مسلمانو! تمہارے ہاتھ آئیں گی تو اس طرح قلب کی شکستگی

دور کی گئی اور جو صدمہ اور دل پر زخم تھا ان آیات نے اس پر مرہم کا کام دیا۔

معاہدہ حدیبیہ کے بعد جب واپسی ہو گئی اور قریش نے خود اپنے عمل سے غدار کی کثرت دیتے ہوئے عہد و پیمان پارہ پارہ کر ڈالا اور اس وجہ سے آپ نے خیبر بر حلد کا ارادہ فرمایا تو اللہ کی وحی سے آپ نے یہ اعلان فرما دیا کہ خیبر میں صرف وہی جاسکے گا جو حدیبیہ میں ساتھ تھا تاکہ وہ اعراب نہ جاسکیں جنہوں نے جیلے بہانے کر کے سفر حدیبیہ میں ساتھ چلنے سے جان بچائی تھی اور ساتھ ہی یہ اعلان بھی کر دیا گیا کہ خیبر کی غنیمتوں میں سے صرف اس شخص کو ہی حصہ ملے گا جو حدیبیہ میں تھا ان اعراب نے ہر چند چاہا کہ ہم بھی ساتھ چلیں تاکہ ہمیں بھی ماں غنیمت مل جائے اسی کا ان کلمات مبارکہ میں ذکر ہے وَعَدَكُمْ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَاْخُذُوْنَهَا فَعَجَلَكُمْ هٰذِهِ ۔ یہ غنیمتیں خیبر ہی کی تھیں جو حدیبیہ کے بعد فوراً ہی مسلمانوں کو ملیں اور پھر انعامات خداوندی میں اسی

پر اکتفا نہیں فرمایا بلکہ مزید اور غنائم کی بھی بشارت سننا دیکھتی و اُحْوَی کُمْ لَقَدْ رَوَّاعِلُهَا سے کہ انکے علاوہ اور بھی غنیمتیں اے مسلمانو! تم کو ملیں گی جن پر بھی تم قادر نہیں ہو سکتے جو یہ غنیمتیں روم اور فارس کی غنائم تھیں جن کا اس وقت وہم و گمان بھی نہیں کیا جاسکتا تھا تو ان آیات میں ان منافقین اعراب کو تنبیہ کی گئی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بلاسنے پر بھی حاضر نہ ہو سکتے اور حدیبیہ کے سفر میں شریک ہونے سے عذر کر دیا تو اس تنبیہ و وعید کے علاوہ ان اعراب کو ردحکم بھی دی گئی کہ چھ ماہ بعد تم سے پہلے کر کے اپنی جان بچا لی لیکن عنقریب ایک وقت آئے گا اور ایک سمت اور جنگجو اور طاقت ور قوم سے لڑنے کے لیے تم کو بلایا جائے گا اس وقت تمہاری جان بشاری اور اخلاص کا امتحان ہو جائے گا اسکی تمکو ابھی سے خبر کر دی ہے تاکہ تم سوچ لو اور خوب غور کرو اس وقت خیبر میں تو تم کو چھینے کی ہرگز اجازت نہیں دی جاتی لہذا آئندہ جب اس جنگ جو اور طاقتور قوم سے مقابلہ ہو گا تو اس میں تم چاہو تو چلنا اس میں تم کو جہاد کے لیے نکلنے کی اجازت دے دی جائے گی۔

جس کا ذکر مَسْدُ عَوْنِ اِلٰہِی قَوْمٍ وُجِیْ بَاۤیْسِ شَدِیْدٍ میں فرمایا گیا اور یہ طاقتور جنگ جو قوم قریش مکہ کے علاوہ ہوگی جو قوت و شوکت میں ان قوموں سے بڑھ کر ہوگی جن سے اب تک مقابلہ پیش آیا اور ظاہر اسباب میں ان پر غلبہ و فتح ممکن معلوم نہ ہوگا لیکن اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل سے بطور خرق عادت کمزور مسلمانوں کو فتح و کامیابی عطا فرمائے گا۔ اور اس یر شوکت و عظمت قوم یعنی فارس روم کی حکومت و سلطنت درہم برہم کر دے گا۔ اور اس زمانہ میں فارس و روم آدھی دنیا کے مالک تھے اور ساری دنیا ان سے مرعوب و بیہمت زدہ تھی اور لفظ مَسْدُ عَوْنِ یہ بت رہا ہے کہ یہ دعوت آئندہ عنقریب زمانہ میں دی جائے گی اور یہ عنوان بشارت ہے کہ اس دعوت کا داعی ظاہر کوئی انسان واحد مخصوص نہ ہوگا بلکہ وہ داعی، آئندہ ہوگا اور اس دعوت کو قبول کرنا اللہ کی دعوت کو قبول کرنا ہوگا اور سکو ٹھکرانا اللہ کی دعوت کو ٹھکرانا ہوگا اور تاریخ سے یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ روم و فارس سے قتال و مقابلہ صدیق اکبرؑ کے دور سے شروع ہو کر حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت میں پایہ تکمیل کو پہنچا تو اس نے قرآنی اور تاریخی حقیقت نے غصے تلوار کی دعوت کو اللہ رب العزت کی دعوت قرار دیا اور ان کی دعوت کی قبولیت کو ایمان کا ثبوت شمار فرمایا گیا اور اس دعوت کے انکار کو کفر و ارتداد اور بغاوت کا درجہ دیا گیا تو ارشاد فرمایا چار باب ہے۔

اب کہیں گے آپؐ سے پہلے وہ جاننے والے لوگ بادیہ نشینوں یعنی جنگلی قسم کے لوگوں میں سے جیسے کے طور پر ہم کو مشغول رکھا اور جہالت دی ہم کو ہمارے مالوں کا دوبارہ اور گھروالوں نے تو آپؐ ہمارے واسطے مغفرت طلب کیجیے اس وجہ سے کہ ہم آپؐ کے ساتھ سفر نہیں کر سکے کہہ رہے

ہیں یہ لوگ اپنی زبانوں سے وہ بات جو انکے دلوں میں نہیں ہے جانتے ہیں کہ یہ غدر غلط ہے، نہ حقیقت میں انکو کوئی عذر ہے اور نہ وہ آپکے ساتھ نہ جانے میں اپنے کو قصور وار سمجھ رہے ہیں کہ اس پر استغفار کی درخواست کریں یہ بھی ایک دھوکہ دینا ہے کہ انکی اس درخواست پر یہ گمان کر لیا جائے کہ واقعی یہ لوگ مجبور ہیں اور نہ جانے پر شرمندگی کے ساتھ معافی طلب کر رہے ہیں آپ کہہ دیجئے تو کس کو قدرت ہے تمہارے واسطے اللہ کے کسی چیز کو دفع کرنے کی۔ اگر اللہ چاہے کسی ضرر و مصیبت کو تمہارے لئے یا ارادہ کرے تم کو کوئی نفع پہنچانے کا یقیناً اللہ پر کسی کا بس نہیں دنیا کی کوئی طاقت ایسے کسی بھی ارادہ کو نہیں ٹلا سکتی ہر نفع و نقصان اسی کے قبضے میں ہے اور اسی کی مشیت کے تابع ہے خداوند عالم کو اس طرح غلط اعذار اور جیلوں سے کوئی دھوکہ نہیں دے سکتا بلکہ اللہ تعالیٰ تو خوب خبردار ہے ان کاموں سے جو تم کرتے ہو اسے لوگو! یہ غلط ہے کہ تم کو تمہارے کاروبار اور گھر کے لوگوں نے جہالت نہیں دی کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں نکلتے جگہ تم نے تو یہ گمان کر لیا تھا کہ اب ہرگز نہیں لو میں گئے رسول اور ایمان والے اپنے گھروں کی طرف کبھی بھی۔ یہ دیکھ کر کہ مسلمان کمزور اور بے سر و سامان ہیں اور قریش مکہ بڑے طاقتور اور ساز و سامان سے آراستہ ہیں اور یقیناً مقابلہ کی صورت میں یہ جتنے جانے والے مسلمان ہیں سب کے سب قتل کر دیتے جاتیں گے اور یہ بات تمہارے دلوں میں پوری طرح رچا دی گئی تھی اور تمہاری دلی آرزو تھی حالانکہ یہ بات اور اس طرح کی تمنائیں خود تمہاری ہلاکت و تباہی کا باعث تھیں اور بے شک تم نے یہ گمان بہت ہی بڑا گمان کیا اور تم لوگ اپنے اس کمینہ پن کے باعث تباہ ہو جانے والی قوم ہو کیونکہ یہ چیز ایسی نہیں کہ خدا تعالیٰ اس پر درگزر کرے اور تم اس کی سزا سے بچ سکو اور قانون خداوندی یہ ہے جو بھی کوئی ایمان نہ لائے اللہ پر اور اس کے رسول پر تو بس سمجھ لینا چاہیے کہ ہم نے تیار کر رکھا ہے کافروں کے واسطے دہکتی ہوئی آگ کا عذاب جس سے ہرگز بھی کوئی نہیں بچ سکتا اور اللہ ہی کے واسطے ہے سلطنت زمینوں اور آسمانوں کی اسکے حکم کو مجال نہیں کہ کوئی ٹلا سکے جسکو چاہے وہ بخش دے اور جسکو چاہے عذاب دے اگر اپنی ہربانی سے کسی کو بخشنا چاہے تو اسکو کوئی روک نہیں سکتا اور اگر کسی کی معصیت و نافرمانی پر سزا دینا چاہے تو اسکو کوئی ٹلا نہیں سکتا اور اللہ ہے بڑا ہی درگزر کرنے والا ہربان کر بندوں کے ہر گناہ پر انہیں سزا نہیں دیتا بلکہ درگزر ہی فرماتا ہے یہ اسکی ہربانی ہے اور رحمت ہے درود قانون عذاب کا تقاضا تو یہ ہے کہ ہر تقصیر و معصیت پر سزا دی جائے اور ظاہر ہے کہ اگر اس کا مواخذہ اور قانون سزا کا نفاذ ہونے لگے تو کوئی بھی عذاب سے نہیں بچ سکتا بلکہ نوبت یہ آجاتے کہ لَوْ يُؤَاخِذُ اللَّهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوا مَا تَرَكُوا عَلَىٰ صُلْبِهِا مِنْ دَابَّةٍ وَّ لَكِنْ يُؤَخِّرُهُمْ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ تَوَدُّ مَعْشَرُ ابْنِ شَارٍ حَتَّىٰ يَأْتِيَ عَذَابُ

درگزر زمانا ہے۔ اس دقت تو یہ اعذار اور جیسے کر کے بیٹھے رہے مگر اسکے عذاب عنقریب یہ پیچھے رہنے والے کہیں گے جب اسے مسلمانوں! تم چلو گے غنیمتوں کے حاصل کرنے کے لیے چھوڑ دو ہمیں اپنے ساتھ چلنے سے نہ روکو ہم بھی چلتے ہیں تمہارے ساتھ چاہتے ہیں کہ بدل دیں اللہ کا کہا ہو اور اس کا یہ فیصلہ ہے کہ جو اعراب جھوٹے ہیں اعذار پیش کر کے حدیبیہ کے سفر سے رہ گئے اب وہ آئندہ خیبر کے سفر میں شریک نہ ہو سکیں گے ان لوگوں کو چونکہ خیبر میں فتح کی توقع اور مال غنیمت کا لالچ تھا تو اس سفر میں ساتھ چلنے کے خواہش مند تھے جب کہ سفر حدیبیہ میں خطرہ غالب تھا اور ظاہر اسباب سے نکلے دلوں میں یہی رچا ہوا تھا کہ مسلمان بچ کر واپس نہیں آسکیں گے تو اس میں چلنے کے واسطے تیار نہ ہوئے اس لیے اسے ہمارے پیغمبر ان سے کہہ دو تم ہرگز ہمارے ساتھ نہیں چلو گے یوحی فیصلہ کر دیا ہے اللہ نے تمہارے واسطے پہلے ہی سے لہذا اب یہ تمہارے لیے فکری نہیں کہ تم اس سفر میں روانہ ہو اور غزوہ میں شرکت کرو تو اس پر یہ لوگ کہنے لگیں گے نہیں یہ بات نہیں بلکہ تم لوگ تو ہم پر حسد کرتے ہو تمہارا کچھ فائدہ ہو جاتے اور بوجہ حسد تمہیں یہ برداشت نہیں کہ مال غنیمت میں ہمیں بھی کچھ حصہ مل جائے ایسے یہ کہہ رہے ہو کہ خدا نے ہمارے جانے کو منع کر دیا ہے حالانکہ ہمارے جانے کی کوئی ممانعت نہیں اور نہ ہی اسکی کوئی وجہ تو اس طرح یہ منافقین خدا کے فیصلہ اور بات کو بدلنا چاہتے ہیں کچھ نہیں یہ تو سمجھتے ہی نہیں کسی بھی بات کو مگر بہت کم نہ انکو یہ شعور ہے کہ انکے جھوٹ کو اور فریب سے کہ ان کی یہ حرکتیں انکے کینہ پن اور مال کی حرص و لالچ کو عیاں کر رہی ہیں عجیب خود فریبی میں مبتلا ہیں اپنی عیاری سے یہ چاہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو دھوکہ میں رکھیں حالانکہ وہ خود دھوکہ میں مبتلا ہیں کہہ دو! اسے ہمارے پیغمبر ان پیچھے رہنے والے گنواؤں سے اچھا جب تم اب سفر خیبر میں نکلنے کا شوق ظاہر کر رہے ہو تو عنقریب تمہارا یہ شوق اور جذبہ ظاہر ہو جائے گا تو اس کو عنقریب تم کو بدیا جائے گا ایک ایسی قوم کی جانب جو بڑی ہی قوت و شوکت والی ہوگی تم ان سے لڑو گے یا وہ مسلمان ہو جائیں گے جیسی از خود مرعوب ہو کر مطیع و فرمانبردار ہو جائیں گے یا اس کے بعد تم قتال کر لو پھر مغلوب و مفتوح ہوں پھر اگر تم اطاعت کر لو لڑو اور اس کے رسول کی ایمان و اخلاص کے ساتھ واللہ تم کو بہتر بدلہ دے گا اور اگر تم روگردانی کرو گے جیسا کہ تم پہلے روگردانی اور نافرمانی کر چکے تو تم کو عذاب دے گا نہایت ہی دردناک عذاب

ملے ان کلمات سے مصون عذاب کے ساتھ حق تعالیٰ شانہ کے وصف غفور رحیم کی مناسبت اور لطافت کو ظاہر کرنا مقصود ہے۔

یہ وعید و تنبیہ اور تہدید ان منافقین اور جھوٹوں کے واسطے ہے جو غلط اعذار پیش کر کے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ غداری کرتے ہیں۔ لیکن جو لوگ واقعہ معذرت و مجبور ہیں سفر کی ان میں قدرت ہی نہیں ان کے مستحق قانون خداوندی یہ ہے کہ نہیں ہے نابینا پر کوئی حرج اور نہ ہی کوئی حرج ہے کسی لنگڑے معذور انسان پر اور نہ بیمار پر کوئی حرج ہے اگر یہ لوگ سفر جہاد پر نہ نکلیں ان پر نہ کوئی مواخذہ ہے اور نہ یہ اسکے پابند ہیں کہ خواہ کچھ بھی مشقت و تکلیف ہو یہ ضرور نکلیں اور جو بھی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا اللہ اسکو ایسے باغات و جنتوں میں داخل کریگا جنکے نیچے نہریں بہتی ہوں گی اور جو شخص روگردانی و نافرمانی کرے گا اسکو دردناک عذاب دیگا۔

سفر حدیبیہ میں شریک نہ ہونے والوں کی آزمائش اور سزا

ان آیات مبارکہ میں جن منافقین کا حدیبیہ کے سفر سے تخلف کرنے اور پیچھے رہ جانے کا ذکر فرمایا گیا ان پر بطور تہدید کے یہ واضح کر دیا گیا کہ ایسے منافقوں کے لیے بطور سزا حق تعالیٰ کی طرف سے دو چیزیں مقرر کی گئیں۔

ایک تو غزوہ خیبر (جس میں مال غنیمت ملنے کی توقع تھی) میں شرکت کی ممانعت جسکے نتیجہ میں مال و دولت سے محرومی ایسے منافقوں اور مال کے حریص لوگوں کے واسطے تکلیف دہ چیز اور حسرت و ملال کا باعث بنی دوسری سزا یہ طے کی گئی **مَسْتَدْعُونَ** یعنی قوم کا ایسی قوم کے مقابلہ اور جہاد کی طرف انکو بلایا جانے کا جو بڑی قوت اور شوکت والی ہوگی۔

علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں **قَوْمٌ** اولیٰ بآئیں **مَسْتَدْعُونَ** میں لفظ قوم نکرہ ہے اور نکرہ ظاہر ہے کہ غیر معین اور غیر معروف ہوتا ہے تو ان الفاظ کی دلالت سے یہ متعین ہو گیا کہ وہ قوم قریش کے علاوہ ہوگی جس سے تم واقف نہ ہو گے۔ جیسا کہ گذشتہ سطور میں بیان کیا گیا کہ یہ قوم فارس اور روم تھی اور انکے قتال کی طرف دعوت دینے والے حضرات خلفائے ثلاثہ تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اس کا بطور نہ ہوا تھا کیونکہ آپ کے زمانہ میں حدیبیہ کے فوراً بعد غزوہ خیبر ہوا اس میں تو واضح طور پر ممانعت نازل ہو گئی **قُلْ لَنْ تَمْنَعُوْا** (کہہ دو کہ ہرگز ہمارے ساتھ نہ چلو) اسکے بعد فتح مکہ اور غزوہ حنین پیش آیا تو یہ دونوں واقعات بھی اس پیش گوئی کا مصداق نہیں کیونکہ یہ قومیں بھی قریش اور انکے لواحق میں تھے نیز حنین میں مقابلہ ہوا زن سے پیش آیا اگرچہ وہ لوگ بڑے سخت تیر انداز تھے مگر وہ نہ تو تعداد میں زائد تھے اور نہ ہی قوت و شوکت والے تھے پھر غزوہ تبوک پیش آیا وہ بھی اس کا مصداق نہیں ہو سکتا اس لیے کہ تبوک میں تو قتال کی نوبت ہی پیش نہیں آئی حالانکہ الفاظ آیت یہ ہیں **تَقَاتِلُوْهُمْ** اَوْ يُسَلِّمُوْا کہ اس جنگ

کا انجام یہ ہوگا کہ حریف یا تو مرعوب ہو کر اسلام لے آئے گا یا جنگ و قتال کی نوبت آئی تو معز و مغلوب ہوگا تو غزوہ تبوک میں اسکی نوبت ہی نہیں آئی الغرض ان وجوہ سے بھی متین اور ثابت ہوگا یہ واقعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے بعد پیش آیا اور یہ مقابلہ فارس و روم ہی کے ساتھ تھا۔

حضرت علیؓ کے زمانہ میں پیش آنے والے مقابلہ کی حقیقت

حضرت شاہ ولی اللہ قدس اللہ سرہ العزیز نے "ازالۃ الخفاء" میں اس آیت پر تفصیل سے کلام کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ وعدہ حضرت عثمان غنیؓ کے دور خلافت میں پورا ہو گیا خلافت عثمانی کے بعد اگرچہ حضرت علیؓ کے دور خلافت میں بھی قتال اور مقابلہ کی صورت پیش آئی لیکن انہوں نے جس قتال کی طرف لوگوں کو دعوت دی وہ مسلہ خلافت کو مضبوط کرنے کے لیے تھا اور اس گروہ کے مقابلہ میں جو خود مسلمانوں میں سے تھا ان کو مغلوب کرنے اور شکست دینے کے واسطے حضرت امیر معاویہؓ اور انکے ساتھیوں کے ساتھ مقابلہ ہوا یہ مقابلہ نہ تو کفر کے مقابلہ میں تھا اور نہ اس میں حضرت علیؓ نے اعراب کو دعوت دی تھی۔

بعض روایات صحیحہ سے یہ ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امیر کے حق میں یہ فرمایا تھا۔ یا علیؓ رائدک لتقاتل علیؓ تاویل القرآن کما قاتلت علیؓ تنزیلہ کہ اسے علیؓ تم قتال کرو گے قرآن کی تاویل پر یعنی اسکی سراد کی تحریف کرنے والوں سے مقابلہ کرو گے جیسا کہ میں نے اس کی تنزیل پر لوگوں سے قتال کیا یعنی اس پر ایمان لانے کے واسطے ان لوگوں سے قتال کیا جو اس پر ایمان نہیں مانتے تھے اور یہ امر قطعی ہے کہ تاویل پر قتال و مقابلہ اسی سے ہو سکتا ہے اور اسی صورت میں کہ وہ گروہ اصل قرآن کو تو مانتا ہو مگر اس کی مراد میں تحریف و تاویل کرتا ہو اور تنزیل قرآن پر قتال کا فروں ہی سے ہو سکتا ہے جو نزول قرآن کے منکروں تو قتال علی التوہین اور قتال علی التنزیل دونوں جمع نہیں ہو سکتے الغرض وہ جنگ تھے اور طاقت و رقوم جس کے ساتھ قتال کے لیے اعراب کو بلائے کا ذکر آیت مبارکہ میں ہوا اس کا ظہور صفاً شدت کے زمانہ میں ہوا اور اس سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ وہ خیمہ ز شدت تھے انکی دعوت کو قبول کرنا قرآنی حکم اور امر لازم تھا اور انکی دعوت کو قبول کرنے والا نص قرآنی سے مستحق اجر و ثواب تھا اور جنہوں نے انکے حکم سے انحراف کیا وہ مستوجب عذاب ہوئے مگر شیوع حضرات اپنے ائمہ کے معصوم ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں حالانکہ اسکے واسطے کوئی ادنیٰ

مملہ خطبہ صدیق اکبرؓ بروایت واقدیؓ مراجعت فرمائی از لہ الخفاء جلد اول طبع قدیم - ۱۷

سے ادنیٰ اور ضعیف سے ضعیف بھی روایت و دلیل نہیں اسکے بالمقابل ان حضرات صحابہ اور اصحاب حدیث کے بارے میں جرح و تنقید مکہ طعن و تنقیص کرتے ہیں جن کے واسطے قرآن کریم نے صفت تقویٰ کو لازم فرما دیا گویا ان حضرات کے واسطے وصف تقویٰ لازمہ حیات ہوا انکے ایمان و فضائل میں ایک نہیں متعدد آیات موجود ہیں ۔

قرآنی پیش گوئی کا مصداق خلفائے ثلاثہ تھے

حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہ ایک اور موقع پر فرماتے ہیں۔
حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا زمانہ مبارک اس پیش گوئی کا مصداق نہیں ہو سکتا
بچند وجوہ اول یہ کہ حضرت علیؑ کے زمانے میں تین لڑائیاں ہوئیں۔ جملہ، صفین، نہر دوان یہ تینوں
لڑائیاں کلمہ گویان اسلام سے تھیں اَوْ یُسَلِّمُوْکَ اس پر صادق نہیں آتا یہ لڑائیاں تو محض سلمان
باغیوں کو شکست دینے کے لیے تھیں دوم یہ کہ تینوں لڑائیاں عربوں ہی سے تھیں سوئم یہ کہ کسی
روایت میں یہ مضمون نہیں ہے کہ ان بدوؤں کو حضرت علی المرتضیٰؑ نے دعوت جہاد دی ہو۔

بنی امیہ نے بھی کبھی حجاز و یمن کے بدوؤں کو دعوت جہاد نہیں دی جیسا کہ کتب تواریخ شاہد ہیں
باقی رہے حضرات خلفائے ثلاثہؑ تو واقعات تاریخیہ بتا رہے ہیں کہ انکے عہد میں دنیا کی دو بڑی سلطنتوں
یعنی روم و ایران سے لڑائی ہوئی اور روسوں اور ایرانیوں کا قہر اُولٰٓئِکَ مَا یَسْتَدِیْنُ ہونا
یقیناً ناقابل انکار ہے نیز یہ بھی ثابت ہے کہ ان تینوں خلفائےؑ نے ان لڑائیوں میں حجاز و یمن کے
بدوؤں کو دعوت دی لہذا وہ بلائے والے قطعاً یہ تینوں خلفاء خصوصاً حضرات شیخینؑ ہیں پیشین گوئی
کے تمام اجزاء ان پر منطبق ہیں اور جب ان کا داعی جہاد ہونا اور انکی دعوت کی اطاعت کا فرض ہونا
ثابت ہو گیا تو خلیفہ برحق ہونے میں کیا کلام ہو سکتا ہے

اگر باوجود اس پیشین گوئی کے تمام اجزاء کے منطبق ہو جانے کے کوئی شخص ان تینوں خلفاء
کو اس آیت کا مصداق نہ مانے اس کا لازم نتیجہ یہ ہے کہ آیت کی پیشین گوئی پوری نہ ہو اور کلام الہی
کی تکذیب ہو جائے۔ نعوذ باللہ۔

اس آیت کی تفسیر میں مفسرین نے حضرات خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کی حقیقت خلافت بیان
فرماتی ہے حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے بھی اس آیت کی عدہ تقریر تحفۃ اثنائے عشرہ
میں لکھی ہے مگر حضرت مولانا السیاح شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے ازالۃ الخفا میں جو تقریر اس
آیت کی لکھی ہے وہ انھیں کا حقتہ تھی میں اس موقع پر ازالۃ الخفا کی وہ پوری تقریر ہریرہ منظر میں
کرتا ہوں اور اسی کو خاتمہ بیان بناتا ہوں میں نے جو کچھ لکھا وہ سب ازالۃ الخفا میں ہے۔

شکر لطف تو چمن چوں کنداے ارب بہار

کہ اگر خار و گل ایں ہمہ آوردہ تست

از انہ انخار مقصد اول کی تیسری فصل جداول میں فرماتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے سورہ فتح (پچیسویں پارہ) میں فرمایا ہے۔

کہہ دو اے محمد! پیچھے چھوڑے ہوؤں کو جو یاد یہ نشینوں سے (ہیں) کہ عنقریب بلائے

جاؤ گے تم ایک ایسی قوم (کی لڑائی) کی طرف

(جو) سخت لڑنے والی (ہوگی) تم ان سے

دو گے یا وہ مسلمان ہو جائیں گے پس اگر

اطاعت کر دو گے تو دے گا خدا تم کو اچھا بدلہ

در اگر نہ پھیرو گے تم جیسے کہ منہ پھیرا تھا اس بلا نے سے پہلے تو عذاب کرے گا تم پر

وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى فِي سُورَةِ

الْفَتْحِ - قُلْ لِلْمُخَلَّفِينَ مِنْكَ

الْأَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ إِلَى

قَوْمٍ أُولِي بَأْسٍ شَدِيدٍ فَأَنْتُمْ أَنْتُمْ

أَوْ يُسْلِمُونَ فَإِنْ تُطِيعُوا

يُؤْتِكُمُ اللَّهُ أَجْرًا حَسَنًا وَإِنْ

تَكُونُوا كَافِرِينَ لَكُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ

در اگر نہ پھیرو گے تم جیسے کہ منہ پھیرا تھا اس بلا نے سے پہلے تو عذاب کرے گا تم پر

در دینے والا عذاب۔

اس آیت کا سبب نزول باجماع مفسرین اور بدلائل سیاق و سباق آیات اور موافق مضمون حدیث صحیحہ کے یہ ہے جسکی تفصیل گزر چکی۔

اسی تفصیل کے ساتھ حضرت شاہ صاحبؒ پھر فرماتے ہیں۔

جب بہ بات معلوم ہو گئی تو اب جاننا چاہیے کہ بلا نے والے خلفائے شریف تھے انکے سوا کوئی نہ تھا کیونکہ موافق احتمالات عقلیہ کے یہ بلا نے والے یا جناب مقدس نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہوں گے یا خلفائے شریف یا حضرت مرتضیٰ یا بنی امیہ یا بنی عباس یا ترک جنہوں نے سلطنت عرب کے ختم ہو جانے کے بعد سراٹھایا تھا ان (چھ احتمالات) سے زیادہ کوئی حتمال نہیں نکلتا اب دیکھو کہ خلفائے شریف کے سوا جس قدر احتمالات ہیں سب باطل ہیں کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قسم کا بلانا ہمیں ظاہر نہیں ہوا اسلئے کہ یہ آیت حدیبیہ میں نازل ہوئی اور حدیبیہ کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات گنتی کے ہیں اور معلوم ہے کہ ان میں سے کسی میں اس قسم کا بلانا نہیں ہوا حدیبیہ کے بعد ہی علی الاتصال غزوہ جبر ہوا اس غزوہ میں اعراب کے کسی منافق کو آپؐ نے نہیں بلایا بلکہ اس غزوہ میں تو سوائے لوگوں کے جو حدیبیہ میں شریک تھے کسی اور کا شریک نہ منع تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا قُلْ لَنْ تَنصِرُونَا كَذَلِكَ قَالَ اللَّهُ مِنْ قَبْلُ (یعنی اسے نبی! اعراب سے) کہہ دو کہ تم (خبریں) ہمارے ساتھ نہ آؤ تمہارے متعلق پہلے ہی اللہ نے ایسا فرما دیا ہے جبر کے بعد غزوہ فتح پیش آیا اس غزوہ میں کچھ اعراب بلائے گئے مگر اہل مکہ قویم اُولٰٓئِہِ نَاسٍ شَدِيدِ

نہ تھے کیونکہ یہ وہی لوگ تھے جن سے ٹھننے کے لیے مدینہ میں بلائے جا چکے تھے اور الفاظ بتا رہے ہیں کہ قَوْمِ اُولٰٓئِیْنَ بِاٰیٰتِیْ سٰکِدٰتٍ ہوں کہ اب مکہ کے علاوہ کوئی دوسری قوم مراد ہے۔ غزوہ حنین بھی مراد نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ابن ہوازن (جن سے اس غزوہ میں لڑائی تھی) اس سے بہت ہی قلیل ذلیل تھے کہ ان کو بارہ ہزار مردان جنگی کے مقابلے میں (جو حنین میں) ہر کا ب حضرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم تھے یعنی (مہاجرین و انصار و مسبین فتح مکہ) اُولٰٓئِیْنَ بِاٰیٰتِیْ سٰکِدٰتٍ کہا جاتے یہ دوسری بات ہے کہ حکمت الہی نے میدان جنگ میں بوجہ اسکے کہ مسلمانوں کو اپنی کثرت پر کچھ مار پیدا ہو گیا تھا دوسرا رنگ دکھا دیا غزوہ تبوک بھی مراد نہیں ہو سکتا کیونکہ وہاں ثَقَاتٌ لِّدُوْلِهِمْ اَوْ یُسْلِمُوْکَ نہیں پایا جاتا (یعنی اس غزوہ کا انجام یہ نہیں ہوا کہ حریف اسلام مانتا یا اس سے جنگ کی نوبت آتی) مقصود (الہی) اس غزوہ سے صرف اہل شام و روم کے دلوں میں بیہمت پیدا کرنا تھا جب ہر قل نے حبشہ کی اور فوج نہ بھیجی تو مسلمان سوٹ آئے (باقی رہے حضرت سر قنیضہؓ اور بنی امیہ اور بنی عباس اور انکے بعد والے تو ان لوگوں نے حجاز اور یمن کے اعراب کو کافروں سے ٹھننے کے لیے بلایا ہی نہیں۔ جیسا کہ تاریخ سے ثابت ہے یقیناً یہ خاص قسم کا بلانا (جس میں چاروں مذکورہ اوصاف پائے جاتے) اتنی طویل مدت میں سوائے خلفائے ثلاثہ کے اور کسی سے ظہور میں نہیں آیا واقعی نے لکھا ہے کہ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ بنائیتے گئے ان کے عہد میں مسلم بن قیس مارا گیا جس نے دعوائے نبوت کیا تھا اور انہیں نے بنو حنیفہ سے قتال کیا نیز انہیں کے رہانے میں سجاح اور اسود عسی مارے گئے اور طلحہ شام کی طرف بھاگ گیا اور انہیں نے یمامہ کو فتح کیا اور تمام عرب ان کا مطیع ہو گیا اس وقت انہوں نے ارادہ کیا کہ ملک شام پر لشکر کشی کریں اور انکی توجہ غزوہ روم کی طرف مائل ہوتی چنانچہ انہوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مسجد نبوی میں جمع کیا اور منبر پر کھڑے ہو کر اللہ کی حمد و ثناء بیان کی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد کیا اسکے بعد فرمایا کہ اے لوگو تمکو واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو اسلام کے سبب سے فضیلت دی ہے اور تم کو محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت میں کیا ہے اور تمہارے ایمان و یقین کو ترقی دی ہے اور کھلم کھلا تمہاری مدد کی ہے اور تمہارے ہی حق میں فرمایا ہے اَلِیْسُوْمَ اَکْمَلْتُ لَیْکُمْ لَیْحَ یعنی آج میں نے کامل کر دیا تمہارے لیے دین تمہارا اور پوری کر دی میں نے تم پر نعمت اپنی اور پسند کیا میں نے اسلام کو تمہارے لیے دین اور یہ بھی واضح رہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہ اور ہمت ملک شام کی طرف تھی مگر اللہ نے انکو اٹھایا اور انکے لیے اپنا قرب پسند کیا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم لہذا اب میں ارادہ رکھتا ہوں کہ تمام مسلمانوں کو جمع کر کے شام کی طرف بھیجوں کیونکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات سے پہلے (اشارۃ) مجھے اس کا حکم دیا تھا اور فرمایا تھا کہ زمین کی مشرق و مغرب سب میرے لیے لپیٹ دی گئی ہے اور جس قدر حصہ

زمین کا میرے بیٹے یساکاگ و ہاں تک میری امت کی سلطنت پہنچے گی پس اب تم لوگ اس بارے میں کیا کہتے ہو اللہ تم پر رحم کرے ان لوگوں نے کہا کہ یا خلیفۃ رسول اللہ (ہمارا بولنا آپ کے سامنے کیا مناسب ہے) آپ نے حکم سے ہمیں اطلاع دیں اور جہاں چاہیں بھیج دیں کیونکہ اللہ عزوجل نے آپ کی اطاعت ہم پر فرض کر دی ہے چنانچہ فرمایا اَطِيعُوا اللَّهَ وَاطِيعُوا الرَّسُولَ وَاولی الامر منکم یہ سن کر حضرت ابو بکرؓ بہت مسرور ہوئے اور خوش ہوئے اسکے بعد منبر سے اتر آئے اور بادشاہانِ یمن اور سردارانِ عرب اور اہل مکہ کے نام خطوط لکھے ان تمام خطوط کا مضمون یہ تھا ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

عبداللہ (ملقب بہ ابن ابی قحافہ) کی طرف سے تمام مسلمانوں کے نام ۔ سلام ہو تم پر — میں اللہ کی تعریف کرتا ہوں جسکے سوا کوئی معبود نہیں و درود پڑھتا ہوں اسکے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر میں نے ارادہ کیا ہے کہ تم کو ملک شام کی طرف بھیجوں تاکہ تم لوگ اسکو فتح کر دو پس جو شخص تم سے جہاد کا ارادہ کرے اسکو چاہیے کہ سبقت کرے اطاعتِ خدا و اطاعتِ رسول پر خط کے آخر میں یہ آیت لکھی تھی اَفْرِضْ ذِیْ حِفَاظٍ یَّقْذِ لَیْخِ اسکے بعد یہ خط سب کے پاس بھیج دیتے اور اسکے جواب کا انتظار کیا ۔ سب سے پہلے جو شخص یمن بھیجا گیا وہ حضرت انس بن مالکؓ رسول خداؐ کے خادم تھے (واقعی کا کلام ختم ہوا)

حضرت صدیق اکبرؓ کا اس بد نے میں مثل جارہ کے ہونا اودان کا اس واقعہ میں اس حدیث قدسی کا مظہر ہونا جو اللہ تعالیٰ نے بخطاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمائی کہ تم ایک لشکر بھیجو تو تم دیسے پانچ لشکر بھیج دیں گے بالکل کھلا ہوا ہے چنانچہ رائے (اس خط نے لوگوں کے دلوں میں ایسا اثر کیا جو دنیاوی عقل سے بالاتر ہے یہاں تک کہ غزوہ یرموک میں چالیس ہزار آدمی جمع ہو گئے اور انکے ہاتھ سے عجیب کوشش ظاہر ہوئی اور ایسی فتح حاصل ہوئی جو حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے سے آج تک کسی کو نصیب نہ ہوئی تھی بمقابلہ کوشش اور اہتمام کے گوگنا اور جوگنا نتیجہ حاصل ہوا حضرت صدیقؓ کا یہی کام حضرت فاروق اعظمؓ کے یہی دستور العمل بن گیا انہوں نے اس طریقہ سے غزوہ قادسیہ میں اعراب کو دعوت دی روہتہ الاحباب میں ذکر غزوہ قادسیہ میں لکھا ہے کہ جب بر خبر ملی کہ اہل عجم نے یزیدؓ کو بادشاہ بنانا ہے تو انہوں نے اپنے عمام کو اس مضمون کا خط بھیجا کہ ان اطراف میں جسکو تم جانتے ہو کہ اسکے پاس گھوڑا اور ہتھیار ہے اور بہت دشمنیت بھی رکھتا ہے اور فتنہ حرب سے وقف ہے اسکو فوراً سامانِ درست کر کے

مدینہ روانہ کر دیا اسی طرح حضرت عثمان غنیؓ نے عبداللہ بن ابی سرح کی کمک کے لئے جب کہ انہوں نے وہاں کے بادشاہ سے جنگ پھیر دی اعراب کو بلایا اور یہ واقعہ بھی مشہور ہے تو یہ تمام تفصیلات اسی امر کو ثابت کر رہی ہیں کہ وہ بلانا جس کا ذکر قرآن مجید میں ہے وہ انھی خلفائے ثلاثہ کا ہے اور ان میں سے ہر ایک خلیفہ راشد تھے انکی طرف سے جہاد کی دعوت حکم شرعی تھا اور انکا حکم ماننا قرآنی فیصلہ تھا جس پر اجر کا وعدہ فرمایا گیا اور انکے حکم کی خلاف ورزی عذاب خداوندی کا سبب تھا۔

اور ان سب تفصیلات سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ شیعوں کا یہ دعویٰ کہ یہ دعوت دینے والے حضرت امیر (یعنی حضرت علیؓ) ہیں باطل ہے انہوں نے جسکو بھی دعوت دی تھی وہ بیعت کے توڑنے پر مقابلہ کرنے کے لئے آئے تھے۔ ان آیات کی تفسیر میں حضرت شاہ ولی اللہ قدس اللہ سرہ العزیز کی یہ تحقیق نہایت ہی بلند پایہ اسرار و حکم اور اصول دین اور خلافت راشدہ میں حضرات خلفائے ثلاثہ کے مقام عظمت و نزائیت اور عند اللہ تعالیٰ ان کی مقبولیت کے بیان پر مشتمل تھی اس وجہ سے اس تحقیق انیق کو علامہ آؤسیؒ و دیگر ائمہ مفسرین کے کلام اور حضرت والد محترم شیخ المحدثین والمفسرین مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد فرماتے ہوئے اشارات سے مرکب و جمع کر کے اس ناچیز سر اپا تفسیر نے پیش کر دیا ہے جو حقائق و لطائف ہیں وہ ان حضرات کے ہیں اور انکی ترتیب و بیان میں اگر تفسیر و نقائص محسوس ہوں تو وہ ناچیز کے ہیں جس پر طالب عفو و درگزر ہوں۔

(اللہ تعالیٰ المتوفی کو بلند درجات عطا فرمائے آمین، "مرتب")

لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ

اللہ خوش ہوا ایمان والوں سے، جب ہاتھ ملائے گئے تھے

تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ

سے اُس درخت کے نیچے، پھر جانا جو آنکھ جی میں تھا پھر اُنارا ان پر

عَلَيْهِمْ وَأَتَا بِهِمْ فَتًى قَرِيبًا ۝۱۸ وَمَغَانِمَ كَثِيرَةً يَأْخُذُونَهَا

چین، اور انعام دی انکو ایک فتح نزدیک، اور بہت غنیمتیں جو انکو لیں گے

مع ازالتہ الخفار جلد اول۔ روح المعانی جلد ۲۶

وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ۱۹ وَعَدَ كُمْ اللَّهُ مَغَانِمَ

اور ہے اللہ زبردست حکمت والا وعدہ دیا ہے تم کو لڑنے

كَثِيرَةً تَأْخُذُ وَنَهَا فَعَجَلَ لَكُمْ هَذِهِ وَكَفَّ أَيْدِي

بہت غنیمتوں کا تم انکو لوگے، سوشتاب ملا دی تم کو یہ اور روکے لوگوں کے ہاتھ

النَّاسِ عَنْكُمْ وَلِتَكُونَ آيَةً لِلْمُؤْمِنِينَ وَيَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا

تم سے اور تا ایک نمونہ ہو قدرت کا سمنانوں کے واسطے اور چلاوے تمکو

مُسْتَقِيمًا ۲۰ وَأُخْرَى لَمْ تَقْدِرُوا عَلَيْهَا قَدْ أَحَاطَ اللَّهُ

سبھی رہ ... اور ایک فتح اور جو تمہارے بس میں نہ آئی، وہ اللہ کے قابو میں ہے

بِهَا وَكَانَ اللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرًا ۲۱ وَلَوْ قَتَلَكُمْ

اور ہے اللہ ہر چیز کر سکتا اور اگر لڑتے تم سے

الَّذِينَ كَفَرُوا لَوَلَوْكُمُ الْآدَاءُ بَارِئُكُمْ لَا يَجِدُونَ وَلِيًّا وَ

کافر، تو پھرتے بیٹھ، پھر نہ پادیں گے کوئی حمایتی اور

لَا نَصِيرًا ۲۲ سُنَّةَ اللَّهِ الَّتِي قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ ۚ

نہ مددگار رسم بڑی اللہ کی، جو چلی آئی ہے پہلے سے

وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللَّهِ تَبْدِيلًا ۲۳ وَهُوَ الَّذِي كَفَّ

اور تو نہ دیکھے گا اللہ کی رسم بدلتی : اور وہی ہے جس نے روک

أَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْ بَعْدِ

رکھے انکے ہاتھ تم سے اور تمہارے ہاتھ ان سے بچ شہر مکہ کے، پیچھے

أَنْ أَظْفَرَ كُمْ عَلَيْهِمْ ط وَكَانَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرًا ۲۴

اسکے کر تمہارے ہاتھ لگا، دیتے وہ اور ہے اللہ جو کرتے ہو دیکھتا۔

هُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَ

دہی ہیں جنہوں نے انکار کیا، اور روکا تمکو ادب والی مسجد سے اور

الْهَدْيِ مَعَكُمْ فَاِنْ يَبْلُغْ مَحَلَّهُ ط وَلَوْ اَرِجَالٌ مُّؤْمِنُونَ

نیاز کی قربانی کو، بند پڑی نہ پہنچے اپنی جگہ تک اور اگر نہ ہوتے کتے مرد ایمان والے

وَنِسَاءٌ مُّؤْمِنَاتٌ لَّمْ تَعْلَمُوهُمْ اَنْ تَطَّوَّهُمْ فِتْصِيْبُكُمْ

اور کتنی عورتیں ایمان والیاں جو تمکو معلوم نہیں، یہ خطرہ کہ انکو پیس ڈالتے پھر تم پر

مِّنْهُمْ مَّعْرَۃٌ بِغَيْرِ عِلْمٍ لِّدْ خَلَّ اللَّهُ فِي رَحْمَتِهِ مَنْ

غزالی پڑتی بخیر سے کہ اللہ کو داخل کرنا اپنی ہر میں جس کو

يَشَاءُ لَوْ تَزَيَّلُوا لَعَذَّبْنَا الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ عَذَابًا

چاہے اگر وہ لوگ ایک طرف ہو جلتے تو آنت ڈالتے ہم منکروں کو

اَلِيْمًا ۝ اِذْ جَعَلَ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي قُلُوبِهِمُ الْحَمِيَّةَ

دکھ کی مار پ جب رکھ منکروں نے اپنے دل میں

حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ فَاَنْزَلَ اللَّهُ سَكِيْنَتَهُ عَلٰی رَسُوْلِهِ وَ

نادالی کی ضد، پھر اُتارا اللہ نے اپنی طرف کا چین اپنے رسول پر اور

عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰی وَكَانُوا

مسلمانوں پر اور لگے رکھا انکو ادب کی بات پر اور یہی تھے

اَحَقُّ بِهَا وَاَهْلُهَا وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ

اس کے لائق اور اس کام کے اور ہے اللہ ہر

شَيْءٍ عَلِيْمًا ۝

ہمیز سے خبردار



بیعت الرضوان فضائل اہل بیعت مع بشارت انعام خداوندی بے عطاء غنائم و غلبہ اہل ایمان

قال الله تعالى.. لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ... إلخ... سَيُكْفَرُ عَنْهُ عَلَيْهِمْ مَا
رابطہ اگر ختمہ آیات میں ان اعراب و متخلفین کا ذکر تھا جو جھوٹے عذر اور جیلے بہانے کر کے حدیبیہ
کے سفر سے پیچھے رہ گئے تھے انکی باطنی گندگی اور فحش کے ذکر کے ساتھ حق تعالیٰ کی طرف سے جس وعید اور
تنبیہ کے وہ مستحق تھے بیان کی گئی تھی اب اس گروہ کے بالمقابل ان مخلصین و مطہین اور بشارتوں کا ذکر
فرمایا جا رہا ہے جنہوں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک پر بیعت کی کہ ہم زندگی کے آخری
سانس تک رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ نہ چھوڑیں گے اور آخری دم تک ہر طرح کی مدد و اعانت
کرتے رہیں گے اور اطاعت و فرماں برداری سے قدم ہرگز پیچھے نہ ہٹائیں گے حق تعالیٰ شانہ نے ایسے
مخلصین کا ذکر اپنی رضوان و شہودی کے اعلان سے فرمایا ارشاد ہے۔

بے شک اللہ خوش ہوا ان ایمان والوں سے جبکہ وہ بیعت کر رہے تھے آپ سے اسے
ہمارے پیغمبر اس درخت کے نیچے جو ایک لیکر کا درخت تھا مقام حدیبیہ میں جہاں کھڑے ہو کر
آپ نے بیعت کا اعلان فرمایا تھا اور صحابہؓ نے اس درخت کے نیچے بیعت کا سلسلہ شروع کیا پھر
جان لیا اللہ نے اس چیز کو جو انکے دلوں میں تھا اعلان و ایمان اور ایثار و جہاد کے جذبات سے تواندا
ان پر سکون و اطمینان اور انعام دیا انکو ایک نزدیک فتح کا اور بہت سی غنیمتوں کا جنکو وہ حاصل کریں
گے اور اللہ تعالیٰ بڑی ہی عزت و حکمت والا ہے کہ اسکے ارادہ اور عطاء کو کوئی طاقت روکنے والی
نہیں اور وہ اپنی حکمت سے جب چاہتا ہے عطا فرماتا ہے اسلئے اگر اس نے مقام حدیبیہ میں فتح و
غنائم کے بجائے معاہدہ اور صلح کو مقدر فرما دیا تو یہ اسکی شانِ عظمیٰ ہے کہ فتح و غنائم کو قریب وقت
کے لئے مؤخر کر دیا جو فتحِ خبر کی صورت میں فوراً ہی ظاہر ہوتی جیسا کہ تفصیل گزر چکی وعدہ کیا ہے اللہ
نے تم کے بہت سی غنیمتوں کا جنکو تم آئندہ لو گے جس کا ایک حصہ خبر کی غنیمتیں ہیں سو جلدی
پہنچا دی تمکو یہ غنیمت اور روک دینے لوگوں کے ہاتھ تم سے کہ مقام حدیبیہ میں کفار قریش تم پر حملہ

محہ یعنی ظاہری احوال سے اندیشہ اور خطرے کے ساتھ حسن نیت و صدق و اخلاص توکل و اعتماد اور
حُبِ اسلام کے ساتھ۔ علامہ ابو حیانؒ فرماتے ہیں کہ صلح کی شرائط سے قلب میں
جو آثار رنج و غم تھے وہ بھی مراد ہیں۔ ۱۲

نہ کر سکے ورنہ اس حالت میں کہ تم صرف چودہ سو یا پندرہ سو تھے بے سرد سامان وطن سے دور تو اس حالت میں کفار مکہ اگر حملہ کر دیتے تو ظاہر اسباب بڑی پریشانی اور تکلیف کے تھے تو یہ کس قدر انعام ہوا اور اللہ کی رحمت ہوتی اور یہ سب کچھ اس وجہ سے بھی کیا گیا کہ ایک نشانی ہو جائے ایمان والوں کے لئے اللہ کی قدرت اور ایمان پر خصوصی عنایات خداوندی کی اور تم کو صراطِ مستقیم پر چلائے جس کا نتیجہ یہ ہو گا اللہ رب العزت کے وعدوں اور اسکی لامحدود طاقت پر بھروسہ ہمیشہ قائم رہے گا اور اس وقت کی فتح کے علاوہ ایک اور فتح بھی اللہ نے تمہارے واسطے طے کر دی ہے جس پر تم ابھی قادر نہیں ہوتے ہو جس کا اللہ نے احاطہ کر لیا ہے اور وہ اسکے قابو میں ہے اور اللہ تو ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے اس لئے جس غنیمت اور فتح کو مسلمانوں کے واسطے اللہ نے طے کر دیا ہے دنیا کی کوئی طاقت اسکو اللہ کے قابو سے نہیں نکال سکتی۔

اور اس صورت میں کہ اللہ نے ایمان والوں کے واسطے فتح و کامیابی طے کر دی ہو اگر قتال کرتے کا فرم سے تو پیٹھ پھیرتے شکست کھاتے ہوئے پھر نہ پاتے اپنا کوئی حمایتی اور نہ مددگار تم ہی غالب ہوتے اور فتح و کامرانی حاصل ہوتی اور ان کافروں کو کسی کی حمایت و مدد عذاب خداوندی سے بچا سکتی مگر اللہ تعالیٰ کی حکمت کا یہی تقاضا ہوا کہ فی الحال مقابلہ اور قتال نہ ہو اور معاہدہ وضع ہی ہو جائے اور اس صلح کی ان برکات سے مسلمان مستفید ہوں جو مستقبل میں ان کے واسطے مقدر کر دی گئیں۔

اللہ کا طریقہ یہ ہے جو اسی طرح پہلے سے چدا کر رہا ہے اور اے مخاطبِ تو اللہ کے طریقہ اور قانون میں ہرگز تبدیلی نہ پاتے گا کہ جب بھی اہل حق اور اہل باطل کا کسی فیصلہ کن مرحلہ پر مقابلہ ہو تو آخر کار حق کو فتح ہوتی ہے اور اہل باطل مغلوب و مقہور ہوتے ہیں اللہ کی یہ سنت ہے جس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔ بس شرط صرف اتنی ہے کہ اہل حق مضبوطی کے ساتھ حق پر قائم رہیں اور اللہ کے اس قانون کو کوئی دوسرا ہرگز تبدیل نہیں کر سکتا اور وہی ہے جس نے روک دیا تھا ان کافروں کے ہاتھوں کو تم سے جب کہ قریش مکہ کی کچھ ٹولیاں مدینہ کے مقام میں چوری چھپے حملہ آور ہونے کے ارادہ سے مسلمانوں تک پہنچ گئی تھیں اور تمہارے ہاتھ روک دیتے ان سے سرزمین مکہ میں بعد اس کے کہ تم کو ان پر غلبہ و کامیابی بھی دے دیا تھا اور اس قسم کی چند ٹولیاں مشرکوں کی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور بعض صحابہ پر خفیہ حملہ کرنے کی نیت سے آتے تھے صحابہ نے انکو پکڑ بھی لیا تھا اور رزقہ گرفتار کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش بھی کر دیا تھا اور امتدیکھنے والا ہے ان تمام کاموں کو جو تم کرتے ہو تو اس نے تمہارے اس حلم اور تحمل و درگزر کو بھی دیکھ لیا ہے اور وہ یقیناً ایسے صبر و تحمل کا بہتر بدلہ دے گا اور خدا تعالیٰ کے علم اور نظروں سے بچم و نافرمان چھپے ہوتے نہیں ہیں خدا کو خوب معلوم ہے یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے کفر کیا اور تم کو مسجد حرام سے روکا اور قربانی

کے جانور کو جو بدھا ہو تھا اس مات سے کہ وہ ایسے عدل ہوئے کی جگہ تک پہنچ جاتے جس سے حرم تک جہاں قربانیاں لے جا کر ذبح کی جاتی ہیں اور اگر نہ ہوتے کچھ مرد ایمان والے اور کچھ عورتیں ایمان والی جن کو تم نہ جانتے تھے تو اس صورت میں اگر قتال و جہاد کا حکم دے دیا جاتا تو خطرہ تھا کہ تم کو بیس ڈالتے پھر تم پر انکی وجہ سے کوئی خرابی اور مصیبت پیش آجاتی نہجری کے ساتھ تو اگر یہ خطرہ نہ ہوتا تو اس وقت اللہ کی طرف سے حکم قتال ہو جاتا لیکن ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں کہ مکہ میں بہت سے مؤمن مرد اور عورتیں موجود تھے جنکے ایمان کا تم کو علم نہ ہوتا اور قتال کی نوبت آجاتی تو وہ بھی لاعلمی میں پس جاتے اور ایمان والوں کا مارا جانا بلاشبہ ایک بہت بڑی خرابی و تکلیف تھی جو تم پر واقع ہوتی تو اس مصیبت کے باعث اللہ نے معاہدہ اور صلح کی صورت پر اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو آمادہ کر دیا تاکہ اللہ داخل کرے اپنی رحمت میں جس کو چاہے کیونکہ یہ ایک بے مثل تحمل اور صبر کا مظاہرہ تھا یقیناً ایسی مہربانی اور حلم کا بدرہ ضرور ملتا اور وہ یہی کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت میں داخل کرے اگر وہ مسلمان مرد اور عورتیں ایک طرف جدا ہو جاتے تو ہم عذاب دیتے ان ہل مکہ میں سے کافروں کو بڑا ہی دردناک عذاب طبعی طور پر کافروں کی بے حاشیہ اور عناد کی ردش مسلمانوں کو متاثر اور مستقل بن سکتی تھی اور طبعاً اند کا جواب ضد ہی سے دیا جاسکتا تھا لیکن یہ خدا کا کس قدر عظیم انعام ہے کہ ایسے وقت مسلمانوں کو خدا نے مہر و تحن کا حوصلہ دیا جب کہ رکھی کافروں نے حیثیت اور ضد اپنے دلوں میں جا بلیت سے زمانہ جیسی صد نادانی کی لیکن اللہ نے سکون کی کیفیت اتاری اپنے رسول پر اور ایمان والوں پر باوجود یکہ سخت اضطراب اور بے چینی کا عالم تھا اور صحابہ جزیہ جہاد اور شوق شہادت سے غمور تھے اور قائم رکھا ان پر تقویٰ کا کلمہ کہ وہ محی الہی اور زمان رسول کے سامنے صحابہ سراپا پیکر تقویٰ بن گئے اور حقیقت یہ ہے کہ وہی اسکے لائق تھے اور اسکے اہل تھے اسکے کام کے اور اس کے ثمرات کے مستحق تھے دیا میں بھی اور آخرت میں بھی کہ اللہ سے ڈر کر اسکی فرمائی سے باز

۱۔ کلمۃ التقویٰ کی تفسیر کلمۃ لا اِلٰهَ اِلَّا اللہ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہ ہے اس پر قائم رہنا سچے فرمانبردار اور سچے موجد کا کام ہے اور ایسا ہی فرمانبردار شخص رسول خدا کے حکم پر اپنے تمام جذبات و رجحانات کو پس پشت ڈال دیتا ہے اور عین جوش و خروش کے وقت صرف اللہ رب العزت اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی کے لیے اپنے تمام طبعی جذبات قربان کر ڈالتا ہے اس کو اپنی عزت و ذلت کا سوال رہنا ہے نہ وقار کا مسئلہ حائل ہونا ہے حدیث میں کلمۃ التقویٰ کی تفسیر اسی وجہ سے لا اِلٰهَ اِلَّا اللہ سے کی گئی ہے کہ تمام تر تقویٰ اور طہارت کی بنیاد یہی ہے جسکو اللہ رب العزت نے حضرت صحابہ کی زندگیوں کے ساتھ لازم کر دیا اور اسکا حق ادا کرنے کے واسطے بھی انکو چن لیا۔ ۱۲۔

رہے اور حرم و کعبہ کا ادب ہر حال میں ملحوظ رکھا۔ تو اللہ نے تقویٰ اور طہارت کا یہ وصف اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگیوں کے ساتھ لازم کر دیا کہ انکی حیات اور عمل تقویٰ اور تقویٰ کے تقاضوں سے جدا نہیں ہو سکتا اور کل امت میں وہی اسکے سب سے زیادہ مستحق اور اس کا حق ادا کرنے کے اہل تھے کہ جن کو خدا نے اپنی حکمت اور علم محیط سے چن لیا تھا اور بے شک اللہ تو ہر چیز کا خوب علم رکھنے والا ہے وہی جانتا ہے کہ کس کے واسطے تقویٰ لازمہ حیات بنایا جاسکتا ہے اور کس کو تقویٰ کا پورا پورا حق ادا کرنے کے واسطے منتخب کیا جاسکتا ہے۔

سبب بیعت الرضوان

اس بیعت کا نام اس آیت مبارکہ کی وجہ سے بیعت الرضوان ہوا جس میں حق تعالیٰ نے ان اہل بیعت حضرات صحابہ سے اپنی رضا مندی و خوشنودی کا اعلان فرمایا سفر حدیبیہ اور صلح و معاہدہ کی تفصیل ابتداء سورۃ فتح میں گزر چکی اور یہ کہ بیعت کس طرح واقع ہوئی روایات سیرت اور کتب حیات سے بیعت الرضوان کا جو سبب معلوم ہوا اس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبہ کے مقام میں پہنچ کر غراش بن امیہ الضمریؓ کو بطور قاصد لیل مکہ کی طرف بھیج دیا کہ آپ صحت صرف عمرہ کی غرض سے آئے ہیں اسکے علاوہ اور کوئی ارادہ مقابہ یا قتال کا نہیں غراش بن امیہ جب اہل مکہ کے پاس پہنچے تو ان لوگوں نے انکا ادب و ذبح کر ڈالا اور خود انکو بھی قتل کرنے کا ارادہ کیا لیکن قریش کے کچھ لوگوں کے روکنے پر وہ اس بات سے باز رہے اس واقعہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر فاروقؓ کو مکہ مکرمہ بھیجنے کا ارادہ فرمایا تو عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہنے لگے یا رسول اللہ آپ کو معلوم ہے کہ اہل مکہ مجھ سے کس قدر عداوت اور بغض و غضب رکھتے ہیں اور مجھے یہ توقع نہیں کہ اہل مکہ اگر میرے ساتھ کوئی زیادتی کریں گے تو میرا کوئی مددگار ہوگا اس وجہ سے مناسب ہے کہ آپ عثمان بن عفانؓ کو بھیجیں وہاں انکا مضبوط قبضہ ہے اور وہ لوگ انکی قدر بھی کرتے ہیں اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمان بن عفانؓ کو بلایا اور انکو قریش مکہ کی طرف قاصد بنا کر روانہ فرمایا یہی پیغام دیکر کہ ہم لوگ صرف عمرہ کرنے ہی آئے ہیں اور انکو اسلام کی بھی دعوت دینا اور یہ بھی فرمایا کہ مکہ میں جو مسلمان مرد اور عورتیں مظلومیت کی زندگی گزار رہے ہیں انکے پاس جا کر انکو بشارت سننا دینا فتح و کامیابی کی اور یہ بھی بتا دینا کہ عنقریب اللہ تعالیٰ مکہ میں اپنا دین غالب فرمائے گا۔

حضرت عثمانؓ مکہ روانہ ہو گئے راستہ میں ابان بن سعید العاصی مل گیا اس نے اپنی سواری سے اتر کر ————— حضرت عثمان غنیؓ کو اس پر بٹھایا اور انکو اپنی پناہ دے کر قریش کو اس

کی اطلاع کی کہ عثمان میری بناہ میں ہیں ان لوگوں سے حضرت عثمانؓ سے بھی کہا کہ اگر تم چاہو تو بیت اللہ کا طواف بھی کر سکتے ہو لیکن یہ بات کہ تم سب مکہ میں داخل ہو سکو یہ ممکن نہیں ہے عثمان غنیؓ نے جواب دیا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر طواف بیت اللہ کروں اس پر قریش کے لوگوں نے حضرت عثمانؓ کو قید کر لیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی نے یہ کہا کہ عثمانؓ تو قتل کر دیتے گئے اس خبر کے ملنے پر آپؐ نے لوگوں کو اعلان کرایا کہ قریش سے اسکا انتقام لینا ہے اور حضرت جبریل علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کا حکم لے کر اترے کہ آپؐ صحابہ سے بیعت لیں آپؐ کے اعلان فرمانے سے سب صحابہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد جمع ہو گئے اور درخت کے نیچے سلسلہ بیعت شروع ہو گیا ہر ایک اس پر بیعت کر رہا تھا کہ ہم میدان جہاد سے کسی بھی حالت میں ہرگز نہ بھاگیں گے منہ

حضرت معقل بن یسافؓ بیان کرتے ہیں کہ میں اس درخت کی شاخیں ہاتھ سے تھامے ہوئے تھا تاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ انور شاخوں سے نہ چھپے اور سب سے پہلے اس روز جس شخص نے بیعت کی وہ ابوسنان و ہب بن محصن، عکاشہ بن محصن کے بھائی تھے۔ یہی سنی نے دلائل النبوة میں شعبیؒ سے روایت کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جس وقت اعلان بیعت فرمایا تو انہوں نے کہا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہاتھ بڑھائیے تاکہ میں بیعت کروں آپؐ نے فرمایا کس چیز پر بیعت کرے گا (یعنی جانتا بھی ہے) عرض کیا یا رسول اللہ جو کچھ آپؐ کے دل میں ہے بس اسی پر میں بیعت و عہد کرتا ہوں خواہ میں اس وقت اسکو جانوں یا نہ جانوں یعنی جو بھی کچھ حکم ہوگا بس قبل اس کے کہ وہ معلوم ہو میں اسکی اطاعت و فرمان برداری کیلئے عہد کر رہا ہوں۔

بیعت الرضوان میں ایک ٹیٹے کی اپنے باپ سے سبقت

بیعت الرضوان میں عام بیعت کے دوران حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ تھامے ہوئے تھے اور صحابہ بیعت کرتے جاتے تھے صحیح بخاری میں نافعؓ کی روایت

۱۷۰ صحیح بخاری، تفسیر روح المعانی، احکام القرآن، مطبوعی.

۱۷۱ صحیح مسلم

۱۷۲ صحیح بخاری جلد ۲، کتاب التفسیر، ۱۲۰

سے یہ تفصیل معلوم ہوتی کہ اس بیعت میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ اپنے والد عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سبقت کرنے والے تھے اور انہوں نے والد سے پہلے بیعت کی جسکی صورت یہ ہوتی کہ عمر فاروقؓ کا ایک گھوڑا کسی انصاری کے پاس تھا انہوں نے اپنے بیٹے عبداللہ بن عمرؓ کو انصاری شخص سے گھوڑا لانے کے واسطے بھیجا مفسد یہ تھا کہ اگر جہاد کی نوبت آجائے تو اس پر قتال کر سکیں عین اسی وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت الرضوان کا سلسلہ شروع فرمادیا تھا اور عمر فاروقؓ کو خبر بھی نہ تھی کہ بیعت شروع ہو گئی تو عبداللہ بن عمرؓ فوراً درخت کے نیچے پہنچ گئے اور فوراً بیعت کر کے پھر گھوڑا لانے کے واسطے گئے۔ اور اگر اپنے والد عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بتایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم درخت کے نیچے کھڑے لوگوں سے بیعت لے رہے ہیں اور میں بیعت کر آیا ہوں یہ سنتے ہی عمر فاروقؓ دوڑے ہوئے وہاں پہنچ گئے اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ تھامے کھڑے رہے اور بیعت کا سلسلہ جاری رہا اس سلسلہ بیعت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کہ اس وقت مکہ میں محصور تھے انکی بیعت اس شان کے ساتھ فرمائی کہ اپنا ایک ہاتھ پھلایا اور پھر اپنا دایاں ہاتھ بند کر کے فرمایا کہ اے لوگو! دیکھ لو یہ عثمانؓ کی بیعت ہے اور اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر مارا اور جس طرح بیعت میں ایک ہاتھ سے دوسرا ہاتھ پکڑا جاتا ہے اسی طرح اپنے ہاتھ سے دوسرا دست مبارک پکڑا۔

عراقی لوگوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان عظمت پر جب جرح و تنقید اور طعن و تشنیع کا سلسلہ شروع کیا تو انہوں نے حضرت عثمانؓ پر الزامات اور تہمتوں کی ایک فہرست تیار کی ہوتی تھی اور طے شدہ منصوبہ کے مطابق ہر مجمع میں ایک یہ بات بھی کہتے کہ عثمانؓ وہ ہیں جو بیعت الرضوان میں غیر حاضر رہے تو ایک عراقی نے عبداللہ بن عمرؓ کے سامنے بھی ان الزامات کو دھرتے ہوئے پوچھا بتاؤ کیا عثمانؓ وہ شخص نہیں ہیں جنہوں نے بیعت الرضوان میں حضورؐ سے بیعت نہیں کی فرمایا میں تجھے اسکی حقیقت بتاتا ہوں اور یہ واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے گئے اس بیعت میں جو لوگ حاضر تھے تو انہوں نے اپنے ہاتھ سے بیعت کی تھی مگر جب عثمانؓ کی بیعت کی نوبت آئی تو حضورؐ نے خود اپنے ہاتھ کو عثمانؓ کے ہاتھ کے قائم مقام بنایا خدا کی قسم ہم سب کی بیعت سے افضل اور بڑھ کر عثمانؓ کی بیعت تھی۔

سعید بن المسیبؓ کے ایک تلمیذ سعید بن قتادہؓ نے دریافت کیا مجھے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اصحاب حدیبیہ جنہوں نے اس درخت کے نیچے بیعت کی جو وہ سوئے تھے فرمایا مجھے تو حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ بتایا ہے کہ وہ پندرہ سوئے تھے بعض روایات میں تعداد اس سے کم اور بعض میں اس سے زائد بیان کی گئی لیکن ائمہ محدثین کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ پندرہ سو کی تعداد راجح ہے۔

شجرہ مبارکہ جس کے نیچے بیعت الرضوان ہوئی

سیرت کی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ درخت لیکھا تھا جس کے نیچے یہ بیعت لی گئی جس کا نام بیعت الرضوان ہے اور قرآن کریم نے ان مقدس نفوس سے اپنی خوشنودی کا اعلان فرمایا بعض روایات و تاریخی نقول سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ لوگ اس درخت کی تعظیم و تکریم کرنے لگے اور وہاں آکر غلیں بھی پڑھتے عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو انہوں نے اس درخت کو کاٹ دینے کا حکم فرمایا اس انداز سے کہ کہیں اس درخت کی پرستش نہ ہونے لگے۔

صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی ایک روایت میں طارق بن عبد الرحمنؓ سے منقول ہے کہ میں ایک دفعہ حج کے لیے جا رہا تھا تو میں نے مقام حدیبیہ سے گزرتے ہوئے ایک جماعت کو دیکھا کہ اس میدان میں نماز پڑھ رہے ہیں میں نے کہا ہر کون سی مسجد ہے (کہ اس جگہ نماز پڑھی جا رہی ہے) لوگوں نے بتایا کہ وہ درخت ہے جس کے نیچے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت الرضوان لی تھی یہ سن کر میں حضرت سعید بن المسیبؓ کے پاس حاضر ہوا اور انکو یہ بتایا تو انہوں نے فرمایا میرے والد نے مجھ سے یہ بیان کیا تھا کہ ہم جب آئندہ سال عمرہ القضاء کے وقت وہاں پہنچے تو ہم اس درخت کو بھوں گے اور ہر طے ذکر کے کہ وہ کون سا درخت تھا اور میرے والد ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے اس درخت کے نیچے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تھی یہ قصہ سنا کر سعید بن المسیبؓ کہنے لگے کہ (عجب بات ہے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ تو اس درخت کو نہ پہچان سکے اور اس پر انکو قدرت نہ ہوئی اور تم نے اسکو پہچان لیا اب خود ہی سمجھ لو کہ یہ کیا بات ہے۔

(تعبیر ”رَضِيَ اللہُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ“ کی بلاغت و نکتہ)

علامہ آلوسیؒ اپنی تفسیر روح المعانی میں رضا کے معنی ”خوشنودی“ بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ لفظ رضا کا استعمال کلام عرب میں متعدد صورتوں سے ہوتا ہے کبھی بغیر صلہ کے استعمال ہوتا ہے مثلاً کہا جاتے رَضِيتْ رَيْدًا اور کبھی عن اور با کے ساتھ مثلاً رَضِيتْ رَيْدًا باحسانہ اور کبھی لام کے ساتھ مثلاً رَضِيتْ لَدُنَّی۔

علامہ عربیہ فرماتے ہیں ”ب“ کے ساتھ استعمال صبیحت کے معنی ظاہر کرتا ہے، باحسانہ کہنے کا مفہوم یہ ہوگا کہ اسکے احسان کی وجہ سے میں خوش ہوا۔ اور جہاں بغیر صلہ کے استعمال ہو تو محض ذات بحیثیت ذات رضا کے معنی ہوں گے اور جس جگہ ب کا صلہ اور ذات دونوں کو جمع کیا جائے مثلاً رَضِيتْ

یا اللہ دگا۔ تو ذات سے خوشنودی کی نوعیت کو بتانا ہو گا یعنی اللہ رب العزت کے ساتھ خوشنودی
 بحیثیت اسکی ربوبیت اور بندگی ہے اور جب عن کے ساتھ استعمال ہو گا تو یہ ظاہر کرنا مقصود ہو گا
 کہ رضا اور خوشنودی کس چیز سے واقع ہوئی اور رضا و خوشنودی کا منشا کیا ہے تو اس موقع پر لَقَدْ رَضِيَ
 اللَّهُ عَنْهُ اَمْوُؤْمِيْن کا عنوان اس پر دلالت کر رہا ہے کہ ان اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ
 کی خوشنودی انکے ایمان و اخلاص کی وجہ سے واقع ہوئی اور یہی ایمان و اخلاص اس رضا الہی کا منشا
 بنا جب کہ یہ عمل بیعت انکے ایمان کامل کے ثبوت پر ظاہر ہو رہا ہے جب کہ اس درخت کے
 نیچے بیعت ہو رہی تھی تو یہ عنوان بلیغ ترین عنوان ہوا بہ نسبت اسکے کہ رَضِيَ اللہُ عَنْہُمْ کیونکہ
 اس میں صرف اس عمل پر ہی خوشنودی کا اظہار ہوتا اب یہاں اسکے بالمقابل عمل کو ظرف بنایا گیا اور
 خوشنودی کا محل صرف صحابہ کی ذات قرار دی گئی اور اس کا منشاء ان کا ایمان و اخلاص بتایا گیا جس
 کی گواہی دینے والا خود اللہ رب العزت ہوا اب اسکے بعد ان حضرات میں سے کسی کے بھی ایمان
 و اخلاص میں شبہ کرنا درحقیقت خدا تعالیٰ کی گواہی کو ٹھکرانا ہو گا۔

العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ

ۛ

ۛ

ۛ

لَقَدْ صَدَقَ اللَّهُ رَسُولَهُ الرُّءُیَا بِالْحَقِّ لَتَدْخُلُنَّ

اللہ نے سچ دکھایا ہے اپنے رسول کو خواب تحقیق تم داخل ہو رہو گے

الْمَسْجِدَ الْحَرَامِ اِنْ شَاءَ اللَّهُ اٰمِنِیْنَ مَحَلِّیْنَ

ادب والی مسجد میں اگر اللہ نے چاہا آمین سے بال مؤنثے

رَعَوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِیْنَ لَا تَخَافُوْنَ فَعِلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوْا

اپنے سروں کے در کرتے بے خطرہ پھر جانا جو تم نہیں جانتے

فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِیْبًا ۝۲۷ هُوَ الَّذِیْ

پھر بھرا دی اس سے درے ایک فتح نزدیک ۲۷ وہی ہے جس نے

اَرْسَلَ رَسُوْلَهُ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلٰی

بھیجا اپنا رسول راہ پر اور سچے دین پر کہ اوپر رکھے اسکو

الَّذِينَ كَلَّمَهُ ط وَكَفَى بِاللَّهِ شَهِيدًا ۝ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ ط

ہر دین کے اور بس ہے اللہ حق ثابت کرنیوالا ۝ محمد رسول اللہ کا

وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ ط

اور جو اسکے ساتھ ہیں زور آور ہیں کافروں پر، نرم دل ہیں آپس میں

تَرَاهُمْ رُكْعًا سَجِدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَ ط

تو دیکھے انکو رکوع میں اور سجدہ میں ڈھونڈتے ہیں اللہ کا فضل اور

رِضْوَانًا نَّيْمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِّنْ أَثَرِ السُّجُودِ ط

اسکی خوشی ہوتا ان کا نیکے منہ پر ہے سجدے کے اثر سے

ذَلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَةِ ط وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيلِ ط كَزَرْ ط

یہ کہاوت ہے انکی توریت میں اور کہاوت انکی انجیل میں، جیسے

أَخْرَجَ شَطْطَهُ فَازْرَهُ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوَىٰ عَلَىٰ سُوْقِهِ ط

کھیتی نے نکالا اپنا بٹھا بھرا اسکی کمر مضبوط کی، پھر سونٹا ہوا پھر کھڑا ہوا اپنے نال پر

يَجِبُ الزُّرَّاءَ لِيَغِظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ط وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ ط

خوش لگتا کھیتی والوں کو، تاکہ اُڑے ان کے جی کافروں کا وعدہ دیا ہے اللہ

أَمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ ط

نے ان میں سے جو یقین لائے ہیں اور کیئے ہیں بھلے کام

مِنْهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَ ط

سنانی کا اور

أَجْرًا عَظِيمًا ۝ ط

بڑے بڑے کا



خاتمہ سورت بر بشارت غلبہ و ترقی اسلام مع بیان فضائل حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین

قال اللہ تعالیٰ لَقَدْ صَدَقَ لِلَّهِ رَسُولُهُ الرَّغْبَا بِاتِّحَاقٍ ... إلخ ... أَجْرًا عَظِيمًا
(ربط) سورۃ کا آغاز فتح مبین کی بشارت سے فرمایا گیا تھا اور یہ کہ وہ صحابہ و صلح جو اللہ رب العزت کی طرف سے فتح مبین بے شمار عنایات اور کرامات کا ذریعہ ہے۔ فتوحات اور غنائم سے مسلمان قوم عظمت اور سربرداری حاصل کرے گی روم اور فارس کی فتح کا بھی بشارت سننا دیکھتی جسکو اللہ تعالیٰ نے خلفائے ثلاثہ کے ہاتھوں پورا فرمایا ساتھ ہی جیلہ اور بہانے بنا کر گھروں میں بیٹھے رہنے والوں منافقین کی خباثت و شاعت کے ساتھ ان پر وعید و تنبیہ بھی فرمادی گئی تو اب اختتام سورت پر جس خواب کی تعبیر کو اللہ نے پورا فرمایا اسکو ذکر کرتے ہوئے غلبہ و ترقی اسلام کی بشارت سناتی جا رہی ہے اور اعراب منافقین کے بالمقابل مخلصین کا ملین اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل و کمالات بیان فرماتے جا رہے ہیں فرمایا۔

بے شک اللہ نے صحیح کر دکھایا اپنے رسول کو وہ خواب تحقیق کے ساتھ اسکی پوری پوری تعبیر دنیا کے سامنے ایک حقیقت بنا کر ظاہر فرمادی کہ اے مسلمانو! یقیناً تم داخل ہو کر رہو گے مسجد حرام میں اگر اللہ نے چاہا امن و اطمینان کے ساتھ اس طرح کہ مونڈا آئے ہوئے ہو گے اپنے سروں کو اور کچھ لوگ تم میں سے کترتے ہوں گے اس حال میں کہ تم کسی سے کوئی اندیشہ نہیں رکھتے ہو گے پھر جانا اللہ نے اپنے علم محیط کے لحاظ سے اس چیز کو جو تم نہیں جانتے تھے کہ اس خواب کی تعبیر ایک سال میں ظاہر کرنے میں کس قدر حکمتیں اور عظیم معلومتیں ہیں حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں جب وہ خواب سنا بھری میں دیکھا کہ آپ اور آپ کے ہمراہ صحابہ کرام مکہ مکرمہ میں داخل ہو رہے ہیں کوئی سرمنڈا کر حلال ہو رہا ہے اور کوئی بال کترا کر اور اتفاق امر یہ کہ اسی سال آپ نے عمرہ کا قصد فرما کر صحابہ کی ایک جماعت اپنے ہمراہ لے کر روانگی کا اعلان فرما دیا تو صحابہ نے یہ خیال کیا کہ ہم اسی سال مکہ میں داخل ہوں گے اور عمرہ ادا کریں گے جب صلح مکمل ہونے پر بغیر عمرہ کیے ہوئے مدینہ سے واپسی ہونے لگی تو بعض صحابہ عرض کرنے لگے یا رسول اللہ کیا آپ نے ہم کو یہ نہیں فرمایا تھا کہ ہم امن و امان کے ساتھ مکہ میں داخل ہوں گے اور عمرہ ادا کریں گے آپ نے فرمایا کیا میں نے یہ بھی کہا تھا کہ اسی سال ایسا ہو گا عرض کیا ہنسیا رسول اللہ فرمایا تو بے شک یوں ہی ہو کر رہے گا تم امن و امان کے ساتھ مکہ پہنچ کر بہت اللہ کا طواف کرو گے اور تم میں

سے کوئی سر مونڈا سنے گا اور کوئی بال کترائے گا اور اس طرح تم احرام سے حلال ہو گے اور جب وہاں جلاؤ گے تو یہ حال ہو گا تمہیں کسی کا خوف نہ ہو گا چنانچہ حدیبیہ کی واپسی سے اگلے سال ایسا ہی ہوا اس آیت مبارکہ میں اسی کو فرمایا جا رہا ہے کہ بالتحقیق اللہ نے اپنے رسول کا خواب سچا دکھایا ہے اور وہ پورا ہو کر رہے گا انشاء اللہ تعالیٰ پھر اس خواب کی تعبیر ظاہر ہونے سے پہلے اللہ نے مقرر کر دی ہے ایک نزدیک فتح یعنی فتح جبر یا صلح حدیبیہ جو دراصل مستقبل کی فتوحات اور اسلام کی عظمت و ترقی کا ذریعہ ہی جیسے کہ پہلے بیان کیا گیا وہی پروردگار ہے جس نے بھیجا ہے اپنا رسول ہدایت دے کر اور سچا دین تاکہ غلبہ دے اسکو ہر دین پر جو اپنے اصول و عقائد اور فروع کے اعتبار سے اس قدر مضبوط واضح اور مستحکم ہے کہ اس سے قبل جس قدر ادیان گزرے بشریقین اتاری گئیں اور انبیاء مبعوث ہوئے سب پر اسکو غلبہ حاصل ہو گا۔ چنانچہ تاریخ نے اسلام کو دنیا کے تمام مذاہب و اقوام پر غالب ثابت کر دیا اور اسلام نے بڑی شان و شوکت سے صدیوں تمام مذاہب و ادیان پر حکومت کی اور آئندہ بھی دنیا اس حقیقت کا مشاہدہ کرے گی باقی یہ بات کہ اس دعویٰ کی کیا دلیلیں ہیں تو بس سن لینا چاہیے کہ اللہ ہی کافی ہے حق ثابت کرنے والا ہم نے کی حقیقت سے کہ تاریخ عام دین اسلام کی حقانیت کی دلیل ہے۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں اور جو انکے ساتھ ہیں وہ بڑے ہی مضبوط اور زور آور ہیں کافروں کے مقابلہ میں اور نہایت ہی نرم دل ہیں آپس میں جس سے کافروں پر رعب پڑتا ہے اور کفر سے نفرت و بیزاری کا اظہار مگر اس شدت اور سختی کے ساتھ اپنے بھائیوں کے ساتھ بڑے ہی نرم دل ہیں اِذْ لَقِیْنَا عَلَی الْمُنْثَرِیْنَ اَعِزَّةَ عَلَی الْكَافِرِیْنَ کاپیکر ہیں اور یہ دونوں شاہیں حضرات صحابہ کی مقام حدیبیہ میں پوری طرح نمایاں ہو رہی تھیں اس ایمانی پختگی اور عظمت کے ساتھ انکے ذوق عبادت اخلاص اور خشیت خداوندی کا یہ حال ہے کہ دیکھو گا تو انکو اسے مخاطب رکوع کرتا ہوا اور سر بسجود اس طرح کہ ڈھونڈتے ہیں اللہ کی جہر بانی اور اسکی خوشنودی اس اخلاص و جذبہ سے کہ انکی ہر عبادت ہر ریاضے پاک

یعنی یہ دو صفیں شدت و نرمی ان حضرات میں تھی لیکن الحب فی اللہ والبغض فی اللہ کی شان ان میں اس قدر رچی ہوئی تھی کہ کفر اور کافروں کے مقابلہ میں بڑے زور آور اور مضبوط اور شدید لیکن ایمان والوں کے واسطے سر پایکیر جنت و بہر بانی۔

حسن بھری سے منقول ہے کہ کافروں کے ساتھ شدت و نفرت کا تو یہ عالم تھا کہ یہ بھی گوارا نہ تھا کہ انکے کپڑے بھی کافروں کے کپڑوں سے لگیں یا انکے بدن سے کافروں کا بدن چھوئے اسکے بالمقابل اہل ایمان کے ساتھ محبت کا یہ حال تھا کہ جب بھی کوئی مسلمان اپنے دوسرے بھائی سے ملتا تو مصافحہ اور معافہ کرتا ۱۲۔ روح المعانی ج ۲۶

صرف اسی غرض اور مقصد پر دائر ہوتی ہے۔ انکے باطنی تقویٰ کے آثار ایسے قوی ہیں کہ باطن سے انکے آثار چہروں پر نمایاں محسوس ہوتے ہیں کہ دیکھے گا اے مخاطب انکی نشانی اور اثر باطنی تقویٰ اخلاص اور خشیت کا انکے چہروں پر کچھ کے اثر سے کیونکہ نمازوں کی پابندی بالخصوص تہجد کا ایک خاص نور اور رونق عابدین کے چہروں پر چھلکتی ہے گویا حسن نیت اور اخلاص کی تعالیں باطن سے پھوٹ پھوٹ کر ظاہر کو روشن کر رہی ہیں یہ ہے انکی صفت اور شان تورات میں اور مثال انکی انجیل میں ایک کھیتی کی طرح ہے جس نے زمین سے نکالا اپنا پھل پھر اسکو مضبوط کیا پھر اسکو موٹا کیا پھر وہ برابر کھڑا ہو گیا اپنی پنڈلی یعنی نال پر اس طرح کہ پسند آتا ہے کھیتی کرنے والوں کو۔ یہ سب کچھ جو اس مثال کے ذریعہ صحابہ اور اسلام کی ترقی و شادابی اسکے نشوونما بندہ اور استقامت و قوت مقدر فرمائی گئی اور اسکے بیان کیا گیا اس غرض سے کہ انکے ذریعہ کافروں کو غیظ و غضب میں ڈالے اور اسلام کی ترقی سے انکے دل جلیں اور یہ بات اللہ نے پہلے ہی طے کر لی تھی کہ اسلام اس طرح کمزوری کے عالم میں نمودار ہوگا پھر ابھرے گا ترقی کرے گا اور پھلے پھلے گا تا آنکہ کافروں کے دل اسلام کی عظمت کو دیکھ کر جلنے لگیں جیسا کہ ارشاد مبارک ہے **يُؤَيِّدُوكَ لِتُطِغِفُوهُ لَوْكَ اللَّهُ بِأَفْوَاحِهِمْ وَاللَّهُ مُنِمْ نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ**۔

دعہ کیا ہے اللہ نے ایمان لانے والوں اور نیکی کے کام کرنے والوں سے سخوت و معافی کا اور بڑے ثواب کا اور اللہ کے وعدے سے بڑھ کر اور کون سا وعدہ سچا ہو سکتا ہے وَعَدَ اللَّهُ - وَمَنْ أَحْدَقُ مِنَ اللَّهِ حَدِيثًا چنانچہ دنیا کے سامنے یہ وعدہ پورا ہو کر رہا اور آخرت میں بھی اسی طرح ہوگا۔ اور جو مثالیں تورات و انجیل میں صحابہ کے ایمان و تقویٰ اور ان کے ذریعہ اسلام کی ترقی و عظمت کی

حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اپنے چہروں کے نور اور متقیانہ جمال

ڈھال کے الگ پہچانے جاتے تھے ۱۲ (نوائید عثمانی)

مجاہدؒ نے اس کی تفسیر میں حضرات صحابہ کا شروع اور تقویٰ بیان کیا ہے اور بعض عارفین کا یہ قول نقل کیا ہے ان الحسنۃ نورانی القلب و ضیاء فی الوجہ و مسعۃ فی الرزق کہ نیکی کا نور قلب میں ہوتا ہے اور اسکی رونق چہرہ پر ہوتی ہے اور وہ رزق میں فرامی کا باعث ہوتا ہے۔

امام مالکؒ سے یہ منقول ہے فرمایا حضرات صحابہؓ کے خلوص نیت اور انکے محاسن اعمال کا یہ اثر تھا کہ جو بھی انکو دیکھتا اس کا دل گواہی دیتا کہ یہ اللہ کے برگزیدہ بندے ہیں اور نصاریٰ نے تو صحابہ کو دیکھ کر ہی شام کے راستے ان کے پتے کھول دیئے تھے اور کہنے لگے خدا کی قسم یہ لوگ عیسٰیؑ کے حواریوں سے بھی اچھے ہیں ۱۲ تفسیر ابن کثیر۔

بیان کی گئی تھیں وہ بھی پوری طرح دنیا کے سامنے آگئی۔

تورات و انجیل میں حضرات صحابہؓ کے ایمان و تقویٰ کی نشانیاں

ان کلمات میں حضرت صحابہؓ کی عجیب ایمانی شان اور عظمت بیان کی گئی کہ انکی تورات و انجیل میں وہ نشانیاں ذکر کر دی گئی تھیں کہ اہل کتاب دیکھ کر انہیں پہچان جاتے تھے کہ یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب ہیں تورات میں بیان کردہ مثال تو وہ تھی جو سَيِّمَاهُمْ فِيْ قُوْنِهِمْ میں ذکر فرمائی گئی اور انجیل میں جو مثال تھی وہ گَزُوْرٍ اَخْرَجَ مَسْطَاةً تَحْتِیْ اکثر مفسرین نے اسی کو ترجیح دی ہے کہ مَسْطَاةً تَحْتِیْ الشُّرْبِیَّةَ پر وقف ہے اور وَ مَسْطَاةً فِيْ الْاَيْمَانِ جملہ مستانفہ ہے یعنی ان حضرات کی مثال انجیل میں اس کھیتی کی طرح بیان کی گئی ہے چنانچہ مجاہدؒ، ضحاکؒ اور قتادہؒ نے اسی کی تصریح کی ہے (روح المعانی ج ۲۷)۔

یہ کھیتی جس کا ایک پٹھانکانا بیان کیا اس کے مراد وہ ایک شخص ہے جس نے سب سے پہلے دین اسلام قبول کیا اور وہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں جنکی شان میں قرآن کریم کی یہ آیت وَالَّذِيْ جَاءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهِ نَازِلٌ بِوَيْ اَلَّذِيْ جَاءَ بِالصِّدْقِ رَسُوْلَ اللّٰهِ عَلَیْهِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ہیں اور وَ مَسْطَاةً فِيْ الْاَيْمَانِ۔

حضرت شاہ صاحبؒ اس کھیتی کی مثال کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں یعنی اول اس دین پر ایک آدمی تھا پھر دو ہوتے پھر آہستہ آہستہ قوت بڑھتی گئی حضرت کے وقت میں پھر خلفاء کے عہد میں، بعض علماء فرماتے ہیں کہ ”اَخْرَجَ مَسْطَاةً“ میں عہد صدیقی، ”فَاذْكُرْہٗ“ میں عہد فاروقی، ”فَاَسْتَخْلَفْہٗ“ میں عہد عثمانی اور ”فَاَسْتَوٰی عَلٰی سُوْقِہٖ“ میں عہد مرقسوی کی طرف اشارہ ہے جیسا کہ بعض دیگر اکابر نے وَالَّذِيْنَ مَعَهُۥ اَمْرٌ شَدِيْدٌ عَلٰی الْكُفٰرِ رَحْمٰٓةً لِّیْنٰہُمْ قَوْلُہُمْ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو بالترتیب خلفائے اربعہ پر تقسیم کر دیا ہے مگر صحیح یہ ہے کہ یہ آیت جملہ حضرات صحابہؓ کی بیشت مجموعی مدح و منقبت پر مشتمل ہے خصوصاً صحابہ بیعت الرضوان کی جن کا ذکر آغاز سورت کے برابر چلا آ رہا ہے مدلولاً عثمانی،

حضرات صحابہؓ کے خصوصی فضائل اور ان کے ایمان

و تقویٰ کی قرآنی شہادت

قرآن کریم میں یہ آیات حضرات صحابہؓ کی جس انداز کے ساتھ عظمت و برتری ان کا تقدس اور عہد اللہ

ان کا محبوب ہونا اور کافروں کا ان سے بغض و عداوت رکھنا بیان کر رہی ہیں وہ اپنے حقائق و لطائف کے لحاظ سے ایک منفرد مقام رکھتی ہیں۔

سب سے اول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک سے کر آپ کی صفت رسالت کو بیان کیا گیا جسکو مشرکین نے صلحنامہ میں سے نکلوایا تھا حکو اللہ نے ہمیشہ ہمیشہ کیلئے اپنی کتاب میں لکھ دیا بعد ازاں صحابہ کے فضائل بیان کیے جو آپ کی نبوت و رسالت کی عظیم دلیل ہیں شاگردوں کا کمال استاد کے کمال کی دلیل ہے اور آپ کی رسالت کے بعد صحابہ کے فضائل کا ذکر کرنا اس امر کی دلیل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صحابہ کا مرتبہ ہے اور آئندہ آیت میں صحابہ کے اعمال اور اخلاص کا بیان ہے۔

اور آیت وَالَّذِينَ مَعَهُ سے وہ لوگ مراد ہیں جو سفر حدیبیہ میں آپ کے ہمراہ تھے اسلئے کہ اول تو اوپر سے سلسلہ کلام اصحاب حدیبیہ کی درج میں چلا آ رہا ہے دوم یہ کہ معیت کے حقیقی معنی کسی مقام میں کسی کے ساتھ ہونے کے ہیں اور معیت کے یہ معنی حقیقی ہیں اور جب تک معنی حقیقی بن سکیں معنی مجازی مراد نہیں لیتے جاتے سوم احادیث مستفیضہ مشہورہ سے بھی یہی ظاہر ہے کہ یہ آیات اصحاب حدیبیہ کے بارے میں نازل ہوئیں اب اسکے بعد آئندہ اَعْلَى الْكَفَّارِ سے ان کے فضائل اور انکی صفات کے ذکر کا آغاز ہوتا ہے۔ آئندہ اَعْلَى الْكَفَّارِ رَحْمَةً لِّكُلِّ مَن يَكُنْ مِنْهُمْ سے صحابہ کے کمال ایمان کی طرف اشارہ ہے جب کہ حدیث میں ہے مَن أَحَبَّ إِلَهُ وَأَبْغَضَ إِلَهُ فَقَدْ اكْتَمَلَ الْإِيمَانُ۔ یعنی ان لوگوں کی محبت اور عداوت کا دارومدار ایمان اور کفر پر ہے ان لوگوں نے اپنی محبت اور شفقت کو اور عداوت و نفرت کو اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کے غضب کے تابع کر لیا ہے جن پر خدا نرم ہے اُن پر یہ بھی نرم ہیں اور جن پر خدا گرم ہے ان پر یہ بھی گرم ہیں اور لفظ اَعْلَى الْكَفَّارِ میں اشارہ اس طرف ہے کہ صحابہ کو کافروں کے محض کفر کی وجہ سے عداوت ہے کسی ذاتی غرض کی وجہ سے عداوت نہیں اور ظاہر ہے کہ کفر میں اصل اور بالذات شیطان ہے کَمَا قَالَ اللَّهُ تَعَالَى وَكَانَ الشَّيْطَانُ رَوَّيْتُمْ كَفُورًا اور نفس شیطان کا توأم (جڑوں بھائی) ہے معلوم ہوا کہ جب صحابہ کافروں کے حق میں سخت ہیں تو نفس اور شیطان کے مقابلہ میں اور بھی زیادہ اشد ہوں گے کیونکہ البعض فی اللہ میں خدا کے دشمنوں سے عداوت بقدر دشمنی ہوتی ہے جو خدا کا دشمن زیادہ ہوگا اس سے دشمنی بھی زیادہ ہوگی لہذا جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اَعْلَى الْكَفَّارِ ہیں تو شیطان پر تو دور بھی زیادہ اشد ہوں گے کیونکہ شیطان تمام کافروں کا سردار ہے ورنہ علیٰ ہذا القیاس نفس بھی اعداء میں سے ہے بلکہ ایک اعتبار سے شیطان سے بھی بڑھ کر ہے اس لئے کہ شیطان بھی نفس ہی کے سہارے سے اپنا کام کرتا ہے اگر نفس نہ مانے تو شیطان کیا کرے نیز یہ بھی یاد رہے کہ آیت میں دو کفار سے وہ کفار

مراد ہیں جو ان اہل ایمان کے اعزہ و اقارب تھے تو جب مطلق عداوت کہاں ایمان کی نشانی ہے تو اقرباء کی عداوت کو تو اکیسیت کا نشان سمجھا جاتے۔

الغرض جو شیطان کا ذاتی دشمن ہو گا وہ بعد شیطان کے بہکائے میں کیسے آسکتا ہے اور جس پر نفس اور شیطان کا بس نہ چلتا ہو بلکہ نفس اور شیطان ہی انکے سامنے ہے بس ہوں انکے سایہ ہی سے بھاگتا ہو اور جس راستہ پر وہ جیتے ہوں اس راستہ ہی کو بھول گیا ہو تو ایسے لوگوں کے مخلص اور مومن کامل ہونے میں کیا شبہ ہو سکتا ہے لہذا اَشِدَّاءُ عَلٰی الْكُفَّارِ کو اکیسیت ایمان کا نشان سمجھنا چاہیے و اِنَّا قَالِ اللّٰهُ تَعَالٰی فِیْ اٰیۃٍ اٰخَرٰی فَسَوْفَ یَاۡتِیْکُمُ اللّٰهُ بِغَوْمٍ یُّحِبُّہُمْ وَ یُحِبُّوْنَکَ اِذْ لَکَ عَلَیْمٌ اَمُّوْنَ صِبْیَۃً اَعْرَیۃً عَلٰی اِنْکَا فِرَیۡکَ الْغَرَضُ اس لفظ سے صحابہ کا کمال ایمان اور اللہ تعالیٰ کا محبوب اور محبوب ہونا خوب واضح ہو گیا اور ظاہر ہے کہ کمال محبت کا درجہ بردن حق الیقین کے حاصل نہیں ہو سکتا۔

انسان میں حق تعالیٰ نے دو قوتیں رکھی ہیں ایک قوتِ شہویہ اور ایک قوتِ غیبیہ قوتِ شہویہ کا کمال یہ ہے کہ اسکو رحمت الہی کے تابع کر دے جس پر اللہ تعالیٰ مہربان ہو اس سے محبت کرے، رَحِمَاءٌ یُّبَیِّنُہُمْ میں اسی طرف اشارہ ہے اور قوتِ غیبیہ کا کمال یہ ہے کہ غضبِ خداوندی کے تابع ہو اور اَشِدَّاءُ عَلٰی الْكُفَّارِ میں اسی طرف اشارہ ہے۔
(ازانہ الخفا ص ۱۲۲ ج ۱)

الغرض الَّذِیْنَ مَعَهُ کِی۔

پہلی صفت : اَشِدَّاءُ عَلٰی الْكُفَّارِ رَحِمَاءٌ یُّبَیِّنُہُمْ میں صحابہ کے کمال ایمان کی طرف اشارہ دوسری صفت : مَوَدِّعٌ رُکْعًا سُبْحًا میں صحابہ کی عبادت اور اعمال کا بیان ہے کہ بکثرت نمازوں میں مشغول رہتے ہیں اور نماز مومن کی معراج ہے۔

تیسری صفت یُبَیِّنُہُمْ فَضْلًا مِّنَ اللّٰہِ وَ رِضْوَانًا میں صحابہ کے اخلاص و کمال عرفان کا بیان ہے کہ وہ عبادتِ محض اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے کرتے ہیں کسی اجر و معاوضہ کے طالب نہیں بلکہ یہ بھی معلوم ہوا کہ انکے یہ اعمال تقیر کی بنا پر نہیں ان کا ظاہر اور باطن سب یکساں ہیں گذشتہ آیت یعنی مَوَدِّعٌ رُکْعًا سُبْحًا میں اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمال کا حال بیان کیا اور اس آیت میں یعنی یُبَیِّنُہُمْ فَضْلًا مِّنَ اللّٰہِ وَ رِضْوَانًا میں انکے اخلاص و نیت کو بیان کیا کہ محض اللہ کی خوشنودی کے لیے عمل کرتے ہیں۔

تو نہا کنند از خدا جز خدا !
تو در بند خویشی نہ در بند دوست

مے طرف طریقت بود کا دلہا ...
گراز دست چشت بر احسان دوست

جو تھی صفت :۔ سَبَّحُوا هَمَّ فِي وَجْهِهِمْ مَنَ أَنْزَلَ السُّجُودَ فِي هَذِهِ مِنْ أَسْفَلِ السَّمَاءِ ۚ وَبِهِ هَدَىٰ سَبَّحُوا هَمَّ فِي وَجْهِهِمْ مَنَ أَنْزَلَ السُّجُودَ فِي هَذِهِ مِنْ أَسْفَلِ السَّمَاءِ ۚ وَبِهِ هَدَىٰ

کہ انکے اندرونِ ایمان کا رنگ چہرہ پر نمایاں ہے مناجات اور دعا اور عبادت کے انوارِ باطن سے نکل کر ظاہر میں افکار ہوں گے شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب کوئی صحابی کسی مجمع میں بیٹھتے تو دور سے پہچان پڑ جاتے اور اپنے چہرہ کے نور سے پہچانے جاتے کہ یہ صحابی ہیں۔

۵۔ مردِ حقانی کی پیشانی کا نور بیکب چھپا رہتا ہے پیشِ ذی شعور۔

قالون ہے کل اسماء بستر شیخ جماعیہ - ہر ظرف سے وہی ٹپکتا ہے جو اس کے اندر ہوتا ہے اور عجب نہیں کہ ان مقامات میں ان کے قرب من اللہ کی طرف اشارہ ہو جیسا کہ حدیث میں ہے اقرب ما یکون العبد من ربه وهو ساجد - بندہ کو اللہ کا قرب سب سے زیادہ حالتِ سجود میں حاصل ہوتا ہے اور حق تعالیٰ کا یہ ارشاد کہ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ اسی طرف مشیر معلوم ہوتا ہے۔

پانچویں صفت :۔ ذَٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَةِ مَثَلُ الْخَنَازِلِ ۚ يَعْنِي صَحَابَهُ كَيْفَ فُضِّلَ اَوْ اوصافِ تورات میں بھی مذکور ہیں جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق قرآن کریم میں خبر دی گئی ہے اَلْأَنْبِيَاءُ الَّذِينَ يَخُذُونَهُمْ مَثَلًا بِمَا عَنَدَهُمْ فِي التَّوْرَةِ وَالْإِنْجِيلِ - کہ علماء اہل کتاب ہی اُنہی کو تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کی صفت بھی تورات و انجیل میں مذکور ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں ذَٰلِكَ اسم اشارہ ہے جس کا اشارہ مابعد کی طرف ہے یعنی گزرج الخ کی طرف ہے جو بعد میں مذکور ہے جیسا کہ حق جل شانہ کے قول میں وَقَضَيْنَا إِلَيْكَ ذَٰلِكَ الْأَمْرَ أَنَّ دَابِثَ هَٰؤُلَاءِ مَقْطُوعٌ مُّصَحِّحِينَ میں ذَٰلِكَ کا اشارہ الیہ اَنَّ دَابِثَ هَٰؤُلَاءِ ہے جو بعد میں مذکور ہے۔

چھٹی صفت - كَوْنِهِمْ أَحْوَجَ سَخَطًا ۚ الخ حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں دینِ اسلام کی تدریجی ترقی کو بیان فرمایا اور انکی ترقی کو کھیتی کے ساتھ تشبیہ دی اور کھیتی کی چار حالتیں اور مثال کے ذریعہ تدریجی ترقی کے بڑے بڑے چار مرتبوں کی طرف اشارہ کیا کہ جس طرح کھیتی کی ترقی کے چار درجے ہیں اسی طرح اسلام کی ترقی کے چار درجے ہیں (یہ بالا درجہ) أَحْوَجَ سَخَطًا ۚ کا ہے یعنی دانہ نکلنے کی حالت کا ہے یہ حالت آغازِ وجود کی ہے جو نہایت کمزور حالت ہے یہ مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ابتداءِ بعثت کے زمانہ میں ظہور پذیر ہوا جو نہایت کمزور حالت تھی اتنی کمزور حالت کہ صحابہ اپنے اسلام کے ظاہر کرنے پر قادر نہ تھے کَوْنِهِمْ أَحْوَجَ سَخَطًا ۚ سے اسی مرتبہ اور اسی حالت کی طرف اشارہ ہے کہ اسی طرح صحابہ کی حالت قبل از ہجرت کمزور تھی۔

(دوسرا مرتبہ) فَأَزْدٌ بِمِثْلِ هَٰؤُلَاءِ یعنی دوسری حالت اس کھیتی کا مضبوط ہو جانا ہے جس سے یہ امید

ہو جائے کہ یہ کھیتی سب ضائع نہ ہوگی بلکہ درخت بن جائے گی یہ حالت ہجرت کے بعد پیدا ہوئی کہ جب آپؐ و آپؐ کے صحابہؓ نے مشرکین کے جور و ستم سے نکل کر مدینہ منورہ کی جانب ہجرت کی اور مسلسل جہاد کا شروع ہوا اور دشمنانِ خدا سے جہاد میں مشغول ہوئے اسلام کی ایک چھوٹی سی ریاست قائم ہو گئی یہ قادیان کا درجہ ہوا سب سے پہلے بدر کا عظیم معرکہ پیش آیا یہاں تک کہ مکہ مکرمہ فتح ہوا اور تمام حجاز آپؐ کے زیرِ اطاعت آگیا درجہ ۱۰۰ العرب میں اسلام کی ایک درجہ کی ریاست اور حکومت قائم ہو گئی یہ قادیان کا درجہ ہوا پس جب بدر کا درجہ حاصل ہو گیا تو اس حالت کے آخر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دارِ دنیا سے رفیقِ اعلیٰ کی طرف رحلت فرمائی۔

(تیسرا درجہ) فَاَسْتَفْطَحَ یعنی تیسری حالت درخت موٹا ہوا تاکہ اسے یہ حالت شیخین کے زمانہ میں حاصل ہوئی کہ شیخین نے دنیا کی سب سے بڑی دو سلطنتوں سے جہاد کیا اور ان پر غالب آئے اور قیصر و کسریٰ کی سلطنت مسلمانوں کے قبضہ میں آئی اور کفر کی شوکت زبر و زبر ہو گئی اور اسلام کو کفر پر برتری اور بالادستی حاصل ہوئی تو اب فَاَسْتَفْطَحَ کا درجہ حاصل ہوا۔

ابو جہاد درجہ ۱۰۰ فَاَسْتَفْطَحَ علیٰ سُوْقِہ کا سب سے درخت اپنے تن پر کھڑا ہو گیا نہ انتہائی کمال کی حالت ہے یہ حالت حضرت عثمان غنیؓ کے دورِ خلافت میں حاصل ہوئی کہ قیصر و کسریٰ کے ماتحت جو بڑی بڑی ریاستیں تھیں وہ سب فتح ہو گئیں اور اسلام کی باغ و بن گئیں اور مملوۃ عالم کے قلب پر اسلام کا قبضہ ہو گیا اور روس و زمین پر اسلام کو اقتدار اعلیٰ حاصل ہو گیا کہ روس و زمین کی کسی حکومت کو اسلامی حکومت کے مقابلہ میں سر اٹھائے کی طاقت نہ رہی اور مشرق اور مغرب کا خراج مدبرہ سورہ کے خزانہ میں پہنچ گیا اور تمام بلاد مفتوحہ میں قرآن اور حدیث کی نشر و اشاعت ہوئی جا بجا مسجدیں بن گئیں اور ہر شہر میں قاضی اور مفتی اور معلم مقرر ہو گئے ہر جگہ دین کی تعلیم جاری ہوئی اور ملک کے تمام مقامات کا فہرستہ عی قانون کے مطابق ہونے لگا اب اسلام کو فَاَسْتَفْطَحَ علیٰ سُوْقِہ کا درجہ حاصل ہوا کہ اسلام کی کھیتی بننے عروج اور ترقی کے آخری درجہ پر پہنچی اور تمام دنیا میں اسلامی سکھ لائے ہوئے اور اس کا لول بالا ہوا اور اسی کا حکم اور قانون دنیا میں رائج ہوا یہ سب فضل الہی تھا جو بطور خرق عادت ظہور میں آیا اور یہ سب باتیں خدائے ارشدی اور صحابہ کرام کی عظمتِ سال پر ماحولہ دلاست کرتی ہیں کہ خدا تعالیٰ نے انکے ہاتھوں اسلام کو بام عروج پر پہنچایا اور اسلام کو فَاَسْتَفْطَحَ علیٰ سُوْقِہ کا درجہ حاصل ہوا اس لفظ میں ان فتوحات کی طرف اشارہ ہے جو عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں حاصل ہوئیں اور اسلام کو استحکام مام حاصل ہوا۔

دلیلُ فضلُ اللہِ یُؤْتِیْہِ مَنَ کَیْتَکَ اَیْہِ
غرض یہ کہ لفظ فَاَسْتَفْطَحَ میں خلافتِ شیخین کی طرف اشارہ ہے اور فَاَسْتَفْطَحَ علیٰ سُوْقِہ میں خلافتِ عثمانیہ کی طرف اشارہ ہے

يُغِيْبُ الْفُجَاءَ کی تفسیر میں شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ عجب نہیں کہ یُغِيْبُ الْفُجَاءَ کے کارکنان قضا و قدر مراد ہوں کیونکہ اسلام کی کھیتی کے کاشتکار ملائکہ مدبرات ہیں اور غلطہ عجب حق تعالیٰ کی خوشنودی پر دلالت کرتا ہے۔

ساتویں صفت رَبِّعِيْظٌ بِهٖمُ الْكَفَّارَ پھر اخیر میں صحابہ کی ایک صفت لَبِيْظٌ بِهٖمُ الْكَفَّارَ بیان فرماتی کہ کافر اسلام کی اس کھیتی کو دیکھ کر غیظ و غضب میں آجاتیں گے یہ نہیں فرمایا رَبِّعِيْظٌ بِهٖمُ الْاَعْدَاءُ کہ ان کے دشمن یہ دیکھ کر جیس گے تاکہ یہ چیز اس عنوان سے واضح ہو جاتے کہ صحابہ سے جلن اور غیظ و غضب رکھنے والے کفر کے مرتکب اور کافر ہیں کہ خدا تعالیٰ انکو پسند کرے انکی مدح کرے یہ لوگ ان پر جرح و طعن کریں اور ان سے جلیں تو ظاہر ہے کہ اس سے ٹھہ کر اور کون سا درجہ کفر کا ہوگا اور ایسا طرز یقیناً اس پر دلالت کرے گا ایسے لوگوں کو دراصل خدا ہی سے دشمنی اور ضد ہے۔

مواہب لدنیہ میں ہے کہ امام مالکؒ نے اس آیت سے روافض کی تکفیر پر استدلال کیا ہے کیونکہ وہ صحابہ سے بغض رکھتے ہیں اور ان سے بغض نہیں قرآنی سے کفر ہے امام مالکؒ کے اس قول اور فتویٰ کی تائید بہت سے اکابر فقہاء اور ائمہ سے منقول ہے امام مالکؒ کے سامنے ایک شخص کا ذکر کیا گیا کہ وہ صحابہ کی شان میں تنقیص توہین کرتا ہے تو اس پر یہ آیت تلاوت کی اور فرمایا جو شخص بھی صبح کو اس حالت میں اٹھے کہ اس کے دل میں صحابہ سے بغض ہے تو یقیناً یہ آیت اسی پر منطبق ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے منقول ہے فرمایا کرتے تھے رسول خداؐ کے اصحاب اس امت کے سب سے زیادہ برگزیدہ اور متقی افراد تھے جن کا عم نہایت عمیق تھا اور ان میں تکلف کا نام و نشان نہ تھا اللہ تعالیٰ نے انکو اپنے پیغمبر کی مرافقت کے لیے اور اپنا دین قائم کرنے کے واسطے چنا تو انکی فضیلت و عظمت کو پہچانو اور ان کے نقش قدم پر چلو جہاں تک بھی ہم سے ہو سکے علیہ

وَعْدَةُ مَغْفِرَةٍ وَّاجِرٍ عَظِيمٍ اَزْجَمْلَةِ حَضَرَاتِ صَحَابَةِ رِضْوَانِ اللّٰهِ

تَعَالٰی عَلَيْهِمُ اَجْمَعِيْنَ

حضرات صحابہؓ کی مدح و توصیف کو وعدہ مغفرت اور اجر عظیم پر فرما کر ان جملہ کمالات پر سزید

هَذَا تَوْضِيحٌ مَا قَالَهُ الشَّاهُ وَلِيَّ اللَّهِ فِي إِزَالَةِ الْخُفَاءِ وَاللَّهِ أَعْلَمُ بِالصَّوَابِ
وَهَكَذَا حَقَّقَ الشَّيْخُ الْحَلَالُ الْمَحَلِّيُّ وَهَكَذَا مَسَعَتْ مِنْ حَضْرَتِ ابْنِ الْوَالِدِ الشَّيْخِ مُحَمَّدٍ
أَدْرِيسَ الْكَانْدَهْلَوِيَّ رَحِمَهُ اللَّهُ عَلَيْهِ قَدْ تَمَّ بِحَمْدِ اللَّهِ تَعَالَى وَلَوْفِيْقَهُ تَفْسِيرُ سُورَةِ
الْفَتْحِ وَلِلَّهِ الْحَمْدُ، اللَّهُمَّ افْتَحْ لِي أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ وَاشْرَحْ صَدْرِي لِعُلُومِ الْكِتَابِ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

سُورَةُ حَجَرَاتٍ

سورة حجرات سورۃ مدنیہ ہے جسکی اٹھارہ آیات اور دو رکوع ہیں۔
دیپکھلی سورت سے ربط گذشتہ سورت میں فتح مبین کا اعلان اور فتح خیبر کی بشارت تھی۔ فارس
اور روم سے جہاد کا ذکر تھا جو خلفائے راشدین کے زمانہ میں ہوا ان مسلمانین کے ساتھ مخلصین اور
غیر مخلصین کا فرق اور انکے کچھ احوال بھی بیان ہوئے اور اہل ایمان میں وہ بستیاں جنکو حق تعالیٰ
شانہ نے امت کے واسطے ایک نمونہ بنایا یعنی حضرات صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین خاص
طور سے انکے اوصاف و فضائل بیان کئے گئے تو اب اس سورت میں بوضاحت خلفائے راشدین
کے ایمان والقیاد اور اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ رنگ بیان کیا جا رہا ہے جس کے
باعث وہ ان کرامتوں اور بشارتوں کے مستحق ہوئے جو گذشتہ سورت میں بھی بیان کی گئیں اور ساتھ
ہی انکے قلوب کی پاکی اور تقویٰ کے امتحان کا ذکر ہے کہ اُولَئِكَ الَّذِينَ اٰمَنُوا قُلُوبُهُمْ
لِلْمَقْصُودِ۔ کہ خداوند عالم نے انکے دلوں اور قلوب کے باطنی تقویٰ کا امتحان لے لیا ہے جس میں
الحمد للہ انکی کامیابی کا اعلان ان کلمات نے کر دیا جسکے اولین اور عظیم ترین سمداق حضرت ابوبکر
صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں جیسا کہ مفسرین نے اسکے شان نزول میں بیان
کیا اسی کے ساتھ آداب رسول اور حقوق رسالت کا بھی بیان ہے کہ اُمّی پر رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کے کیا حقوق عائد ہیں۔

۱۸ آیات ۱۸ = سُورَةُ الْحَجَرَاتِ قَدْ نَبِّئَتْ = ۱۰۶ = فِيهَا اَرْكَوْعَانِ

سورة حجرات مدنیہ میں نازل ہوئی اسکی اٹھارہ آیتیں اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

سُورَةُ الْاٰنْصٰفِ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم ور

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْدُوا بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ

اے ایمان والو! آگے نہ بڑھو اللہ سے اور اس کے رسول سے

وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۝۱ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ

اور ڈرتے رہو اللہ سے اللہ سنا ہے جاننا اے ایمان والو!

آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا

اُدبھی نہ کرو اپنی آوازیں نبی کی آواز سے اوپر اور

تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَن تَحْبَطَ

اس سے بول لو گنگ کر جسے گنگتے ہو ایک دوسرے پر کہیں اکارت

أَعْمَالُكُمْ وَأَنتُمْ لَا تَشْعُرُونَ ۝۲ إِنَّ الَّذِينَ يَغْضَوْنَ

ہو جاویں تمہارے کئے اور تم کو خبر نہ ہو جو لوگ دہل آواز دیتے

أَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ امْتَحَنَ

ہیں رسول اللہ کے پاس وہی ہیں جن کے دل

اللَّهُ قُلُوبُهُمْ لِلتَّقْوَىٰ

جانچے ہیں اللہ نے ادب کے

لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ

واسطے انکو معاف ہے

وَأَجْرٌ عَظِيمٌ ۝۳

اور بڑا

حقوق آداب و عظمت رسول اکرمؐ و انحصار فلاح و سعادت در انقیاد و اطاعت پیش فرامین بارگاہِ رست

(ربیع، سورۃ فتح کا اختتام حضرات صحابہ کے خصوصی اوصاف و فضائل اور کمالات کے ذکر پر ہوا تھا تو اب اس سورت میں یہ بیان کیا جا رہا ہے کہ امت پر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے کیا کیا حقوق عائد ہیں۔

اور حضرات صحابہ کو اللہ نے جو ایسے فضائل و کمالات سے نوازا تھا وہ انکے انقیاد و اطاعت ہی کے باعث تھا۔ دلوں کے تقویٰ کے ساتھ ظاہری آداب اور حقوق عظمت کا کس قدر لحاظ تھا کہ مجلس میں جب بیٹھتے تو وہی شان ہوتی جو احادیث میں فرمائی گئی کہ کانت علی رؤسنا الطیر گویا ہمارے سروں پر پرندے بیٹھتے ہیں تو ان مضامین کا آغاز رسول اعظم کے حق تعظیم و تجلیل کے بیان سے کیا جا رہا ہے ارشاد فرمایا۔

اے ایمان والو! ہرگز آگے نہ بڑھو اللہ سے اور اس کے رسول سے کہ اللہ اور اس کے رسول کے فیصلہ اور اس کی بات سے آگے نہ بڑھو اس کی خلاف ورزی یا اپنی بات کو رسول خدا کی بات پر اٹھنی کر دیا کسی معاملہ میں خدا اور اس کے رسول کے فیصلہ سے پہلے ہی کچھ ملے کر لویا اپنی راستے کے مقابلہ میں وحی الہی کو نظر انداز کر دو جبکہ اس کے برعکس ہر حکم الہی اور فیصلہ رسول کو سبے چون و چرا سنو اور اس کی اطاعت کرو اور اس کے خلاف دل میں بھی کسی قسم کی تنگی نہ رکھو اپنی اغراض و خواہشات اور جذبات و حی الہی کے تابع کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ یہی خوف خدا اور خشیت و تقویٰ اس امر کا ضامن ہو گا کہ تم کسی بھی مرحلہ پر خدا اور اس کے رسول سے آگے قدم نہ بڑھا سکو گے اور یہ باطنی تقویٰ اس اعتقاد پر موقوف ہے کہ یقیناً اللہ تعالیٰ خوب سننے والا جاننے والا ہے اس لیے کسی انسان کا کوئی قول و فعل اس کے مخفی نہیں رہ سکتا ہے اللہ رب العزت کی سچی فرماں برداری اور کامل اطاعت اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اطاعت و فرمانبرداری میں مستمر ہے اور اطاعت و فرمانبرداری تعظیم و توقیر اور ادب پر موقوف ہے اس لیے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی توقیر و تعظیم کا یہ حق ہے

۷۔ یہ کلمات اس بات کی طرف اشارہ ہیں کہ خدا اور اس کے رسول سے آگے بڑھنے کی یہ متعدد صورتیں ہیں کسی مؤمن کے لیے ان صورتوں میں سے کوئی بھی صورت اختیار کرنا بہ اللہ اور اس کے رسول سے آگے بڑھنا ہے ۱۲

کہ اسے ایمان والو تم بلند نہ کرو پس آوازیں پیغمبر کی آواز پر اور نہ ٹرخ کر بات کروں سے جیسے کہ تم ایک دوسرے پر ٹرختے ہو اور سخت لب و لہجہ میں ایک دوسرے سے بات کرتے ہو سرگز اس طرح کی بے ادبی و رے حرمتی خدا کے رسول کے ساتھ بات کرنے میں اختیار کرنا کہیں ایسا نہ ہو تمہارے اعمال نیکیاں برباد ہو جائیں اور تم کو خبر ہی نہ ہو اس سے کہ اس قسم کی بے حرمتی اور بے ادبی سے گفتگو کرنا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی اذیت اور دل آزاری کا ذریعہ ہوگا۔ اور ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت پہنچانا ایسی کوئی حرکت کرنا جس سے آپ کے قلب مبارک پر نیک و واقع ہو اصل ایمان ہی کی بربادی کا باعث ہے جیسا کہ سورہ احزاب میں واضح طور پر اعلان فرمادیا گیا اِنَّ الدِّينَ يَكُوْنُ ذُوْٓنَ اللّٰهِ قَدْ مَسَّوْا لَكَ لَعْنَتُهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآٰخِرَةِ بے شک جو لوگ اپنی آوازیں پست رکھتے ہیں رسول اللہ کے پاس اور جب بھی وہ مجلس رسول میں حاضر ہوتے ہیں تو آپ کی تعظیم و توقیر میں آوازیں پست رکھتے ہیں اور آپ کی ہیبت و عجب ان پر اس قدر طاری رہتا ہے کہ آواز نہ ہی گویا نہیں نکلتی تو یہی وہ لوگ ہیں جنکے دلوں کو اللہ نے جاپح لیا ہے تقویٰ کے واسطے کہ ادب کی تخم ریزی کے لیے ان کے قلوب کو پرکھا اور انکو مانجھ کر اور صیقل کر کے تقویٰ و طہارت سے مزین کیا انکے واسطے درگزر ہے انکی کوتاہیوں سے اور بڑی ثواب ہے جو انکو ایمان و اخلاص رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے حکام کی اطاعت و فرماں برداری اور انکی تعظیم و توقیر پر بارگاہ رب العزت سے عطا کیا جائے گا۔

الغرض یہ ایمان کے بنیادی تقاضے ہیں جنکی رعایت اور تکمیل ہر مومن پر فرض ہے کامل اطاعت و فرمانبرداری کہ ہر حکم خدا اور رسول کے سامنے سرنگوں ہو جانا اور کسی بھی بات میں وہاں خداوندی اور حکم رسول سے آگے نہ بڑھنا جسکی اساس تقویٰ ہے پیغمبر خدا کا ادب اور تعظیم و توقیر اور ہر ایسی بات سے اجتناب و احتیاط جس سے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو تکدر یا دل آزاری ہو۔

بارگاہ رسالت میں حضرات صحابہؓ کی شان ادب و تواضع

حضرات صحابہؓ کی زندگیوں میں پیش آنے والے بہت سے واقعات امت کے واسطے عظیم رحمت اور سامان ہدایت بنتے ہیں کہ قیامت تک کے واسطے ایک ایسا ضابطہ میسر آجاتا ہے کہ اس پر ایمانی زندگیوں کی تعمیر و تشکیل کی جاسکے۔

حضرات مفسرین بیان کرتے ہیں کہ آیت لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَابَكُمْ صَدِیْقِ اکبر اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے ایک واقعہ میں نازل ہوئی۔ بخاریؒ نے اس ابی لیلیہؒ سے روایت کیا ہے کہ ایک روز ابو بکر صدیقؓ صبح بخاریؒ ج کتاب التفسیر ۱۷۔

اور عمر فاروقؓ کی آواز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں بلند ہو گئی جب کہ بنو تمیم کا ایک وفد آیا تو ان میں سے ایک نے مشورہ دیا کہ امیر اربع بن حاسمؓ کو بنایا جائے دوسرے نے کہا نہیں انکو نہیں کسی اور کو بنایا جائے اس پر ابو بکرؓ نے عرض سے کہا تم نے میری مخالفت کا ارادہ کرتے ہوئے اسکے خلاف کہا انہوں نے جواب دیا۔ نہیں میں نے تو تمہاری مخالفت کا کوئی قصد نہیں کیا تو اس وقت ایک دوسرے سے بات کرتے ہوئے کچھ آواز بلند ہو گئی اس پر یہ آیت نازل ہوئی لَا تَنْفَعُوْا اَصْحٰنَا مٰکُمْ اَسْکَے بعد ان حضرات کی تو یہ کیفیت ہو گئی کہ بات کرتے وقت انکی آواز ہی نہیں سنائی دیتی تھی یہاں تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بار بار پوچھنا پڑتا تھا کہ بھائی کیا کہہ رہے ہو۔

حافظؒ نے سند بزار کے حوالے سے یہ نقل کیا ہے کہ اس آیت کے نازل ہونے پر ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرنے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اب آئندہ کبھی بھی کوئی بات نہ کروں گا مگر صرف اسی طرح کہ جیسے کوئی آپ سے سرگوشی کرنے والا ہو۔

حضرات صحابہؓ آپ کے آداب عظمت سے اس قدر متاثر ہوئے کہ اس آیت کے نازل ہونے پر بعض ایسے صحابہ نے جن کی قدرۃ آواز اونچی تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں حاضر ہونا ہی چھوڑ دیا۔

حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ انصار کے خطیب تھے اور نہایت بلند آواز تھے ارادہ کر کے بھی آہستہ آہستہ بولتے تب بھی انکی آواز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے اونچی ہی ہو جاتی تو انہوں نے ڈر کر مجلس ہی میں حاضر ہونا ترک کر دیا اور یہی سمجھا کہ جب بھی بولوں گا آواز اونچی ہو جائے گی اور اس طرح وعید اَنْ تَخْبِطَ اَعْمَآئُکُمْ کی زد میں آجاؤں گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی روز ثابت بن قیسؓ کو مجلس میں نہ دیکھنے کی وجہ سے دریافت فرمایا کہ کیا ہوا ثابتؓ کو؟ کیا وہ بیمار ہے؟ (کہ نہیں کہہ رہا ہے) ایک صحابی نے اس کا تذکرہ کیا تو ثابت بن قیسؓ نے یہ سبب بیان کیا اور کہا کہ ایسی صورت میں مجھے ڈر لگتا ہے کہ میں اہل ناریں سے ہو جاؤں گا ان صاحب نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ وجہ بیان کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں بل ہُوَ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ بَلْکَ وَہ تو اہل جنت میں سے ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا اے ثابت کیا تمہیں یہ بات پسند نہیں ہے کہ تم زندگی گزارو قابل تعریف زندگی اور اللہ کی راہ میں شہادت نصیب ہو اور جنت میں داخل ہو جاؤ بولے کیوں نہیں یا رسول اللہ میں راضی ہوں

۱۲ بعض روایات سے ان کا نام معلوم ہوا فقہاء بن معینؒ۔

صحیح بخاری - صحیح مسلم۔

اللہ اور اس کے رسول کی بشارت پر۔

اعادیت میں ہے کہ ایک مرتبہ عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسجد میں دو شخصوں کی آواز سنی تو انکو تنبیہ فرمائی اور پوچھا کہ تم لوگ کہاں کے ہو معلوم ہوا کہ یہ بل طائف ہیں تو فرمایا اگر یہاں مدینے کے باشندے ہوتے تو میں تم کو سزا دیتا انہوں نے اس بات سے کہ تم اپنی آوازیں بند کر رہے ہو مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اس حدیث سے علماء امت نے یہ حکم اخذ فرمایا ہے کہ جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا احترام آپ کی حیات مبارکہ میں تھا اسی طرح کا احترام و توقیر اب بھی لازم ہے کیوں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر مبارک میں حتیٰ زندہ ہیں اور جس طرح کہ آپ کی دیوی حیات مبارکہ میں لَا تَحْتَقِرُوا لِلَّهِ بِالْقَوْلِ کی حرمت و ممانعت تھی اسی طرح اب بھی ہے اس لیے قبر مبارک کے پاس بلند آواز سے بات کرنا اور سخت سب و لہجہ اختیار کرنا موعیہ سے وقار و سکون اور تعظیم و تکریم ملحوظ رکھتے ہوئے بات کرنا۔

فصل اعمال کی وعید کفر و شرک اور ارتداد کے بعد اس پر بیان فرمائی گئی جس سے معلوم ہوا کہ پیغمبر خدا کے مقابلہ میں بے تمیزی اور گستاخی ارتداد اور کفر کے درجہ کی معصیت ہے کیونکہ یہ چیز ایذا رسوں ہے اور رسول خدا کو ایذا پہنچانا ایمان سے محرومی ہے۔ العیاذ باللہ۔

إِنَّ الَّذِينَ يَنَادُونَكَ مِنْ وَرَاءِ الْحُجُرَاتِ أَكْثَرُهُمْ لَا

جو لوگ پکارے ہیں تجھ کو دیوار کے باہر سے وہ اکثر عصب

يَعْقِلُونَ ۝ وَلَوْ أَنَّهُمْ صَبَرُوا حَتَّى تَخْرُجَ إِلَيْهِمْ

نہیں رکھتے اور اگر وہ صبر کرتے جب تک تو نکلتا انکی طرف

لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝ يٰ أَيُّهَا الَّذِينَ

تو ان کو بہتر تھا اور اللہ بخشتا ہے مہربان اے ایمان

أَمَنُوا إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَأٍ فَتَبَيَّنُوا أَنْ تُصِيبُوا

دالو اگر آوے تم پاس ایک گنہگار خبر سے کر تحقیق کرو کہیں حاذی پڑو

ملہ احوجہ الامام احمد ۴، ملہ تفسیر ابن کثیر ج ۴۔

قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَىٰ مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ ﴿۷﴾

کسی قوم پر نادانی سے پھر کل کو لگو اپنے کیتے پر پچھتانے

وَأَعْلَمُوا أَنَّنَا فِيكُمْ رَسُولَ اللَّهِ ۖ لَوْ يُطِيعُكُمْ فِي كَثِيرٍ

اور جان لو، کہ تم میں رسول ہے اللہ کا اگر تمہاری بات مانا کرے بہت

مِّنَ الْأَمْرِ لَعَيْنَتُمْ وَلَكِن لَّكَ اللَّهُ حَبَبٌ إِلَيْكُمْ إِلَّا يَمَانُكَ

کاموں میں، تو تم پر مشکل پڑے پر اللہ نے محبت ڈالی تمہارے دل میں ایمان کی

وَزَيْنَهُ فِي قُلُوبِكُمْ وَكَرَّهَ إِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوقَ

اور اچھا دکھایا اسکو تمہارے دلوں میں اور بُرا لگایا تم کو کفر اور گناہ

وَالْعَصِيَانَ ۖ أُولَٰئِكَ هُمُ الرُّشْدُونَ ﴿۸﴾ فَضُلًا مِّن

اور بے حکمی وہ لوگ وہی ہیں نیک چال پر اللہ کے فضل سے

اللَّهُ وَنِعْمَةً ۖ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿۹﴾

اور احسان سے اور اللہ سب جانتا ہے حکمت والا

تنبیہ و تہدید بے تمیزی و بيمترتی در بارگاہ رسالت

و تلقین آداب تعظیم و اطاعت

اربطا گذشتہ آیات میں ان حقوق و آداب کا ذکر تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کے لیے امت پر عائد اور فرض ہیں اور ان حقوق میں کوتاہی پر وعید و تنبیہ تھی اور یہ کہ یہ ایسی خطرناک تفصیر و غلطی ہے کہ مسلمان سرمایہ اعمال سے ہی محروم ہو سکتا ہے۔ جو اس نے اپنی زندگی میں کمایا تو اب ان آیات میں بعض ایسی گستاخیوں اور بے تمیزیوں کا ذکر فرمایا جا رہا ہے جو جہلاء اور کم عقل لوگوں سے پیش آتی تھیں اور اس پر تنبیہ کی گئی اور یہ بتایا جا رہا ہے کہ یہ منہ خدا

صلی اللہ علیہ وسلم کو نئی طب سنائے اور آپ کی مجلس میں حاضر ہو کر بات کرنے کا کیا طریقہ ہے ادب اور تعظیم و توقیر اختیار کرنا چاہئے اور سادہ فرمایا۔

جو لوگ آپ کو اسے ہمارے پیغمبر پکارتے ہیں مجروہ کے پیچھے سے وہ اکثر عقل نہیں رکھتے انکو چاہیے تھا کہ اس طرح بے تمیزی کا مظاہرہ نہ کرتے کہ مجروہ کے پیچھے ہی سے یا محمد یا محمد یا یا رسول اللہ یا رسول اللہ کہہ کر پکارنے لگیں انکو تو متانت اور ادب کا طریقہ اختیار کرنا چاہیے تھا اور اگر وہ صبر کرتے یہاں تک کہ آپ انکی طرف نکل کر باہر آجاسے اور اس وقت آپ سے مخاطب شروع کرتے تو بہتر تھا انکے حق میں اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے اس وجہ سے جو بات بے عقل یا نادانستگی سے سرزد ہوئی اللہ تعالیٰ اس سے درگزر اور اسکو معاف فرماتے گا۔

صبر و تحمل اور متانت انسان میں وہ وصف ہے کہ اسکی برداشت بہت سی برائیوں سے محفوظ رہتا ہے اور معاملات و معاشرت میں باہمی اخوت و ہمدردی کی صفات قائم ہوتی ہے اس لیے یہ ہدایت کی جاتی ہے کہ اسے ایمان والو! جب تمہارے پاس کوئی فاسق و فاجر آدن کوئی خیرے کر آئے تو تم تحقیق کرو کہ کہیں ایسا نہ ہو تم جاہل و کسی قوم پر نادانی اور صحیح حقیقت معلوم نہ ہونے کی وجہ سے پھر تم اپنے کیتے پر بکھٹانے لگو کیونکہ بسا اوقات انسان کسی غلط خبر پر جذبات میں آکر کسی کے مقابلہ میں غلط قدم اٹھا لیتا ہے پھر جب حقیقت سامنے آتی ہے تو اپنی نادانی اور حماقت پر پکھٹانا پڑتا ہے اور ظاہر ہے اس طرح کی باتوں سے مسلمان قوم کی اجتماعی اور انفرادی زندگی مختلف اقسام کی حرایوں میں پڑ جاتے گی ہر قسم اور شر سے تحفظ کے لیے خدا سے اپنا پیغمبر تمام عالم کے واسطے ہادی اور رحمت بنا کر مبعوث فرما دیا ہے تو پیغمبر خدا کی ہدایت و ارشاد کو ناجوہل بنانا چاہیے اور اسے ایمان والو۔ یہ بھی جان لو کہ تمہارے درمیان اللہ کا رسول ہے دروسوں اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ قیامت تک مسلمانوں میں رہے گا مسلمانوں کو بھی چاہیے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع و پیروی کریں یہ دوشس ہرگز اختیار نہ کریں کہ اللہ کے پیغمبر کو اپنی مرصبات اور جذبات کے تابع کریں یا رسول خدا کی ہدایت و تعلیمات کو اپنی اغراض و خواہشات کے مطابق بنانے کی کوشش کریں اگر اللہ کا رسول تمہاری موافقت کرنے لگے تمہاری بہت سی باتوں میں تو یقیناً تم بڑی ہی مشقت میں پڑ جاؤ گے اور بالآخر ضرر گرا ایسی صورت واقع ہو جائے کہ تم اللہ کے رسول اور اس کی ہدایت و تعلیمات کو اپنی مرضی اور خواہش کے مطابق بنانے لگو تو بلاشبہ تم ہلاکت و تباہی میں پڑ جاؤ گے مگر اسے ایمان والو اللہ تعالیٰ نے تمہارے دلوں میں ایمان کی محبت ڈال دی ہے اور اسکو تمہارے قلوب میں رچا دیا ہے اور نفرت ڈال دی تمہارے دلوں میں کفر کی اور گناہ و نافرمانی کی تو اسکی بددلتا ہے اہل ایمان تم اپنی خواہشات اللہ اور اس کے رسول کے سامنے قربان کر دیتے ہو جو ایمان کا رنگ اور ایمان کا تقاضا ہے اور تم اسی

ایمانی جذبہ اور معرفت کے باعث اس حقیقت کو سمجھ گئے ہو و لو۔ یَعْلَمُ الْحَقُّ أَنَّهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمُوتُ وَالْأَرْضُ وَمَنْ فِيهِنَّ کہ اگر حق اور وحی الہی ان لوگوں کی خواہشات کی موافقت کرنے لگے تو آسمان وزمین اور جو کچھ ان میں ہے سب تباہ و برباد ہو جائیں گے تو اس حقیقت کو سمجھ لینے والے ہی وہ لوگ ہیں جو فلاح و رشد کے سیدھے راستے پر چلنے والے ہیں اور ایسے سعادت مند لوگوں کا راہ راست پر چلنا فضیلت و کرامت ہے اللہ کی طرف سے اور انعام ہے اسی کا اور اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا حکیم ہے تو اپنے علم و حکمت سے جس کے واسطے چاہتا ہے رشد و ہدایت مقدر فرماتا ہے اور جس کسی کو چاہتا ہے اپنے فضل و انعام سے نوازتا ہے۔

قبیلہ بنو تمیم کا گستاخانہ طرز اور ان کو تنبیہ و نصیحت

روایات میں ہے کہ ایک دفعہ قبیلہ بنو تمیم کے کچھ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ملاقات کے لیے حاضر ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حجرہ مبارک میں تشریف رکھتے تھے وہ حجرہ کی دیواروں کے پیچھے ہی سے پکارنے لگے ”یا محمد“ اور ایک روایت میں یا رسول اللہ اخرج الیت۔ کہنے لگے کہ اے محمد باہر آتیے بلاشبہ یہ انکی بے عقلی اور بے تمیزی تھی انکو حضور کے مرتبہ کا لحاظ کرنا چاہیے تھا اور یہ بھی سوچنا چاہیے تھا کہ ممکن ہے کہ اس وقت آپ پر اللہ کی وحی اتر رہی ہو یا کسی اہم کام میں مشغول ہوں آپ پر تو امت کے تمام امور کی ذمہ داری تھی اور آپ کی ذات اقدس ان کے دنیوی و دینی امور کا مرکز اور مہم جو تھی آپ تو ہر لمحہ ذہنی اور فکری مشغولیت کے علاوہ اپنے دیگر معمولات میں منہمک و مصروف رہتے تھے۔ پھر یہ فریضہ بے ادبی کا بھی ہے ادب کا تقاضا یہ ہے کہ صبر کیا جاتے اور جب آپ باہر تشریف لائیں تو اس وقت اپنا مدعا پیش کیا جاتے اس ادب اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر کی تعلیم کے ساتھ یہ فرما دیا گیا کہ جو غلطی اور تقصیر نادانستگی سے پیش آئی اللہ اس کو معاف فرمائے والا ہے اس وجہ سے یہ چاہیے کہ اپنی تقصیر پر نادم ہوں اور آئندہ پھر کبھی ایسی چیز کا ارتکاب نہ کریں۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اپنے فوائد میں فرماتے ہیں۔
 ”حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و محبت ہی وہ نقطہ ہے جس پر مسلم قوم کی تمام ہر اگندہ قوتیں اور منتشر جذبات جمع ہوتے ہیں اور یہی وہ ایمانی رشتہ ہے جس پر اسلامی اخوت کا نظام قائم ہے۔“
 اس آیت مبارکہ میں جس ادب اور تعظیم و توقیر کی تعلیم دی گئی تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرات صحابہ، تابعین اور مشائخ ائمہ اپنے بزرگوں کے ساتھ اسی طرح کا ادب ملحوظ رکھا کرتے تھے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں کسی بزرگ صحابی سے کوئی حدیث دریافت

کمرے جایا کرتا تو انکے مکان پر پہنچ کر آواز یا دستک دینے سے پرہیز کرتا اور دروازے کے باہر بیٹھ جاتا کہ جب وہ خود ہی باہر تشریف لائیں گے تو این مدلی عرض کر دوں گا وہ جب باہر تشریف لائے اور مجھے دیکھتے تو فرماتے اسے بن عمر رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ جب آئے تو آپ سے دروازہ پر دستک دے کر اطلاع کیوں نہ کر دی فرمایا حق تعالیٰ نے پیغمبر کے پاس آنے والوں کو یہ ادب سکھایا ہے۔
وَلَوْ أَنَّهُمْ صَبَرُوا حَتَّى تَخْرُجَ إِلَيْهِمْ لَأُخْرِجَهُمْ مِنَ الْمَدِينَةِ وَلَيَكُونُنَّ لِلدُّنْيَا وَلِلْآخِرَةِ كَالْهَلَالِ
دسم کا علم حاصل کر رہا ہوں اسکا بھی کسی طرح ادب کروں گا۔

اعتبار روایت کا قرآنی ضابطہ

آیت مبارکہ ”إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَأٍ“ سے محدثین و اصولیین نے نقل حدیث و روایت میں نفع اور قابض عتماد راوی ہونا شرط قرار دیا ہے اور یہ کہ راوی میں اور خبر میں ایسے اوصاف ہونے چاہئیں جن کے باعث سکو ثقہ عادل و متقی کہا جاسکے اس لیے کہ قرآن کریم نے فاسق شخص کی خبر کو ناقابل قبول فرمایا ہے۔

کیونکہ حال و مال اور عزت و بروت کا تحفظ اسی میں ہے کہ صداقت و دیانت کے تقاضے نقل روایات اور بیان واقعات میں پورے کیئے جائیں ورنہ تو فتنہ فساد کا راستہ کھل جاتے گا۔

حضرات مفسرین کا یہاں ہے کہ یہ آیت ولید بن عقبہ بن ابی معیط کے بارہ میں نازل ہوئی ہے جنکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیہ منو المصطلق کے صدقات و زکوٰۃ وصول کرنے کیلئے بھیجا تھا امام احمد نے عارث بن ابی ضرار الخزاعی کا واقعہ بیان کیا وہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے مجھے اسلام کی دعوت دی میں نے اللہ کی توفیق سے اسلام قبول کر لیا اور احکام اسلام اور ارکان دین کی پابندی کا عہد کیا اور ساتھ ہی میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں اپنی قوم کی طرف واپس جاتا ہوں اور انکو اسلام کی دعوت دوں گا اور احکام اسلام کی پابندی پر آمادہ کر دوں گا ورنہ سے انکے مالوں کی زکوٰۃ بھی وصول کر کے جمع کروں گا آپ فلوں وقت اپنا قاصد بھیج دیجیئے تاکہ وہ جمع کردہ زکوٰۃ میں آپ کے پاس بھیج دوں جو یہاں فقر و مسکین پر خرچ ہو سکے عارث نے یہاں آکر اپنی قوم کی زکوٰۃ جمع کی ورنہ انتظار کیا کہ وقت مقررہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قاصد آئے گا طے کردہ وقت پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قاصد نہ پہنچنے سے عارث بہت پریشان ہوتے اور دل میں خطرہ گزرا کہیں ایسا تو نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم ناراض ہو گئے ہوں کسی بات پر اور اس وجہ سے قاصد نہیں بھیجا۔ اس خیال دہ پریشانی پر اپنی قوم کے سرداروں کو جمع کیا اور مشورہ کیا کہ ایسی صورت میں ہم کیا کریں اور یہ بھی راستے دی کہ اگر ایسی صورت ہو کہ کسی بات پر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کوئی ناراضگی ہوئی ہے تو ہم سب کو مل کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونا چاہیے۔ ادھر قصہ یہ پیش آیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ولید بن عقبہ کو حارثؓ کی طرف روانہ کیا تاکہ زکوٰۃ وصول کر کے آتے لیکن ولید جب روانہ ہوتے تو راستہ میں کچھ خائف ہوتے اور درمیان راستہ ہی سے واپس ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آکر یہ بیان کیا یا رسول اللہؐ حارثؓ نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا اور میرے قتل کا ارادہ کیا اس وجہ سے میں واپس آگیا ہوں / یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت ناگواری ہوئی اور ایک جماعت کو حکم دیا کہ وہ حارثؓ کی طرف روانہ ہو جاتے بعض روایات میں ہے کہ اس جماعت میں خالد بن ولیدؓ بھی تھے حارثؓ انتظار میں تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی قاصد آئے تو انکو جب معلوم ہوا کہ ایک جماعت مدینہ سے آرہی ہے تو استقبال کے لئے اپنی بستی سے باہر آتے اور ان لوگوں سے ملے تو وہ لوگ ان پر لپکے حارثؓ نے ان سے پوچھا آپ لوگ کس پر حملہ کرنے کے لئے بھیجے گئے ہیں؟ انھوں نے جواب دیا تم پر ہی تو حملہ کرنے ہمیں بھیجا گیا ہے پوچھا کس وجہ سے؟ ان لوگوں نے جواب دیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارے پاس ولیدؓ کو زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے بھیجا تھا تو تم نے زکوٰۃ ادا کرنے سے بھی انکار کیا ورنہ ولیدؓ کو قتل کرنے کا بھی ارادہ کیا حارثؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا قسم ہے اس ذات کی جس نے حق دے کر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا نہ ولیدؓ میرے پاس آیا اور نہ میں نے اسکو دیکھا اس کے بعد حارثؓ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپؐ نے یہی سوال کیا اسے حارثؓ تم نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا اور میرے قاصد کو بھی قتل کرنے کا ارادہ کیا حارثؓ نے بے قرار ہو کر عرض کیا یا رسول اللہؐ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپؐ کو حق دے کر مبعوث فرمایا میں نے تو ولیدؓ کو دیکھا بھی نہیں اور میں آپؐ کی طرف اس وقت روانہ ہوا جب کہ میں آپؐ کے قاصد کا منتظر رہا اور قاصد کے نہ پہنچنے سے مجھے اندیشہ ہوا کہ حضورؐ ناراض تو نہیں ہیں تو صورت حال معلوم کرنے کے ارادہ سے میں روانہ ہوا تھا اور اس طرح خدمت میں حاضری ہوئی۔ حضرات مفسرین بیان کرتے ہیں اس واقعہ پر حق تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

بعض روایات سے یہ معلوم ہوا کہ ولید بن عقبہؓ کی بنو المصطلق کے ساتھ قدیم زمانہ سے دشمنی تھی تو اس وجہ سے انکو ڈر ہوا کہ وہ لوگ اس قدیم دشمنی کی بنا پر مجھے قتل کر دیں گے محض اس وجہ سے کہ باعث واپس لوٹ گئے اور یہ لغزش ہوئی کہ اس طرح کی بات خلاف واقعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کی۔

روایات کے تنقیح سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ صحابی صحیح الاسناد تھے یہ عمل اور یہ صورت حال انکے فلاح کی وجہ سے نہیں پیش آئی اور ساتھ ہی یہ امر بھی متعین ہے کہ اس آیت کا نزول ولید بن عقیل کے بارہویا ہوا ہے جیسا کہ صحیح روایات میں ہے تو اس صورت میں لفظ فاسق کا اطلاق صحابہ میں سے ایک فرد پر محض عسی صورت کو ملحوظ رکھتے ہوئے کیا گیا۔ جیسا کہ بعض روایات میں حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آپ سے فرمایا یا اما ذرانتک امرء یدلک حاہلیۃ۔ حالانکہ جاہلیت معصیت و شرک جیسے امور پر مشتمل ہونے والا عنوان ہے تو اس طرح کے بعض تنبیہی عنوانات حضرت صحابہ کی عدالت اور دین کے اس مسلم قانون کے منافی نہیں جو مشہور ہے۔ الصیابة کملہ عدول۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں صحابہ کی عدالت تو مسئلہ دین میں سے ہے لیکن عدالت کے لیے عصمت لازم نہیں کہ اس ذات سے کوئی معصیت اور خطا سرزد ہو نہ ہو البتہ یہ ضروری ہے کہ اگر کسی وقت یہ تقاضائے بشریت کوئی جھوک اور غلطی وقع ہو جائے تو وہ اس پر تائب ہوتے ہیں، و رَضِیَ اللہُ عَنْہُمْ وَ رَضُوا عَنْہُ کا مقام ایمان و تقویٰ اور توبہ جیسے عالی اوصاف ہی کے ساتھ جمع ہو سکتا ہے۔

قاضی ابویعلیٰ کا قول ہے۔

”رضاء اللہ رب العزت کی ایک صفت ہے وہ اپنی رضا کا اعلان انہی لوگوں کے متعلق فرماتے ہیں جنکے بارہ میں وہ جلتے ہیں کہ انکی وفات موجباتِ رضا پر ہوگی اس لیے اگر کسی صحابی سے کسی وقت کوئی غلطی سرزد ہوتی اور اس پر وہ تائب ہو گئے تو یہ عدالت کے منافی نہیں ہے کیونکہ توبہ تو گناہوں کو کالعدم کر دیتی ہے۔“

حضرت حاکم بن ابی بلتعز کا واقعہ ہے کہ ان سے ایک غلطی سرزد ہوئی کہ انہوں نے فتح مکہ کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فوج کشی کی خبر اس مکہ کو بھیج دی تھی جس پر آیات یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ لِمَن نَّازِلٌ بِهِتِیْن۔ اسی طرح ایک دفعہ ابو سعید بن عبد المنذر سے ایک غلطی ہوئی تو انہوں نے خود اپنے آپ کو مسجد نبوی کے ایک ستون سے باندھ لیا کہ جب تک میری معافی نازل نہ ہوگی میں اپنے آپ کو اسی ستون سے باندھ رکھوں گا تا آنکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم مجھے کھولیں چنانچہ معافی نازل ہوئی حتیٰ کہ اس ستون کا نام ہی اُسْطُوَانَةُ لَشَوْبَةِہِ ہو گیا اور اس کی عظیم برکت اور تاثیر کا یہ عالم ہے کہ اس ستون کے سامنے حاضر ہو کر گہہ گار جب تائب ہوں تو بارگاہ رب العزت میں انکی بھی توبہ شرف قبول حاصل کر لیتی ہے۔

یا اسی طرح بعض حضرات سے کسی گناہ کے سرزد ہونے پر معافی تو توبہ اور عند اللہ پاک کے لیے خود اپنے آپ کو سزا کے بٹے پیش کر دینا جب کہ کوئی مدعی ہے نہ کوئی استغاثہ ہے اور نہ کسی قسم کی شہادت ہے۔ الغرض اس نوع کی تفسیرات جن پر توبہ کا عمل اس قدر قوی ہو کہ اس سے صاحبِ توبہ اللہ کی بارگاہ میں پیسے کی نسبت زیادہ قرب حاصل کر لے وہ عدالت و تقویٰ کو مجروح نہیں کرتا بلکہ مزید مراتب

کی بندی کا باعث ہوتا ہے جیسا کہ ارشاد ہے۔ عَسَىٰ رَبُّكُمْ اَنْ يُّكْفِرَ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَيُوَدِّعَكُمْ جَنَّتِ بَجْرَتِي مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهَارُ۔

قاضی ابوبکر جصاصؒ نے احکام القرآن میں فرمایا یہ آیت اس بات پر دلالت کر رہی ہے کہ فاسق کی روایت اور خبر قابل اعتبار اور مآثق قبول نہیں، اور اس ضمن میں یہ قانون متعین فرمادینا کہ فَتَّبَعْتُوْا یَظاہِر کو رہا ہے کہ ایسی خبر پر اس وقت تک عمل جائز نہیں جب تک کہ اس کی پوری تحقیق نہ کر لی جاتے اور ایک قرأت میں یہ لفظ فَتَّبَعْتُوْا پر حاکی ہے یہی اسکا ثبوت حاصل کرو۔ تو جب کسی فاسق کی روایت اور خبر بھی متعبر نہیں تو ظاہر ہے کہ شخص فاسق کی شہادت کیوں کر معتبر ہو سکتی ہے۔ فاسق شریعت کی اصطلاح میں ہر وہ شخص ہے جو کجا تر کا ارتکاب کرتا ہو اور فرائض کا تارک ہو اور اس کے باوجود اس کی طرف سے نہ رجوع ثابت ہو نہ وہ تائب ہو اور نہ اس نے اپنی حالت مصیبت میں تبدیلی کی ہو۔

:

:

:

وَ اِنْ طَافَتَيْنِ مِنْ الْمُؤْمِنِيْنَ اَقْتَتَلُوْا

اور اگر دو فریق مسلمانوں کے آپس میں ۷ پڑیں

فَاَصْلَحُوْا بَيْنَهُمَاۤ ۚ فَاِنْ بَغَتْ اِحْدَاهُمَا

تو ان میں غلطی کرا دو۔ پھر اگر چڑھا جاوے ایک ان میں

عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوْا الَّتٰى تَبَغٰى حَتّٰى

دوسرے پر تو سب لڑو اس چڑھائی والے سے جب تک

تَفِیْءٍ اِلٰی اَمْرِ اللّٰهِۚ فَاِنْ فَاَتْ فَاَصْلَحُوْا بَيْنَهُمَا

پھر آدے اللہ کے حکم پر پھر اگر پھر آیا تو غلطی کراؤ ان میں

بِالْعَدْلِ وَاَقْسَطُوْا ۚ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ①

برابر اور انصاف کرو۔ بے شک اللہ کو خوش آتے ہیں انصاف والے

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌۭ فَاصْلَحُوْا بَيْنَ اَخَوٰیكُمْ وَا

مسلمان جو ہیں سو بھائی ہیں ۸ دو اپنے دو بھائیوں کو اور



اتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ۝ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

ڈرتے رہو اللہ سے، شاید تم پر رحم ہو اے ایمان والو !

لَا يَسْخَرُ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا

تھٹھا نہ کریں ایک لوگ دوسروں سے، شاید وہ بہتر ہوں

مِّنْهُمْ وَلَا نِسَاءٌ مِّنْ نِّسَاءِ عَسٰى اَنْ يَّكُوْنَنَّ خَيْرًا

ان سے، ورنہ عورتیں دوسری عورتوں سے، شاید وہ بہتر ہوں

مِّنْهُمْ وَلَا تَلْبِزُوْا اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ

اُن سے اور عجیب نہ دو ایک دوسرے کو اور نام نہ ڈالو چڑ ایک دوسرے کی

بِئْسَ الْاِسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ ۚ وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ

بُرا نام ہے گز گاری پیچھے ایمان کے اور جو کوئی توبہ نہ کرے

فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظَّالِمُوْنَ ۝

تو وہی جے جے انصاف

ترغیب و تاکید، باہمی اخوت و ہمدردی و تنبیہ و تہدید
بر تحقیر و تذلیل

قال اللہ تعالیٰ وَ اِنْ طَرَفَتْ مِنْهُ الْمُؤْمِنِيْنَ ... الخ ... فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظَّالِمُوْنَ
رابطہ گذشتہ آیات میں اس سر پر تنبیہ کی گئی تھی کہ کسی غیر مستند اور غیر معتبر بات کو سنا کر اس پر
یقین نہ کرنا چاہیے بلکہ اسکی تحقیق کر لی جائے بعض افواہوں سے متثر ہو کر جذبات میں مغلوب ہو جانا
بہت سے مفاسد اور فتنوں کا ذریعہ ہے اور باہمی ساز و ست و خصومت کا اس سے دروازہ کھل جاتا ہے
تو ان آیات میں اسکے بالمقابل ایسی ہدایت و تعلیم دی جا رہی ہے کہ مسلمان قوم کو چاہیے کہ وحدت

داخوت قائم رکھے، باہمی منازعت اور اختلاف و خصومت سے پوری طرح بچے اور اگر کسی وقت دو جماعتوں میں اختلاف و نزاع کی صورت پیدا ہو جائے تو انکے درمیان مصالحت کی کوشش کرنی چاہیے تاکہ امت اس طرح کی باہمی خصومتوں سے خود اپنے آپ کو تباہ و برباد نہ کر ڈالے اور خود اپنے ہاتھوں اپنی عظمت و شوکت کو پامال نہ کر لے۔ اخوت و وحدت کو قائم رکھنے کے لیے ضروری ہے کہ ایک دوسرے کی تحقیر اور طعن و تینع سے بھی پرہیز کرے کیوں کہ اس قسم کی باتیں باہمی محبت کی بجائے منافرت اور بغض و اختلاف پیدا کرتی ہیں جس کا انجام قوم من حیث القوم ہلاکت و تباہی کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے تو ارشاد فرمایا جا رہا ہے۔

اور اگر دو گروہ مسلمانوں کے آپس میں رڑ پڑیں تو انکے درمیان صلح کرادو پھر اگر چڑھا چدا آئے ان میں سے ایک دوسرے پر تو تم قتال کرو (لڑو) اس گروہ سے جو چڑھ آئے اور زیادتی کرنے والا ہے یہاں منک کہ وہ لوٹ آئے اللہ کے حکم اور قانون کی طرف پھر اگر رجوع کر لے وہ گروہ تو انکے درمیان صلح کرادو عدل و انصاف کے ساتھ اور ہمیشہ ہر معاملہ میں انصاف کیا کرو اللہ تعالیٰ بے شک انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ ہر حال مسلمانوں کو ہر معاملہ میں ایسے ہی عدل و انصاف اور باہمی اخوت و محبت کو قائم کرنے اور قائم رکھنے کے لیے کوشش کرتے رہنا چاہیے جذبات اور اغراض میں ایک دوسرے پر ظلم کیا جاتا ہے لیکن ایسی صورت میں دو جماعتیں باہم لڑیں تو مسلمانوں کو اپنی اجتماعی قوت اور فہم و فکر کی صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے ان جماعتوں میں مصالحت کرادینی چاہیے یکسو اور بے تعلق ہو کر بیٹھے رہنا درست نہیں زیادتی کے مرتکب فریق کو مجبور کریں کہ وہ اپنی زیادتی سے باز آجائے نزاعات اور خصومتوں کے پیش آنے کا امکان صرف اسی وجہ سے ہے کہ ایک گروہ دوسرے کے ساتھ محبت و یگانگت نہ ہو۔ حالانکہ اسلام ایک ایسا قوی و مضبوط رشتہ ہے جو تمام امت کو وحدت و اخوت کی لڑی میں منسلک کر دیتا ہے تو اس رشتہ اخوت و محبت سے ہرگز غفلت نہ اختیار کرنی چاہیے یہ حقیقت ہے کہ تمام مسلمان باہم ایک دوسرے کے بھائی ہیں تو اگر کسی وقت اختلاف پیش آجائے تو بلاپ کرادیا کر اپنے دو بھائیوں کے درمیان اور اللہ سے ڈرتے رہو امید ہے کہ تم پر مہربانی کی جائے ایسے کہ خوف خدا اور تقویٰ ہی تمام احوال کی اصلاح کا ضامن اور حق تعالیٰ کی عنایات و مہربانیوں کا موجب ہے۔

نزاع و اختلاف اور باہمی منافرت و عداوت اور اسکے نتیجہ میں خصومتوں کا سلسلہ تحقیر و تذلیل اور استہزاء و تمسخر سے پیدا ہوتا ہے جس کی وجہ سے محبت و اخلاص ختم ہو کر شکوک و اوہام اور تنفردلوں میں راسخ ہو جاتا ہے تو مسلمانوں کو چاہیے کہ اپنا معاشرہ ان برائیوں سے پاک کریں اس لیے یہ حکم ہے کہ اے ایمان والو! ہرگز تمسخر اور ٹھٹھا پن نہ کرے ایک قوم دوسری قوم سے شاید وہ لوگ ان سے بہتر ہوں جو ان کا مذاق اڑا رہے ہیں اور نہ خود تیں دوسری خودوں کا مذاق اڑائیں شاید وہ ان سے بہتر ہوں اور نہ عیب لگاؤ ایک دوسرے پر اور نہ بڑے القاب سے ایک دوسرے کو چڑاؤ بہت ہی بُرے کڑکاری کا نام ایمان کے بعد کو

اس طرح سے مسلمان بھائی کی تحقیر و تذلیل اس کے توہین ہونے کے بعد اس کو ناسخ و فاحر کے درجہ میں شمار کرنا ہے۔

اور ساتھ ہی خود یہ شخص جو مسلمان ہو کر بھی ایسی روش اختیار کرتا ہے اپنے توہین ہونے کے ساتھ فاسقانہ کردار پیش کر رہا ہے اور ظاہر ہے کہ ایسا شخص کذب و مفسد ہے اور ایذا رسانی و انحراف پر دازی بھی کر رہا ہے تو توہین ہو کر ایسے کام کرنا اپنے کو فاسق و فاجر کے عنوان سے موسوم کرنا ہے جو نہایت ہی بدترین نام ہو سکتا ہے جدا کیے کہ کوئی شخص مسلمان ہو۔ اگر کسی نے ایسا کیا تو اس کو چاہیے کہ نادم و شرمندہ ہو کر تائب ہو جائے اور اگر ایسے لوگ توبہ نہ کریں گے تو وہ ظالم ہوں گے جو اپنی ذات پر ہوگا اور دوسروں پر بھی یہ ظلم و تعدی الکی جان و مال اور عزت و آبرو کی بے حرمتی کا موجب ہوگا۔

اہل ایمان کے دو گروہوں کے درمیان باہمی قتال کی صورت میں تمام مسلمانوں پر ذمہ داری

آیت مبارکہ **وَإِنْ طَلَفَتَا مِنَ الْمُؤْمِنِينَ** اس پر دلالت کرتی ہے کہ مسلمانوں کے دو گروہوں میں اگر کسی قسم کا اختلاف و نزاع مفاہم کی صورت اختیار کر لے تو مسلمانوں میں سے اہل فہم اور ارباب حل و عقد پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ اس منازعت و مخالفت کو ختم کرانے کی پوری جدوجہد کریں اور آپس میں الٹے درمیان صبح کرادیں۔ باہمی اخوت و محبت کا جو رشتہ جذبات میں مغلوب ہو گیا۔ اس کو زندہ کیا جائے اس کے لئے ارشاد فرمایا **لَكُمْ الْمُؤْمِنُونَ أَخَوَةٌ** فَاَصْلَحُوا بَيْنَ أَخَوَتِكُمْ اور ساتھ ہی وہ منیادرا ساس بھی ظاہر کر دی گئی جس پر اخوت و محبت کی عظیم عمارت قائم ہو سکتی ہے وہ اللہ کا خوف ہے۔

حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں ”یعنی جب حکم شرع کے تابع ہوں تو انصاف سے صلح کر دو اور ایک کی طرف داری نہ کر دیہ حکم ہے خانہ جنگی کا جو مسلمان آپس میں لڑیں۔“

خلاصہ یہ ہے کہ مسلمانوں کے دو گروہوں میں اگر جنگ ہو جائے تو مسلمانوں کو چاہیے کہ آپس میں سمجھا بھا کر باہم نزاع امور کو ختم کرانے کے اصلاح کرادیں اور دونوں پارٹیوں میں صلح کر دیں اور اگر باوجود اصلاح اور

اس سے تعبیر میں اشارہ ہے کہ الاسم الغسوق کا مرجع دونوں حامی ہیں۔ خود طعن و تبصیر اور تحقیر کرنے والا اور وہ شخص جس کی تحقیر و توہین کے لیے لغو اور بے ہودہ عنوانات اختیار کیے جائیں۔

صلح کی کوشش کے کسی جماعت کی زیادتی دیکھو۔ یعنی وہ قتال کے ترک پر آمادہ نہ ہو اور زیادتی اور تعدی سے باز نہ آتے تو زیادتی کرنے والی جماعت سے تم سب ملکر لڑو اور جنگ کرو یہاں تک کہ وہ تعدی اور زیادتی کرنے والی جماعت اللہ تعالیٰ کے حکم اور فیصلے کے گئے جھک جائے اور جنگ بند کر دے۔ پھر جب وہ پارٹی جھک جائے اور جنگ سے رجوع کرے تو حدود شرعیہ کے مطابق انکی اصلاح کر دو۔ عدل کا مطلب ہے شرعی حدود کے موافق صلح کرانا تاکہ صلح پائیدار اور دائمی ہو صرف جنگ بند کر دینے سے پھر اندیشہ رہے گا کہ کسی وقت پھر لڑائی ہو جائے اس لیے تمام معاملات کو انصاف کے ساتھ طے کر دو اور انصاف کیا کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے آگے پھر اسی معنیوں کی تاکید ہے کہ تمام مسلمان آپس میں بھائی ہیں تو کبھی بھائیوں کی لڑائی ہو جائے تو اپنے دونوں بھائیوں میں اصلاح کر دیا کرو کیونکہ ہر طرف وہ دونوں پارٹیاں تمہارے بھائی ہیں اور صلح کرانے وقت اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہا کرو یعنی جانبداری سے کام نہ لو اور کسی پارٹی کی طرفداری نہ کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

کہتے ہیں کہ انصار کے بعض حضرات اور عبد اللہ بن ابی کے بعض طرفداروں میں ایک جھگڑا ہو گیا جھگڑا معمولی سی بات پر تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک سواری پر سوار تھے سواری نے پیشاب کیا عبد اللہ بن ابی نے پیشاب پر کچھ ناک اور بھوں چڑھائی عبد اللہ بن رواحہ نے اسکی ناک بھوں چڑھانے پر کچھ ناراضگی کا اظہار کیا اس پر بات بڑھ گئی اور اس پر آیتیں نازل ہوئیں اس آیت کے متعلق بہت سے مسائل ہیں کیونکہ یہ آیت ہر اس جنگ کو شامل ہے جو مسلمان آپس میں لڑیں یا امام سے بغاوت کر کے مقابلے میں آئیں اور آپس میں لڑیں انکا حکم فرمایا سرحدین کا نہیں ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے جنگ جمل اور جنگ صفین کے موقع پر فرمایا تھا خواننا بعوا علینا۔ حضرت علیؑ نے بغاوت کرنے والوں کو اپنا بھائی فرمایا ہوا کہ ایسی بغاوت وہاں ہی جنگ سے مسلمان کا نام باقی رہتا ہے اور ایک مسلمان کو کار نہیں کہا جاسکتا اسی لیے اس قسم کے لڑنے والوں کے احکام بھی جدا ہیں مثلاً جو دو پارٹیاں باہم نبرد آزما ہیں وہ دونوں امام المسلمین کی ولایت کے تحت ہیں۔ یا دونوں امام المسلمین کی ولایت کے ماتحت نہیں ہیں یا ایک امام کی ولایت کے تحت ہے اور دوسری نہیں ہے انکے تمام احکام علیہ علیہ فقہ کی کتابوں میں تفصیل کے ساتھ مذکور ہیں۔ یہاں صرف اتنی بات سمجھ لینی چاہیے کہ مسلمانوں کو خوة قائم رکھنے کی غرض سے ایک طریقہ صلح و آشتی اور باہم صفائی کا بتایا گیا ہے اور دوسری پارٹی جو اصلاحی ہو اسکو عدل و انصاف کی تاکید کی گئی اسی پر امت کا نظام اخوت اور نظام عدل قائم ہو سکتا ہے۔ اللہم اھلکم ذات مینا واحفظنا من الفتن ما ظہر منها وما بطن۔

ایمان کے ساتھ فسق کا عنوان نہیں دیتا

آیت مبارکہ بِشَى الْإِثْمِ الْفُسُوقُ نَعَدَ الْإِيصَانِ - اس امر کی طرف راہنمائی کر رہی ہے کہ ایمان لانے کے بعد مسلمان کے لیے فسق کا نام بہت بُرا ہے اور جو توبہ نہ کریں گے تو رہی لوگ ظلم کرنے والے ہوں گے مطلب یہ ہے کہ ایسا مذاق اور تمسخر جو کسی کی تحقیر اور دل آزاری کے لیے کیا جائے وہ حرام ہے خواہ مرد کسی مرد کے ساتھ ایسا مذاق کرے یا عورت کسی عورت کے ساتھ ایسا مذاق کرے یا عورت مرد کے ساتھ یا مرد عورت کے ساتھ تحقیر آمیز مذاق کرے تو وہ ناجائز ہو گا باقی جس میں دوسرے کی تحقیر اور دل آزاری نہ ہو وہ مزاح اور خوش طبعی ہے اس میں مضائقہ نہیں اور مزاح جائز ہے۔

یہاں جو رجال اور نسا فرمایا ہے اس سے محض جنس مراد ہے جیسا کہ ہم نے عرض کر دیا ہے یہاں یہ بحث شاید غیر ضروری ہوگی کہ قوم کا اطلاق صرف مردوں پر ہوا کرتا ہے۔ عورتیں قوم کے لفظ میں داخل نہیں ہوتیں اور اگر ہوتی ہیں تو تین داخل ہوتی ہیں اور یہ جو فرمایا کہ شاید وہ تم سے بہتر ہوں۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ شخص بہتر ہو جسکی تم تحقیر اور دل آزاری کر رہے ہو یعنی اس کا خاتمہ ایمان پر مقدر ہو اور وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم سے زیادہ مقبول ہو۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے۔ البداء موبل بالقول لو سمعرت من کلب لمشتیت ان احول کلباً۔ یعنی ہر قسم کی بلا قول پر سوئپی گئی ہے۔ اکثر بلائیں زبان کی بدولت نازل ہوتی ہیں تو کسی کتے سے بھی مذاق نہیں کرتا اگر کتے سے بھی تحقیر آمیز سلوک کروں تو ڈرتا ہوں کہ کہیں کتا نہ بنا دیا جاؤں۔ بہر حال وہ شخص جو اپنی خفارت اور ذلت پر نظر رکھتا ہے وہ ہمیشہ دوسرے آدمی کو ذلیل کرنے سے احتیاط کرتا ہے۔ "وَلْيَمْرُقُا" کو میم کے زیر سے اور میم کو بیش دونوں طرح کی قرأت ہے خواہ کسی طرح پڑھتے مطلب یہ ہے کسی پر طعن نہ کرو اور عیب نہ لگاؤ بعض حضرات نے فرمایا کہ ایسا کوئی فعل اختیار نہ کرو جس کی وجہ سے تم کو طعن کیا جائے تنازع باللقاب کا مطلب ہے کسی کو بُرے لقب سے پکارنا جو کسی کو ناگوار گدے یعنی ایسے لقب سے نہ پکارو جو اسکی دل آزاری کا موجب ہو جیسے کسی شخص کی کوئی چوڑ بنا لیتے ہیں اور پھر اس چوڑ سے اسکو پکارتے ہیں اور وہ ایک مؤمن کی ناگواری کا سبب ہوتا ہے یا اگر کوئی ایسا نام لیا جائے اور ایسا لقب دیا جائے جو ناگوار نہ ہو تو مضائقہ نہیں جیسا کہ بعض لوگ کسی لقب سے خوش ہوتے ہیں آخر میں فرمایا کہ ایمان کے بعد تو مسلمان کے لیے سب سے بُرا نام فسق کا ہے یعنی کسی مسلمان کو یا فاسق کہہ کر پکارنا۔ جیسے بعض لوگ ان مسلمانوں کو جو یہودی سے مسلمان ہونے لگے یا یہودی کہہ کر پکارتے تھے تو سب سے بُرا لقب تو ایمان لانے کے بعد فسق کا لقب ہے اس میں سب گناہ داخل ہو گئے مثلاً کسی کو یا فاسق یا زانی یا سارق کہنا سب دحل ہو گئے اور

یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ دوسروں کو بُرا لقب دینے سے پہلے بر تو دیکھو کہ تم ایک گناہ کرنے سے فاسق ہو جاتے ہو جو ایمان کے بعد بہت ہی برا لقب ہے یعنی دوسرے کو بُرا لقب دینے سے اپنا لقب فاسق ہو جاتا ہے اس لیے ایسے امور سے اجتناب کرنا چاہیے جس میں اپنا لقب فاسق ہو جائے اور جو شخص ان حرکات ناشائستہ اور ممنوعہ سے باز نہ آئے گا اور توبہ نہ کرے گا تو ایسے ہی لوگ ظالم اور ناانصاف ہونگے۔ حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں جہاں کسی پر بُرا نام ڈالا پہلے تو اپنا نام پڑ گیا فاسق آگے تھا تو کن اس پر عیب لگایا نہ لگا خلاصہ یہ کہ ایسے افعال سے بچنا چاہیے جو کسی مسلمان کی دل آزاری اور ناگواری کا موجب ہو اور بات بڑھ کر فتنہ فساد اور قتل و قتال کی نوبت آستے اور خود فاسق قرار پائے انسان اگر اپنے آپ کو خود حقیر سمجھے تو دوسروں پر عیب لگانے کی جرات نہ کرے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا شہور ہے اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِي صَبُوْرًا وَّلَجْعَلْنِي شَكُوْرًا وَّاجْعَلْنِي فِي عَيْفٍ صَعِيْدٍ وَّ فِي اَعْيُنِ النَّاسِ كَبِيْرًا۔ یعنی اللہ مجھ کو صبر کرے والا اور شکر کرنے والا بنا دے اور مجھ کو اپنی آنکھوں میں چھوٹا اور دوسروں کی آنکھوں میں بڑا بنا دے یعنی جب میں خود اپنے پر نظر کروں تو اپنے کو چھوٹا سمجھوں اور دوسرے جب مجھ کو دیکھیں تو بڑا سمجھیں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا

اے ایمان والو!

اجْتَنِبُوا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ

بچتے رہو بہت کثرت میں سے ظن کرنے سے مگر بعضی ظن گناہ ہے

وَلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبِ بَعْضُكُمْ بَعْضًا اِيْحِبُّ

اور جھید نہ ٹٹو کسی کا اور بد نہ کہو بیٹھ پیچھے ایک دوسرے کو بھلا خوش

اَحَدُكُمْ اَنْ يَّأْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مِيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ وَ

لگتا ہے تم میں سے کسی کو کہ کھاوے گوشت اپنے بھائی کا جو مردہ ہو سو گھن آئے تم کو پس اور

اتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۷﴾

ڈرتے رہو اللہ سے بے شک اللہ معاف کرے والا مہربان ہے

تنبیہ و تہدید بر بدگمانی و غیبت و ممانعت از تحس احوال

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا احْتَنِبُوا... إلخ... إِنَّ اللَّهَ تَوَّابٌ رَحِيمٌ
 رابطہ گزشتہ آیات میں مسلمانوں کی گروہ بندی اور باہمی منازعت و محاصمت سے منع کیا گیا تھا اور
 اس پر وعید و تنبیہ کی گئی تھی کہ کوئی مسلمان اپنے مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے یا اس کا مذاق اڑائے کیونکہ
 ایسی ہی باتیں مسلمانوں میں نفاق و شقاق پیدا کرنے والی ہیں تو اب ان آیات میں مزید ایسے اسباب
 بیان فرمائے جا رہے ہیں جنکی وجہ سے باہمی منافرت اور عدالت کی فضا پیدا ہوتی ہے۔ آپس میں جھگڑے
 پیدا ہوتے ہیں اور نوبت جنگ و جدل اور قتل و خونریزی تک پہنچ جاتی ہے جن میں سب سے بڑی
 اور بنیادی چیز قلوب سے اخلاص کا نکل جانا اور باہم بدگمانی میں بڑ جانا ہے بدگوئی غیبت از اہم تراشی عرض
 یہ سب باتیں ہلک ہیں ان سے بچنے کی ضرورت ہے تو فرمایا۔

اے ایمان والو! بہت گمان کرنے سے احتراز کیا کرو اور بہت سے گمانوں سے بچا کرو کیونکہ
 بعضے گمان گناہ ہوتے ہیں اور ایک دوسرے کے عیب کی ٹٹوں نہ کیا کرو اور نہ ایک دوسرے کو پیٹھ
 پیچھے برا کہا کرو کیا تم میں سے کوئی اس بات کو پسند کرتا ہے کہ وہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے سو تم کو
 اس سے گھن آئے۔ در تم اس سے متنفر ہو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو بے شک اللہ تعالیٰ بڑا معاف
 کرنے والا اور بڑی ہر بانی کرنے والا ہے۔

جو نیک ظن کی بہت سی اقسام ہیں بعض جائز، بعض حایب، بعض مباح، بعض حرام۔ اسی سبب
 فرمایا۔ ظن اور گمان کی کثرت سے احتراز کرو یا یہ مطلب ہے اجتنبوا اجتنبوا کثیراً۔ کہ بچو بچنا بہت۔
 اہل خیر اور صلاح کے ساتھ بدگمانی کرنا بہت بڑی بات ہے اور اہل فسق کے معاملے میں بدگمانی جائز
 ہے اور جب یہ بات معلوم ہو گئی کہ بعضے افراد ظن اور گمان کے گناہ ہیں تو انکی تحقیق کرنے کے بعد جہاں
 بدگمانی جائز ہو یا ضروری ہو وہاں بدگمانی کرے تو مضائقہ نہیں۔ یہ نہیں کہ ہر موقع پر اور ہر معاملے میں
 بدگمانی کرو اور بڑے ظن سے کام لو جو شخص بہت بدگمانیوں سے احتراز کرے گا تو بعض سے بچ جائے گا
 تحس کسی کے عیب کی تلاش کرنا اور مسلمانوں کے عیب ڈھونڈتے پھرنا۔

حضرت مجاہد کا قول ہے خذوا ما ظہرو دعوا ما سترہ اللہ یعنی جو کچھ ظاہر ہوا وہ لے لو
 اور جو اللہ نے چھپا لیا اسے چھوڑ دو بہر حال عیب جوئی سے منع فرمایا کسی کی چھپ کر باتیں سننا یا سونے
 والے کی حالت بنا کر جاگتے رہنا اور دوسروں کی باتیں سننا ہنا تحس ہے اس میں بھی اگر کہیں اپنے
 آپ کو ضرر سے بچانے یا کسی مسلمان کو نقصان سے بچانے کی غرض سے دشمن کی تدبیر کا کھوج لگائے تو
 جائز ہو گا پھر فرمایا ایک دوسرے کی غیبت نہ کیا کرو یعنی پیٹھ کے پیچھے ایسی برائی کرنا جو سچی ہو کہ

اگر اسکے سامنے کر دو تو اسکو ناگوار کر رہے یہ غیبت ہے اور اگر وہ بات سچی نہ ہو تو بہتان ہے غیبت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے گوشت کھانا فرمایا جس طرح کسی انسان کا گوشت نوح کر کھانے سے تکلیف ہوتی ہے۔ اسی طرح اسکی آبروریزی بھی اسکی تکلیف کا موجب ہے اگرچہ اس آبروریزی کا اسکو علم نہ ہو تو عدم حس میں مشابہت مردے کے ساتھ دی لیکن فی لفظہ تو تکلیف دہ چیز ہے گویا مردے ہوتے بھائی کا گوشت نوح نوح کر کھا رہے ہو پس جس طرح مردہ بھائی کے گوشت کھانے سے گھن کرنے ہو اسی طرح اسکی پیٹھ پیچھے اسکی آبروریزی سے بھی بچو اور اسکو برا سمجھو۔ پس پشت ہر صورت میں بدگوئی کی ممانعت فرمادی گئی البتہ مظلوم ظالم کی بدگوئی کر سکتا ہے بشرطیکہ دین کا کچھ فائدہ ہو۔

”تحقیق جس طرح قول سے ہوتی ہے فعل سے بھی ہوتی ہے مثلاً کسی لنگڑے کی نقل اٹدنا یا کسی پستہ قد کو اشارہ کر کے اور مٹھی ہنلے دکھانا وغیرہ وغیرہ۔

اور یہ جو فرمایا اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو یعنی غیبت کرنے سے بچو اور تو بہ کر بلاشبہ اللہ تعالیٰ تو بہ کو قبول فرماتا ہے اور وہ بڑی ہربانی کرنے والا ہے۔ غیبت حق العباد بھی ہے اور حق اللہ بھی یعنی اللہ تعالیٰ سے تو بہ کر دو جس کی غیبت کی ہے اس سے معاف کراؤ اور اگر وہ مر گیا ہو تو اسکے لئے استغفار کرے غیبت صرف مسلمان ہی کی حرام نہیں بلکہ کافر جو ذمی ہو اسکی بھی غیبت حرام ہے۔

ایک دفعہ ایک صحابیؓ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ اگر وہ بات جو میں اپنے بھائی کے پس پشت کہہ رہا ہوں وہ اس میں موجود ہو تو کیا پھر بھی غیبت ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں! یہ بھی غیبت ہے اور اگر تم ایسی بات اسکے منہ سے کہو گے جو اس میں موجود نہیں تو تم اس پر بہتان لگانے والے ہو گے۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ

اے آدمیو!

إِنَّا خَلَقْنَكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ وَجَعَلْنَكُمْ شُعُوبًا

ہم نے تم کو بنایا ایک ر اور مادہ سے اور رکھیں تمہاری ذاتیں

وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ

اور گوتیں، تا آپس کی پہچان ہو ستر عزت اللہ کے ہاں اسی کو بڑی جسکو ادب بڑا

إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ ﴿۱۳﴾ قَالَتِ الْأَعْرَابُ آمَنَّا قُلْ

اللہ سب جانتا ہے خبردار - کہتے ہیں گنوار، ہم ایمان لائے! تو کہہ

لَمْ تُوْمِنُوْا وَلٰكِنْ قَوْلُوْا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ

تم ایمان نہیں لاتے ہر کہو مسلمان ہوئے در ابھی نہیں بیٹھا

اِلٰلٰیْمَانٍ فِیْ قُلُوْبِكُمْ ۚ وَاِنْ تُطِيعُوْا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ

ایمان تمہارے دلوں میں اور اگر حکم پر چلو گے اللہ کے اور اس کے رسول

لَا يَلِيْكُمْ مِّنْ اَعْمَالِكُمْ شَيْْءٌ ۚ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ

کے، کاٹ نہ لے گا تمہارے کاموں میں سے کچھ اللہ بخشتا ہے

رَحِيْمٌ ۝۱۳ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ

مہربان ایمان والے وہ ہیں جو یقین لاتے اللہ پر

وَرَسُوْلَهٗ ۚ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ

اور اس کے رسول پر پھر شبہ نہ لاتے اور لڑائی کی اللہ کی راہ میں

وَاَنْفُسِهِمْ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۝۱۴

اپنے مال اور جان کے وہ جو ہیں وہی ہیں سچے

قُلْ اَتَعْلَمُوْنَ اللّٰهَ يَدِيْنِكُمْ ۚ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا فِی

تو کہہ کیا جانتے ہو اللہ کو اپنی دینداری ؟ اور اللہ کو خبر ہے جو کچھ ہے

السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ۚ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ

آسمانوں میں اور زمین میں اور اللہ ہر چیز

عَلِيْمٌ ۝۱۵ یَّمْنُوْنَ عَلَیْكَ اَنْ اَسْلَمُوْا ۚ قُلْ لَا تَمْنُوْا

جانتا ہے تجھ پر احسان رکھتے ہیں کہ مسلمان ہوئے تو کہہ مجھ پر احسان

عَلٰی اِسْلَامِكُمْ ۚ بَلِ اللّٰهُ یَمُنُّ عَلَیْكُمْ اَنْ هٰدٰکُمْ

نہ دیکھو اپنی مسلمان کی بلکہ اللہ تم پر احسان رکھتا ہے کہ تم کو راہ دے

لِلْإِيمَانِ إِنَّ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝۱۷ إِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ

ایمان کی اگر سچ کہو اللہ جانتا ہے

غَيْبِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاللَّهُ بِصِيرٍ بِمَا

چھپے سمند آسمانوں کے اور زمین کے اور اللہ دیکھتا ہے جو

تَعْمَلُونَ ۝۱۸

کرتے ہو

مدار فضیلت و کرامت ایمان و تقویٰ نہ کہ نسبت خاندان و قبائل

قال الله تعالى يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ ۖ وَاللَّهُ كَصِيرٍ ۖ يَكْمُلُونَ
(رابطہ) اس سے قبل آیات میں ایسی خصلتوں اور برائیوں سے اجتناب کی تعلیم تھی جو انسانی زندگی
کو ذلت دہی میں ڈالے والی ہیں اور انسانی معاشرہ میں اس قسم کے عیب نہایت ہی بدترین عیب اور تباہ
کردینے والی بیماریاں ہیں تو اب ان آیات میں ایسے بالمقابل وہ اوصاف بیان کیے جا رہے ہیں جو انسانی کرامت
اور شرف کا باعث ہیں اور اسکو عزت و سرجندی کے مقام پر پہنچا دینے کا باعث ہیں۔

اے لوگو! ہم نے تم سب کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے اور تم کو مختلف شاخیں اور
مختلف قبیلے بنایا تاکہ تم ایک دوسرے کو شناخت کر سکو اور پہچان سکو ورنہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک
تو تم سب میں بڑا شریف اور عزت والا وہ ہے جو تم سب میں بڑا پرہیزگار اور زیادہ تقویٰ والا ہے
بلاشبہ اللہ تعالیٰ سب کو جانتا ہے اور سب کے حال سے باخبر ہے خلاصہ یہ کہ سب لوگ ایک مرد اور

۱۷۔ اس آیت مبارکہ میں حق تعالیٰ جل شانہ نے فضیلت اور فضیلت کا ایک معیار اور قاعدہ کلیہ ارشاد فرما دیا ہے إِنَّ
أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاهُمْ۔ اس معیار کو مد نظر رکھتے ہوئے جب آیت مبارکہ یعنی وَسَيُجَنَّبُهَا الَّذِينَ
يُؤْتِي تِلْكَ بِسُوءَاتِهِ۔ پر نظر ڈالتے ہیں اور اس کا شان نزول روایات سے یہ پاتے ہیں کہ یہ ابو بکرؓ کے بارہ میں نازل
ہوئی ہے تو واضح ہو جاتا ہے کہ نبی قرآنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اتقی الامت المسلمہ ہیں اور حضرات
صحابہ میں سے زیادہ متقی ہیں تو جس شخص کا قرآن کریم کی صریح آیت سے امت اور حضرات صحابہ کے درمیان سب
زیادہ متقی ہونا ثابت ہو گیا اس پر طعن و تنقیح یا توہین و تحقیر کرے وہ انسان کیسے مسلمان رہ سکتا ہے۔ ۱۸۔

ایک عورت یعنی آدم و حوا سے پیدا ہوئے ہیں جس قدر اولاد بڑھتی گئی اُل کے شعب قبیلہ، عمارہ، بطن، فخر اور فہیدہ بنتے گئے اس سے باہمی تعارف اور پہچان میں، سانی ہوتی ہے کیونکہ ایک ایک نام کے بہت سے آدمی ہوتے ہیں اسکے علاوہ بھی اور بہت سے واندیں مثلاً فرب و لجد کی مناسبت سے انکے حقوق ترعیہ ادا کیئے جاتے ہیں حاجب اور محبوب کا پتا چلتا ہے ایک خاندان کا آدمی دوسرے خاندان کے آدمی سے متمیز رہتا ہے، شعوب جمع شعب کی۔ شعب جمع کرتا ہے قبائل کو اور قبیلہ جمع کرتا ہے عمار کو اور عمارہ جمع کرتا ہے بطن کو اور بطن جمع کرتا ہے فخر کو اور فخر جمع کرتا ہے حصاں کو یہ ہمے عربی قبائل کی اصطلاح بیان کی دوسری قوموں میں کوئی اور دستور ہوگا۔ بہر حال یہ ولاد آدم کی تقسیم ہوتی چلی گئی مثلاً عرض کردہ خزیمہ شعب ہے اور کنانہ قبیلہ اور قریش عمارہ اور قصی بطن اور ہاشم فخر اور عباس فصیدہ۔ یہ تمام تقسیمیں صرف باہمی شناخت کیلئے ہیں اور کسی کو کسی پر فضیلت نہیں۔ شرافت اور بزرگی اور عزت اللہ تعالیٰ کی نظر میں اسی کی ہے جو متقی ہو۔ جو تقویٰ میں ادب و اعلیٰ اور اتقی ہے وہی اللہ کے نزدیک بڑا شریف اور مکرم ہے اس اعلان نے بنی نوع انسان میں مساوات اور یکساں گت پیدا کر دی اور زمانہ جاہلیت کے خاندانی تفاخر اور بڑائی کو پارہ پارہ کر دیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن جو خطبہ فرمایا اس میں اس بات کا اعلان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے تم سے جاہلیت کی نخوت اور عجب کو دور کر دیا۔ آدمیوں کی دو ہی قسمیں ہیں۔ مؤمن تقی جو پرہیزگار ہو وہ اللہ کے نزدیک عزت دار اور مکرم ہے۔ اور جو شخص فاجر شقی ہے وہ اللہ کی نظر میں ذلیل و خوار ہے پھر آپ نے یہ آیت پڑھی اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ۔

بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمام انسان آدم کی اولاد ہیں اور آدم کو مٹی سے پیدا کیا گیا ہے نہ غمی کو عولی پر کوئی فضیلت ہے نہ عربی کو غمی پر کوئی بزرگی ہے۔ سرخ رنگ والے کو سفید رنگ داسے پر کوئی بزرگی ہے نہ سفید رنگ والے کو سرخ رنگ داسے پر کوئی فضیلت اور بڑائی حاصل ہے مگر تقویٰ اور پرہیزگاری سے۔ پیغمبر اسلام علیہ السلام کا یہ بنی نوع انسان پر کتنا بڑا احسان ہے کہ تمام دنیا کے نسبی تفاخر کو مٹا کر سبک بھائی بنا دیا اور صرف تقویٰ اور پرہیزگاری کو امتیاز کی وجہ قرار دیا یعنی جو اپنے پروردگار سے ڈرتا ہے وہی بڑ ہے جس قدر تقویٰ میں بڑھا ہوا ہے اسی قدر بزرگی میں بڑھا ہوا ہے فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا، لَمْ يَسُوعْ بِهِ نَفْسُهُ جَوْعًا فِي شَيْءٍ رہا اس کا سب اکو آگے نہ بڑھا سکے گا اللہ تعالیٰ علیم اور خیر ہے یعنی ہر شخص کے نسب اور ایک نسبی تفاخر کو بھی جاتا ہے اور ہر شخص کے تقویٰ سے بھی باخبر ہے۔

۷۷ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں یعنی بڑا تیاں ذات کی اور قوم کی عبثت ہیں صفت نیک چاہیے نری اصراف ذات کس کام کی۔ روایات میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں اپنے ایک چہرے کے دوران فرمایا اے گوکو! اللہ نے جاہلیت کی عصیت و نخوت کو ختم کر دیا ہے اب تو بس انسانوں کی دو ہی قسمیں ہیں یا تو سن مشق یا سنی ماحر۔ ۱۲

یہ دیہاتی کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے۔ آپ ان سے کہہ دیجئے کہ تم ایمان تو نہیں لائے ہاں رسول کہو کہ ہم ظہر دار ہو گئے یعنی ہم نے مخالفت ترک کر دی ہے اور ابھی تک ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا اور اگر تم اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول کی صحیح اطاعت کرو تو اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کے اجر و ثواب میں ذرا بھی کمی نہیں کرے گا بے شک اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا نہایت ہر بات کرنے والا ہے۔

عرب کے اکثر دیہاتیوں نے صدق دلی سے ایمان قبول کیا تھا۔ لیکن یہ نئی اسد کے لوگ قحط کے زمانے میں غلہ وغیرہ حاصل کرنے مہینے میں آتے تو کہنے لگے ہم ایمان لائے اس پر تنبیہ کی کہ ایمان صرف زبان کے کہنے سے نہیں ہوتا بلکہ دل سے اسکی نیت بھی کر دے۔ یعنی جب تک تصدیق قلبی میسر نہ ہو صرف قول سے مؤمن نہیں ہوتا ہاں زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتے ہو کہ ہم ضلع میں داخل ہو کر آپ کے مطیع ہو گئے ہیں اور ہم نے مخالفت ترک کر دی ہے اور ابھی ایمان تمہارا قلب میں داخل نہیں ہوا یہی صدق قلبی حاصل نہیں ہوتی اور اگر تم لوگ اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول کی اطاعت کرو جس میں تصدیق قلبی بھی آگئی یعنی دل سے بھی ایمان لے آؤ اور زبان اور قلب میں مطابقت پیدا کر لو تو اللہ تعالیٰ تمہارے ان اعمال کے اجر میں جو ایمان لانے کے بعد تم کرو گے اس وقت کے کفر و شرک کی وجہ سے کچھ کمی نہیں کرے گا یعنی ایمان لانے کے بعد جو عمل کرو گے اسکا پورا پورا ثواب ملے گا۔

یہ ایمان کی حقیقت نہیں ہے کہ کسی خوف یا کسی مفاد کی طمع اور لالچ میں ایمان کا اعلان اور دعویٰ کر دیا ایمان دلیقین تو دل میں راسخ ہو جانے والی اس کیفیت کا نام ہے جو درخت کی مضبوط جڑ کی طرح جمی ہوئی ہو اور اسکی شاخیں ابھر رہی ہوں بندی تک نظر رہی ہوں اس وقت مؤمن کی یہ شان ہوتی ہے کہ غیبت و ہمت اور نزاع و خصومت جیسے عیوب سے پاک ہو کر صرف اللہ کی رضا اور خوشودی کے لیے اللہ کی اطاعت و فرمانبرداری کے واسطے تیار رہتا ہے نہ اسکو کسی چیز کا ڈرا ایمان کے راستہ سے ڈگمگاتا ہے اور نہ لالچ و طمع اللہ کی نافرمانی پر کبھی آدہ کرتی ہے اس لیے اس طرح کے دعوے کرنے والوں کو سن لینا چاہیے کہ ایمان والے تو بس وہی لوگ ہیں جو اللہ پر در اسکے رسول پر ایمان لائے اور پھر اس پر ایسی مضبوطی کے ساتھ قائم رہے کہ کوئی تردد اور شبہ بھی نہ کیا اللہ اور اس کے رسول کی کسی بات میں بلکہ استقامت اختیار کی اور جہاد کیا اپنے مالوں اور جانوں سے اللہ کی راہ میں تو در حقیقت یہی لوگ کہے ہیں اس لیے اس قسم کے مدعیان اسلام کے دعوے کو دیکھ کر سمجھ لینا چاہیے کہ یہ ایمان کا محض دعویٰ ہے۔ ظاہری اسلام ہے حقیقی ایمان نہیں ایمان حقیقی کا رنگ ہی کچھ اور ہوتا ہے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا یا معشر منتم سلم بلسانہ ولم یغص الا یمان الحی قلبہ لا یفتابوا المسلمین ولا تتبعوا عواریہم یعنی اسے وہ لوگو! جو اپنی زبان سے اسلام کا اظہار کرتے ہو لیکن ایمان ابھی تک اس شخص کے دل کے اندر نہیں پہنچا تو تم کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ تم مسلمانوں کی غیبت نہ کیا کرو اور نہ ہی ان کے عیوب و نقائص

تلاش کیا کر دو۔

۱۔ اعراب اور نواسہ قوم کے لوگوں کی یہ حالت بلاشبہ ایمان والوں کی نشانیوں سے قطعاً مختلف اور جدا ہے پھر بھی ایمان کے دعوے اور یہ کوشش کہ کسی طرح خدا کا پیغمبر اس قسم کے لوگوں کو سچا مسلمان سمجھنے بلاشبہ فضول اور بے معنی کوشش ہے تو ایسی صورت میں ہم ہمارے پیغمبر کہہ دو کہ کب تم جتنا دے ہو اللہ کو اپنی دیمداری۔ حالانکہ اللہ تو جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے اسی قسم کے یہ لوگ اسے ہمارے پیغمبر آپ پر احسان رکھتے ہیں کہ یہ مسلمان ہو گئے ہیں آپ کہہ دو مت حسان جتنا مجھ پر اپنے اسلام کا، بلکہ اللہ ہی تم پر احسان کرتا ہے اگر تم کو بہریت دیدے ایمان لانے کی اگر تم بچے ہو۔ اپنے اس دعوے میں کہ تم مسلمان ہو گئے ہو ایمان د اسلام کی دولت سے سرفراز فرما دینا یہ اللہ ہی کا انعام و احسان ہے کسی کا ایمان لانا خدا پر کوئی احسان نہیں۔

رنت مزد کہ خدمت سلطان ہی کنی
رنت شناس از وہ کہ بخند مت بداشت

بے شک اللہ ہی جانتا ہے پوشیدہ چیزیں آسمانوں اور زمین کی اور اللہ خوب دیکھتا ہے۔ اسے لوگو! جو کچھ تم کرتے ہو تو جب اللہ رب العزت پر آسمانوں اور زمین کی کوئی چیز پوشیدہ نہیں اور وہی تمام اعمال و افعال جانے کہ دلوں کے بھید اور راز بھی جانتا ہے تو اس پر در دگار سے کسی کا ایمان و اطاعت اور اس کا اخلاص و لفاق کیسے مخفی رہ سکتا ہے اور یہ ممکن ہی نہیں کہ کوئی منافق خدا کو دھوکہ دے سکے۔
تم تفسیر سورۃ الحجرات بعون اللہ تعالیٰ و توفیقہ

بندۃ ناچیز محمد مالک کاندھلوی (رحمۃ اللہ علیہ)

شیخ الحدیث جامد اسٹریف

لاہور - پاکستان

۱۰ جمادی الثانی ۱۴۳۸ھ بمجرى

۷۷ حضرت شامی صاحب فرماتے ہیں نیکی اپنے ہاتھ سے ہو یا اپنی تعریف نہیں رب العزت کی تعریف ہے جس نے وہ نیکی کرتی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سُورَةُ ق

گذشتہ سورت یعنی سورۃ حجرات کے مضامین آداب و حقوق رسالت پر مشتمل تھے اور اس امر کی توضیح و تفسیر تھی کہ انسانی سعادت و فلاح کا دار و مدار صرف رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام و فرامین کی اطاعت پر ہوگی ہی میں منحصر ہے اور بارگاہ رسالت میں انقیاد و فرمان برداری حقیقت ایمان ہے تو اب اس سورۃ ق میں قرآن کریم کی عظمت و برتری بیان کی جا رہی ہے اور یہ کہ یہ جملہ ہدایات اور سعادت و فلاح کے خزانے کتاب الہی قرآن حکیم کے ذریعہ ہی سے حاصل ہو سکتے ہیں۔

روایات صحیحہ کی رو سے یہ ثابت ہے کہ مفصلات قرآن میں یہ پہلی سورت ہے۔ امام ابو داؤد نے سنن میں روایت کیا ہے کہ اوس بیان کرتے ہیں کہ میں نے صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے یہ دریافت کیا کہ آپ حضرات قرآن حکیم کے حصے کس طرح کرتے ہیں فرمایا تین تین سورتوں اور پانچ سات۔ نو۔ گیارہ اور تیرہ سورتوں کے حصے متعین کر لیتے تھے اور مفصلات کا ایک حصہ (جو سورۃ ق سے شروع ہوتا ہے) تین سورتوں سے مراد بقرہ، آل عمران اور سورۃ نساء ہیں اور پانچ سے مراد مائدہ۔ احقاف، عراف اور انفال و تورات ہیں اور سات سے سورۃ یونس، ہود، یوسف، زمرہ، ابراہیم، حجر اور سورۃ نحل ہیں اور نو سے مراد سورۃ سبحان اندی، کہف، مریم، طہ، انبیاء، حج، مؤمنون اور فرقان ہیں اور گیارہ سے مراد سورۃ شعراء، نمل، قصص، عنکبوت، روم، لقمان، المائدہ، احزاب، بقرہ، فاطر اور سورۃ یسین ہیں اور تیرہ سے مراد سورۃ صافات، قس، الزمر، غافر، حم سجده، حم عشق، الزخرف، دخان، جاثیہ، احقاف، انفال، سورۃ فتح اور حجرات ہیں اور انکے بعد مفصل

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکثر اس سورت کو جمعہ اور عیدین کی نماز میں تلاوت فرمایا کرتے تھے اس سورت کے مضامین اکثر ابتداء تخلیق کائنات، بعثت بعد الموت، حشر و نشر حساب و وزن اعمال جنت و جہنم اور ثواب و عقاب یز و ترغیب و ترہیب پر مشتمل ہیں اس لحاظ سے یہ سورت گویا قرآن حکیم کے اہم مضامین اور اعظم مضامین کا خلاصہ اور لب باب ہے اسی عظمت و اہمیت کے باعث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اکثر اس سورت کو جمعہ اور عیدین کی نماز میں پڑھا کرتے تھے چنانچہ ام ہشام بنت حارثہ بن النعمان بیان کرتی ہیں کہ ہمارا مکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مکان کے بالکل قریب تھا

حتیٰ کہ دو سال تک ہمارے ردی ایک ہی تکرار پر پکتی رہی تو مجھے سورۃ ق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مجھے خطبے میں سنتے سنتے حوصلہ ہو گئی حضرت عمر فاروقؓ نے ایک مرتبہ الود قدیشیؒ سے دریافت کیا کہ بتاؤ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عیدین میں کون سی سورت تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ جواب دیا سورۃ ق وَالْقُرْآنِ الْبَجِيدِ اور رَاقِشَتِ السَّاعَةِ وَالشَّقِ الْفَقْدِ اور صبح کی نماز میں بھی کثرت سے اس سورت کا پڑھنا ثابت ہے

آیاتھا ۳۵ = سورۃ ق مکیہ ۳۴ = رکوعاھا ۳

سورۃ ق مکی ہے، اور اسکی پینتالیس بیتیں اور تین رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا

ق وَالْقُرْآنِ الْبَجِيدِ ۱ بَلْ عَجِبُوا اَنْ جَاءَهُمْ مُّنْذِرٌ

قسم ہے اس قرآن بڑی شان والے کی کہ بکرا کو تعجب ہوا کہ آیا مجھے پاس ایک ڈر

مِنْهُمْ فَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا شَیْءٌ عَجِیْبٌ ۲ عِزًّا مِّنَّا

سنائے والا ان ہی کا تو کہنے لگے مگر یہ تعجب کی چیز ہے کیا جب ہم

وَکُنَّا تُرَابًا ۳ ذٰلِكَ رَجَعُ بَعِیْدٌ ۴ قَدْ عَلِمْنَا مَا تَنْقُصُ

مرگئے اور ہو گئے سٹی یہ پھر آنا بہت دور ہے ہم کو معلوم ہے جتنا گھٹاتا ہے

الْاَرْضُ مِنْهُمْ وَعِنْدَنَا کِتٰبٌ حَفِیْظٌ ۵ بَلْ کَذَّبُوْا

زمین ان میں سے اور ہمارے پاس لکھا ہے جس میں سب یاد ہے کوئی نہیں پریشانے

بِالْحَقِّ لَمَّا جَاءَهُمْ فَهُمْ فِیْ اَمْرٍ مَّرِیْجٍ ۶ اَفَلَمْ یَنْظُرُوْا

لگے ہیں سچے دین کو جب ان تک پہنچا سو وہ پڑ رہے ہیں ابھی بات میں کیا نگاہ نہیں کی

اِلَی السَّمَآءِ فَوَقَّهْمُ کَیْفَ بَنَیْنَهَا وَزَیَّیْنَهَا وَمَا لَهَا مِنْ

آسمان کو پسے اوپر؟ کیسا ہم نے اسکو بنایا اور رونق دی اور اس میں نہیں

فُرُوجٍ ۷ وَالْأَرْضُ مَدَدُهَا وَالْقَيْنَا فِيهَا رَوَاسِيَ وَ

کوئی سوراخ ۷ اور زمین کو پھیلا یا اور ڈالے اس میں بوجھ اور

اَنْبَتْنَا فِيهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ بَهِيمٍ ۸ تَبَصَّرَةٌ وَذِكْرِي

اگائی اس میں ہر قسم قسم کی روپ کی چیز سوجھانے کو اور یاد دلانے کو

يَكُلُّ عَبْدٌ مُنِيبٌ ۹ وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً مُبْرَكًا

اس بندے کو جو رجوع رکھے اور اتارا ہم نے آسمان سے پانی برکت کا

فَاَنْبَتْنَا بِهِ جَنَّاتٍ وَحَبَّ الْحَصِيدِ ۱۰ وَالنَّخْلَ بَسِطَتْ

پھر اگائے اس سے باغ اور اناج کتنے کھیت کا اور کھجوریں بس

لَهَا طَلْعٌ نَضِيدٌ ۱۱ رَزَقًا لِلْعِبَادِ ۱۲ وَاحْيَيْنَا بِهِ بَلْدَةً

ان کا گابھا ہے تر برتر روزی دینے کو بندوں کے اور چلایا اس سے ایک سرہ

قَيْنًا كَذَلِكَ الْخُرُوجُ ۱۱

دیں ۔ یوں ہی ہے نکل کھڑے ہونا ۔

بیان عظمت کلام خداوندی و انکار منکرین و تمجید بر حشر و نشر

قال الله تعالى ق ۳ وَالْقُرْآنِ الْعَجِيبِ كَذَلِكَ الْخُرُوجُ
(ربط) سورہ حجرات کے مضامین کا اختتام اس امر کے بیان پر تھا کہ اسلام کی توفیق اللہ ہی کی طرف
سے ہدایت ہے اور اس کا عظیم انعام ہے اس پر اللہ رب العزت کا شکر ادا کرنا چاہیے ایمان پر استقامت
اور دین حق پر ثابت قدمی اس اعتقاد و یقین پر موقوف ہے کہ حق تعالیٰ شانہ بندہ کی ہر حالت سے باخبر
ہے وہ ہر عمل کو دیکھتا ہے وہ آسمانوں اور زمینوں کی پوشیدہ چیزوں کو جانتا ہے تو اس مناسبت سے
اب سورہ ق کی ابتداء عظمت کلام خداوندی سے کی جا رہی ہے یہ ثابت کرنے کے لئے کہ ہدایت کا سرچشمہ
قرآن کریم ہے اس پر ایمان لانا چاہیے تو فرمایا ق ۱۱ قسم ہے اس قرآن کی جو پڑھے ہی محمد اور شرف والا

ہے، ایسے کلام پر چاہیے تھا کہ لوگ ایمان لاتے اور اسکے ذریعے ہدایت اور سعادت حاصل کرنے لیکن افسوس ان اہل مکہ نے اس پر ایمان لانے سے انکار کیا بلکہ اس پر تعجب کرنے لگے کہ انکے پاس آیا ہے ایک ڈرانے والا انہی میں سے جو انکو عذابِ آخرت سے ڈراتا ہے گروہ ایمان نہ لائیں، ایمان سے انحراف درد گردانی ہی کچھ کم بد نصیبی نہ تھی اس سے بڑھ کر یہاں تک فوجت پہنچی کہ پھر کہنے لگے کافر یہ تو بہت ہی قابل تعجب چیز ہے جو عذابِ خداوندی سے ڈرانے والا ہمیں بتا رہا ہے کہ ہم مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہوں گے جسکو ہم سمجھنے سے قاصر ہیں اور مرنے کے لیے ہرگز تیار نہیں تو کیا جب ہم مرجائیں گے اور مرنے کے بعد خاک میں مل کر مٹی ہو جائیں گے تو بھی ہم پھر دوبارہ زندہ ہو کر اٹھیں گے یہ تو ٹھنا بہت ہی بعید ہے عقل اس بات کو قبول نہیں کرتی اس طرح زمین میں دفن ہو کر ریزہ ریزہ ہو چکنے کے بعد پھر بھی کوئی انسان دوبارہ زندہ ہو اور خدا کی طرف لوٹے یہ منکرین و مکذبین، ہمدردی قدرت و عظمت سے بے خبر ہیں، ہمیں تو معلوم ہے زمین ان میں کتنا گھٹاتی ہے اور ہمارے پاس ایک کتاب ہے جس میں ہر چیز محفوظ ہے تو جس ذات کا علم اس قدر بلند اور محیط ہے کہ انسانی ابدان زمین میں دفن ہونے کے بعد کس حالت میں ہیں اور کس طرح گھٹتے ہیں اور زمین ان میں سے کتنا کھاتی ہے تو بے شک اس ذات کو اس بات پر بھی قدرت ہے کہ وہ اجزاء مدنیہ جہاں بھی کہیں ہوں جس شکل میں ہوں انکو لوٹا کر پھر زندہ کر دے اور صرف یہی نہیں کہ ہمارا علم

علمہ حادث ہیں ہے کہ جب قیامت قائم کرنے کے لیے اسرافیل علیہ السلام کو صور پھونکنے کا حکم ہوگا تو وہ یہ ند کریں گے ایتھا اعظام البالبۃ واللا وصال متقطعة واشعور المنفرقة ان اللہ یا مریک ان یجتمعن۔ کہ اسے بوسیدہ ہڈیوں اور ٹکڑے ٹکڑے ہوئے جوڑو اور منتشر یا تو تم سب کو اللہ کا حکم ہے کہ جمع ہو جاؤ چنانچہ اس نداء ہی کے ساتھ انسانی اجزاء جہاں بھی اور جس حالت میں ہوں گے ایک جا جمع ہو جائیں گے اور اس طرح دوبارہ زندہ ہو کر میدانِ حشر میں جمع ہوں گے۔

صلح ربیہ کی روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک شخص سے پہلی امتوں میں سے جب مرنے لگا تو اس نے اپنے بیٹوں کو وصیت کی جب میں مرجاؤں تو میری لاش کو جلا کر اور جلا کر رکھ کر دینا اور جب میں جل کر راکھ ہو جاؤں تو اس میں سے نصف راکھ سمندر میں بہا دینا اور نصف ہو قی میں اڑا دینا اور ایک روایت میں یہ لفظ ہے کہ جس روز تیسرے ہوائیں چل رہی ہوں اس روز راکھ ہو میں دینا اور ایک روایت میں ہے کہ خدا کی قسم اگر اللہ تو نے مجھ پر دوبارہ اٹھانے کی قدرت ہو گئی تو وہ مجھ کو ایسا عذاب دے گا کہ جہاں دالوں میں سے کسی کو ایسا عذاب نہ ہو گا (گویا اس کے نزدیک یہ شکل عدم محض کے درجہ میں ہو جانے کی تھی اور اس حالت کے بعد اسکو تصور نہ تھا کہ پھر دوبارہ زندگی کا امکان ہو گا وہ قدرتِ خداوندی پر یقین تو رکھتا تھا مگر اسکے احاطہ فکر میں قدرتِ خداوندی کی یہی حد تھی کہ کوئی مردہ اپنے جسم کے ساتھ زمین میں موجود ہو تو بس اسکو دوبارہ اٹھایا جائے گا، حضور اکرم ﷺ

اختیار کے وجود اور اسکے بعد ہے بلکہ یہ علم قدیم ہر چیز کے وجود سے قبل بھی ہمارے پاس ایک کتاب یعنی لوح محفوظ میں موجود ہے خواہ کسی کی سمجھ میں آئے یا نہ آئے یہ لوگ ان حقائق اور دلائل کو اپنے عقائد سرکشی سے کیا مانتے ہیں انھوں نے اس حق کو جھٹلایا جب کہ وہ انکے پاس آچکا تو اب وہ تردد و حیرت ہی کی بات ہیں الجھے ہوئے ہیں اور ظاہر ہے کہ حق کا انکار کرنے والا تو اضطراب و تحیر ہی میں مبتلا رہے گا کیونکہ سکون و طمانیت تو حق اور قبول حق میں ہے آخر انکو قدرت خداوندی پر ایمان لانے میں کیا رکاوٹ ہے تو کیا انھوں نے نہیں دیکھا آسمان کو جو انکے اوپر ہے اور ہم نے اسکو کیسا عجیب اور عظیم بنایا اور اس کو مزین کیا ستاروں سے اور اس میں کسی قسم سے کوئی پھٹن (تنگاف) نہیں ہے۔ کہ ایسا عظیم الشان جسم چھت کی طرح کیسے بغیر کسی ستون کے قائم اور مستحکم ہے اور رات کے وقت جب ستارے روشن ہوتے ہیں وہ تبدیل کی شکل میں کس طرح بار و برق اور خوبصورت نظر آتے ہیں اور پھر عجیب تر بات یہ ہے کہ ہزاروں لاکھوں سال گزرنے پر بھی اس چھت میں نہ کوئی سوراخ نظر آیا اور نہ ہی اس کا کوئی کنگرہ گرا اور نہ ہی اسکے رنگ میں کوئی فرق آیا۔ الغرض آسمان پر نظر کرنے اور اسکو غور سے دیکھنے سے یہ سب حقائق واضح ہوتے ہیں اور ان حقائق سے ہر عقل رکھنے والا آدمی یہ تقسیم کرنے پر مجبور ہے کہ اس عظیم مخلوق کی تخلیق میں بڑے ہی باکمال قادر مطلق اور حکیم خالق کا دست قدرت شامل ہے اور زمین کو پھیلا دیا ہم نے اور ڈال دیتے ہم نے بوجھ اور وزنی پہاڑ میخوں کی طرح اس میں گاڑ دیئے کہ کہہ ارض اپنے اوپر بسنے والی مخلوق کا بوجھ اٹھاتے ہوتے ہے نہ حرکت ہے اور نہ باؤ جھکاؤ ہے کہ اس پر سان و حیوان چل رہے ہیں اور سواریاں دوڑ رہی ہیں اور اگائی ہم نے اس میں ہر قسم کی رونق کی چیز سمجھانے کے لئے اور یاد دلانے کے لئے ہر اس بندہ کے واسطے جو اپنے رب کی طرف رجوع کرنے والا ہو کہ ان محسوسات اور عجیب مخلوقات کو دیکھ کر انکے خالق کو پہچانے اور سمجھے کہ یہ کارخانہ عالم بغیر کسی خالق کے نہیں بنا اور یہ تمام عالم بغیر کسی چیلنے والے پروردگار کے نہیں چل رہا ہے اور برسا یا ہم نے آسمان سے پانی حرکت دالا پھر اس سے اگاتے ہم نے باغات اور بزمیں اور اناج کے دانے جسکے کھیت کو کاٹا جاتا ہے اور کھجور کے طویل درخت انکے خوشے تہہ بر تہہ ہیں بندل کے واسطے روزی کا سامان بناتے ہوئے اور زندہ کیا ہم نے اس بارش سے مردہ سرزمین کو تو جس طرح ایک بجز زمین بارش کے ذریعہ زندہ کی جا رہی ہے اور اس

حادثہ صوفیہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس شخص کے مرنے کے بعد ایسا ہی کیا گیا حق تعالیٰ نے سمندر کو حکم دیا اس میں جو اجزاء تھے وہ اس نے جمع کر لئے ہواؤں کو حکم ہوا، ہوا سے جو ریزے اس میں منتشر تھے انکو جمع کر لیا اور حق تعالیٰ نے اسکو زندہ کر کے سوال فرمایا اے میرے بندے یہ بات تو نے کس وجہ سے کی عرض کرے گا اے پروردگار تیرے ڈر سے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بارگاہ خداوندی اسکے اس تقویٰ اور خشیت پر مغفرت فرمادی جاتے گی۔ ۱۲

سے بسزے، درخت، پھل اور پھول پیدا ہو رہے ہیں جنکے تخم زمین میں بو دیئے جانے کے بعد مٹی میں مں گئے تھے اور مٹی ہی کے ریزوں کی طرح ہو گئے لیکن پھر بھی ان سے درخت بسزے پھل اور پھول اگاتے جا رہے ہیں اس اسی طرح میدانِ حشر میں بھی تمام سالوں کا نکل کھڑا ہونا ہے اس وجہ سے منکری حشر کو ان مشاہدات کے بعد انکار و تکذیب سے باز آجانا چاہیئے اور جو کچھ خدا کے پیغمبر نے وحی الہی سے بتایا اس پر ایمان لانا چاہیئے۔

بارش کے برسنے سے زمین بنجر کے شاداب ہونے اور زمین کی تہوں سے بسزے غلے، پھل اور پھول کی پیدائش کے مناظر کو دیکھ کر اقرار کر لینا چاہیئے کَذَّالْتِیْ یُحْیِی الدَّهْءُ الْمَوْتِیْ کہ اللہ تعالیٰ مردوں کو بھی بس سی طرح زمین سے یا جہاں بھی ہوں قیامت کے روز میدانِ حشر میں اٹھائے گا اور جمع کرے گا چنانچہ ارشاد خداوندی ہے وَمِنْ مَّاتِهِ اَنْتُمْ تُرْکِی الْاَرْضَ عَنْ حَاسِنَعَةٍ فَاِذَا اَمْرُنَا عَلَیْهَا مَلَأْنَاهُمْ نَفْسًا وَدَبَّ اِنْ کَذِیْتَ اَحْیَیْہَا لَمْحَیْ مَوْتِیْ کہ اس پروردگار کی نشانیوں میں سے ہے کہ اسے مخاطب تو زمین کو دیکھتا ہے کہ خشک اور بنجر بڑی ہے پھر جب ہم نے اس پر پانی برسایا تو وہ شاداب ہو کر بسزے لہلہانے لگی اور ابھری (تو) یقیناً وہ ذات جس نے اس زمین کو زندہ کیا اور اس سے بسزوں کو پیدا کیا، بلاشبہ وہ مردوں کو بھی زندہ کرنے والی ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

کَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَّاصْحَابُ

جھٹلا چکے ہیں ان سے پہلے نوح کی قوم، اور کنوتی

الرَّسْلِ وَثَمُودُ ۱۲ وَّعَادُ وَفِرْعَوْنُ وَاِخْوَانُ لُوطٍ ۱۳

والے اور ثمود اور عاد اور فرعون اور لوط کے، بھائی

وَّاصْحَابُ الْاٰیٰتِ وَقَوْمٌ تَبِعَ كُلُّ کَذَّبَ الرَّسْلِ

اور جن کے رہنے والے اور تبع کی قوم سب نے جھٹلا یا رسولوں کو

فَحَقٌّ وَعِیْدٌ ۱۴ اَفَعِیْنَا بِالْخَلْقِ الْاَوَّلِ ۱۵ بَلْ هُمْ فِی

پھر ٹھیک پڑا میرا ڈر کا کیا اب، ہم تھک گئے پہلی بار بنا کر کوئی نہیں! انکو

لَبِیْسٌ مِّنْ خَلْقٍ جَدِیْدٍ ۱۶

دھوکہ ہے ایک نئے بننے میں



تنبیہ و تہدید کفار قریش برائے انکارِ آخرت و حوالہ

تاریخِ ہلاکتِ اہم سابقہ

قال اللہ تعالیٰ: كَذَبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِيدٍ

اربطہ گزشتہ آیات میں مستند آخرت اور حشر جسمانی کا ذکر تھا اور اس پر دلہن و شوہر بیان فرماتے گئے اور کفار قریش کے انکار و تعجب کا رد کیا گیا کہ بعثت بعد الموت کا انکار عقلاً و طبعی ممکن ہی نہیں اب اس کے بعد بطور عبرت اجمالاً اہم سابقہ کی ہلاکت و تریخ دہرائی جا رہی ہے کہ کس قدر طاقت ور قومیں تھیں لیکن عذابِ خداوندی نے انکو تباہ و برباد کر ڈالا۔

ارشاد فرمایا جھٹلا چکے ہیں ان سے پہلے قومِ نوح اور اصحاب الرس یعنی کنوئیں والے اور ثمود و عاد اور فرعون اور لوط کی برادری والے اور اصحابِ ایکہ یعنی بن کے رہنے والے جو شعیب علیہ السلام کی قوم سے تھے اور تیغ کی قوم جو اہل یمن تھے ان سب نے اللہ کے رسولوں کو جھٹلایا بس ان پر مسطہ ہو گئی میری وعید یعنی تکذیب انبیاء پر جس عمرت ناک انجام سے ڈرایا گیا تھا اور عذاب سے آگاہ کیا گیا تھا وہ عذاب ان پر آکر رہا چنانچہ کوئی قوم ہونان سے تباہ کر دی گئی تو کسی کو آندھیوں نے ہلاک کر دیا کوئی زلزلہ اور زمین میں دھنسا دے جانے کے عذاب سے نیست و نابود کر دیئے گئے کسی کو آسمان سے پتھروں کی بارش نے تباہ کر ڈالا یہ سب عبرت ناک واقعات ہیں جو خدا کے رسولوں کی تکذیب کرنے والوں پر پیش آئے اور تاریخِ عالم اسکی گواہ ہے تو ان کفار قریش کو بھی ڈرنا چاہیے کہ کہیں یہ بھی اسی طرح کسی عذاب سے ہلاک و تباہ نہ کر ڈالے جائیں۔

۱) یہ واقعات اور اقوام کے قصے سورۃ ہود، حجر، فرقان اور سورۃ دخان وغیرہ میں تفصیل کے ساتھ گذر چکے ہیں۔

ان واقعات و حقائق کو دیکھ کر ہر شخص کو خدا کی باتوں پر ایمان لے نا چاہیے اور یقین کر لینا چاہیے کہ بے شک خداوندِ عالم انسانوں کو دوبارہ قیامت میں اٹھائے گا، اور انکا حساب ہوگا اور جزا و سزا بھی ہوگی اس حقیقت کو تسلیم کر لینے میں ذرہ برابر تردد اور شک کی گنجائش نہیں تو اب اس حقیقت کے واضح ہو چکنے کے بعد اسے منکر و اسن نو کیا ہم عاجز ہو گئے پہلی مرتبہ پیدا کر کے کہ کوئی شخص یہ تو تسلیم کرے کہ ابتداءً تخلیق اللہ نے کی لیکن وہ دوبارہ پیدا کرنے میں تردد کرے۔ نہیں۔

حقیقت میں تو نہ کوئی تردد ہے اور نہ ہی شبہ کی گنجائش ہے بلکہ وہ تو ایک دھوکہ میں پڑے ہوئے ہیں دوبارہ نئے طریقے سے بیدار کرنے کے معاملہ میں حالانکہ جب ابتداءً خلق کو تسلیم کر لیا گیا تو عادتہ خلق و جو قیامت کی حقیقت ہے اسے تسلیم کرنے میں کیا تردد ہو سکتا ہے۔

صحیحین کی روایات میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا قال اللہ تعالیٰ کذبی ابن آدم ولکم یکس لعل ذالک۔ الخ۔ اللہ رب العزت فرماتے ہیں کہ ابن آدم نے مجھے جھٹلایا حالانکہ یہ بات اسکو زیب نہیں دیتی تھی اور وہ اس کا یہ کہنا ہے کہ وہ رب مجھ کو دوبارہ نہیں زندہ کرے گا جس طرح کہ اس نے مجھے پہلے پیدا کیا تھا۔

بہر حال یہ اسکا فضول دھوکہ ہے جس میں وہ مبتلا ہے بھلا جس ذات نے پہلی مرتبہ پیدا کر دیا اسکو دوبارہ زندگی بخش دینے میں کیا مشکل ہے اگر ایسا گمان ہے کہ وہ پروردگار پہلی مرتبہ پیدا کر کے تھک گیا ہے (العیاذ باللہ) اس لیے اب دوبارہ اسکو بہت دطاقت نہیں ہے کہ پیدا کر دے اس قادر مطلق کے متعلق اس قسم کا توہم سخت حماقت اور گستاخی ہے اسی امر کو قرآن کریم نے متعدد مواقع میں ثابت فرمایا جیسے کہ ارشاد خداوندی ہے۔ فَهُوَ الَّذِي يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ وَكَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نُعِيدُهُ وَعَدًا عَلَيْنَا إِنَّا كُنَّا فَاعِلِينَ۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ وَ

در ہم نے بسایا انسان کو اور

نَعَلَّمْ مَا تَوْسَّوْسُ بِهِ نَفْسُهُ ۖ وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ

جانتے ہیں جو باتیں آتی ہیں اُسکے جھ میں اور ہم اس سے نزدیک ہیں

جَبَلٍ أُرِيدُ ۚ إِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّينَ عَنِ الْيَمِينِ وَ

دھڑکتی رگ سے زیادہ جب لینے جاتے ہیں دو لینے والے داہنے پیٹھا اور

عَنِ الشِّمَالِ قَعِيدٌ ۚ مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ

بائیں پیٹھا نہیں بولتا ایک بات جو نہیں اس پاس

رَقِيبٌ عَتِيدٌ ۚ وَجَاءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ۖ

ایک راہ دیکھنا تیار اور آتی بے ہوش موت کی تحقیق

ذَلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيدُ ۚ وَنُفَخَ فِي الصُّورِ ذَٰلِكَ

یہ وہ ہے جس سے تو مفل رہا کرتا تھا اور پھونکا گیا زسنگا یہ ہے

یَوْمَ الْوَعِيدِ ۲۱ وَجَاءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَائِقٌ وَ

دن دڑ کے کا اور آیا ہر ایک جی اسکے ساتھ ہے ایک ہانکنے والا

شَهِيدٌ ۲۲ لَقَدْ كُنْتَ فِي غَفْلَةٍ مِّنْ هَذَا فَكَشَفْنَا عَنْكَ

اور ایک احوال بتانے والا تو بے خبر رہا اس دن سے اب کھول دی ہم نے تجھ پر سے

غِطَاءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيدٌ ۲۳ وَقَالَ قَرِينُهُ هَذَا

تیری اندھیری، اب تیری نگاہ آج تیز ہے اور بولا اسکے ساتھ والا یہ ہے

مَا لَدَيْ عِتِيدٌ ۲۴ اَلْقِيَا فِي جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ

جو میرے پاس تھا حاضر ڈالو تم دوزخ میں ہر ناشکر مخالف کو

عِنْدِ ۲۵ مِّنَّا لِلْخَيْرِ مُعْتَدٍ مَُّرِيبٌ ۲۶ اِلٰذْنِیْ جَعَلَ

نیک سے اٹکانے والا حد سے بڑھنے والا، شبہ نکالتا جس نے ٹھہرایا

مَعَ اللّٰهِ اِلٰهَا اٰخَرًا لَّقِيْهِ فِي الْعَذَابِ الشَّدِيدِ ۲۷

اللہ کے ساتھ اور کوئی بدولت تو ڈالو اس کو سخت مار میں

قَالَ قَرِينُهُ رَبَّنَا مَا أَطْغَيْتُهُ وَلٰكِنْ كَانَ فِي ضَلٰلٍ

بولا اسکا ساتھی اے رب ہمارے! میں نے اسکو شرارت میں نہیں ڈالا، پر یہ تھا بھولا

بَعِيْدٌ ۲۸ قَالَ لَا تَخْتَصِمُوا لَدٰیْیْ وَقَدْ قَدَّمْتُ إِلَيْكُمْ

راہ کے دور فرمایا جھگڑا نہ کرو میرے پاس اور میں بھیج چکا پہلے ہی تم کو

بِالْوَعِيدِ ۲۹ مَا يُبَدِّلُ الْقَوْلُ لَدٰیْیْ وَمَا أَنَا بِظَلٰمٍ

دڑکا بدلتی نہیں بات میرے پاس، اور میں ظلم نہیں کرتا

لِّلْعَبِيدِ ۳۰

بندوں پر



کمالِ قدرتِ خداوندی از روی علم و احاطہ باحوالِ انسانی

قال اللہ تعالیٰ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ . . . الْإِنِّ . وَمَا أَكْبَرُ مَطَلَعُ لِّلْعَبِيدِ
 رابطہ ماقبل آیات میں منکرینِ حشر و نشر کا ذکر تھا اسی کے ساتھ پہلی امتوں کی عبرت ناک تاریخ
 دہرائی گئی تھی کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کے رسولوں کی تکذیب کی تو اسکے نتیجے میں مختلف انواع و اقسام
 کے عذاب ان پر نازل ہوئے اور انکو ہلاک کر دیا گیا تو اسی طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب
 و مخالفت کرنے والی قوم کفارِ قریش کو عذابِ خداوندی سے بے فکر نہ ہونا چاہیے سزا دینا چاہوں کہ دو چیزوں
 پر توقف ہے ایک علم پر کہ جرم کا علم ہو دوسرے قدرت پر کہ جرم کو سزا دینے پر وہ ہو تو اب ان آیات میں حق
 تعالیٰ کا کمالِ علم اور قدرت کا بیان ہے کہ وہ ہر درگاہِ احوالِ انسانی پر ہر لمحہ پورا پورا مطلع ہے حتیٰ کہ
 وہ دل کے احوال اور دساؤں و خطرات سے آگاہ ہے اور اسی طرح اسکے احاطہ قدرت سے بھی کوئی باہر نہیں
 لہذا کسی جرم کو اس دھوکہ میں نہ رہنا چاہیے کہ اسکے جرم کی خبر نہ ہوگی یا وہ جرم کی سزا سے بچ سکے گا تو ارشاد
 خداوندی ہے ۔ اور بے شک پیدا کیا ہے ہم نے انسان کو جس کو ہر صاحبِ عقل تسلیم کرنے پر مجبور ہے
 اور اسکے انکار کی عالمِ مادیت و دھرت میں کوئی دلیل نہیں اور ہم جانتے ہیں ان باتوں کو بھی جو اسکے نفس
 و دل میں گزرتی ہیں لہذا انسان کا کوئی عمل اور حال حتیٰ کہ خیال و تصور بھی ہم سے چھپا ہو نہیں سکتا اور ہم
 اسکے نزدیک نہیں اسکی رگِ حاس سے بھی زیادہ ۔ یعنی اسکی دھڑکتی ہوئی رگ جسکو تر رگ کہہ جاتے ہیں تو
 جب اللہ رب العزت اور اس کا علم انسان کی روح اور نفس سے بھی زیادہ قریب ہے تو یہ کیونکر ممکن
 ہے کہ انسان کی کوئی بات اللہ سے مخفی رہے جب لینے جاتے ہیں وہ لینے والے انسان کے دامن اور
 بائیں سے اس طرح ہے کہ ہر ایک ان میں تیار بیٹھا رہتا ہے کہ جو نہی کوئی کام کیا اس نگرانِ بہریدار نے
 اسکو اچک کر محفوظ کر لیا نہیں بولتا انسان کوئی لفظ اپنے منہ سے مگر یہ کہ ایک نگرانِ اسکے پاس تیار
 اسکو دیکھنے والا ہوتا ہے کہ جوں ہی کوئی لفظ منہ سے نکلا اس نگرانِ بہریدار نے لکھ لیا اس طرح سے
 انسان کی زندگی اسکے احوال اور زبان سے نکلنے والے اور دل میں گزرنے والے ہر خطرہ خدا کے علم میں ہے
 اور ان میں سے ہر ایک کو محفوظ کر کے پوری زندگی کی ایک دساویں تکل ہو جاتی ہے اور اسی طرح جب اسکی زندگی
 اپنی انتہا کو پہنچتی ہے موت کی غش اس پر آ جاتی ہے حقیقت کے ساتھ اور جان کنی کی سختیوں میں مبتلا
 ہو جاتا ہے اس وقت اسکی حالت اور عیب کی بُرا اسکو کہتی ہوئی ہے کہ انسان یہی تو ہے وہ جس سے
 تو اپنا رخ موڑتا رہتا تھا اور کسی طرح بھی اس پر آمادہ نہ ہوتا تھا کہ اسکی طرف توجہ کرے یا اسکو مٹا دیتا
 تھا لیکن موت کب کسی تدبیر سے مٹا کرتی ہے بہر کیف ہر انسان اپنی انفرادی زندگی پوری کرے ہوئے موت
 اور آخرت کی حقیقت تو دیکھتا ہی رہتا ہے یہاں تک کہ ایک وقت آئے گا اور صور پھونکا جائے گا

بس یہی دن ہے ڈرنے کا جس سے تمام انبیاء اپنی اپنی قوموں کو ڈراتے رہے اور یہی وہ پیغام تھا جو انکھتر صلی اللہ علیہ وسلم نے کوہ صفا پر تمام قبائل قریش و مکہ کو پہنچایا اور جس وقت یہ دن آئے گا تو حالت یہ ہوگی کہ ہر انسان آتا ہوگا اس طرح کہ میدان حشر میں کہ اسکے ساتھ ایک بائکنے والا ہوگا اور ایک گواہ ہوگا جو اسکے احوال کی گواہی دے رہا ہوگا اس وقت دنیا کی لذتوں میں پڑ کر آخرت سے غافل ہونے والے انسان کو کہا جا رہا ہوگا اے انسان! بے شک تو بڑی ہی غفلت میں پڑا رہا اس دن سے اور تیری مادی لذتوں نے تیری آنکھوں پر ایک پردہ ڈال رکھا تھا سو اب کھول دیا ہے تیرا وہ پردہ تجھ سے تو بس تیری نگاہ آج تو خوب تیز ہے اور وہ چیزیں تجھے صاف نظر آرہی ہیں جنکے دیکھنے اور سمجھنے کے لیے تیری آنکھوں پر پردہ پڑا ہوا تھا اور کہے گا اس کا ساتھی ایسی وہ فرشتہ جو نامہ اعمال لیتے حاصر ہوگا یہ ہے میرے پاس جو کچھ بھی مرتب کیا ہوا ہے جس پر ان دونوں کو جس میں سے ایک ساتق ہنکانے والا اور دوسرا شہید و گواہ تھا حکم ہوگا ڈال دو تم جہنم میں ہر اس نافرمان۔ مفرور و مخالف انسان کو جو خیر سے لوگوں کو روکنے والا حد سے بڑھنے اور شک و شبہ میں ڈالنے والا تھا جس نے خدا کے ساتھ بہت سے اور معبود بنا لیے تھے خواہ وہ معبود بہت ہوں یا انسان کی نفسانی خواہشات اور دنیاوی لذتیں ہوں سو پھینک دو اسکو سخت عذاب میں اس وقت کہے گا اس کا ساتھی شیطان اے ہمارے پروردگار میں نے اسکو سرکشی میں نہیں ڈالا بلکہ یہ تو خود ہی راہ حق سے بہت دور بھٹکا ہوا گمراہی میں پڑ رہا نافرمان اور مجرم انسان اپنے جرائم اور گمراہی کی ذمہ داری شیطان پر ڈال رہا ہوگا اور شیطان اپنی برامت کرتے ہوئے کہتا ہوگا کہ اے پروردگار میں نے کیا زبردستی اسکو اس راستہ پر ڈالا؟ میں نے تو اس اسکو دعوت دی تھی اور یہ خود برضا و رغبت ساری حمر گمراہی کی راہ پر چلتا رہا اور دعوت تو اسکو حق و ہدایت کی بھی پہنچتی تھی یہ تو سر اسرا سی کا قصور ہے کہ اس نے ہادی حق کی دعوت کو ٹھکرا کر گمراہی کی دعوت کو قبول اور اختیار کیا غرض جب یہ تو تو میں میں ہو رہی ہوگی تو حق تسلی فرمے گا جھگڑا امت کو د میرے پاس اور میں تو پہلے ہی بھیج چکا تھا تمہارا حرف اپنی دھمکی۔ نیک و بد سے آگاہ کر دیا تھا اور یہ بھی بتا دیا تھا کہ کس جرم کی کیا سزا ہوگی اور کوئی بھی شخص اپنے اعمال کی جزا و سزا سے بچ نہ سکے گا میرے یہاں بات نہیں بدلتی اور نہ ہی میں ظلم کرتے والا ہوں ذرہ برابر بھی بندوں پر جو کچھ فیصلہ ہوگا وہ عین عدل و انصاف اور قانون حکمت کے مطابق ہوگا اور یہ پہلے ہی بتا دیا گیا تھا کہ کافر و مشرک کی بخشش و معافی نہیں ہو سکتی سو یہ قانون اسی طرح اٹل ہے اور اسی کے مطابق اب کافر و مشرک کی سزا نافذ جاری کی جا رہی ہے اور جب کاذب کی بخشش نہیں تو وہ شیطان جو برکفر و گمراہی کا اصل سرچشمہ اور سبب ہے اسکی کو تو بخشش ہوگی۔

وَأَنذَرْتُكُمْ مَّا تُشْرِكُونَ بِمَنۢ لَّنَاۤ أَلْفُ مِائَةٍ أَوْ مِائَتَا أَلْفٌ مِّنۢ مُّشْرِكِينَ لَا يُغْنِي عَنْكُمْ كُفْرًا شَيْئًا وَلَا يُنصِّرُكُمْ مِّنۢ يَّأْتِيكُم بِغَلَبٍ مِّنۢ مَّوَدَّةِ الْعَذَابِ وَلَا يُلْقِيكَ اللَّهُ شَيْئًا يَّهْتَفِ بِكَ عَنِ الصِّرَاطِ وَلَٰكِن يَّصِفُكَ إِلَٰهٌ غَافِلٌ

کے خطرات و دسادمیں جو درجہ غیر اختیاری ہے اس سے اللہ نے درگزر فرمانے کا وعدہ فرمایا چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ان اللہ یحییٰ و یموت امتی ما تو سوسمت بہا صُدورہا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے میری امت سے ان چیزوں کے بارہ میں درگزر فرمایا ہے جو بطور دوسرے نیکے دلوں میں گزریں البتہ عقائد اور باطنی گندگیاں اور نافرمانیوں کا عزم وہ یقیناً قابل گرفت ہے اس لیے کہ وہ عمل اختیاری ہے جسکو آیت - وَ اِنْ یُنْذِرْ اٰیٰتِہٖم فَتَقٰبِلُوْہُمْ غَیْرَ مُؤْمِنِیْنَ -

مُحَمَّدٌ الْوَرَّیْدُ لغت میں دھڑکتی ہوئی رگ کو کہا جاتا ہے وہ گردن کی رگ ہے جسکو شررگ اور رگ جان بھی کہا جاتا ہے جس سے مراد انسان کی روح اور جان ہے مقصد یہ ہے کہ اللہ رب العزت انسان سے اسکی جان سے بھی زیادہ قریب ہے اور یہ قرب ظاہر ہے کہ اللہ کے علم اور قدرت کے لحاظ سے قرب ہے یعنی انسان کو اپنے اقوال کا عزم اتنا نہیں ہوتا جتنا کہ اللہ کو اسکی احوال کا عزم ہے۔

استاد محرم شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی فرماتے ہیں علت اور منشاء کو معلول اور ناشی کے ساتھ وہ قرب حاصل ہوتا ہے جو معلول اور ناشی کو جو اپنے نفس سے بھی نہیں ہوتا (کیونکہ علت پر معلول کا اور منشاء پر ناشی کا جو موجود ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ موقوف علیہ موقوف سے تقدم رکھتا ہے تو اس وجہ سے خداوند عالم کا یہ فرمان ہے کہ ہم تو انسان سے بہ نسبت اسکی رگ جان سے زیادہ قریب ہیں)

حضرت شاہ صاحبؒ کہتے ہیں کہ اللہ اندر سے نزدیک ہے اور رگ آخر باہر ہے جان سے کسی نے خوب کہا۔

جان نہاں در جسم واد در جان نہاں

سے نہاں اندر نہاں اے جان جان

اِنْ یَسْئَلْکُمُ الْمُتَّقِیْنَ سے مراد دو فرشتے ہیں جو خدا کے حکم سے ہر وقت اسکی تاک میں لگے رہتے ہیں جو بھی لفظ ایک منہ سے نکلتا ہے لکھ لیتے ہیں ایک دایں طرف ہوتا ہے جو نیکیاں لکھنے پر مامور ہوتا ہے اور دوسرا بائیں طرف ہوتا ہے جو بدی اور گناہ لکھنے پر مقرر ہوتا ہے ان دو فرشتوں کا محل کیا ہے؟ اس بارہ میں مفسرین کے متعدد اقوال ہیں۔

امام احمد بن حنبلؒ سے بلال بن حارث مزینیؒ سے روایت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بدہ کبھی ایک کلمہ اللہ کی خوشنودی کا بول دیتا ہے جسکو گمان بھی نہیں ہوتا کہ یہ ایک کلمہ اس درجہ تک پہنچ جائے گا تو اسی ایک کلمہ کی بدست اس کے واسطے قیامت تک کیے اللہ کی رضا مندی کا پروا نہ لکھ دیا جاتا ہے اور بسا اوقات ایک کلمہ اللہ کی ناراضگی کا بول دیتا ہے۔ حالانکہ اسکو اندازہ نہیں ہوتا کہ یہ اس درجہ تک پہنچا دے گا تو اسی ایک کلمہ کی وجہ سے اللہ کی ناراضگی قیامت تک کے واسطے لکھ دی جاتی ہے۔

عقلمند اس روایت کو نقل کر کے کہا کرتے تھے کہ بہت سی باتیں ہیں جنکو میں اسی درجہ سے کہے سے باز رہتا ہوں یعنی اس زبان کا تصور مجھ کو ایک ایک لفظ زبان سے ادا کرنے کی جانچ پڑتال پر آمادہ کرتا ہے اور میں انتہائی احتیاط اختیار کرتا ہوں۔

احنف بن قیسؓ کہا کرتے تھے دائیں ہاتھ والا فرشتہ جو حیر لکھتا ہے دوسرے فرشتے پر نگران رہتا ہے اگر بندہ نے کوئی خطا کر لی تو دائیں ہاتھ والا فرشتہ باتیں جانب والے کو کہتا ہے ذرا ٹھیر جا ابھی اسکی یہ برائی نہ لکھ تا کہ اس مہلت میں بندہ استغفار کر لے لیکن بندہ نے اگر استغفار نہ کیا تو پھر لکھ لینا ہے حسن بصریؒ یہ آیت عَنِ ابْنِ مَرْيَمَ وَعَنِ الشَّعَالِ الْحَمَّ پڑھ کر فرمایا کرتے اسے ابن آدم تیرا نامہ اعمال میں نے کھول رکھا ہے اور تجھ پر در معزز فرشتے مقرر کر دیئے ہیں ایک تیری دائیں جانب ہے اور دوسرا بائیں جانب دائیں جانب والا تیری نیکیاں لکھ رہا ہے اور بائیں جانب والا تیری برائیاں لکھ رہا ہے اب تیری مرضی جو عمل چاہے کر کم کر یا زیادہ کر یہاں تک کہ جب تو مر جائے گا تو تیرے ہر صحیفے لپیٹ کر تیری گردن میں ڈال دیئے جائیں گے یہاں تک کہ جب قیامت کے روز تو اپنی قبر سے اٹھے گا تو اس وقت کہا جائے گا۔
اقْرَأْ كِتَابَكَ كَفَىٰ بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيبًا۔ اس کے بعد فرمایا کرتے خدا کی قسم تیرے بارہ میں اس ذات نے علل و انعام کیا جس نے خود تیرے نفس کو تیرا محاسب بنایا اسی کو حق تعالیٰ شانہ نے فرمایا ہے
وَكُلٌّ رَأْسَ الْوُضْءِ كَالْمُؤَنَّا كَالْمُؤَنَّا فِي عُنُقِهِمْ وَتُخْرِجُ كَلِمَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَلِمًا يَلْقَاهُ مَنشُورًا۔

وَجَاءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ۔ سکرۃ الموت موت کی بے چینی کا نام ہے جو جسمانی طور پر نزع روح کے وقت پیش آتی ہے یہ سکرۃ الموت ہر ایک کے حق میں ہے صریح صحیح میں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جب موت کی کیفیت واقع ہونے لگی تو آپ کی پیشانی پسینہ آلود ہو گئی آپ پیشانی کا پسینہ پونچھتے ملتے اور فرماتے سَمَحَانَ اللّٰهِ اِنَّ الْمَمُوتَ سَكْرَاتٌ۔

اس آیت میں ہر انسان کی موت کا ذکر ہے اور ہر انسان کی موت اسکے حق میں قیامت ہے جیسا کہ ارشاد نبویؐ ہے اِنَّ مَوْتَ مَا تَفْقَدُ قِيَامَتُهُ کہ جو شخص مر گیا پس اسکی تو قیامت شروع ہو گئی تو اس انفرادی قیامت کے ذکر کے بعد عمومی اور اجتماعی قیامت (جو کل عالم کائنات پر برپا ہوگی) کا ذکر فرمادیا گیا وَفُتِحَ فِي الصُّوْرِ ذَلِكُمْ لَكُمْ لَكُمْ الْوَعْدُ۔

ابن جریر نے یحییٰ بن رافعؒ سے نقل کیا کہ میں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے قیامت وَجَاءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَعَهَا مَسْئَلُهَا وَكُفَّيْتُ عَنْهَا مَسْئَلُهَا اور فرمایا سابق محشر کی طرف گھسیٹ رہا

معہ تفسیر ابن کثیر۔ تفسیر قرطبی۔

ہوگا اور شہید اسکے ہر عمل کی گواہی دیتا ہوگا مجاہدؒ و تادہؒ بیان کرتے تھے بروایت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
سائق فرشتہ ہے اور شہید انسان کا عمل ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے منقول ہے فرمایا سائق تو درشتوں میں سے ہوگا لیکن شہید خود وہ انسان
ہے اپنے ہر عمل کی خود ہی گواہی دے رہا ہوگا جیسے کہ ”الْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلَىٰ أَفْوَاهِهِمْ“ میں واضح
فرما دیا گیا۔

بعض مفسرین کی راستے یہ ہے کہ سائق دستبید کافر کے حق میں ہوگا اور بعض کا خیال ہے کہ ہر شخص
خواہ وہ نیک یا بدکار ہو ہر ایک کے واسطے یہی ہوگا کہ ایک سائق ہے اور دوسرا شہید۔

يَوْمَ نَقُولُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَأَتْ وَتَقُولُ

جس دن ہم کہیں دوزخ کو، تو بھر چکی، اور وہ بولے گی

هَلْ مِنْ مَّزِيدٍ ۝۳۰ وَأُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِينَ غَيْرَ

کچھ اور بھی ہے اور نزدیک لائی گئی بہشت، ڈروالوں کے واسطے

بَعِيدٍ ۝۳۱ هَذَا مَا تُوْعِدُونَ لِكُلِّ أَوَّابٍ حَفِيفٍ ۝۳۲

دور نہیں یہ ہے جس کا وعدہ ہے تمکو، ہر ایک رجوع رہنے یا درکھنے والے کو

مَنْ خَشِيَ الرَّحْمَنَ بِالْغَيْبِ وَجَاءَ بِقَلْبٍ مُنِيبٍ ۝۳۳

جو ڈرا رحمن سے بن دیکھے اور لایا دل جس میں رجوع ہے

إِذْ خُلُوْهَُا بِسَلَامٍ ۚ ذَٰلِكَ يَوْمُ الْخُلُوْدِ ۝۳۴ لَهُمْ مَا يَشَاءُوْنَ

پہلے جاؤ اس میں سلامت یہ دن ہے ہمیشہ رہنے کا، انکو ہے وہاں جو چاہیں

فِيْهَا وَلَدَيْنَا مَزِيْدٌ ۝۳۵ وَكَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِنْ قَرْنٍ

اور ہمارے پاس ہے کچھ زیادہ بھی اور کتنی کھپا چکے ہم ان سے پہلے سنگین

هُمْ أَشَدُّ مِنْهُمْ بَطْشًا فَنَقَّبُوْا فِي الْبِلَادِ ۚ هَلْ مِنْ

انکی قوت زبردست تھی ان سے پہلے تھے کرید کرے نہروں میں کہیں ہے

فَحِصِّ ۳۶ اِنْ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِّمَن كَانَ لَهُ

بھاگنے کو ٹھکاما ۶ اس میں سوچنے کی جگہ ہے اسکو جس کے اندر

قَلْبٌ اَوْ اَلْقٰى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيدٌ ۳۷ وَلَقَدْ خَلَقْنَا

دل ہے یا لگا دے کان دل لگا کر اور ہم نے بنائے

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ۳۸ وَ

آسمان اور زمین اور جو اُنکے پہلے چھ دن میں اور

مَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوبٍ ۳۹ فَاَصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَ

ہم کو نہ آتی کچھ ماندگی ۔ سو تو ہمتا رہ جو کہتے ہیں اور

سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوبِ ۴۰

پاکی بول غویاں پہنے رب کی ، پہلے سورج نکلنے سے اور پہلے ڈوبنے سے

وَمِنَ اللَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَاَدْبَارَ السُّجُوْدِ ۴۱ وَاسْتَمِعْ يَوْمَ

اور کچھ رات میں بول اس کی پاکی اور کچھ سجدے کے اور کان رکھ جس دن

يُنَادِ الْمُنَادِ مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ ۴۲ يَوْمَ يَسْمَعُوْنَ

پکارے گا پکارنے والا نزدیک کی جگہ سے جس دن سنیں گے

الصَّيْحَةَ بِالْحَقِّ ۴۳ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُرُوْجِ ۴۴ اِنَّا نَحْنُ

چنگھاڑ تحقیق - وہ ہے دن نکل پڑنے کا - ہم ہیں

نَحْيٌ وَنُمِيْتُ ۴۵ وَاِلَيْنَا الْمَصِيْرُ ۴۶ يَوْمَ تَشَقَّقُ الْاَرْضُ

جلا تے اور مارتے اور ہم تک ہے پہنچنا جس دن زمین پھٹ کر

عَنهُمْ سِرَاعًا ۴۷ ذٰلِكَ حَشْرٌ عَلَيْنَا يَسِيْرٌ ۴۸ نَحْنُ اَعْلَمُ

نکل پڑے وہ دوڑتے یہ اکٹھے کرنا ہم کو آسان ہے ہم خوب جانتے ہیں

بِمَا يَقُولُونَ وَمَا أَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ فَذَكَرْ

جو کچھ وہ کہتے ہیں اور نہیں تو ان پر زور کرنے والا سو تو سمجھا

بِالْقُرْآنِ مَنْ يَخَافُ وَعِيدِ ۝۲۵

قرآن سے اس کو جو ڈرے میرے ڈر کے سے

شدت عذاب خداوندی بر مجرمین و عزت و اکرام مطیعین

قال للہ تعالیٰ یَوْمَ نَقُولُ لِحَکْمَتِهِ ... الخ ... مَنْ يَخَافُ وَعِيدِ

(ربط) گذشتہ آیات میں فرمایا گیا تھا کہ خداوند عالم کا علم جملہ احوال و بستر یہ کو محیط ہے کوئی مجرم نہ اس کے احاطہ علم سے غائب ہو سکتا اور نہ اس کی قدرت و گرفت سے بچ سکتا ہے تو اب ان آیات میں مجرمین کے عذاب کی شدت بیان کی جا رہی ہے اور ساتھ ہی اہل ایمان اور مطیعین پر کچھ انعام و کرم ہو گا اس کا ذکر ہے کہ وہ کس اعزاز کے ساتھ جنت میں داخل کیے جائیں گے اسی کے ضمن میں یہ بھی ارشاد فرمایا جا رہا ہے کہ ہدایت اور قبول حق کا دار و مدار قلب کی سلامتی اور رجوع الی الحق پر ہے اگر قلب امراض و غیبتہ میں مبتلا ہے تو دلائل و حجج اسکے واسطے بیکار ہیں در اگر قلب تو بیمار نہیں لیکن توجہ اور رغبت قبول حق اور ہدایت کی نہیں تو بھی کوئی نفع حاصل نہ ہو گا یہ بھی بتایا جا رہا ہے کہ راہ حق میں انسان کو بڑی رکاوٹیں اور دشواریاں پیش آئیں گی ہیں اس لیے صبر و استقامت چاہیے اور صبر و عدم ذکر خداوندی اور تسبیح و تحمید پر موقوف ہے کیونکہ ہر روح کی غذا ہے اسی سے روح کو قوت و توانائی حاصل ہوتی ہے ان مصائب کو حشر اور قیور سے نکل کر حساب و کتاب کے لینے حاضری کے مضمون پر ختم فرمایا ارشاد ہے جس روز کہ ہم کہیں گے جہنم سے کیا تو بھر چکی وہ اپنی شدت اور وسعت اور پھیلاؤ اور غیظ و غضب کی حالت میں جواب دے گی اور کہے گی کیا کچھ اور بھی ہے؟ جس سے مجھے بھرا جانے گا اور مجرموں کو ان کے کفر و نافرمانی کی سزا دی جائے گی اور اس وقت جب کہ کافروں کے سامنے قبر خداوندی کا یہ ہیبت ناک منظر ہو گا قریب کر دی جائے گی جنت تقویٰ والوں کے لیے جو دور نہ ہو گی جو نہایت ہی نزدیک پڑے گی ورنہ جنت کے ساتھ اہل ایمان کے سامنے ہو گی اس وقت کہا جا رہا ہو گا یہ ہے جس کا وعدہ ہو، تھا اسے ایمان والو! ہر اس شخص کے لینے جو اللہ کی طرف رجوع کرنے والا اسکے احکام و اوامر کی حفاظت کرنے والا ہو بے شک جس نے خشیت اور تقویٰ اختیار کیا حالت غیب میں یعنی بغیر خدا اور قیامت کو دیکھے ہوئے پروردگار رحمن سے اور لے کر آیا ایک صاف ستھرا دل رجوع کرنے والا اس پر ایسا ہی انعام و کرم ہو گا اس قسم کے جملہ اہل ایمان و تقویٰ سے کہا جائے گا داخل ہو جاؤ

اس جنت میں سلامتی کے ساتھ یہی دن بیشتر رہنے کا ہے عافیت و سلامت کا اعلان خداوند عالم کی طرف سے بھی ہو رہا ہوگا اور فرشتے بھی یہی بشارت سننا سب سے ہوں گے ان اہل ایمان کے واسطے جنت میں جو کچھ چاہیں گے وہ ہوگا اور خواہش پوری ہوگی بلکہ ہمارے پاس تو انکے پیسے اس سے بھی زائد ہے کہ اہل جنت کی طلب اور خواہش ختم ہو جائے گی اور انکے تصور میں بھی وہ العیامات نہ آسکیں گے جو انکی خواہش اور طلب سے بڑھ کر دیتے جاتیں گے پھر سب سے بڑھ کر یہ کہ اعلان ہوگا رضائے خداوندی کا فرمایا جائے گا دھڑکی لا سمط علیکم بعدی ابدًا۔ اور مزید اس پر دیدارِ خداوندی سے بھی — نوازے جاتیں گے ظاہر ہے یہ سب کچھ العام و اکرام اہل ایمان تقویٰ پر ہوگا لیکن اسکے بالمقابل کافروں و منافقوں کے واسطے تو ذلت و رسوائی اور عذاب کے سوا کچھ نہیں اور آخرت کا عذاب تو کوئی کبھی ٹھلا سکے گا دنیا میں بھی جب خدا کا قہر و عذاب کسی مجرم قوم پر مستط ہوتا ہے تو اسکو کوئی روک نہیں سکتا۔ چنانچہ اور کتنی سی جماعتیں ہم ہلاک کر چکے ان کفار مکہ سے پہلے جو ان سے زیادہ طاقت اور گرفت والے تھے جنہوں نے بڑے بڑے شہر چھاں مارے تھے جیسے قوم عاد و ثمود و راہی مدین یکن جب ان پر عذاب خداوندی آیا تو کیا کوئی ہوا ان میں بچ کر نکل جانے والا نہ کوئی بھاگ سکا نہ کسی کو کوئی ٹھکانا اور پناہ مل سکی بے شک اس میں سوچنے اور جرات حاصل کرنے کی جگہ ہے ہر اس شخص کے لیے جس کے اندر قلب سہم ہے یا وہ توجہ سے اللہ کی باتوں کو سنے در آں حالیکہ وہ غور و فکر کرنے والا ہو تو بلاشبہ ان عبرتناک واقعات سے اسکے سینہ میں سمجھنے والا دل قبول حق کے واسطے تیار ہو جائے گا جنت و جہنم کے ان احوال اور دستوں پر کسی کو کوئی تعجب و حیرت کی قطعاً ضرورت نہیں ہم تو ہر چیز پر قادر ہیں اور ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور انکے درمیان جملہ مخلوقات کو چھ دن کے اندر بنادیا اور ہم کو کوئی تکان نہ ہوا اور چھ دن کی مدت بھی محض ان مخلوقات کی عظمت کو ظاہر کرنے کے لیے لگائی وہ تو اللہ ایک آن در لمحہ میں ہی ماری کائنات پیدا کرنے پر قادر ہے تو جب ہم ان تمام عظیم مخلوقات کو ابتداءً پیدا کر چکے تو ہمارے واسطے دوبارہ لوگوں کو زندہ کر کے اٹھانا اور جنت جیسی مخلوق ست کا بنانا کیا مشکل ہو سکتا ہے تو اگر ان خالق کے باوجود بھی کفار و مشرکین نہ مابیں اور انکار ہی کرتے رہیں اور آپ کی باتوں کا تمسخر و مذاق کریں تو پس آپ صبر کیجیے ان باتوں پر جو یہ منکرین کہتے ہیں اور ہاکی بیان کرتے رہیں اپنے رب کی حمد کرتے ہوتے سورج نکلنے سے پہلے اور سورج غروب ہونے سے پہلے اور رات کے کچھ حصوں میں بھی خدا کی پاکی بیان کرتے رہتے اور سجدہ کرنے کے بعد بھی جب بھی فرض نماز ادا کریں اور اس میں سجدوں سے فارغ ہوں تو ان سجدوں کے بعد خدا کی تسبیح و پاکی کرتے رہیں اور اس طرح ہر اوقات یاد خداوندی میں لگے رہیں اور کان لگاتے رکھ اس دن پر کہ پکارنے والا پکارے قریب ہی جگہ سے یہ وہ دن ہوگا کہ لوگ نہیں گئے ایک چیخ مٹھیک مٹھیک بس یہی دن نکل پڑنے کا ہوگا مڑدوں کا اپنی قبروں سے یا جس جگہ بھی در جس حالت میں انسان کے بدن اور اسکے اجزاء ہوں گے سب کو خدا تعالیٰ جمع کرے گاہے شک ہم

ہی زندگی دیتے ہیں اور ہم ہی مارتے ہیں اور ہماری ہی طرف سب کو لوٹنا ہے یہ وہ دن ہوگا کہ زمین سٹی ہو جائے گی ان سے اور زمین کے پھٹ جانے سے اس سے مڑے نکل کر میدانِ حشر میں جمع ہو رہے ہوں گے ہدایت ہی تیزی سے دڑتے ہوئے یہ اٹھا کر ناہم پر ہدایت ہی آسان ہے منہ

ہم خوب جانتے ہیں وہ باتیں جو کہہ رہے ہیں آپ کی مخالفت اور دشمنی میں اور آپ ان پر کوئی زبردستی کرے وائے نہیں کہ کسی کو ہدایت پر زبردستی ہے آیت یا اسکی بے ہودہ باتوں سے اسکو روک دیں سو آپ تو نصیحت کرتے رہتے قرآن کے ذریعہ ہر اس شخص کو جو میری دھمکی سے ڈرتا ہو اس طرح کی تذکیر و نصیحت اور یاد دہانی سے ہر وہ شخص جسکے دل میں اونسے درجے کا بھی خوف خدا ہے وہ کفر و عناد سے باز آجائے گا اور امید ہے کہ ہدایت اور حق قبول کرے نصیحت و نصیحت

بہر کیف نفع سے غالی نہیں اور انجامِ خدا کے حوالہ کر دیجئے بندہ کے لئے ہر معاملہ میں تقویٰ الی اللہ ہی چاہیے اسی میں کامیابی اور اللہ کی مدد اور رضا و خوشنودی ہے۔

لَيْسَ عَلَيْكَ هُدَاهُمْ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ

مع ظاہر ہے کہ جب ایک انسان عاجز خدا کے عطا کردہ اسباب اور مادی وسائل سے فضا میں منتشر آوازیں اور صوتوں کو جمع کر سکتا ہے تو اس قادرِ مطلق اور خالقِ کائنات کے لیے انسانوں کا قیامت کے روز جمع کرنا کیا مشکل ہو سکتا ہے (تفصیل پلے گزر چکی ہے) یَوْمَ نَدْعُ الثَّانِيَةَ الثَّانِيَةَ تفسیر میں حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں یہ ندا کرنے والے فرشتہ حضرت اسرافیلؑ ہیں جو بامرِ خداوندی نفع و ضرر کے ساتھ یہ آواز دیں گے۔ اَيْتِلْهَا الْعِظَامُ الْبَالِيَةُ وَالْتَسَعُورُ الْمُنْفَرِقَةُ وَالْاَوْصَالُ امْتَمِنَتْ اِنَّ اللَّهَ يَامُرُ كَيْفَ يَشَاءُ تَجْتَمِعُفُF اے بوسیدہ ہڈیو! اور پراگندہ ہڈیو! در ریزہ ریزہ شدہ ہڈیوں کے جوڑو! اللہ تم کو حکم دیتا ہے کہ تم سب یکجا جمع ہو جاؤ۔

چنانچہ یہ نمازِ مخلوق کو ایسی سنائی دیگی گویا کہ اسکے قریب ہی سے اسکو پکارا جا رہا ہے اور انسانی بدن کے اجزاء منتشر و جمع ہو جائیں گے یہ روایت جمہورِ متکلمین کے اس قول کی تائید کرتی ہے جس میں یہ بیان کیا گیا حشرِ جسمانی قیامت کے روز سب اجسام کو نانا نہیں بلکہ اجسامِ قدیمہ دنیویہ ہی کو از سر نو زندہ کرنا ہے اور ارجح کو ن سے واپس کرنا ہے واللہ اعلم بالصواب تفسیر احکام القرآن معرطنی دخیس مظهری

عَلَمْ حافظ ابن کثیرؒ بیان کرتے ہیں کہ قتادہ جب یہ تملود کرتے تو فرمایا کرتے اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا مِمَّنْ يَخَافُ وَعِيدَكَ وَيُحْجُوا وَعْدَكَ يَا بَارِقُ يَا رَحِيمُ کہ اے اللہ تو ہمیں ان لوگوں میں سے بنا دے جو تیری وعید اور دھمکی سے ڈرتے ہوں اور تیرے وعدہ کی امید لگاتے ہوئے ہوں۔ اے کریم ہرمان

آمِنْ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ

ہَلْ مِنْ تَسْرِيْدٍ کی تفسیر

ہَلْ مِنْ تَسْرِيْدٍ کی تفسیر میں امام بخاریؒ نے انس بن مالکؓ سے روایت نقل کی ہے بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جہنم کا ریدہ جہنم میں ڈالا جا رہا ہوگا، در اس سے پوچھا جائے گا کہ کیا تو بھر گئی؟ تو جواب دے گی نہیں، ہے کچھ اور یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا قدم (بے چون و چوک) اس پر رکھ دے گا تو کہے گی قط قط، بس بس،

امام احمد بن حنبلؒ نے بھی اسی مضمون کو قدرے تفصیل کے ساتھ بروایت انسؓ بیان کیا ہے اس میں یہ بھی ہے کہ جنت میں کشادگی ہی باقی رہے گی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ایک نئی مخلوق پیدا کر کے جنت کی اس زائد جگہ کو پُر فرمائے گا۔

امام مسلمؒ نے ابوسعید خدریؓ سے روایت نقل کی بیان فرمایا کہ حضور کرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جنت و جہنم کا باہم مناظرہ اور محبت بازی ہوگی جہنم کہے گی کہ دیکھو میرے میں کس قدر بڑے بڑے مغرور و مسکش اور جبار لوگ ہیں مثلاً فرعون، ہامان و شداد و خیرہ و خیرہ اس وجہ سے میری حیثیت بہت اونچی ہے کیونکہ اونچے طبقے کے لوگ میرے اندر ہیں۔ جنت بولے گی تھیک ہے مجھے کیا ہوا اگر مجھ میں ضعفاء و مساکین اور درویش قسم کے لوگ ہیں اس پر ارشاد خداوندی ہوگا جنت کیلئے اے جنت تو میری رحمت ہے تیرے ذریعہ سے میں بندوں میں سے جس پر چاہتا ہوں رحم کرتا ہوں اور اسے جہنم تو تو میرا عذاب ہے تیرے ذریعہ میں جسکو عذاب دینا چاہتا ہوں عذاب دینا ہوں اور تم میں سے ہر ایک کو پُر کیا جانا میرے ذمہ ہے۔

فَاَضْبَحْ عَلٰی مَا يَفْقَهُ لَوْحٌ الذِّكْرِ کی تعلیم سے یہ بات واضح کی جا رہی ہے کہ متکبرین و مکذبین کی ریشہ دوانیوں اور سازشوں سے محفوظ رہنے کا طریقہ اور ذریعہ یہی ہے کہ انکی طرف سے پیش آنے والی باتوں پر مبرا کیا جائے اور اپنا معاملہ خدا کے حوالہ کرتے ہوئے اسکی یاد اور تسبیح و تحمید میں مصروف ہو جانا چاہیے یہ تفویض اور انابت الی اللہ ہی دشمنوں پر غالب و کامیاب بنانے کی۔

وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوبِ۔ میں ان وداعات کی تخصیص یا تو اس امر پر مبنی ہے کہ اسرار و معراج سے قبل دو نمازیں فجر اور عصر فرض تھیں اور تہجد قیام میں (کو بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور امت پر واجب کیا گیا تھا جو ایک سال تک رہا جسکے بعد قیام میں کا وجوب امت کے حق میں منسوخ کر دیا گیا اور جب معراج میں بنی گانہ نمازیں فرض ہو گئیں تو اکثر مفسرین کی رائے کے مطابق ہر ایک سے اس کا وجوب منسوخ کر دیا گیا۔ گو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس پر پابندی ایسی ہی کرتے تھے جیسے کہ امر واجب کی کی جاتے حتیٰ کہ کسی رات اگر ضعف یا بیماری کے باعث قیام میں نہ فرما سکے تو اسکی قضا کے طور پر طلوع شمس اور زوال کے درمیانی وقت بارہ رکعت ادا فرمائیے۔ اکھاوردنی الاحادیث الصحاح۔

امام احمد بن حنبل، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں انھوں نے بیان کیا کہ ایک روز ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے رات کا وقت تھا آپؐ نے چودھویں رات کے چاند کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا اور فرمایا: اے لوگو! بے شک تم اپنے رب کے سامنے پیش کیئے جاؤ گے اور پھر تم اپنے رب کا دیدار اسی طرح کرو گے جیسے اس وقت تم چودھویں رات کے چاند کو دیکھ رہے ہو جس میں تمہیں کسی قسم کی وقت و رکاوٹ نہیں (اور فرمایا) اگر تم سے ہو سکے تو تم ہرگز عاجز نہ ہونا اس نماز سے جو قبل طلوع الشمس ہے اور اس نماز سے جو عروبہ سے پہلے ہے پھر یہ آیت تلاوت فرمائی: **وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوبِ**۔

وَكَانَ الْمَسْجُودُ كِ تَفْسِيرِ مِجَابِدَ - بِنِ عَمَّاسُ سَ نَقْلِ كَرَسَ عِیَ كَ یَ نَمَازِی كَ عَ بَدِ دَالِی تَیْحَاتِ عِیَ
جیسا كَ اِسِ حَدِیثِ مَشْهُورِ عِیَ وَارِدِ هُوَ اِجْسِ عِیَ اَپُنَے فُقَرَاءِ مَہَاجِرِ عِیَ كُو ہر نَمَازِ كَ عَ بَدِ ۳۳ مَرْتَبَہِ مِصْحَافِ اللّٰہِ
اور ۳۳ مَرْتَبَہِ اَحْمَدِ لِلّٰہِ اور ۳۳ مَرْتَبَہِ اللّٰہِ اَكْبَرِ - اور اِیَكِ مَرْتَبَہِ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدُ لَا شَرِكَ لَہُ
لَہُ الْمَلِكُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ - پڑھنے كِ ہدایت فرمائی تھی اِسْكِ دُوسری تَفْسِیْرِ
جو ہر روایت عَكْرَہُ اور شُعْبِیُّ مَنْقُولِ ہِے دُور كُتِیْبِ عَ بَدِ مَغْرِبِ ہِیَ۔

امام احمد بن حنبلؒ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر فرض کے بعد علامہ فجر اور عصر دو رکعت ادا فرمایا کرتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں ایک رات اپنی خالہ حضرت سیمونہ رضی اللہ عنہا کے یہاں رہا کہ حضورؐ کا معمول رات کی عبادت کا دیکھ سکوں تو آپؐ جب فجر کی غمار کے نیسے جانے لگے تو آپؐ نے دو رکعتیں بلکی ادا کیں اور فرمایا اے ابن عباسؓ رکعتیں قبل الفجر ادا کر لیجیو، دو رکعتیں بعد المغرب ادا کر لیجیو، یعنی ساروں کے پیٹھ پھرنے پر تسبیح کا حکم آئے۔ **وَإِذَا بَكَرَ الْحُمْرُ** میں فجر سے پہلے کی دو رکتیں ہیں اور تسبیح کا حکم **أَذْكَارَ السُّجُودِ** اس آیت ق میں وہ مغرب کے بعد والی دوستیں ہیں۔

تَعْرِجُ حَمْدُ اللَّهِ تَفْسِيرُ مَسْرُوقَاتِ

تم بحمد الله تفسير سورة فات

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
سُورَةُ الزَّارِيَّاتِ

اس سورت کے مضامین بھی زیادہ تر اثباتِ حشر و نشر ہی پر مشتمل ہیں گذشتہ سورت تخلیقِ کائنات اور انسان کے مجملہ احوال پر حق تعالیٰ شانہ کے عظیم قدرت کا احاطہ بیان کرے ہوئے ان حقائق کو ثبات

فرمایا گیا تھا کہ کسی بھی مجرم اور نافرمان منکر کو اللہ کی گرفت اور عذاب سے بے فکر اور مطمئن نہ ہو جانا چاہیے اور نہ ہی وہ کسی طرح حق تعالیٰ کی گرفت سے بچ سکتا ہے اسی کے ساتھ اثبات قیامت کے لیے دلائل قدرت اور مشاہدات کو نبیہ کو پیش کیا گیا کہ کسی درجہ میں بھی اللہ تعالیٰ پر ایمان لاسنے میں تردد باقی نہ رہے اس سورت میں وقوع قیامت کی نہایت عظمت اور اہمیت کے ساتھ جہر دی جا رہی ہے اور انسانوں کو پوری قوت کے ساتھ یہ بتایا جا رہا ہے کہ وہ آخرت سے عاقل نہ ہوں فکر آخرت اور اس کی تیاری میں سہروں ہو جائیں یوں تو قرآن کریم میں سینکڑوں آیات ہیں جو مستلزم نشر و نشر اور اثبات قیامت پر شتم ہیں لیکن جس عظمت و جلال اور پروردگار سے کلام الہی اس موقع پر قیامت کا ذکر فرما رہا ہے وہ انداز اور طرز تعبیر بھی مستقل ایک معجزانہ شان رکھتی ہے اسی وجہ سے قسم کے عزائم سے مضمون کا آغاز فرمایا جا رہا ہے۔

آیَاتُهَا ۶۰ = سُورَةُ الذَّرِيَّتِ مَكِّيَّةٌ = ۶۴ رُكُوعَاتُهَا ۳

سورة ذریات مکی ہے اور یہ ساٹھ آیتیں اور تین رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ کے نام سے، جو بڑا مہربان نہایت رحم والا۔

وَالذَّرِيَّتِ ذُرُؤًا ۱۰ فَالْحَمِلِ وَقَرًا ۲۰ فَالْجَرِيَّتِ يَسْرًا ۳۰

قسم ہے بکھیرنے والیوں کی اڑاکر - پھر اٹھانے والیاں بوجھ کو پھر چلنے والیاں نرمی سے

فَالْمُقَسَّاتِ أَمْرًا ۴۰ إِنَّمَا تُوْعَدُونَ لَصَادِقٍ ۵۰ وَإِنَّ

پھر بانٹنے والیاں حکم سے بے شک جو وعدہ دیا تم کو سچ ہے اور بے شک

الدِّينَ لَوَاقِعٌ ۶۰ وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الْحُبُكِ ۷۰ إِنَّكُمْ

انصاف ہونا ہے قسم ہے آسمان جالی دار کی تم بڑے

لَفِي قَوْلٍ مُّخْتَلِفٍ ۸۰ يُؤَفِّكُ عَنْهُ مَنْ أُفِّكَ ۹۰

رہے ہو ایک جھگڑے کی بات میں اس سے باز رہے وہی جو بھیہا گیا۔

قُتِلَ الْخَرِصُونَ ۱۰ الَّذِينَ هُمْ فِي غَمْرَةٍ

مارے گئے اٹکل دوڑنے والے وہ جو غفلت میں ہیں بھول

سَاهُونَ ۱۱ يَسْأَلُونَ أَيَّانَ يَوْمُ الدِّينِ ۱۲ يَوْمَهُمْ

۱۱ رہے ۱۲ پوچھتے ہیں، کب ہے دن انصاف کا ۱۳ جس دن وہ

عَلَى النَّارِ يُفْتَنُونَ ۱۳ ذُوقُوا فِتْنَتَكُمْ هَذَا الَّذِي

آگ پر اُنھے سیدھے پڑیں گے چکھو مزہ اپنی شرارت کا یہ ہے جسکی

كُنْتُمْ بِهِ تَسْتَعْجِلُونَ ۱۴

تم شتہ لی کرتے تھے

اعلان قیامت و تنبیہ و توبیخ برتردد و انکار حشر و نشر

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى وَالَّذِينَ دَرَأُوا ... إِلَى ... كُنْتُمْ بِهِ تَسْتَعْجِلُونَ

ارتبط، سورۃ فی کا مضمون قیامت اور حشر و نشر کے ثابت کرنے پر مشتمل تھا اور اسی ضمن میں کچھ اقوال قیامت حساب و کتاب کی پیشی جہنم کی سزا اور مطیعین پر العامات کا ذکر تھا اب اس سورۃ پاک میں وقوع قیامت کا اعلان فرمایا جا رہا ہے اور ہواؤں، بادلوں ستاروں اور وہ فرستے جو نظام کائنات پر مامور ہیں انکی قسم کھا کر ایک طرف اس اعلان کے گویا دلائل پیش کیے جا رہے ہیں کہ جس ذات کے قبضہ و قدرت میں یہ عظیم کارخانہ چل رہا ہے وہی ذات قادر مطلق جب چاہے اس نظام عالم کو درہم برہم کر کے قیامت برپا کر دے تو دوسری جانب اقوال قیامت کی بیست و عظمت بھی مخاطبین کے ذہن میں قائم کی جا رہی ہے اور انکی عظمت و لاہر و ابی پر توبیخ و علامت بھی ہے۔ ارشاد فرمایا:

قسم ہے ان ہواؤں کی جو بکھیرتی ہیں اڑا کر پھر قسم ہے، انکی جو، ٹھانے والی ہیں جو چھ کو پھر قسم ہے انکی جو چھیننے والی ہیں زنی سے پھر قسم ہے ان کی جو تقسیم کرنے والی ہیں اذروئے حکم بے شک بس یہی ہے کہ جو وعدہ تم سے کیا جا رہا ہے وہ یقیناً سچا ہو کر رہے گا کہ دنیا کی زندگی عارضی ہے اور اس حیات دنیوی کے بعد دوبارہ قیامت میں اللہ جل شانہ کے رو برو حاضر ہونا ہے اور بے شک انصاف ہونا ہے کہ کسی کی کوئی نیکی ضائع ہوگی اور نہ بری کی سزا سے بچ سکے گا اور ہر ظالم خواہ اس نے دوسرے پر ظلم کیا ہو یا اپنی ذات پر ظلم کا بدلہ ہر حال اس پر ہو گا قسم ہے کسمان کی جو جاں والا ہے کہ ستاروں کا حال اس پر گھرا ہوا ہے جو آسمان پر رونق کا باعث ہونے کے علاوہ خداوند عالم کی عظیم قدرت کی بترین نشانی بھی ہے ان دلائل اور نشانیوں کے باوجود بھی حق سے خرافہ و انکار کرنے والے لوگوں بے شک تم تو ایک جھگڑنے کی

بات میں پڑے ہوئے ہو اس سے وہی باز رہے گا تو اس سے پھیر دیا گیا اور اپنی بد نصیبی کی وجہ سے اسی غیر وسوسہ کی راہ کو قبول کرنے سے محروم رہا۔ تو ظاہر ہے جو سعادت و خیر سے دھتکار دیا گیا اسکے منہ میں اب کہاں سے ہدایت و سعادت حاصل ہو سکتی ہے ہلاک ہوں انکل و تخمین لگانے والے وگ جو اپنی غفلت و جہالت میں بھٹک رہے ہیں پوچھتے ہیں تمسخر اور مذاق کے انداز میں بتاتے تو کب ہے وہ جزا کا دن ایسے احمقانہ سوال کرنے والوں کو جواب دے دو جزا کا دن وہ ہوگا جس دن وہ جہنم کی آگ پر آرمائے جائیں گے اور اونڈھے منہ آگ پر اٹھو ڈالا جا رہا ہوگا۔ يَوْمَ يُنْفَخُ الْيَلْبُوتُ لِيُلَاقِيَ أَهْلَهُمْ ذُوقُوا عَذَابَ مَنْ سَفَرَسَ اس وقت کما جاتا ہوگا کچھ و مزہ اپنی شرارت و جہالت کا یہی تو ہے وہ عذاب یا جزا کا دن جسکی تم جلدی کر رہے تھے اور پوچھ رہے تھے کہ کب آتے گا وہ انصاف کا دن جیسا کہ انکو اس دن کا بہت انتہا رہے اور اسکی تاخیر انکو بھاری معلوم ہو رہی ہے تو جب عذاب ان پر مسلط ہوگا تو کہا جاتا ہوگا کہ بس اب دیکھ لو درہقین کر لو بلاشبہ انکے انتہاز و تمسخر کا ایسا ہی جواب قدرت کی طرف سے ہونا چاہیے سو ایسے منکرین اور گستاخ لوگوں کو ہمدردی طرف سے سب کچھ سنا دیا جائے۔

کلمات قسم کی تشریح

وَالَّذِينَ يَذَّبُرُوا الضَّالَّاتِ وغیرہ میں قسم کے معنی ہیں لفظ ذاریات جمع ذریعہ کی ہے ذرؤ کے معنی بکھیرنے کے ہیں تو ذریات اہل عرب کے یہاں ان ہواؤں کو کہا جاتا ہے جو خار اور ذرات بکھیرتی ہیں گویا تیز ہوائیں اور آندھیاں اس کا مصداق ہوتیں پھر ان سے بادل بنتے ہیں جن میں اللہ کی قدرت سے پانی کے ذخائر جمع ہوئے ہیں اور اس طرح یہ ہوائیں ان بادلوں کو لیے پھرتی ہیں اور پوچھا ٹھاتے ہوتی ہیں جب پانی برسے گا وقت قریب آتا ہے تو ان ہواؤں میں نرمی آجاتی ہے پھر اللہ کے حکم سے جہاں جس قدر بارش کا حصہ ہوتا ہے تو وہ زمین کے اس حصہ کو تقسیم ہو جاتا ہے تو اس لحاظ سے یہ ہوائیں جنکی تحریک سے یہ باد حرکت میں آتے اور برسے گویا تقسیم کرنے والی ہوتیں۔

یہ تفسیر ان ائمہ مفسرین کے قول پر ہے جنکی راستے یہ ہے کہ یہ چاروں یعنی ذاریات، طافات، جاریات اور مقسمات ہواؤں ہی کی صفات ہیں لیکن بعض ائمہ مفسرین ذاریات سے ہوائیں مراد لیتے ہیں اور طافات سے بادل جاریات سے کستیاں اور بعض ستارے اور مقسمات سے فرشتے مراد لیتے ہیں۔

سعید بن المسیب بیان کرتے ہیں ایک شخص حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کیا اے امیر المؤمنین مجھے بتائیے کہ الَّذِي يَذَّبُرُ کیا ہے؟ فرمایا یہ ہوائیں ہیں اور اگر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ نہ سنتا کبھی نہ کہتا پھر پوچھا فرمائیے حاکم ملاحت و قرا کیا ہے؟ فرمایا بادل ہیں اور اگر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ سنتا کبھی نہ کہتا پھر سوال کیا کہ جارح کات یُسْرُ

کیا ہے جواب دیا یہ کشتیاں ہیں جو سمندر میں بڑی بہوت اور آسانی سے تیرتی ہیں اور حسب سابق اسکو بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کیا پھر کہا اچھا فَامُصِصْتُمْ اَحْتِ کے کیا معنی ہیں فرمایا یہ ملائکہ ہیں جو اللہ کی مخلوق پر اس کا رزق تقسیم کرنے والے یا اسکے اوامر و احکام مخلوقات تک پہنچانے والے ہیں تو جہور مفسرین کے متصور قوس کے مطابق الجادریات سمندر میں تیرنے والی کشتیاں اور جہاز ہیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ بنی طالب کی تفسیر میں الجادریات سے مراد ستارے ہیں تو اس لحاظ سے ان آیات میں جن اشیاء کی قسم کھائی گئی وہ عالم زمین سے ہوا تیں اور عالم جو سے بادل اور ملکوت السموات سے ستارے اور فرشتے ہوتے اسی طرح ان مخلوقات عظیم کا ذکر نہایت ہی لطیف انداز سے ترقی من الادنی الی الاعلیٰ کا نمونہ ہو گیا حضرت عبد اللہ بن عباس اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح منقول ہے علیہ

مسند بزاز میں اس طرح کا مضمون حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے جب کہ وہ کوفہ کے مہاجر خلیفہ رہے تھے تو ایک شخص نے ان کلمات کی تفسیر دریافت کی اور آپ نے اسی طرح جواب دیا علیہ۔

آیات لغت عربیہ میں زمانہ اور وقت کے سوال کے لیے وضع کیا گیا ہے لیکن اس کا استعمال اس موقع پر ہوتا ہے جہاں متکلم کسی چیز کی آمد و بعید اور ناقابل تسلیم سمجھتا ہو۔ بر خلاف لفظ مئی کے کہ وہ مطلق سؤل عن الوقت کے لیے استعمال کیا جاتا ہے الغرض ان کے اس سوال میں عناد و انکار قیامت اور یہ کہ جس قیامت کی دھمکی دی جا رہی ہے وہ کہاں آئے گی تو اس طبع شقاوت کے باعث جواب میں تنبیہ اور سختی کا رنگ اختیار کرتے ہوئے فرمایا یَوْمَ هُمْ عَلَى النَّارِ يُقْنَنُونَ حکیم لامت حضرت مولانا امجد علی تھانوی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں یہ جواب اسی طرز کا ہے جیسے کسی مجرم کے واسطے پھانسی کا حکم ہو جائے مگر وہ احمق یا جو د قیام برہم کے شخص اس وجہ سے کہ تاریخ نہیں بتلائی تھی تکذیب ہی کہتے جاتے اور یہی کہتا رہے اچھا وہ دن کب آئے گا چونکہ یہ سؤل ازراہ تعنت ہے ایسے جواب میں بجائے تاریخ بتلانے کے یہ کہنا بھی نہایت ہی مناسب ہو گا وہ دن اس وقت آئے گا جب تم پھانسی پر لٹکائے جاؤ گے۔ تو اسی طرح یہاں اَبَاقَ یَوْمِ الدِّینِ کے جواب میں بھی مناسب ہوا کہ فرمایا جاتے یَوْمَ هُمْ عَلَى النَّارِ يُقْنَنُونَ۔ ان کلمات میں بحرین پر تنبیہ کے بعد اہل انعام اور مطیعین کے انعام و اکرام کا ذکر فرمایا جا رہا ہے۔

اِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّاتٍ وَ

البۃ ڈر والے باغوں میں ہیں اور

ملہ تفسیر ابن کثیر۔ روح المعانی ملہ بحوالہ تفسیر ابن کثیر۔

عُيُونٍ ۵۱ اخذَيْنَ مَا اَتٰهُمْ رَبُّهُمْ اِنَّهُمْ كَانُوا قَبْلَ

چشموں میں پاتے ہیں جو دیا اُن کو انکے رب سے وہ تھے اس سے پہلے

ذٰلِكَ مُحْسِنِينَ ۵۲ كَانُوا قَلِيْلًا مِّنَ الْيَلِّ مَا يَهْجَعُونَ ۵۳

نیکی والے وہ تھے رات کو تھوڑا سوتے

وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُونَ ۵۴ وَفِيْ اَمْوَالِهِمْ

اور صبح کے وقتوں میں مانگتے اور ان کے مال میں

حَقٌّ لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْرُوْمِ ۵۵ وَفِي الْاَرْضِ اٰيٰتٌ

جستہ تھا مانگنے کا اور ہارے کا اور زمین میں نشانیاں ہیں

لِّلْمُوقِنِيْنَ ۵۶ وَفِيْ اَنْفُسِكُمْ اَفْلا تَبْصُرُوْنَ ۵۷ وَفِي

یقین لانے والوں کو اور خود تمہارے اندر کیا تم کو سمجھ نہیں اور

السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوعَدُوْنَ ۵۸ فَوَرَبِّ السَّمَاءِ وَ

آسمان میں ہے روزی تمہاری اور جو کچھ تم سے وعدہ کیا - سو قسم ہے رب آسمان اور

الْاَرْضِ اِنَّهٗ لَحَقُّ مِثْلٍ مَّا اَنْتُمْ تَنْطِقُوْنَ ۵۹

زمین کے کی یہ بات تحقیق ہے جیسے کہ تم بولتے ہو

انعام و اکرام مطیعین آثار ایمان و تقویٰ در حیات مومنین

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنَّٰتٍ وَعُيُوْنٍ - - - اِلٰی - - - مِثْلَ مَا اَنْتُمْ تَنْطِقُوْنَ

در ربط گذشتہ آیات میں قیامت کا ذکر تھا اور معاندین کے انکار قیامت پر تہیہ و تہدید تھی اور عذاب خداوندی سے آگاہ کیا گیا تھا تو اب ان آیات میں معاندین و منکرین کے بالمقابل اہل ایمان و تقویٰ کے کچھ حوالے اور انکی ایمانی زندگی کا رنگ بیان کرتے ہوئے حق تعالیٰ کی طرف سے جن انعامات سے انکو نوازا جائے گا اسکا اجمالی بیان ہے تو فرمایا جا رہا ہے۔

بے شک تقویٰ والے اللہ کے فضل و انعام سے باغات اور چشموں میں ہوں گے جو چشمے اور نہریں ان کے
 محسوس کے نیچے سے بہہ رہی ہوں گی بڑی فرحت اور خوشنودی کے ساتھ۔ لینے والے ہونگے ان نعمتوں کو جو ان کے رب نے انکو
 عطا کیں اور یہ انعامات خداوندی اور اعزاز و اکرام اس بنا پر ان کے لئے ہوگا کہ بے شک اس سے پہلے وہ عالم دنیا
 میں نیکیاں کرنے والے تھے وہ ایسے محسن اور نیکو کار اور اللہ رب اعزت کی محبت اور ذوق عبادت میں مغمور
 تھے کہ بہت ہی کم رات کے حصہ میں ایسا ہوتا کہ وہ سوئے ہیں اور بادیہ و عبادت کے اس ذوق و شوق اور انہماک
 کے وہ اپنے کو خدا دار ہی سمجھتے ہوتے صبح کے وقتوں میں لینے رب سے معافی ہی مانگتے ہوتے ہیں اور ان کا عمل
 یہ ثابت کرتا ہے کہ ان مامول میں حق ہے مانگنے والوں کا اور محتاج و تنگ دست لوگوں کا اور خود اپنی رضا و خوشنودی کا
 صبح سے مساکین و تنگ دستوں کا ایک حصہ مقرر کر رکھا ہے گویا کہ یہ اہل اللہ اس حصہ ماں کو ان کا حق
 سمجھ کر او کر رہے ہیں اور یہ خوبیاں اور محاسن خدا پر بھمان اور آخرت پر یقین کی صفت پر مبنی ہیں سو خدا
 پر ایمان اور آخرت پر یقین کے لئے زمین میں بہت سی نشانیاں ہیں یقین لانے والوں کے لیے روئے زمین
 کی نشانیاں تو بہت ہی عظیم و بلند ہیں۔ اور خود تمہارے اندر بے شمار دلائل و نشانیاں ہیں جس سے خدا کی
 قدرت پر کامل ایمان اور آخرت پر یقین حاصل ہو سکتا ہے تو کیا تمہیں یہ نشانیاں نظر نہیں آتی ہیں احسان و
 انفاق فی سبیل اللہ سے غص میں ہرگز یہ خطرہ اور دوسرے پیدا نہ ہونے دیا جائے کہ تمہارے مال میں کمی
 آجائے گی اور پھر تم کہاں سے کھاتیں گے اور آسمان میں رزق ہے جو تمہارے واسطے لکھ دیا گیا ہے اور
 وہ تمکو ہر حال میں مے گا اور وہ ہر نعمت تم کو ملے گی جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے کہ صدقہ اور حیرت کی
 برکات میں سے ہے کہ ایک کا ثواب و بدلہ دس گنا سے سات سو گنا تک ملے گا اور صدقات کی برکت دنیا
 میں بھی رزق اور مال کو کثیر کرے گی اور آخرت میں بھی اجر و ثواب کا مستحق بنائے گی سو قسم ہے آسمان و زمین
 کے رب کی یہ بات حق اور قطعی ہے جیسا کہ تم بولتے ہو اور تمکو اپنے بولنے میں کوئی شبہ اور شک نہیں اسی
 طرح اللہ کا وعدہ بھی یقینی اور حق ہے اس میں بھی ہرگز کوئی شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔

اہل ایمان و تقویٰ کے خصوصی اوصاف

ان آیات میں اہل ایمان و تقویٰ کے خصوصی احوال و اوصاف بیان فرماتے گئے جو ان کے واسطے بارگاہ

سمہ محبت کے ترجمہ میں اختیار کردہ الفاظ سے اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ یہ صفت احسان بمعنی احسان
 فی العبادۃ ہے جو اخلاص اور کمال عبادت کا نام ہے اور یہ بھی مراد ہے کہ احسان بمعنی انعام و عطا
 فی سبیل اللہ ہو کہ علاوہ زکوٰۃ کے وہ صدقات نافذہ اور انفاق فی سبیل اللہ کی صورت میں لوگوں کے ساتھ
 احسان کا برتاؤ کرتے ہیں۔

خداوندی میں اعزاز و اکرام کا باعث ہیں اس پہلے بیان کردہ گروہ کے برعکس جو اپنی نافرمانی اور سرکشی کے باعث خدا کے قہر و غضب اور عذاب کا مستحق بنا تو پہلی چیز تو یہ ذکر فرمائی گئی کہ وہ باغات اور چشموں میں ہوں گے جو انکے سکون و راحت کی دلیل ہے دوسری چیز یہ فرمائی گئی ہے اِخْدِرْتُمْ مَّا اَنَاھُمْ کہ اللہ کے انعامات مسلسل ان پر ہو رہے ہوں گے جو انکو بڑی خوشی دیتے ہوں گے عطاء الہی کے قبول کرنے میں اس کے بندوں کو کس قدر لذت ہوتی ہے وہ اس سے ظاہر ہے پھر اس کا راز بیان کیا جا رہا ہے کہ یہ انعام و اکرام انکے ارشاد و سخاوت اور انفاق فی سبیل اللہ اور ذوق عبادت کے باعث ہے کہ پوری پوری رات اللہ کی عبادت میں گزار دیں اور بستروں پر پہلو بھی نہ ٹیکیں اور پھر اس درجہ کمال عبادت کے باوجود خشیت خداوندی کا یہ عالم کہ صبح کے اوقات میں استغفار میں مصروف ہوں جیسے کوئی قصور وار گدگد کر رہا ہو یا مانگتا ہو ان حضرات کو معرفت حق بھی اس درجہ اعلیٰ و اکمل حاصل ہے کہ زمین کی نشانیوں اور خود اپنی ذات کی نشانیوں یعنی دلائل آفاق اور دلائل انفس سے اپنے عجز و ذلت کو اور حق کائنات کی عزت و عظمت کو خوب پہچان رہے ہوں پھر یہ کہ سائیں اور تنگ دستوں کو دیکر غمزدہ و غرور یا احسان جتنا تو درکنار ان کا طرز و رانداز زندگی تو یہ بتاتا ہے کہ گویا انہوں نے اپنے اوپر اپنا حق سمجھ رکھا ہے نیز خدا پر اعتماد و بھروسہ اس درجہ کہ نہ تنگی کا خطر نہ مستقبل کا فکر بلکہ یہ اعتماد و اعتقاد کہ ہمارا رزق آسمانوں پر اللہ کے پاس محفوظ ہے وہ ہمیں ضرور ملے گا اور سب سے بڑھ کر یہ بات کہ آخرت کا یقین۔ غرض یہ ہیں وہ اوصاف جو اہل ایمان و تقویٰ کے ان آیات میں لکھ آتے ہیں۔

حافظ ابن کثیرؒ نے کَانُوا قَلِيلًا مِّنَ النَّاسِ مَا يَجْمَعُونَ کی تفسیر میں بیان کیا کہ اخف بن قیسؒ اس آیت کو پڑھ کر فرمایا کرتے ہیں تو اس آیت کا مصداق اپنے کو نہیں پاتا غایت تواضع کے باعث (۱)

عبدالرحمن بن زید بن اسلمؒ بیان کرتے ہیں کہ نو قسیم کے ایک شخص نے میرے والد سے کہا اے ابواسامہؓ قرآن کریم نے جس قوم کا ذکر کیا ہے کَانُوا قَلِيلًا مِّنَ النَّاسِ میں وہ صفت ہم اپنے میں نہیں پاتے ہم تو خدا کی قسم تھوڑا حصہ بھی رات کا قیام نہیں کرتے فرماتے ہیں میرے والد نے جواب دیا اچھا ہے اس شخص کے لیے جب اونکھ آئی تو سو گیا اور جب بیدار ہوا تو خدا کا تقویٰ اختیار کیا۔

حسن بھریؒ نے اخف بن قیسؒ سے نقل کیا وہ فرماتے تھے میں اپنے عمل کا جب اہل جنت کے اعمال سے موازنہ کرتا ہوں تو مجھے یہ محسوس ہوتا ہے کہ وہ بہت بلند مرتبہ لوگ ہیں اور ایک ایسی قوم ہیں کہ ہمارے اعمال انکے درجے تک نہیں پہنچ سکتے لیکن جب اپنے اعمال کا اہل جہنم کے اعمال سے موازنہ کرتے ہیں تو الحمد للہ یہ محسوس کرتے ہیں کہ ہم انکے درجہ کے نہیں انہوں نے اللہ اور اس کے رسولؐ کی تکذیب کی اور الحمد للہ ہم اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لاتے ہیں اس لیے بس ایسا سمجھ میں آتا ہے کہ ہم اس گروہ میں جن کا ذکر قرآن کریم نے فرمایا۔ کَاخِرُفِكْ غَشَرُوا بِدُلُوفِهِمْ خَلَعُوا عَصَلًا صَلَاحًا کَاخِرُفِكْ

عَسَىٰ الذِّمَّةُ اَنْ يَكْتُوبَ عَلَيْهِمْ تُوَا سِ دَجْرَسَ اَمِدْ هِي هِي كَر اَللّٰهُ رَبُّ الْعِزَّتْ هِي بِر اَبْنِي رَحْمَتِ دَعْنَا يَتِ
كے ساتھ توجہ کرنے ہوتے درگزر فرماتے گا۔

غرض یہ اوصاف وہی ہیں جن کا ذکر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
جب مدینہ منورہ تشریف لاتے تو لوگ آپ کی طرف جوق درجوق رجوع کرنے لگے میں بھی انہی میں سے ایک
تھا آپ کی مجلس میں جس وقت پہنچا اور آپ کے چہرہ الود پر نظر پڑی تو ایک ہی نظر سے یقین کر لیا کہ یہ چہرہ
کسی جھوٹے کا چہرہ نہیں ہو سکتا سب سے پہلی چیز جو میں نے آپ کی زبان مبارک سے سنی وہ یہ تھی بَابُهَا
الْاَسْ اَفْشَوْا لِّلْسَلَامِ وَاَهْوَمُوا الطَّعَامِ وَفِي رَوَايَةٍ وَصَلُوا الْاَرْحَامَ وَصَلُوا بِاللَّيْنِ
وَالنَّامِ مِيَامَ مَدْخَلُوا الْجَنَّةَ لِّلْسَلَامِ۔ کہ اسے لوگو! کثرت سے سلام کیا کرو (محتاجوں کو) کھانا کھلایا
کر وصلہ رحمی کرو اور رات کے اُن حصوں میں نماز پڑھو جب کہ لوگ سوئے ہوئے ہوں بس تم جنت میں
سلامتی و عافیت کے ساتھ داخل ہو جاؤ گے۔

اور حدیث اختتام ملا اعلیٰ میں ہے کہ جب درجات کا سوال کیا گیا تو آپ نے یہی کلمات ارشاد فرماتے
اَفْتَاءَ السَّلَامِ وَالْحَمْدِ الطَّعَامِ وَالصَّلَاةُ بِاللَّيْلِ وَالنَّامِ مِيَامِ۔

المَحْرُوم کی تفسیر

محروم کی تفسیر میں مفسرین کے متعدد اقوال ہیں حافظ ابن کثیرؒ نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور
بخاریؒ سے نقل کیا کہ یہ وہ شخص ہے کہ جس کا بیت المال میں کوئی حصہ نہ ہو اور نہ اس کے پاس کسب معاش کا
کوئی ذریعہ ہو جس سے وہ اپنا گزارہ کر سکے ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی تقریباً یہی
مفہوم نقل کیا گیا۔

سعید بن المسیبؒ اور عطاء بن بیان کرتے ہیں محروم وہ شخص ہے جس کا مال ضائع ہو گیا ہو تنادہ اور
دھری سے منقول ہے اس تنگ دست کو محروم کہتے ہیں جو لوگوں کے سامنے ہاتھ نہ پھیلاتا ہو اور اس پر
اس حدیث کو بیان کیا کرتے سَنَى الْمَسْكِينُ بِالْمَقَاوِفِ الَّذِي تَرَدُّهُ الْقِمَّةُ وَالْقَمَاتُ وَالْمَقَاتُ
وَالْمَقَاتُ وَلَكِنْ الْمَسْكِينُ الَّذِي لَا يَحْدُغِي لِحْنِيهِ وَلَا يَفْطِنُ لَفْهِ فَيَتَصَدَّقُ
عَلَيْهِ كَرْمِيْنِ يَرُكِّشْتُ كَرْنَهُ وَالْاَسَا تِلْ هِي هِي كَر اَللّٰهُ رَبُّ الْعِزَّتْ هِي بِر اَبْنِي رَحْمَتِ دَعْنَا يَتِ
اور ایک کھجور دو کھجوریں ایک درے دوسرے در پر بجا رہی ہوں مسکین تو درحقیقت وہ شخص ہے جس کے
پاس کوئی سہارا نہ ہو اور نہ اس کی حالت دطابری طور و طریق سے سمجھا جاتا ہو کہ وہ مسکین محتاج شخص ہے کہ

اسکو صدقہ ہی دے دیا جائے
وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ كَيْفَ تَشَاءُونَ بعض حضرات نے بیان کیا کہ یہ بارش ہے جس سے اللہ بندوں
کا رزق پیدا فرماتا ہے بعض مفسرین نے نقل کیا کہ کسی اسرائیلی نے یہ آیت سُنَّی "فَوَرَبِّ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ
تَوَكَّلْ" کہنے لگا۔ سبحان اللہ یہ کون ہے جس نے خداوند رب جلیل کو غفۃ دلا یا یہاں تک کہ اسکو قسم تک کھانے
کی نوبت آئی کیا ایسا بھی ہے کوئی کہ خدا کی بات کو سُن کر فوراً ہی تصدیق نہ کرے حتیٰ کہ وہ قسم کھا کر
اپنی بات کو مؤکد و ثابت فرمائے۔

هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ ضَيْفِ إِبْرَاهِيمَ الْمُكْرَمِينَ ۚ إِذْ

کیا پہنچی ہے تم کو بات ابراہیم کے ہمانوں کی جو عزت والے تھے ؟ جب

دَخَلُوا عَلَيْهِ فَقَالُوا سَلَامًا قَالَ سَلَامٌ قَوْمٌ مُنْكَرُونَ ۝۲۵

اندر آئے اس کے پاس، تو بولے سلام! وہ بولا سلام ہے یہ لوگ ہیں اوپر سے

فَرَاغَ إِلَىٰ أَهْلِهِ فَجَاءَ بِعِجْلٍ سَمِينٍ ۝۲۶ فَقَرَّبَهُ إِلَيْهِمْ قَالَ

پھر دوڑا اپنے گھر کو، تو لایا ایک بچھڑا گھسی میں تل پھر انکے پاس رکھا، کہا

أَلَا تَأْكُلُونَ ۝۲۷ فَأَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيفَةً ۚ قَالُوا لَا تَخَفْ

کیونکہ تم کھاتے نہیں ؟ پھر جی میں بڑبڑایا انکے ڈر سے بولے، تو نہ ڈر

وَبَشَّرُوهُ بِغُلَامٍ عَلِيمٍ ۝۲۸ فَأَقْبَلَتِ امْرَأَتُهُ فِي صَرَّةٍ

اور خوشخبری دی اسکو ایک لڑکے پرشمار کی پھر سامنے آئی اسکی عورت بولتی

فَصَكَتَ وَجْهَهَا وَقَالَتْ عَجُوزٌ عَقِيمٌ ۝۲۹ قَالُوا

پھر بیٹھا اپنا ماتھا اور کہا کہیں بڑھیا بانجھ وہ بولے

كَذَٰلِكَ قَالَ رَبُّكَ ۚ إِنَّهُ هُوَ الْحَكِيمُ الْعَلِيمُ ۝۳۰

یوں ہی کہا تیرے رب نے وہ جو ہے، وہی ہے حکمت والا خبردار

قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ أَيُّهَا الْمُرْسَلُونَ ﴿۳۱﴾ قَالُوا إِنَّا أُرْسِلْنَا إِلَىٰ

بولہ پھر کیا مطلب ہے تمہارا؟ اسے بھیجے ہوؤ: وہ بولے، ہم کو بھیجا ہے ایک

قَوْمٍ مُّجْرِمِينَ ﴿۳۲﴾ لَنُرْسِلَ عَلَيْهِمْ جَارَءً مِّنْ طِينٍ ﴿۳۳﴾

لوگوں گنہگار پر کہ چھوڑیں ان پر پتھر مٹی کے

مُسَوَّمَةً عِندَ رَبِّكَ لِلْمُسْرِفِينَ ﴿۳۴﴾ فَأَخْرَجْنَا مَن كَانَ

نشان بڑے تیرے رب کے ہاں بے حد پسند والوں کو پھر بچا نکالا ہم نے جو تھا

فِيهَا مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿۳۵﴾ فَمَا وَجَدْنَا فِيهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِّنَ

دہاں ایمان والہ پھر نہ پایا ہم نے اس جگہ سوا ایک گھر کے

الْمُسْلِمِينَ ﴿۳۶﴾ وَتَرَكْنَا فِيهَا آيَةً لِلَّذِينَ يَخَافُونَ الْعَذَابَ

سمانوں کا اور رکھا اس میں نشان ان لوگوں کو جو ڈرتے ہیں دکھ کی

الْأَلِيمِ ﴿۳۷﴾ وَفِي مُوسَىٰ إِذْ أَرْسَلْنَاهُ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ بِسُلْطٰنٍ

نار کے اور نشانی ہے موسیٰ کے حال میں جب بھیجا ہم نے اسکو فرعون پاس دے

مُبِينٍ ﴿۳۸﴾ فَتَوَلَّىٰ بِرُكْنِهِ وَقَالَ سِحْرٌ أَوْ مَجْنُونٌ ﴿۳۹﴾ فَأَخَذْنَاهُ

کر سندھ کھنی پھر اس نے منہ موڑا اپنے زور پر درجہ لایہ جادو گر ہے یا دیوانہ پھر پکڑا ہم نے

وَجُنُودَهُ فَبَبَذْنَاهُمْ فِي الْيَمِّ وَهُوَ مُلِيمٌ ﴿۴۰﴾ وَفِي عَادٍ إِذْ

اسکو اور اسکے لشکروں کو، پھر پھینک دیا انکو دریا میں، اور اس پر پڑا الہنا اور نشانی ہے عاد میں جب

أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الرِّيحَ الْعَقِيمَ ﴿۴۱﴾ مَا تَذَرُ مِنْ شَيْءٍ أَتَتْ

بھیجی ہم نے ان پر ہوا بے ثمر نہ چھوڑتی کوئی چیز جس پر گذرنی کہ

عَلَيْهِ إِلَّا جَعَلَتْهُ كَالرَّمِيمِ ﴿۴۲﴾ وَفِي ثُودٍ إِذْ قِيلَ لَهُمَّ

نہ کر ڈالتی اسکو جیسے چھوڑا نہ اور نشانی ہے ثود میں جب کہا ان کو

تَمَتُّعُوا حَتَّىٰ حِينٍ ۖ فَعَتُوا عَنْ أَمْرِ رَبِّهِمْ فَأَخَذَتْهُمُ

برقہ ایک وقت تک پھر عذابت کرنے لگے اپنے رب کے حکم سے پھر پکڑا انکو

الصَّاعِقَةُ وَهُمْ يَنْظُرُونَ ۖ فَمَا اسْتَطَاعُوا مِنْ قِيَامٍ وَمَا

کڑا کے لئے اور وہ دیکھتے تھے پھر نہ سکے کہ اٹھیں اور نہ

كَانُوا مُنْصِرِفِينَ ۖ وَقَوْمٌ نَّوْجٍ مِّن قَبْلُ إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمًا

ہونے کے بدد میں اور نوح کی قوم کو اس سے پہلے، مقررہ تھے لوگ

فَاسِقِينَ ۖ

بے حکم -

تذکرہ بہمانانِ ابراہیم علیہ السلام مشتمل بر ثوابِ مُصدقین وعقوبتِ مکذبین

قَالَ اللَّهُ تَعَالَىٰ هَلْ أَشْتَكُ حَدِيثٌ إِلَى ... إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمًا فَاسِقِينَ

(ربط) گزشتہ آیات میں مؤمنین و متقین اور انکے اعمال کا بیان تھا قرآن کریم کا یہ مخصوص طرز بیان ہے کہ ایک فریق کے ذکر کے بعد انکے باعقاب فریق کا بھی حال بیان کر دیا جاتے تاکہ دونوں کا تقابل کر لیا جائے اور اس طرح ذہنی طور پر سامعین کیلئے قبول حق کی رغبت اور کفر و نافرمانی سے نفرت اور ڈر پیدا ہو سکے ثواب ان آیات میں نافرمانوں اور مجرموں کا ذکر ہے کہ خدا کے فرشتے ان پر عذاب لے کر پہنچے اور انکو اس طرح یک آن کی آن میں ہلاک کر دیا گیا اور ہلاکت بھی ایسی عبرتناک کر سننے والے سن کر کانپ جائیں۔ ارشاد فرمایا۔

اے ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ کو قصہ معلوم ہوا ابراہیم علیہ السلام کے بہمانوں کا جو معزز تھے اس بے کردہ اللہ کے فرشتے تھے اور اللہ کے فرشتے عبادِ مُکذِّبِ مَوَدِّ اس کے مکرم بندے ہوتے ہیں یا معزز۔ بایں معنی کہ حضرت ابراہیمؑ نے اپنے مکارمِ اخلاق کے لحاظ سے انکا اعزاز و کرام فرمایا جب کہ وہ بہمان انکے پاس پہنچے پھر انکو سلام کیا ابراہیم علیہ السلام نے بھی جواباً انکو کہا سلام کہ تم خدا کی سلامتی ہو، پھر غور کرتے ہوئے کہ یہ کون لوگ ہیں کہنے لگے یہ تو انجان لوگ ہیں جنکو میں نہیں پہچان رہا ہوں ممکن ہے کہ یہ بات

دل میں کہی ہو۔ اور ممکن ہے کہ زبان سے کہا ہو۔ لیکن حکمت خداوندی فرشتوں نے سن کر سکوت کیا ہوا ہر دو صبح نہ کیا ہو کہ ہم فرشتے ہیں۔ کیونکہ ابھی اس وضاحت کی انکو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجازت نہ ہوگی پھر ابراہیم اپنے اہل کی طرف چلے اور ایک فرزند بھڑا بھنا ہوا انکے سامنے لے کر آئے پھر اسکو ان کے قریب کر کے رکھ دیا جیسے کسی جہان کے سامنے کھانا رکھ دیا جاتے ہوئے کہ وہ فرشتے تھے اور فرشتے کھانے پیتے نہیں وہ تو نور محض اور مخلوق نوری تھے۔ جب ابراہیم علیہ السلام نے دیکھا کہ کچھ نہیں کھاتے تو بولے کیا آپ لوگ کھاتے نہیں جب اس پر بھی فرستوں نے کھانا شروع نہ کیا تو پھر دل میں ایک ڈر محسوس کیا انکی طرف سے کہ آخر کیا وجہ ہے کہ یہ لوگ باوجود یکہ عزت و اکرام کے ساتھ انکی ضیافت کی جارہی ہے پھر بھی نہیں کھا رہے ہیں کہیں یہ کوئی دشمن تو نہیں۔ اس زمانہ میں کوئی دشمن ہو کر کسی کے یہاں آتا تو اس کا کچھ کھایا نہیں کرتا تھا کیونکہ کسی کا کھا کر اسکے ساتھ دشمنی کرنا انسانی وقار کے خلاف سمجھتے تھے فرشتے اس ڈر اور خوف کو محسوس کر کے کہنے لگے مت ڈرو ہم تو اللہ کے فرشتے ہیں اس وجہ سے نہیں کھا رہے ہیں نہ کھانے کی وجہ یہ نہیں کہ ہم تمہارے دشمن ہیں بلکہ ہم تمہیں ایک بشارت خداوندی سنانے آئے ہیں اور بشارت دی انکو ایک فرزند کی جو بڑا ہی علم والا ہوگا کیونکہ وہ فرزند اللہ کے علم میں طے تھا کہ پیغمبر ہوں گے اور پیغمبر کا علم اپنے زمانہ میں سب سے بڑھ کر ہوتا ہے اور یہ بشارت حضرت اسحاقؑ کی پیدائش کی تھی جنکی نسل سے انبیاء بنی اسرائیل پیدا ہوئے تو ابراہیم علیہ السلام کی بیوی سارہ علیہا السلام جو ان باتوں کو سن رہی تھیں سامنے سے آئی پکارتی ہوئی پھر اپنے چہرہ کو پیش اپنے ہاتھ سے اور کہنے لگیں چھا بڑھیا اور باجھ اور عجیب ہے کہ اسکے بچہ پیدا ہوگا۔

فرشتوں نے کہا تعجب کی کیا بات ہے خدا کی قدرت اور اسکے امر سے ایسا ہی تمہارے لیے تمہارے رب نے فیصلہ کر دیا ہے وہ بے شک بڑا ہی حکمت والا خوب جاننے والا ہے اگرچہ یہ بات اپنی جگہ قابل تعجب ہے لیکن خداوند عالم کی ہدایہ حکمتوں اور اسکے علم کے پیش نظر اسکی قدرت میں تردد کیا جاسکتا ہے اور نہ اسکی اس حکمت پر کہ بڑھاپے کے زمانہ میں ایک بانجھ کو بچہ دیدے کوئی شبہ ہو سکتا ہے بلکہ اس کی شان عظیم اور عظیم پر بھان رکھنے والے ہر فرد کو بلا تردد اور بلا تعجب اس پر یقین کرنا چاہیے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے فراست نبویہ سے سمجھا کہ فرشتوں کی آمد علاوہ اس بشارت کے کسی اور غرض سے بھی ہے ممکن ہے کہ کچھ آثار ظاہر ہو رہے ہوں اور کوئی تعجب نہیں کہ جو فرشتے خدا کی طرف سے ایک مجرم قوم کیلئے اس کا قبر و عذاب یکر آئے ان پر آثار قہر محسوس کیے ہوں اور اس سے کچھ طبی گھبراہٹ بھی ہوئی ہو جسکا بعد میں دور ہونے کا ذکر ہے تو دریافت کیا اچھا پھر بتاؤ کیا اسم است ہے تمہاری لے بھیجے ہوئے فرشتوں کا اسم بھیجے گئے ہیں ایک مجرم قوم یہی قوم لوط کی طرف تاکہ ہم ان پر برسائیں لگایا پتھر کی جن پر علامت ہوگی آپ کے رب کی طرف سے جو حد سے گزرنے والی قوم کے لئے ہے چنانچہ

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر کنکری پر نام لکھا ہوا تھا ورنہ اسی پر ہڈی اور اگر ان میں باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر

ف فرشتوں کا سلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس پہنچنے پر ان لفظوں کے ساتھ قرآن نے ذکر کیا فَقَالُوا صَلَواتٌ عَلَیْکَ مِنْ رَبِّکَ وَتُحْمَدٌ لَکَ۔ منصوب تو یہ حمد فعلیہ کی صورت میں تھا کہ صَلَواتٌ عَلَیْکَ صَلَواتٌ یَا مُسَلِّمٌ عَلَیْکَ صَلَواتٌ جس کا مفہوم یہی ہے کہ ہم آپ کو سلام کرتے ہیں اسکے جواب میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا سلام کہا مرفوع حمد اسمیہ ہے اور حمد اسمیہ میں استمرار اور دوام کا مفہوم پایا جاتا ہے اس لحاظ سے فرشتوں کے سلام سے زیادہ بلیغ ابراہیم علیہ السلام کا سلام ہوا اور قرآن کریم کا حکم ہے کہ جب تمہیں سلام کیا جائے تو تم اس سے بہتر اسکے سلام کا جواب دیا کرو تو اس طرح ابراہیم علیہ السلام کا جواب قرآن کریم کے فرمان کے مطابق فرشتوں کے سلام سے احسن اور بہتر ہو گیا۔

وَالسَّمَاءَ بَنَيْنَاهَا بِأَيْدٍ وَإِنَّا لَمُوسِعُونَ ﴿۳۰﴾

اور آسمان کو بنایا ہم نے ہاتھ کے بل سے اور ہم کو سب مقدور ہے

وَالْأَرْضَ فَرَشْنَاهَا فَنِعْمَ الْهَادُونَ ﴿۳۱﴾ وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ

اور زمین کو بچھایا ہم نے، سو کیا خوب بچھانا جانتے ہیں اور ہر چیز کے

خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ﴿۳۲﴾ فَفِرُّوْا إِلَى اللَّهِ إِنِّي

بنائے ہم نے جوڑے سے تاکہ تم دھیان کرو : سو بھاگو اللہ کی طرف میں

لَكُمْ مِنْهُ نَذِيرٌ مُبِينٌ ﴿۳۳﴾ وَلَا تَجْعَلُوا مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ

تمکو اسکی طرف سے ڈرنا، ہوں کھول کر اور نہ ٹھہراؤ اللہ کے ساتھ در کوئی بتوںجنے کا۔

إِنِّي لَكُمْ مِنْهُ نَذِيرٌ مُبِينٌ ﴿۳۴﴾ كَذَلِكَ مَا آتَى الَّذِينَ مِنْ

میں تمکو اسکی طرف سے ڈرنا، ہوں کھول کر اسی طرح ان سے پہنوں کو

قَبْلِهِمْ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا قَالُوا سَاحِرٌ أَوْ مُجْنُونٌ ﴿۳۵﴾ اتَّوَصَّوْا

جو رسول آیا یہی کہا کہ جادوگر ہے یا دیوانہ کیا یہی کہہ رہے

بِهِ بَلْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُونَ ﴿۳۶﴾ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ فَمَا أَنْتَ بِمَلُومٍ ﴿۳۷﴾

ہیں ایک دوسرے کو کوئی نہیں براہ وگ شر بروں سو تو سٹ آ انکی طرف سے بتجھ پر نہیں الہ بنا

وَذِكْرُ فَإِنَّ الذِّكْرَى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِينَ ۝۵۵ وَمَا خَلَقْتُ

در سمجھا تا رہا کہ سمجھنا کام آتا ہے ایمان والوں کو در میں نے جو نسلے ہیں

الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ۝۵۶ مَا أُرِيدُ مِنْهُمْ مِنْ رِزْقٍ

جین اور آدمی سو اپنی بندگی کو میں نہیں چاہتا ہوں ان سے روزیہ

وَمَا أُرِيدُ أَنْ يُطِيعُونِ ۝۵۷ إِنَّ اللَّهَ هُوَ الرِّزَاقُ ذُو الْقُوَّةِ

در نہیں چاہتا کہ مجھ کو کھلا دیں اللہ جو ہے وہی ہے روزی دینے والا اور آدمی

الْمِيتِينَ ۝۵۸ فَإِنَّ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا ذُنُوبًا مِثْلَ ذُنُوبِ

مضبوط سو ن گنہگاروں کا بھی ڈول بھرا ہے جیسے ڈول بھرا ہے

اصْحَابِهِمْ فَلَا يَسْتَعْجِلُونَ ۝۵۹ فَوَيْلٌ لِلَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ

انکے ساتھیوں کا اب مجھ سے شتابی نہ کریں سو خرابی ہے مسکروں کو اپنے

يَوْمِهِمُ الَّذِي يُوعَدُونَ ۝۶۰

اس دن کے جس کا ان سے وعدہ ہے

اثبات توحید و رسالت مع دلائل و براہین و تسلی سید الانبیاء
و المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى فِي السَّمَاءِ بَيْنَهُمَا يَلَيْكُ ... إِلَى ... الَّذِي يُوعَدُونَ

(ربط) سلسلہ بیان کذبین و منکرین کے انکار و تکذیب کے عبرتناک انجام کا چل رہا تھا اب ان
کذبین و منکرین پر جنت قائم کرنے کیلئے توحید و رسالت کو دلائل کے ساتھ ثابت کیا جا رہا ہے
ارشاد فرمایا۔

اور آسمان کو ہم نے بنایا ہے اپنی قدرت سے اور ہم بہت ہی وسیع قدرت ہیں اور زمین کو ہم نے
فرش بنایا سو ہم کیسے اچھے اسکو سمجھانے والے ہیں کہ اس میں کس قدر منافع رکھے اور کتنی انواع و اقسام کی

جیزیں پیدا کیں گئے، پھر سبزے اور پھول سب کچھ انسانوں کے نفع اور راحت کے لیے پیدا کیا اور زمین کو اس طرح بکھادیا کہ اس پر نقش و حرکت کا سلسلہ بھی جاری ہے اور یہ تمام چیزیں اس سے پیدا ہو رہی ہیں اور اس کی تمہ میں جو معدنیات و خزان و دلچسپ رکھے وہ مزید برآں ہے اور ہر چیز انواع سے ہم سے جوڑا بنا یا جیسے یاہ سفید، خیریں، دلتخ، خوبصورت و بدصورت، اور روشنی و تاریکی، نافع و مضر، بلند و پست اور مذکور و منورث امید ہے کہ تم مخلوقات کے اس تنوع اور قدرت خداوندی کے عظیم مظاہر سے اللہ کی توحید و خالقیت کو سمجھ جاؤ اس لیے ان دلائل توحید اور قدرت کی نشانیوں کو دیکھ کر اور سمجھ کر تم کو چاہیے کہ بس تم اللہ کی طرف درود و عقل اور انسانی فطرت ہی آمادہ کر رہی ہے کہ خالق کائنات کو پہچان کر اس کی خالقیت اور وحدانیت پر ایمان لایا جائے اور یہ بھی عقل انسانی اور فطرت فیصلہ کر رہی ہے کہ اسکے تقاضوں کو پورا نہ کرنا ہلاکت و بربادی کا باعث ہے لیکن مع هذا۔ اسے کفار قریش میں اللہ کی طرف سے تمہارے سے کھلم کھلا ڈرائیو لا ہو کر آیا ہوں کہ توحید و خالقیت رب العالمین کے انکار پر تم کو آگاہ ہو جانا چاہیے کہ عذاب آکر رہے گا پھر تاکید سے کہتا ہوں اور خدا کے ساتھ کوئی دوسرا معبود نہ بناؤ میں تمہارے واسطے اسی خدا کی طرف سے واضح ڈرانے والا ہوں ایسے روشن دلائل کے ساتھ دعوت توحید دینے والے پیغمبر چاہتے تھا کہ ایمان لاتے اور ایسا شخص مشفق رسول جو ہلاکت سے بچانے کے لیے تمہاری کے انجام سے آگاہ کر رہا ہے اور اس سے ڈرا رہا ہے اسکی بات پر یقین کرتے لیکن افسوس کہ قریش مکہ نہ ایمان لاتے اور نہ اللہ کے پیغمبر بادی کی بات پر یقین کیا بلکہ وہ تو تمہارے پر آمادہ ہو گئے کہ کبھی سنا کر کہا، اور کبھی تمہارے دیوانہ تو حق تعالیٰ تسلی دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔ اسے ہمارے پیغمبر آپ ان باتوں پر رنجیدہ نہ ہوں صبر کیجئے اسی طرح ان سے پہلے جس کسی قوم کے پاس بھی کون رسول اللہ کا پیغام لے کر آیا ان لوگوں نے بھی کہا جادوگر یا مجنون تو اسی طرح اگر یہ کفار مکہ آپ کو کچھ کہیں تو تعجب کی بات نہیں کیا یہ لوگ ایک دوسرے کو اسکی وصیت کرتے چلے آتے ہیں کہ ہر ایک قوم اللہ کے رسولوں سے ایک ہی قسم کا مذاق اور ایک ہی طرح کا انکار کر رہی ہے حالانکہ ایک قوم کا دوسری قوم سے کبھی منہ بھی نہیں ہوا پھر بھی سب کا ایک ہی بات کہنا عجیب ہے اصل میں اسکی وجہ یہ نہیں کہ ایک قوم دوسری قوم سے مل کر اسکو طے کرتی چلی آتی ہو کہ تم بھی اپنے پیغمبر کا اس طرح انکار کرنا بلکہ اصل وجہ یہ ہے کہ یہ سب لوگ سرکش ہیں در سر کشی کی رعیت مشترکہ سب میں یکساں ہے اس وجہ سے اسکے نتیجہ میں زبانوں سے نکلنے والی بات بھی ایک ہی معلوم ہوتی ہے علت جب واحد اور متحد ہے تو اس کا ثمرہ اور نتیجہ بھی ایک ہی ہو گا پس آپ ان سے اعراض کر لیجئے اور بلا وجہ ان کی طرف التفات سے اپنے آپ کو افسردہ و غمگین نہ بناتے آپ کسی طرح بھی قابل مواخذہ نہیں اگر یہ لوگ ایمان نہ لائیں تو اسکی آپ پر ذمہ داری نہیں خدا کی طرف ہی لو لگائے رکھیے اور نصیحت کرتے رہیے کیونکہ بار بار سمجھانا اور نصیحت کرنا یقین کرنے والوں کو نفع پہنچاتا ہے اور ہو سکتا ہے کہ ان مخاطبین میں کسی وقت کسی کو اللہ تعالیٰ یقین کی صلاحیت عطا کر

مخلوق کی عبادت کی حاجت ہے بلکہ خود مخلوق اپنے خالق کی عبادت کی محتاج ہے اور اسی میں سعادت و فلاح مضمر ہے۔ اس لیے فرمایا۔

میں ان سے نہیں چاہتا ہوں کوئی روزینہ اور نہ چاہتا ہوں کہ وہ مجھے کھلائیں میں نے بندگی کا حکم دنیا کے سقاؤں کی طرح نہیں دیا ہے کہ وہ اپنے غلاموں کو کہتا ہے کہ محنت کرو اور کہا کرو لاؤ بلکہ میں ہی تو سب کو روزی دینے والا ہوں اور سب میرے محتاج ہیں عبادت کا حکم صرف اسی پیتے دیا ہے کہ میری عظمت و شہنشاہیت کو پہچان کر میری بندگی کرو اور میرے انعام کے مستحق بنو سبے شک اللہ ہی روزی دینے والا بڑا طاقتور و مضبوط ہے ان حقائق کو دیکھتے ہوئے شرک و کفر سے پرہیز کرنا چاہیے لیکن پھر بھی اگر کوئی نافرمانی سے باز نہیں آتا تو وہ بہت بڑا ظالم ہے اور ظالم سزا سے بچ نہیں سکتا بے شک ان ظالموں کا ڈول بھر چکا جیسے انکے ساتھیوں کا ڈول بھر چکا۔ اور ڈول بھر چکنے کے بعد نسان کنوٹیں سے ہشتا ہے اور اپنا حصہ سے کرا ب دوسرے کے واسطے ڈول بھجوتا ہے تو اسی طرح یہ ظالم دنیا کی زندگی

۵۴۵ یہی وہ حقیقت ہے جسکو فرمایا گیا

۱۔ مَن يَكُومْ خَلْقًا سَوْدَةً كَنَمْ

بلکہ تا بر بندگاں جو دے کنم

مَا أَرْيَدُ مِنْهُمْ مَنِّي رَزَقِي كَيْفَ يَفْهَمُ قَاضِي يَهْضَا دِي" کی راستے کے مطابق ہے دوسرا مفہوم مَا أَرْيَدُ مِنْهُمْ کا یہ ہے کہ جن دالوں کی تخلیق سے میں نے ارادہ کیا کہ وہ میری عبادت کریں اور یہی ان کا مقصد حیات ہے جسکی وجہ سے انکو چاہیے کہ وہ اپنی فکری اور عملی صلاحیتیں عبادت ہی کیلئے صرف کریں انکی تخلیق سے میں نے کسی قسم کے رزق کا ارادہ نہیں کیا یعنی یہ کہ وہ اپنے رزق اور اپنی اولاد کی رزق کی فراہمی کو مقصود اصلی سمجھ کر آخرت اور عبادت کو نظر انداز کر دیں جیسے یہ ممکن نہیں کہ بندے مجھ کو کھلائیں اسی طرح یہ بھی ممکن نہیں کہ کوئی دوسرے کو کھلائے میں ہی تو رزاق ذو القوۃ المتین ہوں۔

گویا یہ مضمون اسی کے قریب ہو گیا جو سورہ طہ میں ان الفاظ کے ساتھ ذکر فرمایا گیا وَأَمْرًا هَلَّاكَ بِالصَّلَاةِ وَضَعِبًا عَلَيْهِمَا لَا تَسْأَلُكَ رِزْقًا مِّنْهُنَّ تَوَدُّ قُلُوبُكَ تَوَدُّ تَسْأَلُكَ رِزْقًا۔ کا مفہوم یہ ہے کہ اے مخاطب اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم کیجئے اور خود بھی اس پر پابند رہیے ہم آپ سے رزق کا سوال نہیں کرتے مراد یہ ہے کہ ہر گھر کا سرپرست اپنے افراد خاں کیلئے معاش کا فکر کرتا ہے تو بھانے اسکے کہ وہ اپنی سرپرستی تمام تر اصلاح معاش کیلئے صرف کرے اور اپنے گھر والوں کی آخرت کی فکر نہ کرے اسکو چاہیے کہ وہ افراد خانہ کی اصلاح معاش کیلئے پوری کوشش کرے اصلاح معاش میں اگر کوئی کوتاہی ہو تو اس پر باز نہیں ہوگی لیکن اصلاح معاش کی کوتاہی پر ہم مدد گذر کریں گے اور اس بات کا حکم اور تاکید اسی وجہ سے ہے کہ رزق دینے والے تو ہم ہیں حدیث قدسی کا مضمون ہے "اے ابی آدم تو میری عبادت کے واسطے فارغ ہو جا میں ترے قلب کو غنا سے بھر دوں گا اور اگر تو نے اس دنیا کو ترے قلب کو افکار و پریشانیوں سے بھر دوں گا اور میرے فقر کو دور نہ کر دوں گا۔"

کے عیس و راحت کا ڈول بھر چکے اور اب خدا کی گرفت اور سزا کا وقت آپکا ہے جب کہ انکے ساتھیوں کا بھی اسی طرح انجام ہوا کہ نافرمانی کرتے رہے لیکن جب خدا کا عذاب آیا تو اس سے بچ نہ سکے تو اسی طرح بس ن ظالموں کے لیے خدا کا عذاب طے ہو چکا ہے اب یہ لوگ مجھ سے جلدی نہ کریں جیسے کہ یہ برکت پہلے سے کہتے رہتے ہیں کہ اچھا وہ عذاب لے آئیے جسکی دھمکی دی جا رہی ہے سو ہلاکت ہے کافروں کیلئے ان کے اس دن کے عذاب سے جس کا ان سے وعدہ ہو چکا ہے یعنی قیامت کا دن یا اس سے پہلے ہی جو دنیاوی سزا کا دن اللہ کے علم میں طے ہو چکا تھا چنانچہ بدر کا دن آیا اور مشرکین مکہ کو دنیا میں بھی سزا مل گئی۔

ف | فَإِنَّ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا ذُنُوبًا مِّثْلَ ذُنُوبِ أَصْحَابِهِمْ۔ کے ترجمہ میں بعض مفسرین کی رائے کے موافق ذنوباً بمعنی بھرا ہوا ڈول لیتے ہوئے یہ مراد واضح کی گئی کہ یہ ڈول کا بھر جانا بس دنیاوی ممانع اور راحتوں کا سلسلہ ختم ہو جانا ہے جیسا کہ ڈول بھر سے والا شخص کونہیں سے ہٹ جاتا ہے اور دوسرا اسکی جگہ آ جاتا ہے اسی طرح اس ان کافروں کی زندگی اور ممانع حیات کا ڈول بھر چکا اب تقدیر خداوندی سے مصائب و عذاب کا دور شروع ہو جانے والا ہے۔

بعض مفسرین نے ذنوب کی تفسیر حق سے کی ہے تو اس صورت میں مراد جتنے عذاب ہو گا ان ظالموں کے واسطے بھی عذاب کا یہاں ہی حق طے کر دیا گیا ہے جیسا کہ انکے ساتھیوں کیلئے تھا لہذا اب جلدی کرنے کی ضرورت نہیں۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

سُورَةُ الطُّورِ

سورة الطور کے مضامین بھی دین کے بنیادی عقائد کی تحقیق و تبیین پر مشتمل ہیں خاص طور سے توحید و رسالت کا مضمون دلائل کے ساتھ ذکر کرنے ہوئے کفار مکہ پر جنت قائم کی گئی اسی طرح بعث بعد الموت اور جزاء و سزا کا مسئلہ بھی نہایت جامعیت کے ساتھ بیان فرمایا گیا اور یہ کہ قیامت کے احوال کس قدر شدید ہوں گے انکی شدت اور ہولناکی ذکر فرمائی گئی اور یہ کہ عذاب خداوندی جب کفار پر مسلط

۵۵ اشارہ ہے کہ وعدہ عذاب کا دن آخرت تو ہے ہی لیکن دنیا میں بھی عذاب کا جو وقت اللہ نے مقرر کر لیا تھا وہ خدا تعالیٰ جل شانہ نے غزوہ بدر میں دکھا دیا۔ ۱۲

ہوگا تو اسکو کوئی دفع نہیں کر سکتا اسی اہمیت کے پیش نظر مضمون کی ابتداء عظیم الشان قسموں سے فرمائی گئی
مجرمین کی سزا و عقوبت کے بیان کے بعد ایں ایمان اور تقویٰ پر انعاماتِ خداوندی کا بیان ہے اور اسی ضمن
میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کو ثابت فرمایا گیا۔

سورت کے اختتام پر مشرکین کے معبودانِ باطلہ کی تہذیب و عادت کو کھینچ کر دے گا اس سورت کا نام
اور آگاہ کیا گیا کہ اگر وہ اپنے معبود و عبادت سے باز نہ آئے تو خدا کا عذاب انکو تباہ کر دے گا اس سورت کا نام
سورۃ الطور اس وجہ سے ہے کہ مضمون کی ابتداء طور پہاڑ کی قسم سے فرمائی گئی اور یہ کوہ طور وہ مقدس جگہ ہے
جہاں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ کلیم اللہ سے کلام فرمایا تھا تو اس لحاظ سے یہ وہ مقدس جگہ ہوتی جہاں اللہ تعالیٰ
کی برکات اور اس کے جہاں و جلال کا درود ہوا۔

آیاتہا ۴۹ = سُورَةُ الطُّورِ مَكِّيَّةٌ : ۵۲ = فِيهَا رُكُوعَاتٌ

سورۃ طور کی ہے اسکی انجاس آیتیں اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا۔

وَالطُّورِ ۱ وَكِتَابٍ مَّسْطُورٍ ۲ فِي رَقٍّ مَّنْشُورٍ ۳ وَ

نہم ہے طور کی اور کھنسی کتاب کی کشادہ ورق میں اور
الْبَيْتِ الْمَعْمُورِ ۴ وَالسَّقْفِ الْمَرْفُوعِ ۵ وَالْبَحْرِ الْمَسْجُورِ ۶

آباد گھر کی اور اونچی بھت کی اور اُبلتے دریا کی
إِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ ۷ مَّالَهُ مِنْ دَافِعٍ ۸ يَوْمَ تَمُورُ

بے شک عذابِ برے رب کا ہونا ہے اسکو کوئی نہیں ہٹانے والا جس دن رزے
السَّمَاءِ مَوْدًا ۹ وَتَسِيرُ الْجِبَالُ سَيْرًا ۱۰ فَوَيْلٌ يَوْمَئِذٍ

آسمان کھپا کر اور پھریں پہاڑ چل کر سو خرابی ہے اس دن
لِلْمُكَذِّبِينَ ۱۱ الَّذِينَ هُمْ فِي خَوْضٍ يَلْعَبُونَ ۱۲ يَوْمَ

جھٹلانے والوں کو جو بائیں بناتے ہیں کھینچتے جس دن

يُدْعَوْنَ إِلَىٰ نَارِ جَهَنَّمَ دَعَاً ۖ هَذِهِ النَّارُ الَّتِي كُنْتُمْ

دھکیے جادیں دوزخ کو دھکیں کر یہ ہے وہ آگ جس کو تم

بِهَا تُكَذِّبُونَ ۚ أَفَسِحْرَ هَذَا أَمْ أَنْتُمْ لَا تَبْصُرُونَ ۝

جھوٹ جانتے تھے اب بھلا یہ جادو ہے یا تم کو نہیں سوچھتا

إِصْلَوْهَا فَاصْبِرُوا أَوْ لَا تَصْبِرُوا سَوَاءٌ عَلَيْكُمْ إِنَّمَا

پیشہ اس میں پھر صبر کر یا نہ صبر کر تم کو برابر ہے وہی

تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۝

بدر پاؤ گے جو کرتے تھے

تہدید و توبیخ منکرین معاد و عید عذاب برائے اہل عناد

قَالَ اللَّهُ تَعَالَىٰ وَالطُّورِ ۚ وَكُتِبَ مُسْتُطَوِّرٌ ۖ إِلَىٰ ۖ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ

(سط) سورۃ الذاریات کا اختتامی مضمون جن دانس کی تخلیق بغرض جہاد خداوندی کے ساتھ جو قومیں اللہ تعالیٰ کی خالقیت اور وحدانیت کو نہیں تسلیم کرتیں اور بلا حجت و دلیل نافرمانی اور بغاوت پر قائم ہیں انکو عذاب خداوندی کی دھمکی دی گئی ارشاد فرمایا ۔

قسم ہے صور دہاڑ کی اور اس کتاب کی جو کھلے درق میں لکھی ہوئی ہے اور قسم ہے بیت معبود کی اور قسم ہے ایک بلند چھت کی اور قسم ہے ایلئے ہوئے سمندر کی یقیناً آپ کے رب کا عذاب ضرور واقع ہو کر رہے گا جس کا کوئی ٹھکانہ والا نہیں اور یہ عذاب اس روز واقع ہوگا جس دن کہ آسمان ٹھہرے گا اور زمین کے ساتھ اور مٹ جائیں گے پہاڑ اپنی جگہ سے حرکت کرتے ہوئے پس ہلاکت و بربادی ہے ان لوگوں کے واسطے جو جھٹلانے والے ہیں اس عذاب خداوندی ۔ روز قیامت ۔ حساب و کتاب اور جر و سزا کو جو اپنی اسی بیہودگی میں منہمک ہو و لعب میں پڑے ہوئے ہیں اور باوجود ان حقائق اور دلائل کے نہ انکو خدا پر یقین آتا ہے اور نہ وہ خدا کی باتوں کو مانتے ہیں ۔ انسانی عقل اور فطرت سے یہ بات بہت بعید ہے کہ اس طرح ان حقائق و دلائل سے غفلت و چشم پوشی کرتے یہ بد نصیب اپنی بدنیتی کے باعث اسی غضب میں پڑے رہیں گے یہاں تک کہ وہ دن آجائے جب کہ انکو دھکے دے دیجے جہنم کی آگ کی طرف دھکیلا جا رہا ہوگا اس وقت کہا جائے گا یہی ہے وہ جہنم جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے ۔ اب بتاؤ کیا یہ جادو ہے جیسا کہ تم دنیاوی زندگی میں

ان باتوں کو گھڑیا کرتے تھے یا یہ کہ اب بھی تمکو نظر نہیں آ رہا ہے۔
 اب بھی بناؤ کیا تمہیں یہ عذاب جہنم نظر آ رہا ہے یا نہیں اگر ہمت سے تو اب انکار کرو اچھا اب اس
 میں داخل ہو جاؤ پھر تم صبر کرو یا نہ کرو برابر ہے تم پر دونوں نہ تو تمہارے دادیلا سے جہنم سے چھٹکارا مل سکے
 گا اور نہ ہی یہ ہوگا کہ اگر تم سکوت اختیار کرو تو تم پر کچھ رحم کر دیا جائے نہیں بلکہ عذاب جہنم ہر طرح برقرار
 رہے گا اصل بات یہ ہے کہ تمکو بدلہ اسی چیز کا دیا جائے گا جو تم کیا کرتے تھے تم دنیا کی زندگی میں اپنے ہوش و حواس
 اور اپنے کسب و اختیار سے کفر کرتے رہے جو اللہ کی سب سے بڑی معصیت ہے اور کبھی تم کو اس کا احساس نہ ہوا
 کہ اب بہت ہو چکا اس بغاوت و نافرمانی کو چھوڑ دیا جائے تو جب تم دنیا میں کبھی کفر سے باز نہ آتے اور اللہ
 کی بغاوت و معصیت کو نہ چھوڑا تو پھر اب اسکی سزا بھی یہی ہے کہ بس تم ہمیشہ عذاب جہنم میں رہو جس طرح
 کہ ہمیشہ کفر کیا اسکی سزا بھی دوام و ہمیشگی کی صورت میں ہوگی اس وجہ سے کہ وہ دادیلا سے بھی کوئی کام نہ چلے گا اور
 سکوت و خاموشی بھی کوئی معید نہ ہوگی۔

کلمات قسم اور جواب قسم میں ربط و مناسبت

اس موقع پر حق تعالیٰ نے ایک عظیم الشان مضمون یعنی اِنَّ عَذَابَ ذٰلِكَ لَوَاقِعٌ کہ اے مخاطب
 تیرے رب کا عذاب یقیناً واقع ہونے والا ہے اور قیامت ضرور آئے گی حساب اور جہاد و سزا کا مرحلہ انسان
 سے مل نہیں سکتا تو اس مضمون کی اہمیت کے پیش نظر اس خبر اور بیان کیلئے پانچ عظیم الشان چیزوں
 یعنی کوہ طور، کتاب مسطور، بیت معمور، سقف سمور و اور بحر سمور کی قسم کھاتی کہ ان عظیم الشان مخلوقات کی
 عظمت کا مخاطب اپنے ذہن میں استحضار کرتے ہوئے آئندہ بیان کی جانے والی خبر پر نہ جھرت کرے نہ
 اس میں تردد کرے بلکہ بلا جھجک اور تامل اس پر ایمان لائے یہ دیکھتے ہوئے کہ جس خدا نے اس عظیم الشان
 اور فکر انسانی کی ہر دراز سے بڑھ کر چیزوں کو پیدا کر دیا وہ قادر مطلق قیامت اور حشر و نشر پر بلاشبہ قادر ہے
 پھر چونکہ قیامت جزا و سزا کا دن ہے جس کا دار و مدار ایمان و کفر سعادت و شقاوت اور حیات انسانی کے
 خیر و شر میں مضمر ہے اس وجہ سے قسموں میں پہلے کوہ طور کی قسم کھاتی جو وادی مقدس اور وہ جگہ ہے جہاں حق
 تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مناجات فرمائی اِنکو اس خطاب و نواز سے سرفراز فرمایا اِیْمُوْسٰی
 اِنِّیْۤ اَنَا اللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اَنَا فَاعْبُدْنِیْ وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ اِنَّ السَّاعَۃَ اِتٰیۤکَ اُحْشِیْہَا لِنُجْزِیْ کُلَّ نَفْسٍۭ بِمَا کَسَبَتْ۔ یہ وہی مبارک جگہ ہے جس میں وایح تو رات عطا کی گئی جس میں
 ہدایت کے علوم تھے یہ وہ جگہ ہے جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے وَاکُنْتُ لَنَا فِیْ ہٰذِہِ النَّبَیِّۃِ حَسَنَۃً
 کی درخواست کی تو جواب دیا اِیَّا فَسَا کُتِبَہَا لِلَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ وِلْیُوْلُوْنَ الزَّکٰوۃَ وَ لِلَّذِیْنَ ہُمْ بِاٰیٰتِنَا
 یُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ یَسْمَعُوْنَ الرَّسُوْلَ الَّذِیْ یُحْذِرُہُمْ مِّنْ مَّا کُنُوْا عِندَہُمْ فِی السَّاعَۃِ

والْإِنجِيلِ۔ اور اس جواب میں یہ ظاہر فرمادیا گیا تھا کہ یہ رحمتِ عامہ اور حسنہ تمامہ تو میں نے اس نبی اُمّی آخر الزماں کے واسطے لکھ دی اور طے کر دی ہے جسکو اہل کتاب تو رت و انجیل میں لکھا ہوا پائیں گے جس نبی اُمّی کی یہ پریشان ہوگی۔

پھر دوسری قسم کتاب مسطور کی کھائی کتاب مسطور کی تفسیر میں بعض ائمہ مفسرین انسان کا نامہ اعمال لیتے ہیں اور ہر انسان کی زندگی کا عمل ایک کھلے ورق کی صورت میں موجود ہوگا۔ درودہ اسکی گردن میں لٹکا ہوگا جیسے کہ ارشاد ہے وَكُلُّ رَاسٍ اَنْزَمَاةٌ ظَاهِرَةٌ فِيْ حُسْنِهِ وَخَيْرٌ لِّهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كِتَابًا يَنْفَقُهُ مَشْهُوْرًا۔ جسکے متعلق ہر انسان کو مبعوث ہونے پر حکم ہوگا کہ اِقْرَأْ كِتَابَكَ كُنْ يَسْعَاةً اَبْنَةً مِّمَّنْ يَكْتُمُ حَسْبُكَ۔ یا بعض کی رائے کے مطابق کتاب مسطور قرآن کریم ہے جو ایک کھلے ورق کی طرح واضح اور روشن ہے یا بقول بعض کتاب مسطور لوح محفوظ ہے۔

تیسری قسم بیت معمور جو کہ ساتویں آسمان پر ملائکہ کے لئے کعبہ ہے اور عرش الہی کے محاذات میں ہے اور اسکے محاذات میں زمین پر طائفہ کعبہ قائم ہے جو تھقی قسم معفی مرفوع یعنی آسمان کی ہے کہ آسمان اور آسمان پر نظر آنے والے ستارے، چاند، سورج۔ جو ایسی عظیم الشان مخلوقات ہیں کہ سارے عالم کی عقیں ان چیزوں کی عظمت کے سامنے حیران اور مبہوت ہیں پانچویں قسم بحر سجود یعنی ابلتے ہوئے اور طوفانی تھیر چلے اور موجوں سے اٹھتے ہوئے سمندر کی ہے ان قسموں کے ساتھ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ کا ربط اور مناسبت واضح ہے کہ قیامت کی اصل وجہ مجازات اور اعمال کا بدلہ ہے اور ظاہر ہے کہ مجازات میں احکام ہدایت و شریعت اصل ہیں جنکی بحیثیت مکان اور فعل کے نسبت طور کی طرف ہے اور وہ سامان ہدایت دہی الہی قرآن حکیم یا لوح محفوظ سے انسانی حیات کے لئے ہادی و رہنما ہے اور ان پر عمل محفوظ رہے والا

مع بعض مفسرین کا یہ خیال ہے کہ یہ سمندر قیامت کے روز آگ بنا دیا جائے گا اس آیت کے پیش نظر
 وَإِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ یعنی جب کہ سمندر دھسکائے جائیں گے ریح بن انس سے منقول ہے کہ یہ بحر مسجور آماوا
 سے اور بر عرش الہی کے نیچے ہے۔

علاء بن بدّو فرماتے تھے کہ بحرِ سمندر کو اس وجہ سے بھی کہا جاتا ہے کہ اس کا پانی نہ پیا جاسکتا ہے اور نہ اس سے کھیتی ہو سکتی ہے حضرت علیؓ اور ابن عباسؓ کی تفاسیر میں بھی یہی نقل کیا گیا حضرت ابن عباسؓ کے دوسرے ایک قول میں یہ نقل کیا گیا کہ سمندر کے معنی معکوف یعنی روکا گیا کے ہیں اور اسکی تائید عمر بن الخطابؓ کی اس حدیث سے ہوتی ہے جسکو امام احمد بن حنبلؒ نے نقل کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کوئی رات ایسی نہیں ہوتی کہ سمندر تین مرتبہ اپنی گردن بلند کر کے اللہ رب العزت سے پھیں جانے کی اجازت نہ طلب کرتا ہو لیکن اللہ تعالیٰ اسکو رد کرتا ہے اور اپنی حد سے تجاوز کرنے کی اجازت نہیں دیتا (رواہ احمد ابن حنبلؒ فی المسند بحوالہ ابن کثیر)

نامہ اعمال ہے جو کھلے درق کی مانند ظاہر و روشن ہے اور جزاء و سزا کا مدار عبادت و طاعت اور ترک طاعت پر ہے جس کا مرکز آسمانوں پر ہیست معمر اور زمین پر کعبۃ اللہ ہے اور اعمال صالحہ و مسیئہ کی جزاء پھر جنت و جہنم ہے جو عالم سنوت میں ہے اور جنت و جہنم کی وسعت و عظمت کو انسان ستاروں اور چاند و سورج کی عظمت کے متبادر سے بخوبی سمجھ سکتا ہے اور سمندر کی موجوں کو دیکھ کر انسان جہنم کی آگ کے تھولوں اور موجوں کو پہچان سکتا ہے تو اس طرح ان قسموں کی اصل معنوں قیامت اور مجازات سے لطیف مناسبت سمجھ جاسکتی ہے۔

بعض روایات کی روش سے یہ بھی جاسکتا ہے کہ جہنم کی سزا کو قیامت پر پاہوسنے پر جہنم کی آگ اور اسکی موجیں بنا دیا جلتے جس خدا نے یہ سمندر پانی کے بنائے وہی خدا اس پانی کو آگ بھی بنا سکتا ہے۔ حافظ ابن ابی الدنیاء نے ایک روایت بیان کی ہے کہ ایک رات عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ کی آبادیوں کسی طرف گشت فرما رہے تھے (جیسا کہ ان کا اکثر معمول تھا کہ راتوں کو گشت کر کے معلوم کریں کہ لوگ کس حال میں زندگی گزار رہے ہیں) تو ایک شخص کے مکان کے سامنے سے جب گزرے تو وہ شخص تہجد میں قرآن شریف کی تلاوت کر رہا تھا تو ٹھہر گئے اور سننے لگے تو اس شخص نے سورۃ واطور پڑھی پیسے ہی سے اسکی تلاوت و قرأت اور تہجد کے آثار و انوار سے طبیعت پر ایک خاص اثر اور کیفیت طاری تھی کہ مزید اسکی ہر سوز آواز سے جب یہ سننا اِنَّا عَذَابُكَ ذَرْبُكَ لَوَاقِعٌ تو یک چبچ علی اور فرما ہم سے اب کعبہ کی اور ایسا معلوم ہوا کہ کمر ٹوٹ گئی۔ سواری سے اترے دیوار کی ٹیک لگا کر دیر تک بیٹھے رہے اور پھر گھر لوٹے اس وقت کی رقت اور طبعی تاثر نے بیمار کر ڈالا ایک ماہ مریض کی طرح صاحب فراش رہے لوگ عبادت کیسے کرتے مگر کسی کو حقیقت معلوم نہ ہوتی کہ کیا مرض ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہ (تفسیر ابن کثیر)

إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّةٍ وَ

جو ڈر والے ہیں، باغوں میں ہیں اور

نَعِيمٌ ۱۷ فَاكِهِينَ بِمَا آتَاهُمْ رَبُّهُمْ وَوَقَّهُمْ رَبُّهُمْ

نعمت میں میوے کھاتے جو دیتے ان کے رہنے اور بچایا انکے رب نے

عَذَابَ الْجَحِيمِ ۱۸ كُلُوا وَاشْرَبُوا هَنِيئًا بِمَا كُنْتُمْ

دوزخ کی مار سے کھاؤ اور پیو ریح سے ہلکا اسکا جو

تَعْمَلُونَ ۱۹ مُتَكِينِينَ عَلَىٰ سُرُرٍ مَّصْفُوفَةٍ وَزَوَّجْنَاهُمْ

کرتے تھے لگے بیٹھے تختوں پر برابر پہلے قطار اور بیاہ دیں ہم نے

بُحُورِ عَيْنٍ ۲۱ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِإِيمَانٍ

انگو گوریاں، بڑی آنکھوں والیاں اور جو یقین لئے اور ان کی راہ چلی انکی اولاد ایمان سے

الْحَقَّقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَا آتَيْنَاهُمْ مِنْ عَمَلِهِمْ مِنْ شَيْءٍ

بیہجا دیا ہم نے ان تک انکی اولاد کو اور دکھایا نہیں ان سے ان کا کیا کچھ

كُلُّ امْرَأٍ يَمَّا كَسَبَ رَهِيْنٌ ۲۲ وَامْدَدْنَاهُمْ بِفَاكِهَةٍ

ہر آدمی اپنی کمائی میں پھنسا ہے اور ریں لگا دیئے ہم نے عکوبے

وَلَحْمٍ مِّمَّا يَشْتَهُونَ ۲۳ يَتَنَازَعُونَ فِيهَا كَأْسًا لَا لَغْوٌ

اور گوشت جس چیز کا جی چاہے جھپٹتے ہیں وہاں پیالہ نہ بکنا ہے

فِيهَا وَلَا تَأْتِيهِمْ ۲۴ وَيَطُوفُ عَلَيْهِمْ غِلْمَانٌ لَهُمْ

اس شراب میں رنگہ میں ڈالنا اور پھرتے ہیں انکے پاس پھوکرے ان کے

كَانَهُمْ لَوْلَوْ مَكْنُونٌ ۲۵ وَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ

گویا وہ موتی میں علاف میں دھرے اور منہ کیا ایکوں نے دوسروں کی طرف

يَتَسَاءَلُونَ ۲۶ قَالُوا إِنَّا كُنَّا قَبْلُ فِي أَهْلِنَا مُشْفِقِينَ ۲۷

آپس میں پوچھتے نہ بولے ہم بھی تھے اپنے گھر میں ڈرتے بستے

فَمَنْ اللَّهُ عَلَيْنَا وَقَدْ نَعْلَمُ أَنَّ السَّمُومَ ۲۸ إِنَّا كُنَّا

پھر احسان کیا اللہ نے ہم پر اور بچایا ہم کو لودوں کے عذاب سے ہم آگے سے

مِنْ قَبْلُ نَدْعُوهُ إِنَّهُ هُوَ

پکارتے تھے اس کو بے شک وہی

الْبَرُّ الرَّحِيمُ ۲۹

جسے نیک سلوک رحم والا



وعدۃ نعام واکرام برائے اہل ایمان وایقان

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى - إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّاتٍ وَعُيُونٍ... إلخ... إِنَّ لَهُ هُوَ الْبَرُّ الرَّحِيمُ (ربہ) گزشتہ آیات میں قدرتِ خداوندی کے عظیم مناظر اور شواہد کو بیان کرتے ہوئے مجربین و منکرین کو عذابِ آخرت سے متنبہ کیا تھا اور ان پر وعید اور عذاب کی حدت کا ذکر تھا اب ان آیات میں مجربین و منکرین کے بالمقابل متقین و مطیعین پر نعماتِ خداوندی کا ذکر ہے اور یہ کہ ان کا رب احامین کے یہاں کس قدر عزاد و اکرام ہو گا۔ ارشاد فرمایا

لے شک تقویٰ والے لوگ بہشت کے باغات میں ہوں گے اور ہر طرح سمان عیش و راحت میں لطف اندوز اور مسرور ہوتے ہوں گے اس عیش و راحت کے سامان سے جو ان کے رب نے انکو دیا اور اس پر کرائے پر درگاہ نے انکو جہنم کے عذاب سے بچایا عذابِ خداوندی سے نجات اور جنت کی تمام نعمتوں اور کرامتوں کے ساتھ اہل تقویٰ اور ایمان والوں کو کہا جاتا ہو گا۔ کھاد بیو خوب مزے سے جتنا چاہو ان اعمال کی وجہ سے جو تم دنیا میں کرتے تھے ان جملہ نعمات اور عزت و اکرام کے ساتھ سکون و آسائش کا یہ عالم ہو گا۔ نیکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے ایسی مسندوں پر اتھتوں پر جو ترتیب سے بچھے ہوں گے اور اس لیے کہ انسان اپنی فطری اور طبعی تقاضوں کے باعث کسی سونے کا بھی خواہاں ہوتا ہے تو ہم انکو بیاہ دیں گے ایسی خوردوں کے ساتھ جو کشادہ چشم ہوں گی اہل ایمان اور اہل تقویٰ کی عزت و اکرام کا تو یہ عالم ہو گا کہ جو لوگ ایمان لائے اور انکی اولاد ایمان کے ساتھ انکی پیروی کرے والی ہوئی تو اگرچہ انکی اولاد ان کے درجہ کی نہ ہوگی اور انکی اعمال اپنے بزرگوں کے جیسے اعمال نہ ہوں۔ مگر اس وجہ سے کہ وہ بھی ایمان لائے انکے ماں باپ کی خوشنودی کے لیے ہم ان کو بھی انہی کے ساتھ کر دیں گے تاکہ ان بزرگوں کو اپنی اولاد کی سعادت اور سرافقت سے مزید خوشی حاصل ہو اور ہم ان اہل جنت کے عمل میں سے کچھ کم نہیں کریں گے اس طریقہ سے کہ انکی نیکیاں کچھ انکے نامہ سے گھٹا کر انکی اولاد کے حساب میں جمع کر دیں اور اس طرح دونوں کے درجے برابر کر دیتے جائیں۔ بلکہ اولاد کو انکے استحقاق سے بڑھا کر ان کے ماں باپ کے برابر کر دیا جائے گا ہر شخص اپنے اعمال کے دائرہ میں گھرا ہوا ہے ایسے یہ نہیں ہو سکتا کہ کسی کا عمل گھٹا کر ضائع کر دیا جائے خواہ عمل خیر ہو خواہ عمل شر ہو فَعَمَلُكَ هُنْتَقَالٌ ذَرِّفْ حَبْرًا بَرِّفًا وَمَنْ يَفْعَلْ هُنْتَقَالٌ ذَرِّفْ مَسْخَرًا یُؤْخَذُ اور ارضاء کریں گے ہم اہل جنت کی نعمتوں میں ہر قسم کے پھل اور گوشت سے جو انکو مرغوب ہو جو انکی اصل غذا سے زائد ہو گا اور اہل جنت اللہ رب العزت کے نعمات اور دہاں کی راحتوں سے اس قدر مسرور ہوں گے کہ لطف اندوز ہونے کے لیے ایک دوسرے سے شرابِ طہور کے جام کی پھینکا چھٹی کرتے ہوں گے جس میں نہ کوئی لغو اور بے ہودہ بات ہوگی اور دگاہ کی جیسے دنیا کی شراب میں برست لوگ بے ہودہ بکواس اور مصیبت دگاہ کے کام کرتے ہیں جنت کی

شراب ٹھہرا ان سے بھر دیا اور گندے تر سے پاک صاف ہوگی اس کا نام شراب ہوگا لیکن لطافت و طہارت میں وہ ایسی خوردہاں ہوگی کہ لَا مِثْلَهَا عَوَّلٌ وَلَا هُمْ عَنْهَا يُشْرَفُونَ اور گشت کرتے ہوں گے ان کے سامنے خدمت کے لیے اور نواکہ وغیرہ لانے کے لیے ایسے لڑکے جو خاص انہی کے واسطے ہوں گے گویا وہ محفوظ رکھے ہوئے موتی ہیں اپنی لطافت اور چمک میں ایسا محسوس ہوتا ہوگا یہ بند جگہ میں محفوظ رکھے ہوئے وہ موتی ہیں کہ جن پر نگرد عمار پڑا اور نہ ہی باہر کی ہوا یا دھوپ نے انکی رونق۔ آب و تاب اور چمک میں کوئی تغیر و تبدل پیدا کیا اور وہ اہل جنت غایت فرح و نشاط میں ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے پوچھتے ہوں گے اور جب ہر ایک دوسرے کو اپنے انعامات اور راحتوں سے مطلع کرے گا تو کہیں گے بے شک ہم تو اس سے پہلے دنیوی زندگی میں اپنے گھر میں رہتے ہوئے ڈرا کرتے تھے کہ نامعلوم ہمارا انجام کیا ہوگا اور ہم پر کیا گزرے گی لیکن اللہ نے ہم پر بڑا ہی احسان کیا اور ہم کو جہنم کے عذاب سے بچا یا جس کا ہم کو ڈر تھا اور اپنی کوتاہیوں کے باعث خیال ہی کرتے تھے کہ نہ معلوم کس کس قسم کا عذاب اور گرفت ہمارے اعمال پر ہوا دل تو یہی بڑا انعام تھا کہ اس نے عذاب سے بچا یا لیکن اس کی نعمتوں کا کیا ٹھکانا کہ اس نے توجہ کی راحتوں سے بھی نواز دیا بے شک ہم اس سے پہلے بھی اسکو بکارا کرتے تھے اور دعا کرتے تھے کہ اے اللہ عذاب جہنم سے بچا اور معفرت سے سرفراز دے اور اس نے ہماری دعائیں قبول کیں واقعی وہ تو بڑا ہی محسن اور مہربان ہے۔

مشرق سے منقول ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک روز یہ آیت قَسَمَ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَوَقَّانَا عَذَابَ السَّمُومِ الخ۔ تلاوت کی اور پھر اسی طرح دعا تہ کھات فرمائی لگیں اے اللہ تو ہم پر احسان فرما اور ہم کو دہکتی ہوئی دوزخ کے عذاب سے بچا دے۔

فَذَكِّرْ فَمَا أَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَلَا مَجْنُونٍ ۝۲۹

اب تو سمجھا کہ تو اپنے رب کے فضل سے پرہیز والا نہیں نہ دیوانہ

أَمْ يَقُولُونَ شَاعِرٌ نَّتَرَبَّصُ بِهِ رَيْبَ الْمُنُونِ ۝۳۰ قُلْ

کیا کہتے ہیں؟ یہ شاعر ہے ہم راہ دیکھتے ہیں اس پر گردش زمانے کی تو کہہ

تَرَبَّصُوا فَإِنِّي مَعَكُمْ مِنَ الْمُرَبِّصِينَ ۝۳۱ أَمْ تَأْمُرُهُمْ

تم راہ دیکھو کہ میں بھی تمہارے ساتھ راہ دیکھتا ہوں کیا ان کی عیبیں

أَحْلَامُهُمْ بِهَذَا أَمْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُونَ ﴿٣٢﴾ أَمْ يَقُولُونَ

یہی سکھاتی ہیں ان کو، یادہ لوگ شرارت پر ہیں ؟ یا کہتے ہیں کہ یہ

تَقُولَهُ بَلْ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿٣٣﴾ فَلْيَأْتُوا بِحَدِيثٍ مِّثْلِهِ

بات بنا لایا ؟ کوئی نہیں پراکھوتیقین نہیں پھر چاہیے لے آویں کوئی بات اسی طرح کی

إِنْ كَانُوا صِدِّقِينَ ﴿٣٤﴾ أَمْ خُلِقُوا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ أَمْ

اگر وہ سچے ہیں کیا وہ بن گئے ہیں آپ ہی آپ یا وہی

هُمْ الْخَالِقُونَ ﴿٣٥﴾ أَمْ خُلِقُوا السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ

میں بنانے والے یا انہوں نے بنائے آسمان اور زمین

بَلْ لَا يُوقِنُونَ ﴿٣٦﴾ أَمْ عِنْدَهُمْ خَزَائِنُ رَبِّكَ أَمْ هُمْ

کوئی نہیں پراکھوتیقین نہیں کرتے کیا ان کے پاس ہیں خزانے رب کے یا وہی

الْمُصِيطِرُونَ ﴿٣٧﴾ أَمْ لَهُمْ سُلَّمٌ يَسْتَعِينُونَ فِيهِ فَلْيَأْتِ

داروغے ہیں کیا اُن کے پاس کوئی سیڑھی ہے جس پر اُن آتے ہیں تو لے آوے

مُسْتَعِينَهُمْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِينٍ ﴿٣٨﴾ أَمْ لَهُ الْبَنَاتُ وَلَكُمُ

جو سستا ہے ان میں ایک سند کھلی ؟ کیا اسکے ہاں بیٹیاں اور تمہارے

الْبَنُونَ ﴿٣٩﴾ أَمْ تَسْأَلُهُمْ أَجْرًا فَهُمْ مِنْ مَّغْرَمٍ مُثْقَلُونَ ﴿٤٠﴾

ہاں بیٹے کیا تو مانگتا ہے اُن سے کچھ نیک سوان پر چٹی کا بوجھ ہے

أَمْ عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُبُونَ ﴿٤١﴾ أَمْ يُرِيدُونَ كَيْدًا

کیا ان کو خبر ہے بھید کی ؟ سودہ کھ رکھتے ہیں کیا چاہتے ہیں کچھ داؤ کرنا

فَالَّذِينَ كَفَرُوا هُمُ الْمَكِيدُونَ ﴿٤٢﴾ أَمْ لَهُمْ إِلٰهٌ غَيْرُ اللَّهِ

سو جو منکر ہیں وہی کہتے ہیں داؤ میں کیا ان کا کوئی حاکم ہے اللہ کے سوا

سُبْحَنَ اللَّهِ عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿۳۳﴾ وَإِنْ يَرَوْا كِسْفًا مِّنَ السَّمَاءِ

وہ اللہ زالا ہے انکے نزدیک بتانے سے اور اگر دیکھیں ایک ننختہ آسمان سے

سَاقِطًا يَقُولُوا سَحَابٌ مَّرْكُومٌ ﴿۳۴﴾ فَذَرَهُمْ حَتَّىٰ يُلَاقُوا

گرتا، کہیں یہ بدلی ہے گاڑھی سو تو چھوڑ دے انکو جب تک میں

يَوْمَهُمُ الَّذِي فِيهِ يَصْعَقُونَ ﴿۳۵﴾ يَوْمَ لَا يُغْنِي عَنْهُمْ

اپنے دن سے جس میں ان پر کڑا کاہرے گا جس دن کام نہ آدے گا انکو

كَيْدُهُمْ شَيْئًا وَلَا هُمْ يَنْصَرُونَ ﴿۳۶﴾ وَإِنَّ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا

ان کا دھوکہ اور نہ ان کو مدد پہنچے گی اور ان گناہگاروں کو ایک مار ہے

عَذَابًا دُونَ ذَلِكَ وَلَكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿۳۷﴾ وَاصْبِرْ

اس سے دوسے پر وہ بہت لوگ نہیں جانتے اور تو ٹھہرا

لِحُكْمِ رَبِّكَ فَإِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِينَ

وہ منتظر اپنے رب کے حکم کا کہ تو ہماری آنکھوں کے سامنے ہے اور پاکی بول اپنے رب کی خوبیاں

تَقُومُ ﴿۳۸﴾ وَمِنَ اللَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَإِدْبَارَ النُّجُومِ ﴿۳۹﴾

جو وقت تو اٹھتا ہے اور کچھ رات میں بول اسکی پاکی، اور بیٹھ دیتے وقت تاروں کے

زجر و توبخ مجرمین از عذاب خداوندی و حمایت ایزدی بہ تسبیح

و حمد رب العالمین

قال الله تعالى- فَذَكَرْ فَمَا أَنْتَ بِغَفَّتِ رَبِّكَ إِلَى وَرَبِّكَ النُّجُومِ

در ربط ماقبل آیات سورہ الطور میں دو گروہوں کا ذکر فرمایا گیا ایک گروہ مجرمین کا اور دوسرا مطیعین کا اور احوال متعلقہ بھی ذکر کر دیئے گئے تو اس کے بعد یہ مناسب ہوا کہ اہل عناد و اسکار کو زجر و توبخ عذاب خداوندی

سنا جاے کیونکہ انسانی طبائع کا خاصہ ہے کہ برے افعال و اعمال کے نتائج بد سن کر متاثر ہوتے ہیں پھر اس حالت تاثر میں گرا اسکو مزید تنبیہ و تضرع کیا جائے تو وہ ان برے اعمال سے باز آنے کا قصد کر لیتا ہے تو اسی لحاظ سے ب ان آیات میں ان منکرین کا رد بھی کیا جا رہا ہے اور ساتھ ہی آنحضرت صلی علیہ وسلم کو تسلی بھی دی جا رہی ہے کہ اگر منکرین آپ کا مقابلہ کریں کوئی بے ہودہ اور فخریہ طریقہ اختیار کریں تو آپ اس پر رنجیدہ نہ ہوں آپ ایسی باتوں پر صبر کریں آپ ہماری حمایت و نگرانی میں ہیں اور خداوندِ عالم کی حمد و ثناء اور اسکی پاکی بیان کرتے رہتے قلب کی قوت و بہمت کا بھی سامان ہے اور اللہ کی حمایت و نصرت کا بھی ذریعہ ہے تو ارشاد فرمایا۔

یہ آپ تو ان معاندین کو جو ابھی تک آپ کی طرف رخ نہیں کر رہے ہیں سمجھاتے رہتے خواہ یہ آپ کو کچھ بھی کہیں ہر حال آپ اپنے رب کے فضل سے نہ تو کاہن ہیں اور نہ جنوں جیسا کہ یہ مشرکین منکر کہتے ہیں اور ظاہر ہے کہ ایسے پیغمبر خدا کو جس کی زبان حکمت و ترجمان سے ایک ایک لفظ حکمت و معرفت اور انسانی رشد و ہدایت کا جاری ہوتا ہے اسکو جنوں کہنا خود کہنے والے کے دیوانہ ہونے کی دلیل ہے جسکو خود ان مشرکین کے سنجیدہ لوگ بھی قبول نہ کرتے تو یہ کہنا شروع کر دیتے کہ یہ شاعر ہیں جسکو حق تعالیٰ فرما رہے ہیں اچھا کیا یہ لوگ آپ کی نسبت یہ کہہ رہے ہیں کہ یہ شاعر ہیں جن کے متعلق ہم موت کے حادثہ کا انتظار کر رہے ہیں کہ جس طرح اور بھی دنیا میں شاعر آتے اور اپنی زندگی گزر کر مر گئے اسی طرح آپ کے بارہ میں بھی کہہ رہے ہیں آپ کہہ دیجیئے اچھا تم لوگ انتظار کرتے رہو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتا ہوں کہ تمہارے اس انکار و کفر کا انجام بد کب تم پر آئے گا اور اس وقت تم اپنی آنکھوں سے دیکھ لو گے کہ میں جو کچھ کہتا تھا وہ حق ہے اور وہی اللہ کا دین ہے اور یہ کہ اللہ ہی کے دین کا غلبہ اور کامیابی ہو کر رہتی ہے خواہ اس کا کتنا ہی مقابلہ کیا جائے۔

ایسی خلافِ فطرت اور خلافِ عقل باتیں یہ منکرین کیسے کر رہے ہیں بڑے ہی تعجب کی بات سے جس کو کوئی صاحب عقل قبول نہیں کر سکتا تو کیا انکی عقلیں انکو ان باتوں کا حکم کر رہی ہیں؟ ظاہر ہے کہ عقل انسانی ایسی لغو بات کا تصور بھی نہیں کر سکتی یا یہ کہ یہ سرکش لوگ ہیں اور یہی فیصلہ ہے کہ یہ بات محض عناد اور سرکشی کی وجہ سے ہے عقل تو ایسی بات کسی کو نہیں سمجھا سکتی بلکہ اس سے بھی بڑھ کر یہ لوگ کہہ رہے ہیں کہ یہ قرآن خود آپ نے بنایا ہے حقیقت یہ ہے کہ یہ بات منکرین خود سمجھ رہے ہیں کہ ہم غلط کہہ رہے ہیں اور انکو اس بارہ میں ذرہ برابر بھی شک نہیں کہ یہ کسی بشر کا کلام نہیں ہو سکتا تو یہ باتیں ان مشرکین کا کہنا اس بنا پر نہیں کہ وہ کسی نتیجہ اور حقیقت تک نہیں پہنچے بلکہ ان کا مقصد تو یہ بھی ہے کہ وہ ایمان نہیں لاتے تو آخر انکار کی ایسے لوگوں کے پاس کیا دلیل ہے اور کسی دوسرے وہ قرآن کریم کے کلام الہی ہونے کا انکار کر رہے ہیں اگر وہ اس پر ہی اصرار کرتے ہیں کہ یہ دجی الہی اور کلام ربانی نہیں بلکہ آپ نے ہی گھڑ لیا ہے تو پھر چاہیے کہ یہ لوگ اسی جیسا کوئی کلام بنا کر لے آئیں

اگر یہ سچے ہیں یہ لوگ بھی عربی در بڑے فصیح و بلیغ قادر الکلام اور مایہ ناز شاعر ہیں انکو عربی کلام مقابلہ میں پیش کر دینے میں کیا رکاوٹ ہے جب کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ تو کسی معلم سے کچھ سیکھا اور نہ پڑھا۔ اور نہ سخن گوئی میں اس سے پہلے عرب قوم میں انکا کوئی مقام دیکھا گیا۔

اگر یہ منکرین ان دلائل سے بھی قرآن کو کلام الہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت اور خدا کی وحدانیت تسلیم کرنے کو تیار نہیں اور خالق کائنات کی خالقیت پر ایمان نہیں لائے تو پھر بتائیں کیا یہ لوگ خود بخود بغیر کسی خالق کے پیدا کر دیئے گئے ہیں یا یہ کہ انھوں نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے اور اس طرح خود اپنے آپ کو گویا صفت خالقیت میں شریک قرار دیا اور اس وجہ سے خدا کی وحدانیت کو نہیں تسلیم کرتے حالانکہ انکی فطرت میں خدا کی خالقیت کا تصور پوری طرح موجود ہے اور دلائل و ثبوت بھی اس امر کے متقصد ہیں کہ خدا کی خالقیت اور وحدانیت پر یقین کیا جائے اسوس یہ لوگ ایمان تو کیا لاتے بلکہ یقین ہی نہیں کرتے کیونکہ اگر صحیح معنی میں یقین حاصل ہوتا تو اسکو قبول کرتا اور نہ اتنے اے ہمارے پیغمبر کیا انکے پاس آپ کے رب کی رحمت کے خزانے ہیں اور خزانہ رحمت میں نبوت و رسالت بھی ہے کہ جسکو یہ چاہیں نبوت و رسالت دیں بارہ کہ یہ لوگ حکمران ہیں کہ ان کا حکم چلے اور جسکو یہ لوگ رسول بنانے کی اجازت دیں اسکو رسول بنایا جائے پھر اگر کون آپ کی نبوت کا انکار کرتے ہیں بہر حال کوئی عقلی دلیل تو ان کے پاس ایسی نہیں کہ جسکی بنا پر یہ لوگ رسالت محمدیہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا انکار کر سکیں تو کیا انکے پاس کوئی ایسی بیڑھی ہے کہ اس پر چڑھ کر آسمان کی باتیں سن لیں اور اس طرح دعویٰ کر سکیں کہ ایک نقلی دلیل اور آسمانی وحی ہمارے پاس آئی ہے جس سے ظاہر ہوا کہ یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رسول بنا کر نہیں بھیجے گئے ہیں اگر کوئی ایسی جرأت کرتا ہے تو چاہئے کہ ان کا سننے والا کوئی واضح دلیل سے کر آئے اور ثابت کرے کہ یہ شخص رسول بنایا گیا ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم رسول خدا نہیں (لعیا ذالہ) اے مشرکین و منکرین ایسی بے دلیل اور لغو باتوں سے باز آ جاؤ جو کفر و عناد میں کرتے چلے جا رہے ہو۔ بتاؤ کیا اس (خدا خالق کائنات) کے لئے بیٹیاں ہیں اور تمہارے واسطے بیٹے ہیں الغرض دلائل سے خداوند عالم کی توحید اور اسے ہمارے پیغمبر آپ کی رسالت ثابت ہو چکی ہے پھر بھی یہ لوگ آخر آپ کی نبوت پر ایمان کیوں نہیں لاتے کیا آپ ان سے کوئی معاذ حقہ طلب کر رہے ہیں کہ وہ اس تلاوت کے بوجھ میں دبے ہوئے ہیں کہ انکو یہ روان گراں معلوم ہوتا ہو کیا انکے پاس غیب کا علم ہے کہ یہ اسکو لکھ رہے ہیں اور لکھ کر اپنے پاس محفوظ کر لیا ہے جسکے باعث وہ امور غیب اور وحی الہی سے ثابت شدہ باتوں کا انکار اور رد کر رہے ہیں بلکہ اصل بات یہ ہے کہ یہ لوگ رسول خدا کے ساتھ کچھ بات کر کے ارادہ رکھتے ہیں اور انکی خفی سازشیں ہی ظاہر کر رہی ہیں سو انکو سن لینا چاہیئے ہیں جو لوگ کفر کر رہے ہیں وہ خود ہی اس برائی کا شکار ہوں گے چنانچہ اس سازش کا انجام دیکھ لیا۔ بدر میں ذلیل و ناکام ہوئے اور مقتول قیدی بھی بنے ہر کیف یہ سب واقعات و حقائق اس بات کی دلیل ہیں کہ خداوند عالم یکتا ہے وہی وحدہ لا شریک لا قادر مطلق اور خالق کائنات ہے اگر اب بھی تسلیم نہیں تو بتائیں کیا ان کا کوئی اور معبود

ہے اللہ کے سوا؟ نہیں ہرگز نہیں پاکی ہے اللہ ربّ عزّت کی ذات کے لیے ان چیزوں سے جنکو یہ خدا کے ساتھ شریک کرتے ہیں اور منکریں کے پاس جب اور کوئی حمد نہ رہتی تو اس قسم کی بات کہنے لگتے کہ اچھا ہم آپ کی رسالت پر جب یقین کر دیں گے جب آسمان کا کوئی ٹکڑا توڑ کر ہمارے پاس لے آؤ تو اس کے بارہ میں ایسے دشمنان عقل کو ادل تو یہ جواب دیا جاتے کہ معجزات کی فرمائش بڑی ہی گستاخی ہے اور پھر یہ کہ اگر بالفرض فرمائش معجزہ ظاہر بھی کر دیا جاتے تو پھر اس پر ایمان نہ لانے کا انجام سولتے ہلاکت اور عذاب خداوندی سے تباہی کے کچھ نہیں اصل بات تو یہ ہے کہ اگر ان کا فرمائش معجزہ ظاہر بھی کر دیا جائے اور یہ لوگ آسمان کے ٹکڑے کو دیکھ بھی لیں تب بھی ایمان دلاتیں گے اور یہ کہہ دیں گے یہ تو ہمہ برہمہ جما ہوا ادل ہے تو اسے ہمارے پیغمبر آپ ان لوگوں کی اس قسم کی لغو باتوں سے غلگیں و متفکر ہوں ہوں ہوں انکو چھوڑ دیجئے اپنی اسی حالت پر یہاں تک کہ ان کو اپنے اس دن سے سابقہ پڑ جائے جس میں انکے ہوش و خواہ اڑ جائیں گے یہ وہ دن ہوگا جس میں نہ انکی کوئی تدبیر انکے کام آئے گی اور نہ ہی انکی مدد کی جاسکے گی اس وقت تو ہر کافر اور بدنحّت اپنی مصیبت میں گھرا ہوگا اور آخرت میں ان لوگوں پر یقیناً یہ مصیبت آئے گی ہی۔ لیکن ان ظالموں کے واسطے ایک بہت بڑا عذاب و آج ہوئے والا ہے اس دن کے عذاب سے پہلے چنانچہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جو شخص اپنے آپ کو قتل کیے گئے مگر افسوس اکثر لوگ ان میں سے جانتے نہیں ہیں کہ انتقام انہی کس قدر شدید چیز ہے اور انتصار انہی سے کس طرح اہل ایمان فائز و غالب ہو کر رہتے ہیں۔

تو اسے پیغمبرؐ آپ مبرا کیجئے اپنے رب کے فیصلہ کے لئے اور جو کچھ یہ لوگ سازشیں کر رہے ہیں ان سے برگز بھی پریشاں نہ ہوں کیونکہ آپ تو ہماری حفاظت میں ہیں پھر کس بات کا ڈر ہے اور اگر طبعی تاثرات سے دل پر کچھ ملال اور بوجھ ہو تو اپنے رب کی تسبیح و تحمید میں لگے رہیں جس وقت کہ آپ اٹھیں سو کر تہجد کے وقت با کسی مجلس سے اور رات کے کسی حصہ میں بھی اس کی پاکی و حمد کیا کیجئے مثلاً عشاء کا وقت اور ستاروں کے غروب ہونے کے بعد بھی جو کہ وقت فجر ہے ان اوقات میں نماز خدا کی حمد و ثناء اور تسبیح قلب کے بوجھ کو کم کر دے گی اور رجوع الی اللہ کی نعمت سے ایسی فرحت حاصل ہوگی کہ ان ظاہری احوال و واقعات سے دل پر واقع ہونے والا بوجھ اور غم بھی جاتا رہے گا۔

وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِينَ تَقُومُ كى تفسیر میں اکثر مفسرین تہجد کا وقت مراد لیتے ہیں جسے کہ حدیث عبادة بن الصامت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص رات کے درمیان کسی حقہ میں بیدار ہو اور یہ کلمات پڑھے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ پھر اسکے بعد یہ کہے رَبِّ اعْصِرْنِي يَا كَوْنِي یٰ اَعْمَارُ تو ضرور اسکی دعا قبول کی جائے گی مجاہدؒ نے

حِينَ لَقَوْهُمْ. سے مجلس سے اٹھنا مراد لیا ہے اور کلمات سُبْحَانَكَ اَللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَشْهَدُ اَنْ
لَا اِلَهَ اِلَّا اَنْتَ سَافِعُكَ وَاَتُوبُ اِلَيْكَ کو کفارۃ المجلس فرمایا گیا ہے
اِذْ بَارَ اسْجُودُمْ. کی تفسیر میں ابن عباسؓ سے خبر کی دو سنتیں بھی بیان کی گئی ہیں در حضرت عائشہ
رضی اللہ عنہا فرمایا کرتی تھیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان دو رکعتوں سے زیادہ کسی بھی
سنت یا نفل پر پابندی کرتے نہیں دیکھا۔

تعر تفسیر سورة والطور و بئله الحمد والمنه

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سُورَةُ النِّجْمِ

سورة النجم کی سورتوں میں سے ہے مکہ مکرمہ میں قبل از ہجرت اور بعد از معراج نازل ہوئی
اسکی باسٹھ آیات اور تین رکوع ہیں۔

اس سورة مبارکہ کا اصل مضمون اور موضوع خاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کا
اثبات ہے اور اس معراج کے خصوصی احوال کا ذکر اور ملکوت سموت کے عجائب کے بیان سے حضور
اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت شان ظاہر کرنی مقصود ہے اور اس ضمن میں یہ ثابت کرنا ہے کہ آپؐ
جو کچھ ارشاد فرماتے ہیں وہ اللہ کی وحی ہے اس وجہ سے قیامت، حشر و نشر اور جنت و جہنم پر ایمان
لانا چاہیئے اسی تفصیل کے مطابق جو وحی الہی اور زبان رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔

توحید خداوندی کا ذکر کرتے ہوئے شرک و بت پرستی کی تردید اور اس کا خلاف عقل و فطرت
انسانی ہونا ثابت فرمایا گیا اور ان بتوں کی حقیقت کھول کر رکھ دی گئی جن کی مشرکین مکہ پرستش کیا
کرتے تھے پھر قیامت کے روز عدل و انصاف اور جزا و اعمال کی تفصیل فرمائی گئی اور یہ کہ ہر انسان کی سعی اور
جد و جہد کا بدلہ اسکو ضرور مل کر رہتا ہے۔

اقتسام سورت پر عباد و شہود اور قوم نوح دلوڑ جیسی قوموں کی ہلاکت و تباہی کا ذکر کر کے بحرین و منکرین
کو تنبیہ کی گئی تاکہ وہ اس روئے سے باز آجائیں۔

﴿أَيَّاهَا ۖ﴾ ۵۲ = سُورَةُ النَّجْمِ مَكِّيَّةٌ = ۲۳ ﴿رُكُوعَاهَا ۳﴾

سورہ نجم مکہ میں نازل ہوئی اور اسکی باسٹھ آیتیں اور تین رکوع ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے، جو بڑا مہربان نہایت رحم والا

وَالنَّجْمِ إِذَا هَوَىٰ ۝۱ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوَىٰ ۝۲

قسم ہے تارے کی جب گرے بہکا نہیں تمہارا رفیق اور بے راہ نہیں چلا

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۝۳ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ ۝۴

اور نہیں بولتا اپنی چاڑ سے یہ تو حکم ہے جو پہنچتا ہے

عَلَّمَهُ شَدِيدُ الْقُوَىٰ ۝۵ ذُو مِرَّةٍ ۝۶ فَاسْتَوَىٰ ۝۷ وَهُوَ

اس کو سکھایا سخت قوتوں والے نے زور آورنے پھر سیدھا بیٹھا اور وہ تھا

بِالْأُفُقِ الْأَعْلَىٰ ۝۸ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلَّىٰ ۝۹ فَكَانَ قَابَ

اُونچے کنارے آسمان کے پھر نزدیک ہوا اور لٹک آیا پھر رہ گیا فرق

قَوْسَيْنِ ۝۱۰ أَوْ أَدْنَىٰ ۝۱۱ فَاَوْحَىٰ إِلَىٰ عَبْدِهِ مَا أَوْحَىٰ ۝۱۲ مَا

دو کمان کا میاں یا اس سے بھی نزدیک پھر حکم بھیجا اللہ نے اپنے بندے پر جو بھیجا بھوت

كَذَّبَ الْفُؤَادُ مَا رَأَىٰ ۝۱۳ أَفَتَمْرُونَهُ عَلَىٰ مَا يَرَىٰ ۝۱۴ وَ

دیکھا دل نے جو دیکھا اب تم کیا اس سے جھگڑتے ہو اس پر جو اُس نے دیکھا اور

لَقَدْ رَأَاهُ نَزْلَةً أُخْرَىٰ ۝۱۵ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهَىٰ ۝۱۶ عِنْدَهَا

اسکو اُس نے دیکھا ہے ایک دوسرے آسمان سے یہی پرلی صد کی سیری پاس اس پاس ہے

جَنَّةُ الْمَأْوَىٰ ۝۱۷ إِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشَىٰ ۝۱۸ مَا زَاغَ

بہشت رہنے کی جب چھا رہا تھا اس سیری پر جو کچھ چھا رہا تھا ہلکی نہیں

البَصَرُ وَمَا طَغَى ۝ لَقَدْ رَأَى مِنْ آيَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرَى ۝

نگاہ ۔ اور حد سے نہیں بڑھی بے شک دیکھ اپنے رب کے بڑے نمونے

اثبات عظمت نبوت و مجتہد احوال رسول صلی اللہ علیہ وسلم و عصمت حیات طیبہ

قال اللہ تعالیٰ - وَالنَّجْمِ إِذَا هَوَىٰ إِلَىٰ مِنْ آيَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرَى
ا ربط (گزشتہ سورت توحید خداوندی اور دلائل قدرت اور اثبات حشر و نشر کے مضامین پر مشتمل تھی اب اس سورت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کا بیان ہے اور یہ کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر قول و عمل وحی الہی ہے پیغمبر کی ہر بات اور انکا ہر عمل امت کے واسطے قانون اور اسوہ بنایا گیا ہے اللہ کے پیغمبر کی کوئی بات اور اسکی زبان سے نکلا ہوا کوئی لفظ خود اسکی خواہش سے نہیں ہوتا بلکہ اللہ کی وحی ہی ہوتا ہے جس طرح کہ قرآن اللہ کی وحی ہے پس فرق اتنا ہے کہ قرآن اللہ کا کلام لفظ اور معنی دونوں کا مجموعہ ہے اور حدیث رسول میں الفاظ اگرچہ آپ کے ہیں مگر معنی اور حکم اللہ ہی کا ہے ارشاد فرمایا۔

قسم ہے ستارہ کی جب کہ وہ غروب ہونے لگے یقیناً یہ تمہارے ساتھی جو ہمہ وقت تمہاری نظروں کے سامنے ہیں اور جن کی سیرت اور تعلیمات و ہدایات قیامت تک کے واسطے امت کے ساتھ ہیں نہ تو راہ حق سے بھٹکے کہ بھول کر یا غلطی و خطا سے راہ حق سے چوک گئے ہوں اور نہ ہی غلط راستہ اختیار کیا کہ جانتے اور دیکھتے ہوئے کسی غرض اور مقصد کی خاطر غلط راستہ اختیار کر لیا جائے اس طرح یہ ہر غلطی اور گمراہی سے محفوظ و معصوم ہیں اور نہ بولتے ہیں کوئی لفظ اپنی زبان سے اپنی خواہش سے بلکہ ان کا تو زبان سے بولا ہوا ہر لفظ وہ اللہ کی وحی ہی ہوتا ہے جس کی وحی انکو کی جاتی ہے جیسے کہ قرآن اپنے لفظ اور معنی کے ساتھ آپ پر نازل ہوتا ہے اس طرح یہ الفاظ و کلمات جو آپ کی زبان مبارک سے صادر ہوتے ہیں یہ ان ہی معانی اور احکام کی تعبیر ہیں جو احکام اور مضمون آپ پر نازل کیا جاتا ہے تو آپ اللہ کی مقرر کردہ راہ پر اسی طرح قائم ہیں اور اسی پر آپ کی زندگی ہر قول و فعل حق کی زبان سے نکلا ہوا ایک ایک لفظ اور جملہ احوال و کیفیات مطابقت و موافقت کے ساتھ جاری ہیں کہ سرسبز بھی اس خط مستقیم سے انحراف نہیں جس طرح کہ ستارہ طلوع سے لے کر غروب تک اپنی پوری مسافت اسی خط پر قائم رہتے ہوتے پوری کرتا ہے جو اسکے واسطے مقرر کر دیا گیا نہ وہ اپنی سمت بدلتا ہے نہ منزل سے ادھر یا ادھر اپنا رخ موڑتا ہے اور جس طرح ستارے مسافروں کے لیے رہنمائی کا سامان ہیں اسی طرح آپ کی حیات مبارکہ

از ابتداء تا انتہاء تمام عالم کے واسطے رہنما ہے۔ سچا یا ہے انکو ایک بڑے مضبوط قوی واسطے طاقت ور فرشتہ نے جو پیدائشی طور پر نہایت قوی اور زور آور ہے یہاں تک کہ اس نے قوم لوط کی لہٹیوں کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا تھا نہایت ہی حق و جمال والا ہے یعنی جبریل امین پھر وہ سیدھا ہو بیٹھا اور حال یہ کہ وہ آسمان کے اونچے کنارہ پر تھا جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل امین کو ابتداء و وحی کے زمانہ میں آسمان کے مشرقی کنارہ پر انکی اصلی صورت میں دیکھا کہ ایک کرسی پر بیٹھے ہوئے ہیں اور آسمان کے ایک کنارے کے دوسرے کنارے تک خلا کو ہڑک رکھا ہے جس سے آپ پر ہیبت اور کچھی طاری ہو گئی تھی اور گھبرا کر فرمایا تھا کہ دترونی، دسرونی اور اس پر یَا یٰبُنَّهَا امُّ ذَرِّیَّتِمْ قُمْ قَا نْذِرْ آیات نازل ہوئیں پھر وہ نزدیک ہوا اور لٹک آیا پھر اس قدر نزدیک ہوا کہ آپ سے صرف دو کمانوں کے برابر رہ گیا یا اس سے بھی نزدیک اور اپنے اصلی مستقر سے تعلق رکھنے کے باوجود نیچے اترا اور انتہائی نزدیکی اور قرب اختیار کر لیا پھر حکم بھیجا اللہ نے اپنے بندہ پر جو بھی حکم بھیجا اور جو اس کی مشیت ہوئی جھوٹ نہیں کہا دل نے اس چیز کو جو رسول نے اپنے اپنی آنکھ سے دیکھی آپ کا دل آنکھ کے مشاہدہ پر مضمتن تھا اور اسکی تصدیق کر رہا تھا کہ یہ بات نہ تھی کہ آنکھ کی

۵۷ وَالْجَنِّمِ اِذَا هُوَ یُ۔ قسم ہے ستارہ کے غروب کی قسم کھا کر جواب قسم کو مَا خَلَقَ صَاحِبُکُمْ کے الفاظ میں بیان فرمایا گیا ان کلمات سے قسم اور جواب قسم میں ربط اور مناسبت ان شاء اللہ بخوبی واضح ہے اصل مضمون تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات مبارکہ کے کمال استقامت کا اور یہ کہ اس میں نہ بھول بھوک سے غفلت کا احتمال ہے اور نہ جاں بوجھ کر وہ رہ حق سے العیاذ باللہ منحرف ہو سکتے ہیں وہ منحرف تو کیا ہوں گے انکی زندگی کے توہر قوں و فعل کو آسمانوں کے تاروں کی طرح رہنا اور سمت منزل معلوم کرنے کا ذریعہ بنایا ہے کہ آپ کے اسوۂ مبارکہ سے تمام دنیا راہ ہدایت پاسکتی ہے اس پر چل سکتی ہے اور اس پر چل کر منزل فلاح و سعادت تک پہنچ سکتی ہے غروب کی طرح طلوع بھی قدرت خداوندی کا عظیم نمونہ ہے مگر ممکن ہے کہ غروب سے قریب وقت دیکھ کر طالبان ہدایت کو مزید توقف کرنے کی گنجائش نہیں سمجھنی چاہیے بلکہ یہ سمجھ لینا چاہیے کہ اب بھی اگر حصول ہدایت میں تاخیر کی تو پھر یہ باقی ماندہ بہمت اور موقعہ بھی ختم ہو جائے گا تو اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ اور آپ کی تعلیمات کو غنیمت سمجھنا چاہیے پھر یہ کہ طلوع سورج سے ستاروں کا غروب ہے تو اشارہ ہو سکتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم الانبیاء ہونے کی جانب کہ وہ تمام انبیاء سابقین جو اپنی جگہ اپنی قوموں کی رہنمائی کے لیے ستاروں کی مانند تھے اب خاتم الانبیاء کے آفتاب نبوت کے طلوع ہونے پر سب غائب ہو گئے اور جس طرح سورج کا نور تمام ستاروں کو مغلوب و مستور کر دیتا ہے اسی طرح یہ آفتاب نبوت بھی یُظْهِرُ ۝ عَلَمَ الدِّیْنِ کُلِّہ کا ہرگز نہ ہو کر طلوع ہو رہا ہے واللہ اعلم بالصواب۔

چیز کو دیکھتی ہو مگر اندر سے دل مطمئن نہ ہو اور تصدیق نہ کرتا ہو۔

وہ اسے دیکھتا ہے مگر نہ سمجھتا ہے۔ اس چیز پر جو ہمارا بندہ دیکھ رہا ہے اس ایک مرتبہ کی رویت پر کفار قریش اور منکرین کیا جھگڑ رہے ہیں اور کیوں تعجب کر رہے ہیں اور بے شک ہمارے اس بندہ نے اسکو ایک بار اور بھی دیکھا ہے اترتے ہوئے سدرۃ المنتہی کے پاس جسکے پاس آرام و راحت کی بہشت ہے جب کہ آپ شب معراج میں ساتویں آسمان پر پہنچے اور اس سے اوپر سدرۃ المنتہی اس بیری کے درخت کو دیکھا جو لوح محفوظ سے دنیا میں نازل ہونے والے احکام خداوندی اور عالم زمین کے جملہ احوال و اعمال جو بارگاہ خداوندی میں پیش ہونے والے ہوتے ہیں ان کا منتہی و مرکز ہے بس اسی کے قریب جنت الخلد ہے جسکو دیکھا اور یہ بیری کا نام محض دنیا والوں کو سمجھانے کیلئے ہے یہ نہیں کہ دنیا کے بیری کے درختوں کے مشابہ ہو بلکہ اسکی شان اور عظمت و خوب صورتی اس عام کے مناسب اور شایان شان ہوگی جس طرح جنت کے انگور، انار اور پھل اگرچہ دنیاوی پھلوں کے نام سے تعبیر کیے گئے مگر ظاہر ہے کہ دنیا کے پھلوں کو ان سے کوئی بھی نسبت نہیں جب کہ ڈھانک رہی تھی اس سدرۃ المنتہی کو ایک ایسی چیز جس نے اس کو چھپا رکھا تھا کہ انوار و تجلیات اس پر اس طرح برس رہی تھیں کہ بخوم انوار اور شدت تجلیات یا انوار و تجلیات پر برسے والے خوش رنگ سنہرے پر دانوں نے اسکو ڈھانک رکھا تھا جس طرح کہ سورج کی شعاعیں سورج کے کرہ کو نگاہوں سے چھپا لیتی ہیں تو ان تجلیات و انوار کے نزول کے وقت باوجود انکی شدت کثرت کے آپ کی نگاہ نہ ہلکی اور نہ حد سے آگے بڑھی۔ نہ ٹیڑھی اور نہ چھٹی ہو کر دائیں سے باتیں سڑی اور نہ نگاہ مقام نظر سے آگے بڑھی بلکہ نظر محل نظر پر پوری قوت اور تہمت کے ساتھ جمی رہی یہ نہیں کہ اچھٹی نظر سے کوئی پھر نظر کے سامنے آگئی ہو تو جو کچھ دیکھا دثوق و یقین کے ساتھ دیکھا اور جو کچھ نظر نے دیکھا دل اس پر مطمئن ہوا اور اسکی تصدیق کی بے شک آپ نے دیکھا اپنے رب کی عظیم شان شانیوں سے بڑی بڑی نشانوں کو اور قدرت کے ایسے نمونے دیکھے کہ حق تعالیٰ کی عظمت و کبریا کی کابوہا پورا مشاہدہ ہو گیا۔

شب معراج میں مشاہدہ آیات قدرت

سورۃ النجم کی ابتدائی آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کو ثابت کیا گیا اور آپ کے ہر قول و عمل کو وحی الہی اور اس کا حجت اور نمونہ ہدایت ہونا ذکر کیا گیا اور یہ کہ حق تعالیٰ کی طرف سے آپ کو ایسا مقام عصمت و حفاظت کا عطا کیا گیا ہے کہ بالارادہ یا بلا ارادہ حق سے سر مو انحراف اور لغزش کا احتمال نہیں رہا اور ظاہر ہے کہ بغیر اس مقام عصمت کے وہ ذات بادی عالم کیونکر ناتی جاسکتی تھی ظاہر ہے کہ جو خود غلطی اور گمراہی کا شکار ہو سکتا ہو وہ دوسروں کا ہادی و رہنما کیسے

ہوگا اس لیے عصمت کا لازمہ نبوت ہونا عقلاً بھی ثابت ہوا تو ابتداء میں آپ کی شان رسالت بیان کرتے ہوئے اصل مقصد یعنی شب معراج میں آیات کبریٰ اور قدرت کی عظیم نشانیوں کے مشاہدہ کا مضمون شروع فرمایا گیا پہلی اور دوسری آیت میں تو ستارے کے غروب کی قسم کھا کر یہ اعلان فرمایا گیا کہ مَا خَلَقَ مَا جَعَلَكُمْ وَحَايَا اس ضمن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ کی عصمت و حفاظت ظاہر فرمائی گئی اور یہ کہ حق تعالیٰ نے آپ کو ہر لغزش اور گمراہی سے محفوظ فرمایا ہے پھر تیسری اور چوتھی آیت میں آپ کے ہر نطق کی خواہشات نفس سے پاکی کا ذکر فرماتے ہوئے فرمایا گیا کہ وہ وحی الہی ہے اور شریعت میں جو درجہ وحی الہی اور قرآن کریم کا ہے وہی درجہ آپ کے فرمان مبارک کا ہے اور اس سے ذرہ برابر انحراف کرنے کی کسی بھی مومن کو قطعاً گنجائش نہیں جیسے کہ ارشاد فرمادیا گیا فَلَا وَكَرْبَ لَكَ لَا يُؤْمِنُ حَتَّىٰ يُحْكِمُوا لَكَ وَيَتَّخِذُوا مِنْكُمْ ثَمًّا لَا يُحَدِّثُوا فِيْكَ أَشْهَادَهُمْ حَتَّىٰ تَضَعُوا ثَمَّانًا تَسْتَدِينُهُمْ - شان رسالت کی اس تحقیق و تثبیت اور عجیبیت اقوال رسول کے بعد پانچویں آیت عَلَّمَكُم مَّا كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ سے وحی الہی لانے والے قاصد فرشتہ کی قوت اور عظمت بیان کی گئی کہ وہ قاصد پیغامات خداوندی پہنچانے میں نہ مریوب ہو سکتا ہے اور نہ کوئی طاقت اور زور اس کو مغلوب کر سکتا ہے۔ کیونکہ وہ خود ہی ایسے مضبوط قوی اور زور والہ ہے اس کے ساتھ ظاہر حق و حقا اور زور کا بھی پیکر ہے۔ جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما ذُو مِرَّةٍ کی تفسیر میں ذُو مَنَظَرٍ حَسَنٌ فرماتے ہیں۔ لہذا معلوم ہو گیا کہ رسول خدا پر وحی لانے والا قاصد بھی کسی قصید و غلطی کا شکار نہیں ہو سکتا پھر اللہ کے رسول نے اس قاصد کو خوب اچھی طرح پہچان اسکو دیکھا اور نہایت قرب سے بھی دیکھا کہ بیٹے افتخار نمایاں ہوا پھر اور قریب ہوا اور افق سما کی بلندی سے نیچے کی طرف نزول کیا دراتنا قریب ہوا کہ دو کمانوں یا اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا اور آنکھ کے مشاہدہ کی دل بھی تصدیق کرنے لگا تو ایسی قوتوں والے قاصد نے اس قرب کے بعد جو پیغام دیا اور پہنچایا وہ یقیناً ہر طرح حجت ہے۔

ایک مرتبہ کی روایت کے بعد دوسری مرتبہ کی روایت وَلَقَدْ زَاغَتْ أَنْفُكَ سے بیان فرماتا گئی اس دوسری روایت کا محل اور مقام ساتواں آسمان اور سدرۃ المنتہی تھا جس کا مشاہدہ آپ نے شب معراج میں فرمایا تو اس طرح ان ابتدائی مضامین کے بعد شب معراج کے احوال کی طرف کلام منتقل ہوا اور سدرۃ المنتہی کے قریب جنت الماویٰ ہونا اور سدرۃ المنتہی پر الوار و تجلیات کے برسنے کا ذکر فرمایا گیا دریکہ وہاں آپ نے اپنے رب کی آیات کبریٰ کا مشاہدہ فرمایا۔

روایات صحیحہ سے یہ بات تو ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل امین کو ان کی اصلی صورت میں جس پر انکو پیدا کیا گیا وہ مرتبہ دیکھا ہے ایک مرتبہ مکہ مکرمہ میں جب کہ غار حرا میں وحی نازل ہو چکنے کے بعد سلسلہ وحی رک گیا تھا اور وحی کے شوق و انتظار میں ہے جین ہو کر باہر میدانوں اور

مع تفسیر ابن کثیر - قرطبی - روح المعانی

پہاڑوں کی طرف نکل جائے تو اس زمانہ میں ایک مرتبہ جبریلؑ کو دیکھا کہ آسمان وزمین کے درمیان اپنی عظیم جسامت سے افق سما کو گھیرے ہوئے ہیں اس عظیم الشان فرشتہ کو دیکھ کر آپؐ پر رعب اور یکپس طاری ہو گئی اور آپؐ گھر لوٹے اور فرمایا دُتْرُونِی . دُتْرُونِی (جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا) دوسری مرتبہ جبریلؑ امینؑ کو اصلی صورت میں شب معراج میں دیکھا جس کا ذکر وَلَقَدْ رَآهُ مُزَلَّاً اُخْرٰی عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰی میں ہے اور اس رؤیت کو جبریلؑ کی رؤیت پر اور ان ہی کے قرب اور تدلی پر محمول کرے والے حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما ہیں اور ابوذر رضی اللہ عنہ کی روایت کو بھی بعض ائمہ محدثین اسی کے مطابق قرار دیتے ہیں۔

تو اس طرح رؤیت جبریلؑ ایک مرتبہ زمین پر ہوتی اور ایک مرتبہ ملکوت مساوات پر مددۃ المنتہی کے قریب۔ ابن جریرؒ نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے فَکَانَ قَابَ کَوْسٍ کے تفسیر میں نقل کیا ہے کہ یہ قرب جبریلؑ کا تھا اور فَآوَتْحٰی اِلَیَّیْ عِبْدِیْ مَا اَوْحٰی کے بھی معنی یہ بیان کیے کہ جبریلؑ نے وحی کی اللہ کے بندہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جو بھی وحی کی۔

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں (دوسری بار جبریلؑ کو اپنی اصلی صورت پر دیکھا)

لیکن اسکے بالمقابل ایک جماعت صحابہ میں سے اس بات کی قائل تھی کہ شب معراج میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو رؤیت خداوندی حاصل ہوئی ہے اور یہ قرب اور تدلی ہی تسکین کے قرب اور تدلی پر جیسے بھی اسکے شان کے لائق ہو۔ محمول ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ بن مالک اور حسن بصریؒ اسی کے قائل تھے کہ رؤیت بھر یہ ہوئی ہے اور انکے علاوہ صحابہ اور تابعین کے طبقہ میں بھی متعدد حضرات رؤیت باری تعالیٰ کے قائل تھے۔ عکرمہؒ سے اسی طرح کی روایت نقل کی ہے لیکن ترمذی میں عکرمہؒ کی روایت سے اس نسبت میں تردد معلوم ہوتا ہے عکرمہؒ بیان کرتے ہیں حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا زکّٰی محمد دیکھو کہ محمد رسول اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے) میں نے عرض کیا کہ باحق تسکین کا یہ ارشاد نہیں ہے لَاقَدْ رَکَّبَهُ الْمَلٰٓئِکَةُ کہ نگاہیں اس کا ادراک نہیں کر سکتیں فرمایا دِیْلَکَ رَجَحٌ پْرَافْسُ (یہ تو اس صورت میں کہ حق تعالیٰ متجلی ہو اپنے اس نود کے ساتھ جو اس کا نور ذاتی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دوسرے دیکھا ہے اور عکرمہؒ نے یہ بھی بیان کیا کہ ابن عباسؓ کی حضرت کعب بن جہلؓ سے ملاقات ہوئی تو اس ملاقات میں کعبؓ کہنے لگے اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی قَسَمَ رَؤِیْتُہٗ وَ کَلَامَہٗ بَيْنَ مُحَمَّدٍ وَ بَيْنَ مُوسٰی فَکَلَّمَ مُوسٰی مَوْتِیْنِ قَرٰہُ مُحَمَّدٌ مَّوْتِیْنِ مَعہ (کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا دیدار اور کلام محمدؐ کو اسی کے درمیان تقسیم کر دیا تو موسیٰ علیہ السلام نے دوسرے اللہ سے کلام کیا اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے درود اللہ رب العزت کا دیدار کیا) اور مسروقؒ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں

حاضر ہوا میں نے عرض کی۔ کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے۔ فرمایا مسروقؓ تو نے ایسی بات کہہ دی کہ میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ بیان کرتے ہیں میں نے عرض کیا اے اُمّ المؤمنینؓ ذرا ٹھہریے (اور مجھے ہمت دیجیئے) کہ کچھ عرض کروں اور میں نے یہ آیت پڑھی۔ لَقَدْ رَأَى مِنْ آيَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرَى فرمایا تو اس آیت کو کہاں لے جا رہا ہے یہ تو جبریلؑ کی رؤیت کا بیان ہے۔

صحیح مسلم میں ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیان کرتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ رَأَيْتَ رَبَّنَا ارشاد فرمایا نُوْكَرُ اَنْتُمْ اَمْ اَنْتُمْ اَوَّلُ رَأَيْتُمْ سُوْرًا اور بعض شارحین نے نُوْكَرُ اَنْتُمْ اَمْ اَنْتُمْ اَوَّلُ رَأَيْتُمْ اَوْ اَمْ اَنْتُمْ اَوَّلُ رَأَيْتُمْ یعنی وہ ذات رب جس کو میں نے دیکھا ہے وہ نور دان ذات ہے کو میں اس کا دیدار کر رہا ہوں۔

عکرمہ سے روایت ترمذی اگرچہ ابتداء ابن عباسؓ کی بات پر تردد اور اشکال ظاہر ہو رہا ہے لیکن حافظ ابن کثیرؒ نے مع روایت ابن ابی حاتم و ابن عساکر سے یہ بیان کیا ہے کہ میں نے عکرمہ سے مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَأَى کی تفسیر دریافت کی تو عکرمہ کہنے لگے کہ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ میں تمہیں یہ بتاؤں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا کا دیدار کیا ہے میں نے کہا جی ہاں فرمایا ہاں دیکھا ہے اور ایک دفعہ کے بعد پھر ایک بار اور بھی دیکھا ہے۔

فاتم المحدثین حضرت سید النور شاہ کشمیری اور استاذ ذی شیعہ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہما اللہ تعالیٰ کی ناستے یہ ہے کہ معراج میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو رؤیت خداوندی ہوئی ہے۔ مشکلات القرآن میں حضرت شاہ صاحبؒ نے ان آیات پر کلام فرمایا اور اس تحقیق کو استاذ محترم نے فتح المہم شرح صحیح مسلم میں مدار تحقیق اور حل مسئلہ کے طور پر اختیار فرمایا حضرت شاہ صاحبؒ نے ان آیات النجم کے مضمون کو تین حصوں پر اور تین حالتوں کے بیان پر محمول فرمایا جس کا حاصل یہ ہے کہ ابتدائی تین آیات میں اللہ نے موحی الہی یعنی اپنے رسول کا ذکر فرمایا کہ استقامت علی الحق اور عصمت و حفاظت کا یہ مقام ہے اور ان کا ہر قول و فعل وحی الہی ہے موحی الہیہ کے بیان کے بعد واسطہ وحی یعنی وحی پہنچانے والے قاصد کی عظمت و قوت کا بیان ہوا اور یہ کہ موحی الہیہ کو واسطہ وحی اور قاصد سے معرفت اور قرب بھی ہے جو ان فی اعلیٰ کے عنوان سے ذکر کیا گیا اسکے بعد کی آیات اس حالت کو بیان کر رہی ہیں جو موحی الہیہ اور رب العزت کے مابین شب معراج میں واقع ہوئی وہ قرب و دیدار ہے جسکو مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَأَى میں بیان فرمایا گیا اور جن آیات کے دکھلانے کے لئے سفر اسرار کو ایا گیا جس کو فرمایا گیا رُبُّكَ يَدُورُ بِاَشَارَتَاكَ دکھاتیں ہم اپنی عظیم آیات و نشانیاں عروج سنوآت اور سدرۃ المنہلیٰ پر اس وعدہ کی تکمیل کر کے فرما دیا گیا لَقَدْ رَأَى مِنْ آيَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرَى تو اگر یہ آیت صرف رب ربہ جبریلؑ ہوتی تو نہ تو اس کے

دعہ کی ضرورت تھی اور نہ ہی اسکو عظیم ترین آیات میں شمار کیا جاتا — کیونکہ جبریل امینؑ کی روایت تو اسی صورت میں پہلے ہی آغاز وحی کے زمانہ میں ہو چکی تھی جو معراج سے آٹھ نو برس قبل کا زمانہ تھا تو پھر ظاہر ہے کہ لکھنے سے جس چیز کے دکھانے کا وعدہ ہو رہا ہے وہ وہی چیز ہو سکتی ہے جسکو آپؐ نے پہلے نہ دیکھا ہو علاوہ ازیں جبریلؑ تو آپؐ کے ذریعہ تھے جیسا کہ احادیث صحیحہ و صحیحہ سے ثابت ہے تو پھر صرف انکے دیدار کے لیے معراج جیسا عظیم الشان معجزہ مقدر فرمانا قرین قیاس نہیں معلوم ہوتا تھا اس وجہ سے بھی یہی رائج معلوم ہوتا ہے کہ اس تیسرے حصہ آیات میں قرب خداوندی اور دیدار خداوندی کا بیان ہے جس کے لیے یہ ملکوت سموت کرائی گئی اور مددۃ المنتہی سے بلند مقام تک پہنچایا گیا پھر جب کہ حضرات صحابہؓ کی ایک جماعت اس کی قاسم تھی اور آیات کا انطباق بھی بلا تکلف و تردد ہو رہا ہے تو معراج میں دیدار خداوندی ملنے میں کوئی اشکال باقی نہیں رہتا۔

آیت مبارکہ لَا تُذِرُکُمُ الْاُبْصَارُ سے پیدا ہونے والے اشکال حل کرنے کے لیے اساتذ محترم شیخ الاسلامؒ اپنے فائدہ میں فرماتے ہیں۔

لیکن مادر ہے کہ یہ روایت وہ نہیں جسکی نفی آیت لَا تُذِرُکُمُ الْاُبْصَارُ میں کی گئی ہے کیونکہ اس سے فرض احاطہ کی نفی کرنا ہے یعنی نگاہیں اس کا احاطہ نہیں کر سکتیں جیسے کہ مادی چیزوں کی حقیقت کا احاطہ اور ماہیت کا ادراک ہو جاتا ہے علاوہ بریں ابن عباسؓ سے جب سوال کیا گیا کہ دعوائے روایت آیت لَا تُذِرُکُمُ الْاُبْصَارُ کے مخالف ہے تو فرمایا و یحدث ذالک اذا تجلی بنورہ الذی ھو نورہ (رواہ ترمذی) معلوم ہوا کہ خداوند قدوس کی تجلیات (انوار و ستارے) ہیں بعض انوار قہرہ للبصر ہیں بعض نہیں اور روایت فی الجملہ دونوں پر صادق آتی ہے اور اسی لیے کہا جاسکتا ہے کہ جس درجہ کی روایت مومنین کو آخرت میں نصیب ہوگی جب کہ نگاہیں تیز کر دی جائیں گی جو اس تجلی کو برداشت کر سکیں گی وہ دنیا میں کسی کو حاصل نہیں ہاں ایک خاص درجہ کی روایت سیدنا محمد رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو شب معراج میں ابن عباسؓ کی روایت کے موافق پتھر ہوئی اور اس خصوصیت میں کوئی بشر آپؐ کا شریک دہیم نہیں نیز انھی انوار و تجلیات کے تغاوت اور تنوع پر نظر کرتے ہوئے کہا جاسکتا ہے کہ حضرت عائشہؓ اور حضرت ابن عباسؓ رضی اللہ عنہما کے اقوال میں کوئی تعارض نہیں شاید وہ نفی ایک درجہ میں کرتی ہوں اور یہ اثبات دوسرے درجہ میں کر رہے ہوں اور اسی طرح ابوذرؓ کی روایات کَآئِیْتُ نُورًا۔ اور لَوَّکَآئِیْ کَآئِیْ۔ یا نُورٌ اَکْبَرُ۔ میں تھیں ممکن ہے واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم انتہی کلام اللہ من قوائدہ

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت کا وہ مرتبین کی مراد بعض روایات کے الفاظ سے یہ کی جاتی ہے کہ مَوَہٌ لِّقَلْبِہٖ وَمَوَہٌ رَاہُ لِعَیْنِہٖ۔ لیکن یہ بھی امکان ہے کہ ایک مرتبہ کی روایت

الْأَنْفُسُ وَلَقَدْ جَاءَهُمْ مِنْ رَبِّهِمُ الْهُدَىٰ ۝۲۳ أَمَرَ لِلنَّاسِ

چاؤ ہیں اور پہنچی انکو ان کے رب سے راہ کی سوجھ کہیں آدمی کو ملنا

مَا تَسْنَىٰ ۝۲۴ فَلِلَّهِ الْآخِرَةُ وَالْأُولَىٰ ۝۲۵

ہے جو چاہے سو اللہ کے ہاتھ ہے پچھلی اور پہلی

تنبیہ و تہدید بر انکار توحید و رسا و عدم حقیقت معبودان باطلہ

قال اللہ تعالیٰ أَفَرَأَيْتُمْ لِكُلِّ شَيْءٍ رَّبًّا ۖ ذُرِّيَّتًا ۖ وَإِلَىٰ رَبِّهِمْ يُرْجَوْنَ ۚ فَلَئِنْ لَمْ يَنْزِلْ بِهِ السَّمَاءُ زُلْفًا ۖ لَأَيُّهَا لَظُحْمٌ وَأُنْفٌ ۚ فَالَّذِينَ حَفِظُوا مَا تِلْكَ ۖ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ ۝۲۶

اربط گذشتہ آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت و نبوت اور آپ کی عظمت و مقبت کا بیان تھا اور اسکے ضمن میں معراج کے بعض خصوصی احوال کے ذکر سے حق تعالیٰ شانہ کی عظمت و کبریائی اور اسکی وحدانیت کا ذکر تھا اب ان آیات میں اسکے بالمقابل ابطال شرک اور مشرکین کے معبودوں کی حقارت سے لے بسی اور ایسے معبودوں کی پرستش کا خلاف عقل و فطرت ہونا بیان کیا جا رہا ہے ارشاد فرمایا:

تو پھر کیا ہے لوگو! تم نے حق تعالیٰ شانہ کے لامحدود عظمت و جلال اور اسکی عظیم نشانیوں کو سمجھ کر ان کے بالمقابل ان مشرکین کے معبودوں لات و عزی کو دیکھا اور ایک اور تیسرے معبود منات کو جسکی عقارت و ذلت روز روشن کی طرح عیاں ہے ان حقیر معبودوں کا تو خدا سے برتر کے ساتھ نام لینے میں بھی ستم کرنی چاہتے پھر ظلم یہ کہ یہ مشرکین انکو خدا کی بیٹیاں تجویز کرتے ہیں (العیاذ باللہ) تو ایسے لوگوں سے بڑھو کیا تمہارے واسطے بیٹے ہوں اور اس کے واسطے بیٹیاں یہ تو اس صورت میں بہت ہی بھونڈی تقسیم ہے یہ تو بس صرف چند نام ہی ہیں جو تم سے رکھ لیتے ہیں اور تمہارے باپ داداؤں نے کہ اللہ نے جسکی کوئی دلیل نہیں اتاری حالانکہ خدا تو وہ ذات ہے جسکی وحدانیت و حقیقت کے لئے کائنات کا ایک ایک ذرہ دلیل ہوتا ہے یہ لوگ سوائے اسکے اور کچھ نہیں کہ محض اپنے گمان اور من گھڑت تخیلات کی پیروی کرتے ہیں اور ہر اس چیز کو جو انکے نفس کی خواہش ہو۔ حالانکہ انکے پاس ان کے رب کی طرف سے ہدایت آچکی ہے اور ایسا واضح اور سیدھا راستہ جس پر چل کر ہر انسان ہدایت و سعادت اور دین و دنیا کی فلاح پاسکتا ہے نجات و کامیابی انسان کے درست عقیدہ اور صحیح عمل پر موقوف ہے ایسا انسان جو عقائد و نظریات اور عمل کی گمراہیوں میں پڑا ہوا ہے اسکو یہ بات زیب نہیں دیتی کہ وہ آخرت میں بھی اپنی کامیابی کے دعوے کرے جیسا کہ مشرکین مکہ کرتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ بت ہماری شفاعت کریں گے تو ایسے عقل و دہم کے دشمنوں سے کہنیا جاتے کیا انسان کے لئے ہر وہ چیز ہے جسکی وہ تمنا کرے کوئی بھی صاحب عقل اسکو

کے سامنے شیطان متمثل نہیں ہو سکتا تو یہ کیونکر ممکن ہے کہ بحالت بیداری خود پیغمبر کے سامنے وہ اپنی آواز اصوت پیغمبر کی آواز سے ملتے جلتے کر دے تو صورت کے التباس پر جس طرح اسکو قدرت نہیں دی گئی تو اسی طرح معلوم ہوتا ہے کہ صوت کے التباس پر قدرت نہ ہوگی۔

ابتر اتنا بے شک ثابت ہے صحیحین کی روایت سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ والنجم کی تلاوت فرمائی اور اس مجمع میں مسلمان و مشرکین موجود تھے تو ہر ایک خواہ مسلمان ہو یا مشرک سجدہ میں گر پڑا سو اتنے قریش کے ایک بوڑھے کے کہ اس نے سجدہ نہ کیا اور ایک منٹھی بھر مٹی سے کر اپنی پیشانی سے لگائی اور کہا کہ بس مجھے یہی کافی ہے اور یہ بوڑھا امیر بن خلف تھا جسکو ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں فرأیتہ بعد قتل کافراً۔ چنانچہ یہ بوڑھا غزوہ بدر میں قتل کیا گیا۔ تو یہ بات تو احادیث سے ثابت ہوئی اور اس فقرہ میں مشرکین کے سجدہ کا منشا یا تو یہ ہوگا کہ انہوں نے جب آیت قرآنیہ میں اپنے بتوں کے نام سے تو سجدہ میں گر پڑے قطع نظر اسکے کہ آئندہ کیا مضمون آ رہا ہے یا حضرت ثاقلی اللہ سرہ کی تحقیق کی رو سے یہ وجہ ہو کہ اس وقت اس مجلس میں غیبی تجلیات کا نزول ہوا ہو تو مسلمانوں کا سجدہ تو ایمان و طاعت کا سجدہ تھا۔ لیکن مشرکین کا سجدہ ایک طرح کی مہوتی اور بدحواسی کے عام ہیں ہوا اگرچہ مشرکین کا یہ سجدہ صرف ظاہر تھا لیکن کیا تعجب ہے کہ اس ظاہری سجدہ کی برکت سے انکو بعد میں ایمان لانے کی توفیق ہو گئی ہو برخلاف اس غیبی بوڑھے کے جو ظاہری سجدہ سے محروم رہا تو اس کو کبھی بھی سجدہ نصیب نہ ہوا اور بحالت کفر قتل کر دیا گیا تو اس توجیہ کے پیش نظر عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لفظ فقد رأیتہ بعد قتل کافراً کی وجہ اور حکمت بھی کچھ ظاہر ہو رہی ہے کہ اسی کو خاص طور پر کفر کی حالت میں مقتول ہونے کو بیان کرنا اس کے علاوہ دوسروں کے حق میں توفیق ایمان کی گنجائش ظاہر کرتا ہے۔

وَكَمُ مِّن مَّلَكٍ

اور بہت فرشتے ہیں

فِي السَّمَوَاتِ لَا تَعْنِي شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا إِلَّا مِّنْ بَعْدِ أَنْ

آسمانوں میں کام نہیں آئے ان کی سفارش کچھ مگر جب حکم دے

يَأْذَنَ اللَّهُ لِمَن يَشَاءُ وَيَرْضَىٰ ۚ إِنَّ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ

اللہ جس کے واسطے چاہے اور پسند کرے جو لوگ یقین نہیں رکھتے

بِالْآخِرَةِ لَيُسَمُّونَ الْمَلَائِكَةَ تَسْمِيَةً ۚ أَلَا نُنَبِّئُكَ ۚ وَمَا لَهُمْ

بکھلے گھر کا ، وہ نام رکھتے ہیں فرشتوں کو نام زنانہ اور انکو

بِهِ مِنْ عِلْمٍ إِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ ۚ وَإِنَّ الظَّنَّ لَا

اسکی کچھ خبر نہیں نری اٹکل پر چلتے ہیں اور اٹکل کام نہ

يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا ۚ فَأَعْرِضْ عَنْ مَنْ تَوَلَّىٰ عَنْ

آدے ٹھیک بات میں کچھ سو تو دھیان نہ کر اس پر جو منہ موڑے

ذِكْرَنَا وَلَمْ يَرِدْ إِلَّا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا ۚ ذَٰلِكَ مَبْلَغُهُمْ

ہماری یاد سے اور کچھ نہ چاہے مگر دنیا کا جینا یہاں ہی تک پہنچی

مِّنَ الْعِلْمِ ۚ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّٰ عَنْ

ان کی سمجھ بڑا رب ہی بہتر جانے جو ہکا اس کی

سَبِيلِهِ ۚ وَهُوَ أَعْلَمُ بِمَنِ اهْتَدَىٰ ۚ وَلِلَّهِ مَا فِي

راہ سے اور وہی بہتر جانے جو آیا راہ پر اور اللہ کا ہے جو کچھ

السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ لِيَجْزِيَ الَّذِينَ أَسَاءُوا بِمَا

ہے آسمانوں میں اور زمین میں تادہ بدلہ دیوے بُرائی والوں کو انکے

عَمِلُوا وَيَجْزِيَ الَّذِينَ أَحْسَنُوا بِالْحُسْنَىٰ ۚ الَّذِينَ

کیئے کا اور بدلہ دے بھلائی والوں کو بھلائی جو لوگ

يَجْتَنِبُونَ كَبِيرَ الْإِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ إِلَّا اللَّمَمَ ۚ إِنَّ

بچتے ہیں بڑے گناہوں سے اور بے حیائی کے کاموں سے مگر کچھ آودگی بے شک

رَبُّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ ۚ هُوَ أَعْلَمُ بِكُمْ إِذْ أَنشَأَكُم

بڑے رب کی بخشش میں سمائی ہے وہ تم کو خوب جانتا ہے جب نکالا تم کو

مِّنَ الْأَرْضِ وَإِذْ أَنْتُمْ أَجْنَتُمْ فِي بُطُونِ أُمَّهَاتِكُمْ ۚ

زمین سے ، اور جب تم بچے تھے ماں کے پیٹ میں

فَلَا تَزْكُوا أَنْفُسَكُمْ ۖ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقَىٰ ۚ (۳۰)

سو مت بولو اپنی ستمائیاں وہ بہتر جانے لے جو بچہ چلا

عظمت شان رب العالمین روز محشر و شفاعت عقائد مشرکین

قَالَ اللَّهُ تَعَالَىٰ - وَكَمْ مِّنْ مَّلَكٍ فِي السَّمٰوٰتِ ... الی ... هُوَ أَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقَىٰ

(رابطہ) گذشتہ آیات میں مشرکین کے معبودوں کا ذکر تھا اور یہ کہ ان معبودوں کی کوئی حقیقت ہی نہیں ہے۔ اس کے کہ یہ محض نام ہیں جو ان کی عبادت اور پرستش کرنے والوں نے گھڑ دیتے ہیں چہ جائیکہ ان میں کوئی قدرت طاقت ہو اب ان آیات میں حق تعالیٰ شانہ کی عظمت اور اس کی کبریائی کا بیان ہے اور یہ کہ اس کی بارگاہ میں کسی کی مجال نہیں کہ کوئی کسی کی سفارش کر سکے اس لئے ان مشرکین کو اپنے دماغوں سے یہ خیال ہٹا دینا چاہیے کہ یہ معبود قیامت کے روز ان کی شفاعت کریں گے ارشاد فرمایا۔

اور کس قدر فرشتے ہیں آسمانوں میں کہ ان کی سفارش کچھ بھی فائدہ نہیں پہنچا سکتی حالانکہ وہ اللہ کے فرشتے ہیں اور آسمانوں میں رہتے ہیں مگر بعد اس کے کہ اللہ تعالیٰ اجازت دے سفارش کرنے کی اور اس کے لیے پسند کرے اول تو فرشتے یا کوئی بھی ہو بلا اجازت کے شفاعت نہیں کر سکتے اور اگر سب مل کر کریں بھی تو نافع نہیں ہو سکتا اجازت ملے گی وہی کر سکے گا اور جس کے واسطے پسند کیا جائے گا اسی کے واسطے ہو سکے گی اس وجہ سے کسی کو یہ گمان نہ کرنا چاہیے کہ فلاں فلاں میرے سفارش میں ہوں گے بلاشبہ جو لوگ آخرت پر یقین نہیں رکھتے وہی ہیں جو فرشتوں کو ٹھیکوں کے نام سے موسوم کرتے ہیں کوئی بھی صحیح العقل انسان یہ بات تسلیم نہیں کر سکتا کہ فرشتے جو اللہ کی مخلوق نوری ہیں وہ دیکھا نہیں اور پھر غضب یہ کہ ان کو خدا کی بیٹیاں تجویز کرنا حالانکہ ان کے پاس اس بات کی کوئی دلیل نہیں یہ لوگ محض بے بنیاد اور بے اصل خیالات اور صرف انکسالی کی پیروی کرتے ہیں اور بلاشبہ ایک حقیقت واقعہ اور ثابتہ کے مقابلہ میں انکسالی اور اداہام فاسدہ ذرہ برابر بھی کار آمد نہیں ہو سکتے۔ ملائکہ کو خدا کی بیٹیاں کہتے ہیں اور ان کے نام بھی عورتوں اور ٹھیکوں کے رکھتے ہیں یہ انتہائی عقل اور فطرت سے بعید بات ہے اور حق تعالیٰ کے مقابلہ میں بڑی ہی بے باکی ہے بس آپ ایسے شخص سے بے رنجی کر لیجیے اور اس سے منہ موڑ لیجیے ایسا شخص قابل التفات ہی نہیں چہ جائیکہ اس کی باتوں پر کوئی اثر لیا جائے ہماری یہی نصیحت ہے کہ پس آپ ایسے شخص سے اعراض فرمائیے اختیار کر لیجیے جس نے

بہماری نصیحت سے رد گردانی کر لی اور اس کا کوئی مقصد نہیں سوائے دیوی زندگی کے اور ظاہر ہے کہ جس کا مقصد جیات صرف دنیوی زندگی ہو وہ نہایت ہی ماعاقبت اندیش اور کم فہم ہے لیکن بس ان لوگوں کا یہی مسلخ علم اور منتہائے فکر ہے اس سے آگے نیکے فہم و عقل کی پرواز نہیں ہے شک آپ کا پروردگار ہی خوب جانتا ہے اس شخص کو جو راہ سے بھٹک گیا اور وہی اس سے بھی خوب واقف ہے جس نے صحیح راہ پائی اس سے آپ کو کہا جا رہا ہے کہ ہمارے ذکر یعنی قرآن یا ایمان یا ذکر الہی سے جو بھی غافل ہے اور اس سے اعراض دے رہی کر رہا ہے آپ اس سے اپنا رخ موڑ دیجیے کیونکہ ذکر الہی اور ایمان یا قرآن سے بے رخی دنیا کی محبت کے باعث ہے ایسے لوگوں کو کچھ تو سمجھنا چاہیے کہ خواص کائنات کا مالک ہے اسکو چھوڑ کر اس کی پیدا کردہ چیز سے اسکو کیا مل جائے گا اور اللہ ہی کے لیے ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے ہر چیز اسکے قبضہ اور اختیار میں ہے اللہ ہی نے یہ سارا کارخانہ عالم قائم کیا ہے اور اپنا پیغمبر بھی کتاب نازل کی یہ سب کچھ اس مقصد کی خاطر کہ انجام کار وہ بدلہ دے ان لوگوں کو جنہوں نے بڑے کام کیے ان کی برائیوں کا اور بدلہ دے نیکی کا ان لوگوں کو جنہوں نے نیکی کے کام کیے اور عمل کی مجازات عقل اور فطرت کا قانون ہے اچھا ملے اور انعام ان لوگوں کے لیے ہو گا جو محسنین و نیکو کار ہیں جو پرہیز کرتے ہیں بڑے بڑے گناہوں سے اور بے حیائی کی باتوں سے مگر معمولی لغزش اور چھوٹے چھوٹے گناہ جو اتفاقاً بھول چوک سے واقع ہو جائیں بے شک آپ کا پروردگار مغفرت و بخشش کے لحاظ سے بہت ہی وسیع ہے اسکی وسعت مغفرت کے سامنے گناہوں کی اور خطاؤں کی کوئی حقیقت نہیں وہ تم کو اس وقت سے خوب جانتا ہے جب کہ اس نے تم کو اور تمہارے باپ آدم کو زمین سے پیدا کیا تھا اور جب کہ تم اپنی ماؤں کے پیٹ میں جنین اور بصورت حمل تھے اور وہ تمہارے عمل ظاہر و باطن سے خوب واقف ہے لہذا تم اپنی پاکیزگی بیان نہ کیا کرو اور اپنی تقویٰ و طہارت کے دعوے مت کیا کرو وہی پروردگار خوب جانتا ہے کہ کون تقویٰ والا ہے الغرض جب یہ

حسن بھری سے منقول ہے فرمایا کرتے تھے عَلِمَ اللّٰهُ مِنْ كُلِّ نَفْسٍ مَا هِيَ مَا لَهَا مِنْ حَرْبٍ وَلَا تَزُولُ الْأَنفُسُ عَنْهُ وَلَا يَخْشَى الْفِتْنَةَ وَلَا تَصْلَحُ دُهَا مِنَ الْإِنْسَانِ وَلَا تَصْلَحُ دُهَا مِنَ الْإِنْسَانِ یعنی اللہ تعالیٰ ہی ہر شخص کو جانتا ہے کہ وہ کیا کرنے والا ہے اور اسکے لیے کیا ہونے والا ہے لہذا تم اپنے آپ کو پاکیزہ نہ سمجھ بیٹھو اور نہ اپنے تقویٰ و طہارت کا دعویٰ کرو اور نہ اپنے نیک اعمال کی تعریفیں کیا کرو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کسی شخص کی تعریف کی گئی تو آپ نے اس خیال سے کہ یہ شخص غرور اور دھوکہ میں نہ پڑ جائے فرمایا "وَيْلَكَ قَطَعْتَ عَنَقَ أَجَلِكَ" افسوس تو نے اپنے بھائی کی گردن توڑ ڈالی بار بار آپ ہی فرماتے رہے اسکے بعد آپ نے فرمایا اگر کوئی شخص کسی کی نیکی کی تعریف ہی کرے چاہتا ہے تو بس یہ کہہ دے کہ فلاں شخص کو میں ایسا گمان کرتا ہوں اور اصل تو خدا ہی خوب جانتے والا ہے میں خدا کے مقابلہ میں کسی کی پاکدامنی کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

حقیقت واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر انسان کو اسکی پیدائش سے پہلے ہی جانتا ہے اور اسکے علم سے کوئی عمل پوشیدہ نہیں تو یقیناً ہدایت و گمراہی کا عمل بھی اسکے سامنے مخفی نہیں رہ سکتا اور جب آسمان و زمین سب کچھ اس کا ہے تو بلاشبہ اسی کے درمے سب کچھ مل سکتا ہے دنیا کی محبت میں مبتلا ہو کر اسکو چھوڑنا بڑی ہی بد عقلی اور بد نصیبی ہے اور جب وہ ساری کائنات کا مالک ہے تو یقیناً نیکی اور بدی کا بدلہ بھی دے گا۔

قانون مجازات اور اعمالِ سینۃ کی تفصیل

آیت مبارکہ اَلَّذِينَ يَخْتَفُونَ الْبُكُورَ اَلَا نُنَبِّئُكَ بِمَا لَمْ يَحْشُرْ اَلَّذِينَ اَحْسَنُوا نِيكَو كَلَّا لَوْ كُنْ هُمْ يَحْشُرُونَ ان کلمات میں بیاں کیا گیا ہے کہ جو کبار و فواشش سے پرہیز کرنے والے ہیں انکو خدا کے نزدیک نیکو کار شمار کیا جاسکتا ہے۔ انسان کے تقویٰ اور محسن ہونے کے مضمون سے یا اجتناب کے مضمون سے ”اَلَا نُنَبِّئُكَ“ کا امتثناء فرمادیا جس سے مراد خطا اور نسیان سے چھوٹے گناہوں کا سرزد ہو جانا ہے بعض مرتبہ لاپرواہی اور عدم توجہ بھی کسی معصیت کے صدور کا باعث ہو جاتی ہے محقراتِ اعمال اور صفاتِ ترکہ ”لَمْ“ کا مصداق بالعموم مفسرین فرماتے ہیں۔ عبد اللہ بن عباسؓ سے مروی ہے فرمایا میں نے ”لَمْ“ کے متعلق اس سے قریب ترجیح کوئی چیز نہیں سمجھتا جو ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے حدیث میں ذکر فرمایا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد بیان دلاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ابن آدم کے حصہ میں زنا کا ایک حصہ رکھ دیا ہے جسکو بہر حال پاتا ہے آنکھ کا زنا نامحرم کو دیکھنا۔ زبان کا فحش باتوں کا کرنا ہے اور انسان کا نفس شوق اور آرزو کرتا ہے لیکن فرج اسکی تصدیق کرتا ہے یا تکذیب کرنا ہے تو معلوم ہوا کہ اس قسم کے گناہ جو نظر۔ فحش کلامی۔ بے حیاتی کی بات سننا خیالات بے ہودہ کی طرف توجہ کرنا صغائر اور لم ہیں اسی بنا پر بعض متکلمین کی رائے ہے کہ گناہوں کے جو مقاصد ہیں انکو کبار کہا جائے گا اور جو مبادی ہیں وہ صغائر ہیں۔

جیسا کہ آیت اِنْ يَخْتَفُوا الْبُكُورَ مَا نُنَبِّئُكَ عَنْهُ تُكْفِرُ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ میں ظاہر فرمایا گیا بعض مفسرین نے یہ نقل کیا کہ اتفاقاً طور پر کسی گناہ کا سرزد ہو جائے ”لَمْ“ ہے عطا بن عباسؓ سے اور حسن بصریؒ ابوہریرہؓ سے اسی طرح نقل کرتے ہیں بعض متکلمین کی رائے یہ ہے کہ جس گناہ پر انسان تائب ہو گیا وہ لم ہے۔

حافظ ابن کثیرؒ نے بروایت ابن جریرؒ مجاہدؒ سے متعدد اقوال نقل کیے ہیں۔ قانونِ مغفرت میں سورۃ سار کی اس آیت مبارکہ کو اصولیین نے بنیاد سمجھا ہے وَالَّذِينَ اِذَا لَعَنُوا فَاَجَسَتْ اَوْ ظَلَمُوا اَوْ اَنفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاَسْتَغْفَرُوا لِذُنُوبِهِمْ وَمَنْ يَغْفِرِ اللّٰهُ الذُّنُوبَ اَلَا لِلّٰهِ الْاَلَمُ اَعْلٰی مَا كَفَلُوا وَهُمْ يَكْفُرُونَ اَوْ كَلَّا جَزَاؤُهُمْ مُّغْفِرَةٌ مِّنْ رَبِّهِمْ اَلَمْ جَسْ مَعْلُوم ہونا ہے کہ کبار و گناہ ہیں فواشش اور ظلم کی حد میں شمار کیے جاتیں اور انکی مغفرت کا قانون یہ ہے کہ انسان

نام و شرمندہ ہو کر معافی مانگے اور مدامت و شرمندگی یہ ہے کہ آئندہ پھر اس گناہ کا اعادہ نہ کرے۔
 کہا تر کی معافی تو بہ پر موقوف ہے اور معاذر جن کو سببیت کہا جاتا ہے انکی معافی حساسات کے ذریعہ
 فرمائی گئی اِنَّ الْحَسَنَاتِ يُدْهِبُنَ السَّيِّئَاتِ علماء متکلمین کے یہاں یہ بات بھی زیر بحث آئی ہے کہ سببیت
 کی معافی آیا بذریعہ حساسات اجتناب عن الکبائر کی شرط کے ساتھ مشروط ہے یا مطلقاً نیکیاں انسان کے صفات
 کو معاف کر دیتی ہیں دونوں قول منقول ہیں امام غزالیؒ کی تحقیق کا حاصل یہ ہے کہ معمولی گناہ بمنزلہ امراض ہیں اور
 طاعات و عبادات بمنزلہ علاج اور دوا ہیں اور اجتناب عن الکبائر بمنزلہ پریزیس کے ہے دوا اور علاج کی تاثیر
 پریزیس کے ساتھ پوری طرح باقی رہتی ہے اور پریزیس کی صورت میں دوا کی تاثیر یا ختم ہو جاتی ہے یا ضعیف
 ہو جاتی ہے (تفصیل کے لیے مراجعت فرمائیں احیاء العلوم)

أَفْرَأَيْتَ الَّذِي تَوَلَّى ۖ وَاعْطَىٰ قَلِيلًا ۖ

بھلا تو نے دیکھا وہ جس نے منہ پھیرا اور لایا تھوڑا سا اور

أَكْدَىٰ ۖ ۝۳۲ۖ أَعِنْدَهُ عِلْمُ الْغَيْبِ فَهَوْ يَرَىٰ ۝۳۵

سخت نکلا کیا اس کے پاس خبر ہے غیب کی سو وہ دیکھتا ہے

أَمْ لَمْ يُنَبَّأْ بِمَا فِي صُحُفِ مُوسَىٰ ۖ

کیا اس کو خبر نہیں پہنچی جو ہے درقوں میں موسیٰ کے

وَأِبْرَاهِيمَ الَّذِي وَفَّىٰ ۖ ۝۳۶ۖ أَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ

اور ابراہیم کے جس نے پورا اٹارا کہ ٹھاتا نہیں اٹھانے والا

وُزْرًا خَرَىٰ ۖ ۝۳۸ۖ وَأَنَّ لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَىٰ ۖ

جو کچھ کسی دوسرے کا اور یہ کہ آدمی کو وہی ملتا ہے جو کمایا

وَأَنَّ سَعْيَهُ سَوْفَ يُرَىٰ ۖ ۝۴۰ۖ ثُمَّ يَجْزَاهُ الْجَزَاءُ الْأَوَّلَىٰ ۖ

اور یہ کہ اسکی کمائی اسکو دکھائی ہے پھر اسکو بدلہ دینا ہے اسکا پورا بدلہ

وَأَنَّ إِلَىٰ رَبِّكَ الْمُنْتَهَىٰ ۖ وَأَنَّهُ هُوَ أَضْحَكَ وَأَبْكَىٰ ۖ

اور یہ کہ تیرے رب تک پہنچنا اور یہ کہ وہی ہے ہنساتا اور رلاتا

وَأَنَّهُ هُوَ أَمَاتٌ وَأَحْيَا ۖ وَأَنَّهُ خَلَقَ الزَّوْجَيْنِ

اور یہ کہ وہی ہے مارتا اور جلاتا اور یہ کہ اُس نے بنایا جوڑا

الذَّكَرَ وَالْأُنثَىٰ ۖ مِن تَطْفَئَةٍ إِذَا تَمَنَّىٰ ۖ وَأَنَّ عَلَيْهِ

نر اور مادہ ایک بوند سے جب ٹپکتے اور یہ کہ اس پر

النَّشَاةَ الْآخِرَىٰ ۖ وَأَنَّهُ هُوَ أَغْنَىٰ وَأَقْنَىٰ ۖ وَأَنَّهُ

لازم ہے دوسرا اٹھانا اور یہ کہ اس نے دوست دی اور بوجھی اور یہ کہ

هُوَ رَبُّ الشَّعْرَىٰ ۖ وَأَنَّهُ أَهْلَكَ عَادًا ۖ الْأُولَىٰ ۖ

وہی ہے رب شری کا اور یہ کہ اس نے کھیا دیئے عاد گئے

وَشَوَدًا ۖ فَمَا أَبْقَىٰ ۖ وَقَوْمَ نُوحٍ مِّن قَبْلُ ۖ إِنَّهُمْ

اور شورد پھر باقی نہ چھوڑا اور نوح کی قوم اس سے پہلے وہ تو تھے

كَانُوا هُمْ أَظْلَمَ وَأَطْعَىٰ ۖ وَالْمُؤْتَفِكَةَ أَهْوَىٰ ۖ

اور بھی ظالم اور ستربر اور اُسکی سستی کو پسند کیا

فَغَشَّاهَا مَا غَشَّىٰ ۖ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكَ تُتَارَىٰ ۖ هَذَا

پھر اس پر چھایا جو چھایا اب تو کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلا دے گا یہ ایک

نَذِيرٌ مِّنَ النَّذِرِ الْأُولَىٰ ۖ أَزِفَتِ الْآزِفَةُ ۖ لَيْسَ

ڈر سنسنے والا ہے پہلے سنسنے والوں میں کا آہنچی آئے والی کوئی نہیں

لَهَا مِّن دُونِ اللَّهِ كَاشِفَةٌ ۖ أَفَمِنْ هَذَا الْحَدِيثِ

اسکو اللہ کے سوا کھول دکھائے والا کیا تم اس بات سے

تَعْبُونُ ۵۹) وَتَضْحَكُونَ وَلَا تَبْكُونَ ۶۰) وَأَنْتُمْ

اپنی سچا کرتے ہو اور ہنستے ہو اور روتے نہیں اور تم

سیدون ۶۱) فَاسْجُدُوا لِلَّهِ وَاعْبُدُوا ۶۲)

کھڑیاں کرتے ہو سو سجدہ کرو اللہ کے آگے اور بندگی۔

خصائص اوصاف سعادت و شقاوت و قانون جزا اعمال

قَالَ تَعَالَى . أَفَرَأَيْتَ الَّذِي كُفِيَ إِلَى فَاسْجُدُوا لِلَّهِ وَاعْبُدُوا
اربطہ گزشتہ آیت میں حق تعالیٰ شانہ کے عظمت و جلال کا بیان تھا اور اس ضمن میں خدا کے
نیک اور برگزیدہ بندوں کا ذکر تھا تو اب بعض ایسے شقی اور بد بخت انسانوں کا ذکر ہے کہ انکی شقاوت دنیا
کے واسطے سامان عبرت ہے اور اسی کے ساتھ اعمال کی جزا و سزا کا معیار بھی فرمایا جا رہا ہے۔ ورنہ کہ
انسانی کوشش بہر حال اپنے خیرات ظاہر کر کے رہتی ہے تو ارشاد فرمایا۔

بھلا آپ نے اس شخص کو بھی دیکھا جس نے دین حق سے روگردانی کی اور تھوڑا سا دیا اور پھر
سخت دل ہو گیا اور جو کچھ دے رہا تھا وہ بند کر دیا جیسے کہ بعض مفسرین کے بیان کے مطابق ولید بن مضر
جو کچھ تھوڑا بہت اس قوم کی طرف ملے ہوئے لگا تھا مشرکین نے اسکو ملامت کی کہ تو یہ کیا کر رہا ہے اس
نے کہا کہ اگر قیامت آگئی جیسا کہ محمدؐ کہتے ہیں تو پھر وہاں کا عذاب کس طرح برداشت کروں گا اس سے
ڈر لگتا ہے اس پر ایک متعصب فہم کے مشرک (جس کا نام عاتبہ تھا) نے کہا کہ اگر وہاں عذاب کی نوبت آئے
تو میں اس کا ضامن ہوں اور وہ عذاب تیرے بھستے میں اٹھائوں گا بشرطیکہ تو مجھے اتنا مال دے
دے ولید نے اسکی بات مان لی اور جو کچھ میلان ہوا تھا پھر اس سے روگردانی کر لی اور کچھ مال دیا مگر
بعد میں مال دینا بند کر دیا۔ سخت دل ہو گیا کہ مشرکین مکہ کے کہنے سننے سے دین اسلام لانے کے لیے
جو نرمی پیدا ہوتی تھی وہ پھر بدستور کفر کی شقاوت اور قسوت میں تبدیل ہو گئی۔

حضرت سہا صاحب فرماتے ہیں یعنی تھوڑا سا ایمان لانے لگا تھا پھر سخت ہو گیا اس کا دل۔ کیا

سہ الدل - گدگدیتھ۔ سے ماخوذ ہے پتھر کی سخت جہان کو کہتے ہیں۔ عداوت میں ہے اکدی
حافض الشر یعنی کونوں کھودنے والے نے زمین کی سختی یا پتھر اچانے کی وجہ سے
کھدائی بند کر دی۔

ایکے پاس غیب کا علم ہے کہ وہ اسکو دیکھ رہا ہے کہ قیامت کسے پر جب عذاب ہوگا تو کوئی دوسرا شخص وہ عذاب مرے بجائے اٹھائے گا اور مجھ کو اس سے سبکدوش کر دے گا کیا اسکو نہ نہیں پہنچی ان باتوں کی جو حضرت موسیٰ کے صحیفوں میں ہے اور نیز اس خلیل ابراہیم کے صحیفوں میں جس نے اللہ کے حکم کو پورا کیا تو راست اور تورات کے علاوہ دیتے گئے موسیٰ کو کچھ صحیفے اور ابراہیم علیہ السلام کے صحیفوں میں جو مضامین مذکور ہیں انکی ضرورت کو نہیں پہنچی حالانکہ وہ قرآن اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے نازل ہو چکے ہیں اور انکی باتیں لوگوں میں معروف ہیں اور خدا کے سارے پیغمبر دنیا کی باتوں تو حیدہ آخرت، جنت و جہنم، جزاء و سزا جیسے امور میں متفق ہیں تو ان سب صحیفوں میں یہ بات کھوں کر بیان کر دی گئی ہے کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے گناہ کا بوجھ نہیں اٹھائے گا تو جب یہ بات ان اولوالعزم پیغمبروں کے صحیفوں میں موجود ہے پھر اس قسم کا معاملہ اس نے کیوں کر کیا اور ان صحیفوں میں تو یہ بھی ہے کہ ہر انسان کے واسطے یہی ہے جو اس نے سنی کی اور کیا اور یہ کہ عنقریب اسکی سعی و کوشش دیکھی جاتے گی اور کسی کی جدوجہد اور عملی کوشش ضائع نہیں ہوتی خواہ جبر ہو یا اثر پھر اسکو اسکی کمائی کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔ پھر کیف انسانی کوشش کا ثمرہ اور بتجربہ دل کر ہی رہتا ہے یہ نہیں کہ وہ نہ ہے اور ثمرات اعمال اس پر مرتب نہ ہوں۔

فلا سخر اور معتزل نے اِلَّا مَا سَعَى کا قہر انسان کے استحقاق کے لئے سمجھا حالانکہ مادلول بیت سعی کا حصول بلا انسان ہے یعنی سعی انسانی کا قہر فی الحمول ہے کہ سعی حاصل ہو کر ہی رہتی ہے یہ مراد نہیں کہ انسان کو بس اس کی سعی کا ہی مدد ملتا ہے اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ملتا جس کی تفصیل انشائیہ آ رہی ہے۔

اور ان صحیفوں میں یہ بھی ہے کہ آپ کے پروردگار ہی کی طرف ہر چیز کا پہنچنا ہے وہی ذات ہر شے کا منتہی ہے اسی تک ہر ایک آواز پہنچتی ہے۔ اسی طرف ہر ایک کی حاجتیں پہنچتی ہیں اسی کی طرف ہر ایک عمل پہنچتا ہے اور اسی کی طرف ہر مخلوق کو لوٹ کر جانا ہے۔ وہی مبداء کائنات ہے اور وہی منتہی بھی ہے اور یہ کہ وہی ہستنا ہے اور وہی زلاتا ہے کیونکہ ہر غم اور خوشی کا سامان اسی کے اختیار میں ہے اور اسی کے حکم سے انسان پر یہ احوال و واقعات پیش آتے ہیں لہذا درحقیقت ہستنا اور زلاتا والی ذات اللہ ہی کی ہے اس وجہ سے انسان کو چاہیے کہ ہر خوشی اور مسرت اللہ رب العزت سے مانگے اور ہر غم و رنج میں اپنے پروردگار ہی کو پکارے اور یہ کہ وہی موت دیتا ہے اور وہی حیات و زندگی دیتا ہے اور موت و حیات کا وہی خالق اور مالک ہے اور اسی نے جوڑا پیدا کیا دونوں قسموں کے مادہ کا لطف کے ایک قدرہ سے جب کہ وہ ڈالا جاتا ہے رحم میں جب حق تعالیٰ کی شانِ حلقیت کا یہ مشاہدہ تمام عالم میں ہے کہ اس نے جوڑے پیدا کیے انسانوں اور حیوانوں میں مذکور و مؤنث اور مرد و مادہ و دنیا کی ہر چیز میں خیر و شر، نفع و نقصان۔ بلندی و پستی اور نور و ظلمت تو جس ذات اعلیٰ و اخص کی خالقیت اور قدرت کے یہ سارے کرشمے عالم میں پھیلے ہوئے ہیں اس ذات کے لیے کب مشکل ہے کہ قیامت میں دوبارہ انسان

کو پیدا کر دے اس لیے ان صحیفوں میں یہ بھی ہے کہ اور اس پر ضروری ہے دوبارہ پیدا کرنا کیونکہ اس نے اس بات کا وعدہ کر لیا ہے اور جب اسکے حکم کے خلاف ایک پتا بھی حرکت نہیں کر سکتا تو پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ اگر اللہ کسی پر عذاب نازل فرمائے تو کوئی اسکو بچا کر وہ عذاب خود برداشت کرے اور یہ کہ وہی ہے جس نے پٹے بندوں کی حاجتوں کو پورا کیا اور رزق دے کر کسی کا محتاج نہیں رکھا اور اسی نے کسی کو مالدار بنایا زمینیں جاتا داد۔ مولیش اور خزانہ، موال دیگر اعراض کسی کو بقدر ضرورت دیا اور کسی کو اپنی نعمتوں سے زیادہ سے زیادہ نوازا۔ اور ان صحیفوں میں یہ بھی ہے کہ وہ پروردگار ہے شہری ستارہ کا بھی جس کی یہ ہل عرب اور مشرقین پرستش کرتے ہیں افسوس کہ ایک مخلوق کی پرستش کرنے لگے لیکن اسکے خالق کو نہ پہچانا۔ اور یہ کہ اس نے عاد اولیٰ یعنی عاد و قدیم کو ہلاک کر ڈالا اور ثمود کی قوم کو بھی سوان میں سے کسی کو بھی باقی نہ چھوڑا اور قوم نوح کو بھی جو ان سے پہلی تھی بے شک یہ سب بڑے ہی غام اور سرکش تھے اور لوط کی الٹی بیوی سب سے بھی جنکو اسی پروردگار نے اکھاڑ پھینکا پھر ان بیٹیوں کو ڈھانک لیا جس کسی بھی بیعت ناک چیز نے ڈھانک لیا تھا جس کی بیعت و عظمت کا تصور نہیں کیا جاسکتا یہ سابقہ قریں کیسی طاقت و درق میں تھیں اسباب اور وسائل کی کوئی کمی نہ تھی مکانات اور محفوظ پتھروں کے تراشے ہوئے قلعے تھے لیکن ان قوموں کی مادی طاقت اور وسائل کی کثرت انکو عذاب بھی سے نہ بچا سکی۔ ظالموں اور سرکشوں کی تباہی خداوند عالم کا ایک عظیم نعام ہے تو اسے مخاطب تو اپنے پروردگار کی نعمتوں میں سے کون کون سی نعمت میں شک کرتا رہے گا اور ان واقعات کو سن کر بھی ایمان نہیں لاتے گا ان عبرت ناک واقعات کو سن کر تو چاہیے کہ ولید اور اس کے ساتھی اور قریش مکہ ایمان لے آئیں تو اہل مکہ سن لو یہ محمد مصلی اللہ علیہ وسلم بھی ڈرانے والے ہیں۔ عذاب خداوندی سے پہلے ڈرانے والوں کی طرح اہم سابقہ کو وہ ابیہار علیہم السلام ڈراتے رہے اسی طرح یہ پیغمبر آخر الزماں بھی ہیں ان پر ایمان لائے میں کسی طرح تامل نہ کرنا چاہیے اب تاخیر کی گنجائش نہیں ہے کیونکہ یہ اللہ پاک کے آخری نبی ہیں اور قریب آچکی ہے قیامت آنے والی چیز ایسی قیامت جسکو کوئی اٹھلنے والا نہیں اللہ کے سوا یعنی قیامت آچکنے کے بعد کسی کی یہ طاقت نہیں کہ اسکو ٹلا سکے قیامت تو کیا درخت سے گرنے والے پتے کو بھی کسی کی ہمت نہیں کہ گرنے سے روک دے پھر بھی کیا تم اس بات اور قیامت آئے پر توجہ کر رہے ہو اور کو اجنبیا سمجھ رہے ہو اور تم ہنستے ہو اور ان باتوں کو غیبر کی زبان جب سننے ہو تو مذاق لٹا دے گئے ہو اور تم دوتے ہیں حالانکہ خدا کے عذاب اور اہم سابقہ کی ہلاکت و تباہی کے واقعات کو بڑے نظر رکھتے ہوئے تو تمہیں اپنی حالت پر افسوس کرنا چاہیے اور اپنی بدیہیں پر رونا چاہیے اور تم اسی طرح غافل و متکبر بنے ہوئے ہو قرآن اور اللہ کے پیغامات نہ ہنسی کہیں کی چیز نہیں نہ ہی ان سے غفلت و اعراض بے رخی اور تکبر کرنا چاہیے یہ حرکات تباہی اور بربادی کا باعث ہیں پس اب تو اللہ کے سامنے سرسجود ہو جاؤ اور اسی کی عبادت کرو۔

معہ حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں وہ شعر ہے... ایک بہت بڑا تاراج اسکو لے کر عرب پوجا کرتے تھے ۱۲۔

معصیت کا مرتکب ہو رہا ہے کیا اسکو کتب سماویہ اور ان لوا العزم پیغمبروں کے صحیفوں سے یہ بات معلوم نہیں کہ ہر انسان کو اپنے گناہوں کا قیامت کے روز جو اٹھانا ہے اس علم میں اس میں چاہیے کہ وہاں کی پیش آنے والی مشقتیں اور مصیبتیں کوئی دوسرا برداشت کرے گا پھر کسی مناسبت کے ساتھ اخیر سورت تک سلسلہ تبیہ و تہذیب کا فرمایا گیا (واللہ اعلم بالصواب)

قرآنی فیصلہ کہ ہر جہد و جہد بار آور ہوتی ہے اور مسئلہ ایصال ثواب

آیت مبارکہ اَنْ لِّیْسَ بِذِکْرِکَ سَابِقَ لَکَ سَعٰی کی مراد سیاق و سباق سے متعین ہے کہ انسان کی جو بھی سعی اور کوشش ہے اس کا ثمرہ اور نتیجہ اس پر مرد مرتب ہوا کرتا ہے اللہ رب العزت نے جس طرح دیوی نظام میں ہر چیز مقدر فرمادی ہے کہ انسان کی جہد و جہد ہر کیف بار آور ہوتی ہے آخرت میں بھی یہی حال انسانوں کے اعمال و افعال کا ہے اس آیت کے ظاہر و باطن کو ہمیشہ نظر رکھتے ہوئے فلاسفہ اور معتزلہ یہ کہتے ہیں جب یہ آیت اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ انسان کے لئے صرف اسی کی سعی ہے اور وہ اسی سے فائدہ اٹھا سکتا ہے تو معلوم ہوا کہ مردوں کو زندوں کی طرف سے ایصالِ ثواب نہیں ہو سکتا زندوں کے اعمال و عبادت اور تلاوت سے اموات کو کوئی نفع نہیں تو ایصالِ ثواب کے ممکن ہونے بل سنت درجہ ہر علماء اس پر متفق ہیں کہ زندہ کی طرف سے مہلت کے لئے ایصالِ ثواب صحیح اور درست ہے آیات اور احادیث سے یہ ثابت ہے انبیاء کرام علیہم السلام کے لیے درود و سلام اور مومنین سابقین کے حق میں دعائے مغفرت اپنے والدین و اولاد کے لئے دعا و صلاح و فلاح یہ سب امور نصوص قطعیہ سے ثابت ہیں انبیاء صالحین کی شفاعت بھی ثابت ہے اگر آیت اَنْ لِّیْسَ بِذِکْرِکَ سَابِقَ لَکَ سَعٰی کا یہ مفعول لیا جائے جس کے معتزلہ قائل ہیں تو یہ سب باتیں لغو اور بیکار ہو گئی۔

حافظ ابن تیمیہ اور حافظ ابن قیم رحمہما اللہ تعالیٰ نے بھی تصریح کی ہے کہ زندہ کی دعا و استغفار مردہ خیرات اور تلاوت قرآن سے مردوں کو نفع پہنچتا ہے اور حاملین عرش کا اہل ایمان کے لئے دعا کرنا خود قرآن کریم میں موجود ہے۔

شیخ ابن ہمام نے فتح القدیر باب الحج عن الغیر میں لکھا ہے کہ احادیث صحیحہ سے یہ امر صریح ثابت ہے کہ — مانی خیرات و صدقات اور بدنی خیرات مثل دعا - نماز - روزہ اور تلاوت قرآن سے اموات کو ثواب پہنچتا ہے اور ان چیزوں سے انکو خوشی ہوتی ہے دوسروں کی طرف سے قربانی تو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی مالِ باپ کی طرف سے صدقہ اور وقف اور حج صحیحین کی روایات میں ہے اور ایک حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد حضرت علیؓ ہمیشہ ایک قربانی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کیا کرتے تھے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ سُورَةُ الْقَمَرِ

اس سورت کا نام القمر ہے اس میں معجزہ شق القمر کا ذکر ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات عظیمہ میں سے ایک واضح اور روشن معجزہ ہے جسکو قرآن حکیم نے دلیل نبوت کے طور پر بیان کرنے کے ساتھ قیامت کی نشانی اور اسکے قریب آجانے کی علامت بتایا اور آیات متوازیہ سے ثابت ہے کہ مشرکین مکہ نے آپ سے سوال کیا کہ آپ ہم کو کوئی نشانی دکھائیے جس سے ہم سمجھیں کہ آپ اللہ کے نبی ہیں اور یہ بھی کہا کہ اگر آپ چاند کے دو ٹکڑے کر دیں تو ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے انکے اس وعدہ پر آپ نے رعنائی یہ جو دہریں رات تھی دعا قبول ہوئی اور حق تعالیٰ شانہ نے اپنی قدرت عظیمہ سے چاند کے دو ٹکڑے کر دیئے اور کفار قریش سے بھی اپنی آنکھوں سے اس کا مشاہدہ کر لیا کہ اس کا نصف حقہ صفا پہاڑ پر تھا اور نصف مل قبیقان پر اور آپ نے انکو فرمایا۔ دیکھو لو اسے لوگو! نہ صرف یہ کہ اہل مکہ ہی سے اس کا مشاہدہ کیا بلکہ جو لوگ اطراف و جوانب سے آئے انہوں نے بھی یہی حال بتایا کہ ہم نے فلاں شب چاند کو شق ہوتے ہوئے دیکھا اس عظیم الشان معجزہ کے بیان سے سورت کی ابتداء فرمائی گئی جو سید ابیہر صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت درسات کا واضح اور روشن ترین ثبوت تھا اسکے بعد ان لوگوں پر وعید و تنبیہ فرمائی گئی جو اللہ کی نشانیوں کو دیکھنے کے بعد بھی لٹھ پر ایمان لانے کے واسطے تیار نہیں ہوتے۔

پھر اختتام سورت پر اہل شقاوت کی حمدی درہلاکت کا بیان فرمانے کے بعد اہل ایمان و تقویٰ کا ذکر فرمایا گیا جیسا کہ قرآن کریم کا طرہ بیان ہوتا ہے کہ تریبیب کے سفایین کے بعد ترغیب کے سفایین لائے جائیں تو اس اسلوب عجیب کے مطابق رَتَّ الْمُتَّقِينَ فِيْ جَنَّتٍ وَّ نَهْرٍ فِيْهَا مَقْعَدٌ صِدْقٍ حِندٍ مِّلْدَتْ مُقْتَدِرٍ پر سورت ختم فرمائی گئی۔

آيَاتُهَا ۵۵ = سُورَةُ الْقَمَرِ مَكِّيَّةٌ = ۳۷ رُكُوْعَاتُهَا ۳

سورة قمر مکہ میں نازل ہوئی اور اسکی پہلیں آیتیں اور میں رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا۔

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ ۚ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ۚ ۱۰ وَإِنْ يَرَوْا آيَةً

پس آگئی وہ گھڑی ۱۰ اور پھٹ گیا چاند اور اگر وہ دیکھیں کوئی نشانی

يُعْرِضُوا وَيَقُولُوا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ۚ ۱۱ وَكَذَّبُوا وَاتَّبَعُوا

ممال دیں اور کہیں کہ یہ جادو ہے چلا آتا اور جھٹلایا اور چسے پنی

أَهْوَاءَهُمْ وَكُلُّ أَمْرٍ مُّسْتَقَرٌّ ۚ ۱۲ وَلَقَدْ جَاءَهُمْ مِنْ

جادو پر اور ہر کام ٹھہر رہا ہے وقت پر اور پہنچ چکے انکو احوال

الْأَنْبَاءِ مَا فِيهِ مُزْدَجَرٌ ۚ ۱۳ حِكْمَةٌ بَالِغَةٌ ۚ فَمَا تُغْنِ النُّذُرُ ۚ ۱۴

جتنے میں ڈانٹ ہو سکتی ہے بوری عقل کی بات ہے پھر کام نہیں کرتے ڈرنا تے

فَقَوْلٌ عَنْهُمْ يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِ إِلَىٰ شَيْءٍ تُكْرَهُ ۚ ۱۵

سو تو ہٹ آؤں گی طرف سے جس دن پکارے پکارنے والا ایک ان دیکھی چیز کو

خُشَعًا أَبْصَارُهُمْ يَخْرُجُونَ مِنَ الْأَجْدَاثِ ۚ كَانَتْهُمْ

فولیں آنکھیں ۱۵ نکل پڑیں قبروں سے جیسے

جَرَادٌ مُّنتَشِرٌ ۚ ۱۶ مُهْطِعِينَ

مڈی بکھر پڑی دوڑتے جاویں

إِلَى الدَّاعِ يُقُولُ

پکار پر کہتے

الْكَفْرُونَ هَذَا

منکر یہ

يَوْمَ عِيسَىٰ ۚ ۱۷

دن مشکل آیا -

اعلانِ قرب قیامت مع ذکر دلائل قدرت خداوند جلیل و رست نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم و تمہید و تنبیہ بر اعراض مسکین و مجرمین

قال اللہ تعالیٰ - اقْرَبْتِ السَّاعَةَ الخ هَذَا يَوْمٌ عَسَىٰ

۱۔ (ربہ) گذشتہ سورت کا مضمون جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت و نبوت کا اثبات اور اسکی عظمت شان ظاہر کرنا تھا اب اس سورہ قمر میں آپ کی نبوت کے دلائل قاطعہ اور براہین واضحہ بیان کیے جارہے ہیں اور ظاہر ہے کہ دلائل و معجزات میں شق قمر کا واقعہ ایک طرف اللہ کی قدرت کی عظیم ترین نشانی ہے تو دوسری جانب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت ثابت کرنے کے لیے ایک ایسی دلیل ہے جس کا کوئی صاحب عقل انسان انکار نہیں کر سکتا اور حتیٰ کہ وہ ایک تادریخی حقیقت بن گئی جس میں کسی طرح تردد اور تامل کا امکان نہ رہا۔ تو ارشاد فرمایا۔

قرب آگئی ہے قیامت اور دو ٹکڑے ہو گیا چاند جب کہ مقام مٹی میں کفار مکہ نے آپ سے مطالبہ کیا کہ اگر آپ اللہ کے رسول ہیں تو ہمیں کوئی نشانی دکھائیں وراس چاند کو دو ٹکڑے کر دکھائیں تو ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے تو آپ کے آسمان کی طرف نظر اٹھا کر انگلی کا اشارہ کرتے ہوئے چاند بھٹ گیا اور اسکی ٹکڑے ہو گئے ایک مغرب کی سمت نظر آ رہا تھا اور دوسرا مشرق کی طرف ایسی عظیم الشان دہیں اور معجزہ ظاہر ہونے پر جا بیٹے تھا کہ فوراً ایمان سے آتے مگر حالت یہ ہوئی کہ اور اگر دیکھ میں کوئی نشانی تو بے رخی کریں اور انکو تسلیم کرنے کے واسطے تیار نہ ہوں اور کہیں کہ یہ تو جادو ہے جو پہلے سے چلا آ رہا ہے تو اسی طرح اس وقت بھی انہوں نے کہا کہ ہمارے آنکھوں پر جادو کر دیا ہے کہ یہ چاند دو ٹکڑے ہو کر ہمیں نظر آیا اور جھٹلائے ان لوگوں نے خدا کے اس معجزہ کو اور بغیر کی نشانی کو اور پیر دی کی ایسی خواہشات کی ان کا یہ حرم تو اس بات کا موجب تھا کہ اسی وقت عذاب خداوندی سے ہلاک کر دیئے جاتے مگر انکو ہست دی گئی اور ہر کام اللہ کی طرف سے ایک وقت مقرر کے ساتھ ٹھہر جاتا ہے اسی وقت عذاب دہر کی کیا ضرورت تھی عزت و نصیحت کے واسطے تو یہ بھی بہت کافی ہے اور بے شک انکے پاس بہت سے واقعات و احوال آچکے ہیں جن میں بہت کچھ نصیحت و تنبیہ ہے یہ قرآن کریم یا اللہ کی وحی ہے ایک ایسی حکمت و دانائی کی بات ہے جو دل کی گہرائیوں میں اتر جانے والی ہے اور ہدایت و معرفت کی انتہا تک پہنچ جانے والی ہے تو پھر اسکی بعد کیا کام دیں گی ڈرانے والی چیزیں ایسے سخت دل لوگ جن پر نہ کوئی نصیحت کام دے

محہ یہ ترجمان مفسرین کی راستے کے مطابق ہے جنہوں نے اس جگہ لفظ "ما" کو استنباط لیا ہے اور اگر "ماہ" باقی صیغہ لکھیں تو

اور نہ غمیدہ و تہدید سے کوئی اثر ہو س قلوب نہیں کر، لہٰذا طرف توجہ کی جائے تو اس آیت روگردانی کر لیجئے۔ ان سے۔ ایسے بد مختوں سے اب کیا توقع ہو سکتی ہے کہ وہ ہدایت قبول کریں گے بس انتظار کیجئے اس دن کا جس میں پکارنے والا پکارے گا بلکہ نہایت ہی ناگوار چیز کی طرف وہ میدانِ حشر میں حساب کے واسطے پکارا جانا ہوگا جو ہر کافر و مجرم کے واسطے شدید ناگوار چیز ہے حالت یہ ہوگی انکی آنکھیں جھکی ہوئی ہوں گی قروں سے نکلنے ہوں گے اس طرح کہ گویا وہ بکھری ہوئی بڑیوں کا غول ہیں دوڑتے ہوں گے اپنی گردنوں کو دراز کیے ہوئے پکارنے والے کی جانب یہ ایسا منظر ہوگا کہ ہر کافر کہتا ہوگا کہ یہ دن تو بہت سخت ہے ظاہر ہے کہ مارگاہ خداوندی کی حاضری اور حساب کے لیے پیشی کافر کے لیے کوئی آسان کام نہیں یہ شدت اور ہیبت تو اسکے واسطے ہر آسے والے عذاب سے زیادہ شدید ہوگی۔ لیکن جس کسی کا حساب پاک و صاف ہو اسکو اعلانِ حساب اور پیشی کی کوئی فکر نہیں ہوتی سی طرح اہل ایمان و تقویٰ بے فکر اور مطمئن ہوں گے اور بڑے ہی انبساط و خوشی سے میزانِ اعمال کی طرف جاتے ہوں گے حتیٰ کہ ان پر یوم الحساب کی پیشی کسی فرض نماز کی رکعت کے قیام سے زیادہ دشوار محسوس نہ ہوگی جب کہ کافروں اور مجرموں کے پسینے چھوٹ رہے ہوں گے اور ہر کوئی بسینہ میں غرق ہوگا کسی کے منہ تک اور کسی کے سینہ تک اور کسی کے گھٹنوں اور پاؤں تک پہنچا ہوگا

اکما ورد فی الاحادیث

مشاہدہ اور تواثر سے معجزہ شق القمر کا ثبوت

معجزہ شق القمر کا وقوع قرآن کریم ۱۰ احادیث متواترہ اور اجماع امت سے ثابت ہے اور علاوہ انہیں نادیکھی بقول کے اس کا مشاہدہ بھی ثابت ہے ظاہر ہے کہ جس چیز کا ثبوت کلام خداوندی ۱۰ احادیث رسول اللہ علیہ وسلم اور مشاہدہ سے ہو چکا ہو اس کا انکار یا اسکی تادیب خلاف عقل ہے اس پر نہ تردد ایمان لانا لازم ہے جس طرح قرآن کریم کی تصریحات کی وجہ سے جنت و جہنم پر ایمان لائے بغیر کوئی شخص مؤمن نہیں ہو سکتا اسی طرح قرآن کریم کی ہر بیان کردہ چیز پر ایمان لائے بغیر ایمان کا تصور نہیں کیا جاسکتا اگر قرآن تصدیق اور قطعیات میں تادیب کا دروازہ کھول دیا جائے تو پھر نہ تو ایمان بالآخرۃ رہے گا اور نہ جنت و جہنم کی حقیقت کا کوئی مسئلہ باقی رہ سکتا ہے تو جس قرآن حکیم نے ہم کو قیامت جیسے عظیم الشان و قد کی خبر دی اور ہمارا اس پر ایمان ہے تو اسی قرآن نے ہمیں شق القمر کے واقعہ کی بھی خبر دی تو جب قیامت پر ایمان ہے تو پھر شق قمر جو قیامت سے زیادہ کوئی عجیب یا عظیم شے نہیں اس پر ایمان لانے میں

نافیہ ہو تو پھر رحمہ اس طرح ہوگا، بس نہیں کام دیتیں انکو ڈرنے و لی چیزیں اور ایسے عبرت ناک واقعات سے انکو کوئی اثر نہیں ہوتا۔ ۱۲

کیا تامل کیا جاسکتا ہے اہم طحاوی اور حافظ ابن کثیر نے اس واقعہ کے متعلق تاثر کا دعویٰ کیا ہے اور یہ دعویٰ دلائل قویہ سے ثابت ہے۔

فلاسفہ اور محدثین نے شق القمر کو محال قرار دیتے ہوئے نکار کیا اور بعض لوگوں نے اس کی تائید کی کہ یہ قیامت کے روز پیش آنے والے شق قمر کا ذکر ہے کہ جب قیامت آئے گی اس وقت چاند بھٹ جائے گا۔

فلاسفہ اور محدثین کا شق قمر کو محال قرار دینا خود خلاف عقل ہے یہ ایک محض دعویٰ ہے جس پر ان کے پاس کوئی ثبوت اور برہان قطعی نہیں اور لا تو یہ چیز قابلِ محاذ ہے کہ چاند ہو یا سورج اور کوئی ستارہ و سیارہ یہ سب اجسام ہیں اور دہل عقلی سے یہ بات لازم ہے کہ ہر جسم کا اجزاء کی طرف منقسم ہونا اور پھر اسکے اجزاء کا مل جانا ممکن ہے اور اس میں کسی قسم کا استبعاد نہیں جس پر وہ دگوار نے اپنی قدرت کاملہ سے ان اجزاء کو جوڑ کر جسم مستحضر بنایا ہے وہ انکو تقسیم کرنے اور ٹکڑے کرنے پر قادر ہے حکماء کے نزدیک جسم متصل کا منفصل اور منفصل کا متصل ہونا ممکنات میں سے ہے اس دہل سے جہاں شق قمر کا ثبوت مل رہا ہے اسی کے ساتھ وقوف شمس اور رد شمس کا معجزہ بھی ثابت ہو رہا ہے اور اس پر بھی فلسفیانہ قسم کا کوئی اشکال نہیں رہتا۔

حضرت یوشع بن نون بنی اسرائیل کے ہمراہ جبارین سے جہاد کر رہے تھے حکم خداوندی آفتاب ٹھہر گیا یہاں تک کہ جس روز اللہ کا پیغمبر فتح کا مہمور تھا فتح واقع ہو گئی اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں رد شمس کا واقعہ بھی ہے کہ آپ کی دعا سے سورج غروب ہوئے کے بعد واپس ہو گیا اس میں کوئی شبہ نہیں کہ چاند کے ٹکڑے ہو جانا یا آفتاب کا ٹھہر جانا اور لوٹ جانا فی نفسہ عظیم الشان امر ہے اور امر معنادار بھی یہ نہیں ہے لیکن عقلاً اسکو تقسیم کرنے میں کوئی وجہ تامل نہیں کیونکہ آفتاب و مہتاب کی حرکت طلوعی اور غروب سب اللہ کے حکم اور اسکی قدرت سے ہے تو محرک اصل اللہ رب العزت ہے وہ جب چاہے ان اجرام کی حرکت کو روک دے اجرام عویہ ہوں یا اجرام سفیدہ آسمان ہو یا زمین۔ برزخ و بحر سب کی حرکت و سکون اسی کے قبضہ قدرت میں ہے زمین کو متحرک مانو یا آسمان کو بہر کیف اس امر پر مجبور ہونا پڑے گا کہ ہر شئی اور اس کی حرکت خدا کے ہاتھ میں ہے الغرض جو چیز دئی الہی، جہاد متواترہ، نیز مشاہدہ سے ثابت ہو اس کا انکار یا اس میں تردد خلاف عقل ہے صحیح بخاری و مسلم میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے ہے کہ اہل مکہ نے آپ سے سوال کیا کہ آپ کوئی نشانی دکھائیں۔ تاکہ ہم آپ کی نبوت مان لیں اس پر آپ نے چاند کے دو ٹکڑے کر کے ان سے فرمایا دیکھ لو گواہ رہو اور جبر بن مطعم کی روایت میں ہے کہ شق قمر پر قریش کے لوگ کہنے لگے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے تو ہماری آنکھوں پر جادو کر دیا ہے اسکو سن کر بعض لوگ کہنے لگے کہ اگر ہماری آنکھوں پر جادو کر دیا تو یہ ممکن نہیں ہے کہ سب کی آنکھوں پر جادو کر دیں اس کے بعد ان

لوگوں نے مکہ سے باہر سے آہو لے قافلوں سے پوچھنا شروع کیا تو ہر قافلہ یہ بتاتا کہ ہاں ہم نے بھی یہ عجیب واقعہ دیکھا ہے۔ العرض یہ احادیث صحیحہ اور قرآن کریم کا واضح بیان بھی بتا رہا ہے کہ شق قمر کا واقعہ حقیقتاً سوچا ہے۔

آیت مبارکہ اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ کی تفسیر میں علامہ آؤنی نے تفسیر روح المعانی میں یہ روایت بیان فرمائی ہے کہ ہجرت مدینہ سے تقریباً پانچ سال قبل ایک مرتبہ کچھ مشرکین مکہ جمع ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے جن میں ولید بن مغیرہ، ابو جہل، عاص بن دناس، عاص بن ہشام، اسود بن جعد، یحوت، اسود بن جعد المطلب، ربیعہ بن الاسود، نضر بن حارث وغیرہ بھی تھے آپ سے یہ درخواست کی کہ اگر آپ سمجھتے ہیں تو اپنی نبوت کا کوئی خاص نشان دکھائیں، در ایک روایت میں ہے کہ یہ کہا کہ چاند کے دو ٹکڑے کر کے دکھلاؤ رات کا وقت تھا اور چودھویں دن کا چاند طلوع کیے ہوئے تھا آپ نے فرمایا، چھا اگر یہ معجزہ دکھلا دوں تو ایمان بھی لے آؤ گے لوگوں نے کہا ہاں ہم ایمان لے آئیں گے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حق جل شانہ سے دعا کی اور انگشت مبارک سے چاند کی طرف اشارہ کیا اسی وقت چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے ایک ٹکڑا جبل ابی قیس پر تھا اور دوسرا ٹکڑا جبل ابی قیسقان پر تھا دیر تک لوگ حیرت سے دیکھ رہے تھے حیرت کا یہ عالم تھا کہ اپنی آنکھوں کو پتروں سے پونچھتے تھے اور چاند کی طرف دیکھتے تھے تو صاف دو ٹکڑے نظر آتے تھے در حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت یہ فرما رہے تھے اس تشهدوا، استشهدوا، اسے لوگو! گوہ رہو اسے لوگو گواہ رہو۔ عصر اور مغرب کے درمیان جتنا وقت ہوتا ہے اتنی دیر تک چاند اسی طرح رہا اور اسکے بعد پھر ویسا ہی ہو گیا۔ مشرکین مکہ نے کہا کہ محمد نے تم پر جادو کر دیا ہے بہتر یہ ہے کہ تم باہر سے آنے والے مسافروں کا انتظار کرو اور ان سے دریافت کرو کیونکہ یہ ناممکن ہے کہ محمد تمام لوگوں پر جادو کر دیں اگر وہ بھی سب طرح اپنا مشاہدہ بیان کریں تو سچ ہے اور اگر یہ کہیں کہ ہم نے نہیں دیکھا تو سمجھنا کہ محمد نے تم پر سحر کیا ہے چنانچہ مسافروں سے دریافت کیا گیا ہر طرف سے آنے والے مسافروں نے اپنا مشاہدہ بیان کیا کہ ہم نے حق قمر دیکھا ہے مگر ان شہادتوں کے باوجود بھی مماندین ایمان نہ لائے اور یہ کہا کہ یہ سحر ستم ہے یعنی عتیب اس کا اثر زائل ہو جائے گا اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَالنَّشْقُ الْقَمَرُ وَإِنْ يَرَوْا آيَةً يُعْرِضُوا وَيَقُولُوا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ۔

جیسا کہ بیان کیا گیا معجزہ حق قمر کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں واقع ہونا قرآن کریم اور احادیث متواترہ اور اسانید صحیحہ اور جیدہ سے ثابت ہے اور اسی بر تمام سلف اور خلف کا اجماع ہے اور کسی شاد دندار نے جو انشق القمر بصیغہ ماضی کو بمعنی سینشق القمر لیا ہے وہ سراسر ظاہر قرآن اور احادیث صریحہ اور صحیحہ اور تصریحات سلف و خلف کے خلاف ہے قابل اعتبار نہیں اور اس صورت میں آگے

لا مضمون وَاِنَّ يَكُوْنُ اَيُّكُمْ يَغْتَرِضُوْا بِهٖ مَعْنٰی ہُوَ جَانے گا اس لیے کہ قیامت کے واقع ہونے پر تو کسی کے اعتراض اور سبے رخی کا امکان ہی نہیں رہتا۔ واقعہ تنقیر القمر کی جو تفصیل ہم نے ذکر کی ہے وہ البدایہ والنہایہ، لمخاض ابن کثیر ص ۱۱۸ تا ص ۱۲۰ وفتح الباری ص ۱۲۰ باب الشقاق القمر سے لی ہے حضرات اہل علم اصل کی مراجعت فرمائیں۔

مخالفتین اسلام کا معجزہ شق القمر پر اعتراض اور اس کا جواب

مخالفتین اسلام اس معجزہ پر اعتراض کرتے ہیں کہ اوں تو یہ مات محال ورنہ ناممکن وقوع ہے کہ چاند کے دو ٹکڑے ہو جائیں دوسرے یہ کہ اس واقعہ کا کسی تاریخ میں ذکر نہیں جواب یہ ہے کہ آج تک کسی دلیل عقلی سے اس قسم کے واقعہ کا محال اور ناممکن ہونا ثابت نہیں ہوا۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے جس طرح اجسام معلیہ میں کون و فساد عقلاً محال اور ناممکن نہیں اسی طرح اللہ کی قدرت اور مشیت سے اجسام علویہ میں بھی کون و فساد محال نہیں خداوند ذوالجلال کی قدرت کے اعتبار سے آسمان اور زمین شمس اور قمر شجر اور حجر سب برابر ہیں جس خدا نے شمس و قمر کو بنایا ہے وہ خدا انکو توڑ بھی سکتا ہے اور جوڑ بھی سکتا ہے ہر حال اس قسم کی خوارق کا ظہور قطعاً محال نہیں ہاں مستبعد اور مستغرب ضرور ہے اور ہر معجزہ کے لیے مستبعد ہونا ضروری ہے جو لوگ محض استبعاد کی بنا پر محال قرار دیتے ہیں انکو محال اور مستبعد کا فرق بھی معلوم نہیں رہا یہ امر کہ اس واقعہ کا ذکر تاریخوں میں نہیں تو صد ہا اور ہزار ہا ایسے عجیب و غریب واقعات ہیں جو وقوع میں آئے مگر تاریخوں میں انکا ذکر نہیں تو رات اور انجمن میں بہت سے ایسے واقعات ہیں جن کا کسی تاریخ میں کہیں نام و نشان نہیں نیز شق قمر کا واقعات کا واقعہ ہے جو عموماً لوگوں کے اُدام کا وقت ہے جو صرف تھوڑی دیر کے لیے رہا اس لیے اگر عام طور پر لوگوں کو اس کا علم نہ ہوا ہو تو تعجب نہیں بسا اوقات چاند اور سورج گہن ہوتے ہیں اور بہت سے لوگوں کو علم بھی نہیں ہوتا نیز اختلاف مطالع کی وجہ سے بہت سے مقامات پر اس وقت دن ہو گا اور کسی جگہ آدھی رات ہوگی عموماً لوگ سوئے ہوں گے اور کھٹے آسمان کے نیچے بھی ہوں تو عادتاً یہ ضروری نہیں ہے کہ سب لوگ آسمان کی طرف نظریں اٹھاتے تک رہے ہوں اور زمین پر پھیلی ہوئی چاندنی پر کوئی فرق چاند کے ٹکڑے ہونے سے نہیں آسکتا بارہا چاند گہن لوگوں کو نظر نہیں آتا بایں ہمہ تاریخ فرشتہ میں اس کا ذکر موجود ہے اور شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ سے اس کا حوالہ دیتے ہوئے فرمایا ہے ہندوستان میں ہمارا جہ مالبار کے، سہام کا سبب متوفین اس واقعہ کو کہتے ہیں اگر عام تاریخوں میں یہ واقعہ مذکور نہیں تو اس سے اس واقعہ کی تکذیب کیسے ہو سکتی ہے یوں تو عام تاریخوں میں قوم عاد و ثمود کے بھی واقعات نہیں ملتے نیز اس معجزہ سے مقصود فقط اہل مکہ کو دکھانا اور ان پر حجت تمام کرنا تھا وہ مقصود حاصل ہو گیا اور

تمام عالم کو تو دکھلانا مقصود بھی نہ تھا نیز کسی شے کا دیکھنا اللہ کے دکھلانے پر سو قوف ہے اگر کوئی شے نفروں کے سامنے بھی ہو اور اللہ تو سب کو دکھلانا چاہے تب بھی وہ شے نظر نہیں آتی پھر یہ کہ اس زمانہ میں رمدہ گاہیں نہیں تھیں کہ پہلے سے بذریعہ اخبار اطلاع ہوتی۔

معجزہ رد شمس

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشہور معجزات میں سے معجزہ رد شمس بھی ہے یعنی آفتاب کا غروب ہو کر پھر نکل آنا اسماء بنت عیسٰی رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خیبر کے قریب صحابہ میں تھے اور سر مبارک حضرت علیؓ پر رکھ کر اللہ دہرہ کی گود میں رکھا اور ہنوز حضرت علیؓ نے عصر کی نماز نہیں پڑھی تھی کہ اسی حالت میں وحی کا نزول شروع ہو گیا یہاں تک کہ آفتاب غروب ہو گیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ تم نے عصر کی نماز پڑھی۔ عرض کیا نہیں حضور! اسی وقت دست بردار ہوئے اور عرض کیا کہ اے اللہ علیؓ میرے رسول کی اطاعت میں تھا آفتاب کو واپس بھیج دیں تاکہ نماز عصر اپنے وقت پر ادا کر سکے اسماء بنت عیسٰی کہتی ہیں کہ آفتاب غروب کے بعد لوٹ آیا اور سبھی شعاعیں زمین اور پہاڑوں پر پڑیں امام طہادیؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے اور اسکے تمام راوی ثقہ ہیں ابن جوزیؒ اور ابن تیمیہؒ نے اس حدیث کو موضوع اور بے اصل بتلایا ہے اور شیخ جلال الدین سیوطیؒ نے اس حدیث کے بارے میں ایک مستقل رسالہ لکھا اور اس کا نام ”كشف اللبس عن حدیث رد شمس“ رکھا جس میں اس حدیث کے طرق اور اسانید پر کلام فرمایا اور اس حدیث کا صحیح ہونا ثابت کیا اور علامہ زرقانیؒ نے بھی شرح مواہب میں اس حدیث کا صحیح اور مستند ہونا ثابت کیا ہے۔ نسیم اریاض شرح شفاء قاضی ادریس جلد ۳ تا ص ۱۳۱ جلد ۲۔ زرقانی ص ۱۱۶ ج ۵ تا ص ۱۱۶ ج ۵ ملاحظہ فرمائیں۔

معجزہ حبس شمس

لعل ضعیف روایتوں میں ہے کہ ایک مرتبہ حضورؐ کے لیے تھوڑی دیر کے واسطے آفتاب کی حرکت روک دی گئی یہ روایت محدثین کے نزدیک معتبر نہیں زرقانی ص ۱۱۶ ج ۵ و نسیم اریاض ص ۱۳۱ جلد ۲ و شرح شفاء علامہ القاری ص ۱۱۶ ج ۱۔

چونکہ شفق قرآن و رد شمس اور حبس شمس یہ تینوں معجزے متقارب تھے اس لیے ہم نے انکو بھی شفق قرآن کے سلسلہ میں ذکر کر دیا یہ معجزہ مکہ مکرمہ میں واقع ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب معراج سے واپسی پر قریش کے سامنے اسلام و معراج کی کیفیت بیان کی تو قریش نے بیت المقدس کی علامتیں

دریافت کیں اور آپ سے ایک قافہ کا حال پوچھا جو بعض تجارت شام کی طرف گیا ہوا تھا کہ وہ قافہ کب واپس آئے گا آپ نے فرمایا کہ وہ قافہ بدھ کے روز مکہ میں داخل ہوگا۔ جب بدھ کا دن اخیر ہو سے لگا تو کفار نے شور مچایا اس وقت ستم حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی اللہ تعالیٰ نے آفتاب کو اسی جگہ ٹھہرا دیا جہاں تھا یہاں تک کہ قافہ آگیا اس طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کی تصدیق ظاہر فرمائی۔

❖ ❖ ❖

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ فَكَذَّبُوا

جھٹلا چکے ہیں ان سے پہلے قوم کی قوم پھر جھوٹا کہا

عَبْدَانَا وَقَالُوا مُجُنُّونٌ ۚ وَازْدُجِرَ ۙ فِدَا رَبِّهٖ اِنِّیْ

ہمارے بندے کو اور بولے دیوانہ ہے اور جھڑک لیا پھر پکارا اپنے رب کو کہ میں

مَغْلُوبٌ فَانْتَصِرَ ۙ فَفَتَحْنَا ابْوَابَ السَّمَاءِ بِمَاءٍ مُّنْهَمِرٍ ۚ

دب گیا ہوں تو بدلے پھر ہم نے کھول دیئے دہانے آسمان کے پانی سے پانی کے

وَفَجَّرْنَا الْأَرْضَ عُيُونًا فَالْتَقَى الْمَاءُ عَلَىٰ أَمْرٍ قَدْ قُدِرَ ۚ

اور بہا دیئے زمین سے چشمے پھر مل گیا پانی ایک کام پر جو ٹھہر رہا تھا۔

وَحَمَلْنَاهُ عَلَىٰ ذَاتِ الْأَوَاجِ ۖ وَدُسِّرَ ۚ تَجَرَّىٰ بِأَعْيُنِنَا ۖ

اور سوار کیا اسکو ایک تختوں اور کیلوں والی پر بہتی ہماری آنکھوں کے سامنے

جَزَاءً لِّمَن كَانَ كُفِرَ ۚ وَلَقَدْ تَرَكْنَاهَا آيَةً فَهَلْ مِن

بدلہ اسکی طرف سے جسکی قدر د جانی تھی اور اسکو ہم نے رہے دیا نشان کہ پھر کوئی ہے

مُذَكِّرٌ ۙ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذُرِ ۙ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا

سوچنے والا۔ پھر کیسا تھا میرا عذاب اور میرا ڈرکا درہم بے آسان کیا

ملہ . ماخوذ از سیرت المصطفیٰ ج اول . حضرت مولینا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

الْقُرْآنَ لِذِكْرِهِمْ مِنْ مُذَكِّرٍ ۝ كَذَّبَتْ عَادٌ فَكَيْفَ

قرآن سمجھنے کو پھر ہے کوئی سوچنے والی جھٹلایا عادی نے پھر کیا ہوا

كَانَ عَذَابِي وَنُذُرٍ ۝ اِنَّا اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا صَرْصَرًا

میرا عذاب اور میرا ڈرکا ہم نے بھیجی کٹا ہوا باد ٹھری سناتے

فِي يَوْمٍ نَحْسٍ مُّسْتَمِرٍّ ۝ تَنْزِعُ النَّاسَ لَا كَانْتَهُمْ اَعْجَازُ

کی ایک نوحہ کے دن، تو چلی گئی اکھاڑ مارتی لوگوں کو جیسے وہ بڑی کھجور کی

نَخْلٍ مُّنْقَعِرٍ ۝ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذُرٍ ۝ وَلَقَدْ

ہیں کھڑی بڑی پھر کسا ہوا میرا عذاب اور میرا ڈرکا اور ہم نے

يَسِّرْنَا الْقُرْآنَ لِذِكْرِهِمْ مِنْ مُّذَكِّرٍ ۝ كَذَّبَتْ

آسان کیا قرآن سمجھنے کو پھر ہے کوئی سوچنے والا جھٹلاتے

ثَمُودَ بِالْأَنْذُرِ ۝ فَقَالُوا ابْشِرِائِمْنَا وَاحِدًا تَتَّبِعُهُ اِنَّا

ٹھوڑے ڈر سناتے پھر کہنے لگے کیا ایک آدمی ہم ہی میں کا اکیلا ہم اسے

اِذَا لَفِيَ ضَلَلٍ وَسُعُرٍ ۝ اَلْقَى الذِّكْرُ عَلَيْهِ مِنْ

کہہ پر جس کے تو ہم غلطی میں پڑے اور سودا میں کیا اتری اسی پر سمجھوتی ہم سب میں

بَيْنَنَا بَلْ هُوَ كَذَّابٌ اَشْرٌ ۝ سَيَعْلَمُونَ غَدًا مِّنْ

سے کوئی نہیں یہ جھوٹا ہے بڑائی مارتا سب جان لیں گے کل کو کون ہے

الْكَذَّابِ الْاَشْرُ ۝ اِنَّا مُرْسِلُو النَّاقَةِ فِتْنَةً لَّهُمْ

جھوٹا بڑائی مارتا ہم بھیجتے ہیں اونٹنی انکے جانچنے کو سودیکھتا رہ

فَارْتَقِبْهُمْ وَاصْطَبِرْ ۝ وَيَبَيِّنُ لَكُمْ اَنَّ الْمَاءَ قِسْمَةٌ بَيْنَهُمْ

ان کو اور صبر رہ اور سنا دے انکو کر پانی کا بانٹنا ان میں

كُلُّ شَرِبٍ مُّحْتَضِرٌ ۝ فَنَادَوْا صَاحِبَهُمْ فَتَعَاطَىٰ

ہر باری پر پہنچنا ہے پھر پکارے اپنے رفیق کو پھر ہاتھ چلایا

فَعَقَرُوا ۝ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذُرِ ۝ اِنَّا اَرْسَلْنَا

اور کاٹے پھر کیسا ہوا میرا عذاب اور میرا ڈرکہ ہم نے سبھی ان پر

عَلَيْهِمْ صَيْحَةً وَاحِدَةً فَكَانُوا كَهَشِيمٍ الْمُحْتَظِرِ ۝ وَلَقَدْ

ایک چنگھاڑ پھر رہ گئے جیسے روندی ہاڑ کانٹوں کی اور ہم نے

يَسِّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّذَكِّرٍ ۝ كَذَّبَتْ

آسان کیا قرآن سمجھنے کو پھر ہے کوئی سوچنے والا جھٹلاتے

قَوْمٌ لُّوطٍ بِالْأُذُرِ ۝ اِنَّا اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ حَاصِبًا ۝ اِلَّا

لوٹ کی قوم نے ڈر سنا ہے ہم نے بھیجی ان پر ہاڑ پتھراؤ کی ہوا

اِلَّا لُّوطٌ نَّجَّيْنَاهُ بِسَحَرٍ ۝ نِعْمَةٌ مِّنْ عِنْدِنَا كَذَلِكَ

لوٹ کے گھر کے انکو بچا دیا ہم نے کھسی رات سے فضل سے اپنی طرف کے ہم یوں

نَجَّيْزِي مَنْ شَكَرَ ۝ وَلَقَدْ اَنْذَرَهُمْ بَطْشَتْنَا

بدر دیتے ہیں انکو جو حق مانے اور وہ ڈرا چکا ان کو ہماری پکڑ سے

فَتَسَارَوْا بِالْأُذُرِ ۝ وَلَقَدْ رَاَوْدُوهُ عَنْ ضَيْفِهِ

پھر لگے مکرانے ڈرکا در اس سے لینے لگے اس کے ہمان

فَطَسْنَا اَعْيُنَهُمْ فَذُوقُوا عَذَابِي وَنُذُرِ ۝ وَلَقَدْ

پھر ہم نے مٹا دی انکی آنکھیں اب بکھو میرا عذاب اور میرا ڈرکہ اور بڑا

صَبَّحَهُمْ بُكْرَةً عَذَابٌ مُّسْتَقِرٌّ ۝ فَذُوقُوا عَذَابِي

ان پر صبح کو سو بھرے عذاب جو ٹھہر رہا تھا اب بکھو میرا عذاب

وَنُذِرُ ۝ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ

اور میرا ڈر ۝ اور ہم نے آسان کیا قرآن سمجھنے کو پھر ہے کوئی

مُذَكِّرٌ ۝ وَلَقَدْ جَاءَ آلَ فِرْعَوْنَ النُّذُرُ ۝ كَذَّبُوا

سوجھنے والا ۝ اور پہنچے فرعون والوں پاس ڈر کے جھٹلاتیں

بِآيَاتِنَا كُلِّهَا فَأَخَذْنَاهُمْ أَخْذَ عَزِيزٍ مُّقْتَدِرٍ ۝

ہماری نشانیاں ساری پھر پکڑی ہم نے انکو پکڑ زبردست کی قابو میں نیکر

تاریخ ثقافت و بد نصیبی و ہلاکت امم سابقہ و تصدیق انبیاء و مرسلین قصہ اول قوم نوح علیہ السلام

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ ... إِلَى ... أَخَذَ عَزِيزٌ مُّقْتَدِرٌ

۱ ربط بگذشتہ آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک عظیم الشان معجزہ شق القمر کا ذکر تھا اور یہ کہ
مکرمین نے اس کا گستاخی اور بے ہودگی کے ساتھ انکار کیا اب ان آیات میں انبیاء علیہم السلام کو جھٹلانے اور
انکے معجزات کا انکار کرنے والوں کا انجام بد بیان کیا جا رہا ہے کہ وہ کس طرح اسی ثقافت و بد نصیبی کے باعث
ہلاک ہوئے۔ یہی قوم نوح کا ذکر کیا جا رہا ہے۔ فرمایا

جھٹلا چکی ہے ان سے پہلے قوم نوح کہ وہ لوگ حضرت نوح علیہ السلام کی دعوت و تبلیغ سے اعراض دے رہے تھے بلکہ مقابلہ
کرتے رہے یہاں تک کہ پھر جھوٹا کہا ہمارے بندہ نوح کو اور کہے لگے کہ یہ جھون ہیں اور انکو جھڑکا گیا کہ اگر تم
بارہ آئے تو ہم تمہیں سنگسار کر ڈالیں گے جس پر اہل بتی آزردگی اور باؤسی کے عالم میں نوح نے اپنے رب کو پکارا اے
پروردگار میں تو عاجز و بے بسی ہو چکا ہوں بس اب تو ہی بدلہ دے ظاہر ہے کہ صدیاں جب نصیحت و ہمائش
کرتے گزر گئیں لیکن بجا آئے اسکے کہ اصلاح حال ہوئی اور نفرت و نا فرمانی ہی بڑھتی گئی ایسی صورت میں یقیناً انسان
باؤس ہی ہو جاتا ہے ادھر وحی خداوندی نے بھی کچھ اس کا انہار کر دیا تھا کہ نوح تمہاری قوم میں سے تنکو ایمان

۲ بعض روایات میں ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام جب اپنی قوم کو نصیحت فرماتے تو قوم کے مروت انکو ڈانٹتے کچھ
بد نصیب گالیاں دیتے اور حض شقی انکے گلے میں پھنسا ڈال کر گسیٹتے تفسیر کن کثیر

لانا تھا وہ لاپچھے پس اور کوئی ایمان نہیں رہے گا۔ اس عالم میں یقیناً پیغمبر خدا کی دعا ضرور جلد از جلد قبول ہوتی ہے اور خدا کی مردِ مجربین کی ہلاکت دوسرے کوئی صورت میں حاصر ہوتی ہے تو حق تعالیٰ فرماتے ہیں تو ہم نے کھول دیئے آسمان کے دروازے ٹوٹ کر مسلسل برسے دسے پانی کے ساتھ جو طوفان کی طرح آسمان سے برس رہا تھا اور بھگڑ دیا ہم نے زمین کو چشموں کی صورت میں جسکے بعد سب پانی مل گیا اور پر سے بادلوں کا برسنا داما اور نیچے سے زمین کے چشموں سے ابلنے والا تو آسمان و زمین کا پانی باہم مل کر سطحِ زمین اور خلا میں سمندر کی شکل بن گیا اس فیصلہ کے مطابق جو طے کر دیا گیا اور ٹھایا ہم نے نوح کو اس طوفان سے بچانے کے لیے ایک کشتی پر جو تختوں اور کیلوں والی تھی جس کو نوح علیہ السلام نے ہامر خداوندی پہلے ہی تیار کر لیا تھا جو چل رہی تھی ہماری آنکھوں کے سامنے ہماری حفاظت و نگرانی میں یہ سب کچھ بدل رہے تھے کیلئے کیا گیا اسکے واسطے جسکی قدر رہ بچانی گئی اور نعمتِ ہدایت اور دعوۃِ ارشاد کی ناقدری کرنے ہوئے اسکو ٹھکرایا گیا۔ درہم نے اس واقعہ کو ہمیشہ کے واسطے چھوڑ دیا ہے عبرتِ نشانی بنا کر تاکہ اللہ کے پیغمبروں کی نافرمانی اور انکار کرنے والے اس سے عبرت حاصل کر سکیں تو ہے کیا کوئی شخص غور و فکر کر کے نصیحت حاصل کرے اس کرنے والا اور بے شک ہم نے آسان کر دیا ہے قرآن نصیحت حاصل کرنے والے کے لیے تو کیا ہے کوئی شخص عبرت حاصل کرنے والا۔ یقیناً یہ ایسے واقعات ہیں ہر صاحبِ عقل کو ان میں غور و فکر کرنا چاہیے اور ان سے عبرت حاصل کرنی چاہیے تو کیا قریش مکہ میں سے ہیں کچھ لوگ ایسی صداقت و سعادت والے کو سوچیں اور اللہ کی مافرمائی اور ————— رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب سے باز آئیں (واقعہ کی تفصیلات پیچھے گزر چکی)

قصۂ قوم عاد

جھٹلایا تھا قوم عاد نے بھی اللہ کے رسول کو تو پھر کیسا ہوا میرا عذاب اور میرا ڈرانا تاکہ اس مافرمایان قوم کی ہلاکت و تباہی کی عبرت ناک تاریخ قیامت تک نمونہٴ عبرت بنادی گئی ہے شک ہم نے ان پر بھی ایک نیز و تند آندھی جو کھاڑ پھینکنے والی تھی۔ ایک نحوست کے دن میں جو اپنی نحوست اور آثار کے غلط سے ناپر بہتہ قائم رہنے والا ہو گیا یہ بسا نحوست کا دن تھا کہ اس دن شروع ہونے والی آندھی مسلسل سات راتیں اور آٹھ دن تک طوفانی تھیر دلی شکل میں چلتی رہی اور اس نہایت در بدری کی نحوست اس قوم پر قیامت کے واسطے ستر و دائم ہو گئی جو لوگوں کو اکھاڑ کر پھینک رہی تھی اس طرح کو گواہ جڑیں میں کھجور کی جو کھڑی تھیں کہ وہ لوگ نہایت نومند و توانا تھے زمین پر پھڑپھڑے ہوئے ایسے معلوم ہوتے تھے کہ کھجور کے دھنکے ہیں جنکو اکھاڑ کر زمین پر پھینک دیا گیا ہے تو پھر بتاؤ اسے لوگو! کیسا رہا میرا عذاب اور میرا ڈرانا اور کھڑکھڑانا اور بے شک آسان کر دیا ہے ہم نے قرآن کو عبرت و نصیحت حاصل کرنے کے لیے تو ہے کیا کوئی شخص قریش مکہ اور منکرین و مکذبین میں سے سوچنے والا کہ غور و فکر کر کے یہ نتیجہ ضرور کر سکے کہ میں نے بھی اللہ کے پیغمبر کو جھٹلایا اور ان پر ایمان نہ دیا تو میرا بھی ایسا ہی انجام ہو سکتا ہے۔

قصہ قوم ثمود

جھٹلایا تھا قوم ثمود نے بھی عذابِ خداوندی سے ڈرانے والے رسولوں کو یا ان نصیحتوں اور تنبیہات کو جو اللہ کی نافرمانی سے باز رکھنے کے لیے کی گئیں گو ان کے رسول ایک ہی رسول حضرت صالحؑ تھے لیکن ایک رسول کا انکار درحقیقت خدا کے تمام رسولوں کا انکار اور جھٹلانا ہے پھر کہنے لگے جب اور کوئی بات یادیں انکار دہے کی دہل سکی کیا ہم اپنے ہی میں سے ہم جیسے ایک بشر (آدمی) کی پیروی کریں ایسی صورت میں تو ہم بہت ہی بڑی غلطی اور حماقت میں پڑنے والے ہوں گے کیا انہی پر ڈالی گئی نصیحت اور اللہ کی وحی اتاری گئی ہمارے درمیان سے نہیں بلکہ یہ تو بہت ہی جھوٹا بڑائی ماننے والا ہے جو دعویٰ کرتا ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں اور اسکی وحی مجھ پر اترتی ہے بھلا اس میں کون سی خوبی اور خصوصیت ہے کہ ہمارے میں سے اسی کو وحی اور نصیحت کے ناز کرے کے واسطے منتخب کیا گیا ظاہر ہے کہ یہ اتقانہ باتیں ہیں یہ لوگ عنقریب خود جان لیں گے کہ کون جھوٹا بڑائی خور ہے یہ خود جھوٹے ہیں اور اپنے تکبر و عناد کی وجہ سے خدا کے پیغمبر پر ایمان لانے کو آمادہ نہیں ہو رہے ہیں ہم سمجھتے ہیں ایک اونٹنی ان کے زمانے کے واسطے جس کا خود ان لوگوں نے طور نشانی مطالبہ کیا تھا سو انتظار کرو انکا جو انجام بھی انکا مقدر ہے وہ نظروں کے سامنے آجائے گا اور تحمل کرتے رہو انکی بے ہو گیوں پر اور انکو یہ بتادو کہ پانی کی نوبت انکے درمیان تقسیم کی جوتی ہے ہر نوبت پر حاضری ہو گی اسی کی جس کی نوبت ہے کہ ایک دن حضرت صالحؑ کی ماقہ پانی پر جائے اور دوسرے دن اور جانوریانی پینے جاتیں اس پر ان بہ تختوں کو گرانی ہوتی کہ یہ ایک دن ناقہ صالح کے پانی کے لیے کیوں مخصوص ہے خدا اور عداوت سے منسوب ہو گئے پھر آپکارا انہوں نے اپنے ایک ساتھی کو جس پر اس نے تلوار کا ایک ہاتھ چلایا اور کاٹ ڈالا اونٹنی کے کونچوں کو۔

پھر بتادے اے مخاطبوا! کیسا ہوا میرا عذاب اور میرا ڈرانا ہم نے بھی ان پر ایک چیخ اور ہولناک آواز پھر وہ ہو کر رہ گئے روندی ہوئی کانٹوں کی باڑ کی، نند ہو جائیں اور سبے ہیں اور بے شک سان کر دیا ہے ہم نے قرآن کو عبرت و نصیحت حاصل کرنے کے لیے وہ ہے کیا کوئی غور و فکر کرنے والا۔
(تفصیلات گزر چکی ہیں)

۱۱ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں ایک بدکار عورت تھی اسکے پاس موشی بہت تھے اس نے اپنے ایک آشنا کو اُکسایا وہ پیکا اس نے اونٹنی کی کونچیں کاٹ ڈالیں ۱۲۔
۱۳ حضرت شاہ صاحبؒ نے اسکا ترجمہ چنگھاڑ فرمایا ہے جو ایسی ہولناک آواز کو کہا جاتا ہے جس سے کانوں کے پردے پھٹ جاتیں اور دہشت ہو جاتے ۱۴۔

قصہ قوم لوط (علیہ السلام)

جھٹلا با قوم لوط نے ڈرانے والوں کو اللہ کے رسول حضرت لوط کو جنہوں نے خدا کی نافرمانی پر آخرت کے عذاب سے ڈرایا اور جب کوئی اللہ کے ایک رسول کو جھٹلا دے تو گویا اس نے اللہ کے تمام رسولوں کو جھٹلایا۔ انکی اس نافرمانی اور بد نصیبی پر بے شک ہم نے ان پر ایک آندھی بھیجی پتھر برس نے والی جس نے ساری قوم پر علامت لگے ہوئے پتھروں کی بارش کی اور سب کو ہلاک کر ڈالا مگر لوط کے گھر کو اور انکے انفرادی گھر کو جو اہل ایمان تھے۔ بچا لیا ہم نے انکو رات کے آخری حصہ میں جو سحر اور صبح صادق کے قریب ہوتا ہے۔ افسوس و رحمت کرتے ہوئے اپنی طرف سے اسی طرح ہم بدلہ دیا کرتے ہیں ان لوگوں کو جو اللہ کے شکر گزار ہیں اور حق کو مانیں اور بے شک اللہ کے رسول نے تو انکو ڈرایا تھا ہمارا گرفت سے مگر وہ بھر جنت بازی کرنے گئے ڈرانے والوں سے اور انہوں نے بہت کچھ تدبیر کی انکے ہمانوں کے لینے کے لیے جب کہ اللہ کے فتنے ہمانوں کی صورت میں انکے پاس پہنچے قوم کو خبر ہوئی تو اپنے بے ہودہ جذبات بدرا کرے کے واسطے ان پر مسلط ہونے کی کوشش کرنے لگے حضرت لوط علیہ السلام نے اگرچہ دروازہ بند کر دیا تھا مگر پھر بھی یہ بد بخت دروازہ توڑے لگے اور لوط منع کرتے رہے جب کسی طرح باز نہ آئے تو جبریل علیہ السلام ظاہر ہوئے اور خدا کا عذاب ان پر مسلط ہوا جسکو ارتداد فرمایا پھر تو ہم نے انکی آنکھیں پاٹ دیں اور چہروں سے انکی آنکھوں کو مٹا کر گھٹ کے ابک پارچہ کی طرح کر ڈالا اس طرح انکے حق میں فیصلہ کر دیا گیا۔ آجھاب چکھو میرا عذاب اور میرے ڈرانے کا مرہ اور صبح ہی اول وقت ان پر ایک عذاب مسلط ہوا جو ان پر چمٹ جائے والا تھا جس سے کسی طرح بھی بچاؤ اور خلاصی کا امکان نہ تھا اور اس دوسرے عذاب پر (جو آسمان سے پھر دھوا کی بارش کی صورت میں تھا، بھی کہہ دیا گیا پھر چکھو و میرا عذاب اور میرا ڈرانا تو اس طرح یہ قوم ایک جھوٹے عذاب جو انکی آنکھوں کو مٹا دینے کی صورت میں تھا اور ہر ایک کے لیے انفرادی تھا اور اسکے بعد ایک عمومی اور اجتماعی بڑے عذاب یعنی پتھروں کی بارش سے تباہ کر دی گئی اور بے شک ہم نے آسمان کر دیا ہے ترکان کو عبرت و نصیحت حاصل کرنے کے لیے تو ہے کیا کوئی شخص سوچنے والا کہ ان عبرتناک واقعات کو غور و فکر کی نظر سے دیکھ کر ایمان و ہدایت اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اختیار کر لے تاکہ دین و دنیا کی فلاح و سعادت حاصل ہو۔

اور فرعون والوں کے پاس بھی ڈرانے والے پہنچے خداوند عالم کے رسول حضرت موسیٰ و ہارون اور انکو عطا کیے ہوئے معجزات مگر جھٹلایا انہوں نے بھی ہماری تمام نشانیوں کو جس پر ہم سے انکو بھی پکڑا اپنی سخت گرفت میں اور ایسے عذاب میں کہ اس سے بچ کر نہ نکلیں گے اور فرعون مع اپنے لشکر کے طوق کر دیا گیا، تفتیات گزر چکیں،

الْكَافَّارُكُمْ خَيْرٌ مِّنْ أَوْلِيَّكُمْ أَمْ لَكُمْ

اب تم میں جو منکر ہیں کچھ بہتر ہیں ان سب سے ؟ یا تم کو

بَرَاءَةٌ فِي الزَّيْرِ ٢٢ أَمْ يَقُولُونَ نَحْنُ

فارغ خطی مکھی گئی درقوں میں ۹ کیا کہتے ہیں ہم سب کا

جَمِيعٌ مُنْتَصِرٌ ۖ سِيَهْزَمُ الْجَمْعُ وَ

میں ہے بدلہ لینے والے اب شکست کھاویگا میں اور

يُؤْتُونَ الدُّبُرَ ﴿٣٥﴾ بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ

بھائیں گے پیٹھ سے کہ بلکہ وہ گھڑی ہے لکے وعدہ کا وقت اور وہ گھڑی

أَدَّهَى وَأَمْرٌ ۖ إِنَّ الْمُجْرِمِينَ فِي ضَلَالٍ وَسُعُرٍ ﴿٣٦﴾

بڑی آمت ہے اور بہت کڑی جو لوگ گنہگار ہیں۔ غصہ میں ہیں اور سودا میں

يَوْمَ يُسْكَبُونَ فِي النَّارِ عَلَىٰ وُجُوهِهِمْ تُدْقُوهُمْ مَسًّا

جس دن گھیسٹے جادیں گے آگ میں اوندھے منہ چکھو مزہ

سَقَرٌ ۖ إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ ۖ وَمَا أَمْرُنَا إِلَّا

اگل کا ہم نے ہر چیز بناتی پہلے ٹھہرا کر اور ہمارا کام یہی

وَاحِدَةٌ كَلِمَةٍ بِالْبَصْرِ ۝ وَلَقَدْ أَهْلَكْنَا شَيْئًا عَمُّ فَهْلُ

ایک دم کی بات ہے جیسے پلک نگاہ کی اور ہم کھپا چکے ہیں تمہارے ساتھ دلوں کو بھرے

مِنْ مُذَكِّرٍ ۝٥١ وَكُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوهُ فِي الزُّبُرِ ۝٥٢ وَكُلُّ

کوئی سوچنے والا اور جو چیز انہوں نے کی ہے کبھی گنتی درختوں میں اور ہر

صَغِيرٌ وَكَبِيرٌ مُسْتَطَرٌ ﴿٥٣﴾ إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّاتٍ وَنَهَرٍ ﴿٥٤﴾

بھونچو اور بڑی مکھن میں آچکی جو لوگ دُر دلسے ہیں باغوں میں ہیں اور نہروں میں



فِي مَقْعَدٍ صَدِّقٍ عِنْدَ مَلِكٍ مُّقْتَدِرٍ ۝

بیٹھے بیٹھی بیتھک میں، نزدیک بادشاہ کے برکاسب پر قبضہ ہے۔

تنبیہ قریش مکہ بعد ذکر واقعات عبرت و نصیحت

قال اللہ تعالیٰ۔ اَلْغَارُ كُتُوبٌ خَيْرٌ... اِلٰی... عِنْدَ مَلِكٍ مُّقْتَدِرٍ
 اور بطور گذشتہ آیات کا حاصل اُم سابقہ کی ہلاکت و تباہی کے احوال کا ذکر تھا کہ یہ عظیم قومیں کس طرح عذاب خداوندی سے تباہ کر دی گئیں اسی وجہ سے کہ انہوں نے اللہ کے رسولوں کی تکذیب کی اور ان پر ایمان نہیں لائے تو ان واقعات کو ذکر کر کے اہل مکہ کو خطاب کیا جا رہا ہے اور غور و فکر کی دعوت دی جا رہی ہے کہ آخر وہ سوچ کر بتائیں کہ جب ان میں دہی نافراہباں اور خدا کے رسول کا انکار ایمان سے روگردانی پائی جا رہی ہے تو آخر کیوں نہیں ان پر بھی ایسے ہی عذاب مسلط ہوں گے جیسے کہ ان سابقہ قوموں پر ہوئے اور اب ان قریش مکہ میں کیا ایسی وجہ فضیلت و غولبی ہے کہ یہ لوگ خداوند عام کی گرفت سے محفوظ رہیں گے تو فرمایا قریش مکہ کو مخاطب بناتے ہوئے کیا تمہارے میں سے کفار و منکر کچھ بہتر ہیں ان لوگوں سے کہ اس بار پر عذاب سے بچے رہیں گے یا تمہارے واسطے کوئی پرواۃ برات ہے صیغوں میں لکھا ہوا یا نازل کیا ہوا ظاہر ہے کہ ایسی کوئی پیر نہیں تو پھر کیا یہ کہتے ہیں ہم ایک ایسی مضبوط جمیعت ہیں جو بدلے دینے والے ہوں گے ہر اس طاقت سے جو ہم پر کسی طرح کی کوئی گرفت کرے نہیں نہیں ہرگز اس ممکن نہیں بلکہ عنقریب یہ سارا مجمع درکاروں کا لشکر شکست کھائے گا اور بیٹھ پھر کر بھاگیں گے اور اس وقت انکو اپنی طاقت اور جمیعت کی حقیقت نظر آجائے گی چنانچہ بدر و احزاب میں یہ پیشین گوئی پوری ہوئی یہ عذاب و ذلت ہی تو ہے جو انکے واسطے مقدر ہے بلکہ اس سے بڑھ کر یہ کہ قیامت ان سے دمد کا وقت ہے عوٹے ہو چکا ہے اور بلاشبہ یاممن تو بہت بڑی آفت اور بڑی ہی تلخ چیز ہے اسکے عذاب و شدت کا تو کوئی گھونٹ بھی انسان سے نہیں پیا جاسکے گا بے شک مجرین و منکرین بڑی ہی گمراہی اور حماقت میں پڑے ہوئے ہیں جس دن کہ گھسیٹے جائیں گے آگ میں اپنے چمروں کے بل اور کہا جاتا ہوگا کچھ لو، جہنم کی آگ کا سزا وقت انکو معلوم ہوگا کہ ہم کس قدر گمراہی میں مبتلا تھے اور کیسی حماقت اور دیوانہ بن، ہم نے دنیا کی زندگی میں اختیار کیا بے شک کائنات میں وہی ہے جس کو ہم نے پہلے سے معز کردہ انداز کے مطابق پیدا کیا ہے ہدایت

حضرات متکلمین اور ائمہ اہلسنت اس آیت سے مسئلہ تقدیر کے ثبوت پر استدلال کرتے ہیں کہ ہر امر اللہ کی تقدیر سے ہے اور ہر چیز کا علم اللہ کو اسکے وجود سے قبل ہے تاہم ان کے دور میں کچھ لوگ باقی حاشیہ کے صریح

ہو یا گمراہی، معادیت ہو یا شقاوت نیکی ہو یا بدی غربت ہو یا امیری تندرستی ہو یا بیماری ہر چیز اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت اور تقدیر کے مطابق بنائی اسی میں دنیا کی عمر اور اسکے فنا کا وقت بھی ہے جو قیامت کی صورت میں ظاہر ہوگا اور ہمارا کام تو بس ایک دم کی بات ہے جیسے نگاہ کا جھکنا اور آخر قریش مکہ کو کس بات پر عذر یا اعتماد ہے اور بلاشبہ ہم تو ملاک کر چکے ہیں اسے قریش مکہ بہت سی تم جیسی قوموں کو جن کے پاس تم سے زیادہ ساز و سامان اور قوت و اقتدار تھا تو ہے کیا کوئی شخص تم میں سے عبرت حاصل کرے والا اور ان لوگوں کو کبھی بھی اس چیز سے غافل نہ ہونا چاہیے کہ جو بھی کچھ انہوں نے کیا وہ صحیفوں میں لکھا ہوا محفوظ ہے اور چھوٹی اور بڑی چیز لکھی جا چکی ہے تو ایمان و کفر اور نیکی و بدی ہر چیز اور ہر عمل لکھا گیا اور یہی خدا کا قانون ہے جس کے مطابق روز آخرت میں مجرمین کو سزا بھگتنی پڑے گی لیکن انکے بالمقابل بے شک اللہ سے ڈرنے والے ایمان والے باغوں اور بہروں میں ہوں گے کہ انکے رہنے کے واسطے باغ و مغل ہوں گے جن کے نیچے ہمیں بہنی ہوں گی اور وہ بڑی ہی سچائی کے ٹھکانے میں عزت و اکرام کے ساتھ بیٹھنے والے ہوں گے اپنے اس بادشاہ کے نزدیک جو ہر چیز پر بڑی ہی قدرت اور قابو رکھنے والا ہے۔

اور ظاہر ہے کہ اس عزت و شرف کا یہ مقام شہنشاہ رب العالمین کے نزدیک ملنا بہ اس بجائی کا

تقدیر خداوندی کا جب انکار کرنے لگے تو حضرات صحابہؓ اس آیت اور اس قسم کی دیگر آیات سے فرقہ قدریہ اور منکرین قدر کو روکیا کرتے تھے عطاء بن ابی رباحؓ نے منقول ہے کہ میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے پاس پہنچا جبکہ وہ زمزم سے پانی نکال رہے تھے و رکڑے نیچے کی طرف سے بھگے ہوئے تھے میں نے عرض کیا اے ابن عباسؓ مسئلہ تقدیر میں لوگ کچھ جھٹ بازی اور قیاس و قال کرنے لگے ہیں فرمایا خدا کی قسم یہ آیت "ذُو قُوَّةٍ مَّنْ سَمَرَتْ رَأْيًا مِّنْ شَكٍّ ۖ وَ خَلَقْنَا هَٰذَا وَ قَدَرْنَا ۚ" سوائے ان لوگوں کے اور کسی کے بارہ میں نہیں نازل ہوئی اور اسکے بعد فرمایا اَوَلَيْسَ مَنَاسِرَ الْخَلْقِ يَهْدِيهِ اللّٰهُ فِي خَلْقِهِ مَنَاسِرَ الْخَلْقِ میں بدترین مخلوق ہے۔

اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ ہر امت کے جو کس ہوتے ہیں میری امت کے جو سی وہ لوگ ہیں کہ جو کہتے ہیں تقدیر الہی کون چیز نہیں اور قضائے قدر کا انکار کرتے ہیں۔

مسئلہ تقدیر دین اسلام کے عقائد قطعیہ میں سے ایک بنیادی عقیدہ ہے جس پر ایمان لانا ضروری ہے اس میں تردد یا انکار گمراہی و کفر ہے اور حکمت و مباحثہ اللہ اور اسکے رسول کی ناراضگی کو دعوت دینا ہے ایک دفعہ کچھ لوگ اس مسئلہ میں بحث کر رہے تھے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان پر سخت ناراض ہوئے اور انکو تنبیہ فرمائی اصل مسئلہ کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔ ۱۲

بدل ہے جو ہل ایمان نے اپنے صدق قلب سے ایمان نبوں کر کے پھر سچائی کے ساتھ اپنے وعدوں پر قائم رہنے کی صورت میں اختیار کی اور یقیناً یہ مجلس عز و شرف کی وہ بچی مجلس ہے جس کے بڑھ کر کوئی صداقت کی منزل و محفل نہیں جو سکتی اور ایسے معزز مکان و مجلس کے ساتھ خالق کو نبین کا قرب سر بہ عزت و برتری کا باعث ہوگا۔ میرے استاد محترم شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت پر فائدہ تحریر فرماتے ہوئے جو کلمات دعا تیرہ فرمائے اسی دعا پر میں اس سورت کی تفسیر ختم کر رہا ہوں اللہم انکشف عیسیٰ مقتدر۔ مَا كُنْشَاءُ مِنْ أَمْرِ يَكُونُ فَاصْبِرْ لِحَاقِ الدَّارِ الْوَكِي وَ لَا تَكُنْ عَمَىٰ وَ اَتَمِّ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَ فِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَ فِتْنَا عَذَابِ النَّارِ اٰمِيْنَ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّحْمِيْنَ

تم بحمد اللہ تفسیر سورۃ القمر۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سُورَةُ الرَّحْمٰنِ

سورۃ الرحمن مدنیہ ہے عام طور پر مفسرین نے یہی بیان کیا ہے کہ یہ سورت مدینہ منورہ میں نازل ہوئی بعض مفسرین نے اسکو مکہ بھی کہا ہے لیکن صحیح یہی ہے کہ ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں یہ سورت نازل ہوئی اور آپ نے انکے نزول کے بعد صحابہ کو ایک جمع میں یہ سورت اول سے آخر تک پڑھ کر سنائی انکی اٹھتر آیات اور تین رکوع ہیں۔

سورۃ الرحمن کے کلمات کی عظمت و خوبی اور انکا حسن و بلاغت ہر سننے والے کو یہ بھی طور پر محسوس ہوتا ہے اس سورت کا حسن و زینت اور معجزانہ بلاغت ایسی واضح ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِنَّ لَکُلِّ شَیْءٍ عَرُوسًا وَ عَرُوسُ الْقُرْآنِ الرَّحْمٰنُ۔ کہ ہر چیز کی ایک زینت و خوبصورتی ہوتی ہے جو اپنی خوبصورتی سے دلہن نظر آتی ہے اور قرآن کریم کی عروس سورۃ الرحمن ہے۔

ابتداء سورت میں حق تعالیٰ شانہ کی ایک ایسی عظیم الشان اور طاہرہ و باہر نعمتوں کا ذکر ہے کہ انسانی فکر انکی عظمت کا اندازہ کرنے سے بھی قاصر ہے انسانی تخلیق اور اس میں درجست رکھے ہوئے کمال لطف و گویائی علم و فہم کے ذکر کے بعد شمس و قمر و نجم و شجر ارض و سما جیسے عظیم قدرت خداوندی کے نمونے بیان کرتے ہوئے کائنات کی ہر چیز کا ہر درکار عالم کے سامنے مطیع و راس بردار ہونا بیان کیا اور نظام عالم کا اسی کے فرمان کے مطابق قائم و جاری رہنا بیاں فرمایا اسی کے ساتھ حق تعالیٰ نے اپنی صفات و بہت اور عظمت کبریائی کا ذکر فرمایا اور

یہ کہ انسانی سعادت کا قاضی ہے کہ اپنے رب کی اطاعت کرے اسکی نافرمانی شقاوت و بد نصیبی ہے اور انسان کو اپنے اعمال کی جزا و سزا سے غافل نہ ہونا چاہیے اس ضمن میں یہ بھی فریاد باگی کہ طبعین پر انعام و کرم کس طرح ہوگا اور مجرمین کیسے کیسے ہو لٹاک عذاب و شدائد میں مبتلا ہوں گے اور ان کی ذلت و رسوائی کیسی ہوگی۔

امام ترمذی نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز صحابہ کے مجمع میں تشریف لائے اور اس مجمع میں آپ نے اراؤل تا آخر سورۃ الرحمن تلاوت فرمائی حضرات صحابہ خاموش بیٹھے سنتے رہے آپ نے ارشاد فرمایا اے لوگو! میں نے یہ سورت جنوں کو سنائی تو وہ اسکی تلاوت کو سن کر اچھا جواب دیتے رہے بہ نسبت تمہارے کہ تم خاموش رہے (میں دوران تلاوت جب بھی یہ آیت پڑھتا تھا قَبْلَیْكَ الْاَوَّلُ کریمًا مُّكْدِّیْ لَیْنِ کہ اے جن داس تم اپنے رب کی نعمتوں میں سے کون کون سی نعمت کا انکار کرو گے تو جن ہر سرتہ اس آیت کو سن کر کہتے لا شئ فی ہمت نعمت ربک مُّکْدِّیْ بَلْ هَلَفَ الْحَمْدُ نہیں اے ہمارے پروردگار ہم تیری نعمتوں میں سے کسی بھی نعمت کا انکار نہیں کر سکتے بس تیرے ہی واسطے ہر طرح تعریف و ثناء ہے۔

فقہاء حنفیہ و مالکیہ اور اکثر ائمہ فرماتے ہیں کہ خارج صلوٰۃ جب بھی سورۃ الرحمن تلاوت کی جاتے تو سننے والوں کے لیے سنت طریقہ یہی ہے کہ آیت مذکورہ سنتے ہوئے جواباً یہ کلمات کہے جائیں۔ البتہ دوران نماز کیونکہ السماع والنہات لازم ہے اسلئے دل ہی دل میں اس مضمون کا تصور کرے۔

† † †

آیاتہا ۷۸ = ۵۵ = سورۃ السجۃ قل نیبہ = ۹۷ رکوعا ۳

سورۃ رحمن مدنی ہے اور اسکی اہمتر آیتیں اور تین رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا۔

الرَّحْمٰنُ ۱ عَلَّمَ الْقُرْآنَ ۲ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۳ عَلَّمَهُ

رحمن نے سکھایا قرآن بنایا آدمی پھر سکھائی اسکو

الْبَيَانَ ۴ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ ۵ وَالْجَبَّارُ الشَّجَرُ

بانت سورج اور چاند کو ایک حساب سے اور جھگڑ اور درخت

يَسْجُدْنَ ۝ وَالسَّمَاءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيزَانَ ۝ ۱

گئے ہیں سجدے میں اور آسمان کو اونچا کیا اور رکھی ترازو کرست

تَطْغَوْنَ فِي الْمِيزَانِ ۝ وَأَقِيمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا

زیادتی کرو ترازو میں اور سیدھی ترازو توو العاف سے اور مت

تُخْسِرُوا الْمِيزَانَ ۝ وَالْأَرْضَ وَضَعَهَا لِلْأَنَامِ ۝ فِيهَا

گھٹاؤ نزل اور زمین کو رکھا واسطے خلق کے اس میں

فَاكِهَةٌ ۝ وَالنَّخْلُ ذَاتُ الْأَكْمَامِ ۝ وَالْحَبُّ ذُو الْعَصْفِ

میوہ ہے اور کھجوریں جن کے یوسے ہر غلاف اور اناج جسکے ساتھ بھس ہے

وَالرَّيْحَانُ ۝ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ۝ ۳ خَلَقَ الْإِنْسَانَ

اور پھول خوشبو پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے تم دونوں بنایا آدمی

مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ ۝ وَخَلَقَ الْجَانَّ مِنْ مَّارِجٍ

کنکھٹان مٹی سے جیسے ٹھیکرا اور بنایا جان لگ کی

مِنْ نَّارٍ ۝ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ۝ ۴ رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ

دُک سے پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے مالک دو مشرق کا

وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ ۝ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ۝ ۵ مَرَجَ

اور مالک دو مغرب کا پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے چلائے

الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيَانِ ۝ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ ۝ لَا يَبْغِيَانِ ۝ فَبِأَيِّ

دو دریا مھڑ چلتے ان میں ہے ایک پردہ زیادتی ہیں کرتے پھر کیا کیا

آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ۝ ۶ يَخْرِجُ مِنْهُمَا الْمَوْلُوءَ وَالْمَرْجَانُ ۝ ۷

نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے نکلتا ہے ان سے موتی اور مرجان

فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ﴿٢٣﴾ وَلَهُ الْجَوَارِ الْمُنشَآتُ

پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے اور اسی کے ہیں جہاز اونچے

فِي الْبَحْرِ كَالْأَعْلَامِ ﴿٢٤﴾ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ﴿٢٥﴾

گہرے دریا میں جیسے پہاڑ پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے۔

انعامات رب جلیل بر انسان بعطارد وصف بیان و تعلیم قرآن و فیضان نعماتہ سماویہ و روحانیہ

قال لله تعالى: الرَّحْمَنُ عَلَّمَ الْقُرْآنَ - ... فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ
و ربط، سورہ قمر میں دعوت نبوت اور معجزات عظیمہ کا بیان تھا اور اہم سابع کے احوال ذکر فرماتے گئے کہ کس
طرح انہوں نے اپنے پیغمبروں کا انکار کیا اور ان پر ایمان نہ لاتے جسکے باعث عذاب خداوندی سے انکو ہلاک و برباد
کر دیا گیا جس سے مقصود اہل مکہ کو متنبہ کرنا تھا کہ وہ ان احوال و واقعات کو سوچ کر اپنے انجام کے بارہ میں بھی خود
فیصلہ کر لیں تو اسکے بعد حق تعالیٰ شانہ نے ان انعامات خاصہ کا ذکر فرمایا جو انسان پر کیئے گئے ان انعامات میں بانصرہ
کائنات کی تخلیق اور ان تمام منافع سے انسان کا مستفیع ہونا ذکر فرمایا اور یہ کہ جب حق تعالیٰ سے کائنات کی جملہ
منفعتوں سے انسان کو مستفیع کیا ہے تو انسانی فطرت اور عقل کا تقاضا ہے کہ انسان اپنے رب کی اطاعت و
فرائض برداری کرے و در یہ کہ ہر موصوفی اللہ کے حکم کے تابع اور اسی کی مطیع ہے یہ انسان کو اللہ نے خاص شرف
عطا کیا ہے کہ وہ اپنے کسب و ارادہ سے ایمان و ہدایت کو اختیار کر کے آخرت کی جزاء اللہ تعالیٰ کی رحمتوں
اور نعمتوں کا مستحق بنتا ہے تو ارشاد فرمایا۔

رحمن ہی ہے جس نے قرآن سکھایا جو اسکی عطاؤں میں سب سے بڑی عطاوار نعمتوں میں سب سے
بڑی نعمت اور رحمت ہے بنایا ہے اسی نے انسان کو پھر سکھایا اسکو بات کرنا اور نطق و گویائی کی نعمت سے
سرفراز کیا جسکے باعث وہ اللہ کا کلام پڑھ سکے لکھ سکے اور تلووت کر سکے ورنہ تو ممکن نہ تھا کہ انسان کلام الہی کی دوست
سے اور نعمت سے مستفیع ہو سکے پھر اس قوت گویائی سے یہ انسان کلام الہی کے حقائق و معارف و لوگوں کو
سناتے۔ خبر کی دعوت دے اور شر سے منع کرے تو یہ سب کمالات قوت گویائی ہی پر مرتب ہیں چنانچہ سورج
ایک حساب کے ساتھ جاری ہیں اور مریخ اور درخت اللہ رب العزت کے سامنے سجدہ میں مشغول ہیں اس
طرح مخلوقات میں چاند سورج اور ستارے اور سفلیات میں نباتات و شجر و حجر سب ہی اللہ کی بندگی میں

مقصود ہے کہ کسی عظیم قدرت ہے اس پروردگار کی جس نے آسمان کو اونچا بنایا اور قائم کر دی ترازو اس امر کا موثر پابند کرتے ہوئے کہ زیادتی نہ کرو ترازو میں کیونکہ ترازو دار حقوق میں سرکشی اور زیادتی انسانی زمینگی کی فلاح و سعادت کو تباہ کر دینے والی چیز ہے اور برابر رکھو ترازو کو انصاف کے ساتھ اور مت گھٹاؤ قول کو خیانت ظلم اور دھوکہ انسانی حقوق کو تباہ و برباد کر دینے والی چیزیں ہیں اس وجہ سے ضروری ہے کہ عدس و انصاف قائم کرنے کے لیے ترازو سیدھی رکھی جلتے اور تول میں مشتری کیلئے کسی قسم کی کوتاہی نہ کی جائے اور زمین کو بچھایا ہے مخلوق کے لئے کہ اس میں میوے اور پھل ہیں اور کھجور کے درخت ہیں غلاف والے کو انکے پگھوں پر غلاف ہوتے ہیں پھر اس غلاف کے شق ہوئے پر کھجوریں برھتی ہیں اور پکتی ہیں اور اسی میں دانے ہیں بھوسے و لے یعنی اناج سی طرح دوسرے صوب و ملتے اور خوشبودار پھول۔ تو اسے جن دانس تم اپنے رب کی نعمتوں میں سے کون کون سی نعمت کا انکار کرو گے ظاہر ہے کہ ایسی نعمتیں جو سورج کی طرح روشن اور انسانی جیات کا مدار ہیں ان کا کوئی انکار نہیں کر سکتا کسی عظیم قدرت ہے اس پروردگار کی جس نے انسان کو پیدا کیا ہے خشک کھنکھاتی مٹی سے ٹھیکرے کی طرح اور یہ حضرت آدمؑ ابوالبشر ہیں ابتدا اصل جنس اور مادہ جنس کے لحاظ سے مطلق انسان مٹی سے پیدا کیا گیا اور پیدا کیا جن کو دیکھنے والی آگ کی لپٹ سے اور ایسے شعاع سے جس میں دھوئیں کی آمیزش نہ ہو تو اسے جن دانس تم اپنے رب کی نعمتوں میں سے کون کون سی نعمت کا انکار کرو گے جن دانس کو خلعت جوہر سے سرفراز فرمایا اور حمادات و بہانات جیسی لایعقل مخلوق کی بجائے عقل و شعور کی نعمت سے نوازنا یقیناً تعالین (جن دانس) کے لیے بڑی نعمت ہے وہ مالک ہے دونوں مشرق اور دونوں مغرب کا پھر اسے جن دانس تم اپنے رب کی نعمتوں میں سے کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے اور ظاہر ہے کہ مشرقین و مغربین کے تغیر و تبدل سے موسموں اور فصلوں کی تبدیلی ہوتی رہتی ہے اور تبدیلی موسم سے زمین والوں کو کس قدر فوائد اور مصالح حاصل ہیں انکی کوئی مدد و انتہا نہیں مع ہزار جملہ فوائد و منافع تبدیلی موسم مشرق و مغرب۔ سرمایہ گراما کافرق حق تعالیٰ کی قدرت عظیمہ کی بڑی واضح نشانیاں ہیں تو ان عظیم الشان نعمتوں اور جنت پایہ قدرت کی نشانیوں میں سے کوئی بھی نعمت اور کوئی بھی نشانی ایسی نہیں کہ اسکا انکار کیا جاسکے جاری کیے ہیں اس پروردگار نے دو دریا جو آپس میں مل کر چلتے ہیں اس طرح کہ انکے درمیان ایک پردہ حائل ہے کہ ایک دوسرے پر غالب نہیں آتے اور باہم مخلوط نہیں ہوتے بلکہ شور پانی اپنی جانب اسی طرح شور اور کھار ہے اور میٹھا پانی اپنی سمت اسی طرح میٹھا ہے حالانکہ پانی کی طبعی خاصیت تقاضا کرتی ہے کہ ایک دوسرے میں قلعہ ملط ہو جائے اپنے

معہ باہم "لاؤ" کا ترجمہ نعمتوں سے کیا جاتا ہے شاذ کردہ لفظ میں یہ ظاہر کر دیا گیا کہ تخلیق انس کے ساتھ خدات کی تخلیق کو بھی اس بہار پر نعمت فرمایا گیا۔

بن حریز نے بعض ائمہ سلف سے قدرت اور نشانی کے معنی بھی کئے ہیں تو جس آیت میں جو ترجمہ جہاں و مناسب ہو اختیار کیا جاسکتا ہے اور یہاں دونوں معنی مناسب ہیں۔

رنگ کے لحاظ سے اور مزے کے لحاظ سے بھی لیکن اس طرح ہر ایک کا اپنے رنگ اور مزے کے اعتبار سے جدا رہنا خداوند عالم کی قدرت کی عظیم نشانی اور بندوں کے واسطے بڑا ہی انعام ہے نکلتے ہیں ان دونوں سے موتی اور سونگا

یہی مضمون سورۃ فرقان کی آیت وَهُوَ الَّذِي مَوْجَ الْبَحْرِ نَبْ هَذَا عَذَابٌ قَاتٌ وَهَذَا مِلْحٌ أجاجٌ وَجَعَلَ كَيْتُمًا يَدُ حَا وَحَجْرًا الْحَجْوَدُ ۱۱ میں بیان فرمایا گیا ہے دلائل قدرت میں بلاشبہ یہ بڑی دلیل ہے کہ دو دریا اس طرح ساتھ ساتھ چلتے ہوں کہ ایک طرف میٹھا پانی اور دوسری طرف کھانا حالانکہ پانی کا مزاج یہ ہے کہ اسکے اجزاء ایک دوسرے میں غلط ملط ہو جاتیں جیسے کہ مشاہدہ سے ثابت ہے کہ ایک جگہ پر اگر ایک قسم کے پانی کے ساتھ دوسرے رنگ یا ذائقہ کا پانی جمع ہو جائے تو دونوں مل کر شے واحد ہو جاتے ہیں اس قسم کے دریاؤں کا مشاہدہ کرنے والوں نے اس بات کی شہادت دی ہے تفسیر بیان القرآن میں دو معتبر ہنگامی علماء کی شہادت نقل کی ہے کہ ارکان سے لے کر چارمقام تک دریا کی یہی شان ہے کہ اسکی دونوں جانبیں بالکل الگ الگ نوعیت کے دریا نظر آتے ہیں ایک جانب پانی سفید ہے اور دوسری جانب پانی سیاہ سیاہ پانی میں سمندر کی طرح موج اور طوفانی تلاطم رہتا ہے اور سفید بالکل ساکن رہتا ہے اور دونوں کے درمیان ایک سفید دھاری سی برابر چلی گئی ہے جو دونوں رنگوں کے پانی کا ملحق ہے اور کشتیاں اس پانی میں چلتی ہیں جو سفید ہے سیاہ پانی نہایت کڑوا ہے اور سفید پانی میٹھا ہے هَذَا عَذَابٌ قَاتٌ وَهَذَا مِلْحٌ أجاجٌ کا منظر نظر آتا ہے ۔

شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اپنے فوائد میں فرماتے ہیں اور مجھ سے بارہ سال (ہنگام) کے دو طلبہ نے بیان کیا کہ وضع بارہ سال میں دو ندیاں ہیں جو ایک دریا سے نکلتی ہیں ایک کا پانی بالکل کھاری (کڑوا) ہے اور دوسری کا نہایت شیریں یہاں گجرات (یعنی صوبہ بمبئی کے علاقہ گجرات) میں راقم الحروف جس جگہ آج کل مقیم ہے (ڈابھیل سملک) سمندر سے دس بارہ میل کے فاصلے پر ہے ادھر کی ندیوں میں برابر مدد جزر (جوار بھٹا) ہوتا رہتا ہے بکثرت ثقات نے بیان کیا کہ مد کے وقت جب سمندر کا پانی ندی میں آجاتا ہے تو میٹھے پانی کی سطح پر کھاری پانی بہت زور سے چڑھ جاتا ہے لیکن اس وقت بھی دونوں پانی مخلوط نہیں ہوتے اور کھاری پانی رہتا ہے جب مد ختم ہو جاتا ہے تو جزر کے وقت اوپر سے کھاری پانی اتر جاتا ہے اور میٹھا پانی نیچے ٹول کا توں باقی رہ جاتا ہے ان شواہد سے خدا کی قدرت کا اعتراف کرنا پڑتا ہے اور ہر صاحب عقل اس پر مجبور ہے یہ بھی ممکن ہے کہ ہر دریا اور ہر جگہ کے متعلق اس آیت کو محمول کر لیں تو پھر مطلب یہ ہوگا کہ حق تعالیٰ نے ہر قسم کے دریا اور سمندروں کو اپنی ایسی جگہ جاری کیا ہے جن میں کوئی میٹھا ہے اور کوئی کھارا اور ان کے درمیان زمین کی بہت سی جگہ حائل بنا دی تاکہ ایک دریا اور سمندر کا پانی دوسرے میں نہ ملے اگر یہ فاصلے نہ رکھے جاتے تو ان کو اکاد چھوڑ دیا جاتا تو یقیناً پانی اپنی طبعیت اور مزاج کے باعث ایک دوسرے میں مل جاتے ۳

پھر بتاؤ کہ اپنے رب کی نعمتوں میں کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے اور کسی کے واسطے میں وہ جہاں زائر کشتیاں تھیں
اٹھنے والی ہیں سمندر میں پہاڑوں کی طرح کہ دیکھنے والا ان جہازوں اور کشتیوں کو دوسرے دیکھ کر بھی محسوس
کرتا ہے کہ یہ پہاڑ درجہ ذریعہ ہیں جو سطح سمندر پر قائم ہیں تو اسے جن دانش تم اپنے رب کی نعمتوں میں سے
کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے اور یہ کس قدر عظیم انعام ہے کہ خداوند عالم نے انسان کو ایسی صلاحیت اور
عقل و فکر سے نوازا کہ وہ جہاز اور کشتیاں بنائے اور انکو سمندر میں چلائے بلکہ شہید انسان اللہ رب العزت
کی ایسی بند پائیہ نعمتوں کا انکار کر سکتے ہیں اور نہ جن اپنے رب کی نعمتوں کو جھٹلا سکتے ہیں۔

مؤلف ترجیح اسباب القرآن ایک موقع پر یہ نقل کرتے ہیں کہ کسی عالم کو ایک مرتبہ ادلم کلامیہ
میں کچھ شک اور تردد واقع ہوا تو اللہ رب العزت سے دعا کی کہ اسے پروردگار کوئی ایسی دلیل القاء فرمادے کہ
اس میں کسی فلسفی کو کوئی شبہ نہ ہو سکے اور نہ کسی قسم کی وہ تشکیک جاری کر سکے تو خواب میں دیکھا کہ ایک
شخص قرآن کریم کی تلاوت کر رہا ہے اور یہ آیت پڑھ رہا ہے۔

مَوْجٌ الْفُجْوٰی يَكْتُمُ بَيْنَ يَدَيْهَا بُرْجٌ لِّمَنْعِيْنِ

فورا مطلع ہو گئے اور سمجھ لیا کہ واقعہ یہ ہے کہ اس نے اس آیت کے شہ کا قیام کیا ہے کہ اس کے بارے میں کوئی دھماکہ
منکر نہ ہو اور نہ ہی تردد و تامل کی گنجائش نہیں حال سکتا اور اس آیت نے طبعین کے شہ کا قیام کر دیا کہ پانی
کی طبیعت تو احتلاط و اتصال اور امتزاج ہے تو سوائے قدرت خداوندی کے کون چیز دونوں دریا کے پانی کو ایک
دوسرے میں غلط ملط ہونے سے روکنے والی ہے تعالیٰ اللہ تعالیٰ و جلالت قدر تہ۔

انعام خداوندی بصورت وجود انسانی و عطا صفات کمالات ایمانی

سورۃ مبارکہ کی ابتداء انسانی زندگی کے لیے ایک ایسی بڑی اور بلند پایہ نعمت کے ذکر سے فرمائی جا
رہی ہے کہ اس سے بڑھ کر کوئی نعمت ممکن نہیں وہ قرآن کریم اور کلام ربانی کا علم جو اللہ نے اپنے پیغمبر کے
ذریعے عالم انسانیت کی فلاح و بہبود اور دین و دنیا کی سعادت حاصل کرنے کیلئے عطا فرمایا۔

شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی فرماتے ہیں جو اسکے عطا یا میں سب سے بڑا عطا اور اسکی
نعمتوں میں سب سے بڑی نعمت و رحمت ہے۔ انسان کے بساط اور اسکے ظرف پر خیال کرو اور علم قرآن
کے اس دریائے ناپید انکار کو دیکھو بلکہ شہر ایسی صیغہ البیان، ہستی کو آسمانوں پہاڑوں سے زیادہ بھاری پیر
کا حامل بنا دینا جس میں کام ہو سکتا ہے ورنہ کہاں بشر اور کہاں خدا کا کلام سورۃ النجم میں عَلَّمَهُ شَدِيدُ الْقُوٰی
فرمایا تھا یہ جبریل امین شہیر القوی تھے جن کے توسط سے قرآن نازل ہوا مگر اصل اور علی معلّم اللہ رحمن ہی ہے
سے نے انسان کو قرآن کے علوم سے آشناء و نگاہ بنایا۔

کی موقدہ بدعتی تعالیٰ شانہ نے اپنے انعامات کا ذکر کرتے ہوئے تخلیق انسان کا ذکر فرمایا اور اسکے

بعد عَلَّمَهُ، اَلْبَيِّنَاتُ فرما کر انسان میں نطق و بیان کی صلاحیت عطا فرمانے کا ذکر فرمایا، ظاہر ہے یہ دونوں عطائیں بہت ہی بڑی ہیں ایجاد یعنی وجود عطا کرنا بڑی نعمت کیا بلکہ یہ تو نعمتوں کی اساس اور جڑ ہے ان کلمات میں یہ واضح کیا جا رہا ہے کہ ایجاد اور عطا وجود کی دو قسمیں ہیں ایک ایجاد قوت اور دوسری ایجاد صفت کہ اللہ نے آدمی کو پیدا فرمایا اور پھر اس میں بیان اور اپنے مافی الضمیر کی وضاحت کی صفت رکھی کہ بڑی ہی فصاحت و بلاغت اور حسن و خوبی سے وہ اپنا مدعا اور مافی الضمیر ظاہر کر سکے اسی صفت کے ذریعہ قرآن میکہ سکتا ہے اور دوسروں کو سکھا سکتا ہے اور اس طرح وہ خیر و شر اور ہدایت و گمراہی کو پہچان سکتا ہے اور دوسروں کو بتا سکتا ہے اور خیر و ہدایت کی دعوت دے سکتا ہے شر اور گمراہی سے بچا جا سکتا ہے اور یہی سب کچھ قرآنی علوم ہیں اور اسی میں اسکی عافیت و عزت ہے اور یہی سب کچھ اسن عالم کا باعث ہے اور اسی میں ہر فلاح و سعادت مضمر ہے تو یہ انسان جسکے واسطے ساری کائنات پیدا کی ہے وہ اپنی سعادت و فلاح کے حصول کے لیے قرآنی ہدایات کا محتاج تھا اور یہی کلام ربانی اسن عالم کا باعث تھا تو کس قدر عظیم انعام الہی ہوا کہ اسان کو پیدا کر کے قرآن بھی نازل فرمایا اور انسان اگر بغیر قرآن ہوتا تو کبھی ہدایت اور خیر کے امور عالم میں نظر نہ آسکتے گمراہی اور شر و فساد کی زندگی ہوتی اور انسان انسان ہونے کی بجائے درندے اور بہائم و حیوان بن جاتا بلکہ ان سے بھی بدتر ہوتا اسی وجہ سے جو انسان قرآنی ہدایات سے بہرہ رسانی کرے انکے حق میں فیصلہ ہو گیا اَوْ لَئِلَّاكَ كَالْاَنْعَامِ كَيْلًا هُمْ اَضَلُّ۔

نجم و شجر کی تفسیر

بن جریر بیان کرتے ہیں کہ نجم و شجر کی تفسیر میں ائمہ تفسیر کے مختلف اور متعدد اقوال منقول ہیں یہ بات تو تمام ائمہ لغت اور تفسیر کے نزدیک متفق علیہ ہے کہ شجر معنی درخت ہے جو اپنے تنے پر قائم اور زمین سے بلند ہو نجم کے بارہ ہیں ابن ابی طلحہ عبد اللہ بن عباس سے نقل کرتے ہیں کہ وہ ہسبرہ جوزین پر پھیلا ہوا ہو یا جس میں ہر طرف ہسبرہ ہو اور وہ بیلیں جو زمین پر پھیلی ہوتی ہوں داخل ہیں۔

سعد بن جبیر۔ منیان ثوری اور مدنی سے بھی اسی طرح منقول ہے اور خود ابن جریر نے بھی اس معنی کی طرف رجحان ظاہر کیا ہے لیکن تنادہ اور مجاہد کہتے ہیں کہ نجم آسمان کے ستارہ کو کہتے ہیں مجاہد اور حسن بصری کا بھی یہی قول ہے اور عرف کی رو سے بھی یہی معنی ظاہر ہیں۔ حافظ ابن کثیر نے اسی کو اختیار کیا پہلی تفسیر کے پیش نظر ان دو کا ذکر شمس و قمر کے مقابلہ میں ہونے کا یہ مفہوم ہو گا کہ جس طرح علویات میں شمس و قمر مقرر کردہ حساب کے مطابق چلتے ہیں اور اس طرح یہ ظاہر ہو رہا ہے کہ تنکوینی طور سے وہ اللہ کے حکم کے سامنے مطیع و فرمان بردار ہیں تو اسی طرح سفلیات اور عالم ارضی میں ہر ہسبرہ اور درخت بھی اپنے مالک اللہ رب العزت کے سامنے مطیع و فرمان بردار۔ چھوٹے جھاڑ زمین پر پھیلی ہوتی بیلیں جس یا قد آور درخت ہر ایک اللہ کے سامنے سرنگوں ہے جیسا کہ آیت مہا کہ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَخْتَارُ لِمَنْ يَّشَاءُ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ

وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُومُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَابُّ وَكَثِيرٌ مِّنَ الذِّكْرِ .

وضع میزان کا مفہوم

وَالسَّمَاءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيزَانَ . آسمان کی بلندی کا ذکر فرماتے ہوئے وضع میزان کو یہاں فرمایا گیا آسمان اور آسمان پر نظر آنے والے شمس و قمر اور نجوم کا ذکر فرما کر اپنی قدرت عظیمہ ظاہر فرماتی جا رہی ہے ساتھ ہی مخاطب کو اس بات کی طرف متوجہ کیا جا رہا ہے کہ وہ شمس و قمر اور ستاروں کے نظام پر نظر ڈالے اور فلکیات پر غور کرے تو حق تعالیٰ شانہ کی قدرت عظیمہ کا مشاہدہ ہو گا اور یہ دیکھے گا کہ کس جن اسلوب کے ساتھ یہ سب نظام قائم ہے جس میں کسی قسم کا کوئی خلل نہیں تو اسی طرح اللہ رب العزت نے زمین والوں کے واسطے نظام عدل قائم رکھنے کے واسطے ترازو اتاری ہے جسکے ذریعے عدل و انصاف قائم کیا جا سکتا ہے اور عدل و انصاف ہے جو ہر چیز کے ترازو کا نظام چل رہا ہے گویا اللہ رب العزت نے آسمان سے زمین تک ہر چیز کو حق اور عدل کی بنیاد پر بہترین توازن اور تناسب کے ساتھ قائم فرمایا ہے اگر عدل اور حق ملحوظ نہ رہے تو کائنات کا سارا نظام ہی درہم برہم ہو جائے اس لیے ضروری ہے کہ بندے بھی حق اور عدل کی راہ پر قائم رہیں اور انصاف کی ترازو اٹھنے یا جھکنے نہ دیں کسی پر زیادتی کریں نہ کسی کا حق دہرائیں۔

حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ عدل ہی سے زمین و آسمان قائم ہیں اور یہی وہ چیز ہے جسکو ارشاد فرمایا گیا کہ قیامت اس وقت قائم ہوگی جب امانت کا ضیاع ہو جائے گا۔ اس تقدیر پر ہے کہ وضع میزان سے اقامت عدل کا مفہوم لیا جائے ممکن ہے ترازو سے جس اور ظاہری ترازو مراد ہو اور ترازو ہی سے معاملات کی درستگی اور حقوق کی حفاظت والستہ ہے تو ہدایت فرمادی گئی کہ یہ اسی صورت میں ہے کہ ترازو میں کسی قسم کا جھکاؤ اور ابھار نہ ہو نہ لیتے دقت زیادہ تو لو اور نہ دیتے دقت کم تو لو ترازو کے دونوں پہلے یعنی لیتے اور دینے کے برابر رکھو آیات سابقہ میں جس طرح دو چیزوں کے جوڑے بیان کیے گئے یہاں بھی آسمان کی ممدی کے ساتھ وَالْأَرْضُ وَضَعَهَا لِلْأَنَامِ . میں زمین کی پستی میان فرمادی گئی اور یہ احکام ہدایات بلاشبہ مخلوق کی عافیت و لغار کا عظیم سامان ہیں تو ان چیزوں کو بھی ذکر فرما کر ارشاد فرمایا قِيَامِی الْاَرْضَ وَتَكْمَلُ تَكْلِیٰ بَلِیٰ

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ۖ وَيَبْقَىٰ وَجْهُ رَبِّكَ ذُو

جو کوئی ہے زمین پر نہ رہنے والا ہے اور رہے گا منہ برسرے رب کا ۔ برہگی

الْبَجَلِ وَالْاَكْرَامِ ۚ فَبَايَ الْاِلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَنِ ۝۲۸

اور تعظیم والا پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے ؟

يَسْأَلُهُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْاَرْضِ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ

اس سے مانگتے ہیں جو کوئی ہیں آسمانوں میں اور زمین میں ہر دن اسکو

فِي شَأْنٍ ۚ فَبَايَ الْاِلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَنِ ۝۲۹ سَنَفَعُ لَكُمْ

ایک دھندلا ہے ؟ پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے ہم فارغ ہوتے ہیں تمہاری

اَيُّهُ الثَّقَلَيْنِ ۚ فَبَايَ الْاِلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَنِ ۝۳۰ يَمُشِرُ

مرفاے دو بوجھل قاللہ پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے اے فرتے

اَلْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنْ اَسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوا مِنْ

جنوں اور انسانوں کے ! اگر تم سے ہو سکے کر نکل بھاگو آسمان

اَقْطَارِ السَّمَوَاتِ وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوا ۚ لَا تَنْفُذُونَ

اور زمین کے کناروں سے تو نکل بھاگو نہیں سکتے

اِلَّا بِسُلْطٰنٍ ۚ فَبَايَ الْاِلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَنِ ۝۳۱ يُرْسَلُ

کے بن سہ پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے ؟ بھوتے ہیں

عَلَيْكُمْ شَوَاطِطٌ مِّنْ نَّارٍ وَنُحَاسٌ فَلَا تَنْتَصِرُونَ ۝۳۲

تم پر شعلے آگ کے صاف اور دھواں ملے پھر تم بدل نہیں سکتے

فَبَايَ الْاِلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَنِ ۝۳۳ فَاِذَا انشَقَّتِ السَّمَاءُ

پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے پھر جب بھٹ بادے آسمان

فَكَانَتْ وَرْدَةً كَالدِّهَانِ ۚ فَبَايَ الْاِلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَنِ ۝۳۴

تو ہو جاوے گلابی جیسے نیل کی تلچھٹ پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے ؟

فَيَوْمَئِذٍ لَا يَسْأَلُ عَنْ ذَنْبِهِ إِنْسٌ وَلَا جَانٌّ ﴿٣٩﴾ فَيَأْتِي

پھر اس دن پوچھ نہیں اسکے گناہ کی کسی آدمی سے نہ جن سے پھر کیا کیا

الَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ﴿٤٠﴾ يَعْرِفُ الْمُجْرِمُونَ بِسِيْمَتِهِمْ

نہیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے پہچانے پڑیں گے گناہگار اپنے چہرے سے

فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِي وَالْأَقْدَامِ ﴿٤١﴾ فَيَأْتِي الَاءِ رَبِّكُمَا

پھر پکڑا جاوے گا ماتھے کے بال سے اور پاؤں سے پھر کیا کیا نہیں اپنے رب کی

تُكَذِّبِينَ ﴿٤٢﴾ هَذِهِ جَهَنَّمُ الَّتِي يُكَذِّبُ بِهَا الْمُجْرِمُونَ ﴿٤٣﴾

جھٹلاؤ گے یہ دوزخ ہے جس کو جھوٹ بتاتے گناہگار

يُطَوَّفُونَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ حَمِئِمٍ ﴿٤٤﴾ فَيَأْتِي الَاءِ

پھرتے ہیں بیچ اسکے اور کھولتے پانی کے پھر کیا کیا نہیں

رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ﴿٤٥﴾

اپنے رب کی جھٹلاؤ گے۔

عظمتِ خداوندِ ربانام مع ذکر اہوالِ قیامت و ذلتِ بدعالی مجرمین

قال اللہ تعالیٰ كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَإِنْ قَبِلْتُمْ دُخَانًا مِنْ آلِ الْكَوْمِ الی لَمْ تَكُنْ بِت
(ربہ) گذشتہ آیات میں حق تعالیٰ شانہ نے اپنی قدرت کی عظیم نشانیاں بیاں فرمائی تھیں جن کے صحن میں
ان گراں قدر انعامات کا ذکر فرمایا جو جن دانس پر کی گئیں اور ظاہر ہے کہ ان دلائل و انعامات کا متقاضی یہی ہے
کہ جن دانس اسکی اطاعت و بندگی میں مصروف ہو جائیں اب ان آیات میں عظمتِ خداوندی کا بیان ہے
اور قیامت کی ہول و شدت اور اس میں مجرمین پر جو ندامت و ذلت ہوگی اسکا ذکر ہے کہ قیامت کے ہولناک احوال
میں منکرین و مکذبین کا کیسا عبرتناک حال ہوگا۔

ارشاد فرمایا جو بھی کوئی زمین پر ہے فنا ہونے والا ہے جن دانس ہوں یا شجر و حجر ہوں ہر چیز پر
یقیناً فنا طاری ہو کر رہے گی اور اسے مخاطب بس باقی رہے گی ذاتِ تیرے پر درگاہ کی جو بزرگی اور عظمت

والا ہے ہر چیز کے فنا کے بعد قیامت اور پھر حشر و نشر پر مطیعین کے واسطے احیاء اور مجرمین کے لیے عذاب و سزا کی قدر عظیم انعام ہے تو پھر اے جس دانس تم اپنے رب کی نعمتوں میں سے کسی کی نعمت کا انکار کر دو گے اسکی شانِ عظمت و کبر بانی کا تو بہ حال ہے کہ اسی سے مانگتے ہیں جو بھی آسمانوں اور زمین میں ہیں کل کائنات اور مخلوق اسی کی محتاج ہے ہر ایک اپنی حاجت اسی سے مانگتا ہے زبانِ حال سے ہو یا زبانِ قال سے کسی کو ایک لمحہ کیلئے بھی اس سے استغناء و بے نیازی نہیں وہی حقوق کی حاجت روائی اپنی حکمت سے کرتا ہے مخلوق کے انواع و اقسام بے شمار ہیں اور انکی حاجتیں و رقعاتے متفاد بھی ہیں اور مخلوق کے احوال بھی مختلف ہیں جن دنس میں کوئی نیک ہے کوئی بد کوئی مطیع و فرماں بردار ہے اور کوئی مافرمان کوئی ہمدرد و مخلص اور مخلوق خدا کو آرام پہنچاتا ہے تو کوئی ظلم و تعدی اور سرکشی اختیار کیے ہوئے ہیں اسی وجہ سے ہر نوع مخلوق اور ہر حالت اور ہر طرزِ عمل پر اسکی شانِ جداگانہ ہے اسکی حکمت بالغہ کے باعث ہر ہے کہ ہر روز اسکی ایک شان ہے کسی کو بڑھانا کسی کو گھٹانا کسی کو عزت دینا کسی کو پست کرنا اور ذلیل کرنا کسی کو انعام و اکرام سے نوازنا کسی کو اس کے بُرے اعمال کی بدولت مصائب و آفات میں مبتلا کرنا کسی کو طاعت و انابت الی اللہ کی توفیق سے نوازنا کسی کو اس کی شومنی و قسوت سے خبر اور عمل صالح سے دور کر دینا کبھی کسی کو تندرست رکھنا اور کبھی بیمار کر دینا کسی کو مارنا کسی کو جلانا غرضی جمال و جلال کے یہ شئون ہیں جو مخلوق کی صلاحیت اور انکے احوال کے تفاوت سے بدلتی رہتی ہیں یہ اختلاف شئون بھی ایک عجیب نعمت و رحمت ہے جیسا کہ ظاہر ہے تو پھر بسا اے جن دانس تم اپنے رب کی نعمتوں میں سے کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے قیامت ہر حال آتی ہے اور یہ نظامِ عالم اور دنیا کے سارے دھندے عنقریب ختم ہونے والے ہیں یہ ایک دور ہے دنیوی زندگی کا جو دارالعمل ہے اسکے بعد پھر دورِ سراد و سرور شروع ہوگا جو عنقریب ہم فارغ ہو جائیں گے تمہارے واسطے اے جن دانس تم اپنے رب کی نعمتوں میں سے کسی کی نعمت کو جھٹلاؤ گے خداوندِ عالم کی حکومت اس کا حکم اور اسکی گرفت کائنات کو محیط ہے کوئی اسکے دائرہِ حاکمیت سے نہیں نکل سکتا تو اے گردہ جن دانس اگر تم طاقت رکھتے ہو کہ بھاگ نکلو آسمانوں اور زمین کے کناروں سے تو نکل بھاگو نکل کر اور پہنچ کر تم کہاں جا سکتے ہو اور کون سی وہ جگہ ہو سکتی ہے جہاں تم آسمانوں اور زمین کے کناروں اور حدود سے نکل جاؤ ہرگز نہیں نکل سکتے بغیر قوت اور غلبہ کے اور یہ ممکن نہیں کہ خدا کے مقابلہ میں کسی کو کوئی علم اور قدرت ہو اس کا حکم اور غلبہ ہی ہر جگہ تم کو محیط ہے تم اسکے احاطہِ حکم سے نکل کر کہیں نہیں جا سکتے اور اگر کہیں جانا ہی چاہو تو جہاں جاؤ گے اسی کے حکم اور حکومت کے دائرہ میں رہو گے اسی وقت یہ حالت ہوگی بِقَوْلِ الْإِنشَانِ الْيَوْمَ مَثَلُ يَوْمِ الْفُتُورِ بھاگنے کی جگہ تلاش کرے گا مگر نہ ملے گی تو پھر اے جن دانس تم اپنے رب کی کسی کسی نعمت کو جھٹلاؤ گے یقیناً یہ بہت بڑا اللہ کا انعام ہے ایسی باتیں واضح طور پر بتا دیں اور جن دانس کو ان پر آگاہ کر دیا چھوڑے جائیں گے تم براے جن دانس جو بھی تم ہیں

سے منکر دکا فر اور مجرم ہوں گے، دہکتی آگ کے شعلے صاف اور بغیر دھوئیں کی آمیزش کے اور دھواں سے ہوتے شعلے جب دونوں طرح شعلے تم پر برستے ہوں گے تو پھر تم کسی طرح مدللہ نہیں رہے سکو گے نہ تم میں ظاہر ہے کوئی طاقت ہوگی اور نہ تمہارا کوئی مددگار و ہمدرد ہوگا اسے جن دانس مجرموں کو سزا کتنا بڑا انعام ہے تو پھر اپنے رب کی کس کس نعمت کا انکار کر دو گے۔

پھر جب پھٹ جاتے آسمان پھر وہ ہو جاتے سرخ چمڑے کی طرح جب کہ پروردگار قیامت پر پافرمانے کا اور اسکا قہر و جلال اس طرح ظاہر ہو رہا ہوگا تو بلاشبہ اسکی قدرت و عظمت اور ہیبت و جلال ہر ایک کو نظر آتا ہوگا یہ کس قدر عظیم قدرت کی نشانی ہے اور اس قدرت کی نشانی میں کیسا عظیم سامان عبرت ہے جن دانس کے لیے جو یقیناً اللہ کی بڑی ہی نعمت ہے تو اسے جن دانس بھیر اپنے رب کی نعمتوں اور قدرت کی نشانیوں میں سے کس کس کا انکار کر دو گے تو پھر اس روز نہیں پوچھا جائے گا کسی کے لئے گناہ کے متعلق نہ کسی انسان سے اور نہ کسی جن سے اس لیے کہ ہر ایک کے اعمال ظاہر ہوں گے خود ہر مجرم کے ہاتھ پاؤں اسکے جرم کی گواہی دے رہے ہوں گے اور اگر سوال بھی ہوگا جیسا کہ **فَوَكَيُّكَ لَنُنْشِئَنَّ لَهُمْ أَحْمَصَ عَيْنٍ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ**۔ تو وہ سوال تو بیخ و تہدید اور تحقیر و تنزیل کیلئے ہوگا یہ نہیں کہ جس گناہ اور جرم کو معذور کرنے کیلئے کہ یہ گناہ یا جرم کیا یا نہیں ایسی حقیقتوں کا عام دنیا میں بتا دینا اور ان باتوں سے آگاہ کر دینا کس قدر بڑا انعام ہے تو اسے جن دانس تم اپنے رب کی نعمتوں سے کس کس کا انکار کر دو گے بس اس وقت تو یہ عالم ہوگا کہ مجرموں کو پہچانا جاتا ہوگا اسکے چہروں سے اور جہرے کی علامتوں سے جیسے کہ ہر مجرم کا چہرہ اسکے جرائم کا آئینہ دار ہوتا ہے پھر پکڑا جاتے گا پیشانی کے بالوں اور پاؤں سے پاؤں میں سلاسل و بیڑیاں ہوں گی اور اس حالت میں پیشانی کے بالوں سے پکڑ کر گھسیٹا جا رہا ہوگا جس کو یہ قدرت و عظمت کی نشانیاں تو بناؤ پھر بھی اپنے رب کی کس کس نشانی کا تم انکار کر دو گے اس حالت میں کہ کفار و مجرمین طوق و سلاسل میں جکڑے پیشانیوں کے بن بالوں سے گھسیٹے جا رہے ہوں گے اور کہا جا رہا ہوگا ان سے سن لو یہ ہے وہ جہنم جس کا مجرمین انکار کرتے تھے پھرتے ہوں گے اسکے اور کھولتے ہوئے پانی کے درمیاں کہ جہنم کا ایک حصہ دہکتی آگ کے شعلوں کا ہوگا اور دوسرا حصہ کھولتے ہوئے پانی کا ہوگا جیسے سمندر جو میں مار رہا ہو اور یہ مجرم اسکے درمیان گشت کرتے ہوں گے اور اسی طرح عذاب جہنم میں مبتلا ہوں گے تو اسے جن دانس بتاؤ پھر بھی تم اپنے رب کی کس کس نعمت کا انکار کر دو گے یہ کتنی بڑی نعمتیں ہیں کہ تم کو مجرمین کے احوال شناس دیتے تاکہ تم اس طرح کے جرم سے بچو اور اللہ کی طاعت و بندگی کا راستہ اختیار کر دو۔

ملہ حضرت استاد شیخ الاسلام فرماتے ہیں یا یہ کہ ہر ایک مجرم کی ہڈیاں پسلیاں توڑ کر پیشانی کے بالوں سے بلا دیں گے ۱۲۔

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ جَنَّاتٌ ۝

اور جو کوئی ڈرا کھڑے ہونے سے اپنے رب کے آگے اسکو ہیں دو باغ

فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ۝ ذَوَاتَا أَفْنَانٍ ۝ فَبِأَيِّ

پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے جن میں بہت سی ہنسیاں پھر کیا کیا

الآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ۝ فِيهِمَا عَيْنَانِ تَجْرِيَنِ ۝ فَبِأَيِّ

نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے ان میں دو چشمے بہتے پھر کیا کیا

الآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ۝ فِيهِمَا مِنْ كُلِّ فَاكِهَةٍ

نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے ان میں ہر میرے کی قسم

زَوْجِينَ ۝ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ۝ مُشْكِيْنَ

قسم پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے لگے بیٹھے

عَلَى فُرُشٍ بَطَآئِنُهَا مِنْ إِسْتَبْرَقٍ ۝ وَجَنَّا الْجَنَّتَيْنِ

پچھونوں پر جن کے استر تافتہ کے اور میوہ ان باغوں کا

دَانٍ ۝ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ۝ فِيْهِنَّ قَصِرَاتُ

جھک رہا پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے ان میں عورتیں ہیں

الطَّرْفِ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ إِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَانٌ ۝ فَبِأَيِّ

نچی نگاہ دایاں نہیں بیاہا انکو کسی آدمی نے ان سے پہلے اور نہ کسی جن نے پھر کیا کیا

الآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ۝ كَانَتْهُنَّ الْيَاقُوتُ وَالْمَرْجَانُ ۝

نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے وہ کیسی جیسے لعل اور مونگا

فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ۝ هَلْ جَزَاءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا

پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے اور کیا بدلہ ہے نیکی کا سگر

الْإِحْسَانُ ۝ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ۝۶۱ وَمِنْ دُونِهِمَا

نیکی پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے اور ان دو باغ کے سوا

جَنَّتَيْنِ ۝ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ۝۶۲ مَدُّ هَامِثَيْنِ ۝۶۳

درد دو باغ پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے گہرے بہر جیسے سیما

فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ۝۶۴ فِي مِمَّا عَيْنُنْ نَصَّا خَاتِنِ ۝۶۵

پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے ان میں دو چشمے ہیں ابنتے

فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ۝۶۶ فِيهِمَا فَاكِهَةٌ وَ

پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے ان میں میوہ اور

نَخْلٌ وَرُمَّانٌ ۝۶۷ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ۝۶۸ فِيهِنَّ

کھجوریں اور انار پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے سب باغوں میں

خَيْرٌ حَسَنٌ ۝۶۹ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ۝۷۰ حُورٌ

نیک عورتیں ہیں خوبصورت پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے گوریاں

مَقْصُورَاتٌ فِي الْخِيَامِ ۝۷۱ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ۝۷۲

رُکی رہنیاں خیموں میں پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے

لَمْ يَطْمِثْهُنَّ إِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَانٌ ۝۷۳ فَبِأَيِّ آلَاءِ

ہیں بیابا انکو کسی آدمی نے اُن سے پہلے نہ کسی جن نے پھر کیا کیا نعمتیں اپنے

رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ۝۷۴ مُتَكَيِّينَ عَلَى رَفْرَفٍ خُضِرٍ وَ

رب کی جھٹلاؤ گے لگے بیٹھے سبز چاندنیوں پر اور

عَبَقَرِي حَسَانٍ ۝۷۵ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ۝۷۶

بھاپے کی خوش طرح پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے

تَبَارَكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِي الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ

بڑی برکت ہے نام کو تیرے رب کے جو بزرگی رکھتا ہے تعظیم والا

اعزاز و اکرام اہل ایمان بعبادہ نعمتہا عظام از رب فی الجلال والاكرام

قال الله تعالى وَلِعَنَ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ جَنَّاتٍ الى ذِي الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ
(رابطہ گزشتہ سلسلہ آیات کفار و مجرمن کی تنبیہ اور انکی سزاؤں کے بیان پر متخل خطاب ان آیات میں اہل ایمان اور مطیعین کی جزاؤں اور ان پر آخرت میں عطا کردہ نعمتوں و در راحتوں کا بیان ہے ارشاد فرمایا جا رہا ہے۔)

اور جو شخص بھی ڈرا اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے اسکے لیے دو باغ ہیں جنت کے عظیم اشیان باغات میں سے جن کی نعمتیں اور راحتیں وہ ہیں کہ نہ کسی آنکھ نے دیکھیں اور نہ کسی کان نے سنیں اور نہ کسی اسان کے قلب و دماغ میں اس کا تصور ہوا ظاہر ہے کہ یہ استحضار و تصور اور ذکر اللہ کے سامنے میں کیا منہ لے کر حاضر ہوں گا قدم قدم پر انسان کو ہر خطا و غلطی سے بچاتے گا اور ہر مرحلہ پر وہ آخرت کے اجر و ثواب حاصل کرنے کیلئے کوشاں رہے گا اور تقویٰ کا بلند ترین راستہ اختیار کر کے جنت کے ایسے عالیشان باغات کا مستحق ہوگا پھر اسے جن دامن تم اپنے رب کی نعمتوں میں سے کسی کس نعمت کا انکار کر دے گا؟ ان عالیشان باغوں کی صفت یہ ہوگی کہ بہت سی شاخوں والے ہوں گے جو مختلف انواع و اقسام پر مشتمل ہوں گی جن پر متعدد اقسام کے پھل ہوں گے اور انکی شادابی اور سایہ اور بھی راحت و لذت کا باعث ہوگا تو پھر کس کس نعمت کو اپنے رب کی تم بھٹلاؤ گے ان دونوں باغوں میں درختے ہوں گے جو بہتے ہوں گے جسکی وجہ سے نہ کوئی درخت خشک ہوگا اور پھلوں اور پھولوں کی شادابی میں کوئی کمی نہیں آئے گی تو پھر بتاؤ کس کس نعمت کا اپنے رب کی نعمتوں سے انکار کر دے گا ان باغوں میں پھل اور میوے ہوں گے قسم قسم کے پھر تم اپنے رب کی نعمتوں میں سے کسی کس نعمت کا انکار کر دے گا ان نعمتوں اور ہر قسم کے خوشگوار پھلوں اور میووں کے علاوہ راحت اور آرام کے بھی پورے سامان عطا کیئے جائیں گے نگہ لگاتے بیٹھے ہوں گے ایسے بستر وں پر جن کے استر بھی دبیر ریشم کے ہوں گے اور ان باغوں کا میوہ (پھل) جھلک رہا ہوگا بل جنت کی جانب اور انکو اتنی بھی مشقت کی ضرورت نہ ہوگی کہ انھیں اور درختوں کے قریب جا کر درختوں پر چڑھیں اور پھل توڑیں بلکہ درختوں کی شاخیں ان پر جھکی ہوتی ان سے قریب ہوں گی جب چاہیں تازہ بہ تازہ پھل درختوں سے توڑ کر کھاتے رہیں تو اسے جن دامن تم اپنے رب کی نعمتوں میں سے کسی کس نعمت کا انکار کر دے گا ان تمام نعمتوں اور اسباب راحت کے علاوہ یہ بھی انعام ہوگا کہ ان باغات میں ایسی عورتیں (خود عین)

ہوں گی جو نگاہِ نبی رکھنے والی ہوں گی۔ جیسا عورت کی زینت و خوبصورتی ہے تو ظاہری جملہ محاسن اور خوبصورتیوں پر ایک مزید خوبصورتی یہ ہوگی کہ وہ قاصرات الطرف اور نگاہیں بھی رکھنے والی ہوں گی جو انکی عفت کی نشانی ہے جن کو نہ چھو ہوگا ان سے پہلے کسی انسان نے اور نہ کسی جن نے جو خاص ان ہی اہل جنت کے واسطے بیدار کی جاتیں گی تو پھر سوچو اسے جن دانش تم اپنے رب کی نعمتوں میں سے کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے وہ حوری اپنے حسن و جمال اور طہارت و پاکیزگی میں گویا یا قوت و مرجان اور خوش رنگ و بیش بہا مونگا ہوں گی تو پھر کس کس نعمت کو اپنے رب کی جھٹلاؤ گے ظاہر ہے کہ احسان و نیکو کاری کا بدلہ کچھ نہیں سواتے بھلائی اور خوبی کے سوا اس وجہ سے اہل ایمان و احسان کو ایسی ہی بھلائیوں، خوبیوں، نعمتوں اور راحتوں کا بدلہ دیا جائے گا تو اسے جن دانش بتاؤ اپنے رب کی نعمتوں میں سے کس کس نعمت کا انکار کر دے اور ان دو باغوں سے کم درجے کے دو باغ اور ہوں گے تو پھر کیا کیا اپنے رب کی نعمتوں کی تم تکذیب کر دے نہایت سبز گہرے رنگ کے ہوں گے کہ انکی شادابی اور تروتازگی انتہا پر پہنچی ہوگی تو کس کس نعمت کا اپنے رب کی نعمتوں میں سے انکار کر دے ہر نعمت و انعام کو اسے جن دانش سوچو غور کرو اور اس نعمت کا تصور کر کے سمجھو کہ خدا کا کس قدر انعام و کرم ہے سبکی ہر نعمت دعوتِ فکر دے رہی ہے اور نعمتوں سے فائدہ ہوتے ہر فرد سے سوال کرتی ہے کیا تو مجھ کو جھٹلا سکتا ہے۔

ان دونوں باغوں میں دو چشمے ہیں پانی کے اُبلتے ہوئے تو پھر کس کس نعمت کا اپنے رب کی تم انکار کر دے ان میں پھل میوے کھجوریں اور انار ہیں جو دنیا کے پھلوں کھجوروں اور انگوروں و انار پر قباس نہیں کئے جاسکتے جیسی وہاں کی ہر نعمت اس عالم کی شانِ بلند و بالا کے مطابق ہے اسی طرح یہ پھل اور غذائیں بھی دین کی شان کے مطابق ہوں گی نام تو بے شک یہی ہیں جو دنیا کے پھلوں کے ہیں لیکن دنیا کے پھلوں اور جنت کے پھلوں میں زمین و آسمان سے بھی زائد فرق ہے تو پھر تم اپنے رب کی کس کس نعمت کی تکذیب کر دے؟ ان سب باغوں میں جو برد کم درجے کے ہیں اور وہ پہلے دو نہایت عالی شان اور بلند مرتبہ ہیں نہایت ہی بہترین پاکیزہ خوبصورت حوریں (یعنی حورِ عین) تو پھر تم اپنے رب کی کون کون سی نعمت کا انکار کر دے وہ حوریں ہیں جو رکی رہنے والی ہیں خمیوب میں یہ نہیں کہ باہر نکلی نکلی ماری ماری پھرتی ہوں عورت کی عظمت اور اسکی خوبی و خوبصورتی ستر و حجاب اور اپنے گھر کی زینت، بنے رہنے میں ہے اس وجہ سے اہل جنت کے واسطے جو حور عین جنت میں ہوں گی انکی خاص صفت فی الختام بیان فرمائی گئی پھر اپنے رب کی کیا کیا نعمت تم جھٹلاؤ گے نہ چھو ہوگا ان حور عین کو

ان سے پہلے کسی آدمی سے اور نہ کسی جن نے پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی تم جھٹلاؤ گے یہ اہل جنت تکبہ لگاتے بیٹھے ہوں گے سبز مسدود اور نہایت قیمتی نفیس پکھوٹوں پر انتہائی راحتِ اطمینان و سکون کی یہ نشست ہوگی جو انکی مجلسوں میں نظر آتی ہوگی یہ ہوں گے انعامات اور اعزاز و کرمِ اہل ایمان اور خداوندِ عالم سے خُشبت و تقویٰ رکھنے والے بندوں پر تو اسے جن دانش بتاؤ تم اپنے رب کی نعمتوں میں

بیان کرنے پر ہم اکتفا کرتے ہیں خلاصہ یہ کہ قرآن کریم جن واقعات کو بیان کرتا ہے ہر واقعہ اپنے مختلف اجزاء اور متعدد پہلوؤں کے اعتبار سے بہت سے مفید ثمرات اور اہم نتائج پر مشتمل ہوتا ہے تو ہر مقام موضوع اور مقصد کی رعایت کرتے ہوئے ہر واقعہ کو کبھی مجموعی طور پر اور کبھی اسکے کسی ایک جز اور پہلو کو کہیں اجمال اور کہیں تفصیل کے ساتھ ذکر کیا جاتا ہے اور متعدد مقامات پر کسی ایک ہی واقعہ کو ذکر کرنے سے ہر مقام کے مناسب ایک نئے فائدہ اور نتیجہ کا اخذ کرنا مقصود ہوتا ہے انہی مقاصد و نتائج کی کثرت کو پیش نظر رکھتے ہوئے بیان واقعہ یا اسکے اجزاء میں تکرار اختیار کیا جاتا ہے دیکھنے والے کو یہ محسوس ہوتا ہے کہ یہ چیز مکرر ذکر کی جارہی ہے لیکن متعدد اور عرض کے اعتبار سے وہ مکرر نہیں بلکہ نئی چیز ہوتی ہے مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصہ کے بنیادی اجزاء اور پہلوؤں حسب ذیل ہیں :-

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ولادت کے بعد آنکوش مادر کے بجائے سمندر کی موجوں کے حوالہ ہو جانا پھر ایک حیرت انگیز طریقہ سے فرعون کے بہاں پہنچ جانا اسی کے گھر میں تربیت پانا قبلی کو قتل کر کے مدین کی طرف بھاگنا وہاں ایک انوکھے طور پر نکاح ہو جانا اہلبہ کو ہمراہ لے جاتے ہوئے آگ کے شعلہ کو دیکھ کر پہاڑی پر جانا اور وہاں سے منصب نبوت سے سرفراز ہو کر لوٹنا اور معجزہ کا عطا ہو جانا پھر دعوت ایمان سے کر فرعون کے پاس جانا فرعون کا تہر دوسرے کئی کے ساتھ تحقیر آمیز سوال و جواب کرنا معجزات دیکھ کر فرعون اور تمام ساحروں کا ذلیل ہونا انجام کار فرعون اور اس کی قوم کا دریا سے نیل میں غرق ہو جانا حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مظفر و منصور ہو کر بنی اسرائیل کو در روز کے عذاب سے بچا لینا وغیرہ وغیرہ ۔

اب قرآن کریم کبھی اس قصہ اور اسکے اجزاء کو اپنی قدرت عظیمہ اور اپنی جلالت شان کے ظاہر کرنے کے لیے ذکر کرتا ہے کہ حق تعالیٰ کی عظمت و طاقت اور سطوت و جبروت کے سامنے فرعون جیسے ستمرد اور مغرور و متکبر بادشاہ کی حقیقت کچھ نہیں دم کے دم میں اللہ نے اسکی عظمت اور طاقت و شوکت کو درم برہم کر ڈالا ۔ تنے بڑے سارو سامان والا کس طرح لے گور و کفن مارا گیا کسی جگہ مقصود ان ہی بیست ناک در تاسف انگیز واقعات کے بیان کرنے سے غافل بندوں کو عبرت دلانا ہوتا ہے کہ تم کو بھی ان معاصی اور کفریات سے باز رہنا چاہیے جن کا یہ خیا زہ پہلی قومیں بھگت چکی ہیں در نہ کچھ بعید نہیں کہ خدا کی طرف سے تمہارے ساتھ بھی وہی معاملہ ہو کسی مقام پر حضرت موسیٰؑ اور انکی اتباع کرنے والوں پر احسان جتنا ناقصود ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے ان پر بغیر خدا کی اطاعت و پیردی کی وجہ سے یہ انعام فرمائے کہ ایسے جابر و خوار کے بنجرہ ظلم سے نجات بخشی جسکے مقابلہ کی کوئی طاقت نہ تھی پھر اسی ظالم کے تاج و تخت کا وارث بھی بنا دیا ۔

کسی جگہ معجزات کے ذکر سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی صداقت کا ظاہر کرنا مقصود ہوتا ہے عرض اسی نوع کے اور بہت سے مقاصد ہوتے ہیں جسکے پیش نظر واقعات اور انکے اجزاء کو ہر ایک مقصد کے اثبات کے لیے ذکر کیا جاتا ہے ۔

حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہ العزیز نگار مطالب قرآن کے متعلق اکسیر فی اصول التفسیر میں فرماتے ہیں :-

”تکرار در مطالب قرآن کریم برائے آں است کہ آنچہ خواہیم کہ سامع را افادہ نماید دو قسم می باشد یکے از آنکہ مقصود آنچہ مجرد تعلیم مالا یعلم بود تا مخاطب حکم بجهول معلوم کند و آں دواستہ دانستہ گردد و دیگر آں کہ مقصود استحضار آں علم مدبرکہ ادا باشد تا آں لذت فراوان گیرد و رنگ ایں علم بر ہر قوی غالب آید و قرآن کریم بہ نسبت ہر یکے از علوم خمسہ کہ بیانش خواہد آمد ہر دو قسم افادہ ارادہ فرمود تعلیم مالا یعلم بہ سبب جاہل و رنگین ساختن نفوس بدال بہ سبب تکرار بہ نسبت عالم المعلوم مگر در اکثر احکام کہ تکرار آنجا حاصل شدہ افادہ دوم آنجا مطلوب نبودہ دلہذا در شریعت بتکرار تلاوت امر فرمودہ اند نہ بجز دہم اکتفاء کردہ اند ایں قدر فرق نہادہ اند کہ در اکثر احوال آں مسائل عبارت تازہ و اسلوب جدید اختیار فرمودہ اند تا اوقع باشد در نفوس و الذی باشد و از ہاں اگر تکرار بیک لفظ کنند چیز سے باشد کہ بطور وظیفہ آں را تکرار نمایند در صورت اختلاف تعبیرات و تفسیر اسالیب ذہن طوفان کند و خاطر بکلی در آں فرورود“

حاصل یہ ہے کہ قرآن کریم کی ہر تعلیم اور ہر حکم کے تحت دو قسم کے آدنی ہوتے ہیں اور دو ہی اعتبار نظر لینا کے ساتھ قرآن خطاب رہتا ہے ایک وہ کہ جو اس حکم سے ناواقف ہیں انکو تو صرف ایک نامعلوم چیز کی طرف تعلیم دینا ہے دوسرے وہ کہ محض اس غیر معلوم کی تعلیم دینا مقصود نہیں ہوتی بلکہ اس کیفیت کا تلبہ ہیں راسخ کر دینا مقصود ہوتا ہے تاکہ قوت مدبر کہ اس علم کا پورے طور پر استحضار کرے اور طبائع اس سے لطف اندوز ہونے کے ساتھ اسکے رنگ میں رنگی جائیں۔

اور ظاہر ہے کسی کام میں ملکہ بغیر اسکی پابندی اور التزام اور بار بار کی مشق کے نہیں ہو سکتا اسی طرح اذہان و طبائع کا علوم النبیہ کے رنگ میں رنگا جانا تکرار و مداومت کا محتاج ہوگا جیسا کہ نماز و روزہ اور تمام عبادات کی پابندی اس امر کا باعث ہے کہ ہم اطاعت و انقیاد کے خوگر ہو جاتے ہیں اور بلکہ اسادات اسکے ترک سے اذیت محسوس ہونے لگتی ہے اسی طرح کلمہ توحید اور ذکر اللہ کی پابندی حق تعالیٰ کے تصور اور اسکی محبت قلب میں جما دینے کی تاثیر رکھتی ہے قلب میں اس کیفیت کے رسوخ کا ذریعہ کثرت ذکر کثرت تلاوت تکرار اور مواظبت عمل ہے تو مضامین و مطالب قرآنہ کا تکرار بھی اسی لیے ہے تاکہ مخاطبین کے قلوب میں یہ مضامین و علوم پورے طور پر راسخ و مستکن ہو جائیں اور طبیعت انھی کے رنگ میں رنگی جائے ذہن انھی حلاوت و خیر بینی سے لطف اندوز ہونے لگیں پھر مزید خوبی یہ کہ تکرار بعینہ ایک ہی لفظ اور عنوان کے ساتھ نہیں بلکہ ہر جگہ تازہ عبارت اور نئے اسلوب کے ساتھ ہے تو اختلاف تعبیرات

کی وجہ سے ذہن کو زیادہ غور و خوض کا موقع ملتا ہے اور مددِ الہی کو ہر بار اس مضمون کے سننے سے نئی لذت حاصل ہوتی ہے۔

سُورَةُ الرَّحْمٰن میں ایک ہی آیت قُبْحَاتِ الْاَلْوِیُّمُ تَبْکُمَا تَمْکِذُ بِاَبٍ بار بار دہرائی گئی ہے کیونکہ حق تعالیٰ اس سُورۃ میں اپنی مخلوق جن دُلس پر بڑے انعامات کا ذکر فرمایا ہے اور ہر نعمت کے ذکر کے بعد اس آیت کو لایا گیا تقریر و تنہیت اور الزامِ جنت کے طور پر کہ اے جن دُلس (بجملہ بتاتہ) اب اپنے رب کی نعمتوں میں کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے (انکی ناشکری کرو گے) مقصد یہ ہے کہ صالح ہر ہر نعمت پر منسوب ہو کر اپنے پروردگار کی نعمتوں کو پہچانے اور ان کا شکر بجالانے کے لیے آمادہ ہو اس سُورۃ میں انعامات کا ذکر ایک تو بقرۃ النعام ہے کہ ان نعمتوں کو یاد دلایا گیا جو منعم حقیقی کی طرف سے بندوں پر کی گئیں اور دوسرے اخروی رنج و محن اور عذابِ جہنم کے بیان میں اپنے انعام کو ذکر فرمایا، کہ ان آلام، درکِ بغیات مصائب کو سُن کر ان امور سے پرہیز کریں جو عذابِ اخروی کا سبب ہیں ان امور کا ذکر بھی انعام ہے اگرچہ بیان تو عذاب اور شدت کا ہے مگر اس وجہ سے کہ اس سے مقصود بندوں کو ان اعمال و افعال سے بچنے کی تعلیم ہے جو اس عذاب و شدت کا باعث ہیں لا محارہ ان امور کا ذکر بھی یقیناً ایک نعمت خداوندی ہی ہوا ورنہ اس پر آیت قُبْحَاتِ الْاَلْوِیُّمُ تَبْکُمَا تَمْکِذُ بِاَبٍ اسی طرح مربوط اور چسپاں ہو جیسے دیگر انعامات خداوندی پر ہے جیسے زانی ویدکار اور لوٹ و غارت گری ڈالنے والوں کی سز، پاک باز و نیک طبیعت لوگوں کو بعنوانِ بشارت اور اس طرح اسکو تعبیر کیا جاتے کہ یہ سزا دینے والے حاکم کے انعامات میں سے ایک عظیم انعام ہے یا جیسے تریاق کا ذکر انعام ہے تو اسکے بالمقابل سم اور جہلک زہر کا بیان بھی مخاطب کے واسطے معلّم کا بہت بڑا انعام ہے تاکہ وہ اپنے مخاطب کو نافع اور مضرّ ہر قسم کی چیزوں سے مطلع اور باخبر کر دے۔

چنانچہ امام رازیؒ "ہدایۃ الایجاز فی درایتہ الایجاز" اور سید مرتضیٰؒ "کتاب الامالی" میں فرماتے ہیں

ان فعل العقاب وان لم یکن نصۃ
فذلک وہ وصفہ والا نذاردہ صحت
اکبر النعم لان فی ذلک کثیراً اعطاً
یستحق بہ العقاب علیہ

بے شک فعل عقاب اور عذاب بطور اگرچہ
کوئی نعمت نہیں ہے لیکن اسکا ذکر اور اسکی
کیفیت کا بیان بڑی عظیم انسانی نعمتوں میں
سے ہے کیونکہ اسکے ذکر سے ن بڑے کاموں

سے روکنا مقصود ہے جنکے کرنے سے انسان عذابِ خداوندی کا مستحق ہو جاتا ہے۔

شیخ سیوطیؒ نے فرمایا

وَقَدْ سَمِعَ اٰی نَعْمَتِهِ فَبِ
قَوْلِهِ تَعَالٰی كُلُّ مَنْ
عَلَيْهَا فَاتٍ فَاجِیْبُ بِاجْوِبَةٍ
حَسَنَاتٍ النَّفْسُ مِنْ دَارِ الْهَمَمِ
لِیْ دَارِ السُّرُورِ وَارَاحَةُ الْمَوْمِنِیْنَ

(دُتْفَانِ فِیْ عُلُومِ الْقُرْآنِ)

یہ سوال کیا گیا ”كُلُّ مَنْ عَلَيَّهَا فَاتٍ“ کو کسی
نعمت کا بیان ہے کہ جس کے بعد قیامتی : كَلَّا
رَبِّكُمْ يُكَذِّبُ بِنِیْ فرمایا گیا جس طرح انعامات
ملا دہری پر اسکو اس سورت میں ذکر کیا گیا
ہے) تو اس کے متعدد جواب دیتے گئے جن میں
سب سے بہتر یہ جواب ہے کہ اس آیت میں
دار الہموم (یعنی تکالیف و آلام اور رنج و غم
کی زندگی) سے دار السرور کی طرف منتقل ہونے
کا اور اہل ایمان کے واسطے رامتوں کا بیان ہے
(جو یقیناً ایک عظیم الشان نعمت ہے لہذا اس کے
ذکر پر بھی قیامتی كَلَّا رَبِّكُمْ يُكَذِّبُ بِنِیْ
آیت مربوط اور جیساں بلکہ نہایت ہی لطیف ہے۔)

عرض قرآن کریم کے خصوصی طرز خطاب میں تکرار خطاب مضامین اور آیات بھی جس کے بے شمار اسرار
اور حکمتیں ہیں ہم نے صرف بطور مثال یہ چند چیزیں بیان کر دیں۔

اعجاز قرآن کی بحث میں ہم یہ عرض کر چکے ہیں دنیا کے تمام اہل علم اور ادب و فکر اور اصحاب
ہنرمند بصیرت بھی قرآن کریم کے حقائق و معارف اور اس کے اسرار و لطائف کا پوری طرح ادراک نہیں
کر سکتے اس باب میں انکی مشترکہ مساعی اور کوششیں صرف وہی نسبت رکھ سکتی ہیں جو نابینا کفار سمندر کے
سامنے ایک قطرہ کو ہے وحی الہی اور علوم قرآن کے سامنے تمام دنیا کے اہل علم کی علمی و فکری صلاحیتوں کے
بارہ میں قرآن کریم نے فیصلہ فرما دیا ہے۔

وَمَا اَوْفَيْتُكُمْ مِنْ الْعِلْمِ
الْاَقْلَنِیْلًا۔

اور نہیں دیا گیا ہے اے لوگو! تم کو علم میں
سے مگر ایک نہایت ہی قلیل حصہ۔

اس لیے ظاہر ہے کہ یہ محدود علم کس طرح لامتناہی اور غیر محدود علوم اور حقائق کی بلندیوں تک
رسائی کر سکتا ہے۔ فَلِلّٰهِ الْمُسْتَوْحٰتِ وَرَبِّ الْاَزْوٰجِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَلِلّٰهِ الْکِبْرِیَّآءُ
فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَلِیْمُ۔

تکرار آیات کی حکمت پر علامہ سید مرتضیٰ شیخ سیوطی، امام فخر الدین رازی اور حضرت شاہ
ولی اللہ قدس اللہ سرہ نے تفصیل کے ساتھ کلام فرمایا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اکثر اوقات ایک واقعہ
مختلف اجزاء کے اعتبار سے بہت سے مسائل اور متعدد نتائج پر مشتمل ہوتا ہے جس کی وجہ سے
متکلم اس واقعہ کو کسی وقت کسی لحاظ سے ذکر کرتا ہے۔

اور کسی وقت دوسرے لحاظ سے اس کا ذکر کرتا ہے اور ہر موقع پر اسکے ایک خاص نتیجہ کا لحاظ کرتے ہوئے کلام کی تحقیق و تثبیت یا اسکی تفصیل و توضیح ہوتی ہے مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے واقعہ سے متعلق بہت سے مسائل و موضوعات ہیں اور اسکے متعدد اجزاء ہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا حیرت انگیز طریقہ پر فرعون کے یہاں پہنچنا اور اسکے یہاں تربیت پانا ایک قبضی کے قتل کے بعد مدین کی طرف بھاگنا اور وہاں ایک عجیب اور انوکھے طریقے سے نکاح ہو جانا اپنے اہل کو لے کر جلتے ہوئے راستہ میں آگ دیکھنا اور آگ دیکھنے کی بجائے منصب نبوت و رسالت سے سرفراز ہونا معجزات میں خاص معجزہ یربضار اور عصا کا معجزہ دیا جانا۔ بھران معجزوں کو لے کر فرعون کے دربار میں دعوت تو حید و ایمان کے ساتھ جانا جادو گروں کا مقابلہ اور ان کا ایمان لانا فرعون کی دھمکی اور جادو گروں کی ایمان پر ثبات قدرتی اور بخشگی وغیرہ وغیرہ اب ظاہر ہے کہ یہ متعدد موضوعات ہیں سطحی نظر سے دیکھنے والا ہر موقع پر یہ خیال کرے گا کہ بار بار حضرت موسیٰ کا قصہ اور فرعون کا واقعہ دہرایا جا رہا ہے لیکن درحقیقت ہر جگہ موضوع اور مقصد جدا ہو گا اسی طرح دیگر انبیاء کے واقعات کا بھی اعادہ و تکرار ہے اور ہر جگہ ایک حکمت اور مفید مضمون ہے جو دوسری جگہ نہیں گویا تکرار ہی نہیں ہے بلکہ ہر موقع پر ایک مستقل مضمون اور عظیم مقصد کی تحقیق و تثبیت ہے۔

علاوہ ازیں قرآن حکیم کا بیان اور واقعات کا ذکر صرف اسی حد تک نہیں ہوتا کہ ایک بات بتا دی جلتے یا کسی واقعہ کو بطور خبر و اطلاع بیان کر دیا جاتے بلکہ ان حقائق کو ذہن اور مخاطب کی طبیعت میں رچانا ہی مقصود ہوتا ہے جو ظاہر ہے بغیر تکرار کے ممکن نہیں کسی چیز کا مجرد علم اور چیز ہے اور اس چیز سے ذہن کا مالوس دمربوط ہونا اور اسکے مطابق مزاج بن جانا یہ دوسری بات ہے تو یہ نوعیت اسکی مقتضی ہے کہ بار بار اعادہ ہوتا آں کہ وہ مضمون قلب و دماغ کی گہرائیوں میں راسخ ہو جائے اور جسے کہ وہ مزاج و طبیعت ہو جاتے حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہ تکرار مطالب قرآن کے موضوع پر اکیس فی اصول التفسیر میں فرماتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ "قرآن کریم کی ہر تعلیم اور ہر حکم کے مخاطب دو قسم کے آدمی ہوتے ہیں ایک وہ لوگ جو اسکے اس حکم سے پہلے سے ناواقف ہیں اور انکو صرف حکم سننا اور اس سے باخبر کرنا مقصود ہوتا ہے ایک قسم ان لوگوں کی ہے جن کو اس حکم کا علم یا اس بات کی خبر پہلے سے تو ہو چکی ہے لیکن اسکے قلب میں اس مضمون یا اس حکم کے مطابق کیفیت راسخ نہیں ہوتی اس گروہ سے خطاب اس وجہ سے کیا جاتا ہے کہ یہ تعلیم انکے دلوں میں جگہ پکڑ لے اور انکے قلب کی گہرائیوں میں اور رگ و پے میں سرایت کر جائے" تو ظاہر ہے کہ اس طرح کسی حقیقت اور علم کا راسخ ہو جانا تکرار و اعادہ کو مقتضی ہے اسی پر ہر آیت کے تکرار کو بھی قبول کر لیا جاتے کہ سورۃ الرحمن میں ہر مرتبہ کسی نہ کسی نعمت کے بعد حق تعالیٰ کا یہ دریافت فرمانا کہ اے جن دانس بتاؤ اپنے رب کی نعمتوں میں سے تم کس کس نعمت کو جھٹلاتے گے تاکہ ہر نعمت کے ذکر کے بعد سامع اللہ کے انعام کو سوچے اور اسکو پہچانے اور پھر غور و فکر کی گہرائیوں میں چکر لگا کر یہ سمجھنے پر مجبور ہو جائے کہ بے شک اللہ رب العالمین کی بیشمار نعمتوں

میں سے انسان کسی بھی نعمت کا انکار نہیں کر سکتا اور جب اس نعمت کے ذکر کے بعد یس نے فَبَآتِيَ الْآءِ
رَکُوعًا مُّکَدِّمًا بِ نوبہر بار دل کی گہرائیوں سے نکلے لاشیٰ و من نعلک ربنا نکذب و کذب الحمد -

اس قسم کا شکر اذوق قدیم شرار عرب کے کلام میں بھی پایا گیا ہے اور

اس شکر کو بڑا ہی بلیغ بلکہ لذیذ سمجھا جاتا ہے چنانچہ عرب کے ایک مشہور شاعر ہبیل بن ربیعہ نے کلیب کے
مرثیہ میں ہر مصرعہ کے بعد اس مصرعہ کا اعادہ کیا عَلٰی نَیْسٍ عَدْلًا مِّنْ کَلِیْبٍ۔

اسی طرح لیلیٰ اُخْبِیْہُ نُوْبَہُ مِنَ الْعَمِیْرِ کے مرثیہ میں ہر مصرعہ پر لنعم اعشٰی یا نوب کنت دہراتی ہے علی
عذالقیاس اس قسم کے سینکڑوں نظائر کلام عرب میں بکثرت موجود ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سُورَةُ الْوَاقِعِ

سورۃ واقعہ مکی ہے اسکی چھیانوے آیات اور تین رکوع ہیں یہ سورۃ خاص طور سے اقوال قیامت
کے مضامین پر مشتمل ہے اور یہ معاین اپنے سیاق و سباق سے قیامت، حشر و نشر اور جزا و سزا کی عظمت و ہیبت
قلوب پر قائم کرنے میں ایک عجیب تاثیر رکھتے ہیں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت
ہے بیان کرتے ہیں کہ (ایک دفعہ) حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
آپ تو بوزر جھ بول گئے جب کہ اچانک آپ پر ضعف کے آثار اس طرح واقع ہوئے کہ دیکھنے والا یہ محسوس کرے
کہ آپ پر پوری طرح بڑھاپا آگیا حالانکہ آپ کے قوی توانا اور صحت مند تھے تو آپ نے فرمایا مجھ کو سورۃ
ہود واقعہ مرسلات عم بئسآء لون اور اذا الشمس کورت نے بوزر ہانا دیا یعنی ان کے مضامین کی ہیبت
نے مجھ کو اچانک ایسا مضمحل کر ڈالا۔

حافظ ابن عساکر نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تذکرہ میں عمر بن الزبیر اعصری کی سند
سے بیان کیا ہے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جب بیمار ہوئے اور یہ مرض انکا مرضی وفات تھا تو حضرت
عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ عیادت کے لیے تشریف لائے پوچھا کہ کیا تکلیف ہے؟ فرمایا میرے گناہوں
پر ہی تکلیف ہے افرمایا کسی چیز کے لیے خواہش ہے؟ جواب دیا اپنے بددرد گوار کی رحمت کی۔ حضرت عثمان
فرمانے لگے کیا میں آپ کے واسطے کسی طبیب کا حکم دوں (کہ انتظام کیا جائے) کہنے لگے طبیب ہی نے تو
مجھ کو بیمار کیا ہے (یعنی اصل طبیب جو شفاء کا مالک ہے اور اسی کے قبضہ میں ہر صحت و مرض اور موت و

حیات ہے اسی کے حکم سے تو بیمار ہوا ہوں۔ پوچھا کہ کیا میں آپ کے واسطے کسی مقدار مال اور بخشش کا حکم نہ کر دوں جو اب دیا مجھے کوئی حاجت نہیں فرمایا آپ کے بعد آپ کی بیٹیوں کے کام آئے گا فرمایا کیا آپ کو میری بیٹیوں کے صنم فقر کا کوئی اندیشہ ہے حالانکہ میں نے انکو اس بات کی ہدایت کر رکھی ہے کہ وہ ہر رات سورۃ واقعہ کی تلاوت کر لیا کریں اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جو شخص ہر رات سورۃ واقعہ کی تلاوت کرے اسکو کبھی فقر و فاقہ پیش نہیں آئے گا۔

الواقعة۔ قیامت کے ناموں میں سے ایک نام ہے اس وجہ سے کہ قیامت بلاشبہ واقع ہونے والی ہے اور اس سے زائد قطعی اور یقینی کوئی چیز باعتبار وقوع کے نہیں ہو سکتی جیسا کہ ارشاد ہے **وَقَعَبَ الْوَاقِعَةُ** اور فرمان ہے کہ **مَسْأَلُ مَنْ أَقْبَلَ بَعْدَ آيَةٍ وَاقِعٍ لِلْكَافِرِينَ لَيْسَ لَهُ دَفْعٌ** روایات میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز فجر میں اس سورت کو بکثرت تلاوت فرمایا کرتے تھے۔

بتدار سورت میں قیامت کے واقع ہونے کی خبر اس کے احوالِ عظمت و ہیبت کے ساتھ دیتے ہوئے اسوئل کو تین قسموں میں منقسم فرمایا اس کے بعد انکے انجام اور سعادت و شقاوت اور جزاء و سزا کا ذکر فرمایا پھر دلائل قدرت کی تفصیل فرماتے ہوئے قرآن کریم کی عظمت و حقانیت کا بیان فرمایا اور یہ واضح فرمایا کہ کون کونسا یقین بالجزات اور اہل سعادت میں اور کون درمیانہ درجہ کے اور کون وہ بد نصیب ہیں جو سعادت سے محروم رہتے ہوئے اپنے کو ہلاکت و تباہی میں ڈالتے ہیں

﴿آيَاتُهَا ۹۶﴾ = سُورَةُ الْوَاقِعَةِ قَكِيَّةٌ = ﴿۲۶﴾ رُكُوعَاتُهَا ۳

سورۃ واقعہ مکی ہے اسکی بھیانوے آئیں اور تین رکوع ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ۔

إِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ۝ لَيْسَ لَوْقَعَتِهَا كَاذِبَةٌ ۝

جب ہو پڑے ہو پڑنے والی نہیں ایسے ہو پڑنے میں جھوٹ

خَافِضَةٌ رَّافِعَةٌ ۝ إِذَا رُجَّتِ الْأَرْضُ رَجًا ۝

اتارتی ہے پرمٹاتی جب لرزے زمین پکپکا کر اور

بُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا ۖ فَكَانَتْ هَبَاءً مُنْبَثًّا ۖ وَكُنْتُمْ

ٹکڑے ہوں پہاڑ ٹوٹ کر پھر ہو جاریں گرد اڑتی اور تم ہو

أَزْوَاجًا ثَلَاثَةً ۖ فَأَصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ ۖ مَا أَصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ ۖ

جاء تین قسم بھر داہنے والے کیسے داہنے والے

وَأَصْحَابُ الْمَشْأَمَةِ ۖ مَا أَصْحَابُ الْمَشْأَمَةِ ۖ وَالسَّابِقُونَ

اور باتیں والے ؛ کیسے باتیں والے اور آگاہی والے

السَّابِقُونَ ۖ أُولَٰئِكَ الْمُقَرَّبُونَ ۖ فِي جَنَّاتِ النَّعِيمِ ۖ

سوا آگاہی والے وہ لوگ ہیں پاس والے باغوں میں نعمت کے

ثَلَاثَةٌ مِّنَ الْأَوَّلِينَ ۖ وَقَلِيلٌ مِّنَ الْآخِرِينَ ۖ عَلَىٰ سُرُرٍ

انبوہ ہے پہلوں میں اور تھوڑے ہیں تپکھلوں میں بیٹھے ہیں

مَوْضُونَةٍ ۖ مُّتَكِّينَ عَلَيْهَا مُتَقَبِّلِينَ ۖ يَطُوفُ

بلنگوں پر سونے سے بنے ٹکے دیتے ان پر ایک دوسرے کے سامنے بیٹھے پھرتے ہیں

عَلَيْهِمْ وَلَدَانٌ مُّخَلَّدُونَ ۖ يَأْكُوبُ وَأَبَارِيقُ ۖ

ان پاس لڑکے سدا رہنے والے آنکھوں اور تپیان

وَكَأْسٍ مِّنْ مَّعِينٍ ۖ لَا يَصُدُّ عَنْهَا وَلَا

اور پیالہ نہری شراب کا سر نہ رکھے جس سے اور نہ

يُنْزِفُونَ ۖ وَفَاكِهَةٍ مِّمَّا يَتَخَيَّرُونَ ۖ وَلَحْمٍ طَيْرٍ

بکنا لگے اور میوہ جون سا چن لیں اور گوشت اڑتے

مِّمَّا يَشْتَهُونَ ۖ وَحُورٌ عِينٌ ۖ كَأَمْثَالِ النُّوْرِ

جانوروں کا جس قسم کو جی چاہے اور گوریاں بڑی آنکھوں والیاں کئی برابر چمکتی

الْمَكْنُونُ ۳۳ جَزَاءً رُبَّمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۳۴ لَا يَسْمَعُونَ

کے بد اس کا جو کرتے تھے نہیں سنتے

فِيهَا لَعْوًا وَلَا تَأْتِيَمًا ۳۵ إِلَّا قِيلًا سَلَامًا ۳۶

وہاں بکنا اور نہ جھوٹ لگانا مگر ایک بولنا سلام سلام

وَأَصْحَابُ الْيَمِينِ ۳۷ مَا أَصْحَابُ الْيَمِينِ ۳۸ فِي سِدْرٍ

اور داہنے والے کیسے داہنے والے بستے بیری کے

مُخْضُودٍ ۳۹ وَطَلِّهِ مَنْضُودٍ ۴۰ وَظِلٍّ مُّسْدُودٍ ۴۱ وَمَاءٍ

درختوں کا نئے بھارے ہودوں میں اور کیلے نہ برتے اور چھاؤں لنبی اور پانی

مَسْكُوبٍ ۴۲ وَفَاكِهَةٍ كَثِيرَةٍ ۴۳ لَا مَقْطُوعَةٍ وَلَا

بہایا اور میوہ بہت نہ ٹوٹا اور نہ

مَمْنُوعَةٍ ۴۴ وَفُرْشٍ مَّرْفُوعَةٍ ۴۵ إِنَّا أَنْشَأْنَاهُنَّ إِنْشَاءً ۴۶

روکا اور بچھونے اُرد نچے ہم نے وہ عورتیں ٹھائیں ایک اٹھان پر

فَجَعَلْنَاهُنَّ أَبْكَارًا ۴۷ عُرُبًا أَتْرَابًا ۴۸ لِأَصْحَابِ الْيَمِينِ ۴۹

پھر کیا ان کو کنواریاں بیار دلاتیاں یک عمر کی واسطے داہنے والوں کے

ثَلَاثَةٌ مِّنَ الْأَوَّلِينَ ۵۰ وَثَلَاثَةٌ مِّنَ الْآخِرِينَ ۵۱

انہو ہے پہلوں میں اور انہو پہچلوں میں

اخبار وقوع قیامت و تقسیم انسان در گروہ ثلاثہ

قال الله تعالى لَإِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ إِلَى ثَلَاثَةٌ مِّنَ الْأَوَّلِينَ وَثَلَاثَةٌ مِّنَ الْآخِرِينَ
(ربط) سورۃ الرحمن میں ابتداء حق تعالیٰ نے اپنی قدرت و عظمت کی نشانیاں بیان فرماتیں پھر

عام کے فنا اور قیامت کے برپا ہونے کا ذکر فرمایا اسکے بعد منکرین کی بدعالی اور انکی سزاؤں کا سلسلہ بیان شروع فرمایا پھر اسکے بالمقابل اہل ایمان و تقویٰ کی جزاؤں اور ان پر اللہ کی طرف سے عطا کردہ انعام و اکرام کی تفصیل فرمائی گئی اب اسکے بعد اس سورہ واقعہ میں احوال قیامت کی تفصیل بیان کی جا رہی ہے کہ قیامت ایک ایسی حقیقت ہے کہ اسکو کوئی جھٹلا نہیں سکتا اور اسکے آنے پر دنیا کے انسانوں کے سامنے انکی زندگی کا انجام معلوم ہو جائے گا اور کس طرح وہاں کوئی عزیز و سر بلند ہوگا اور کوئی ذلیل و سرنگوں اور جو مقرب ہیں بارگاہ خداوندی ہوں گے ان پر کیسے کیسے انعامات ہوں گے ارشاد فرمایا۔

یاد کرد جب واقع ہونے والی چیز واقع ہو جائے گی یعنی قیامت تو اسکے وقوع کو کوئی جھٹلانے والا نہ ہوگا اس وقت ہر ایک منکر اور کافر کے سامنے بھی حقیقت کھل جائے گی کہ جو بات اللہ کے پیغمبر نے کہی تھی وہ بالکل حق تھی اور جب وہ واقع ہو جائے گی تو اسکو کوئی ٹلانے والا نہ ہوگا کہ کسی تدریس اور حید سے ٹلا دے وہ کسی کو پست کرنے والی ہوگی اور کسی کو بلند کرنے والی ہوگی بڑے بڑے متکبر جو دنیا میں بڑے ہی سر بلند تھے وہ اس وقت پست اور ذلیل ہو رہے ہوں گے اور دنیا میں حقیر اور پست سمجھے جانے والے تو منین سر بلند ہوں گے یہ قیامت ایسی صورت سے برپا ہوگی کہ اس وقت زمین لرزے لگے گی بڑے ہی شدید جھٹکوں کے ساتھ اور بالکل ہی ریزہ ریزہ کر دیتے جائیں گے پہاڑ پھر وہ ہو جائیں گے براگندہ غبار اور روتی کے اڑتے ہوئے گالوں کی طرح اور اس وقت اسے انسانوں! تم ہو جاؤ گے بن قلم کے گروہ جنتی جہنمی اور مقربین، سودا ہننے والے یعنی جنکے نامہ اعمال داہنے ہاتھ میں دیتے جائیں گے اور وہ نجات پانے والے ہیں کیا ہی خوب ہیں داہنے والے اور بائیں والے جنکے نامہ اعمال بائیں ہاتھ میں دیتے جائیں گے وہ ہلاک ہونے والے ہیں کیا ہی بد نصیب ہیں بائیں والے اور تیسرا گروہ آگے بڑھنے والوں کا

۵۷ اصحاب الیمین کی تفسیر میں یہ بھی منقول ہے کہ عرش الہی کی دائیں طرف ان اہل ایمان کو حکم عنایت کی جائے گی یہ دائیں ہاتھ والے وہی ہوں گے جنکو عہد الست اور اخذ میثاق کے وقت آدم علیہ السلام کے دائیں جانب سے نکالا گیا تھا اور یہ وہی ہونگے جن پر القام نور کے وقت نور پہنچا تھا اور انہوں نے پھر اپنی دنیوی زندگی میں یہ نور ہدایت حاصل کیا اور پھر یہی نور ان کا ساتھی قبر میں رہا اور صراط پر بھی رہا لقول اللہ عز و جل نُوْرٌ هُمْ یَسْعٰی بَیْنَ اَیْدِیْہِمُ تُوْا سِیْئٰتِہُمْ فَرِشْتٰتِہُمْ یُحْمِلُوْنَہُمْ عَلٰی سُرُرٍ مَّوْجِدٰتٍ عَلٰی سُرُرٍ مَّوْجِدٰتٍ اُولٰٓئِکَ ہُمُ الْمُفْلِحُوْنَ اور یہی وہ ہیں جن کو شب معراج میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت آدم علیہ السلام کی دائیں جانب دیکھا تھا اور آدم علیہ السلام اپنی اولاد میں سے جب ان بیٹوں کو دیکھتے تو خوش ہوتے اور منستے ہوتے ہائے اٹھ مٹھ پر

ہے سودہ تو سبقت ہی لیجائے داسے ہیں وہی تو مقررین ہیں بارگاہِ خداوندی میں تو آسائش و آرام کی باتوں میں ہوں گے اور مقررین کا ایک بڑا گروہ اوس میں سے ہوگا اور کچھ تھوڑے لوگ ہوں گے پچھلوں میں سے اور بعد میں آنے والوں میں سے یہ لوگ ایسی سندوں اور تختوں پر ہوں گے جو سونے کے تاروں سے جڑے ہوں گے جن پر تکبیر لگائے آئینے سامنے بیٹھنے والے ہوں گے اس طرح اطمینان و سکون اور سرور حاصل ہوگا اور ہر ایک دوسرے کی طرف رخ اور توجہ کرنے والا ہوگا اور سب برابر تہ کے نظر آتے ہوں گے یہ نہیں کہ کچھ صفِ اول کے ہوں اور کچھ صفِ ثانی کے انکے سامنے گشت کرتے ہوں گے ایسے خدمت گار رکے جو ہمیشہ سی طرح معصومیت و لطافت کی شان کے ساتھ رہیں گے جو جیتے پھرتے ہوں گے آنچورے اور آفتابے اور جامِ ایسی شربِ طہور کے جو صاف و شفاف پختے سے بہتے ہوئے پانی کی طرح ہو جسکے پینے سے نہ انکو درد ہوگا اور نہ عقل میں کوئی فتور ہوگا برخلاف اسکے کہ دنیا کی شراہیں دردِ دہر کا باعث ہوتی ہیں اور عیش و ہوش میں فتور ڈال کر انسان کو پاگل کی طرح مدہوش کر دیتی ہیں۔

اور نیز ایسے پھل اور میوے جنکو یہ لوگ پسند کریں اور چاہیں اور ہر نردول کا وہ گوشت جس کی یہ لوگ خواہش کریں اور وہ خوردینِ دگوری رنگت کی بڑی بڑی آنکھوں والی عورتیں جو سیب میں محفوظ رکھے ہوئے چمکدار موتیوں کی طرح ہوں ایسی نعمتیں، راتیں اور لذتیں اہل جنت کو حق تعالیٰ کی طرف سے اس سہر و قناعت و تقویٰ کے بالمقابل عطا کی جائیں گی جو ایمان والوں نے صرف اللہ کی خوشنودی کے لیے دنیا میں ان تمام لذتوں سے پرہیز کیا تھا تو یہ سب کچھ مدد ہے ان اعمال کا جو یہ لوگ دنیا میں کرتے تھے ان جملہ راحتوں، نعمتوں اور لذتوں کے علاوہ یہ بھی اسکا اکرام اور اعزاز ہوگا کہ کوئی ناگوار طبع اور ناگوار خاطر چیز بھی انکے پینے نہ ہوگی چنانچہ نہ سنیں گے اس میں کوئی بے ہودہ بات اور نہ کوئی فسق و فجور کی چیز اور فحش بات بس ہر طرف سے یہی ایک آواز ہوگی سلاماً سلاماً جو سستانی دے گی ظاہر ہے کہ دارالسلام میں سلام سلام کی آوازیں کے علاوہ اور کیا سنا جاسکتا ہے وہاں نہ بک بک کی آوازیں سنیں گے اور نہ شور و شغب اور بے ہودہ گفتگو ہوگی۔ کیونکہ شور و شغب یا فسق و فجور کی باتیں اور بے ہودہ کلام باطن کی گندگی کے آثار و شواہد ہیں درجنت دارالطیبین سے لَا يَدْخُلُهَا إِلَّا الطَّيِّبُونَ جس وجہ سے یہ ممکن ہی نہیں کہ اس عالم میں اہل جنت کے سامنے کوئی بھی بات خست و گندگی کی ظاہر ہو۔

اور انکے بالمقابل اصحابِ الشماں اور باقیں بازو داسے وہ بد نصیب ہیں جو ہر جگہ محرومی اور بد نصیبی ہی کا شکار رہے تو حسبِ آدم علیہ السلام کی نظر اپنی اس بد نصیب اولاد پر پڑتی تو غمزدہ ہو کر روتے تو یہی وہ بد نصیب ہیں جنکے ماہانے اعمال باقی ہاتھ میں دیتے جاتے گے اور اس وقت یہ اپنی بد نصیبی پر غم کریں گے اور حسرت ہوگی کہ کاش ہم ہدایت قبول کر کے اصحابِ ایمان دایتیں بازو دالوں میں شامل ہو جاتے ۱۲۔

اور دایہی طرف داسے ۶ سحان اللہ کیا ہی خوب ہیں دایہی طرف داسے انکی سعادت اوراں پر انعامات کا بہ عالم ہوگا کہ وہ لوگ ایسے باغوں میں ہوں گے جن میں سیریاں ہوں گی غیر کانٹوں کے اور ایسے درخت کے سیر نہایت ہی عمدہ اور لذیذ ہوں گے جنت کا کوئی پھل اور درخت محض تعہیم اور تعارف کے طور پر دیکھنے کے درختوں اور پھلوں کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے یہ نہیں کہ ان درختوں اور پھلوں کو دنیا کے درخت اور پھل کے مشابہ اور ہمزتہ سمجھا جلتے وہاں کی تو بہر نعمت پرواز نکر اور حد قیاس سے بالا برتر ہے اور ان باغوں میں تہہ بہ تہہ کیلے ہوں گے اور ایسا سایہ جو پھیلد ہوا ہوگا اور وہ پانی جو جاری اور بہتا ہوگا اور وہ پھل جو بڑی ہی کثرت سے ہوں گے نہ کبھی منقطع ہونے والے ہوں گے، فصل ختم ہوجانے کی وجہ سے اور نہ انکو روکا گیا ہوگا۔ کہ کسی طرح کی پابندی عائد ہو بلکہ ہر پھل بلا روک ٹوک نہایت کثرت کے ساتھ ہر وقت ان اہل ایمان کے پاس پہنچتا ہوگا اور نہ بچھونے ہوں گے نہایت ہی بند جو حسی بند کی کے ساتھ معنوی عظمت و بندگی بھی رکھتے ہوں گے وہاں کی عورتیں ایسی ہیں کہ ہم نے انکو بنایا ہے یک خاص طور سے بنانا بھر ہم نے انکو بنایا باکرہ خوندوں کی مجبورہ برابر عہدوں والی دلہنے ہاتھ والوں کے لیے تاکہ یہ اہل جنت دیگر نعمتوں اور راحتوں کے ساتھ رفیق حیات کی مرافقت اور اس مرافقت سے کامل راحت و سکون حاصل کر لیں اور نسائی طبائع کے لیے جس قسم کی بھی راحت و لذت کا طبعاً تصور ہو سکتا ہے ان سب کی جنت میں تکمیل کر دی جاتے ان اصحاب میں کا ایک بہت بڑا گروہ پہلے لوگوں میں سے ہوگا اور ایک بہت بڑا گروہ پچھلے لوگوں میں سے ہوگا اس طرح اصحاب الیمین اولین اور آخرین دونوں طبقوں میں بڑی تعداد میں ہوں گے۔

اہل ایمان و تقویٰ کا ہر دور میں بکثرت ہونا اُمتِ محمدیہ پر خصوصی انعام

اللہ رب العزت کا اُمتِ محمدیہ پر خصوصی انعام ہے کہ انہیں اہل ایمان و تقویٰ ہر دور اور قرن میں بکثرت ہوں گے کوئی دور اور قرن تو مبین اور مخلصین سے خالی نہیں رہ سکتا یہاں تک کہ اسی طرح قیامت قائم ہو جائے گی یہی وجہ ہے کہ اس اُمت کے ناجی تعداد میں اکثر ہوں گے بخلاف دوسری امتوں کے کہ ان میں تباہ و برباد ہونے والوں کا عدد زیادہ ہوگا۔ یہی وہ چیز تھی جس کا ذکر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔ شبِ معراج میں جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر حضرت موسیٰ علیہ السلام پر سے ہوا تو موسیٰ علیہ السلام روکنے لگے ہو چھا گیا اسے موسیٰ کیوں رو رہے ہو عرض کیا اسے ہر دور کا یہ نوعمر بنی ہیں جو میرے بعد مبعوث ہوتے لیکن انکی اُمت میری اُمت سے زیادہ جنت میں داخل

ہوگی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی امت پر حسرت کرتے ہوئے گریہ فرمانے لگے امت کا تعلق فطری ہے اور ظاہر ہے کسی پیغمبر کے لئے اس سے بڑھ کر اور کیا صدمہ ہو سکتا ہے کہ سبکی امت کی زائد تعداد جہنم کا اردھن بنے اور نجات پائے والے کم ہوں تو یہ اعزاز اللہ رب العزت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمایا اور آپ کی امت کو یہ شرف بخشا کہ تِلْكَ مَمَلَكَاتُ الْاَوَّلِينَ وَتِلْكَ مَمَلَكَاتُ الْاٰخِرِيْنَ۔

امام بخاریؒ نے حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے لوگو! کیا تم اس پر راضی ہو کہ جنت میں تم چوتھائی ہو جاؤ لوگوں نے عرض کیا ضرور ہم اس پر راضی ہیں پھر آپؐ نے فرمایا تو کیا اس پر راضی ہو کہ تم نہاتی اہل جنت ہو اس پر بھی عرض کیا بے شک یا رسول اللہ آپؐ نے گویا قصداً تعداد کی اس نسبت پر ہم سے رہا مندی کی وضاحت لے لی تو پھر فرمایا اور ایسی بشارت دی کہ وہ توقع بلکہ تصور سے بھی بڑھ کر حقیقی فرمایا

والذی نفسی بیدی انی	قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں
لا رجوا ان نکلونا نصف اهل	میری زندگی ہے میں تو امید کرتا ہوں کہ تم
لجنة وما اتم الا كالشعرة	نصف جنتی ہو گئے حالانکہ تمہاری نسبت
البیضاء فی جلد ثور الاسود	تمام استوں کے مقابلہ میں بس ایسی ہی
او كالشعرة سوداء فی جلد	ہے جیسے چند سفید بال سیاہ پچھڑے کی
الثور الابيض	کھال میں یا چند سیاہ بال سفید پچھڑے
رواہ مسلم	کی کھال میں ۔

بلکہ جامع ترمذی کی ایک حدیث سے تو عددی تناسب اس سے بھی زائد معلوم ہوا حضرت بریدہؓ کی روایت "اهل الجنة مائة وعشرون صفًا۔ فصلون مہامن هذه الامة وان یعون من سائر الامة" کہ اہل جنت کی ایک سو بیس صفیں ہونگی جن میں سے اتنی صفیں اس امت کی ہونگی اور چالیس صفیں باقی تمام استوں کی ہوں گی پہلے اس سورت میں تِلْكَ مَمَلَكَاتُ الْاَوَّلِينَ وَتِلْكَ مَمَلَكَاتُ الْاٰخِرِيْنَ فرمایا پھر دوبارہ تِلْكَ مَمَلَكَاتُ الْاَوَّلِينَ وَتِلْكَ مَمَلَكَاتُ الْاٰخِرِيْنَ فرمایا بعض مفسرین نے بعض روایات و آثار کے پیش منظر یہ رائے قائم کی کہ اولین سے مراد پہلی قومیں ہیں اور آخرین سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہے اور آپؐ کی بعثت سے لے کر قیامت تک آنے والی مخلوق ہے اس جہت سے اس تفسیر کو اختیار کیا حافظ ابن کثیرؒ نے اسکے بے طور قرینہ حضرت جابرؓ کی اس روایت کا ذکر کیا جس کا مضمون یہ ہے کہ جب پہلی آیت تِلْكَ مَمَلَكَاتُ الْاَوَّلِينَ وَتِلْكَ مَمَلَكَاتُ الْاٰخِرِيْنَ نازل ہوئی تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو تعجب ہوا اور فرمانے لگے یا رسول اللہ کیا پہلی استوں میں سابق زیادہ ہوں گے اور ہم میں کم تو اسکے کچھ عرصہ یا ایک سال بعد یہ دوسری آیت نازل ہوئی تِلْكَ مَمَلَكَاتُ

وَأَصْحَابُ الشِّمَالِ ۖ مَا أَصْحَابُ الشِّمَالِ ۖ فِي

اور بائیں والے کیسے بائیں والے ؟ آنجے

سَمُومٍ ۖ وَحَمِيمٍ ۖ وَظِلٍّ ۖ مِنْ يَحْمُومٍ ۖ

کی بھاپیں۔ جلتے پانی میں ۔ اور پھاؤں میں دھوپ کی

لَا بَارِدٍ وَلَا كَرِيمٍ ۖ إِنَّهُمْ كَانُوا قَبْلَ

نہ ٹھنڈی اور نہ عزت کی وہ لوگ تھے اس سے پہلے

ذَلِكَ مُتَرَفِينَ ۖ وَكَانُوا يَصْرُونِ عَلَىٰ

آسودہ اور صدمہ کرتے اس

الْحِنْتِ الْعَظِيمِ ۖ وَكَانُوا يَقُولُونَ ۖ إِذَا مِتْنَا وَكُنَّا

بڑے گناہ پر اور تھے کہتے سر کیا جب ہم مر گئے اور ہو گئے

تُرَابًا وَعِظَامًا ۖ إِنَّا لَمَبْعُوثُونَ ۖ أَوْ أَبَاؤُنَا الْأَوَّلُونَ ۖ

مٹی اور ہڈیاں کیا ہم کو پھر اٹھانا ہے کیا ہمارے باپ دادوں کو بھی اگلے

قُلْ إِنَّ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ ۖ لَمَجْمُوعُونَ ۖ إِلَىٰ

تو کہہ ، اگلے اور پیچھے سب اکٹھے ہونے ہیں ایک

مِيقَاتٍ يَوْمٍ مَّعْلُومٍ ۖ ثُمَّ إِنَّكُمْ إِلَيْهَا لَآتُونَ

دن مقرر کے وقت پر پھر تم جو ہو اسے بہکو

الْمُكَذِّبُونَ ۖ لَا يَكُونُ مِنْ شَجَرٍ مِنْ زُقُومٍ ۖ فَالْآتُونَ

جھٹلانے والو ! ابتر کھاؤ گے ایک درخت یسند کے سے پھر بھر دگے

مِنْهَا الْبُطُونَ ۖ فَشَرِبُونَ عَلَيْهِ مِنَ الْحَمِيمِ ۖ

اس سے پیٹ پھر پیو گے اس پر ایک جلتا پانی ۔

فَشْرَبُونَ شَرِبَ الْهَيْمُ ۝ هَذَا نَزَلْهُمْ يَوْمَ الدِّينِ ۝

پھر پیو گے جیسے ہیو یں ادب تو لے یہ ہماری ہے نکی انصاف کے دن

نَحْنُ خَلَقْنَاكُمْ فَلَوْلَا تَصَدَّقُونَ ۝ أَفَرَأَيْتُمْ مَا تَمْنُونَ ۝

ہم نے تم کو سایا پھر کیوں نہیں سج مانتے بھلا دیکھو جو پانی ٹپکاتے ہو

عَآلَتُمْ تَخْلُقُونَهُ أَمْ نَحْنُ الْخَالِقُونَ ۝ نَحْنُ قَدَرْنَا

اب تم اسکو مانتے ہو یا ہم ہیں بنانے والے ہم نے ٹھہرا دیا

بَيْنَكُمْ الْمَوْتَ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوقِينَ ۝ عَلَىٰ أَنْ يُبَدِّلَ

تم میں مرنا اور ہم ہار نہیں رہتے اس سے کہ بدل لادیں

أَمْثَالَكُمْ وَنُنشِئُكُمْ فِي مَا لَا تَعْلَمُونَ ۝ وَلَقَدْ عَلِمْتُمْ

تمہاری طرح کے اور اٹھا کھڑا کریں تم کو جہاں تم نہیں جانتے اور جان چکے ہو

النَّشْأَةَ الْأُولَىٰ فَلَوْلَا تَذَكَّرُونَ ۝ أَفَرَأَيْتُمْ مَا تَحْرُثُونَ ۝

پہلا اٹھان پھر کیوں نہیں یاد کرتے بھلا دیکھو تو! جو لڑتے ہو

عَآلَتُمْ تَزْرَعُونَهُ أَمْ نَحْنُ الزَّارِعُونَ ۝ لَوْ نَشَاءُ

کیا تم اسکو کرتے ہو کھیتی؟ یا ہم ہیں کھیتی کرنے والے اگر ہم چاہیں

لَجَعَلْنَاهُ حُطَامًا فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُونَ ۝ إِنَّا لَمَغْرُمُونَ ۝

کر ڈالیں اسکو روہن پھر تم مارے دن رہو باتیں بناتے ہم قرضدار رہ گئے

بَلْ نَحْنُ مُحْرَمُونَ ۝ أَفَرَأَيْتُمُ الْمَاءَ الَّذِي تَشْرَبُونَ ۝

بلکہ ہم بے نصیب ہوئے بھلا دیکھو تو! پانی جو تم پیتے ہو

عَآلَتُمْ أَنْزَلْنَاهُ مِنَ الْغُزْنِ أَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُونَ ۝ لَوْ

کیا تم نے امارا اسکو بادل سے؟ یا ہم ہیں اُتارنے والے؟ اگر

نَشَاءُ جَعَلْنَاهُ أُجَاجًا فَلَوْلَا تَشْكُرُونَ ﴿٤٠﴾ أَفَرَأَيْتُمْ

ہم چاہیں اسکو کر دیں کھانا پھر کیوں نہیں حق مانتے بھلا دیکھو تو!

النَّارَ الَّتِي تَوْرُونَ ﴿٤١﴾ ءَأَنْتُمْ أَنْشَأْتُمْ شَجَرَتَهَا أَمْ

آگ جو سگاتے ہو کیا تم نے اٹھایا اسکا درخت یا

نَحْنُ الْمُنْشِئُونَ ﴿٤٢﴾ نَحْنُ جَعَلْنَاهَا تَذْكِرَةً وَمَتَاعًا

ہم ہیں اٹھانے والے ہم نے وہ بناتے یاد دلانے کو دربرتنے کو

لِّلْمُقَوِّينَ ﴿٤٣﴾ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ ﴿٤٣﴾

جنگل والوں کے سولوں پاکی اپنے رب کے نام کی جو سب سے بڑا

ذلت و خواری محرومین از ایمان و ہدایت و شہادت روز قیامت، ودلائل بعث بعد الموت

قال اللہ تعالیٰ وَاصْحَابُ السَّمَاءِ مَا أَصْحَابُ السَّمَاءِ اِنِّی ... بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ
رابطہ اس سے قبل اصحاب الیمین کی عزت و کرامت کا بیان تھا اور یہ کہ انکو جنت میں کیسی عظیم
الشان نعمتیں عطا کی جائیں گی تو اس کے بعد اصحاب الشمال اور ان پر نصیبوں کا ذکر ہے جو ایمان و ہدایت
سے محروم رہے ارشاد فرمایا۔

اور بائیں والے کیسے بد نصیب ہیں یہ بائیں والے ان پر قیامت کے روز شہادت اور سعادت کی کوئی
حد نہ ہوگی یہ لوگ دہکتی ہوئی آگ اور کھوٹے ہوئے گرم پانی میں ہوں گے اور ایسے سایہ میں جو سیاہ
دھوئیں کا ہوگا جو نہ ہی ٹھنڈا ہوگا اور وہ ہی نفع بخش ہوگا اور بائیں جانب والوں کو ایسے شدید اور
سخت عذاب ہیں اس وجہ سے مبتلا کیا جاتے گا کہ یہ لوگ اس سے پہلے بڑے ہی عیش و عشرت میں پڑے
ہوئے تھے اللہ کی نعمتوں سے بھرتے تھے کو پہچاننے کے در زمانہ خدا سے بغاوت و سرکشی کا طریقہ
اختیار کیا ہوا تھا اور بہت سخت نافرمانی پر اصرار کرتے تھے اور شرک جس عظیم معصیت کا ارتکاب کرتے
تھے اور اسی کے ساتھ قیامت کا بھی انکار کرتے تھے اور یہ کہا کرتے تھے کیا جب کہ ہم مر جائیں گے

اور مر کر ہم مٹی ہو جائیں گے اور ہماری ہڈیاں بھی ریزہ ریزہ ہو جائیں گی تو کیا ہم پھر دوبارہ اٹھائے جاتیں گے اور کیا اگلے باپ دادا بھی اٹھائے جائیں گے۔ انکے استعجاب اور حیرت و اسکا رکاب جواب دینے پر آپ کہہ دیجئے یقیناً تم سب اگلے اور پچھلے بلاشبہ جمع کیے جاؤ گے ایک مقرر کردہ وقت پر اور اس وقت تم خود مشاہدہ کر لو گے کہ تمہیں کس طرح دوبارہ زندہ کر کے اٹھایا گیا اس وقت تمہارا ہر سبب تعجب دور ہو جائے گا پھر اسے مگر ابو خدا اور ایسے رسول کی باتیں بھٹلانے والے تم کھانے والے ہو گے درخت زقوم جسے سوا تمہارے واسطے کوئی غذا نہ ہو گی پس اسی سے تم اپنے پھول کو بھرے والے ہوؤ گے پھر اسکے بعد تم اس درخت پر پینے والے ہوؤ گے کھولتا ہوا پانی جسکو تم اس طرح پیتے ہو گے جیسا کہ پیاسے اونٹوں کا پینا ہو جو استقامت کی بیماری میں مبتلا ہوں بدحواسی اور بے قراری کی کیفیت سے تم اس درخت پر رہے ہو گے حالانکہ وہ پانی اس قدر کھولتا ہو گا کہ اس سے اونٹنیاں بھی کٹ کٹ کر ڈبر کے راستہ سے نکل آئیں گی اسے مخاطبواںسُ لویہ ہے ان سکذبین ضالین کی مہمانی قیامت کے دن جو انکے واسطے مہیا کی جلتے گی یہ ہے انجام ان منکرین کا جو خدا اور اس کے رسول کی باتوں کو جھٹلاتے ہیں حشر و نشر اور قیامت کا انکار کرتے ہیں حالانکہ کسی بھی صاحب عقل کے لیے اس امر کی گنجائش نہیں کہ وہ حشر اور بعثت بعد الموت کا انکار کرے۔

ہم ہی سے تو تم کو پیدا کیا ہے اور ظاہر ہے کہ دنیا میں کوئی بھی اس کا انکار نہیں کر سکتا تو پھر تم کیوں نہیں یقین کرنے اور کیوں نہیں اللہ کی بات مانتے اگر بالفرض تم اس بات کو تسلیم نہیں کرتے اور اس پر ایمان نہیں لاتے تو پھر بتاؤ یہ جو سنی تم عورتوں کے رحم میں ٹپکاتے ہو پھر اس سے بچہ پیدا ہوتا ہے تو کیا تم اس کو بناتے ہو یا ہم اسکے بنانے والے ہیں اب تک قطرۂ آب کو رحم مادر میں مختلف احوال میں متغیر کرنا کہ نطفہ سے علقہ (دم بسند) علقہ سے مضغہ (گوشت کا ٹکڑا) پھر اسکی ساخت اور ڈھال یہاں تک کہ ہڈیوں اور جوڑوں کو مرتب کرنا پھر اس میں حیات ڈالنا یہ سب کچھ ہماری ہی قدرت ہے جس کا ہر مرحلہ اور ہر صورت اپنی زبانِ حال سے اقرار کرتی ہے فتنبار اللہ اَللّٰهُ اَکْبَرُ الخالقین تو جس طرح ہم انسانی تخلیق کے ان جملہ مرحلوں کو اپنی قدرت سے پورا کرتے ہیں تو زندگی اور موت کے بھی ہم ہی مالک ہیں ہم نے ہی مقرر کر رکھا ہے تمہارے درمیان موت کو جس کے لیے زمان و مکان سب کچھ طے کیا ہوا ہوتا ہے اور ہم اس بات سے عاجز نہیں ہیں کہ ہم تمہارے بدلہ اور کوئی قوم سے آئیں جو تم جیسی ہو اور تم کو پیدا کریں ایسی صورت میں تم نہیں جانتے ہو کہ وہ کیا صورت ہوگی یا کون سی جگہ ہوگی بلاشبہ ہم اس پر قادر ہیں کہ تم کو ہلاک کر کے اور دوسری قوم پیدا کر دیں جیسے کہ یہ بات دن رات تمہاری نظروں کے سامنے ہے کہ دنیا میں بہت سے لوگ مرتے ہیں اور دوسرے پیدا ہوتے والے پیدا ہوتے ہیں تو یہ بھی ایک بعثت بعد الموت کا ہے اور بے شک تم جان چکے ہو پہلی مرتبہ پیدا ہونے کو تو جب ایک مرتبہ

کی پیدائش تم جانتے ہو اور اس پر تمہارا یقین و مشاہدہ ہے تو پھر تم کو دوبارہ زندہ اور بیدار ہونے میں کیا تردد و تاثر ہے تو پھر بھی کیا تم نصیحت قبول نہیں کرتے حالانکہ یہ دلائل و مشاہدات قبول حق اور خدا کی باتوں پر ایمان لاسنے کے لیے بہت کافی ہیں ان ہزار ہا تاریخی شواہد کو دنیا میں کوئی بھی رد نہیں کر سکتا کہ کئی قومیں قرونِ اولیٰ میں ہلاک کر دی گئیں اور پھر دوسری قوم جو ان ہی جیسی نسلِ انسانی کی ایک قوم تھی پیدا کر دی گئی یہی وہ ارشاد ہے جو دوسری مگر ارشاد فرمایا اِنَّ يَتَسَاءَلُكُمْ اَيْتُهَا النَّاسُ وَبَيَّاتٍ بِاٰخِرِ نِعَمٍ كَاَنَّ اللّٰهَ عَلٰى ذٰلِكُمْ قَدِيْرٌ۔ اس حقیقت کو مد نظر رکھتے ہوئے پھر بتاؤ ہر جو تم کھیتی کرتے ہو اور زمین میں بیج ڈالتے ہو تو کیا تم اسکو اگاتے ہو یا ہم ہیں اسکے اگانے والے ظاہر ہے کہ زمین کی تہوں میں سے اس تخم کو پھاڑ کر نکالنا اور پھر ایک گھاس کے تنکے کا نشو و نما کرنا یہاں تک کہ وہ پھلے پھولے شاداب ہو اس پر غلہ کے دانے لگیں پھر یکیں پھراں کو کاٹا جائے یہ سب کچھ اللہ رب العزت ہی کی شانِ مافقت ہے جو ہر ہر حلہ اور تغیر پر نظر آرہی اگر ہم چاہیں تو اس کھیتی کو سوکھا ہو اگھاس بنا دیں جو ریزہ ریزہ ہو خواہ اگتے ہی اسکو گھاس بنا دیں یا بڑھنے کے بعد اور قبض اس کے کہ اس پر دانے لگیں اور وہ بیکیں پھر تم اس پر حیرت کے ساتھ نادم دستہ مندرجہ ہونے لگو اور شدتِ غم میں کہتے ہو کہ بے شک ہم تو بڑے ہی خسارہ میں ڈال دیئے گئے بلکہ ہم تو محروم ہی ہو چکے ہیں اور بڑے ہی منصب ہیں اچھا ذرا تم بہ تاثر پانی جو کہ تم پیتے ہو کیا تم نے اس پانی کو اتارا ہے بادل سے یا ہم ہیں اتارنے والے یہ کس قدر عظیم انعام ہے اور ہماری قدرت کی کیسی واضح دلیل ہے اگر ہم چاہیں تو اسکو کھارا بنا دیں اور ایک گھوٹ بھی تم پینے پر قادر نہ ہو پھر آخر کیوں نہیں تم ہمارے شکر گزار ہوتے کہ کس قدر عظیم ذخیرے سینھے پانی کے تمہارے قبضہ میں دے دیئے جس کا ایک ایک گھوٹ مستحقِ شکر ہے چنانچہ روایات میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پانی پی کر یہ کلمات فرماتے الحمد للہ اللہ اسقانا عذبا فراثا بوجنتہ ولم يجعلہ علیٰ اجاجا بذلکونما د کہ شکر ہے اور ہر تعریف اس پر درگاہ کی جس نے یہ شہر میں پانی پلایا ہے اور اس کو ہمارے گناہوں کی وجہ سے مٹا دیا اور نفع نہیں بنایا پھر ذرا یہ بھی دیکھو اور بتاؤ کہ ہر آگ کہ جس کو تم سگاتے ہو کیا تم نے

مع حسن بصریؒ سے اور قتادہؒ سے لفظ فظنتم فظنتم کی یہی تفسیر منقول ہے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے عمیق ہونے کے معنی مراد لیے ہیں قتادہؒ نے یہ بھی بیان کیا کہ فظنتم کے معنی معذ لون ہیں عکر مریمؑ نے ملامت سے تفسیر کی ہے ابن جریرؒ اور سعدیؒ کہتے ہیں کہ حسرت کے معنی مراد ہیں کہ اس خرچ اور محنت پر تم حسرت کرنے لگو جو تم نے اس کمیتی پر کیا الغرض لفظ فظنتم کی یہ تفسیر ان ائمہ سے قدر مشترک ایک ہی جامع حقیقت کو بیان کر رہی ہے ۱۲ روح المعانی ۲۶ تفسیر ابن کثیر ج ۴۔

اس کے درخت کو پیدا کیا ہے یا ہم ہیں اسکو پیدا کرنے والے یقیناً یہ درخت کہ جس سے آگ سلگتی ہے صرف لڑ ہی کی قدرت سے پیدا ہوا۔

ہم نے سنا دیا ہے اس درخت کو جب کہ اسکی آگ کو دہکتے ہوئے دیکھا جائے یا دولاٹے کا سامان آخرت کی آگ کے کیے اسکو دیکھ کر سمجھ لیا جائے کہ آخرت کی آگ کس طرح دہکتی ہوگی اور اس آگ کی سوزش کیسی اذیت پہنچانے والی ہوگی اور برتنے کا سامان ہے جنگل والوں اور مسافروں کے بیٹے مکہ کس طرح جنگل میں رہنے والے اور جنگل میں سفر کرنے والے اس درخت کی آگ سے نفع اٹھائے ہیں کھانا پکانا ووشنی حاصل کرنا ہر کی کی شدت میں اس سے آرام حاصل کرنا تو ہے تانبے جیسی چیزوں کو تباہ کرنا سامان زندگی تیار کرنا عرض ایسی ہی ہزار ہا نعمتیں ہیں جو صرف آگ جیسی واحد نعمت سے مستحق ہیں جنکو دنیا میں ہر خاص و عام جانتا ہے جو ایک طرف اسکی کمال قدرت کی دلیل ہے اور دوسری طرف انعام عظیم بھی ہے جس پر بندہ کو ہر لمحہ اس کی پاکی اور عظمت کا اقرار و اعتراف کرتے رہنا چاہیے۔

سو اسے مخاطب تو پاکی بیان کر اپنے رب عظیم کے نام کی اور اس کی ہر نعمت کا شکر داکر جس نے مخلوق کی حیات اور راحت کے یہ جملہ اسباب پیدا کیے اور اپنی قدرت عظیم سے پانی اور آگ جیسی سہا و چیزوں کو پیدا کیا۔

محلہ بعض روایات سے یہ ثابت ہے کہ ان آیات کی تلاوت کے وقت تلاوت کرنے والا ہر جملہ استغفار میرے پر پہنچے تو یہ کہے کن اُنْتُ یاد نہیں نہیں سے پروردگار مگر تو میری اسکا خالق ہے۔

محلہ المقبول کے ترجمہ میں لفظ جنگل والوں کے ساتھ دو مسافروں کا لفظ اضافہ کر کے ان اقوال متعددہ کی طرف اشارہ ہے جو اسکی تفسیر میں منقول ہیں حافظ ابن کثیرؒ اپنی تفسیر میں بیان کرتے ہیں کہ ابن عباسؓ بجاہ قتادہ اور ضحاکؓ نے مقبول کے معنی مسافرین کے بیان کیے ہیں اور ابن جریرؒ نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے دوسرے بعض ائمہ مفسرین بیان کرتے ہیں کہ یہ لفظ مقبول اقی اور القوار سے مشتق ہے جسکے معنی جنگل و بیابان جو آبادی کے دور ہو یہ دونوں تفسیریں معروف ہیں اور اکثر حضرت مفسرین نے عبد الرحمن بن زید بن اسلمؒ سے مقبول کے معنی محتاج اور فقراء بیان کیے ہیں۔

ابن ابی نجیحؒ نے معنی ستم بین یعنی کان لگانے اور توجہ سے سننے والے بھی کیا ہے یہ جملہ معانی بلا تکلف اس جگہ جمع بھی ہو سکتے ہیں کیونکہ آگ جیسی نعمت کا ہر شخص محتاج ہے اور اسکا پیدا کرنا حق تعالیٰ کی طرف سے ہر ایک کیلئے انعام عظیم ہے خواہ وہ مقیم ہو یا مسافر جنگل و بیابان میں جو آبادی اور شہر میں وہ محتاج ہو یا غیر محتاج غنی ہو یا فقیر مست ہر ایک اس نعمت کا محتاج ہے اور اس سے منتفع ہوتا ہے اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک تمام مسلمان تین چیزوں میں برابر کے شریک ہیں آگ سہرہ اور پانی کیونکہ یہ تینوں چیزیں مدار حیات ہیں ۱۲

فَلَا أُقْسِمُ

سو میں قسم کھاتا ہوں

بِسَوِّعِ النُّجُومِ ۴۵) وَإِنَّهُ لَقَسَمٌ لِّوَتَّعْلَمُونَ عَظِيمٌ ۴۶)

تارے ڈوبنے کی اور ہ قسم ہے اگر سمجھو تو بڑی قسم

إِنَّهُ لَقُرْآنٌ كَرِيمٌ ۴۷) فِي كِتَابٍ مَّكْنُونٍ ۴۸) لَا يَسْهَىٰ إِلَّا

بے شک یہ قرآن ہے عزت والا لکھا پچھی کتاب میں اسکو وہی چھوٹے ہیں

الْمُطَهَّرُونَ ۴۹) تَنْزِيلٌ مِّن رَّبِّ الْعَالَمِينَ ۵۰) أَفَبِهَذَا

جو پاک بنے ہیں اتار لیا ہے جہان کے صاحب سے اب کیا

الْحَدِيثِ أَنْتُمْ مُدْهِنُونَ ۵۱) وَتَجْعَلُونَ رِزْقَكُمْ أَنْكُمْ

اس بات میں تم سستی کرتے ہو اور اپنا حصہ بھی لینے ہو کہ تم

تُكذِّبُونَ ۵۲) فَلَوْلَا إِذَا بَلَغَتِ الْحُلُقُومَ ۵۳) وَأَنْتُمْ حِينِيذٍ

جھٹلاتے ہو پھر کیوں نہ جس وقت جان پہنچے خلق کو اور تم اس وقت

تَنْظُرُونَ ۵۴) وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْكُمْ وَلَكِنْ لَا تُبْصِرُونَ ۵۵)

دیکھتے ہو اور ہم اس کے پاس ہیں تم سے زیادہ بر تم نہیں دیکھتے

فَلَوْلَا إِنْ كُنْتُمْ غَيْرَ مَدِينِينَ ۵۶) تَرْجِعُونَهَا إِنْ كُنْتُمْ

پھر کیوں اگر تم نہیں کسی کے حکم میں کیوں نہیں پھیر لیتے اسکو اگر ہو تم

صَادِقِينَ ۵۷) فَأَمَّا إِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِينَ ۵۸) فَرَوْحٌ

سچے سو جو اگر وہ ہوا پاس والوں میں تو راحت

وَرَيْحَانٌ ۵۹) وَجَنَّتْ نَعِيمٌ ۶۰) وَأَمَّا إِنْ كَانَ مِنْ

ہے اور زوری ہے اور باغ نعمت کا اور جو اگر وہ ہوا

أَصْحَابُ الْيَمِينِ ۙ فَسَلِّمْ لَكَ مِنْ أَصْحَابِ الْيَمِينِ ۙ

داہنے والوں میں تو سلامتی پہنچے تجھ کو داہنے والوں سے

وَأَمَّا إِنْ كَانَ مِنَ الْمُكَذِّبِينَ الضَّالِّينَ ۙ فَنُزِّلْ

اور جو اگر وہ ہوا جھٹلانے والوں بہکوں میں تو ہمانی ہے

مِّنْ حَمِيمٍ ۙ وَتَصْلِيَةٌ جَاحِيْمٍ ۙ إِنَّ هَذَا لَهُوَ

جلتا پانی در پیتھانا آگ میں بے شک یہ بات یہی ہے

حَقُّ الْيَقِيْنِ ۙ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ۙ

لاّتق یقین کے سوا بول پاکی اپنے رب کے نام سے جو سب سے بڑا

حقانیت قرآن کریم و اثبات وقوع یوم عظیم

قال الله تعالى قل لا افسس بمواقع النجوم الى ... فسبح باسم ربك العظيم
(ربط) اس سے قبل حق تعالیٰ شانہ نے اپنی قدرت و خالقیت کے عظیم دلائل و تواتر ذکر فرماتے
اور ان العامات عظیمہ کو ظاہر فرمایا جو اس نے دنیا کے انسانوں پر فائز فرمائے اور ان عظیم نعمتوں کو انکی زندگی
کا مدار بنایا اب اسکے بعد قرآن کریم کی حقانیت بیان کرتے ہوئے یہ ذکر فرمایا کہ روز قیامت کیسا عظیم دن
ہے اور قیامت کے احوال کیسے ہوں گے اور یہ کہ قیامت کے روز کس طرح حزام و سراسے انسانوں
کی قسمیں اور طبقات نظر آئے ہوں گے اور کون اپنی سعادت سے کامیابی حاصل کریں گے اور کون وہ نصیب
ہوں گے جنکے حصہ میں محدودی اور عذاب خداوندی آئے گا۔ ارشاد فرمایا۔

بس میں قسم کھاتا ہوں ستاروں کے چھیننے کی اور بے شک یہ بہت ہی بڑی قسم ہے اگر تم سمجھو
کہ ستاروں کا نظام رفتار کیسا عجیب اور حکم ہے اور انکا طلوع و غروب بغیر کسی فعل اور فرق کے جاری
ہے تو ایسی مخلوق کی عظمت اور اسکے حیر العقول نظام حکم کو کائنات کے سامنے رکھتے ہوئے قسم کھاتا
ہوں کہ یقیناً یہ کتاب جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اتاری گئی قرآن کریم ہے جو بڑی ہی قدرت
والی کتاب ہے جسکی عزت و کرامت کی کوئی انتہا نہیں جو ایک چھپی ہوئی کتاب لوح محفوظ میں
پہلے ہی سے محفوظ و موجود ہے کیونکہ یہ اللہ کا کلام قدیم ہے جو ہمیشہ ہی سے لوح محفوظ میں محفوظ و مستور

رہا اور ازل ہی سے پہلے کر دیا گیا تھا کہ یہ قرآن کریم صرف نبی آخر زمان محمد رسول اللہ پر نازل کیا جائیگا اس کو صرف وہی چھو سکتے ہیں جو پاک سنائے گئے ملے اتارا ہو سہجے یہ کلام پروردگار عالم کی طرف سے اور جو کلام رب العالمین کی طرف سے تارا گیا ہو بلاشبہ متکلم کی عظمتوں، اس کے کمالات اور حکمتوں کا مظہر اتم ہوگا جو حکمتیں اور عظمتیں اس کی مخلوقات سے ظاہر ہیں بلکہ وہی عظمتیں اس کے کلام میں بھی جلوہ گر ہونگی درجیہ اس کی کائنات میں کسی بھی جگہ کوئی نقص درعیب نہیں اسی طرح اس کے کلام میں بھی کسی عیب اور نقص کا گذر نہیں ہو سکتا ایسے کلام پر تو کسی بھی صاحب عقل کو ہرگز کوئی تامل نہ کرنا چاہیئے لیکن افسوس ایسا نہیں تو کیا اب بھی اس بات میں در اس کے ماننے میں تم سستی کر رہے ہو اور تم نے یہی روزی ہی بنائی ہے کہ تم اسکو جھٹلاتے ہو ملے کبھی کہتے ہو کہ جادو ہے کبھی کہتے ہو کہ کمانت ہے یا شاعر کا کلام ہے اگر تم اللہ تعالیٰ باتوں کو جھٹلاتے ہو تو پھر کیوں نہیں تم ایسا کرتے کہ جس وقت جان مخلوق تک پہنچ جلتے اور سکڑت موت واقع ہونے لگیں اور اس وقت تم دیکھ رہے کہ کس طرح روح کا نزاع ہو رہا ہے اور ہم تو اس کے پاس زیادہ قریب ہیں بر نسبت تمہارے لیکن تمہیں نظر نہیں آتا سہجے کہ ہم کس قدر قریب ہیں تو اگر اسے سکڑو: تم خدا کی باتوں کو جھٹلاتے ہو اور تم کسی کے قابو میں نہیں ہو تو کیوں نہیں تم اس روح کو پھیر بیٹے اگر تم سچے ہو کہ موت وحیات کا ملک اللہ نہیں اگر تمہارا یہ گمان درست ہے تو پھر تم کچھ ایسے کہ یہ روح جو بدن سے پرداز کر رہی ہے سکو واپس بدن کی طرف لوٹا دو اور یہ ظاہر ہے کہ دنیا کی کوئی طاقت جان نکلنے کے بعد روح کو دوبارہ نہیں لوٹ سکتی تو

علیہ حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ مطہرون سے مراد فرشتے ہیں کہ اس روح کو سوائے فرشتوں کے اور کوئی چھو بھی نہیں سکتا اس سے یہ ظاہر فرمانا مقصود ہے کہ روح محفوظ تک جب کسی کی ربائی ممکن نہیں تو بلاشبہ یہ کلام ہی روح محفوظ سے بحفاظت نامہ نازل ہوا اور اس میں کسی قسم کی تبدیلی کا کوئی امکان نہیں یا ضمیر قرآن کریم کی طرف رجحان ہے اور مراد یہی ہے کہ روح محفوظ سے قرآن کو لانے میں فرشتوں کے سوا کوئی نہیں چھو سکتا اور چھونا تھا سے بھی ہوتا ہے تو بغیر وضو و طہارت کے قرآن کریم کے چھونے کی حرمت ثابت ہو گئی اور چھونا یعنی تعلق اور مناسبت کا حاصل کرنا بھی ہے تو یہ معنی مفہوم ہونگے کہ قرآن کریم کے علوم اور حقائق سے صرف انہی لوگوں کو تعلق و مناسبت ہو سکتی ہے جو اپنے اپنے اخلاق سے پاک بازا ہیں اور جن کے قلب نفاق و سوء خلق کی گندگی سے آلودہ ہیں انکو علوم قرآنیہ سے کوئی تعلق و مناسبت نہیں ہو سکتی۔ امام مالک نے موطائیں: سنہ عبد اللہ بن ابی بکر بن محمد عمرو بن حزم سے یہ روایت بیان کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمان سکھو ان کے نام بھیجا تھا اس میں یہ تھا ان ۵۱

یس القرآن الا طہاھر اس وجہ سے فقہاء کا اس بات پر اجماع ہے کہ بغیر وضو قرآن کریم چھونا ممنوع ہے اور اس کا مرتکب گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوگا اور کسی حکمت کے پیش نظر وہ بات ہے جو حدیث عبد اللہ بن عمرؓ میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منع فرمایا ہے کہ قرآن کریم دشمن کی سرزمین میں سے کر سکر کیا جائے اسی اندیشہ کے باعث کہ وہ مصحف قرآن کی توہین و بے حرمتی نہ کریں اور بغیر پاکی ممکن ہے قرآن کریم کو ہاتھ لگائیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کے واقعہ میں مذکور ہے کہ انہوں نے اپنی بہن کو قرآن کریم پڑھتے ہوئے پایا تو بہن نے وہ ورق چھاپے اور عمر فاروقؓ نے جب کہا کہ دکھاؤ مجھے تم کیا پڑھ رہے ہو تو کہا تم مشرک ہو ورنہ جس آدمی قرآن کو نہیں چھو سکتا انکو پہلے غسل کے پئے کہا پھر ان کے ہاتھ میں وہ ورق دینے ۷

عَلَيْهِ وَتَجْعَلُونَ رِزْقَكُمْ دُنَىٰ تَغْيِيرِ بْنِ جَرِيرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ سَنَدٌ يَرِيحُ بِيَانُ كَيْفَ بَعْضُ

جس طرح یہ روح اور جان خدا کے قبضہ میں ہے اسی طرح ہر انسان کی جزا و سزا بھی اسی کے قبضہ میں ہے اور اسکو کوئی ٹوٹانے پر قادر نہیں چنانچہ یہ ہو کر رہیگا اور ہر ایک کو اس کے عمل کا بدلہ ضرور ملے گا پس اگر وہ مغرب لوگوں میں سے ہے تو اس کے سطرے رخت ہے اور روزی ہے یا ہو کے جھونکے اور خوشبوئیں اور نعمتوں کے باغات اور اگر وہ دبھنے والوں میں سے ہے تو پھر سلامتی ہے جیسے واسطے دایسے والوں سے اور اگر وہ ہے جھٹلانے والوں گمراہوں سے تو پھر بہمانی ہے کھوٹے ہوتے پانی کی اور جہنم کی دھکتی آگ میں جھونکے جانے کی کہ کھوٹے ہوتے پانی سے بہمانی کا آغاز ہوگا اور ٹھکانا جہنم ہوگا جس میں اسکو جھونک دیا جائے گا۔

بے شک یہ بات بخیر یقین کی ہے جو اللہ رب العزت کی قدرت و عظمت اور اسکی شان ربوبیت سے بلاشبہ واضح اور ثابت ہے تو اس پر اسے مخاطب یقین کر اور اسکی عظمت و کبریائی پر ایمان لاتے ہوتے پس اپنے رب عظیم کے نام کی پاکی بیان کرنا رہ مکذیب کی تکذیب اور انکے جھٹلانے کی مذکوئی پر رواہ کرنی چاہیے اور نہ اس سے دل پر رنج و غم کا اثر لینا چاہیے بلکہ تسبیح و تہجد میں مصروف رہنا ہی تو من کا کام ہے منکرین کی دل آزار ہے ہودگیاں انھی پر وبال جان بن کر ظاہر ہوں گی ع تسبیح و تہجد کی برکت سے قلب اوبام اور دسوس سے بھی پاک رہتا ہے اور انابت الی اللہ کی نعمت سے سرفراز ہوتا ہے۔

قبائل عرب مثلاً از دشنوة میں لفظ رزق بمعنی شکر لڑا جاتا تھا کہا جاتا تھا مارزق فذل یعنی وہ شخص شکر سے محروم رہا امام احمد بن حنبل نے مرفوعاً یہ معنی ذکر کیے ہیں شکر کم انکم تکذوبون کہ تم نے اپنا شکر بس بھی بایا ہے کہ تکذیب کرتے ہو یہ کہہ کر کہ فذل فلال ستارہ کے طلوع و غروب کی وجہ سے بارش برسی زید بن خالد الجہنی بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز مقام حدیبیہ میں ہم کو صبح کی نماز پڑھائی جب کہ رات میں بارش برسی تھی آپ نے سلام پھیر کر وگوں کی طرف رخ کرتے ہوئے فرمایا اے لوگو! جانتے ہو تمہارے رب نے کیا کہا ہے لوگوں نے عرض کیا اللہ ورسولہ اعلم آپ نے فرمایا کہ میرے خدا تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ میرے بندوں نے صبح کی بے اس حرج کہ کچھ کچھ پر ایمان لانے والے ہیں اور کچھ میرا کفر کرنے والے ہیں جس نے یہ کہا کہ ہمیں بارش برسی ہے اللہ کے فضل اور اسکی رحمت سے تو وہ کچھ پر ایمان لانے والا ہے اور جس نے یہ کہا کہ فلاں فلاں ستارہ کی وجہ سے بارش برسی تو وہ میرا کفر کر رہا ہے اور کوکب (ستارہ) پر ایمان مار رہا ہے۔

(صحیح بخاری و مسلم)

حاشیہ صفحہ ۶۴۴

عہ حضرات عارفین فرماتے ہیں تقویت قلب اور اطمینان باطن کے لیے سبحان للہ والحمد للہ جیسے کلمات اکسیر کا درجہ رکھتے ہیں تسبیح و حمد سے قلب کو وہ قوت حاصل ہوتی ہے کہ انسان بڑے سے بڑے صدموں اور تکالیف کو برداشت کر لیتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے۔

کلمتان خفیفان علی اللسان تقینان فی المیزان جیبتان الی الرحمن سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم امام بخاری نے اسی حدیث پر اپنی کتاب کو ختم فرمایا۔

موت کے وقت انسانوں کے طبقات

فَلَوْلَا إِذَا بَلَغَتِ الْحُقُوفَ . میں سکرات موت اور نزع روح کا ذکر کرتے ہوئے یہ فرمایا گیا کہ اسی وقت حق تعالیٰ کی طرف سے انسانوں کے طبقات تعین کر دیئے جاتے ہیں اور جس طبقہ کا وہ مرنے والا انسان ہوتا ہے اسکے ساتھ وہی معاملہ ہوتا ہے ۔

حدیث میں ہے کہ ملائکہ رحمت اہل ایمان کی روح قبض کرنے آتے ہیں تو ملائکہ کہتے ہیں ایتھا الروح طیبۃ فی الجسد الطیب کنت تعصیہ اخو جی الی روح وریحان ورب عیون عصفان یعنی اسے پاکیزہ روح جو پاکیزہ بدن کی تعمیر اور نشوونما کر رہی ہے بھی نکل راحنوں اور نعمتوں کی طرف اور ایسے رب کی طرف جو راضی اور خوش ہے اسکے بالمقابل منکر و فاجر کو کہا جاتا ہے اے روح نکل خدا کے عصب اور عذاب کی طرف اور جہنم کی اذیتوں اور مصیبتوں کی طرف اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کہ دسم میت کے دفن کے وقت بار بار یہ آیت تلاوت فرماتے یُثَبِّتُ سُدَّ الَّذِیْنَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِی الْحَیَوَةِ الدُّنْیَا وَفِی الْآخِرَةِ اور لوگوں سے فرمایا کرتے اے لوگو! دعا کرو واللہ تعالیٰ سکو ثابت قدم رکھے قول ثابت اور کلمہ ایمان کے ساتھ تو اس آیت میں تین طبقات کا بیان اس طرح فرمایا گیا فَمَنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِینَ وَآمَنَ أَنْ كَانَ مِنَ أَصْحَابِ الْيَمِینِ وَآمَنَ أَنْ كَانَ مِنَ الْمُكْذِبِینَ لِقَائِیْنِ کہ یا تو وہ شخص مقربین میں سے ہوگا مقربین کا ملین کا گروہ ہو جن کے انعامات اور ان پر رمتوں کی کوئی حد و انتہا نہ ہوگی دوسرا گروہ اصحاب الیمین یعنی عام اہل ایمان کا ہوگا ان پر بھی انعامات ہوں گے لیکن انکا درجہ مقربین سے ہر حال کم ہوگا ۔ تیسرا طبقہ مکذبین و منکرین کا ہوگا جنکے اور مرتے ہی عذاب کی سختیاں شروع ہو جائیں گی اہل ایمان کے لیے بشارت کا پیغام اس آیت مبارکہ میں حق تعالیٰ نے نازل فرما دیا ہے ۔

إِنَّ الدِّیْنَ قَالُوا رَبَّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا سَنَزَّلُ عَلَیْهِمْ مَلَائِكَةً أَنْ لَا تَخَافُوا

وَلَا تَحْزَنْوْا كَالْبَشَرِ ۚ إِنَّا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ نَحْنُ أَوْلَىٰ بِهَا بِكُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا
وَفِي الْآخِرَةِ ۚ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهُنَّ النَّفْسَ كُلَّامٍ ۚ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَكْتُمُونَ نَزَّلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً
مِنْ غَمَامٍ رَّحِيمٍ کہ جن لوگوں نے (اپنے اعتقاد اور عمل سے) یہ کہہ لیا کہ ہمارا رب اللہ ہے اور پھر اسی پر مضبوطی کے ساتھ
جھے رہے تو ان پر فرشتے یہ پیغام بشارت لے کر اترتے ہیں کہ اے ایمان والو! نہ ڈرو اور نہ غمگیں
ہو اور بشارت سنو اس جنت کی جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا ہم تمہارے دست اور دلی ہیں
دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں اور تمہارے واسطے ہر وہ چیز ہے جو تم چاہو اور تمہارے واسطے ہر وہ چیز
سے جو تم طلب کرو جو ضیافت و ہمانی ہے رب غفور رحیم کی طرف سے۔
لَوْ سَفَرْنَا فِي السَّمَاءِ لَوَافِتٍ مَا نَجِدُ فِيهَا مِنْ عَمَلٍ سَائِدٍ ۚ وَلَوْ سَفَرْنَا فِي السَّمَاءِ لَوَافِتٍ مَا نَجِدُ فِيهَا مِنْ عَمَلٍ سَائِدٍ
سے جنت میں داخل ہوں گے لیکن منکرین و مکذبین خدا کی لعنت غضب اور عذاب جہنم میں مبتلا ہوں گے
اعاذنا اللہ منہ والاخلنا الجنة بكرة مہ وفضلہم من الابرار امین یا رب العالمین
برحمتک یا ارحم الراحمین۔

ثم بحمد اللہ تفسیر سورة الواقعة

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ سُورَةُ الْحَدِيدِ

۱۔ سورت بھی اُن مدنی سورتوں میں جو شریعت کے بنیادی احکام اور عقائد توحید کی تحقیق و تفصیل
پر مشتمل ہیں مکارم اخلاق اور محاسن اعمال پر بھی کلام فرمایا گیا اور یہ کہ انسان کو دین و دنیا کی سعادت
کے لیے ضرورت ہے کہ اپنے باطن کو اخلاقِ رذیلہ کی گندگیوں سے پاک رکھتے ہوئے احسان اور انفاق فی
سبیل اللہ کی روش اختیار کرے۔

اس سورۃ مبارکہ میں بالخصوص تین اہم موضوع ذکر فرمائے گئے ہیں۔

اولاً یہ کہ جملہ کائنات و موجودات اللہ کی مخلوق ہے اور خدا ہی اس کا مالک اور خالق ہے اور صرف
اسی کا تعارف اور حکم جاری ہے اسکی خالقیت اور حاکمیت میں کوئی شریک نہیں۔

ثانیاً یہ کہ دینِ خداوندی کی سر بلندی کے لیے انسان کو کسی قسم کی جانی اور مالی قربانیوں سے
دریغ نہ کرنا چاہیے۔

ثالثاً۔ دنیا اور دنیا کے ساز و سامان اس کے عیش اور لذتوں کی حقیقت واضح زمانہ گئی کہ یہ

زہب و زرینت اور مال و منافع محض ایک دھوکہ اور فریب ہے ان چیزوں سے انسان کو چاہیے کہ دھوکہ میں نہ پڑے بلکہ یہ سمجھے کہ دنیا کی زندگی صرف چند روزہ اور یہاں کا قیام آخرت کی تیاری کے واسطے ہے۔

ان صفات میں کی ابتداء حق تعالیٰ شانہ کی عظمت و کبرمائی اور اسکی پاکیزہ صفات کے بیان سے فرمائی گئی اور یہ کہ کائنات کی ہر چیز اسکی تسبیح و پاکی بیان کرنے میں مصروف ہے ورنہ کائنات کا ایک ایک ذرہ اسکی قدرت و عظمت اور وحدانیت کی گواہی دے رہا ہے پھر یہ کہ وہ ایسا دل بہنے کو اس کی کوئی انداز نہیں اور ایسا آخر ہے کہ اسکی کوئی نہایت نہیں وہ ظاہر ہے کہ اسکی قدرت کا جلوہ ہر موجود مخلوق میں ظاہر ہے اور باطن ہے ایسا کہ نگاہوں اور افکار و عقول کی پرواز سے بالا ہے اسکے بعد اہل ایمان کو انفاق و ایثار کی دعوت دی گئی ساتھ ہی اہل ایمان کا وہ اکرم و اعزاز بھی بیان کیا گیا جو میدان حشر میں انکو نصیب ہوگا کہ تُوْرُ هُمْ بَسْعٰی کَبِيْرٌ اَيَّدِيْهِمْ اِلٰخ۔

اختتامِ سورت پر اللہ رب العزت نے اپنے رسولوں کی بعثت کی غرض بیان فرمائی اور انکی تعلیمات کا ذکر فرمایا کہ وہ اپنی اُمت کو ایمان و تقویٰ کی دعوت دیتے تھے

اَيٰٓاَيُّهَا ۲۹ = ۵۷ = سُورَةُ الْحَدِيْدِ مَدَنِيَّةٌ = ۹۲ رُكُوْعًا ۴

سورۃ حدید مدنی ہے اور اسکی آیتیں اسی اور چار رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ

اللہ کی پاکی بولتا ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور زمین میں اور وہی ہے زبردست

الْحَكِيْمُ ۱ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَحْيٰ وَيُمِيْتُ

حکمت والا اسی کو راج ہے آسمانوں کا اور زمین کا جلاتا ہے اور مارتا ہے

وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۲ هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ

اور وہ سب چیز کو سکتا ہے وہ ہے پہلا اور پچھلا اور

الظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿۳﴾ هُوَ

باہر اور اندر اور وہ سب چیز جانتا ہے وہی

الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ

ہے جس نے بنائے آسمان اور زمین چھ دن میں پھر

اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ يُعَلِّمُ مَا يَلِيهِ فِي الْأَرْضِ ۚ وَ

بیٹھا تخت پر جانتا ہے جو بیٹھتا ہے زمین میں اور

مَا يَخْرِجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ وَمَا يَعْرِبُ

جو اس سے نکلتا ہے اور جو اُترتا ہے آسمان سے اور جو اس میں

فِيهَا ۚ وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ ۚ وَاللَّهُ بِمَا

بڑھتا ہے اور تمہارے ساتھ ہے جہاں کہیں تم ہو اور اللہ! جو

تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿۴﴾ لَهُ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ

کرتے ہو دیکھتا ہے اسی کو ہے راج آسمانوں کا اور زمین کا

وَالِلَّهِ تَرْجِعُ الْأُمُورُ ﴿۵﴾ يُؤَلِّجُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ

اور اللہ ہی تک پہنچتے ہیں سب کام داخل کرتا ہے رات کو دن میں

وَيُؤَلِّجُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ ۚ وَهُوَ

اور داخل کرتا ہے دن کو رات میں اور اسکو

عَلِيمٌ بِذَاتِ

خبر ہے جیوں کی

الصُّدُورِ ﴿۶﴾

بات کی

اللہ تعالیٰ کی چند اہم صفات کا ذکر

قال اللہ تعالیٰ سُبْحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ . اِنِّیْ . وَهُوَ عَلَیْہُمْ بِدَاتِ الْمُدُورِ
 اللہ کی باکی بیان کرنی ہے ہر وہ چیز جو آسمانوں اور زمین میں ہے زبان حال سے یا نال سے یا دونوں
 سے وہی بڑی عزت و عظمت والا ہے کہ کائنات کی ہر چیز اسکی عزت و کبریائی اور اسکی شان و حکیم کی گواہی
 دے رہی ہے سب کے واسطے ہے سلطنت آسمانوں اور زمین کی وہی ان سب کا نظام چلا رہا ہے اور
 اسکی حاکمیت میں کوئی شریک نہیں اسی کی یہ شان ہے کہ وہی صلاتا ہے اور وہی مارتا ہے اور وہ ہر چیز
 پر بڑا ہی قادر ہے آسمانوں اور زمین پر صرف اسی کا حکم چلتا ہے اور کوئی طاقت اس کے
 حکم کو روک نہیں سکتی وہی اول ہے اور وہی آخر ہے ایسا اول کہ اسکی کوئی ابتداء نہیں اور ایسا آخر کہ اس
 کی کوئی انتہاء نہیں اور وہی ظاہر ہے اور وہی باطن ہے اور وہی برتے کا خوب جاننے والا ہے ۔

ہر شئی کا وجود اس کا ظہور اسکا بقا اور اسکے زمانہ بقا کے تغیرات اور محال احوال اسی کے علم میں ہیں
 وہ اذنی ہے کہ اس کی کوئی ابتداء نہیں وہ ذات ابدی ہے کہ ہر چیز فنا ہو جائے گی لیکن وہ باقی رہے گا ۔
 کُلُّ مَنْ عِنْدَہَا فَاَتٌ وَیُفَعُّ وَجْہُ رَیْبَکَ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ . عرش سے لے کر فرش تک ہر وجود
 اسکے وجود کی دیں ہے اس سے بڑھ کر کیا کوئی چیز روشن ہوگی کہ چاند سورج ستارے اسکی خالقیت
 و قدرت کی گواہی دے رہے ہیں حتیٰ کہ انسان کا سانس جو اسکی زندگی کو قائم رکھے ہوتے ہے اس کی ہر
 آمد و رفت قدرت خداوندی کی گواہی دے رہی ہے اس طرح روشن اور ظاہر و باہر ہونے کے ساتھ ایسا
 لطیف اور خفی ہے کہ نہ نگاہیں اور نہ کہہ سکتی ہیں اور نہ ہی اسکی ذات و صفات کا احاطہ انسانی عقول کر
 سکتی ہیں ایسا عظیم کراسکی نظر اور علم سے ایک ذرہ بھی اوجھل نہیں ہے وہی ہے جس نے آسمانوں اور
 زمین کو چھ دن میں پیدا کیا پھر قائم اور ممکن ہو اس عرش پر جہاں سے کائنات پر اسکی حکمرانی جاری ہے وہ
 جانتا ہے ہر چیز کو جو زمین کے اندر جاتی ہے جیسے وہ دانے اور تخم جو زمین میں بوسے جاتے ہیں یا وہ غرائز و معادن جو زمین کی تہوں میں چھپے ہوئے
 ہیں اور ہر چیز کو جو زمین سے باہر نکلتی ہے جیسے کہ سب سے درنہات اور جاندار جو کچھ آسمان سے اترتا ہے آتش کا پانی اسکی مقدار اس کا زمانہ
 اور اسکی جگہ ہر سب کچھ اللہ ہی کے علم سے پہلے سے جانتے ہوئے جو آسمانوں کا حکام اور نیکوئی امور لے کر اترتے ہیں اور آسمانی فیصلے بھی اور قصار و قدر
 کے امور سب کچھ اللہ ہی کے علم میں ہے اور اسی کے علم اور حکم کے مطابق ان سب چیزوں کا
 آسمان سے نزل ہوتا ہے اور جانتا ہے ہر اس چیز کو جو آسمانوں میں پڑھتی ہے انسانوں کے اعمال
 اور احوال سے اور وہ زرتے جو بندوں کے اعمال سے کہ آسمانوں پر چڑھتے ہیں اور بارگاہ خداوندی میں پیش

۴۰ ان مضامین کی تفصیل دست پہلے گزر چکیں ۔

کرتے ہیں غرض ہر نازل ہونے والی چیز اور اوپر چڑھنے والی چیز خدا کے علم میں ہے اسی کے حکم کے مطابق اور اسی کے فیصلے سے ہے وہ بد و بدکار تمہارے ہی ساتھ ہے جہاں بھی کہیں تم ہو اور اللہ خوب دیکھتا ہے ان کاموں کو جو تم کرتے ہو وہ کسی وقت اور کسی حال میں تم سے غائب نہیں اور اس سے کوئی عمل چھپا نہیں رہ سکتا خواہ کوئی عمل ظاہر ہو یا چھپ کر کیا جاسے بسبب کہ وہ بد و بدکار دلوں کے حال احوال پر مطلع ہے تو ظاہری اور حسی احوال و احوال اس سے کیونکر پوشیدہ رہ سکتے ہیں۔

اسی کے واسطے ہے سلطنت آسمانوں اور زمین کی کوئی بھی اسکی حدود سلطنت سے نہیں نکل سکتا جہاں بھی جاسے گا اسی کی حکومت اور سلطنت میں گھر ہو گا۔ اور اسی کی طرف تمام امور اور کام لوٹتے ہیں وہی ہر کام کا فیصلہ کرتا ہے اور وہی ہر عمل کی جزا و سزا دیتا ہے کیونکہ ہر عمل اسکی بارگاہ میں آئی جیسے پہنچایا جاتا ہے کہ وہ اسکی جزا یا سزا دے وہی ہے جو داخل کرتا ہے رات کو دن میں اور دن کو داخل کرتا ہے رات میں دن و رات کا گھٹانا بڑھانا اور دن کی روتنی کو مٹا کر رات کی تاریکی پھیلا دینا اور رات کی تاریکی کو دن کے نور سے زائل کر دینا یہ سب کچھ اسی کی قدرت ہے درندہ دنیا کی طاقت اگر تمام مادی وسائل بھی صرف کر دے تو ایک لمحہ کا بھی تغیر و تبدل نہیں کر سکتی اور وہی خوب جاننے والا ہے دلوں کی چیزوں کو کہ کس کے دل میں کیا خیالات ہیں کیسے عقائد ہیں کس قسم کے ارادے اور عزائم ہیں وہ کیا سوچتا ہے اور کس چیز کی آرزو کر رہا ہے اسکی نیت کس عمل میں کہیں ہے غرض یہ سب کچھ اللہ ہی کو معلوم ہے اور اس میں کوئی چیز اس سے پوشیدہ نہیں۔

اسماء حسنیٰ کی توضیح و تفسیر آیت **ذَرْنِیْ اِلٰہَ السَّمٰوٰتِ الْمُسْتَعْنٰی** میں گزر چکی حضرات قدسین وہاں مراجعت فرمائیں۔

عزاض بن ساریہ سے منقول ہے کہ یہ آیت مبارکہ ہزار آیتوں سے بڑھ کر افضل ہے حمد اللہ بن عباسؓ کی ایک حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دس آدمی تیبہ کے محسوس ہونے پر اگر کوئی شخص آیت **وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ** پڑھ لے تو اسکی دل سے ہر قسم کے وساوس و خطرات زائل ہو جائیں گے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب سونے کا راہ فرماتے تو یہ کلمات دعا پڑھتے **اَللّٰهُمَّ رَبَّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ رَبَّنَا وَرَبَّ کُلِّ شَیْءٍ مُّنْزَلٍ التَّوْرٰتِ وَالْاِنْجِیْلِ وَالْفُرْقٰنِ فَالِقَ الْحَبِّ وَالسَّوِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ کُلِّ شَیْءٍ اَنْتَ اَخَذْتَ بِمَا صِیْتُهُ نَتِ الْاَوَّلِ فَلِیْسَ قَبْلُكَ شَیْءٌ وَاَنْتَ الْاٰخِرُ فَلِیْسَ بَعْدَکَ شَیْءٌ وَاَنْتَ الظَّاهِرُ فَلِیْسَ فَوْقَکَ شَیْءٌ وَاَنْتَ الْبَاطِنُ فَلِیْسَ دُوْنَکَ شَیْءٌ**۔ اَقْضِ عَنَّا الدَّیْنَ وَاغْنِنَا مِنَ الْفَقْرِ۔

(صحیح مسلم)

ان کلمات داعیہ میں مناجات و دعا کے ساتھ حق تعالیٰ کی معرفت اسکی شان ربوبیت اور عظمت قدرت کے اوصاف بھی واضح ہیں اور ان کلمات کا تلفظ ایمان و یقین اور معرفت خداوندی کی قوت و برکت کا باعث ہے۔

اے اللہ ان کلمات مبارکہ کی معرفت و حقیقت ہماری زندگیوں میں رچا دے اسی پر زندہ رکھ اسی پر اے اللہ ہمیں موت دے تو فناء مسلمین والحقنا بالصالحین غیر خنزایا ولا مذامی ولا مقتونین
امین یا رب العالمین

۞ ۞ ۞

امِنُوا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ وَاَنْفِقُوا مِمَّا

یقین لاؤ اللہ پر اور اسکی رسول پر اور خرچ کر دو جو کچھ

جَعَلَكُمْ مُّسْتَخْلِفِيْنَ فِيْهِ ۖ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ

تمہارے ہاتھ میں دیا اپنا نائب کر کر سو جو لوگ تم میں یقین لائے ہیں

وَاَنْفِقُوا لَهُمْ اَجْرٌ كَبِيْرٌ ۝ وَمَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُوْنَ

اور خرچ کرتے ہیں انکو نیگ بڑا ہے اور تم کو کیا ہوا کہ یقین نہ لاؤ گے

بِاللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ يَدْعُوْكُمْ لِتُؤْمِنُوْا بِرَبِّكُمْ وَقَدْ

انہ پر، اور رسولوں بلاتا ہے تمکو کہ یقین لاؤ اپنے رب پر اور لے

اَخَذَ مِيْثَاقَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ هُوَ الَّذِيْ

چکا ہے تم سے تمہارا اقرار اگر ہو تم سے وہی ہے جو

يُنَزِّلُ عَلٰی عَبْدِهٖ اٰیٰتٍ بَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَكُمْ مِّنْ

اُتارتا ہے اپنے بندے پر آیتیں صاف کہ نکال لا دے تم کو

الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۚ وَاِنَّ اللّٰهَ بِكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝

اندھیروں سے اُجالے میں اور اللہ تم پر نرمی رکھتا ہے بہر بان

وَمَا لَكُمْ أَلَّا تُنْفِقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلِلَّهِ مِيرَاثُ

اور تم کو کیا ہوا ہے، کہ خرچ نہ کرو گے اللہ کی راہ میں اور اللہ کو سبچ رہتا ہے

السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ لَا يَسْتَوِي مِنْكُمْ مَنْ أَنْفَقَ

ہر کچھ آسمانوں میں اور زمین میں برابر نہیں تم میں جس نے خرچ کیا

مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَتْلَ أُولَئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً

فتح سے پہلے اور قتل ان لوگوں کا درجہ بڑا ہے ان سے

مَنْ الَّذِينَ أَنْفَقُوا مِنْ بَعْدِ وَقْتِهَا وَكُلًّا وَعَدَ

جو خرچ کریں اس سے پیچھے اور لڑیں اور سب کو وعدہ

اللَّهُ الْحَسَنَىٰ وَاللَّهُ يَمَّا تَعْمَلُونَ خَيْرٌ ۚ مَنْ ذَا

دیا ہے اللہ نے خیر کا اور اللہ کو خیر ہے جو تم کرتے ہو کون ہے

الَّذِي يُقْرِضُ اللَّهُ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضِعُّهُ لَهُ وَ

ایسا جو قرض دے اللہ کو اچھی طرح قرض پھر وہ اسکو دونا کر دے اسکے واسطے

لَهُ أَجْرٌ كَرِيمٌ ۝

اور اسکو ملے نیک عزت کا

دعوتِ ایمان بر رب کون و مکان و حکم اطاعتِ رسول

کریم و ترغیبِ نبل مال عزیز برائے رضا خداوند ذوالجلال

قال اللہ تعالیٰ اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ قَدْ سُوْلِيْهِ ۝ اِلٰی وَكَلَّمَ اٰخِرًا كَرِيْمًا

(ربط) امتوار سورت سے خداوند عالم نے اپنی صفاتِ قدرت و عظمت کا بیان فرمایا اس صفت اور خوبیوں کو سن کر ہر مخاطب کو چاہیے کہ ایسی ذات سرا یا عظمت و کبریائی پر ایمان لسنے کے واسطے

تیار ہو جائے اور اسکی اطاعت و فرمانبرداری جو اسکے رسول ہی کے ذریعے ہو سکتی ہے تیار ہو جائے اور کائنات کے خالق و مالک کی خوشنودی کیلئے اپنی جان و مال کی قربانی سے بھی دریغ نہ کرے اور جو مال صرف اللہ ہی نے اسکو عطا کیا ہے اس مال کو اسکی فرماں برداری اور حقوق کے ادا کرنے میں صرف کرے قطعاً بخل نہ کرے ارشاد فرمایا ۔

ایمان لاؤ اے لوگو! اللہ پر اور اسکے رسول پر یقین و معرفت کے راستوں پر چلے کے لئے تیار ہو جاؤ خدا اور اس کا رسول تم کو کسی ایسی بات کی طرف دعوت نہیں دے رہا ہے جو اجنبی اور پہچانی ہوئی نہ ہو خدا کی معرفت ایسی ربوبیت کا اعتقاد تو تمہاری فطرت میں رچا ہوا ہے اسی کی ربوبیت و بندگی کی طرف اس کا رسول دعوت دے رہا ہے پھر آخر کس وجہ سے سستی ہے رنجی اور اعراض ہے مال و دولت اور دنیا کی خواہشات اللہ اور اسکے رسول پر ایمان لانے میں حائل نہ ہوئی چاہیے بلکہ ہر طرح جان و مال سے اسکی اطاعت کے لئے تیار ہو جاؤ اور خرچ کرو اسکی رضا و خوشنودی کے لئے اس مال میں سے جو اس پروردگار نے تمہارے ہاتھوں میں دے دیا ہے تم کو اپنا نائب بنا کر اللہ کے مال کو خرچ کرنے میں مالک وہی اللہ ہے جس نے تم کو پیدا کیا اور سی نے تم کو وہ مال عطا کیا اور تم صرف اسکے نائب اور اس کا مال خرچ کرنے میں امین اور خلیفہ ہی ہو سو جو لوگ تم میں سے ایمان لائے اور انہوں نے اللہ کی راہ میں خرچ کیا انکے واسطے سب ہی بڑا ثواب ہے لہذا جو لوگ اس سعادت سے ابھی تک محروم ہیں انکو چاہیے کہ وہ بھی اس کی طرف رغبت کریں اور اسکے حاصل کرنے کے لئے دوڑیں اگر اے لوگو! ان تمام حقائق کے علم کے بعد بھی اس کی طرف رغبت اور سبقت نہیں کرتے تو بڑے ہی افسوس کی بات ہے۔

اور کیا ہو گیا تم کو کہ تم ایمان نہیں لاتے ہو اللہ پر حالانکہ اس کا رسول تم کو دعوت دے رہا ہے اور بل رہا ہے اس بات کے لئے کہ تم اپنے رب پر ایمان لاؤ اور حال رہے کہ تمہارے رب نے تم سے اس بات کا عہد لے لیا ہے عہد الست میں جب کہ تم کو تمہارے باپ آدم کی پشت کے نکال کر تم سے خطاب فرمایا تھا اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ۔ اور تم سب نے اقرار کر لیا تھا وراسی وقت خدا نے یہ بھی بتا دیا تھا کہ میرے رسول تمہارے پاس اس عہد و میثاق کو یاد دلانے کے لئے آئیں گے تم انکی بات ماننا اور ان پر ایمان لانا تو اس عہد کو پورا کر د اگر تم یقین رکھتے ہو در ظاہر ہے کہ اسکے رد کرنے کی تمہارے پاس کوئی دلیل نہیں یہی وجہ ہے کہ اس اقرار کا کچھ نہ کچھ اثر بنی آدم پر آج تک ظاہر ہے خواہ وہ زبان سے خدا کی نصیحت کا اقرار کرے یا نہ کرے لیکن اسکی فطرت کے تقاضے اور مطالبہ اس امر کی گواہی دے رہے ہیں کہ حق تعالیٰ کی معرفت اسکی الوہیت و ربوبیت اسکی فطرت میں موجود ہے۔

وہی ہے پروردگار جو اتنا بڑا ہے اپنے سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کھٹی کھٹی نشانیاں

اور واضح احکام تاکہ تم کو گمراہیوں کے اندھیروں سے نکال کر نور ہدایت کی طرف لے آئے اور بے شک اللہ رب العزت تم پر بہت ہی نرمی کرنے والا مہربان ہے کہ تمکو تمہارے انکار و کفر اور نافرمانی پر سزا دیکر ہلاک نہیں کرتا بلکہ تم کو بہت دے دیا ہے اور اپنی مہربانی سے تمہارے واسطے آفات و بینات نازل کیں جن کے ذریعے تم گمراہیوں سے ————— نجات پا کر فلاح و سعادت کی زندگی اختیار کر لو گے مہربان درحیم پروردگار کے حکم پر تو تمکو ہر طرح کے اشار پر تیار ہو جانا چاہیے اور مال و دولت کی محبت میں خدا اور اسکے رسول کی نافرمانی کر رہے ہو تمہیں چاہیے کہ دنیا اور دنیا کے مال و منال کی حقیقت کو سمجھو اور کیا ہو گیا کہ تم نہیں خرچ کرتے ہو اللہ کی راہ میں حاکمانکے اللہ ہی کے واسطے ہے میراث آسمانوں اور زمین کی سب کچھ فنا ہو جائے گا اور بس اللہ ہی کی ذات باقی رہے گی۔ کُلُّ مَنْ عَلَيهَا فَانٍ وَ يَتَّبِعُ كَيْدَهُ كَذِبُكَ ذُو الْجَنَدَلِ كَيْ لَا كُنْ اِسْ یٰہِ عَقْلٌ كَاتِفَا تُوہی ہے کہ اپنی حیات اور زندگی میں ہی اللہ کی راہ میں خرچ کر دو تاکہ تمہارے مرنے کے بعد وہ تمہارے واسطے ذخیرہ ہو سکے اسکے برعکس اگر تم نے کچھ خرچ نہ کیا تو ظاہر ہے کہ سب کچھ چھوڑ کر مرنا ہے در ایسی صورت میں آخرت میں بھی کوئی ذخیرہ تمہارے کام آنے والا نہ ہو گا اور اللہ کی راہ میں خرچ کی قدر و منزلت ضرورت اور حالت کے لحاظ سے ہے جب اللہ کے دین میں خرچ کرنے کی ضرورت ہے اور اسلام و مسلمین کمزور و محتاج ہیں تو یقیناً اس وقت اس کا درجہ اللہ کے یہاں بہت بڑا ہو گا اسکے برعکس یہ وقت گر نکل گیا اور اسلام مستغنی ہو گیا اس طرح کی ظاہری امداد و اعانت سے تو پھر یقیناً یہ درجہ نصیب نہ ہو گا اسلئے معلوم ہو جانا چاہیے کہ برابر نہیں تم میں سے وہ شخص جس نے فتح مکہ سے قبل خرچ کیا اور فتح مکہ سے قبل جہاد کیا بے شک یہ لوگ بڑے درجہ والے ہیں بہ نسبت ان لوگوں کے جو بعد فتح مکہ کے خرچ کریں اور قتال کریں دونوں گروہوں میں اشار و قربانی اور اسلام کی اعانت و مدد کے لحاظ سے بڑا فرق ہے اور یوں تو اللہ تعالیٰ نے ہر ایک سے نیک بدلہ کا وعدہ کیا ہے کہ ہر شخص کو نیکی کا بدلہ جزا و حسن دینی کی صورت میں ملے گا اور اللہ ان تمام کاموں سے باخبر ہے جو تم کر رہے ہو ہر ایک کو اسکے اخلاص اور جذبہ اور عمل کی قدر و قیمت کے

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض مفسرین فتح سے مراد صلح حدیبیہ لیتے تھے لیکن جمہور مفسرین کے نزدیک فتح مکہ ہی مراد ہے استاد محترم شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی فرماتے ہیں کہ یوں تو اللہ کے راستہ میں کسی وقت بھی خرچ کیا جائے اور جہاد کیا جائے وہ اچھا ہی ہے خدا اس کا بہترین بدلہ دنیا اور آخرت میں دے گا لیکن جن مقدرواؤں نے فتح مکہ یا صلح حدیبیہ سے پہلے خرچ کیا اور جہاد کیا وہ بڑے درجے لے اڑے بعد والے مسلمان انکو نہیں پہنچ سکتے کیونکہ وہ وقت نضا کو حق کے ماننے والے اور اس پر لڑنے والے اقل قلیل تھے اور دنیا کافروں اور باطل پرستوں سے بھری ہوئی تھی اس وقت اسلام کو جانی اور مالی

باقی حاشیہ نگار محمد پر

من سب جوار عطا فرماتے گا ایسی صورت میں تو ایک لمحہ کے لیے بھی اللہ کی رہ میں ایسا روبروئی سے دریغ اور تاجرہ کر لی جاتی ہے لہذا یہ اعلان کیا جا رہا ہے کون ہے ایسا جو فرض دے اللہ کو بہتین فرض دیا جس کو اللہ تعالیٰ بڑھاتے گا خوب بڑھانا اسکے واسطے دنیا میں بھی اسکی رکعت کی حد و انتہا نہ ہوگی اور آخرت میں اسکے واسطے اجر و ثواب ہوگا عزت و کرامت والا وہ جنت کی مہتمم نعمتوں اور راحتوں میں ہوں گے جن کا نہ کسی انسان نے تصور کیا ہوگا نہ کسی آنکھ نے ایسی نعمتیں دیکھی ہوں گی اور نہ کسی کان نے سنا ہوگا۔

صدق اللہ فلا تغلب نفسہا اخرجی کلہم من قرۃ اعلین حکم آءیمک کا نوا بعملوک

حافظ ابن کثیر نے ابن ابی حاتم کی اسناد سے روایت کیا ہے کہ عبد اللہ بن مسعود نے بیان کیا کہ جب یہ آیت نازل ہوئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے لوگو! اللہ فرما رہا ہے من ذالذکف لفرش اللہ فیضا حسنا، صحابہ کی جماعت میں حاضر ایک صحابی ابوالدرداءؓ کہنے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، خدا تعالیٰ ہم سے قرض کا ارادہ فرما رہا ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں! یہ سن کر کہتے ہیں یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ اپنا دست مبارک بڑھائیے آپ سے اپنا ہاتھ آگے بڑھا دیا ابوالدرداءؓ نے اپنا ہاتھ آپ کے دست مبارک پر رکھتے ہوئے گویا بصورت بیعت کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بس میں نے اپنا باغ اپنے رب کو قرض دے دیا انکا بہت بڑا باغ تھا جس میں چھ سو درخت

قربانوں کی ضرورت زیادہ تھی اور مجاہدین کو بظاہر اسباب اموال و غنائم کی توقعات بہت کم ایسے حالات میں ایمان مانا اور خدا کے راستہ میں جان و مال نثانا بڑے ولولہ م اور پہاڑ سے زیادہ ثابت قدم انسانوں کا کام ہے۔ فرضی اللہ علیہم ورضو، عنہ درق

اللہ علی اتباعہم وحبہم ایبت یا رکت العلیین ۱۲ فوائد عثمانی۔

حافظ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں ابن عمر رضی اللہ عنہما کی سند سے ایک روایت بیان کی ہے کہ ایک روز میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا مجلس میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی تھے انہوں نے ایک عبا پہنا ہوا تھا جو سینہ پر کئی جگہ سے بھٹا ہوا اور ہر بند لگا ہوا تھا انہوں نے اپنا جو کچھ ماں تھا وہ قبل الفتح (اور قبل از ہجرت اللہ کی راہ میں خرچ کر دیا تھا تو جبرئیل امین اترے اور انہوں نے پوچھا کہ کیا وجہ ہے کہ میں ابو بکرؓ کو اس حالت میں دیکھ رہا ہوں آپؐ نے فرمایا کہ انہوں نے اپنا سارا مال فتح مکہ سے قبل مجھ پر خرچ کر ڈالا ہے ہر بل امین کہنے لگے کہ اللہ رب لعزت کا ان کو پیغام سلام ہے اور یہ کہ ان سے پوچھو کہ کیا تم مجھ سے راضی ہو س فقہ کی حالت میں یا ناراض ہو؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ابو بکرؓ کو خطاب کرتے ہوئے یہ پیغام سنایا ابو بکرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا یہ ممکن ہے کہ میں اے رب سے ناراض ہوں؟ (پت گواہ ہوں) میں اپنے رب سے راضی ہوں ۱۲۔ (تفسیر ابن کثیر جلد ۴)

کھجور کے تھے باغ میں رہا تھی جگہ بھی بنی ہوئی تھی جس میں لکی بیوی ام الدرداءؓ۔ ورائے کے بچے تھے ذرا باغ پر پہنچے اور باغ کے باہری سے بیوی کو پکارا یا ام الدرداءؓ۔ اس نے جواب دیا لیک کہا باغ سے باہر نکل آئیں نے بہ باغ پہنچے پر در در گار کو قرض دے دیا ہے اور اپنے رب کو دیتے ہوئے اسکے رسولؐ کے حوالہ کر دیا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ ام الدرداءؓ فرما ہی انتہائی انبساط و مسرت سے ہوں اٹھی سبحان اللہ اے ابوالدرداءؓ تمہارا یہ معاملہ نہایت ہی نفع بخش ہے یہ کہہ کر اسی وقت اپنے بچوں اور سامان سمیت باغ سے باہر نکل آئیں اسی پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ کس قدر خوشی ہے ابوالدرداءؓ کے واسطے جو میں جنت میں نکلے ہوئے دیکھ رہا ہوں ایک روایت میں ہے کہ یہ خوشی یا قوت اور موتوں کے ہیں۔

يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ

جس دن تو دیکھے ایمان والے مردوں کو اور عورتوں کو

يَسْعَىٰ نُوْرُهُمْ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَانِهِمْ بُشْرٰكُمُ

دور تہی چلتی ہے انکی روشنی انکے آگے اور انکے دائیں بائیں خوشخبری ہے

الْيَوْمَ جَنَّتْ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ

تم کو آج کے دن باغ ہیں پیچھے بہتیں جنکے نہیں رہیں سدا رہیں

فِيهَا ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿۱۲﴾ يَوْمَ يَقُولُ الْمُنٰفِقُونَ

ان میں، یہ جو ہے یہی ہے بڑی مراد سنی جس دن کہیں گے دعا باز مرد

وَالْمُنٰفِقَاتُ لِلَّذِينَ آمَنُوا انْظُرُونَا نَقْتَبِسْ مِنْ

اور عورتیں ایمان والوں کو ہماری راہ دیکھو ہم بھی سنگا لیں

نُورِكُمْ قِيلَ ارْجِعُوْا وَاٰءَكُمْ فَالْتَمِسُوْا نُورًا

تمہاری روشنی سے کسی نے کہا اے جاؤ پیچھے پھر ڈھونڈو نور دشمن

فَضْرَبَ بَيْنَهُمْ بِسُورٍ لَهُ بَابٌ بَاطِنُهُ فِيهِ

پھر کھڑی کر دی انکے بیچ میں ایک دیوار جسکو ایک دروازہ انکے اندر میں

الرَّحْمَةِ وَظَاهِرُهُ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ ۝ ينادونهم

بہر ہے اور باہر کی طرف عذاب بہ انکو پکارتے ہیں

أَلَمْ نَكُنْ مَعَكُمْ قَالُوا بَلَىٰ وَلَكِنَّكُمْ فَتَنْتُمْ

کیا ہم نہ تھے تمہارے ساتھ وہ بولے کیوں نہ تھے؟ لیکن تم نے بھلا دیا

أَنفُسَكُمْ وَتَرَبَّصْتُمْ وَارْتَبْتُمْ وَغَرَّتْكُمُ الْأَمَانِيُّ

آپ کو اور راہ دیکھتے رہے اور دھوکے میں پڑے اور بہکے خیالوں پر

حَتَّىٰ جَاءَ أَمْرُ اللَّهِ وَغَرَّكُمْ بِاللَّهِ الْغُرُورُ ۝ فَالْيَوْمَ

جب تک آپنچا حکم اللہ کا اور تمکو بہکایا اللہ کے نام سے اس دغا باز نے سو آج تم سے

لَا يُؤْخَذُ مِنْكُمْ فِدْيَةٌ وَلَا مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا ۚ

نہیں قبول چھڑوائی دینی اور نہ منکروں سے

مَا وَلَكُمْ النَّارُ هِيَ مَوْلَاكُمْ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ۝

تم سب کا گھر دوزخ ہے وہی ہے رفیق تمہاری اور بُری جگہ جا پہنچے

اھوال آخرت و میدان حشر مع ذکر انعام و اکرام

مومنین و ذلت و ناکامی مسکین

قال اللہ تعالیٰ یَوْمَ تَنزَى الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتُ اِلٰی بِئْسَ الْمَصِيرُ
(ربط) ابتداء سورت سے حق تعالیٰ شانہ کی عظمت و پاکی بیان کی گئی اور یہ کہ ساری کائنات اسکی
رہبریست واللہ بہت کا اقرار کرتی ہے اور وہی اوس و آخر ہے اور وہی ظاہر و باطن اور ہر جہر کا عالم اور

کہ جو تم نے بادلہ رکھی تھیں کہ دین اسلام (العیاذ باللہ) ختم ہو جائے گا اور مسلمانوں کو ذلت و ناکامی کا سامنا کرنا پڑے گا سب ختم ہو گئیں اور اسکے برعکس تم ہی کو ذل و ناکامی ہونا پڑا یہاں تک کہ تم اسی کفر و نفاق پر مڑے اور اس قیامت کا عذاب اور جہنم کا سزا چکھو اور تمکو دھوکہ میں ڈالو کہ بارے میں ایک دعا بارے اور اس دعا باز شیطان نے تمکو ایسا بہکا یا اور ایسا بھٹکا یا کہ اب کوئی راستہ ہی رستگاری کا باقی نہ رہا سو آج کا دن ایسا ہے تم سے اے منافق! کوئی فدیہ نہ لیا جائے گا کہ تم فدیہ دیکر ہی چھٹکارا حاصل کرو اور نہ کافروں سے کوئی فدیہ قبول ہوگا اور تم سب کا ٹھکانا دوزخ ہے یہی دوزخ تمہاری رفیق ہے اور بہت ہی برا ٹھکانا ہے نہ کسی اور کی رفاقت کی توقع رکھو اور نہ ہی بر تصور کرو کہ تم کسی اور جگہ روٹ کر جا سکو گے بس جہنم ہی بلجاء مادی ہے اور اسکا عذاب رفیق و ساتھی ہے جس سے کبھی بھی مفارقت نہ ہوگی۔

میدان حشر میں منافقین کی مومنین کے التجار

آیت یَوْمَ یَقُولُ الْمُنَافِقُونَ وَالْمُنَافِقَاتُ میں منافق مردوں اور منافق عورتوں کی اہل ایمان سے ایک درخواست و التجار کا ذکر فرمایا جا رہا ہے کہ وہ اس تاریکی میں جو ان پر مسط ہوگی اور میدان حشر میں بدحواسی کا عالم ہوگا تو کس طرح وہ اہل ایمان سے التجار کریں گے۔

حضرت ابو امامہؓ سے روایت ہے کہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ ایسی ظلمت واقع فرمائے گا (ابتداءً) کہ کوئی چیز بھی نظر نہ آتی ہوگی حتیٰ کہ کسی مومن کو اور نہ کسی کافر کو اپنی ہتھیلی بھی نظر نہ آتی ہوگی یہاں تک کہ اللہ رب العزت مومنین کی طرف ایک نور بھیجے گا جو انکے اعمال کے مناسب ہوگا اور ایمان اور تقویٰ کے درجہ کے مطابق کسی کا پہاڑ کے برابر ہوگا و کسی کا کھجور کے بقدر تو اس دشمنی کو دیکھ کر مسافین اہل ایمان کے پیچھے دوڑیں گے لیکن جب دیکھیں گے کہ ان تک رسائی نہیں ہو رہی ہے تو کہیں گے اَنْطَرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّورِکُمْ۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ روز حشر جب تمام محقوق ظلمت و تاریکی میں گھری ہوگی تو اللہ تعالیٰ ایک نور بھیجے گا جو اہل ایمان کو اللہ کی طرف سے جنت کی راہنمائی کر رہا ہوگا منافقین کو جب اس طرح کا نور محسوس ہوگا تو وہ مومنین کے پیچھے چلنے لگیں گے مگر اللہ تعالیٰ ان پر تاریکی مسط فرمائے گا اس وقت منافقین اہل ایمان سے التجا کریں گے اور بہ بات یا دلاتیں گے کہ ہم تو دیا میں ہمارے ساتھ گئے رہا کرتے تھے۔

ابن ابی بکرؓ کی روایت میں ابن عباسؓ سے یہ منقول ہے فرمایا کہ یہی وہ نور ہوگا جسکی نیکیں اور زیادتی کی اہل ایمان اللہ سے دعا کرنے لگیں گے رَبَّنَا اَنْتُمْ لَنْ تُورَنَا اور بد وقت ایسا ہوگا کوئی

کسی کو یاد کرنا نہ ہوگا بلکہ ہر ایک اپنی ہی فکر میں ہوگا اہل ایمان شوقِ جنت میں ہر ما سوا سے بے تعلق ہوں گے اور کافروں منافعِ اسبابِ عذاب کے مشاہدہ سے بدحواس ہوں گے اور اس وقت مومنین کے نور سے منافقوں کو کچھ نظر نہ آ سکے گا جیسے کہ نابینا انسان کو بینا کی آنکھ کی روشنی سے کچھ نظر نہیں آ سکتا۔

حافظ ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں بروایت ابن ابی حاتمؒ بیان کیا کہ حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ باب وشنؒ پر ایک جنازہ کی تجہیز و تدفین میں شریک تھے جب نماز ہو چکی اور لوگ جنازہ دفن کرنے لگے تو فرمایا اے لوگو! ابھی تم صبح و شام کر رہے ہو ایسی جگہ جہاں تم نیکی اور بدی کی تقسیم کر سکتے ہو اور کر رہے ہو لیکن عنقریب ایک دقت ایسا آنے والا ہے تم یہاں سے ایک دوسری منزل کی طرف کوچ کرو گے اور وہ یہ قبر کی منزل ہے اور پاتھ سے قبر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا یہ تنہائی کا گھر ہے یہ تاریکی کی جگہ ہے یہ کیڑوں کا مقام ہے جو انسان کے جسم کو کھاتیں گے یہ تنگی کی جگہ ہے بحر اس کے کو اس پر اللہ کشادہ کر دے پھر تم اس قبر سے بسن حشر کی منزل کی طرف منتقل ہو گے یہاں کے مراحل میں ایک مرحلہ یہ تو ہے جو کہ تمام انسانوں کو خدا کا ایک لہر دھلکے گا جس سے کچھ چہرے سید ہوں گے اور کچھ چہرے سیاہ ہوں گے پھر اس مرحلہ سے تم ایک دوسرے مرحلہ کی طرف منتقل ہو گے جہاں تاریکی ہی تاریکی ہوگی جو سب پر مستط ہوگی اس وقت ایک نور ظاہر ہوگا جو تو من کو عطا کیا جائے گا لیکن کافر و منافق اس سے محروم رہیں گے انکو اس نور سے ذرہ برابر بھی کچھ نہ دیا جائے گا یہی وہ چیز ہے جس کو حق تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے اَوْ كَظُلُمَاتٍ لِّيَ بَخْرٍ لَّحِيٍّ يَعْشُهُ مَوْتٌ مِّنْ فَوْقِهِ مَوْتٌ مِّنْ فَوْقِهِ سَحَابٌ مَّلَكُتُ اَبْعَضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ اِدَا اَخْرَجَ يَدًا لَّمْ يَكُنْ يَكْنُ يَرَاهَا وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُورًا فَمَا لَهُ مِن نُّورٍ تو اس وقت کافر و منافق جو من کے نور سے کسی طرح بھی فائدہ نہیں حاصل کر سکے گا جیسے کہ کوئی نابینا شخص بینا انسان کی آنکھ اور اس کی روشنی کے کچھ نہیں دیکھ سکتا۔

روایات تفسیر سے یہ جہیز ظاہر ہو رہی ہے کہ جو کھیلے کافر ہیں انکو ابتداء ہی سے فور سے محروم رکھا جائے گا اور انکے لیے پل صراط پر چھٹنے کی نوبت ہی نہیں آئے گی شروع ہی سے انکے واسطے جہنم کے دروازے کھلے ہوں گے جن میں انکو دھکے دیکر جہنم میں جھونک دیا جائے گا البتہ جو کسی نبی کی اُمت میں ہیں خولہ وہ سچے ہیں یا کچے انہیں پل صراط پر سے گزرنے کا حکم ہو گا اور اس پر چڑھنے کے وقت سخت اندھیرا ہو گا اس وقت ایمان والوں کے ساتھ روشنی ہو گی منافق بھی کوشش کریں گے اس روشنی میں اہل ایمان کے پیچھے پیچھے چلیں گے مگر اہل ایمان جلد ہی آگے بڑھ جائیں گے اس وقت منافق انکو پکاریں گے اَلْطَّرِيقُ نَا فَتَقْتَسِمُوْا نُوْرَ كُمْ کہ ذرا ہمارا انتظار کر دنا کہ ہم تمہارے ساتھ مل کر چلیں۔ آخر دیا میں بھی تو ہم تمہارے ساتھ تھے اس پر تو میں کہیں گے اِنْ جَعَلُوْا نُوْرًا لِّكُمْ فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا کہ پیچھے لوٹو اور وہاں روشنی تلاش کر دھیے ہی لوٹیں گے فوراً ہی ایک دیوار حائل

کر دیجائے گی اور ایسکے اس طرف رحمت ہوگی جس طرف تو مبین ہوں گے اور دوسری طرف عذاب ہوگا جس میں منافقین کو جھونک دیا جائے گا الغرض نفاق حسب اصل سبب ظلمت و تاریکی کا ہوا تو ان ایمان و خصلتوں کو قیامت کے روز نور کا ذریعہ فرمایا گیا جو ایمان و اخلاص کی دلیں ہوتے ہیں مثلاً رات کی تاریکیوں میں نمازوں اور جماعت کے یہ باہر نکلنا جیسا کہ ارشاد ہے بشر لمنائین فی الظلم الی المساجد بالسورۃ التامہ کہوم الفیاضہ راہود ذہد و ترمذی یعنی بشارت سنادوان لوگوں کو جو کثرت سے رات کی تاریکی میں مسجد کی طرف جائے والے ہیں ایک مکمل نور کی قیامت کے روز رات کی تاریکیوں میں جماعت کی پابندی اور مسجد کی حاضری ایمان و اخلاص دلوں ہی کا کام ہے تو اس پر نور کی بشارت بیان فرماتی جا رہی ہے اسی طرح جماعتوں کی پابندی بھی ایمان کی علامت ہے تو اس پر بھی بشارت ہے قیامت کے روز نور کی اور نجات و کامیابی کی۔

ۛ

ۛ

ۛ

الْمَيَّانَ لِلَّذِينَ آمَنُوا أَنْ تَخْشَعَ قُلُوبُهُمْ لِذِكْرِ اللَّهِ

کیا وقت نہیں پہنچا ایمان والوں کو کہ گڑ گڑاویں انکے دل ملنے کی یاد سے

وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ وَلَا يَكُونُوا كَالَّذِينَ أُوتُوا

اور جو اترا سچا دین اور نہ ہوں جیسے جن کو کتاب

الْكِتَابِ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْأَمَدُ فَقَسَتْ

ملی اس سے پہلے پھر میں گزری ان پر مدت پھر سخت ہو گئی

قُلُوبُهُمْ ۖ وَكَثِيرٌ مِنْهُمْ فَاسِقُونَ ﴿۱۶﴾ اَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ

انکے دل اور بہت ان میں بے حکم ہیں جان رکھو: کہ اللہ

يُحْيِي الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْآيَاتِ لَعَلَّكُمْ

جلاتا ہے زمین کو اسکے مرے پرچھے ۔ ہم نے کھول سُنائے تم کو پتے اگر تم کو

تَعْقِلُونَ ﴿۱۷﴾ إِنَّ الْمُسْذِقِينَ وَالْمُصَدِّقَاتِ وَأَقْرَضُوا

بوجھ ہے ۔ تحقیق جو لوگ خیرات کرنے دے مرد اور عورتیں اور قرض دیتے ہیں

اللَّهُ قَرْضًا حَسَنًا يُّضَعْفُ لَهُمْ وَلَهُمْ أَجْرٌ

اللہ کو اچھی طرح قرض، انکو ملنی ہے دونی، اور انکو نیک ہے

كَرِيمٌ ۱۸ وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ أُولَٰئِكَ

عزت کا، اور جو لوگ یقین لائے اللہ پر اور سب اسکے رسولوں پر وہی ہیں

هُمْ الصِّدِّيقُونَ ۱۹ وَالشَّهَادَةُ عِنْدَ رَبِّهِمْ لَهُمْ

پچھے ایمان والے اور احوال بتانے والے اپنے رب کے پاس انکو ہے

أَجْرُهُمْ وَنُورُهُمْ وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا

ان کا نیک اور انکی روشنی اور جو منکر ہوئے اور جھٹلائیں ہماری باتیں

أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ ۲۰

وہ ہیں دوزخ کے لوگ

شکوہ خداوندی از غفلت اہل اسلام و انہماک در عباد دنیا

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: أَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِينَ آمَنُوا أَنْ تَخْشَعَ قُلُوبُهُمْ... أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ
(ربط گذشتہ آیات میدانِ حشر کے کچھ مناظر بیان کیئے گئے اور یہ کہ منافق اس وقت کیسی ہے چینی اور کرب میں مبتلا ہوں گے اور اس وقت ایسی ہے سر و سلمانی کا عالم ہوگا کہ اہل ایمان سے کچھ دوستی لینا چاہیں گے تو وہ بھی نہ مل سکے گی اور ہولناک تاریکیوں میں بدحواس ہی رہیں گے اب ان آیات میں مسلمانوں کو ایسی غفلت و لاپرواہی سے باز رہنے کی ہدایت و تاکید فرمائی جا رہی ہے اور یہ بھی واضح کیا جا رہا ہے کہ دنیا کی مادی نعمتیں غفلت کا باعث بنتی ہیں اور اہل کتاب سی طرح عیس و عشرت میں پڑ کر خدا سے غافل ہو گئے تھے اور جب ان پر اسی حالت میں ایک طویل مدت گزر گئی تو ایمان و تقویٰ اور تعلق مع اللہ کی تمام صلاحیتوں کو انہوں نے گنوا دیا اور انجام یہ کہ خدا کی اطاعت سے خارج ہو گئے تو عبرت کے لئے اہل کتاب کی ایک تاریخی مثال پیش کرتے ہوئے اس امر پر متنبہ کر دیا گیا کہ غفلت اور نفاق ایک دوسرے کے ساتھ وابستہ ہیں اور نفاق کا انجام روزِ حشر میں کیا ہوگا وہ بیان کر دیا گیا ارشاد فرمایا:

کیا بھی وقت نہیں آیا ہے ایمان والوں کیلئے اس بات کا کہ انکے دل گڑگڑائیں اللہ کی یاد سے اور اس کے لیے جو دین حق اترا ہے یعنی قرآن اور احکام دین کو اسکی طاعت کے لیے انکے دل زما جائیں اور حیثیت دلقوی کے آثار ان میں پیدا ہوں اور نہ ہو جائیں ان لوگوں کی طرح جنکو ان سے پہلے کتاب دی گئی پھر ان پر انک مدت دراز گزری کہ وہ دنیوی لذتوں اور عیش و عشرت میں پڑ کر خدا سے غافل ہو گئے پھر انکے دل سخت ہو گئے اس وجہ سے انکو اس کا احساس بھی نہ رہا کہ یہ غفلت و نافرمانی انکو کس منزل پر پہنچائے گی چند پھر باغی و نافرمان ہو گئے اور ان میں سے بہت سے نافرمان ہیں تو مسلمانوں کو یہ نہ چاہیے کہ وہ اہل کتاب کی سی روشیں اور عادت اختیار کریں اے مسلمانو! جانو بے شک اللہ تعالیٰ زندہ کرتا ہے زمین کو اس کے مردہ ہو جانے کے بعد جیسے کہ متاثر ہے کہ بجز زمین پر رحمت کی بارشیں برستی ہیں اور پھر وہ سرسبز و شاداب ہو جاتی ہیں تو اسی طرح سے اسے اہل عرب تم دور جاہلیت میں ایسے ہی ہو چکے تھے جیسے کہ بے آب دیگہ بجز زمین مگر اللہ نے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا۔ قرآن کریم نازل فرمایا اور روح و قلب کو شاداب کرنے والی اس بارش نے تمہارے قلوب کی دنیا زندہ و تازہ اور شاداب بنادی بس اسانہ ہونا چاہیے کہ اس سرسبز و شاداب باغ کو اپنی غفلت اور قلبی قسادت سے پھر دیران و بجزر مبادو۔

بے شک ہم نے تمہارے واسطے بہت سی نشانیاں کھول کھول کر بیان کر دی ہیں امید ہے کہ تم سمجھ جاؤ اگر کوئی شخص اس قسم کی غفلت کا مرتکب ہو چکا ہے تو اس کے واسطے توبہ کا دروازہ کھد ہوا ہے وہ تائب ہو جائے تو پھر اللہ کی رحمت اسکے ایمان و تقویٰ کے باغ کو شاداب بنا سکتی ہے ایمان اور اخلاص اگرچہ قلب کی گہرائیوں میں چھپی ہوئی صفت کا نام ہے لیکن ہر صفت کی ظاہری علامت و نشانیاں ہوتی ہیں ان علامات میں سے ایثار و صدقہ بہترین علامت اور اخلاص کا ثبوت ہے اس بار پر یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ بے شک صدقہ دینے والے مرد اور صدقہ دینے والی عورتیں اور وہ لوگ جو اللہ کو فرض حسن دیں دو گنا کیا جائے گا انکے واسطے انکا دیا ہوا صدقہ دنیا میں کہ از کم دو گنا ورنہ زائد سات سو گنا تک ہو سکتا ہے اور اسکے علاوہ انکے واسطے بہت ہی عزت کا ثواب ہو گا آخرت میں ظاہر ہے کہ جن لوگوں نے اپنا مال ایسے اخلاص و در صدقہ نیت سے اللہ کی راہ میں خرچ کیا وہ اسکے مستحق ہیں کہ دنیا میں بھی انکو بدلے اور آخرت میں بھی اجر عظیم اور ثواب کریم کے مستحق ہوں اور جو لوگ پورے اخلاص کے ساتھ ایمان لائے اللہ پر اور اسکے رسول پر بے شک ہیں لوگ سچے ایمان والے ہیں اور گواہ ہیں اپنے رب کے یہاں جب کہ قیامت کے روز سارا کا امتیاز پیش ہوں گی اور انکے ابیاء علیہم السلام سے کہا جائے گا کہ تمہارے واسطے کون اس بات کا گواہ ہے کہ تم نے اپنے رب کا پیغام اور اسکے احکام اپنی اپنی قوموں کو پہنچا دیئے تھے تو امت محمدیہ لائی جائے گی اور یہ گواہ ہوں گے کہ بے شک اے اللہ ان پیغمبروں نے میرے پیغام اور احکام پہنچا دیئے کما قال اللہ تعالیٰ وَكَذَرْتُ بَعْلَانَا كُمْ اُمَّةً وَمَسَّاهُ لَنَكُونَنَّ اَشْهَادًا

عَلَى النَّاصِبِ وَيَكُونَتِ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ مَشِيْدًا اِذَا هُوَ اِيْمَانُ وَالْوَلُوْنَ كَيْ يَسْئَلُوْا فَاَبُوْا
اِيْمَانُ وَتَقْوٰى وَرَاخِلًا كَاوَرُوْشِيْ بُوْغِيْ جُوْمِيْدِيْنِ حَشْرِيْنِ اَنْكِيْ اَكِيْ اَوْرَاخِيْ دَايِيْ بُوْغِيْ اَوْرُوْهَ اَعَزَاوَرُوْ اَكْرَامِ
اَوْرُسْكُوْنَ دَاوِيْمِيْنِ كِيْ سَاخُوْ اِسْ رُوْشِيْ يِيْ اِيْنِيْ جَنْتِ كِيْ طَرَفِ جَاَسِيْ هُوْنِ كِيْ اَوْرَاخِيْ بِالْمَقَابِلِ وَه
بَدَلِصِيْبِ جَنْهُوْنَ لِيْ كُوْرِيْ اَوْرُوْهِيْ اِيْتُوْنَ كُوْجُشْلَا يَادُوْ جَنْهْمِ دَاوِيْ يِيْ اَوْرَاخِلِ جَنْهْمِ وَ اِنِ هِيْ كِيْ وَاَسِيْ
تِيَارِ كِيْ نَمِيْ هِيْ اَنْكِيْ عِلَاوُوْ اَكْرَامِيْ تُوْجِيْدِ كِيْ كُحْ جُحْرِيْنِ سِرَاكِيْ يِيْ عَذَابِ جَنْهْمِ يِيْ جَاِيْ كِيْ كِيْ تُوْ سُرَا
كِيْ بَدِيْ خَاَعَتِ يَارَحْمَتِ خُدَاوَنَدِيْ سِيْ اَزَادِ كَرِيْتِيْ جَاِيْ كِيْ مَكْرِيْ كَا فَرُوْ تُوْ بِيْمِيْ سِيْ بِيْمِيْ اِسْ يِيْ رَاِيْ كِيْ
سِيْلِيْ اَمَلِ اَصْحَابِ اَلْجِيْمِ كَاوَرُوْشَرِيْنِ هِيْ يِيْ .

بعض حضرات نے یہاں شہید کا ترجمہ اللہ کی راہ میں شہید ہونے والا ہی کیا ہے اور اس کا
قرینہ یہ سمجھا کہ آیت کریمہ اُولَئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مَمَاتِ
النَّبِيِّْنَ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ اُولَئِكَ اَتَتْهُمْ رَحْمَتُ اللّٰهِ اَنْزَلَتْ لَهُمْ مِنْ غَمَمِهِمْ جُودًا
اور صدیقیت کے مقام کے بعد مقام شہادت ہے تو اس لحاظ سے وَالْمُؤْمِنَاتِ اُولَئِكَ اَتَتْهُمْ رَحْمَتُ اللّٰهِ اَنْزَلَتْ لَهُمْ مِنْ غَمَمِهِمْ جُودًا
کا مفہوم خدا کیلئے اپنی جان قربان کرنا اور اپنے رب کے یہاں شہید ہونا بیان کیا ہے ۔

عوفی نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ اُولَئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مَمَاتِ
سے مضمول اور مراد ہے اور اُس کے لفظ وَالْمُؤْمِنَاتِ اُولَئِكَ اَتَتْهُمْ رَحْمَتُ اللّٰهِ اَنْزَلَتْ لَهُمْ مِنْ غَمَمِهِمْ جُودًا
اہل ایمان کے لیے تو وصف صدیقون ذکر فرما دیا اب ان کے بعد وَالْمُؤْمِنَاتِ اُولَئِكَ اَتَتْهُمْ رَحْمَتُ اللّٰهِ اَنْزَلَتْ لَهُمْ مِنْ غَمَمِهِمْ جُودًا
مستقلہ میں شہداء کا عند اللہ ہونا بیان فرمایا ۔ سرورِ حق اور ضحاک نے عبد اللہ بن سوہب سے بھی اسی طرح
نقل کیا ہے فرمایا یہ تین قسمیں ہیں جن کا حق تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے ۔

مصدقین ، صدیقین اور شہداء اور یہ وہی تین گروہ ہیں جنکو آیت مبارکہ وَمَمَاتِ يُطِيعُ اللّٰهُ
وَالرَّسُوْلَ قَاوْلًا مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مَمَاتِ لِّلنَّبِيِّْنَ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ اُولَئِكَ اَتَتْهُمْ رَحْمَتُ اللّٰهِ اَنْزَلَتْ لَهُمْ مِنْ غَمَمِهِمْ جُودًا
میں ذکر کیا گیا ۔

حضرات مفسرین کی ایک جماعت یہ کہتی ہے کہ صدیقین و شہداء ایک ہی گروہ ہے اور شہداء
صدیقین ہی کا وصف ہے اور معنی یہ ہیں کہ یہ گواہ ہوں گے اپنے رب کے یہاں حافظ ابن
کثیر نے بروایت برادر بن عازب مرفوعاً یہی تفسیر کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا مومنوا امتی شہداء اور پھر یہ آیت تلاوت فرمائی اسی روایت کے پیش نظر
ترجمہ میں الفاظ کا اضافہ اور وضاحت کی گئی ۱۲ واللہ اعلم بالصواب

دنوی نعمتوں اور راحتوں کی فراخی طبعاً انسان کو غافل بناتی ہے

انسانی طبیعت کا خاصہ ہے اور بہت ہی کم سعادت منداں سے مستثنیٰ ہوا کرتے ہیں کہ دنیوی انعامات و راحتوں کی کثرت سے اس میں غفلت و لاپرواہی کے آثار پیدا ہو جاتے ہیں اسی وجہ سے ارشاد فرمایا گیا ہے: **وَعَمَلُوا آلَ دَاوُدَ مُشْكِرًا وَكَذٰلِكَ نَبْلِيْهُمْ عِبَادِيَ الشُّكُوْرُ** حضرت خذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے ہیں کہ ہمیں قدرتِ خداوندی کی طرف سے دو آزمائشوں میں آزمایا گیا ابتلینا بالصبر فصبرنا ثم بتینا بالصبر فلم نصبر ایک امتحان معائب اور شفقتوں کا ہوا جس پر ہم نے صبر کیا اور کامیاب ہوئے پھر راحتوں اور نعمتوں کے ساتھ امتحان ہوا تو اس میں ہم مہرب نہ کر سکے اور اس امتحان میں ہم کامیاب نہ ہوئے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں: مَا كَانَتْ بَيْعَتُ اسْلَامِنَا وَبَيْعَتُ ابِ عَاتِبِنَا اَللّٰهُ تَعَالٰی بِهٰذِهِ الْاٰیَةِ: **وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا اَنْتُمْ تَخْشَعْنَ قُلُوْبُهُمْ لَدِكُمْ اَللّٰهُ** "اِنَّ كَرْبَعَ مَسِيْنٍ اَصْحٰبِ سَمٍ كَمْ هُمْ اِسْلَامَ لَانِ" اور اس آیت کے جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے ہم پر عتاب فرمایا **وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا اَنْتُمْ تَخْشَعْنَ قُلُوْبُهُمْ لَدِكُمْ اَللّٰهُ** نے ہم پر عتاب فرمایا کہ چار ہی سال بعد یہ صورت حال ہوتی کہ اس طرح کی آیت کے نازل ہونے سے ہماری غفلت و لاپرواہی پر عتاب فرمایا گیا۔

ہن کتاب کی قسادت کی تفصیل پہلے گزر چکی سورۃ بقرہ سے لے کر آخر قرآن کریم تک متعدد حصوں میں ان پر انعاماتِ خداوندی اور انکی غفلت کا ذکر کیا گیا اور یہ کہ انکی قسادت قلبی سے نسبت یہاں تک پہنچاتی کہ خدا کے اصل احکام کی سرکھ نافرمانی کرنے لگے اور اپنی نفسانی خواہشات کو اپنا اصل پیشوا بنالیا حتیٰ کہ جو حکم خداوندی بھی انکی خواہش کے خلاف ہوا اس میں تحریف شروع کی اور ایسے جیلے اختیار کیے کہ گویا خدا کو یہ بتا دیں کہ ہم تیرے احکام کی اطاعت کر رہے ہیں اور درحقیقت کر رہے ہوں نافرمانی جیسے کہ سپر کے دن پھیلوں کے شکار کے معاملہ میں کیا جس کی تفصیل سورۃ اعراف میں گزر چکی۔

اور بنی اسرائیل کے قلوب کی قسادت کی نوعیت سورۃ بقرہ میں **ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُكُمْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ فَلَمَّا تَخٰۤیَرْتُمْ بَيْنَ اَنْۢ تَعْبُدُوْا لِلّٰهِ وَبَيْنَ اَنْۢ تَعْبُدُوْا لِلْاِۡۤیْدِیۡمِ الَّذِیۡنَ کَفَرُوْۤا سَبَّحُوْۤا لِلّٰهِ اَمَّا فِیۡۤیۡہِمْ سَوَۤءٌ لِّمَآ یَعْبُدُوْنَ مِنْۢ دُوْنِہٖ** میں ذکر فرما دی گئی۔ قسادت کے آثار میں سے سب سے پہلا اثر اور نتیجہ احکام خداوندی سے بے اعتدال اور نافرمانی ہے جسکو ارشاد فرمایا گیا **وَاَکْثَرُوْۤا مِنْہُمْ فِیۡۤیۡہِمْ سَوَۤءٌ**۔

اعْلَمُوا أَنَّمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا

جان رکھو! دنیا کا یہی ہے

لَعِبٌ وَلَهُمْ فِيهَا زِينَةٌ وَتَفَاخُرٌ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ

کھیل اور تمنا اور بناؤ اور بڑائیاں کرنی آپس میں اور بہتاست

فِي الْأَمْوَالِ وَالْأَوْلَادِ كَمَثَلِ غَيْثٍ آجَبٍ الْكُفَّارِ

ڈھونڈھنی مال کی اور اولاد کی جیسے کہادت ایک سینہ کی بھوش لگا سون کو

نَبَاتُهُ ثُمَّ يَهَيِّجُ فَتْرَهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُونُ

انکا سبزہ آگن پھر زور پر آتا ہے پھر تو دیکھے زرد ہو گیا پھر ہو جاتا ہے

حُطَامًا وَفِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيدٌ وَمَغْفِرَةٌ

لادنڈن اور پھلے گھر میں سخت مار ہے اور معافی بھی ہے

مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانٌ ط وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتَاعٌ

اللہ سے اور رضامندی اور دنیا کا جینا تو یہی ہے جس

الْغُرُورِ ۝ سَابِقُوا إِلَىٰ مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ

دغا کی دوڑو اپنے رب کی معافی کو اور بہشت کو

عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ أَعَدَّتْ لِلَّذِينَ

جس کا پھیلاؤ ہے جیسے پھیلاؤ آسمان اور زمین کا رکھی ہے واسطے انکے

أَمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ ذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن

جو یقین لائے اللہ پر اور اس کے رسولوں پر یہ بڑائی اللہ کی ہے دلوں جس کو

يَشَاءُ ۚ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ۝ مَا أَصَابَ

چاہے اور اللہ کا فضل بڑا ہے کوئی آفت نہیں

مَنْ مُصِيبَةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي أَنْفُسِكُمْ إِلَّا فِي

بڑی ملک میں اور نہ آپ تم میں جو نہیں بھی

كِتَابٍ مِّن قَبْلِ أَنْ نَبْرَأَهَا إِنَّ ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ ﴿٢٢﴾

ایک کتاب میں پہلے اس سے کہ پیدا کریں ہم اسکو دنیا میں بے شک ہاں اللہ پر آسان ہے

لَكَيْلًا تَأْسَوْا عَلَىٰ مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوا بِمَا آتَاكُمْ

نا تم غم نہ کھایا کرو اس پر جو ہاتھ نہ آیا اور نہ رنجھا کرو اس پر جو تم کو اس نے دیا

وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ ﴿٢٣﴾ ۝ الَّذِينَ يَبْخَلُونَ

اور اللہ نہیں چاہتا ہے کسی اتراتے بڑی مارتے کو وہ جو آپ نہ دیں

وَيَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبَخْلِ ۖ وَمَنْ يَتَوَلَّ فَإِنَّ اللَّهَ

اور سکھا دیں لوگوں کو نہ دینا - اور جو کوئی منہ موڑے تو اللہ آپ

هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ ﴿٢٤﴾

ہے بے پروا سب خوبیوں سراہا

تمثیل بے ثباتی دنیا و عظمت خداوند خالق
کائنات و تعلیم صبر و قناعت و تاکید فکر آخرت

قَالَ اللَّهُ تَعَالَىٰ - اَعْلَمُوا اَنَّكُمْ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا الْخٰی هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ .

(رہبر) گزشتہ آیات میں انسان کا دنیوی نعمتوں اور راحتوں میں لگ کر یاد خدا اور فکر آخرت سے غفلت ولا پرواہی رہنے پر تنبیہ فرمائی گئی تھی اور یہ کمر یہ طریقہ اہل کتاب کا تھا اہل ایمان کو یہ بات زیب نہیں دیتی اب ان آیات میں دنیا اور دنیا کی لذتوں کی ناپائیداری بیان فرمائی جارہی ہے اور اسکی بے ثباتی کا ایک نقشہ پیش کیا جا رہا ہے تاکہ دنیا کی حقیقت سمجھی جاسکے۔ و ما با۔

جہاں لوہے کے سوا کچھ نہیں کہ دنیا کی زندگی میں ایک کھیل اور تماشہ اور بناؤ سنگار اور تمہارے درمیان آپس میں ایک دوسرے پر فخر کرنا برائیاں مارنا اور مال و اولاد میں زیادتی کی کوشش کرنا بس ان ہی میں مصروف و منہمک رہتے ہوتے انسان اپنی زندگی گزار دیتا ہے بچپن میں کھیل تماشہ ہے جوانی آتی تو بناؤ سنگار میں پڑ گیا پھر کچھ عمر بھرتے ہوئی عزت و جاہ اور ام و نمود اور اپنی ساکھ جمانے کی فکر میں لگ گیا۔ مال و اولاد کے غم میں لگے ہوتے ہیں کہ مال خوب جمع کروں اولاد کے کام آئے گا عزت بڑھے گی قوم میں مقام بلند ہوگا تو اول تا آخر یہی منہ لیں جنکو انسان طے کرتا چلا جاتا ہے اور اس بات کو سوچتا بھی نہیں کہ دنیا کی زندگی سبے کیا ہے اور اسکی حقیقت کیا ہے نہ اس کی ناپائیداری کا خیال ہے اور نہ کبھی یہ تصور کہ ان تمام لذتوں نعمتوں اور راحتوں کا انجام کیا ہے دنیوی زندگی کی حالت بالکل ایسی ہی ہے جیسے بارش کے جب برس تو بہت ہی اچھا لگا اس کا سبزہ اور شادابی کھیتی کر بھولنا کہ پھر برس نہ آئے پھر پھر آتا ہے لہذا نے لگتا ہے تو اسے مخاطب دیکھے گا تو اسکو کہ وہ زرد ہوئے لگا ہے جب پکنے کا وقت قریب آتا ہے پھر جب وہ خشک ہو جاتے تو ریزہ ریزہ ہو جاتا ہے کہ آدمی اور جانور اسکو روند روند کر پورا پورا کر دیتے ہیں اور شادابی و خوبصورتی کا نام و نشان بھی باقی نہیں رہتا جو اس کھیتی کے اُبھرنے اور اسکے سرسبز و شاداب ہونے پر پہلے نظروں کو بھار ہی تھی اب جب کہ وہ کھیتی گھاس پھوس کے تنکے اور ریزے ہو چکی تو اسکی طرف کسی قسم کا میلان ہی باقی نہ رہا یہی حال بالکل دنیا کی زندگی کا ہے اور اسکے سارے سامان کا ہے میرے استاذ حضرت مولانا عثمانیؒ فرماتے ہیں بس یہی حال دنیا کی زندگی اور اس کے ساز و سامان کا سمجھو کہ وہ فی الحقیقت ایک دعا کی پونجی اور دھوکے کی ٹٹی ہے آدمی اسکی عارضی بہار سے فریب کھا کر پنا انجام تباہ کر لیتا ہے حالانکہ موت کے بعد یہ چیزیں کام آنے والی نہیں وہاں کچھ اور ہی کام آئے گا یعنی ایمان اور عمل صالح جو شخص دنیا سے یہ چیز کھا کر مے گیا سمجھو بیڑا بار ہے آخرت میں اسکے لیے مالک کی خوشنودی و رضامندی ہے اور جو دولت ایمان سے ہی دست رہا اور کفر و عصیان کا یو جھلے کر پہنچا اسکے لیے سخت عذاب ہے اور جس نے ایمان کے باوجود اعمال میں کوتاہی کی اسکے لیے جلد یا بدیر دھکتے مکے کھا کر معافی ہے دنیا کا حلاصہ وہ تھا اور آخرت میں معاملہ یہ ہوگا کہ عذاب شدید مقدر ہوگا جس سے نجات کا کوئی اسکان نہیں بجز اللہ کی رحمت اور مغفرت کے جو ایمان و عمل صالح ہی کی بدولت نصیب ہو سکتی ہے۔

اور مغفرت و معافی بھی ہے اللہ کی طرف سے اگر کوئی صاحب ایمان شخص اپنی غفلت و دیرینہ سے کسی گناہ کا ارتکاب کرے اور نادام و شرمندہ ہو کر خدا کی بارگاہ میں تائب ہو اور اللہ کی طرف سے رضامندی بھی ہے ایمان و عمل صالح والوں کے لیے نیز ان لوگوں کے واسطے بھی جو گناہ اور خطا کے بعد تائب ہو جائیں تو خداوند عالم انکی توبہ پر خوش ہو جاتا ہے اور دنیا کی زندگی تو بس دھوکہ ہی کا سامان ہے الغرض جب دنیا کی زندگی اور اس کی لذتیں فانی اور ناپائیدار ہیں اور دنیا کا سامان اور

متاع زندگی در حقیقت دھوکہ ہی کا سامان ہے تو آسان کو چاہیے کہ موت سے غافل نہ ہو آخرت کی فکر میں لگا رہے اور دنیا کے دھوکہ میں مبتلا نہ ہو اس لیے بجائے دنیوی زندگی میں انہماک اور اسکے سارے سامان کی فکر و تیاری کے لیے لوگو! دوڑو اس مغفرت کی طرف جو تمہارے رب کی طرف ہے اور اس جنت کی طرف جس کا عرض آسمان درہن کے پھیلاؤ کے برابر ہے جو تیار کی گئی ہے ان لوگوں کے واسطے جو اللہ پر اور اسکے رسولوں پر ایمان لائے یہی اللہ کا فضل و انعام ہے کہ وہ اپنی تمام تر کستیں اور دوز آہرت اور جنت کی نعمتوں کی طرف پھر دے اور یہ کمال اللہ تعالیٰ عطا فرماتا ہے جس کے واسطے چاہے اسی کا علم محیط ہے وہ جانتا ہے کہ کس میں اس نعمت کی صلاحیت ہے اور کون اس صلاحیت اور سعادت سے محروم رہنے کے قابل ہے اور اللہ برہمے ہی فضل والا ہے جو اپنے انعامات سے بندوں کو نوازتا ہے اور یہ نوازا جانا اور جنت کے انعامات اعمال کا بدلہ نہیں بلکہ محض اللہ کا فضل و انعام ہے اور اس حقیقت کو بھی خوب سمجھ لینا چاہیے کہ جو بھلائی اللہ سے کسی کے واسطے مقدر فرمادی وہ اسکو ضرور حاصل ہو کر رہے گی اور جو چیز کسی کے مقدر میں نہیں وہ کبھی بھی ہاتھ نہیں آسکتی لہذا اگر کوئی خیر یا نفع کی چیز حاصل نہ ہو سکے تو اس پر غمگین و مضطرب ہونے کی ضرورت نہیں اور نعمتوں کے حصول پر غرور و تکبر نہ کرنا چاہیے اور مصائب و آفات سے مضطرب و بے چین ہونا بھی غلط ہے بلکہ یہ اعتقاد قلب کی گہرائیوں میں راسخ کر لینا چاہیے کہ کوئی بھی مصیبت ایسی نہیں ہے کہ جو زمین میں واقع ہو اور نہ کوئی ایسی مصیبت کہ جو تمہاری جانوں میں ہو مگر یہ کہ وہ اللہ کی طرف سے ایک کھس ہوتی کتاب میں ہوتی ہے قبل اس کے کہ ہم اسکو پیدا کریں اور ظاہر کریں اس وجہ سے دیا میں ہر آفت و تکلیف اور راحت و نعمت خدا کے کھسے ہوئے فیصلے ہی کے مطابق واقع ہوتی ہے جسے شک یہ چیز اللہ پر ہمت ہی آسان ہے اسے لوگو! یہ سب کچھ تمکو بتایا اور سمجھایا جا رہا ہے اس وجہ سے کہ تم غم نہ کیا کرو ان چیزوں پر جو تم سے فوت ہو جائیں اور نہ شیخی چٹائی کرو ان چیزوں پر جو اللہ نے تم کو عطا کیں بلکہ اللہ کے انعامات پر فکر کیا کرو اور آفات و مصائب کے آنے پر صبر کیا کرو اور اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتا ہر اس شخص کو جو شیخی چٹانے والا بڑائی مارنے والا ہو ایسے لوگ کہ جو بخل کرتے ہیں خود بھی اور دوسروں کو بھی آمادہ کرتے ہیں کہ وہ بھی بخل کریں یقیناً ایسا ردیہ اللہ سے اور اسکے احکام سے رد گردانی کرنا ہے جو شخص بھی اللہ اور اسکے رسول کی اطاعت سے منہ موڑے گا تو اسکو اپنے انجام سے آگاہ ہونا چاہیے اور یہ بھی سمجھ لینا چاہیے کہ اللہ تو ہر چیز سے بے نیاز ہر خوبی کے ساتھ موصوف ہے انکو کسی کی نافرمانی نقصان نہیں پہنچا سکتی اور نہ ہی اسکو کسی کی فرماں برداری کی کوئی حاجت ہے اس لیے کسی بھی انسان کو اللہ کی عطا کی ہوئی نعمتوں مال و دولت پر مغرور و متکبر نہ ہونا چاہیے اور نہ شیخی اور بڑائی چاہیے اور جو کچھ اللہ نے مال عطا کیا ہے اسکو اللہ کی راہ میں خرچ کرنا چاہیے نہ یہ کہ بخل کرے بلکہ اور ظلم یہ کہ دوسروں کو بھی بخل پر آمادہ کرے تو اس سے بڑھ کر انسان کے واسطے کوئی برائی نہیں ہو سکتی ساتھ ہی اس کو یہ

بھی عقیدہ قلب کی گہرائیوں میں راسخ کر لینا چاہیے کہ ہر راحت اللہ کا انعام ہے اس وجہ سے اس پر شکر گزار ہو اور ہر تکلیف و مصیبت خدا ہی کے فیصلہ سے ہے اس لیے اس پر صبر و استقامت چاہیے اور خدا ہی سے اس مصیبت سے چھٹکارا حاصل کرنے کیلئے رجوع کرنا چاہیے کہ اس کی بارگاہ میں تصرع و زاری اور دعا و التجاہ میں مشغول ہو نہ کہ بے صبری اور بے قراری اختیار کر لے۔

لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ

ہم نے بھیجے ہیں اپنے رسول لشایاں دے کر

وَأَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ

اور اتاری انکے ساتھ کتاب اور ترازو کہ لوگ سیرھے رہیں

بِالْقِسْطِ وَأَنْزَلْنَا الْحَدِيدَ فِيهِ بَأْسٌ شَدِيدٌ وَمَنَافِعُ

انصاف پر اور ہم نے بھارا لوہا اس میں سخت زلّات ہے اور لوگوں کے

لِلنَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللَّهُ مَنْ يَنْصُرُهُ وَرُسُلَهُ بِالْغَيْبِ

کام چلتے ہیں اور تاکلوم کرے اللہ کون مدد کرتا ہے اسکی اور اسکے رسول کی بن دیکھے

إِنَّ اللَّهَ قَوِيٌّ عَزِيزٌ ۝۱۵ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا وَ

بے شک اللہ زور آور ہے لبر دست اور ہم نے بھیجے نوح اور

إِبْرَاهِيمَ وَجَعَلْنَا فِي ذُرِّيَّتِهِمَا النَّبُوَّةَ وَالْكِتَابَ

ابراہیم اور رکھی دونوں کی اولاد میں پیغمبری اور کتاب

فَمِنْهُمْ مُّهْتَدٍ ۚ وَكَثِيرٌ مِنْهُمْ فَسِقُونَ ۝۱۶ ثُمَّ قَفَّيْنَا

پھر کوئی ان میں راہ پر ہے اور بہت ان میں بے علم ہیں پھر پیچھے پیچھے

عَلَىٰ آثَارِهِمْ بِرُسُلِنَا وَقَفَّيْنَا بِعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ

ان کی پچھاڑی پر اپنے رسول اور پیچھے پیچھا عیسیٰ مریم کا بیٹھا

وَاتَيْنَهُ الْإِنجِيلَ ۖ وَجَعَلْنَا فِي قُلُوبِ الَّذِينَ

اور اسکو دی انجیل اور رکھی اسکے ساتھ چلنے والوں کے

اتَّبَعُوهُ رَافِقَةً ۖ وَرَحْمَةً ۖ وَرَهْبَانِيَّةً ۖ ابْتَدَعُوهَا

دل میں نری اور مہر اور ایک دنیا چھوڑنا ابھوں نے نیا نکالا

مَا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ إِلَّا ابْتِغَاءَ رِضْوَانِ اللَّهِ فَمَا

ہم نے ان پر نہ لکھا تھا مگر چاہنے کو رضامندی اللہ کی پھر نہ

رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا ۖ فَآتَيْنَا الَّذِينَ آمَنُوا مِنْهُمْ

نہا اسکو جیسا چاہتے نہا پھر دیا ہم نے انکو جو ان میں ایماندار تھے ان کا

أَجْرَهُمْ ۖ وَكَثِيرٌ مِنْهُمْ فَاسِقُونَ ۝۲۷ يٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ

بگ اور بہت ان میں بے حکم ہیں اے ایمان والو!

آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ ۖ وَأَمِنُوا بِرَسُولِهِ ۖ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ

ڈرتے رہو اللہ سے اور یقین لادو ایک رسول پر دیوے تمکو دو بوجھے

مِنْ رَّحْمَتِهِ ۖ وَيَجْعَلَ لَكُمْ نُورًا تَمْشُونَ بِهِ ۖ وَ

اپنی ہر کے اور رکھ دے تم میں روشنی جس کو چلتے پھرو اور

يَغْفِرْ لَكُمْ ۖ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝۲۸ لَيْلًا يَعْلَمُ

تم کو معاف کرے اور اللہ معاف کرنے والا ہے ہر بان تار جانیں

أَهْلُ الْكِتَابِ ۖ لَا يَقْدِرُونَ عَلَى شَيْءٍ مِّنْ فَضْلِ

کتاب والے کو بائیں سکتے کچھ اللہ کا فضل

اللَّهِ ۖ وَأَنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ ۖ

اور یہ کہ بزرگی اللہ کے ہاتھ ہے دیتا ہے جس کو چاہے

وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿٢٩﴾

اور اللہ کا فضل بڑا ہے

بعثت انبیاء علیہم السلام برائے ہدایت عالم و عطا اسباب رشد و فلاح

قَالَ اللهُ تَعَالٰی لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ اِلٰی... وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ
 رابطہ سابقہ آیات میں دنیا اور دنیا کی ہر راحت و نعمت کی ناپائیداری اور بے ثباتی کا ذکر تھا اور یہ کہ انسان کو چاہیئے کہ آخرت کی فکر کرے دنیا سراسر دھوکہ ہے اس سے غرور و تکبر اور غفلت میں پڑ جانا سب سے بڑی اور ہلک غلطی ہے تو اسباب ان آیات میں فرمایا جا رہا ہے کہ اللہ رب العزت نے تو ہمیشہ ہی تخلیق عالم کے بعد سے اپنے رسولوں اور پیغمبروں کو بھیجا ان پر کتابیں نازل کیں اور بینات و دلائل بھی دیئے تاکہ انسان کو رشد و فلاح کی منزل حاصل کرنے میں کوئی رکاوٹ پیش نہ آ سکے تو ارشاد فرمایا۔

بے شک ہم نے بھیجا ہے اپنے رسولوں کو نشانیاں دیکر اور انکے ساتھ کتاب اتاری اور ترازو تاکہ لوگ عدل و انصاف قائم کریں کتاب ہدایت سے ہدایت کی باتیں سیکھیں اور اس پر عمل کر کے سیدھی راہ اختیار کریں جس سے نجات و کامیابی حاصل ہو اور ترازو بھی اتاری اسکے ذریعہ ہر عمل اور قول عقیدہ اخلاق اور معاملہ تو لا جائے اور معلوم ہو سکے کہ کون سی چیز حق ہے اور کون سی باطل اور کون سا طریقہ معطل اور افراط و تفریط کے درمیان ہے اور کون سا طریقہ انصاف اور حق کے معیار سے گرا ہوا ہے جس طرح کہ جس ترازو سے اشیاء کی برابری معلوم ہوتی ہے اور کمی و زیادتی کا علم اس کے پڑے کے جھکاؤ اور ابھار سے ایک نظر معلوم ہو جاتا ہے اسی طرح اس نازل کردہ میزان ہدایت سے ہر قول و عمل کا درست اور ہر چیز کا صراطِ مستقیم پر ہونا معلوم ہو سکتا ہے اور شریعت کی یہ ترازو قلب و قالب کے جملہ اعمال کے حسن و قبح کو ٹھیک ٹھیک جانچ کر بتاتی ہے اور ہم سے اتارا ہوا کہ زمین میں اسکی کائنیں پیدا کیں جس میں بہت سختی ہے اور منافع بھی ہیں لوگوں کے واسطے کہ لوہے سے اسلحہ اور سامانِ حرب تیار کیا جاسکتا ہے جس سے جہاد و قتال ہوتا ہے اور کافروں پر اسکے ذریعہ سختی و شدت واقع کی جاتی ہے اور ساتھ ہی اسکے ذریعہ لوگوں کی معیشت کے بہت سے مادی فوائد و منفعتیں بھی وابستہ ہیں یہ سب کچھ اللہ کی قدرت کی نشانیاں ہیں تاکہ لوگ اسکی خالقیت و قدرت پر ایمان لائیں اور اسکی اطاعت کریں اور اسلئے کہ اللہ تعالیٰ دیکھ لے کہ کون مدد کرتا ہے اسکی اور اسکی رسولوں کی بغیر اللہ کو دیکھے بے شک اللہ تعالیٰ بڑی ہی قوت والا غالب و عزیز ہے اسکی

فوت و عزت کے مقابلہ میں دنیا کی کوئی حقیقت نہیں اور کافروں کی مجال نہیں کہ اللہ کو اور اس کے رسولوں کو مغلوب کر سکیں۔ پیغمبری اور کتب ہدایت نازل کرنے کے لیے اللہ نے اپنی ہی حکمت سے اپنے رسولوں کو منتخب کیا۔

اور اس طرح ہم نے بھیجا نوح اور ابرہیم کو اور رکھ دیا ہم نے ان دونوں کی اولاد میں نبوت کو اور کتاب کو ان دونوں کو اس طرح نبوت و رسالت اور آسمانی کتب میں نازل کرنے کے لیے جن یاکران ہی کی اولاد میں رسالت اور سلسلہ نبوت رہے اور ان کے بعد یہ دوست ان دونوں کی اولاد سے باہر دجائے اب اسکے بعد جب یہ رسول آئے تو انکی امتوں میں سے بہت سے راہ راستہ برنگئے اور بہت سے ان میں سے نافرمان رہے۔

پھر ہم نے ان کے بعد بھیجے ان ہی کے نقش قدم پر چلنے کے لیے اپنے رسول اور ان سب کے بعد بھیجا عیسیٰ بن مریم کو اور انکو ہم نے انجیل دی جن پر انبیاء بنی اسرائیل کو ختم فرما دیا اور ڈال دی ہم نے ان لوگوں کے دلوں میں نرمی اور مہربانی جنہوں نے انکی اتباع کی اور رہبانیت ترک علاقہ دینور کو بھی انہوں نے اختیار کرنا جو انہوں نے اپنی طرف سے ایک نئی بات ایجاد کی تھی جو ہم نے ان پر مقرر نہیں کیا تھا انہوں نے اپنے اور دنیوی تعلقات سے علیحدگی اور جنگوں اور غارتوں میں زندگی گزارنے کا طرز اختیار کیا ہم نے تو ان پر صرف اللہ کی رضا مندی حاصل کرنا مقرر کیا تھا لیکن وہ اسکو نباہ نہ سکے جیسا کہ اسکو نبھانے کا حق تھا پھر ہم نے ان لوگوں میں سے ایمان لائے والوں کو اجر دیا جو ایمان پر قائم رہے اور اللہ کے احکام کی پیروی کرتے رہے اور بہت سے ان میں سے نافرمان ہوئے اور اسحاق اور انبیاء بنی اسرائیل کا سلسلہ نبوت حضرت عیسیٰ بن مریم پر ختم ہو جانے کے بعد اللہ نے اولاد اسماعیل میں خاتم الانبیاء والمرسلین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرما دیا اور حکم ہوا۔

اے وہ لوگو! جو پہلے انبیاء پر ایمان لائے ہو اللہ سے ڈرو اور اس کے رسول آخر الانبیاء پر ایمان لاؤ تو وہ تم کو اپنی رحمت میں سے دو حصے دے گا اور تم کو وہ اور دے گا جس کو تم لینے پھر دگے کہ دنیا میں بھی وہ نور تمہارے ساتھ ہو گا اور نور ہدایت سے تمہاری زندگی منور اور مزین ہوگی اور آخرت میں یہ نور تمہارے ساتھ رہے گا اور تمہاری مغفرت بھی کرے گا اور اللہ تو بڑا ہی صاف کرنے والا مہربان ہے۔

یہ سب کچھ اللہ نے بیان کر دیا تاکہ جان لیں اہل کتاب اس بات کو کہ وہ اللہ کے فضل میں

عہ بالعموم مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ لَعَلَّہٗ یَعْلَمَ میں ”لا“ زائد ہے اور مقصد یہ کہ جان لیں ایسے کہ اس غرض کا اہل کتاب کے لیے جاننا مقصود ہے نہ یہ کہ نہ جانیں تو اکثر حضرات مفسرین سلف ہمارے لَعَلَّہٗ یَعْلَمَ کا ترجمہ یوں کرتے ہیں یعنی تاکہ جان لیں اہل کتاب الخ لیکن حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ یہ مفسرین غلط ہیں۔

سے کسی چیز پر قادر نہیں ہیں اور اس امر سے انکو لاعلمی اور غفلت نہ ہو کہ وہ اللہ کے فضل پر قادر نہیں بلکہ اللہ کا فضل بے شک اسی کے قبضہ قدرت میں ہے جسکو چاہے وہ عطا کرے اس لئے اگر اللہ نے بنی اسرائیل سے موت کو ختم کر کے اولاد اسماعیل میں نبوت رکھ دی تو اہل کتاب کو اس پر کسی درجہ میں بھی تذبذب نہ کرنا چاہیے نبوت و رسالت کا فضل اور ہر قسم کی بزرگی اللہ کے قبضہ میں ہے جہاں چاہے وہ بزرگی رکھ دے اور جسکو چاہے عطا کر دے اور اسی طرح اہل کتاب میں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر ایمان لانے والوں کو دو گنا اجر و ثواب دینا بھی اللہ کا فضل و انعام ہے وہ جس کو چاہے اپنے انعام سے نوازے کسی کی محال نہیں کہ اس کے انعام کو روک لے اور اللہ تعالیٰ بہت ہی بڑے فضل و انعام والا ہے۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ثَلَاثَةٌ يُّؤْتُونَ أَجْرَهُمْ مَرَّتَيْنِ رَجُلٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ آمَنَ بِنَبِيِّهِ كَمَا آمَنَ بِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَجُلٌ مَّمْلُوكٌ إِذْ يَحِقُّ لِلَّهِ تَعَالَى وَحَقُّ مَوْلَاهُ وَكَرَّ جُلٌّ كَانَتْ عِدَّةُ أُمَّةٍ إِذْ لَهَا فَاحِشٌ تَأْذِيبُهَا ثُمَّ اعْتَقَهَا وَتَزَوَّجَهَا الْجَدِيثُ (صحیح بخاری)

ترجمہ: اگر تین شخص ایسے ہیں جنکو دو گنا اجر دیا جائے گا ایک شخص کتابی جو اپنے پیغمبر پر بھی ایمان لایا تھا پھر وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی ایمان لایا دوسرا مملوک غلام جو اپنے آقاؤں کا حق بھی ادا کرتا ہے اور خدا کا بھی حق ادا کرتا ہے اور تیسرا وہ جسکے پاس باندی تھی جسکو اس نے اچھی تعلیم دی ادب سکھایا پھر اسکو آزاد کیا اور اس سے نکاح کر کے اسکو اپنی منکوحہ بنایا تو تینوں کو دو گونا اجر و ثواب ملے گا۔

انصرص اہل کتاب کا اپنی شریعت اور کتاب پر ایمان لانے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو ماننا اور انکے دین پر عمل کرنا بہت ہی قابل قدر چیز ہے تو اس پر دو گنے اجر و ثواب وعدہ فرمایا

لوہے کی سختی اور اس کے منافع

اس مقام پر حق تعالیٰ نے لَعَنَّا اَزْمَلْنَا وَمُسْلَمًا بِالْبَيْتَانِ سے اپنے رسولوں کی بعثت کا ذکر

نے اس جگہ لفظ لا کو اپنے معنی پر برقرار رکھتے ہوئے نہ جانیں سے ترجمہ کیا ہے تو اس صورت میں کلام کی تقدیر اس طرح ہوگی۔ لَعَنَّا يَكُونُ هَذَا اَلْمَرَان لَا يَعْلَمُ اور نفی کی نفی اثبات کو مفید ہے اور ترجمہ کی تقدیر یہ ہوگی تاکہ یہ بات نہ رہے کہ نہ جانیں اہل کتاب اس حقیقت کو بلکہ وہ جان لیں اور یقین کر لیں کہ وہ اللہ کے فضل میں سے کسی چیز پر بھی قادر نہیں کہ اسس کو روک لیں یا جسکو چاہیں اسے دیں اور جسکو نہ چاہیں نہ دیں چنانچہ ترجمہ کے بعد اضافہ کردہ الفاظ میں اسی کی طرف اشارہ ہے وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالْغَوَابِ ۱۲

فرمایا اور اس امر کو ثابت فرمایا کہ رسولوں کی بعثت عالم کی ہدایت اور اللہ کا کلمہ بلند کرنے کے لیے اللہ نے مقدر فرمائی۔ وہ دلائل و بینات کے ذریعے عالم کو ہدایت اور رشد و فلاح کی دعوت دیتے رہے اب اسکے بعد ارسال رسل کی نعمت کے ساتھ ایک اور انعام کا ذکر فرما دیا گیا کہ لوہے کو اتارا جس میں سختی ہے اور لوگوں کے واسطے منافع ہیں یعنی عالم کی ہدایت جس طرح رسولوں اور آسمانی کتابوں کے ذریعہ ہے اسی کے ساتھ ہدایت کا دوسرا ذریعہ جہاد ہے کہ جو لوگ اپنی طبعی کج روی سے باز نہ آئیں نہ اللہ کے احکام کو مانیں اور انصاف کی ترانہ کو سیدھا رکھیں جس سے نظام عالم اور اسکا امن و راحت اور رشد و فلاح وابستہ ہے تو پھر ان سے جہاد و قتال ہوگا اور اس وقت ان باغیوں کے مقابلہ کے لیے تلوار اٹھانا پڑے گی اور ظاہر ہے کہ اس خالص دینی جہاد میں لوہے سے ہی کام لینا ہوگا پھر یہ ظاہر ہو جائے گا کہ کون اللہ کا مخلص و مقرر دار ہے اور کون نافرمان و باغی۔

الغرض لوہے کی سختی سے محض ظاہری اور مادی سختی ہی مراد نہیں بلکہ ارسال رسل اور نزول کتب کے ساتھ لوہے کی یہ سختی جہاد میں اسلحہ کا استعمال ہے دلائل و بینات سے بھی کافروں اور کفر کا جہاد مقابلہ ہے چنانچہ اس نوع کا جہاد مسکنی زندگی میں تیرہ سال تک جاری رہا اسکے بعد مدینہ منورہ میں ہجرت کے بعد دلائل کے بجائے بصورت جہاد۔ مقابلہ شروع ہو گیا۔

امام ابو داؤد نے ایک حدیث بروایت عبد اللہ بن عمر بیان فرمائی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: **وَلَعَنَتِ بِالسَّيْفِ يَدِي السَّاعَةِ حَتَّىٰ يَعْبُدَ اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ** الخ میں مبعوث کیا گیا ہوں تلوار دیکر جہاد مع الکفار کے لیے قیامت سے پہلے اور اس کا مامور ہوں کہ جہاد کر تاہوں تا آنکہ اللہ وحدہ لا شریک کی عبادت و بندگی کی جانے لگے اور میرا رزق میرے تیروں کے سایہ میں بنایا گیا ہے اور ذلت و ناکامی ان لوگوں کے حق میں طے کر دی گئی ہے جو میرے حکم کی نافرمانی کریں۔

اس آیت مبارکہ میں بعثت رسل اور انزال کتب کے ساتھ میزان اتارنے کا ذکر فرما کر یہ اشارہ کر دیا گیا کہ دنیا میں عدل و انصاف کا قیام دو چیزوں کے ذریعہ سے ہے ایک کتب سماویہ اور وحی الہی اور دوسرے میزان جس سے ہر ایک کو اسکا حق ناپ کر پہنچا دیا جائے نہ کسی کی حق تلفی ہو اور نہ عدل و انصاف سے ذرہ برابر انحراف ہو یہی چیز ہدایت کی روح اور نظام عالم کو صحیح خطوط پر چلانے والی ہے اور عدل و انصاف جن ہدایات و اصول کے ماتحت ہو سکتا ہے وہ آسمانی ہدایات اور پیغمبروں کے ذریعہ ہی سے معلوم ہو سکتے ہیں۔

اہل کتاب و نصاریٰ کی رہبانیت

آیت وَجَعَلْنَا فِي قُلُوبِ الَّذِينَ اتَّبَعُوهُ رِازِقَةً ذَاتَ رُحْمَةٍ میں حضرت عیسیٰ بن مریمؑ اور انجیل کی پیروی کرنے والوں کا ذکر فرمایا گیا کہ انکے دلوں میں ہم نے نرمی اور مہربانی کی صفت رکھ دی تھی یہ وصف پسندیدہ تھا اور ایمان کے آثار میں سے ایک پاکیزہ اثر تھا لیکن اصل ایمان اور اسکی روح پیغمبر خدا کی اتباع ہے اور جو ہدایات اللہ نے نازل کیں انکی پیروی کرنا ہے اپنے جذبات سے خلاف شرع کسی چیز کو ثواب سمجھ کر اختیار کر لینا کوئی ایسی چیز نہیں بلکہ یہ تو بدعت ہے جسکو نہ اللہ پسند کرنا ہے اور نہ اسکے رسول کی تعلیم ہوتی ہے۔

چنانچہ نصاریٰ میں سے بعض نیک طبیعت لوگوں نے رہبانیت اور دنیوی علاقہ کا ترک اختیار کر لیا جس کا انکو حکم نہیں دیا گیا تھا پھر وہ اسکو نباہ دے سکے جسکا انجام یہ ہوا کہ اصل اللہ کی ہدایت سے منحرف ہو گئے اور دین صحیح کو چھوڑ کر بدعات میں مبتلا ہو گئے۔

حافظ ابن کثیرؒ نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت تخریج کی ہے جس کا مضمون ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں۔ ایک دفعہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پکارا میں نے عرض کیا بلیکٹ یا رسول اللہ! آپؐ نے فرمایا اے ابن مسعودؓ جانتے بھی ہو کہ بنی اسرائیل بہتر فرقوں میں متفرق ہوئے جن میں سے صرف تین گروہ نجات پانے والے ہیں باقی سب ہلاک ہو رہے ہیں حضرت عیسیٰ بن مریمؑ کے بعد اپنے جبار و مغرور بلاؤں ہوں کے مقابل اللہ کے دین پر قائم رہے اور انکو اللہ کے دین کی طرف دعوت دی جبکہ وہ گمراہ رہے دین ہو چکے تھے اور ان بادشاہوں کی کتب میں اپنی ظہیمات مرضی کے مطابق تحریف کرتی تھیں تو انہیں سے ایک جماعت نے جباروں کے ساتھ مقابلہ کیا اور شہید کر دیئے گئے اور اس جماعت نے صبر کیا اللہ کے فضل سے نجات پائی پھر ایک دوسری جماعت اٹھی جن میں جہاد اور مقابلہ کی قوت تو نہ تھی لیکن اپنے بادشاہوں اور جباروں کے سامنے پہنچ کر انکو دین کی دعوت دی جس کے باعث ان لوگوں پر ظلم و ستم ٹھاتے گئے حتیٰ کہ انکو شہید کیا گیا آروں سے انکے بدن چسپے گئے اسی گروہ نے بھی صبر کیا اور نجات پائی پھر ایک تیسری جماعت آئی اس میں بھی مقابلہ اور قتال کی طاقت نہ تھی اور نہ وہ اپنی زندگی اور اعمال میں عدل و اعتدال کو قائم رکھ سکے جس کے واسطے زراذات تاراج گئی تھی تو یہ لوگ آبادیاں چھوڑ کر پہاڑوں بیابانوں میں نکل گئے اگرچہ انکا جذبہ نیک تھا لیکن وہ اس رہبانیت کو نباہ نہ سکے (تفسیر ابن کثیر ج ۴)

چاہتے تو یہ تھے کہ اللہ کی رضا مندی حاصل کریں یا حکم تو انکو اللہ کی رضا مندی ہی حاصل کرنے کا کیا گیا تھا مگر اسکے برعکس انہوں نے از خود رہبانیت اختیار کر لی اور پھر اسکا حق ادا کر سکے اصل رہبانیت اور علاقہ دنیویہ سے تعلق قطع کر لینا تو اللہ کی فرماں برداری کا نام ہے اور اپنے طبعی تقاضوں کو

اللہ کی خوشنودی کے تابع کر دینا ہے:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کی تفسیر میں منقول ہے فرمایا بنی اسرائیل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد کچھ ایسے بادشاہ آئے جنہوں نے تورات و انجیل میں تحریف کی لہذا بنی مری کے مطابق رد و بدل کیا تو ان میں کچھ لوگ ایمان والے تھے اور وہ اس تحریف و تبدیل سے اختلاف کرتے اور اصل اللہ کے ہی پیروی کرتے اور ان ہی کو بیان کرتے تو ان بادشاہوں سے یہ کہا گیا کہ اس قسم کے لوگ آپ کی بہت ہی سخت توہین کرتے ہیں اور آپ کو برا بھلا کہتے ہیں اور کو موت لگے یَحْذَرُکُمْ دِیْمًا اَمْرًا لِّلّٰہِ فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْکَافِرُونَ پڑھ کر آپ کو گمراہ و کافر کہتے ہیں اور آپ کے اعمال و افعال پر طعن بھی کرتے ہیں تو آپ ان لوگوں کو کہیں کہ اسی طرح پڑھیں جس طرح ہم پڑھتے ہیں اور ایمان اسی طرح کا لائیں یعنی اسی چیز کو ایمان کہیں جس طرح کہ ہمارا ایمان ہے اور انکو مجبور کیا کہ یا تو ہماری بات مانو ورنہ قتل کر دیتے جادو گئے۔ اس پر اس گروہ نے رہبانیت اختیار کر لی کسی نے اپنے واسطے کوئی طریقہ اختیار کیا اور کسی نے کوئی رنگ اختیار کیا تو اس آیت مبارکہ میں ان ہی ایمان والوں کی رہبانیت کا ذکر ہے۔ تفصیل کیلئے روح المعالی۔ تفسیر ابن کثیر اور تفسیر قرطبی کی مراجعت فرمائیں۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہر امت کے لئے رہبانیت ہے لیکن میری اس امت کی رہبانیت جہاد فی سبیل اللہ ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے لَا تَشْدُوا عَلٰی اَنْفُسِکُمْ فِیْشَدَّ اللّٰہُ عَلَیْکُمْ فَاَنْ قَوْمًا شَدَّدُوا عَلٰی اَنْفُسِهِمْ فَشَدَّدَ اللّٰہُ عَلَیْهِمْ فَتَلٰکَ بَقَا یَاھُمْ فِی الصَّوَامِعِ وَالدَّیَارِ رُہْبَانِیَّتَہٗ اِنْ اَبْتَکَ عَوْفَہَا مَا کَتَبْنَا عَلَیْہِمْ کہ اے لوگو تم اپنے اوپر سختی نہ کرو ورنہ اللہ تم پر سختی کرے گا ایک قوم تھی جنہوں نے اپنے اوپر سختی کی تو اللہ نے بھی ان پر سختی فرمائی تو یہ لوگ انھی میں کے کچھ باقی ماندہ ہیں جو صومعوں اور گر جاذوں میں راہب بنے ہوئے ہیں جو انہوں نے خود اختیار کی تھی ہم نے ان پر اسکو لازم نہیں کیا تھا آپ نے اسی وجہ سے اپنی شریعت کے ہسل اور آسان ہونے کو تمام سابقہ شریعتوں کے بالمقابل ایک خاص امتیازی وصف بیان فرمایا۔

تحریر محمد اللہ تفسیر مسودۃ الحدید

ستائیسویں پارے کی تفسیر محمد اللہ مکمل ہوئی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ



رئیس چ اینڈر جبریش آفیسر

تصدیق نامہ

مکتبہ المعارف دارالعلوم حسینیہ شہدادپور کے مطبوعہ تفسیر تکریم
معارف القرآن مصنفہ حضرت مولانا محمد مالک کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ
کے جلد ہفتم مشتمل بر پارہ ۳۳ (نصف اخیر ۲۴ - ۲۵ - ۲۶ - ۲۷)
کے متن قرآن کریم کو بغور پڑھا۔
تصدیق کے جاتی ہے کہ اس کے متن
قرآن کریم میں کوئی کمی بیشی یا اعراب
کے غلطی نہیں ہے۔

واللہ اعلم

عبدالمعین شہدادپور

